وفاق المدارس العربیہ کے درجہ عالیہ کے

حل شدہ پرچہ جات کا مجموعہ

الجواب العالیۃ

(دوم)

لحل اسئلۃ العالیۃ

از

استاذ العلماء حضرت مولانا محمد سلیمان شاکر رحمۃ اللہ علیہ

استاذ الحدیث والتفسیر جامعہ بنوریہ کبیر لمدارس ملتان

مولوی ابو اسامہ محمد یاسین رحمانی صاحب



0300-6357913, 0313-6357913

Maktaba Tul Ishaat.com Scanned with CamScanner



تمام فنون کے کتب کے پی-ڈی-ایف ہمارے ویب سائٹ سے اور پلے سٹور سے فری ڈاون لوڈ کریں۔ ہم روزانہ کی بنیاد پر اس میں مزید کتب شامل کر رہے ہیں اس لیے آپ ہفتے میں ایک بار ضرور ہمارے پلے سٹور اور ویب سائٹ کو چیک کیا کریں۔

ابھی مطلوبہ پی-ڈی-ایف مفت ڈاون لوڈ کریں

تفاسیر	خطبات	منطق
احایث	سیرت	معانی
فقہ	تاریخ	تصوف
سوانح حیات	صرف	تقابل ادیان
درس نظامی	نحو	تجوید
لغت	فلسفہ	نعت
فتاوی	حکمت	تراجم
اصلاحی	بلاغت	تبلیغ ودعوت
تمام فنون		

مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام
Maktaba Tul Ishaat.com

فہرست مضامین

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۱	انتساب	۲
۲	پیش لفظ	۱۹
۳	اظہار تشکر	۲۰
۴	﴿الورقة الاولى في التفسير﴾	۲۱
۵	۱۴۳۰ھ	۲۲
۶	قُلْ إِنْ كَانَتْ لَكُمُ الدَّارُ الْآخِرَةُ عِنْدَ اللَّهِ خَالِصَةً مِنْ دُونِ النَّاسِ (بقرہ:۹۴تا۹۶) ترجمہ، شان نزول، صرفی تحقیق	۲۳
۷	لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللَّهُ بِاللَّغْوِ فِي أَيْمَانِكُمْ (مائدہ:۸۹) ترجمہ، یمین کی اقسام، تعریف وحکم، محل البحث کفارہ کی ادائیگی کا حکم مع الدلیل، واحفظوا أيمانكم کا مطلب	۲۳
۸	وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكَ وَرَحْمَتُهُ لَهَمَّتْ طَائِفَةٌ (نساء:۱۱۳) تفسیر، پس منظر، طائفة منهم اور الحكمة کی مراد	۲۴
۹	إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا (نساء:۵۸،۵۹) ترجمہ، سبب نزول، تفسیر، امانات کا مصداق، اولی الامر کی مراد، ترکیب	۲۵
۱۰	وَإِذَا سَمِعُوا مَا أُنْزِلَ إِلَى الرَّسُولِ تَرَى (مائدہ:۸۳تا۸۵) ترجمہ، ماقبل سے ربط، نزول آیات کا وقت اور متعلقہ اشکال	۲۷
۱۱	وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ الْقُرَى آمَنُوا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا (اعراف:۹۶تا۱۰۰) ترجمہ، اهل القرى اور بركات من السماء والارض کی مراد	۲۷
۱۲	۱۴۳۱ھ	۲۸
۱۳	كُتِبَ عَلَيْكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ (بقرہ:۱۸۰تا۱۸۲) ترجمہ، تشریح، والدین واقربین کیلئے وصیت کا حکم مع الدلیل، وصیت میں تبدیلی کا حکم، وصیت کے بارے میں اصول شرعی، فمن خاف من موص الخ کی مراد	۲۸
۱۴	إِذْ تُصْعِدُونَ وَلَا تَلْوُونَ عَلَى أَحَدٍ وَالرَّسُولُ (ال عمران:۱۵۳تا۱۵۴) ترجمہ، شان نزول، واقعہ کی تفصیل، عبارات مذکورہ کی مراد، فاثابكم غما بغم کا مشار الیہ، لاتلوون کی لغوی وصرفی تحقیق، ترکیب	۲۹
۱۵	وَقَالُوا هِيَ أَنْعَامٌ وَحَرْثٌ حِجْرٌ (انعام:۱۳۸،۱۳۹) ترجمہ، تشریح، مزعومات باطلہ کی وضاحت، لغوی وصرفی تحقیق	۳۱
۱۶	وَإِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِي آدَمَ مِنْ ظُهُورِهِمْ (اعراف:۱۷۲تا۱۷۳) ترجمہ، تفسیر، عہد الست کی حقیقت، وقت، مقام اور کیفیت، عہد الست کے بعد کفر میں مبتلا ہونے کی وجہ، جملہ مخطوطہ کی ترکیب	۳۲
۱۷	وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا سَبَقُوا (انفال:۵۹،۶۰) ترجمہ، تشریح، قوۃ اور رباط الخیل کی مراد، عبارت کی ترکیب، صرفی تحقیق	۳۴
۱۸	مَا نَنْسَخْ مِنْ آيَةٍ أَوْ نُنْسِهَا نَأْتِ (بقرہ:۱۰۶،۱۰۷) ترجمہ، شان نزول، نسخ کا لغوی واصطلاحی معنی، نسخ کی صورتیں	۳۵
۱۹	۱۴۳۲ھ	۳۶
۲۰	الَّذِينَ يَأْكُلُونَ الرِّبَا لَا يَقُومُونَ (بقرہ:۲۷۵) ترجمہ، كما يقوم الذي يتخبطه الخ کی وضاحت، حرمت سود پر مضمون	۳۶
۲۱	وَإِذْ غَدَوْتَ مِنْ أَهْلِكَ تُبَوِّئُ (ال عمران:۱۲۱تا۱۲۳) ترجمہ، ماقبل سے ربط، طائفتان کی وضاحت، مخطوطہ جملہ کی وضاحت	۳۷
۲۲	أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ أُوتُوا نَصِيبًا (نساء:۵۱،۵۲) ترجمہ، اعراب، شان نزول، واقعہ کی تفصیل، جبت اور طاغوت کی مراد	۳۷
۲۳	إِنَّ رَبَّكُمُ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ (اعراف:۵۴) ترجمہ، اعراب، چھ دن میں کائنات کو پیدا کرنے کی حکمت اور وضاحت	۳۸
۲۴	يَسْأَلُونَكَ عَنِ السَّاعَةِ أَيَّانَ مُرْسَاهَا (اعراف:۱۸۷) ترجمہ، الفاظ مخطوطہ کی لغوی وصرفی تحقیق، مسئلہ علم غیب پر نوٹ	۳۹

Scanned with CamScanner

۲۵	اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَهُمْ اُلُوْفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ فَقَالَ لَهُمُ اللّٰهُ (بقرہ ۲۴۳،۲۴۳) ترجمہ، شان نزول، ترکیب	۴۰
۲۶	۱۴۲۳ھ	۴۱
۲۷	يٰمَرْيَمُ اقْنُتِيْ لِرَبِّكِ وَاسْجُدِيْ وَارْكَعِيْ (آل عمران ۳۵ تا ۳۶) ترجمہ، حضرت عمران کا تعارف اور حضرت مریم کا قصہ	۴۱
۲۸	وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ اَنْ يَّقْتُلَ مُؤْمِنًا اِلَّا خَطَاً (نساء ۹۲) ترجمہ، قتل کی اقسام، دیت و کفارہ کی تفصیل	۴۲
۲۹	حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيْرِ (مائدہ ۳) ترجمہ، وقت نزول، فمن اضطر الخ کا مفہوم، لغوی، صرفی و اصطلاحی تحقیق	۴۳
۳۰	وَيٰٓاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ (اعراف ۱۹ تا ۲۱) ترجمہ، حضرت آدم کا قصہ، قصۂ آدم کے تکرار کی حکمت، حضرت آدم علیہ السلام و شیطان میں گفتگو کی کیفیت، بیعدی اور تکونا کی وضاحت، تکونا کے حذف نون کی وجہ	۴۴
۳۱	لَا تَقُمْ فِيْهِ اَبَدًا لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى (توبہ ۱۰۸،۱۰۹) ترجمہ، مسجدین کا قصہ، مطہرون کی وضاحت	۴۵
۳۲	وَاتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا الشَّيٰطِيْنُ عَلٰى مُلْكِ سُلَيْمٰنَ (بقرہ ۱۰۲) ترجمہ، شان نزول، سحر کا حکم، لغوی و صرفی تحقیق	۴۷
۳۳	۱۴۲۴ھ	۴۸
۳۴	يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ قُلْ فِيْهِمَآ اِثْمٌ كَبِيْرٌ (بقرہ ۲۱۹،۲۲۰) ترجمہ، حرمت خمر کی تفصیل	۴۸
۳۵	يٰعِيْسٰٓى اِنِّيْ مُتَوَفِّيْكَ (آل عمران ۵۵) ترجمہ، اہلسنت کا عقیدۂ حیات عیسیٰ علیہ السلام، متوفیک کا مطلب و ترکیب، حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کئے گئے پانچ وعدوں کی تفصیل، الفاظ مخطوط کی لغوی و صرفی تحقیق	۴۹
۳۶	وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ ابْنَيْ اٰدَمَ بِالْحَقِّ (مائدہ ۲۷،۲۸) ترجمہ، اتل، اخاف کی اصل و تعلیل، تقبیل، بسطت کے صیغہ باب کی وضاحت، انی اخاف اللہ رب العلمین کی ترکیب	۵۱
۳۷	وَلَمَّا جَآءَ مُوْسٰى لِمِيْقَاتِنَا وَكَلَّمَهٗ رَبُّهٗ (اعراف ۱۴۳) ترجمہ، اہلسنت والجماعت کا عقیدہ رؤیت باری تعالیٰ، خبر موسیٰ صعقا کی ترکیب، انظر کے مجرد ہونے کی وجہ	۵۲
۳۸	يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوْا (بقرہ ۱۰۴،۱۰۶) ترجمہ، مسائل کی تشریح	۵۲
۳۹	وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ (بقرہ ۲۲۸) ترجمہ، مسئلہ کی وضاحت، اختلاف مع الدلائل، مطلب	۵۳
۴۰	۱۴۲۵ھ	۵۵
۴۱	وَاِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ مِنْ بَعْلِهَا نُشُوْزًا (نساء ۱۲۸،۱۲۹) ترجمہ، مسائل کی وضاحت، ولن تستطیعوا ان الخ کی وضاحت	۵۵
۴۲	قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا (اعراف ۱۸۸،۱۹۱) ترجمہ، تفسیر اور واقعہ کی وضاحت، آپ ﷺ کے مختار و عالم الغیب ہونے کا جواب، لغوی و صرفی تحقیق	۵۶
۴۳	وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيْهَا فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ (بقرہ ۱۴۸،۱۵۰) ترجمہ، تفسیر، رفع تعارض تحویل قبلہ کی تفصیل، الفاظ مخطوط کی تحقیق	۵۷
۴۴	يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوا (آل عمران ۱۳۰) ترجمہ، تحقیق مرباکی لغوی و اصطلاحی تعریف، اضعافا مضاعفۃ کی قید کا فائدہ	۵۸
۴۵	اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَسْعَوْنَ فِي الْاَرْضِ فَسَادًا (مائدہ ۳۳،۳۴) ترجمہ، قطاع طریق کی سزا	۵۹
۴۶	وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖٓ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ (بقرہ ۶۷،۶۸) شان نزول سورۃ البقرہ کی وجہ تسمیہ، لغوی و صرفی تحقیق	۶۰
۴۷	۱۴۲۶ھ	۶۱
۴۸	يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلٰى (بقرہ ۱۷۸،۱۷۹) ترجمہ، مذکورہ احکام کی وضاحت، لغوی و صرفی تحقیق	۶۱
۴۹	اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ فَاِمْسَاكٌ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌ بِاِحْسَانٍ (بقرہ ۲۲۹) ترجمہ، طلاق کی اقسام مع احکام، خلع کا حکم	۶۲
۵۰	يَسْئَلُوْنَكَ اَنْفِقُوْا مَا اَنْفَقْتُمْ فَلِلْوَالِدَيْنِ (بقرہ ۲۱۵،۲۱۷) ترجمہ، تفسیر، یوما کی مراد	۶۲
۵۱	فَمَنْ حَآجَّكَ فِيْهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ (آل عمران ۶۱،۶۱) ترجمہ، تفسیر، مباہلہ کی تعریف	۶۳

Maktaba Tul Ishaat.com Scanned with CamScanner

٥٢	يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ (مائدہ:١) ترجمہ، تفسیر، سورت مائدہ کا شانِ نزول، معاہدات کی مراد	٦٤
٥٣	وَاِذْ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ (انفال:٤٨) ترجمہ، تفسیر، غزوہ کی بنیادی اور وقوع حیلوں کی وضاحت	٦٥
٥٣	١٤٢٧ھ	٦٦
٥٥	الَّذِيْنَ يُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ (بقرہ:٢٢٦،٢٢٧) ترجمہ، ایلاء کی تعریف، حکم، چار ماہ کے اختتام پر وقوع طلاق میں ائمہ کا اختلاف	٦٦
٥٦	اَلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ (آل عمران:١٧٢ تا ١٧٥) ترجمہ، نزول واقعہ، غزوہ متعلقہ بالآیات کا نام و وقوع	٦٧
٥٧	فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا (نساء:٦٥،٦٦) ترجمہ، تفسیر، شانِ نزول	٦٨
٥٨	يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ (انفال:١) ترجمہ، واقعہ کی تفصیل، مال غنیمت، مال فئی اور انفال میں فرق	٦٩
٥٩	يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ (بقرہ:١٨٣،١٨٤) ترجمہ، صوم کا لغوی اور اصطلاحی معنی، وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ الخ کا مطلب	٧٠
٦٠	وَالْوَالِدٰتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ (بقرہ:٢٣٣) ترجمہ، مدت رضاعت کی مقدار، ماں کو دودھ پلانے پر مجبور کرنے کا حکم، نفقہ میں شوہر یا بیوی کی حیثیت کے اعتبار کی وضاحت، یتیم بچے کو دودھ پلانے کی ذمہ داری	٧١
٦١	١٤٢٨ھ	
٦٢	يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْئَلُوْا عَنْ اَشْيَآءَ (مائدہ:١٠١،١٠٢) ترجمہ، شانِ نزول، بحیرہ، سائبہ، وصیلہ اور حام کا مطلب	٧٢
٦٣	وَمِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مَنْ اِنْ تَاْمَنْهُ (آل عمران:٧٥،٧٧) ترجمہ، تفسیر، (قنطار، دینار، یؤدہ، الأمیین) تحقیق	٧٣
٦٤	مِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ (نساء:٤٦،٤٧) ترجمہ، تفسیر (من الذین هادوا یحرفون الکلم عن مواضعه) ترکیب	٧٤
٦٥	فَبَعَثَ اللّٰهُ غُرَابًا يَّبْحَثُ فِي الْاَرْضِ (مائدہ:٣١،٣٢) ترجمہ، تفسیر، مذکورہ قصہ کا پس منظر	٧٥
٦٦	فَاِنْ عُثِرَ عَلٰٓى اَنَّهُمَا اسْتَحَقَّآ اِثْمًا (مائدہ:١٠٧،١٠٨) ترجمہ، تفسیر، (لشهادتنا احق من شهادتهما) ترکیب	٧٧
٦٧	١٤٢٩ھ	٧٨
٦٨	؟؟؟ (بقرہ:١١٤،١١٥) ترجمہ، شانِ نزول، آیات سے مستفاد احکام، خط کشیدہ کلمات کی درست تفسیر	٧٨
٦٩	؟؟؟ (آل عمران:٢٦،٢٧) ترجمہ، شانِ نزول، جامع تفسیر، الحی و المیت کی مراد، آیات کی فضیلت	٧٩
٧٠	؟؟؟ (نساء:٨٨،٨٩) ترجمہ، پس منظر، لغوی و صرفی تحقیق، آیات میں ذکر کردہ احکام	٨٠
٧١	؟؟؟ (مائدہ:٦٤) ترجمہ، پس منظر، تفسیر، کلمات کی تحقیق	٨١
٧٢	؟؟؟ (اعراف:١٣٧ تا ١٣٠) ترجمہ، تفسیر	٨٢
٧٣	؟؟؟ (توبہ:٧٤ تا ٧٧) ترجمہ، تفسیر	٨٤
٧٣	١٤٤٠ھ	٨٥
٧٥	؟؟؟ (بقرہ: ٥٣ تا ٥١) ترجمہ، واقعات کی وضاحت، لغوی و صرفی تحقیق، الکتاب و الفرقان کی تعیین	٨٥
٧٦	؟؟؟ (آل عمران: ٣٣ تا ٣٤) ترجمہ، آیت و حدیث میں تطبیق، خط کشیدہ آیت کی تفسیر، قرعہ اندازی کا حکم	٨٧
٧٧	؟؟؟ (نساء: ٣٣ تا ٣٦) ترجمہ، شانِ نزول، تفسیر	٨٨
٧٨	؟؟؟ (مائدہ: ٣ تا ٥) ترجمہ، تفسیر، شانِ نزول، لغوی و صرفی تحقیق	٨٩
٧٩	؟؟؟ (انعام: ٧٣ تا ٧٩) ترجمہ، مشرکین کے استدلال کا جواب، مناظرین و مبلغین کیلئے ہدایات	٩٠
٨٠	؟؟؟ (اعراف:١٣٧ تا ١٣٠) ترجمہ و تفسیر (مع جوابات)	٩١

Scanned with CamScanner

۸۱	﴿الورقة الثانية : في الحديث (مشكوة اول)﴾	۹۳
۸۲	۱۴۳۱ھ	۹۵
۸۳	قال جاء رجل الى رسول الله ﷺ من اهل نجد الخ ترجمہ والله لا أزيد على هذا ولا انقص منه کا مطلب، فرائض مذکورہ میں نفل کو ذکر نہ کرنے کی وجہ	۹۵
۸۴	قال رسول الله ﷺ الوضوء من كل دم سائل ترجمہ دم سائل کے ناقض وضو ہونے میں اختلاف فقہاء مع الدلائل	۹۵
۸۵	عن ابي ذر قال اتيت النبي ﷺ وعليه ثوب ابيض الخ ترجمہ اقرار رسالت کے بعد محض قرطبہ کے دخول جنت کیلئے کافی ہونے کی وضاحت، دخول جنت کیلئے اعمال فرض کے عدم ذکر کی وجہ، وان رغم انف ابي ذر کا مفہوم	۹۶
۸۶	عن انس قال قلنا خطبنا رسول الله ﷺ إلا قال لا إيمان لمن لا أمانة له الخ ، اعراب، ترجمہ، اعمال کے ایمان کا جزء ہونے میں اختلاف مع الدلائل	۹۷
۸۷	رفع یدین، تامین میں اختلاف ائمہ مع الدلائل، آمین بالجہر میں اختلاف ائمہ مع الدلائل، مذہب حنفی کی وجوہ ترجیح	۹۹
۸۸	قال رسول الله ﷺ ثمن الكلب خبيث ومهر البغي الخ ترجمہ، کتے کی بیع اور اس کے ثمن کھانے میں ائمہ کا اختلاف مع الدلائل، حکم کے لحاظ سے کلب میں فرق	۱۰۰
۸۹	۱۴۳۲ھ	۱۰۱
۹۰	قال رسول الله ﷺ من القوم او من الوفد الخ ، اعراب، ترجمہ، وفد عبدالقیس کا تعارف، کتنی مرتبہ اور کب آیا؟ اصوار بعہ کی مراد اور حج کو ذکر نہ کرنے کی وجہ، خزایا، ندامی، حنتم، نقیر، مزفت، مقیر کی تشریح	۱۰۱
۹۱	قال رسول الله ﷺ آية المنافق ثلث الخ ترجمہ، علامات منافق کے حامل کا حکم	۱۰۳
۹۲	قال رسول الله ﷺ كلامي لاينسخ كلام الله الخ ترجمہ، نسخ کا لغوی اور اصطلاحی معنی، نسخ کی اقسام مع امثلہ	۱۰۳
۹۳	قال رسول الله ﷺ انزل القرآن على سبعة احرف الخ ترجمہ، وضاحت سبعہ احرف کی مراد	۱۰۵
۹۴	قال رسول الله ﷺ اذا سجد احدكم فلايبرك الخ ترجمہ، سجدہ میں جانے کی کیفیت میں اختلاف مع الدلائل	۱۰۷
۹۵	قال رسول الله ﷺ في العسل في كل عشرة ازق زق ترجمہ، شہد میں عشر واجب ہونے میں اختلاف مع الدلائل	۱۰۸
۹۶	۱۴۳۳ھ	۱۰۹
۹۷	قال رسول الله ﷺ مثل مابعثني الله به من الهدى الخ ، اعراب، ترجمہ، تشریح، لغوی وصرفی تحقیق	۱۰۹
۹۸	قال رسول الله ﷺ نهيتكم عن زيارة القبور الخ ، اعراب، ترجمہ، مسائل کی وضاحت، خواتین کیلئے زیارۃ القبور کا مسئلہ	۱۱۰
۹۹	قال فاخبرني عن الساعة قال ما المسئول الخ ترجمہ، سوال کی کیفیت تلد الأمة ربتها کی مراد، مذکورہ الفاظ کے مفردات	۱۱۱
۱۰۰	ليصلي الصبح فتنصرف النساء الخ ترجمہ، نماز فجر کے اسفار یا غلس میں اختلاف مع الدلائل، راجح کی ترجیح، اسفار و غلس میں فرق اور اس کی معرفت کا قاعدہ	۱۱۲
۱۰۱	قد اخرج المؤلف في المنهي عنها من البيوع الخ ترجمہ، مسئلہ مصراۃ میں ائمہ کا اختلاف مع الدلائل	۱۱۴
۱۰۲	عن النبي ﷺ انه قال من احيا ارضا الخ ، اعراب، ترجمہ، باب کی تعیین، احیاء ارض موات کی ملک میں اختلاف مع الدلائل	۱۱۶
۱۰۳	۱۴۳۴ھ	۱۱۷
۱۰۴	قال رسول الله ﷺ وحوله عصابة من اصحابه الخ ، عصابہ کا معنی، بیعت کی اقسام اور تعیین، حدود کے زواجر یا سواتر ہونے میں اختلاف مع الدلائل	۱۱۷
۱۰۵	وضو مما مست النار میں اختلاف مع الدلائل، هذا منسوخ بحديث ابن عباس کی تشریح مع الدلائل، مذہب جمہور کی ترجیح	۱۱۸

Maktaba Tul Ishaat.com Scanned with CamScanner

۱۰۶	قَالَ وَضَأْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَمَرَرْتُ ثَبُوكَ فَمَسَحَ الخ ،اعراب ،ترجمہ ،موزوں پر مسح کے کل میں اختلاف مع الدلائل	۱۲۰
۱۰۷	اذا جاء احدکم یوم الجمعة الخ ،خطبہ کے دوران تحیۃ المسجد پڑھنے میں اختلاف مع الدلائل ،حدیث مذکور کا جواب ،جمعہ کے فرض عین یا کفایہ ہونے کی وضاحت	۱۲۱
۱۰۸	اذ اتته امرأة فقالت یارسول الله انی تصدقت الخ ،ترجمہ ،صوم عن الغیر میں اختلاف مع الدلائل ،حدیث مذکور کا جواب ،حج عن المیت کا حکم	۱۲۲
۱۰۹	قال رسول الله ﷺ الظهر یرکب ینتظله الخ ،ترجمہ ،مرتھن کیلئے مرہونہ چیز سے منتفع ہونے میں فقہاء کے اقوال ،مذکورہ حدیث کا جواب	۱۲۳
۱۱۰	۱۴۳۵ھ	۱۲۴
۱۱۱	یَقُوْلُ لَا یَبْقٰی عَلٰی ظَهْرِ الْاَرْضِ الخ ،اعراب ،ترجمہ ،تشریح ،ظہر الارض کی مراد ،امر مذکور کے وقوع کی وضاحت	۱۲۴
۱۱۲	قال رسول الله من أحدث فی أمرنا الخ ،ترجمہ ،الفاظ مخطوطہ کے معانی ،متعلق علیہ کی مراد ،بدعت کا لغوی ،شرعی معنی اور اقسام	۱۲۵
۱۱۳	لولا ان اشق علی امتی لأمرتهم الخ ،ترجمہ ،مسواک کے فوائد ،حکم وضو یا حکم نماز ہونے میں اختلاف مع الدلائل ،حنفیہ کے مخالف دلائل کا جواب	۱۲۶
۱۱۴	إِذَا شَرِبَ الْكَلْبُ فِیْ إِنَاءِ أَحَدِكُمْ الخ ،اعراب ،ترجمہ ،سور کلب میں ائمہ کے مذاہب ،کتے کے جوٹھے برتن کے طریقہ تطہیر میں اختلاف مع الدلائل ،حنفیہ کے مخالف دلائل کا جواب	۱۲۷
۱۱۵	قصہ مغرائق کے سچ یا غلط ہونے کی وضاحت ،سجدۂ تلاوت کی تعداد میں اختلاف ،سجدۂ تلاوت کا حکم مع الدلائل	۱۲۹
۱۱۶	كُلُّ شَيْءٍ بِقَدَرٍ حَتَّى الْعَجْزُ وَالْكَيْسُ الخ ،اعراب ،ترجمہ ،عجز وکیس میں فاعل ،مفعول ورفع کی مراد ،تقدیر کے مراتب ،خلق وکسب میں فرق	۱۳۲
۱۱۷	۱۴۳۶ھ	۱۳۳
۱۱۸	بالِ مستفاد کی تعریف واقسام ،محل نزاع کی تعیین اور اختلاف کی وضاحت ،احناف کے دلائل ،راجح مع وجہ ترجیح	۱۳۳
۱۱۹	الایمان بضع وسبعون شعبة فافضلها الخ ،تشریح ،حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا نام ،وجہ تسمیہ ،اسلام وحدیث کی تعداد ،ایمان وکفر کا لغوی وشرعی معنی اور ابوطالب کے کفر کی تعیین ،حیاء کی تعریف واقسام اور حدیث میں مذکور حیاء کا مصداق	۱۳۴
۱۲۰	بَابُ الْوَسْوَسَةِ ..... إِنَّ اللهَ تَعَالٰی تَجَاوَزَ عَنْ أُمَّتِیْ الخ ،اعراب ،ترجمہ ،مفہوم ،وسوسہ کی تعریف اور وسوسہ والہام میں فرق ،وسوسہ کی اقسام اور ان کے احکام کی وضاحت	۱۳۵
۱۲۱	قال رسول الله ﷺ من ادرک رکعة من الصبح الخ ،حدیث کا ظاہری مفہوم اور اس پر احناف کا عمل ،حدیث مذکور کی حنفیہ کی طرف سے توجیہ وجواب ،مسئلہ مذکورہ میں اختلاف مع الدلائل ،نماز ،زکوۃ ،روزہ وحج کی فرضیت کا وقت	۱۳۶
۱۲۲	خالط کی تفسیر بمعنی مال کیساتھ خلط کو لازم ہونے کا استدلال ،بمعنی مال یا زمہ کیساتھ خلط کو لازم ہونے میں اختلاف مع الدلائل	۱۳۸
۱۲۳	اَلْاِسْتِجْمَارُ تَوٌّ وَرَمْیُ الْجِمَارِ الخ ،اعراب ،ترجمہ ،جمار کا لغوی معنی اور جمار والے امور کی نشاندہی ،رمی جمرات کا حکم ،اسماء اور ترتیب	۱۳۹
۱۲۴	۱۴۳۷ھ	۱۴۰
۱۲۵	بیعتین فی بیعة کا معنی ،لایحل سلف وبیع ولاشرطان کی تشریح ،شرطان کی قید کے اتفاقی یا احترازی ہونے کی وضاحت مع الاختلاف والدلائل	۱۴۰

Scanned with CamScanner

۱۳۶	قَالَ اَتَى اَعْرَابِيٌّ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ دُلَّنِيْ عَلٰى عَمَلٍ الخ ،اعراب ،ترجمہ ،اعرابی کا نام ،شہادتین کو ذکر کرنے کی وجہ ،لاالٰہ پر جنت کی بشارت دینے کی وضاحت	۱۴۳
۱۳۷	خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِيْ اَضْحٰى اَوْ فِطْرٍ الخ ،اعراب ،ترجمہ ،اویتکن صیغہ روایت کی وضاحت ،صدقہ کے حقوق العباد کے کفارہ ہونے کی وضاحت	۱۴۳
۱۳۸	لاتقبل صلوة بغير طهور ولا صدقة من غلول ،ترجمہ ،طہور اور غلول کا معنی ،جنازہ اور سجدہ تلاوت کیلئے وضو کا حکم مع الاختلاف ،فاقد الطہورین کی مراد اور حکم	۱۴۴
۱۳۹	قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فُضِّلْنَا عَلَى النَّاسِ بِثَلٰثٍ خِصَالٍ الخ ،اعراب ،ترجمہ ،تیمم کا لغوی اور اصطلاحی معنی ، تیمم کی ضربات میں ائمہ مجتہدین کا اختلاف مع الدلائل ،یدین کے مسح میں اختلاف کی وضاحت	۱۴۶
۱۴۰	قال رسول الله ﷺ تقطع الصلوة المرأة والحمار الخ ،ترجمہ ،نمازی کے آگے سے عورت ،گدھا اور کتا گزرنے کا حکم اور اختلاف ائمہ مع الدلائل ،عورت ،گدھا اور کتے کی تخصیص کی وجہ	۱۴۷
۱۴۱	۱۴۲۸ھ	۱۴۹
۱۴۲	خرجنا مع رسول الله ﷺ من المدينة الى مكة الخ ،ترجمہ ،اقامت کی مقدار مدت میں اختلاف ،فرسخ ، محترم ،فواق ناقہ کا مفہوم	۱۴۹
۱۴۳	عَنْ صَفْوَانَ بْنِ عَسَّالٍ قَالَ قَالَ يَهُوْدِيُّ لِصَاحِبِهِ اِذْهَبْ بِنَا الخ ،اعراب ،ترجمہ ،اربعة اعين کی مراد ، محصنة کی مراد ،محترم شخصیات کے ہاتھ پاؤں چومنے کا شرعی حکم	۱۵۰
۱۴۴	لَا تَمْنَعُوْا النِّسَاءَ حُظُوْظَهُنَّ مِنَ الْمَسَاجِدِ الخ ،اعراب ،ترجمہ ،عورتوں کے مساجد میں جانے کا حکم ،حضرت بلالؓ کے حدیث کا معارضہ کرنے کی وجہ	۱۵۱
۱۴۵	اَتَيْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اَنْ نَسْتَشْرِفَ الْعَيْنَ وَالْاُذُنَ الخ ،اعراب ،ترجمہ ،قربانی کا حکم اور وجوب کا نصاب ،مقابلة ،مدابرة ،شرقاء ،خرقاء کی تعریف	۱۵۲
۱۴۶	دَخَلَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَنَحْنُ نُغَسِّلُ اِبْنَتَهٗ الخ ،اعراب ،ترجمہ ،خواتین کے غسل اور کفنانے کا طریقہ ،آپ ﷺ کی کفنائی جانے والی صاحبزادی کی تعیین	۱۵۳
۱۴۷	اَرْبَعٌ فِيْ اُمَّتِيْ مِنْ اَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ الخ ،اعراب ،ترجمہ ،تفاخر ،سادات کو فخر حاصل ہونے کی وجہ	۱۵۴
۱۴۸	۱۴۲۹ھ	۱۵۵
۱۴۹	استعمل النبي ﷺ رجلا من الأزد يقال له ابن اللتبية على الصدقة الخ ،ترجمہ ،تفریق اور شریعت میں ہدیہ لینے دینے کے اصول کی وضاحت	۱۵۵
۱۵۰	بايعوني على أن لا تشركوا بالله شيئا الخ ،ترجمہ ،کلمات کی تحقیق ،آپ ﷺ کا خواتین سے بیعت لینے کی وضاحت ،طریقہ	۱۵۶
۱۵۱	أقبلت راكبا على أتان ..... ما رأيت رسول الله ﷺ يصلي الى عود ولا عمد ...ترجمہ ،کلمات کی تحقیق	۱۵۸
۱۵۲	عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: اِنَّ اَبَا بَكْرٍ دَخَلَ عَلَيْهَا الخ ،اعراب ،ترجمہ ،تفریق ،یوم بعاث کی مراد	۱۵۸
۱۵۳	لَمَّا تُوُفِّيَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اَبِيْ بَكْرٍ بِالْحُبَيْشِيِّ الخ ،اعراب ،ترجمہ ،جنازہ کے وقت حاضر ہونے کے لیے بعد میں قبر پر آنے کا حکم	۱۵۹
۱۵۴	جلبت أنا ومخرمة العبدي بزا من هجر الخ ،ترجمہ ،کپڑا کی تعریف حسن اضافت میں فرق ،آپ ﷺ کے ثلوا استعمال کرنے کی وضاحت	۱۶۱
۱۵۵	تقدیر کی تعریف واقسام ،آدم وموسیٰ علیہما السلام کے مکالمہ کی وضاحت ،تقدیر سے استدلال کی وضاحت ،مکالمہ کا وقت ومقام	۱۶۲

Maktaba Tul Ishaat.com Scanned with CamScanner

۱۴۶	قال انما العینان وکذا السه الخ ترجمہ، نیند کے ناقض وضو ہونے میں اختلاف مع الدلائل، امام بخاریؒ کے قول کی وضاحت، سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی عظمت و مرویات کی تعداد	۱۶۴
۱۴۷	العطاس والتثاؤب فی الصلوۃ الخ تشریح، آواز یا باآواز رونے سے نماز ٹوٹنے کا حکم، الاختصار فی الصلوۃ راحۃ اھل النار کا مطلب، خط کشیدہ کلمات کی لغوی و صرفی تحقیق	۱۶۶
۱۴۸	فَإِنَّمَا مَنَعَتِ السَّنَدُ وَالْفَيْءُ الخ اعراب، ترجمہ، تشریح، زمین کی پیداوار میں وجوب عشر کیلئے نصاب میں اختلاف مع دلائل	۱۶۷
۱۴۹	فلما کان یوم الفتح جاءت فاطمۃ الخ ترجمہ، نفل روزہ توڑنے کی قضا میں اختلاف ائمہ مع الدلائل، ام ہانیؓ کا اعتراف اور افطار سے پہلے آپ ﷺ کو آگاہ نہ کرنے کی وجہ	۱۶۹
۱۵۰	المحاقلۃ، المزابنۃ، المخابرۃ، المعاومۃ، الثنیا کی تعریف اور ممانعت کی وجہ، عرایا کی تفسیر، بیع السنین و وضع الجوائح کا مفہوم و حکم	۱۷۰
۱۵۱	محاقلہ، مزابنہ، مخابرہ، معاومہ، ثنیا کی تعریف اور ممانعت کی وجہ، عرایا کی تفسیر، بیع السنین، وضع الجوائح کا معنی	
۱۵۲	**﴿الورقۃ الثالثۃ: فی الحدیث واصولہ﴾**	۱۷۲
۱۵۳	**۱۴۳۳ھ**	۱۷۵
۱۵۴	فقال انی تزوجت امرأۃ من الأنصار الخ ترجمہ، شیخا کی مراد، نکاح کے بعد مشورہ کا فائدہ، مخطوبہ کو دیکھنے میں ائمہ کا اختلاف مع الدلائل، مخطوبہ کے تمام اعضاء کو دیکھنے میں جمہور کا قول، حوادم کے متعلق حضور ﷺ کے ارشاد کی توجیہ	۱۷۵
۱۵۵	متعہ کا معنی، حقیقت، الفاظ متعہ اور نکاح موقت میں فرق، جواز متعہ کے قائلین کی نشاندہی و حرمت متعہ کے دلائل	۱۷۶
۱۵۶	.....فقال النبی ﷺ امسك اربعا وفارق سائرھن ترجمہ، چار سے زائد عورتوں کو چھوڑنے کی کیفیت میں اختلاف مع الدلائل، راجح کی ترجیح	۱۷۷
۱۵۷	.....لاطلاق ولاعتاق فی اغلاق ترجمہ، اغلاق کا معنی، مکرہ کی طلاق میں ائمہ کا اختلاف مع الدلائل، راجح کی ترجیح	۱۷۸
۱۵۸	**۱۴۳۴ھ**	۱۸۰
۱۵۹	عن الربیع قالت جاء النبی ﷺ فدخل حین بنی علیّ فجلس علی فراشی الخ ترجمہ، حضور ﷺ کے دولہا کے ساتھ بیٹھنے کی وجہ، دف کا حکم، آپ ﷺ کے عالم الغیب ہونے کی تشریح	۱۸۰
۱۶۰	عن جابر قال کنا نعزل والقرآن ینزل ترجمہ، عزل کا معنی، عزل کا حکم اور شرائط	۱۸۱
۱۶۱	عن ام سلمۃ انھا کانت عند رسول اللہ ﷺ وميمونۃ اذ أقبل الخ ترجمہ، عورت کے نامحرم مرد کو دیکھنے کی روایات میں تطبیق	۱۸۲
۱۶۲	ایما عبد تزوج الخ ترجمہ، ترکیب، مولی کی اجازت کے بغیر غلام کا نکاح منعقد ہونے میں اختلاف	۱۸۳
۱۶۳	**۱۴۳۴ھ**	۱۸۴
۱۶۴	عن البراء بن عازب قال مر بی خالی ابو بردۃ الخ ترکیب، ترجمہ، محارم سے نکاح کرنے والے کی سزا	۱۸۴
۱۶۵	عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ لَهَا فِي بَرِيرَةَ خُذِيهَا الخ اعراب، ترجمہ، خیار عتق میں ائمہ کا اختلاف مع الدلائل، خیار عتق میں نزاع کے محل کی تعیین	۱۸۵
۱۶۶	عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّهُ طَلَّقَ امْرَأَةً لَهُ وَهِيَ حَائِضٌ الخ اعراب، ترجمہ، حالت حیض میں طلاق کے وقوع میں اختلاف مع الدلائل، راجح کی تعیین	۱۸۶
۱۶۷	عن رافع بن خدیج قال اصبح رجل من الأنصار الخ ترجمہ، قسامۃ کا لغوی و شرعی معنی، مسئلہ قسامۃ کی وضاحت، حدیث الباب کے حنفیہ کا ماخذ ہونے کی وضاحت	۱۸۷

Scanned with CamScanner

۱۶۸	۱۴۲۵ھ	۱۹۰
۱۶۹	عن جابر عن النبی ﷺ قال من شرب الخمر الخ ،مطلب شراب پینے والے کا حکم ،شراب کی حد میں کوڑوں کی تعداد میں اختلاف مع الدلائل ،حد پر قاضی رحمہ اللہ کا جواب	۱۹۰
۱۷۰	عن عائشة ان رسول الله قال ایما امرأة نکحت الخ ،ترجمہ وتشریح ،ولی کی اجازت کے بغیر عورت کے نکاح میں اختلاف ائمہ کے دلائل ،دلائل کی روشنی میں راجح کی ترجیح	۱۹۱
۱۷۱	عن عائشة کان فیما انزل من القرآن عشر رضعات الخ ،رضاعت کبر میں ائمہ کے مذاہب ،قول راجح مع وجہ ترجیح ،آپ ﷺ کی وفات کے بعد پانچ رضاعت کے نسخ کی وضاحت ،فلما الرضاعة من المجاعة کی تشریح	۱۹۲
۱۷۲	قال قضی رسول الله ﷺ فی جنین امرأة الخ ،اعراب ،ترجمہ ،جنین کی دیت کا حکم حدیث میں فقہاء کا اختلاف	۱۹۴
۱۷۳	۱۴۲۶ھ	۱۹۵
۱۷۴	ان رسول الله اسهم لرجل الخ ،امام ابوحنیفہ کے مذکورہ حدیث کو اپنی رائے سے چھوڑنے کی وضاحت ،مال غنیمت کی تقسیم میں فقہاء کا اختلاف ،غنیمت کل دلیل میں فرق	۱۹۵
۱۷۵	أن رسول الله ﷺ حین تزوج أم سلمة الخ ،اعراب ،ترجمہ ،متعدد ازواج کے درمیان وقت کی تقسیم میں اختلاف ،آپ ﷺ کے وقت کی تقسیم کے حکم کی وضاحت	۱۹۶
۱۷۶	لا جلیزة ولا خلیزة ولا قفال الخ ولا عدوی ولا جلیزة الخ ،اعراب ،ترجمہ ،الفاظ مختلفہ کے معانی ،مرض کے تعدیہ کی وضاحت ،احادیث تعدیہ مرض اور حدیث جابر میں تطبیق	۱۹۷
۱۷۷	قال رسول الله ﷺ : الیمینة تستأنز الخ ،اعراب ،ترجمہ ،مقسم کی مراد ،باپ دادا کے غیر کا قسم کے ذریعہ نکاح کرنے میں اختلاف مع الدلائل	۱۹۹
۱۷۸	۱۴۲۷ھ	۲۰۱
۱۷۹	قال رسول الله ﷺ من حلف علی ملة غیر الاسلام الخ ،تشریح ،مثال ،یمین کا لغوی وشرعی معنی ،یمین کی اقسام ،اس کلام کے قسم ہونے کی وضاحت اور کفارہ کے لزوم کا حکم	۲۰۱
۱۸۰	المسلمون هینون لینون کالجمل ---- المسلم الذی یخالط الناس الخ ،اعراب ،ترجمہ ،احادیث کی باہم توجیہ کتاب کی نشاندہی ،مجمع کی خاصیت میں سے افضل کی نشاندہی	۲۰۲
۱۸۱	قال رسول الله ﷺ لا تسأل المرأة طلاق أختها الخ ،اعراب ،ترجمہ ،شوہر کا لغوی اور اصطلاحی معنی ،نکاح شغار کے جواز وعدم جواز میں ائمہ مجتہدین کا اختلاف مع الدلائل	۲۰۳
۱۸۲	قال رسول الله ﷺ أهل الجنة ثلثة ذو سلطان مقسط متصدق الخ ،اعراب ،ترجمہ وتشریح	۲۰۴
۱۸۳	خبر واحد کی راوی کے ضبط اور عدم ضبط کے اعتبار سے ،متنی وسیخ ہونے کے اعتبار سے اقسام ،اور اگلی حدیث کے الفاظ	۲۰۵
۱۸۴	الفاظ جرح وتعدیل کی وضاحت	۲۰۶
۱۸۵	۱۴۲۸ھ	۲۰۶
۱۸۶	عن النبی ﷺ قال خیر الخیل الأدهم الأقرح الخ ،اعراب ،ترجمہ ،مطلب ،تحقیق	۲۰۶
۱۸۷	عن أبی سلمة ---- طلقها البتة وهو غائب فأرسل إلیها وکیله الخ ،ترجمہ ،طلاق کی اقسام اور طلاق بتہ کی مراد ومقصود کے تعین کی وضاحت ،مذکورہ صحابی کے لئے عدم نفقہ کے فیصلے کی وجہ	۲۰۷
۱۸۸	یقول سیخرج قوم فی آخر الزمان الخ ،اعراب ،ترجمہ وتشریح حدیث اور صحابہ کرام کے قتل اہل قبلہ کے درمیان تعارض	۲۰۹

Maktaba Tul Ishaat.com Scanned with CamScanner

۱۸۹	حَدِيثَيْنِ رَأَيْتُ أَحَدَهُمَا وَأَنَا أَنْتَظِرُ الْآخَرَ الخ، اعراب، ترجمہ، تحقیق	۲۰۹
۱۹۰	مسند، حکم، غریب، مستدرک، مستخرج، سنن، جامع، مفرد، جزء	۲۱۰
۱۹۱	جرح وتعدیل کی اقسام، جرح وتعدیل میں تعارض کی صورتیں وحکم، جرح میں متعصب، متشدد وسخت محدثین کے نام	۲۱۱
۱۹۲	۱۴۲۹ھ	۲۱۱
۱۹۳	فقتلت امرأتان من هزيل الخ ترجمہ، غرۃ کا مصداق اور عاقلہ کی مراد مع الدلائل، وزنها ولدها ومن معهم کی تخریج	۲۱۱
۱۹۴	مَا أَكَلَ النَّبِيُّ ﷺ عَلَى خِوَانٍ الخ اعراب، ترجمہ، خاکشید کلمات کی تحقیق، کھانے کی آداب	۲۱۳
۱۹۵	يَخْرُجُ فِي آخِرِ الزَّمَانِ رِجَالٌ يَخْتِلُونَ الدُّنْيَا بِالدِّينِ الخ اعراب، ترجمہ، خاکشید کلمات کی تحقیق، دنیا کمانے کی مذمت پر بحث	۲۱۴
۱۹۶	کتب صحاح ستہ، مراتب صحاح ستہ، اصحاب صحاح ستہ کے مذاہب	۲۱۵
۱۹۷	خبر واحد کی تمام تقسیمات واقسام کی تعداد واسماء	۲۱۵
۱۹۸	۱۴۴۰ھ	۲۱۵
۱۹۹	كم كان صداق النبي ﷺ الخ الا تغالوا صداق الخ ترجمہ، مہر کی مقدار میں تحقیق بحث کی تعداد نے مہر مقرر کرنے کا حکم؟	۲۱۵
۲۰۰	ان ابني هذا كان بطني له وعاء الخ خير غلاما بين ابيه وامه ترجمہ، عاقد گی کے بعد بچے کی پرورش کا حقدار کون؟ فتوی وصرفی تحقیق، روایات میں تحقیق	۲۱۶
۲۰۱	ان رسول الله ﷺ كتب الى اهل اليمن الخ ترجمہ، دیت کی لغوی واصطلاحی تعریف، دیت والی اشیاء اور ان کی مقدار	۲۱۷
۲۰۲	نهى يوم خيبر عن كل ذي ناب من السباع الخ معلوم چیزوں کی وضاحت، من قتل وزغا الخ وزغ کی مراد اور قتل پر ثواب کی وجہ، نهى عن شريطة الشيطان کا مطلب	۲۱۸
۲۰۳	علم اصول حدیث کی تعریف، موضوع، غرض، غایت، حدیث کی تعریف واقسام، راویوں کی تعداد کے اعتبار سے خبر واحد کی اقسام مع تعریفات، حدثنی اور اخبرنی میں فرق	۲۱۹
۲۰۴	راویوں کی صفات کے اعتبار سے خبر واحد کی اقسام اور متابعین کی تعیین	۲۲۰
۲۰۵	﴿الورقة الرابعة: في الفقه (هدايه اول)﴾	۲۲۱
۲۰۶	۱۴۲۷ھ	۲۲۲
۲۰۷	سے ہوئی دخون سے وضو ٹوٹنے کی وجہ، حکم، تبسم وقہقہہ میں فرق، قہقہہ سے وضو ٹوٹنے کا حکم مع الدلائل، نماز جنازہ میں قہقہہ سے وضو ٹوٹنے کی وجہ، نماز میں صرف ہنسنے کا حکم	۲۲۳
۲۰۸	ويجلس بين الاذان والاقامة الا في المغرب، تخریج، اختلاف ائمہ، قضاء نمازوں میں اذان واقامت کا حکم	۲۲۴
۲۰۹	وتضم قيمة العروض الى الذهب الخ تخریج، اختلاف ائمہ کی وضاحت مع الدلائل، فریقین کے اختلاف کی بنیاد	۲۲۵
۲۱۰	رمل، اضطباع، طواف قدوم وطواف شکر کی تعریف، ولا بأس بان يقلم المحرم لحم صيد الخ کی وضاحت	۲۲۶
۲۱۱	ومن طاف الزيارة على غير وضوء وطواف الصدر الخ صورت مسئلہ کی وضاحت اور ائمہ احناف کے دلائل	۲۲۶
۲۱۲	وَالدَّمُ وَالْقَيْحُ إِذَا خَرَجَا مِنَ الْبَدَنِ الخ اعراب، مطلب، خارج من غیر السبیلین کے ناقض ہونے میں اختلاف، ہر تہجدی کا معنی	۲۲۷
۲۱۳	۱۴۲۱ھ	
۲۱۴	سباع بہائم کی مراد، سور سباع بہائم اور سور ہرہ میں فرق مع الدلائل	۲۲۸
		۲۲۸

Scanned with CamScanner

۲۱۵	ویسجد للسهو فی الزیادة والنقصان الخ ،ترجمہ، مطلب ،سجدۂ سہو کے لزوم کی صورتیں ،سجدۂ سہو کے حکم میں اختلاف ،سجدۂ سہو کے وقت میں اختلاف مع الدلائل ،مقتدی کی غلطی کی صورت میں امام پر سجدۂ سہو کا حکم	۲۲۹
۲۱۶	وهذا الضرب من الصوم الخ مشار الیہ کی تعیین ،عبارت کا مطلب ،نیت صوم کے وقت میں اختلاف اور مع الدلائل	۲۳۱
۲۱۷	والزکوة عند ابی حنیفة وابی یوسف فی النصاب دون العفو ،مسئلہ کی وضاحت ،اختلاف ثمرۂ اختلاف	۲۳۲
۲۱۸	ثم یأتی من یومه ذلك مكة او من الغد الخ ،ترجمہ، مطلب ،فرائض حج کی تعداد و ترتیب ،طواف کی اقسام، طواف کی تعیین اور حکم ،طواف کا وقت اور بعد از وقت کفارہ کی تفصیل	۲۳۳
۲۱۹	وَيَجُوزُ الطَّهَارَةُ بِمَاءٍ خَالَطَهُ شَيْئٌ الخ ،اعراب ،ترجمہ، ماء زعفران سے وضو میں اختلاف ائمہ مع الدلائل، عبارت متون کی وضاحت ،المختصر کی مراد	۲۳۶
۲۲۰	۱۴۳۲ھ	۲۳۵
۲۲۱	وَ اسْتِحَاضَةٌ وَمَنْ بِهِ سَلَسُ الْبَوْلِ الخ ،اعراب ،ترجمہ، اختلاف مذاہب مع الدلائل بمعہ اختلاف کی نشاندہی	۲۳۵
۲۲۲	اونٹ کی زکوٰۃ کا نصاب ،ذود ،حقہ، جذعہ ،حملان ،فصلان ،سائمہ، علوفہ، عوامل، حوامل کی وضاحت	۲۳۶
۲۲۳	میقات، آفاق ،رفث ،فسوق، جدال مشروط ،عج ،ثج، اضطباع، رمل، یوم الترویہ ،یوم عرفہ، یوم نحر، طواف قدوم، طواف زیارت، طواف صدر، اشعار، ہدی، احصار کی تشریح	۲۳۷
۲۲۴	ویبدأ بتکبیر التشریق الخ ،ترجمہ، تکبیرات تشریق کی مدت میں اختلاف مع الدلائل، مفتی بہ قول کی نشاندہی	۲۳۷
۲۲۵	اعتکاف کا لغوی و اصطلاحی معنی ،اقسام اعتکاف کی تعریف ،معتکف کیلئے مسجد سے نکلنے کی اجازت ،مفسد اعتکاف اشیاء، عورتوں کے اعتکاف کی صورت	۲۳۸
۲۲۶	فَإِنِ افْتَتَحَ الصَّلٰوةَ بِالْفَارِسِيَّةِ الخ ،اعراب ،ترجمہ، تشریح ،مسئلہ قراءت بالفارسی میں اختلاف ائمہ ،اختلافی مسئلہ کی نشاندہی	۲۳۹
۲۲۷	۱۴۳۳ھ	۲۴۰
۲۲۸	ولا یجوز للرجال ان یقتدوا الخ تشریح ،مقتدی کے پیچھے مفترض کی اقتداء کا حکم ،نماز تراویح میں بچہ کی امامت کا حکم	۲۴۰
۲۲۹	پاک چیز کے پانی میں ملنے کا حکم ،پانی کے اوصاف اور تغیر کا حکم ،پیڑول وغیرہ کے پانی میں ملنے کا حکم	۲۴۲
۲۳۰	ومن تصدق بجمیع ماله لاینوی الزکوة الخ تشریح ،احسان کا لغوی و اصطلاحی معنی ،مقتضیٰ احسان کی نشاندہی	۲۴۲
۲۳۱	ولا بأس بالسواك الرطب بالغداة والعشی للصائم.....مسئلہ کی وضاحت اور اختلاف ائمہ کی تفصیل	۲۴۲
۲۳۲	قراءت فی الفرض میں اختلاف ائمہ مع الدلائل	۲۴۳
۲۳۳	۱۴۳۴ھ	۲۴۴
۲۳۴	وجوب زکوٰۃ مع الدلائل ،شرائط وجوب کی تشریح ،حولان حول کی مراد ،وجوب کی وضاحت	۲۴۴
۲۳۵	اَلصَّوْمُ ضَرْبَانِ وَاجِبٌ وَنَفْلٌ وَالْوَاجِبُ الخ ،اعراب ،ترجمہ، روزے کی نیت کے وقت میں اختلاف کی وضاحت، نذر معین و غیر معین کے حکم میں فرق	۲۴۵
۲۳۶	نیت وضوء میں اختلاف ائمہ مع الدلائل، تیمم میں نیت کا حکم ،وضوء اور تیمم کی نیت میں فرق کی وجہ	۲۴۶
۲۳۷	وَإِنْ صَلّٰى أَرْبَعًا وَلَمْ يَقْرَأْ الخ ،اعراب ،اقتداء کا اختلاف ،مسئلہ کی صورتیں	۲۴۷
۲۳۸	۱۴۳۵ھ	۲۴۸
۲۳۹	اَلسَّفَرُ الَّذِي يَتَغَيَّرُ بِهِ الْأَحْكَامُ الخ ،اعراب ،تشریح ،قصر کا حکم مع الدلائل	۲۴۸
۲۴۰	وَمَنْ قَتَلَهُ قُطَّاعُ الطَّرِيْقِ الخ ،اعراب ،ترجمہ، شہید کی تعریف ،شہید کے غسل میں اختلاف فقہاء مع الدلائل	۲۵۱

Maktaba Tul Ishaat.com Scanned with CamScanner

٢٣١	ولا يجب في العمر الا مرة واحدة ،مسئلہ مذکورہ کی وضاحت مع الدلائل ،وجوب حج علی الفور وعلی التراخی میں اختلاف ائمہ مع الدلائل ،حج کی افضل قسم کی نشاندہی	٢٥١
٢٣٢	فصل في الاستيفجار الخ ،اعراب ،وضاحت ،اجیر واجارہ کی اقسام میں اختلاف ائمہ مع الدلائل	٢٥٢
٢٣٣	باب الامامة ،الجماعة سنة مؤكدة الخ ،وضاحت ،اتق باللہ کی تفصیل	٢٥٣
٢٣٤	سجدۂ تلاوت کی تفصیل ،سجدۂ تلاوت کا وجوب وطریقہ	٢٥٤
٢٣٥	١٤٣٦ھ	٢٥٥
٢٣٦	باب صدقة الفطر: قال صدقة الفطر واجبة على الحر المسلم الخ ،اعراب ،وضاحت	٢٥٥
٢٣٧	حج کی اقسام ثلاثہ کی تعریف اور حج کی افضل قسم میں اختلاف ائمہ مع الدلائل	٢٥٦
٢٣٨	القدير العظيم الذي لايتحرك احد طرفيه بتحريك الطرف الآخر الخ ،ترجمہ ،قدیر عظیم کی تعریف وحکم	٢٥٧
٢٣٩	حیض واستحاضہ میں فرق ،اقل واکثر مدت حیض میں اختلاف ائمہ مع الدلائل	٢٥٨
٢٥٠	لاتجوز الصلوة عند طلوع الشمس ولا عند غيابها الخ ،اعراب ،مسئلہ مذکورہ کی وضاحت	٢٥٨
٢٥١	قال أبو حنيفة في قليل ما أخرجته الخ ،اعراب ،ترجمہ ،اس اختلاف کا اختلاف مع الدلائل ،عشری وخراجی زمین میں فرق	٢٥٩
٢٥٢	١٤٣٧ھ	٢٦١
٢٥٣	وسؤر الحمار والبغل مشكوك الخ ،ترجمہ ،اعراب ،تخریج ،سور الحمار و البغل کے استعمال میں اختلاف ائمہ	٢٦١
٢٥٤	وإن لم يستطع التقوى استلقى على ظهره الخ ،ترجمہ ،اعراب ،استلقاء على الظهر اور على الجنب میں سے اولی کی وضاحت ،اس اختلاف وشروع کا اختلاف مع الدلائل	٢٦٢
٢٥٥	ولا يدفع الفرقي زكوة ماله الخ ،ترجمہ ،اعراب ،شوہر وبیوی کو زکوۃ دینے میں ائمہ کا اختلاف مع الدلائل ،علماء محققین کا بعض کو زکوۃ دینے میں اقوال ائمہ مع الدلیل	٢٦٢
٢٥٦	فإن زرعه القيء لم يفطر الخ ،ترجمہ ،اعراب ،تخریج (بطرز مصنف)	٢٦٣
٢٥٧	والتلبية أن يقول لبيك اللهم لبيك الخ ،اعراب ،ایک کا اعراب اور عبادت کا مفہوم تلبیہ میں زیادتی کا حکم مع الدلیل	٢٦٤
٢٥٨	وإن لبس ثوبا مخيطا الخ ،ترجمہ ،اعراب ،مذکورہ مسئلہ میں اختلاف ائمہ مع الدلائل ،حج کا لغوی وشرعی معنی	٢٦٥
٢٥٩	١٤٣٨ھ	٢٦٥
٢٦٠	فان بالت فيها شاة نزح العلد كله الخ ،وضاحت ،علاج اور دواء کے طور پر پیشاب کے استعمال کی وضاحت	٢٦٥
٢٦١	تیمم کا لغوی اور اصطلاحی معنی ،تیمم کے جواز کی دلیل ،پانی کی موجودگی میں تیمم کے جواز کی صورتیں	٢٦٦
٢٦٢	ومن فاتته صلاة قضاها إذا تذكرها الخ ،اعراب ،ترجمہ ،مسائل کی وضاحت ،قضاء اور ادا نماز کی ترتیب کے وجوب واسقاط میں ائمہ کا اختلاف	٢٦٧
٢٦٣	الزكاة واجبة على الحر العاقل البالغ الخ ،اعراب ،ترجمہ ،بچے اور مجنون پر زکوۃ کے وجوب میں امام شافعی کا اختلاف	٢٦٨
٢٦٤	قال أبو حنيفة..... إذا دفع الزكاة إلى رجل يظنه الخ ،اعراب ،ترجمہ ،مسائل کی وضاحت ،زکوۃ کا معنی ومصارف	٢٦٩
٢٦٥	ويعتبر في المرأة أن يكون لها محرم الخ ،ترجمہ ،تخریج	٢٧١
٢٦٦	١٤٣٩ھ	٢٧٢
٢٦٧	فقہ کی تعریف ،موضوع ،غرض وغایت ،صاحب ہدایہ کے حالات زندگی ،ہدایہ کی ترتیب وتدوین اور خصوصیات پر مختصر نوٹ	٢٧٢
٢٦٨	ولو قاء دما وهو غلب يعتبر فيه ملأ الفم الخ ،اعراب ،ترجمہ ،مسائل کی وضاحت	٢٧٣

Scanned with CamScanner

۲۶۹	وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ السَّجْدَةِ الثَّانِيَةِ الخ اعراب، ترجمہ، تشریح، ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت اور افضلیت کے دلائل	۲۷٤
۲۷۰	إِذَا كَانَتِ الْخَيْلُ سَابِقَةً نُكُوْرًا وَ إِنَاثًا الخ اعراب، ترجمہ، گھوڑوں کی زکوۃ میں اختلاف مع ادلہ	۲۷۵
۲۷۱	اذا أكل الصائم أو شرب الخ بھول کر کھانے پینے سے روزہ کا حکم مع دلائل، حدیث کی تشریح و عبارت کی وضاحت	۲۷٦
۲۷۲	ان قدم الرمي في هذا اليوم الخ تیرہ ذوالحجہ کی رمی کے وقت میں اقوال بالدلائل، یوم النحر اور گیارہ، بارہ ذوالحجہ میں رمی جمار کے مستحب، جائز اور مکروہ اوقات	۲۷٦
۲۷۳	﴿۱۴۴۰﴾	۲۷۷
۲۷۴	الماء المستعمل لا يطهر الاحداث الخ تشریح، ماء مستعمل کی تعریف، ماء مستعمل کے متعلق احناف کے اقوال، مستعمل ہونے کے وقت میں اختلاف اور جنبی شخص کا کنویں میں ڈول ڈالنے کیلئے اترنے کا حکم	۲۷۷
۲۷۵	وَالنَّجَاسَةُ إِذَا أَصَابَتِ الْبِرَاءَ الخ ترجمہ، تشریح، اثر کی مراد، نجاست غلیظہ، خفیفہ کی تعریف و مقدار معاف	۲۷۸
۲۷۶	وَيُكْرَهُ لِلْمُصَلِّيْ أَنْ يُغَطِّيَ بِثَوْبِهِ أَوْ بِجَسَدِهِ الخ اعراب، ترجمہ، کراہات صلوۃ کی تشریح، شخصر، القعاء، افتراش، تربع، عقص الشعر، کف الثوب، سدل الثوب کی وضاحت	۲۸۰
۲۷۷	و من له على آخر دين الخ ترجمہ، اختلاف مع الدلائل، مذکورہ مسئلوں میں فرق کی وجہ، بکری میں زکوۃ واجب ہونے کا نصاب	۲۸۱
۲۷۸	وَلَا يَصُوْمُوْنَ يَوْمَ الشَّكِّ..... صوم کا لغوی و اصطلاحی معنی، یوم الشک کی وضاحت، صوم یوم الشک کی قسمیں و وجوہ کی تفصیل	۲۸۲
۲۷۹	والمواقيت التي لا يجوز ان يجاوزها الخ تشریح، حج کا لغوی و اصطلاحی معنی، میقات کے اندر رہنے والے شخص کیلئے حج و عمرہ کے میقات کی وضاحت، میقات کے اندر حدود حرم سے باہر رہنے والے شخص کیلئے بغیر احرام مکہ میں داخلہ کا حکم	۲۸٤
۲۸۰	﴿الورقة الخامسة: في التربية﴾	۲۸۵
۲۸۱	﴿۱۴۴۵﴾	۲۸۷
۲۸۲	مثالی شادی اور تربیت سے اس کا ربط و تعلق، نکاح کے چند قومی و معاشرتی فوائد، شادی کو خوب تر بنانے کے احکام و قواعد	۲۸۷
۲۸۳	بچہ کی پیدائش کے متعلق عمومی احکام کا خلاصہ	۲۸۹
۲۸۴	میاں بیوی کے ایک دوسرے کے ذمہ حقوق کی تفصیل	۲۹۰
۲۸۵	ایمانی تربیت کی ذمہ داری کے حوالے سے جامع نوٹ، اخلاق و کردار کے حوالہ سے بچوں کی تربیت کے سلسلہ میں اہم نصائح و تجاویز، خوش خلقی و اچھے برتاؤ کے متعلق چند آیات و احادیث	۲۹۰
۲۸۶	جسمانی تربیت کی ذمہ داری کے متعلق عملی طریقہ کار کے اہم نکات	۲۹۲
۲۸۷	مشروبات کے استعمال کے نقصانات، شریعت کا حکم اور اسکا علاج، بچوں کی حفاظت کے سلسلہ میں حادثات سے بچاؤ کی احتیاطی تدابیر	۲۹۳
۲۸۸	﴿۱۴۴۶﴾	۲۹٤
۲۸۹	بچہ میں دینی سمجھ بوجھ پیدا کرنے کے راستے و طریقے، عقل و حافظہ اور جسم و بدن پر اثر انداز ہونے والی خرابیوں کی نشاندہی	۲۹٤
۲۹۰	احساس کمتری کا نقصان اور اسکے اسباب و عوامل	۲۹۵
۲۹۱	ابتدائی و معاشرتی تربیت کے عملی وسائل و اہم معاشرتی حقوق	۲۹٦
۲۹۲	رفاقت، رحمت کے اہم حقوق، بڑوں کے احترام کے متعلق دینی و معاشرتی آداب	۲۹۹
۲۹۳	عمومی معاشرتی آداب کی فہرست و آداب کی وضاحت	۳۲۰
۲۹۴	جنسی تربیت کی ذمہ داری، اجازت طلب کرنے کے آداب	۳۰۲
۲۹۵	﴿۱۴۴۷﴾	۳۰۳

Maktaba Tul Ishaat.com Scanned with CamScanner

۲۹۶	محارم، نگیتر، بیوی، اجنبی عورت، عورت کے عورت، کافرہ کے مسلمان عورت، بے ریش لڑکے، عورت کے اجنبی مرد، چھوٹے بچے کے مستور جسم اور ضرورت و مجبوری میں دیکھنے کے آداب	۲۰۲
۲۹۷	بچوں کو جنسی جذبات ابھارنے والی چیزوں سے دور رکھنے کی ذمہ داری پر جامع نوٹ	۲۰۴
۲۹۸	بچے کے اخلاق درست کرنے والے وسائل کی تفصیل	۲۰۵
۲۹۹	بچہ کے بالغ ہونے سے قبل و بعد کے احکام، غسل کے فرائض، سنتیں اور غسل کا طریقہ	۲۰۵
۳۰۰	شادی و جنسی تعلقات سے متعلق اسلامی رائے، شادی کا نظام مقرر کرنے کی وجوہات	۲۰۶
۳۰۱	شادی کی قدرت نہ رکھنے والوں کی عفت و پاکدامنی کے لئے راہنما اصول	۲۰۷
۳۰۲	۱۴۲۸ھ	۲۰۷
۳۰۳	بچے کی تربیت کے بنیادی اصول	۲۰۷
۳۰۴	دعوت و تبلیغ کے راہنما اصول — کھیل کود کی جائز انواع و اقسام	۲۰۸
۳۰۵	کھانے پینے کی حرام اشیاء کی تفصیل، کربلی دور نگار میں حرام اشیاء کی وضاحت	۲۰۹
۳۰۶	لباس، زیب و زینت اور شکل و صورت میں حرام اشیاء کی تفصیل	۲۰۹
۳۰۷	زمانہ جاہلیت کے حرام و ناجائز عقیدے	۲۱۰
۳۰۸	۱۴۲۹ھ	۲۱۰
۳۰۹	دور جاہلیت کی ناجائز و حرام عادات کی تفصیل	۲۱۰
۳۱۰	غصہ کے فوائد اور نقصانات، جائز اور ناجائز صورتیں، بچوں میں غصہ کے اسباب اور بچنے کا طریق، غصہ کی تسکین کا نبوی طریقہ	۲۱۱
۳۱۱	عقیقہ کی تعریف اور مستحب وقت، عقیقے کی مشروعیت کے متعلق فقہاء کرام کی رائے، عقیقے اور قربانی کے جانور میں فرق	۲۱۲
۳۱۲	صبح اور شام کے وقت سیر کا نظام	۲۱۲
۳۱۳	بچوں سے متعلق نفسیاتی شعور و احساسات	۲۱۳
۳۱۴	بڑوں کے حقوق، مذاق کے آداب	۲۱۴
۳۱۵	۱۴۴۰ھ	۲۱۵
۳۱۶	بچوں سے محبت اور شفقت کے متعلق مضمون، بچہ کی موت پر صبر کے فوائد اور اجر و ثواب، بچوں کو سزا دینے کا اسلامی طریقہ کار	۲۱۵
۳۱۷	بچوں میں انحراف پیدا ہونے کے اسباب اور ان کا علاج	۲۱۶
۳۱۸	نفسیاتی تربیت کی ذمہ داری، غصہ کی بیماری کی تفصیل اور اس کی تسکین کا نبوی طریقہ	۲۱۸
۳۱۹	بچے کی تربیت و شخصیت سازی کے مفید وسائل اور مؤثر اصول و ضوابط	۲۲۰
۳۲۰	مربی کے بنیادی اوصاف، ورزش و ریاضت	۲۲۲
۳۲۱	بچہ کی تربیت سے متعلق ضروری تجاویز	۲۲۳
۳۲۲	**الورقة السادسة: في العقائد واصول التفسير**	۲۲۵
۳۲۳	۱۴۳۵ھ	۲۲۷
۳۲۴	وَأَيَّدَهُمْ فِي الْآنِيَةِ بِالْمُعْجِزَاتِ الْبَاهِرَاتِ الخ، اعراب، ترجمہ، تشریح، معجزہ کی لغوی و اصطلاحی تعریف	۲۲۷
۳۲۵	فَكَانَ الْاِعْتِنَاءُ الطَّائِفَةُ الخ، اعراب، ترجمہ، احوال کے بیان کا جزء ہونے میں اختلاف، حق کے دلائل، طرز شارح	۲۲۸

Scanned with CamScanner

۳۲۶	وهما اى الجنة والنار مخلوقتان الخ ترجمہ، جنت وجہنم کی تخلیق میں اہل حق ومعتزلہ کا اختلاف، اہل حق کے دلائل، معتزلہ کے دلائل کا جواب	۳۲۹
۳۲۷	کرامات کا مسئلہ	۳۳۰
۳۲۸	۱۴۳۶ھ	۳۳۱
۳۲۹	ورد المنصوص كفر بان ينكر الاحكام الخ تشریح، من قذف عائشة سے شارح کی غرض، نبی کریم ﷺ کی معصومہ کے قتل کی علت کی تشریح کرنے کا حکم	۳۳۱
۳۳۰	و عذاب القبر للكافرين الخ ترجمہ، مسئلہ عذاب قبر قرآن وحدیث کی روشنی میں، منکرین عذاب قبر کا ذکر	۳۳۲
۳۳۱	وكلهم كانوا مطيعين مبلغين الخ ترجمہ، مسئلہ عصمت انبیاء کی تفصیل، معنی النبوة والرسالة کی تشریح	۳۳۳
۳۳۲	واذا وجد من العبد التصديق والاقرار الخ ترجمہ، تشریح، انا مؤمن ان شاء الله اور انا شاب ان شاء الله میں فرق، السعيد قد يشقى والشقى قد يسعد کی تشریح بطرز شارح	۳۳۵
۳۳۳	۱۴۳۷ھ	۳۳۶
۳۳۴	ثم ينبغي أن يكون الإمام ظاهرا الخ تشریح، خلافت اور امامت کے درمیان فرق، مسئلہ خلافت وامامت کا علم کلام میں ذکر کرنے کی وجہ، امامت کے نزدیک اس کا مصداق، امامت کبریٰ کی شرائط	۳۳۶
۳۳۵	وَالْمِعْرَاجُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِي الْيَقْظَةِ الخ، اعراب ترجمہ، معراج اور اسراء کے متعلق اہل حق والجماعۃ کا عقیدہ، منکرین معراج کا حکم، معراج اور اسراء میں فرق، فلاسفہ کے معراج کے انکار کی وجہ	۳۳۸
۳۳۶	وَالْحَقُّ أَنَّ رِضَا يَزِيْدَ بِقَتْلِ الْحُسَيْنِ الخ، اعراب، صاحب ایمان میں مرنے والے پر لعنت کا حکم، حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قتل پر یزید کے راضی وخوش ہونے کے متعلق علامہ تفتازانی اور جمہور کی رائے	۳۴۱
۳۳۷	وَالْكَبِيْرَةُ وَقَدِ اخْتَلَفَتِ الرِّوَايَاتُ فِيْهَا فَرُوِيَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ الخ، اعراب ترجمہ	۳۴۰
۳۳۸	ولی کی ابتدائی تین اقسام	۳۴۱
۳۳۹	الفاظ قرآنی کے ولی ہونے کی وضاحت	۳۴۱
۳۴۰	۱۴۳۸ھ	۳۴۲
۳۴۱	عمر بحر وہ کرامت میں فرق، فاسق کے ہاتھ پر خارق للعادۃ امر کے ظہور کا حکم، حضور ﷺ کے چند معجزات	۳۴۲
۳۴۲	وَتَجُوْزُ الصَّلٰوةُ خَلْفَ كُلِّ بَرٍّ وَفَاجِرٍ الخ، اعراب ترجمہ، مسئلہ کی وضاحت، مسئلہ کا اصولی کلام میں ذکر کرنے کی وجہ	۳۴۵
۳۴۳	وَالْفَتْحُ حَقٌّ الخ، اعراب، تشریح، فتح کی مراد، من مذهب الا والتفلسح فيها قدم واسبع کے تاکل کی تعیین اور مطلب	۳۴۵
۳۴۴	وَالْمِعْرَاجُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ الخ، اعراب، فوائد، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی معراج کے متعلق رائے اور جمہور کا جواب	۳۴۶
۳۴۵	قرآن کریم کے نام اور وجہ تسمیہ، وحی کی ضرورت، مفہوم اور تعلیمات	۳۴۷
۳۴۶	علم تفسیر کا تعارف، تفسیر اور تاویل میں فرق	۳۴۸
۳۴۷	۱۴۳۹ھ	۳۴۹
۳۴۸	والمعدوم ليس بشيء وفي دعاء الاحياء للاموات الخ ترجمہ، تشریح، معتزلہ کا تعارف	۳۴۹
۳۴۹	و الجنة و النار حق الخ ترجمہ، جنت وجہنم اور ان میں جانے والوں کی فنا سے متعلق شارح کی وضاحت	۳۵۱
۳۵۰	فاما الاعمال فهي تتفاوت في نفسها الخ ایمان کی تعریف وحقیقت، ایمان کی وضاحت، اعمال میں کمی زیادتی کے باوجود ایمان میں کمی زیادتی نہ ہونے کے دلائل	۳۵۱

Maktaba Tul Ishaat.com Scanned with CamScanner

۳۵۱	وَ تُكَرِّمَاتُ الْأَوْلِيَاءِ حَقٌّ الخ اعراب ترجمہ، ولی کی تعریف، کرامت کی مذکورہ مثالوں کی نشان دہی	۳۵۲
۳۵۲	تفسیر میں گمراہی کے اسباب کی تفصیل	۳۵۳
۳۵۳	کعب الاحبار، وہب بن منبہ اور عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہم کا تعارف اور ان کی اسرائیلی روایات کا حکم	۳۵۴
۳۵۴	ﷺ	۳۵۵
۳۵۵	وَالْكَبِيرَةُ قَدْ تَخْتَلِفُ فِي الْوِلَايَةِ فِيهَا الخ ترجمہ صغیرہ کبیرہ کا تعارف مرتکب کبیرہ کے اسلام میں اختلاف مسلک حق کی نشاندہی	۳۵۵
۳۵۶	وَ الشَّفَاعَةُ ثَابِتَةٌ لِلرُّسُلِ الخ اہل السنۃ والجماعۃ و معتزلہ کے نزدیک شفاعت کا مفہوم، شفاعت کے ثبوت میں اہل السنۃ والجماعۃ کے دلائل، مَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ حَمِيْمٍ وَّلَا شَفِيْعٍ يُّطَاعُ کا جواب، مرتکب کبیرہ کے توبہ کے بغیر مرنے کی صورت میں ہمیشہ جہنم میں رہنے کے عقلی و نقلی دلائل	۳۵۸
۳۵۷	وَلَمَّا ثَبَتَتْ نُبُوَّتُهُ الخ ترجمہ ختم نبوت کا معنی اور آپ ﷺ کے خاتم النبیین ہونے کے دلائل، سوال کا جواب، رسولوں کی تعداد	۳۶۰
۳۵۸	اَلْأَوَّلُ: اَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى اَمَرَ الْمَلَائِكَةَ بِالسُّجُوْدِ لِآدَمَ الخ اعراب ترجمہ تشریح، انسان و ملائکہ میں سے افضل کی نشاندہی اور فضیلت کی ترتیب، ملائکہ کی تعریف و ملائکہ کو مطلقاً افضل کہنے کی دلیل مع جواب	۳۶۱
۳۵۹	وحی کی اقسام کی تفصیل۔ وحی، کشف اور الہام میں فرق۔ وحی متلو اور غیر متلو کی وضاحت	۳۶۳
۶۰	علم تفسیر کے معتبر و غیر معتبر ماخذ کی بالتفصیل تشریح	۳۶۴

﴿صلّى الله على النبيّ الامّيّ الكريم﴾

﴿وعلىٰ آله واصحابه اجمعين الى يوم الدين﴾

Scanned with CamScanner



Maktaba Tul Ishaat.com Scanned with CamScanner

﴿الورقة الاولیٰ: فی التفسیر﴾

﴿السوال الاول﴾ ۱۴۳۰ھ

السوال الاول ..... قُلْ اِنْ كَانَتْ لَكُمُ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ عِنْدَ اللّٰهِ خَالِصَةً مِّنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ وَلَنْ يَّتَمَنَّوْهُ اَبَدًۢا بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ۝ وَلَتَجِدَنَّهُمْ اَحْرَصَ النَّاسِ عَلٰي حَيٰوةٍ ۛ وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا ۚ يَوَدُّ اَحَدُهُمْ لَوْ يُعَمَّرُ اَلْفَ سَنَةٍ ۚ وَمَا هُوَ بِمُزَحْزِحِهٖ مِنَ الْعَذَابِ اَنْ يُّعَمَّرَ ۭ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ۝ (پ ۱، بقرہ ۹۴ تا ۹۶)

آیات کا ترجمہ لکھنے کے بعد شانِ نزول بیان کیجئے اور خط کشیدہ الفاظ کے صیغے بھی بتائیں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) آیات کا ترجمہ (۲) آیات کا شانِ نزول (۳) الفاظِ مخطوطہ کی صرفی تحقیق۔

الجواب ..... ❶ آیات کا ترجمہ:۔ کہہ دیجئے کہ اگر تمہارے لئے صرف آخرت کا گھر اللہ کے ہاں دوسرے لوگوں کے علاوہ تم موت کی تمنا کرو اگر تم سچے ہو۔ اور وہ ہرگز اس کی تمنا کبھی نہ کریں گے کبھی بھی بہ سبب اعمال کے جو ان کے ہاتھوں نے آگے بھیجے اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے ظالموں کو اور تو دیکھے گا ان کو سب لوگوں سے زیادہ حریص زندگی پر اور مشرکین سے بھی زیادہ حریص، چاہتا ہے ایک ایک ان میں سے کہ عمر پاوے ہزار برس اور نہیں بچانے والا اس کو عذاب سے اس قدر جینا، اور اللہ تعالیٰ خوب دیکھتا ہے ان کے اعمال کو۔

❷ آیات کا شانِ نزول:۔ بعض یہودی یہ دعویٰ کرتے تھے کہ آخرت کی نعمتیں خالص ہمارا ہی حق ہیں۔ ہمارے ساتھ کوئی اور فرقہ وگروہ ان نعمتوں میں شریک نہیں۔ تو اس موقعہ پر اللہ تعالیٰ نے ان کے اس دعویٰ کو باطل کرنے کے لئے یہ آیات نازل فرمائیں کہ اگر آخرت کی نعمتیں صرف تمہارا حق ہیں اور تم اس دعویٰ میں سچے ہو تو پھر اس کی تصدیق کے لئے موت کی تمنا کرو۔ مگر تم ہرگز سزا کے خوف سے اس کی تمنا نہ کرو گے۔

❸ الفاظِ مخطوطہ کی صرفی تحقیق:۔ "لن یتمنوا" صیغہ جمع مذکر غائب نفی تاکید بلن معلوم از مصدر تمنّی (تفعّل) بمعنی تمنا کرنا۔

"احرص" صیغہ واحد مذکر بحث اسم تفضیل از مصدر حرص (ضرب ضرب) بمعنی حرص والا بڑھ کر۔

"یعمّر" صیغہ واحد مذکر غائب بحث مضارع مجہول از مصدر تعمیر (تفعیل) بمعنی زندہ رکھنا۔

"بمزحزحہ" صیغہ واحد مذکر اسم فاعل از مصدر زحزحۃ (فعللۃ) بمعنی دور کرنا، دور ہونا اور ہٹانا۔

السوال الثانی ..... لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَيْمَانَ ۚ فَكَفَّارَتُهٗٓ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِيْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ اَوْ كِسْوَتُهُمْ اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ ۭ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ ۭ ذٰلِكَ كَفَّارَةُ اَيْمَانِكُمْ اِذَا حَلَفْتُمْ ۭ وَاحْفَظُوْٓا اَيْمَانَكُمْ ۭ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝ (پ ۷، مائدہ ۸۹)

آیت مذکورہ بالا کا سلیس ترجمہ کریں۔ یمین کی قسمیں اور تعریف ذکر کرنے کے بعد ان کا حکم تحریر کریں۔ قسم توڑنے سے پہلے کفارہ دے سکتے ہیں یا نہیں؟ ہر صورت میں دلیل کیا ہے؟ "واحفظوا ایمانکم" کا مطلب واضح کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال کا خلاصہ چار امور ہیں (۱) آیات کا ترجمہ (۲) یمین کی اقسام تعریف وحکم (۳) قبل الحنث کفارہ کی ادائیگی کا حکم مع الدلیل (۴) "واحفظوا ایمانکم" کا مطلب۔

الجواب ..... ❶ آیات کا ترجمہ:۔ نہیں مواخذہ (پکڑ) کرتا اللہ تعالیٰ تمہارا تمہاری لغو (بیہودہ) قسموں پر اور لیکن مواخذہ

کرے گا تمہارا ان قسموں پر جن کو تم نے مضبوط باندھا ہے پس اس کا کفارہ دس مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے درمیانہ درجہ کا کھانا جو تم کھلاتے ہو اپنے گھر والوں کو یا کپڑا پہنانا ہے ان مسکینوں کو یا ایک گردن (غلام) آزاد کرنا ہے۔ پس جو شخص نہ پائے (ان امور میں سے کچھ نہ کر سکے) تو روزے رکھنے ہیں تین دن کے، یہ کفارہ ہے تمہاری قسموں کا جب تم قسم اٹھاؤ اور حفاظت کرو اپنی قسموں کی، اسی طرح بیان کرتا ہے اللہ تعالیٰ تمہارے لئے اپنے احکام تا کہ تم (اس کا) شکر ادا کرو۔

❻ یمین کی اقسام، تعریف و حکم:۔ یمین (قسم) کی تین اقسام ہیں۔ غموس، منعقدہ، لغو۔

یمین غموس: کسی امر ماضی پر جان بوجھ کر جھوٹ بولتے ہوئے قسم کھانا۔ مثلاً زید کو معلوم ہے کہ رات کو بکر نہیں آیا مگر وہ جان بوجھ کر کہتا ہے کہ اللہ کی قسم رات بکر آیا ہے۔

یمین منعقدہ: کسی امر مستقبل کے کرنے یا نہ کرنے کی قسم کھانا مثلاً اللہ کی قسم میں تجھے ضرور ماروں گا۔

یمین لغو: کسی امر ماضی پر اپنے گمان میں سچی قسم کھانا حالانکہ حقیقت میں وہ جھوٹی قسم ہو مثلاً زید نے رات کو بکر کے آنے کا انتظار کیا مگر بکر نہ آیا تو زید سو گیا۔ اس کے بعد بکر آیا مگر زید کو اس کا علم نہ ہوا۔ چنانچہ زید سے کسی نے صبح کو بکر کے بارے میں معلوم کیا تو زید نے کہا اللہ کی قسم بکر نہیں آیا۔ حالانکہ وہ حقیقت میں آیا ہوا ہے مگر زید کو اس کا علم نہیں ہے۔

یمین کا حکم: صرف یمین منعقدہ میں کفارہ واجب ہے باقی میں صرف توبہ و استغفار ہے۔

❼ قبل الحنث کفارہ کی ادائیگی کا حکم مع الدلیل:۔ حانث ہونے سے پہلے کفارہ کے ادا کرنے سے کفارہ کی ادائیگی معتبر نہ ہوگی۔ دلیل یہ ہے کہ کفارہ کا سبب حانث ہونا ہے، نہ کہ قسم اٹھانا، لہٰذا جس طرح وقت سے پہلے نماز پڑھنا اور رمضان سے پہلے رمضان کا روزہ رکھنا درست نہیں ہے اسی طرح حانث ہونے سے پہلے کفارہ کی ادائیگی بھی درست نہ ہوگی۔

❽ وَاحْفَظُوْا اَیْمَانَکُمْ کا مطلب:۔ مطلب یہ ہے کہ اگر کسی چیز کے متعلق قسم کھائی ہے تو بلا ضرورت شرعی وطبعی قسم کو نہ توڑو بلکہ اس کی حفاظت کرو، دوسرا مطلب یہ ہے کہ قسم کھانے میں جلد بازی سے کام نہ لو اپنی قسموں کو محفوظ رکھو جب تک شدید مجبوری نہ ہو قسم نہ کھاؤ۔ (عثمانی)

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۳۰ھ

السؤال الاول ..... وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ وَرَحْمَتُهٗ لَهَمَّتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ اَنْ يُّضِلُّوْكَ ۭ وَمَا يُضِلُّوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَضُرُّوْنَكَ مِنْ شَيْءٍ ۭ وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ۭ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا ۝ (پ ۵، ن ۱۳)

آیت کا مکمل پس منظر بیان کرنے کے بعد تفسیر کیجئے اور بتائیے کہ "طائفة منهم" سے کون مراد ہیں، نیز "الحکمة" سے کیا مراد ہے۔

﴿خلاصہ سوال﴾ ..... اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) آیت کا پس منظر (۲) آیت کی تفسیر (۳) طائفة منهم اور الحکمة کی مراد۔

الجواب ..... **❶ آیت کا پس منظر:۔** بنو ابیرق کے ایک سابق شخص (بشیر) نے حضرت رفاعہ رضی اللہ عنہ کی بخاری سے آٹا اور ہتھیار چرا لئے۔ تلاش کے سلسلہ میں لوگوں کو بشیر پر شبہ ہوا تو بنو ابیرق نے بشیر کی حمایت اور برأت کی اور چوری میں حضرت لبید رضی اللہ عنہ کا نام لے دیا۔ حضرت رفاعہ رضی اللہ عنہ نے اپنے بھتیجے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کے ذریعہ بارگاہ رسالت میں صورتحال پیش کر دی۔ آپ ﷺ نے تحقیق کا وعدہ فرمایا۔ بنو ابیرق کو خبر ہوئی تو اپنے ایک مردار اسید کے پاس مشورہ کے لئے جمع ہوئے اور پھر سب مل کر خدمت اقدس میں حاضر

Maktaba Tul Ishaat.com Scanned with CamScanner

ہوئے اور حضرت رفاعہ رضی اللہ عنہ و حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کی شکایت کی کہ وہ بالتحقیق ایک دیندار گھرانہ پر چوری کا الزام لگا رہے ہیں۔ اس سے مقصود آپ ﷺ کی طرف داری اور ہمدردی حاصل کرنا تھا۔ خیر اس میں تو کامیابی نہ ہوئی لیکن جب حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ حاضر خدمت ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم ایسے لوگوں پر بے سند کیوں الزام لگاتے ہو؟ غرضیکہ انہوں نے اپنے چچا حضرت رفاعہ رضی اللہ عنہ سے جا کر جب یہ باتیں نقل کیں تو وہ اللہ پر بھروسہ کر کے خاموش ہو گئے جس پر یہ دو رکوع کی آیات "لَقَدْ هَمَّتْ" تک نازل ہوئیں لیکن جب چوری ثابت ہو گئی اور مال مسروقہ برآمد ہو گیا اور وہ مالک کو دلایا گیا تو بشیر نادم ہو کر مرتد ہو گیا اور مشرکین مکہ سے جا ملا۔ اس پر آیت "وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ الخ" نازل ہوئی مکہ میں جا کر بھی حسب عادت بشیر نے کسی کے نقب لگایا کہ اتفاق سے اس پر دیوار گری اور وہ مر گیا۔

❷ **آیت کی تفسیر:۔** واقعہ کا پس منظر معلوم ہونے کے بعد تفسیر کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آنحضرت ﷺ کو خطاب کر کے ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر میرا فضل اور رحمت آپ کے ساتھ نہ ہوتی جس نے واقعہ کی حقیقت آپ کو بتلا دی تو یہ لوگ آپ کو غلطی میں مبتلا کر سکتے تھے مگر یہ میرا فضل اور خصوصی کرم ہے کہ یہ لوگ آپ کو غلطی سے مبتلا نہیں کر سکتے۔ بلکہ خود ہی گمراہی اور ضرر میں مبتلا ہوتے ہیں اور آپ کو یہ ذرہ برابر بھی نقصان و ضرر نہیں پہنچا سکتے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر کتاب و دانشمندی کی ایسی باتیں نازل فرمائیں جن کو آپ نہیں جانتے تھے۔

❸ **طائفة منهم اور الحكمة کی مراد:۔** "طائفة منهم" سے مراد خواہ بشیر اس کا خاندان اور اس کے حمایتی لوگ ہیں اور الحکمة سے مراد آنحضرت ﷺ کی سنت اور تعلیمات ہیں۔

الشرح الثالث ..... إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمٰنٰتِ إِلٰى أَهْلِهَا وَإِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ إِنَّ اللّٰهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهٖ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ سَمِيْعًا بَصِيْرًا ۝ يٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا أَطِيْعُوا اللّٰهَ وَأَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ إِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّأَحْسَنُ تَأْوِيْلًا (پ ۵، نساء: ۵۸، ۵۹)

آیات کا ترجمہ اور سبب نزول تحریر کیجئے، آیات کی مختصر تفسیر تحریر کریں، امانات کا مصداق متعین کیجئے، اولو الأمر سے کون لوگ مراد ہیں؟ تفصیل کے ساتھ لکھئے اور نعما یعظکم به کی ترکیب نحوی کرتے ہوئے آیات کا سلیس ترجمہ کیجئے۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال میں چھ امور توجہ طلب ہیں (۱) آیات کا ترجمہ (۲) آیات کا سبب نزول (۳) آیات کی تفسیر (۴) امانات کا مصداق (۵) اولی الامر کی مراد (۶) نعما یعظکم به کی ترکیب۔

جواب ..... ❶ **آیات کا ترجمہ:۔** بے شک اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے تم کو اس بات کا کہ ادا کرو تم امانتیں ان کے اہل کی طرف اور جب تم فیصلہ کرنے لگو تو (حکم دیتا ہے) فیصلہ کرو تم عدل و انصاف کے ساتھ۔ بے شک اللہ تعالیٰ بہت اچھی نصیحت کرتا ہے تم کو بے شک اللہ تعالیٰ سننے والا دیکھنے والا ہے۔ اے ایمان والو! اطاعت کرو (حکم مانو) اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو رسول ﷺ کی اور اپنے میں سے اولی الامر کی۔ پھر اگر نزاع کرو تم کسی چیز کے بارے میں تو لوٹاؤ تم اس کو اللہ اور رسول کی طرف اگر تم اللہ پر اور روز قیامت پر ایمان رکھتے ہو۔ یہ بات اچھی ہے اور بہت بہتر ہے انجام کے اعتبار سے۔

❷ **آیات کا سبب نزول:۔** یہود کی عادت تھی کہ امانت میں خیانت کرتے تھے اور خصومات میں رشوت کی وجہ سے خلاف حق کا حکم دیتے تھے۔ تو اس آیت میں مسلمانوں کو ان دونوں بری باتوں سے منع فرمایا گیا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ جب

Scanned with CamScanner

آنحضرت ﷺ فتح مکہ کے موقعہ پر بیت اللہ میں داخل ہونے لگے تو عثمان بن طلحہ نے بیت اللہ کی چابی دینے سے انکار کر دیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سے زبردستی چابی چھین کر بیت اللہ کا دروازہ کھول دیا۔ جب آنحضرت ﷺ بیت اللہ سے باہر تشریف لائے تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے درخواست کی کہ یہ چابی مجھے مل جائے تو اس موقع پر آیت نازل ہوئی اور چابی عثمان بن طلحہ کے حوالہ کر دی گئی۔

② **آیات کی تفسیر:۔** اللہ تعالیٰ ان آیات میں مسلمانوں کو ادائے امانت اور عدل کے مطابق فیصلہ کرنے کا حکم دے رہے ہیں۔ جیسا کہ شان نزول سے واضح ہو چکا ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں جو ادائے امانت اور عدل کے موافق فیصلہ کرنے کا حکم دیا ہے یہ سراسر تمہارے لئے مفید ہے اور اللہ تعالیٰ تمہاری ظاہری و باطنی موجودہ اور آئندہ باتوں کو خوب جانتا ہے لہٰذا اگر تمہیں کہیں ادائے امانت یا عدل مفید معلوم نہ ہو تب بھی حکم الٰہی کا اختیار کرو۔

پہلی آیت میں حکام کو ادائے امانت اور عدل و انصاف کا حکم دیا اور دوسری آیت میں عمومی طور پر رعایا کو اللہ تعالیٰ کی، رسول ﷺ کی اور حکام کی اطاعت و فرمانبرداری کا حکم دیا جا رہا ہے اور اس سے اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ حکام کی اطاعت و متابعت اسی وقت واجب ہے جب وہ حق کی اطاعت کریں اور عدل و انصاف قائم کریں۔

حاکم بادشاہ، صوبیدار، قاضی، سردار، لشکر اور کسی بھی شعبہ کا نگران وغیرہ کی اطاعت اس وقت تک لازم ہے جب تک وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کے صریح خلاف حکم نہ کرے۔ ورنہ اس کی اطاعت لازم نہیں ہے۔

اس کے بعد فرمایا کہ اگر تمہارا حکام کے ساتھ کسی بات میں اختلاف ہو جائے کہ یہ حکم اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کے موافق ہے یا مخالف تو اسکو قرآن و سنت کی طرف رجوع کر کے طے کرو کیونکہ قرآن و سنت کا حکم فی الحقیقت اللہ اور اسکے رسول ﷺ کا حکم ہے۔ لہٰذا قرآن و سنت کی طرف رجوع کرنے سے جو بات حق ہو جائے اس پر عمل واجب ہے اختلاف کو ترک کر دینا چاہئے۔ بشرطیکہ تمہارا اللہ اور روز قیامت پر ایمان ہو کیونکہ ایمان باللہ والیوم الآخر والا شخص اختلاف کی صورت میں رجوع الی اللہ کرے گا اور اس کے دل میں خوف خدا ہوگا اور وہ اللہ اور اسکے رسول ﷺ کی مخالفت سے ڈرے گا اور آپس کے اختلافات اور جھگڑوں میں خود بخود اپنی رائے کے موافق فیصلہ کرنے سے اللہ اور اسکے رسول ﷺ کے حکم اور قرآن و سنت کی طرف رجوع کرنا بہتر ہے۔

③ **امانات کا مصداق:۔** امانات کا مصداق عام ہے تمام قسم کی امانتوں کو شامل ہے۔ خواہ وہ مال کی صورت میں ہو، گواہی کی صورت میں ہو یا مشورہ کی صورت میں ہو۔

④ **اولی الامر کی مراد:۔** اولی الامر لغت میں ان لوگوں کو کہتے ہیں جن کے ہاتھ میں کسی چیز کا نظام و انتظام ہو۔ اسی لئے حضرات مفسرین ابن عباس، مجاہد، عکرمہ اور حسن بصری نے اولی الامر کا مصداق علماء و فقہاء کو قرار دیا ہے کہ وہ رسول اکرم ﷺ کے نائب و خلیفہ ہیں اور نظام دین ان کے ہاتھ میں ہے اور ایک جماعت مفسرین جن میں حضرت ابوہریرہ بھی شامل ہیں وہ فرماتے ہیں کہ اولی الامر سے مراد حکام و امراء ہیں جن کے ہاتھ میں نظام حکومت ہے اور تفسیر ابن کثیر و مظہری میں ہے کہ یہ لفظ علماء اور حکام و امراء دونوں طبقوں کو شامل ہے کیونکہ نظام امراء کی دونوں کے ساتھ وابستہ ہے اور اولی الامر سے مراد حاکم بادشاہ قاضی صوبیدار لشکر کا سردار اور ہر شعبہ کا نگران ہو سکتا ہے اور انکی اطاعت اس وقت تک لازم ہے جب تک واضح حکم خداوندی کی مخالفت کا حکم نہ کریں۔

⑤ **نعما یعظکم بہ کی ترکیب:۔** نعم فعل از افعال مدح اس میں ھو ضمیر مبہم مفسر ما بمعنی شیأ موصوف یعظ فعل اس

Maktaba Tul Ishaat.com Scanned with CamScanner

میں ھو ضمیر اس کا فاعل حکم ضمیر مفعول بہ یا حرف جار + ضمیر مجرور، جار مجرور مکر متعلق فعل فعل اپنے فاعل مفعول بہ اور متعلق سے مکر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر صفت موصوف صفت مکر تیز تیز اپنی تیز سے مکر فاعل ہوا فعل مدح کا اور مخصوص بالمدح محذوف ہے ای ثنا بیۃ الامانۃ والحکم بالعدل ہے۔ فعل مدح اپنے فاعل اور مخصوص بالمدح سے مکر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔

السوال الثالث ۱۴۲۰ھ

المتن الاول ..... وَاِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ تَرٰٓى اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ ۝ وَمَا لَنَا لَا نُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَا جَآءَنَا مِنَ الْحَقِّ وَنَطْمَعُ اَنْ يُّدْخِلَنَا رَبُّنَا مَعَ الْقَوْمِ الصّٰلِحِيْنَ ۝ فَاَثَابَهُمُ اللّٰهُ بِمَا قَالُوْا جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَذٰلِكَ جَزَآءُ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ (پ ۷، مائدہ ۸۳ تا ۸۵)

آیات کا ماقبل کے ساتھ ربط بیان کرنے کے بعد صرف ترجمہ تحریر کریں اور بتائیں کہ یہ آیتیں کب اور کس کے بارے میں نازل ہوئی ہیں۔

﴿خلاصہ سوال﴾ ..... اس سوال میں تین امور مطلوب ہیں (۱) آیات کا ماقبل سے ربط (۲) آیات کا ترجمہ (۳) نزول آیات کا وقت اور متعلق اشخاص۔

الجواب ..... ❶ آیات کا ماقبل سے ربط:۔ ماقبل میں یہود و مشرکین کی دوستی اور مسلمانوں سے ان کی عداوت کا ذکر تھا اور قرآن کریم عدل و انصاف کا سب سے بڑا داعی ہے اسلئے تمام یہود و نصاریٰ کو ایک ہی صف میں شمار نہیں کیا بلکہ جن کے اندر کوئی خوبی اور کمال تھا اس کا بھی اظہار کیا۔ چنانچہ ان آیات میں نصاریٰ کے ایک خاص گروہ اور جماعت کا ذکر ہے جو قرآن سن کر روئے اور مسلمان ہو گئے اور اس سے مراد شاہ حبشہ نجاشی اور اس کے مصاحب ہیں جنہوں نے مہاجرین حبشہ سے متاثر ہو کر اسلام قبول کیا تھا۔

❷ آیات کا ترجمہ:۔ اور جب سنتے ہیں وہ اس چیز کو جو نازل کی گئی رسول پر تو دیکھے گا تو ان کی آنکھوں کو کہ بہتی ہیں وہ آنسوؤں سے اس وجہ سے کہ پہچان لیا انہوں نے حق کو۔ کہتے ہیں وہ کہ اے ہمارے رب ہم ایمان لے آئے، پس لکھ دے تو ہم کو گواہی دینے والوں (ماننے والوں) میں سے اور کیا ہوا ہم کو کہ ہم نہ ایمان لائیں (یقین کریں) اللہ پر اور اس چیز پر جو آئی ہمارے پاس حق سے اور طمع رکھیں ہم اس بات کی کہ داخل کرے گا ہمیں ہمارا رب نیک بختوں کے ساتھ پھر بدلہ میں دیں گے اللہ تعالیٰ ان کو ان کے کہنے پر ایسے باغات کہ بہتی ہیں جن کے نیچے نہریں رہیں گے وہ اس میں ہمیشہ اور یہ نیکی کرنے والوں کا بدلہ ہے۔

❸ نزول آیات کا وقت اور متعلق اشخاص:۔ یہ آیات ہجرت حبشہ کے بعد شاہ حبشہ نجاشی اور اسکے مصاحبین کے بارے میں نازل ہوئیں۔

المتن الثانی ..... وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰٓى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ وَلٰكِنْ كَذَّبُوْا فَاَخَذْنٰهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝ اَفَاَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰٓى اَنْ يَّاْتِيَهُمْ بَاْسُنَا بَيَاتًا وَّهُمْ نَآئِمُوْنَ ۝ اَوَاَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰٓى اَنْ يَّاْتِيَهُمْ بَاْسُنَا ضُحًى وَّهُمْ يَلْعَبُوْنَ ۝ اَفَاَمِنُوْا مَكْرَ اللّٰهِ فَلَا يَاْمَنُ مَكْرَ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝ اَوَلَمْ يَهْدِ لِلَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِ اَهْلِهَآ اَنْ لَّوْ نَشَآءُ اَصَبْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ وَنَطْبَعُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ۝ (پ ۹، اعراف ۹۶ تا ۱۰۰)

آیات کا ترجمہ کیجئے، اھل القریٰ سے کون مراد ہیں، اولم یھد کا فاعل کیا ہے، برکت من السماء والارض سے کیا مراد ہے۔

﴿خلاصہ سوال﴾ ..... اس سوال کا خلاصہ تین امور ہیں (۱) آیات کا ترجمہ (۲) اھل القریٰ اور برکات من السماء والارض کی مراد (۳) اولم یھد کا فاعل۔

Scanned with CamScanner

الجواب ..... ❶ آیات کا ترجمہ:۔ اور اگر بستیوں والے ایمان لاتے اور پرہیزگاری کرتے تو کھول دیتے ہم ان پر آسمان و زمین سے نعمتیں، اور لیکن جھٹلایا انہوں نے پس پکڑ لیا ہم نے ان کو ان کے اعمال کے بدلہ میں، کیا پس امن میں ہو گئے بستیوں والے اس بات سے کہ آپہنچے ان پر ہمارا عذاب راتوں رات جبکہ وہ سوئے ہوئے ہوں، یا امن میں ہو گئے بستیوں والے اس بات سے کہ آپہنچے ان پر ہمارا عذاب دن چڑھے جبکہ وہ کھیلتے ہوں، کیا بے خوف ہو گئے وہ اللہ تعالیٰ کی تدبیر سے، پس نہیں بے خوف ہوتے اللہ تعالیٰ کے داؤ (تدبیر) سے مگر خسارے والے لوگ، کیا نہیں ظاہر ہوا ان لوگوں پر جو وارث ہوئے زمین کے اس کے اہل کے ہلاک ہونے کے بعد کہ اگر ہم چاہیں تو پکڑ لیں ہم ان کو ان کے گناہوں کے بدلہ میں اور ہم نے مہر لگا دی ہے ان کے دلوں پر پس وہ نہیں سنتے۔

❷ **اہل القریٰ اور برکات من السماء والارض کی مراد:۔** اہل القریٰ سے مراد قوم عاد و ثمود اور قوم نوح وغیرہ ہیں اور برکات کا معنی زیادتی ہے اور آسمان و زمین کی برکتوں سے مراد یہ ہے کہ ہر طرح کی بھلائی ہر طرف سے ان پر کھول دیتے، آسمان سے پانی ضرورت کے مطابق برستا، زمین سے ہر چیز خواہش کے مطابق پیدا ہوتی، پھر ان اشیاء سے نفع اٹھانے اور راحت حاصل کرنے کے سامان جمع کر دیے جاتے کہ ان کو کوئی پریشانی اور دقت لاحق نہ ہوتی۔

❸ **اولم یھد کا فاعل:۔** ان لو نشاء اصبنھم بذنوبھم شرط و جزا مل کر پورا جملہ لم یھد کا فاعل ہے۔

الورقة الاولیٰ: فی التفسیر

السوال الاوّل ۱۴۲۱ھ

السؤال الاول ..... کُتِبَ عَلَيْكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ إِنْ تَرَكَ خَيْرًا الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ بِالْمَعْرُوفِ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِينَ ۝ فَمَنْ بَدَّلَهُ بَعْدَمَا سَمِعَهُ فَإِنَّمَا إِثْمُهُ عَلَى الَّذِينَ يُبَدِّلُونَهُ إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ۝ فَمَنْ خَافَ مِنْ مُوصٍ جَنَفًا أَوْ إِثْمًا فَأَصْلَحَ بَيْنَهُمْ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ (پ۲۔ بقرہ ۱۸۰ تا ۱۸۲)

آیات مذکورہ کا ترجمہ اور مختصر تشریح بیان کرتے ہوئے بتائیے کہ موت کے وقت والدین اور اقربین کیلئے وصیت کرنا فرض ہے یا نہیں اگر نہیں تو کیوں؟ اور کیا وصیت میں تبدیلی کرنا ممنوع ہے؟ اس کا شریعت میں کیا اصول ہے؟ مخطوطہ حصہ کی مراد وضاحت سے تحریر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال کا خلاصہ چھ امور ہیں (۱) آیات کا ترجمہ (۲) آیات کا تشریح (۳) والدین و اقربین کیلئے وصیت کا حکم مع الوجہ (۴) وصیت میں تبدیلی کا حکم (۵) وصیت کے بارے میں اصول شرعی (۶) عبارت مخطوطہ کی مراد۔

الجواب ..... ❶ آیات کا ترجمہ:۔ فرض کیا گیا ہے تم پر وصیت کرنا جب حاضر ہو تم میں سے کسی کے پاس موت والدین اور رشتہ داروں کے لئے انصاف کے ساتھ یہ حکم لازم ہے متقین (پرہیزگار) پر۔ پھر جو شخص بدل ڈالے وصیت کو بعد اس کے کہ سن لیا اس نے وصیت کو تو اس کا گناہ انہی لوگوں پر ہے جنہوں نے اس کو بدلا۔ بے شک اللہ تعالیٰ سننے والا جاننے والا ہے۔ پھر جو شخص خوف کرے وصیت کرنے والے کی طرف سے طرفداری کا یا گناہ کا پھر ان میں صلح کرا دے تو اس پر کچھ گناہ نہیں ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔

❷ **آیات کی تشریح:۔** لوگوں میں دستور تھا کہ مرد کا سارا مال اسکی بیوی اور بچوں کو ملتا تھا والدین اور تمام اقارب اس سے محروم رہتے تھے۔ تو پہلی آیت میں والدین اور اقارب کیلئے انصاف کیساتھ حصہ دینے اور وصیت کرنے کا حکم ہے۔

Maktaba Tul Ishaat.com Scanned with CamScanner

دوسری آیت میں فرمایا کہ مردہ نے تو وصیت کردی تھی مگر بعد والوں نے اس کی تعمیل نہ کی تو مردہ پر اس کا کوئی گناہ نہیں ہے بلکہ وصیت میں تبدیلی کرنے والے مجرم اور گنہگار ہوں گے اللہ تعالیٰ سب کی باتوں کو سنتا اور نیتوں کو جانتا ہے۔

تیسری آیت میں ارشاد فرمایا کہ اگر کسی کو اندیشہ ہو کہ مردہ نے غلطی سے وصیت صحیح نہیں کی، کسی کی بے جا رعایت کی ہے یا دانستہ طور پر حکم الٰہی کے خلاف کیا ہے تو اس نے اہل وصیت اور وارثوں کے درمیان حکم شریعت کے موافق صلح کرادی تو وصیت میں یہ تغیر و تبدیلی جائز ہے۔ ایسی صورت میں یہ شخص گنہگار نہ ہوگا اور اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔

❷ **والدین واقربین کے لئے وصیت کا حکم مع الوجہ:۔** والدین اور دیگر رشتہ دار ورثاء کے لئے بوقت موت وصیت آیات واحادیث متواترہ سے منسوخ ہو چکی ہے۔ لہٰذا موصی کے لئے اقرباء اور والدین کے لئے وصیت فرض نہیں ہے۔ البتہ بوقت ضرورت اگر اس نے وصیت کردی تو پھر وہ بھی دیگر ورثاء کی اجازت پر موقوف ہے۔

اور وصیت للوالدین کے نسخ کی دلیل حجۃ الوداع کے موقعہ پر آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر حق والے کو اس کا حق دیدیا ہے (بصورت میراث) اب کسی وارث کیلئے اس وقت تک وصیت جائز نہیں ہے جب تک بقیہ تمام ورثاء اجازت نہ دے دیں۔

❸ **وصیت میں تبدیلی کا حکم:۔** موصی اپنی زندگی میں وصیت میں تبدیلی کرنا چاہتا ہے تو تبدیلی بھی کرسکتا ہے اور اگر بالکل وصیت کو ختم کرنا چاہے تو یہ بھی جائز ہے اور موصی کے علاوہ دوسرے شخص کی طرف سے تبدیلی کی تفصیل تشریح میں ضمناً گزر چکی ہے۔

❹ **وصیت کے بارے میں اصول شرعی:۔** وصیت کے بارے میں اصول شرعی یہ ہے کہ ثلث مال (ایک تہائی) سے کم میں وصیت جائز ہے اور ایک ثلث سے زائد کی وصیت یا اسی طرح کسی وارث کے لئے مطلقاً وصیت دیگر ورثاء کی اجازت پر موقوف ہے۔ اگر وہ اجازت دیں گے تو یہ وصیت درست ہوگی ورنہ درست نہ ہوگی۔

❺ **عبارت مخطوط کی مراد:۔** تشریح کے ضمن میں عبارت مخطوط کی مراد گزر چکی ہے۔

النص الثالث ..... إِذْ تُصْعِدُونَ وَلَا تَلْوُونَ عَلَىٰ أَحَدٍ وَالرَّسُولُ يَدْعُوكُمْ فِي أُخْرَاكُمْ فَأَثَابَكُمْ غَمًّا بِغَمٍّ لِكَيْلَا تَحْزَنُوا عَلَىٰ مَا فَاتَكُمْ وَلَا مَا أَصَابَكُمْ وَاللَّهُ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ۝ ثُمَّ أَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِنْ بَعْدِ الْغَمِّ أَمَنَةً نُعَاسًا يَغْشَىٰ طَائِفَةً مِنْكُمْ وَطَائِفَةٌ قَدْ أَهَمَّتْهُمْ أَنْفُسُهُمْ يَظُنُّونَ بِاللَّهِ غَيْرَ الْحَقِّ ظَنَّ الْجَاهِلِيَّةِ يَقُولُونَ هَلْ لَنَا مِنَ الْأَمْرِ مِنْ شَيْءٍ قُلْ إِنَّ الْأَمْرَ كُلَّهُ لِلَّهِ يُخْفُونَ فِي أَنْفُسِهِمْ مَا لَا يُبْدُونَ لَكَ يَقُولُونَ لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ مَا قُتِلْنَا هَاهُنَا قُلْ لَوْ كُنْتُمْ فِي بُيُوتِكُمْ لَبَرَزَ الَّذِينَ كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ إِلَىٰ مَضَاجِعِهِمْ (پ۴ آل عمران: ۱۵۳،۱۵۴)

مذکورہ آیات کا شان نزول اور متعلقہ واقعہ تفصیل کیساتھ ذکر کرنے کے بعد سلیس ترجمہ کیجئے اور بتایئے "وطائفة قد اهتهم انفسهم" سے کون لوگ مراد ہیں اور "ويخفون في انفسهم مالا يبدون لك" سے کیا چیز مراد ہے؟ "فاثابكم غما بغم" سے کس چیز کی طرف اشارہ ہے اور "لاتلوون" کی صرفی ولغوی تحقیق کیجئے۔ مخطوط عبارت کی ترکیب نحوی کیجئے۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال کا حاصل سات امور ہیں (۱) آیات کا شان نزول (۲) واقعہ کی تفصیل (۳) آیات کا ترجمہ (۴) عبارات مذکورہ کی مراد (۵) فاثابكم غما بغم کا مشار الیہ (۶) لاتلوون کی لغوی وصرفی تحقیق (۷) عبارت مخطوط کی ترکیب۔

الجواب ..... ❶ و ❷ **آیات کا شان نزول اور واقعہ کی تفصیل:۔** یہ آیات غزوۂ اُحد کے متعلق نازل ہوئیں، ان آیات

میں جنگ اُحد کے واقعہ کی طرف اشارہ ہے جس کی تفصیل یہ ہے کہ جب بدر کی جنگ میں مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی اور ستر سرداران قریش مارے گئے اور اسی مقدار میں گرفتار ہوئے تو ان کے رشتہ دار و عزیز و اقارب نے تمام عرب کو غیرت دلائی کہ تجارتی قافلہ جو کچھ بھی ملک شام سے لایا ہے وہ اس غم کی نذر کر دو کہ ہم محمد ﷺ اور ان کی جماعت سے اپنے مقتولین کا بدلہ لے سکیں۔ چنانچہ ۳ھ میں قریش اور دیگر قبائل مل کر مدینہ پر چڑھائی کی غرض سے تین ہزار کا لشکر نکل پڑا۔ جس وقت یہ لشکر جبل اُحد کے قریب خیمہ زن ہوا تو آنحضرت ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ طلب کیا۔ آپ ﷺ کی رائے یہ تھی کہ مدینہ کے اندر رہ کر دشمن کا مقابلہ کیا جائے اور عبداللہ بن ابی کی رائے بھی یہی تھی۔ مگر بعض پُرجوش مسلمان جو غزوہ بدر میں شریک نہ ہوئے تھے اور شوق شہادت پورا کرنے کے لئے بے چین تھے انہوں نے اصرار کیا کہ شہر سے نکل کر مقابلہ کیا جائے تاکہ دشمن ہمیں کمزور و بزدل نہ سمجھے اور کثرت رائے اسی طرف ہوگئی چنانچہ آپ ﷺ گھر تشریف لے گئے اور زرہ پہن کر باہر نکلے اور ایک ہزار کا لشکر کفار کے مقابلہ کے لئے نکل پڑا۔ راستہ میں عبداللہ بن ابی تین سو آدمیوں کا لشکر لے کر یہ کہتا ہوا علیحدہ ہو گیا کہ میرا مشورہ نہیں مانا دوسروں کی رائے پر عمل کیا تو ہم خواہ مخواہ اپنے آپ کو ہلاکت میں کیوں ڈالیں۔ بالآخر آنحضرت ﷺ نے میدان جنگ میں پہنچ کر سات سو سر بکف و سرفروش نوجوانوں کی صفوں کو ترتیب دیا۔ اسی اثناء میں عبداللہ بن ابی کی علیحدگی کی وجہ سے دو قبیلے بنو حارثہ و بنو سلمہ کے دلوں میں بھی کچھ کمزوری پیدا ہوئی اور مسلمانوں کی قلت کو دیکھ کر میدان چھوڑنے کا ارادہ کیا۔ مگر حق تعالیٰ نے ان کی مدد اور دستگیری فرمائی اور ان کے دلوں کو مضبوط کر دیا کہ مسلمان قلت و کثرت کو نہیں دیکھتا بلکہ اللہ پر بھروسہ کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی اعانت و نصرت ہی اصل چیز ہے جیسا کہ جنگ بدر میں ہوا۔ پس مسلمانوں کو اللہ پر ہی بھروسہ کرنا چاہئے اور اللہ سے ہی ڈرنا چاہئے۔

چنانچہ جنگ کا آغاز ہوا۔ ابتداءً مسلمانوں کا پلہ بھاری رہا اور مقابل فوج میں ابتری پھیل گئی۔ مسلمان یہ سمجھے کہ فتح ہوگئی اور وہ مال غنیمت کی طرف متوجہ ہو گئے ادھر پشت کی جانب ٹیلہ پر چند نوجوان جو حفاظت کے لئے بیٹھے تھے وہ بھی اپنی جگہ چھوڑ کر پہاڑ کے دامن کی طرف آ گئے کہ فتح ہو گئی ہے۔ اس موقعہ پر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ (جو ابھی کافر تھے) نے موقعہ کو غنیمت سمجھتے ہوئے پہاڑی کا چکر کاٹ کر پشت کی طرف سے حملہ کر دیا اور یہ سیلاب اچانک مسلمانوں پر ٹوٹ پڑا۔ دوسری طرف جو دشمن بھاگ گئے تھے وہ بھی لوٹ آئے۔ اس طرح ایک دم لڑائی کا پانسہ پلٹ گیا اور اس غیر متوقع صورت حال کی وجہ سے مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد پراگندہ ہو کر میدان سے چلی گئی۔ البتہ کچھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ابھی تک مقابلہ میں ڈٹے ہوئے تھے کہ اسی دوران یہ افواہ اڑ گئی کہ نبی کریم ﷺ شہید ہو گئے۔ اس افواہ کی وجہ سے باقی لوگ بھی ہمت ہار گئے۔ اس وقت آپ ﷺ کے گرد صرف دس بارہ جان نثار باقی رہ گئے تھے اور آپ ﷺ خود بھی زخمی ہو گئے تھے۔ جب شکست کی تکمیل میں کوئی کسر باقی نہ رہی تو اس وقت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حضور ﷺ کی خیریت معلوم ہوئی اور وہ ہر طرف سے سمٹ کر حضور ﷺ کے گرد جمع ہو گئے اور آپ ﷺ کو پہاڑی کی طرف لے گئے اور اس طرح یہ جنگ عارضی شکست کے ساتھ اختتام پذیر ہوئی۔

ترجمہ: آیات کا ترجمہ:۔ جب تم چڑھے جاتے تھے اور پیچھے پھر کر نہ دیکھتے تھے کسی کو۔ اور رسول پکارتا تھا تم کو تمہارے پیچھے سے۔ پھر پہنچا تم کو غم کے بدلہ میں غم۔ تاکہ تم نہ غم کرو اس چیز پر جو ہاتھ سے فوت ہو جائے اور نہ اس پر جو کچھ کہ پیش آئے اور اللہ تعالیٰ خبر رکھتا ہے ان کاموں کی جو تم کرتے ہو۔ پھر اتارا تم پر تنگی کے بعد امن کو جو اونگھ تھی کہ ڈھانک لیا اس نے ایک جماعت کو تم میں سے اور

Maktaba Tul Ishaat.com Scanned with CamScanner

ایک جماعت کو فکر پڑ رہا تھا اس کو اپنی جان کا۔ خیال کرتے تھے وہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹے خیالات جاہلوں جیسے۔ کہتے تھے وہ کہ کچھ بھی کام ہے ہمارے ہاتھ میں۔ تو کہہ کہ بیشک تمام کام اللہ کے ہاتھ میں ہیں چھپاتے ہیں وہ اپنے نفسوں میں وہ چیز جو تجھ پر ظاہر نہیں کرتے۔ کہتے ہیں کیا اگر کچھ کام ہوتا ہمارے ہاتھ میں تو ہم نہ مارے جاتے یہاں پر تو کہہ دے کہ اگر تم ہوتے اپنے گھروں میں تو البتہ نکل پڑتے وہ لوگ جن پر لکھ دیا گیا تھا قتل کیا جانا اپنے ٹھکانوں (قتل کی جگہ) کی طرف۔

② عبارات مذکورہ کی مراد:۔ قد اهمتهم انفسهم سے مراد وہ بزدل منافقین ہیں جن کو نہ اسلام کی فکر تھی اور نہ آنحضرت ﷺ کی پرواہ تھی، بلکہ محض اپنی جان بچانے کی فکر میں تھے۔

یخفون فی انفسهم مالا یبدون لك سے مراد یہ ہے کہ منافقین آپس میں کہتے تھے کہ چند تجربہ کار جوشیلے نوجوانوں کی بات مان کر مقابلہ کے لئے مدینہ سے باہر نکل آئے، اگر ہماری رائے اور تدبیر پر عمل ہوتا یعنی مدینہ میں رہ کر ہی دشمن کا مقابلہ ہوتا تو پھر اس قدر نقصان نہ اٹھانا پڑتا اور ہماری برادری کے اتنے لوگ نہ مارے جاتے۔

③ فاثابکم غما بغم کا مشار الیہ:۔ اس جملہ سے اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ تم نے رسول اللہ ﷺ کی بات نہ مان کر رسول اللہ ﷺ کا دل تنگ کیا تو اس کا بدلہ غم (شکست) کی صورت میں تمہیں ملا جس سے تمہیں تنگی ہوئی۔ یا پھر اشارہ ہے کہ فتح کے فوت ہونے، مال غنیمت کے ہاتھ سے نکل جانے اور جانی و مالی نقصان اٹھانے کے غم کے بدلہ میں تمہیں ایسا غم دے دیا جس سے پچھلے تمام غم ختم ہو گئے اور بھول گئے اور وہ غم آنحضرت ﷺ کی شہادت کی جھوٹی افواہ تھی۔ یا پھر مطلب یہ ہے کہ تمہیں غم پر غم دیا یعنی پہلے فتح کا مرانی کے فوت ہونے اور مال غنیمت کے ہاتھ سے نکل جانے کا غم تھا پھر آدمیوں کے مارے جانے اور زخمی ہونے کا بالخصوص آنحضرت ﷺ کی شہادت کی خبر سے دوسرا غم پہنچا۔

④ لاتلوون کی لغوی وصرفی تحقیق:۔ صیغہ جمع مذکر حاضر نفی مضارع معروف از مصدر لَوْیًا وَلُوِیًّا وَلَیًّا (ضرب) بمعنی مڑنا، انتظار کرنا۔ اصل میں لَاتَلْوِیُوْنَ تھا یاء پر ضمہ ثقل تھا، ماقبل کی حرکت دور کر کے یاء کا ضمہ اس کو دیدیا پھر اجتماع ساکنین کی وجہ سے یاء کو حذف کر دیا لاتلوون ہو گیا۔

⑤ عبارات مخلوطہ کی ترکیب:۔ "ثم" عاطفہ، "انزل" فعل و فاعل "علیکم" جار مجرور مل کر متعلق اول ہوا فعل کا "من" جارہ "بعد الغم" مضاف و مضاف الیہ مل کر مجرور، جار مجرور مل کر متعلق ثانی ہوا "امنة" مبدل منہ "نعاسا" بدل، مبدل منہ اپنے بدل سے مل کر مفعول بہ، فعل اپنے فاعل دونوں متعلق اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۳۱ھ

المتن الاول ..... وَقَالُوْا لِاِخْوَانِهِمْ اِذَا ضَرَبُوْا فِی الْاَرْضِ اَوْ كَانُوْا غُزًّی لَّوْ كَانُوْا عِنْدَنَا مَا مَاتُوْا وَمَا قُتِلُوْا لِیَجْعَلَ اللّٰهُ ذٰلِكَ حَسْرَةً فِیْ قُلُوْبِهِمْ وَاللّٰهُ یُحْیٖ وَیُمِیْتُ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ وَلَئِنْ قُتِلْتُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَوْ مُتُّمْ لَمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَحْمَةٌ خَیْرٌ مِّمَّا یَجْمَعُوْنَ وَلَئِنْ مُّتُّمْ اَوْ قُتِلْتُمْ لَاِلَی اللّٰهِ تُحْشَرُوْنَ فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِیْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِی الْاَمْرِ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَی اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِیْنَ (پ ۴، آل عمران: ۱۵۶ تا ۱۵۹)

مذکورہ آیات کا ترجمہ و تشریح کیجئے اور مشرکین کے جن مزعومات باطلہ کا ان آیات میں ذکر ہے انہیں واضح طور پر مفصل بیان کیجئے نیز الفاظ مخلوطہ کی لغوی وصرفی تحقیق بھی تحریر کریں۔

Scanned with CamScanner

﴿خلاصۂ سوال﴾..... اس سوال کا حاصل چار امور ہیں (۱) آیات کا ترجمہ (۲) آیات کی تشریح (۳) مزعومات باطلہ کی وضاحت (۴) الفاظ مخطوطہ کی لغوی وصرفی تحقیق۔

﴿جواب﴾..... ❶ آیات کا ترجمہ:۔ اور کہتے ہیں وہ کہ یہ موشی اور کھیتی ممنوع ہے نہ کھائے اس کو کوئی بھی مگر جس کو ہم چاہیں ان کے خیال کے موافق اور بعض موشی کہ حرام ہے ان کی پیٹھ پر سوار ہونا اور بعض موشی کہ نہیں نام لیتے ان پر اللہ تعالیٰ کا۔ اللہ تعالیٰ پر بہتان باندھتے ہوئے۔ عنقریب سزا دیگا وہ ان کو اس چیز کی جو وہ گھڑتے (جھوٹ بناتے) ہیں اور کہتے ہیں وہ کہ جو کچھ ان موشی کے پیٹوں میں ہے وہ خاص ہے ہمارے مردوں کے لئے اور وہ حرام ہے ہماری عورتوں پر اور اگر وہ مردہ ہے تو وہ سب اس میں برابر کے شریک ہیں۔ عنقریب سزا دے گا وہ ان کو ان کی وصفوں (تقریروں) کی بے شک وہ حکمت والا جاننے والا ہے۔

❷ و ❸ آیات کی تشریح و مشرکین کے مزعومات باطلہ کی وضاحت:۔ ماقبل والی آیات میں اور ان آیات میں مشرکین کے مزعومات باطلہ اور رسومات جاہلیت کا ذکر ہے۔ تو فرمایا کہ ان رسومات میں سے ایک رسم یہ تھی کہ بتوں کے نام پر کچھ کھیت وقف کر دیتے تھے اور کہتے کہ اس کا اصل مصرف فقط مرد ہیں عورتوں کو دینا یا نہ دینا ہماری مرضی پر موقوف ہے۔ عورتوں کو مطالبہ کا حق نہیں ہے۔ ایک رسم یہ تھی کہ بعض جانوروں کو بھی مردوں کے لئے خاص کر دیتے تھے۔ اسی طرح بعض جانوروں کو بتوں کے نام پر چھوڑ دیتے تھے اور ان پر سواری اور بار برداری کو حرام سمجھتے تھے۔ اسی طرح بعض جانوروں کو بتوں کے نام پر خاص کر دیتے تھے ان کا دودھ نکالتے وقت سوار ہوتے وقت ذبح کرتے وقت کہیں بھی ان پر اللہ کا نام نہیں لیتے تھے۔ اسی طرح بعض جانوروں کا نام بحیرہ یا سائبہ رکھ کر بتوں کے نام پر چھوڑ دیتے۔ پھر ان کے ذبح کے وقت اگر بچہ نکلتا تو وہ سب کے لئے حلال ہوتا تھا۔ اسی طرح بعض جانوروں کا دودھ بھی مردوں کے لئے حلال اور عورتوں کے لئے حرام سمجھتے تھے۔ اسی طرح بحیرہ، سائبہ، وصیلہ اور حامی یہ چار قسم کے جانوروں کی تعظیم کو عبادت سمجھتے تھے۔ (معارف القرآن)

❼ الفاظ مخطوطہ کی لغوی وصرفی تحقیق:۔ "حِجْر" یہ اسم جامد ہے بمعنی حرام وممنوع۔ مصدر (نصر) بمعنی روکنا۔
"انعام" یہ نَعَمٌ کی جمع ہے بمعنی چوپایا۔ "وَصْفَهُمْ" یہ مصدر ہے (ضرب) بمعنی بیان کرنا۔
"حُرِّمَتْ" صیغہ واحد مؤنث غائب ماضی مجہول از مصدر تحریم (تفعیل) بمعنی حرام کرنا۔
"يَفْتَرُوْنَ" صیغہ جمع مذکر غائب مضارع معروف از مصدر اَلْاِفْتِرَاءُ (افتعال) بمعنی تہمت لگانا اور جھوٹ باندھنا۔

﴿ربط الآیات﴾..... وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِيْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰى شَهِدْنَا اَنْ تَقُوْلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِيْنَ اَوْ تَقُوْلُوْٓا اِنَّمَآ اَشْرَكَ اٰبَآؤُنَا مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا ذُرِّيَّةً مِّنْۢ بَعْدِهِمْ اَفَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ الْمُبْطِلُوْنَ ۝ وَكَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ وَلَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ۝ (پ ۹، اعراف ۱۷۲ تا ۱۷۴)

مذکورہ آیات کا ترجمہ و مختصر تفسیر کرتے ہوئے "عہد الست" کی حقیقت بیان کیجئے اور بتائیے کہ ذریت آدم علیہ السلام سے یہ عہد کب اور کہاں اور کس طرح لیا گیا اور عہد لے لیا گیا ہے تو پھر پیدائش کے بعد انسان کفر میں کیوں مبتلا ہوتا ہے مخطوطہ حصہ کی ترکیب نحوی بھی کیجئے۔

﴿خلاصۂ سوال﴾..... اس سوال میں چھ امور مطلوب ہیں (۱) آیات کا ترجمہ (۲) آیات کی تفسیر (۳) عہد الست کی حقیقت (۴) عہد الست کا وقت، مقام اور کیفیت (۵) عہد الست کے بعد کفر میں مبتلا ہونے کی وجہ (۶) جملہ مخطوطہ کی ترکیب۔

Maktaba Tul Ishaat.com Scanned with CamScanner

جواب ..... ❶ **آیات کا ترجمہ:۔** اور جب نکالا تیرے رب نے بنی آدم کی پیٹھوں سے ان کی اولاد کو اور اقرار کرایا ان سے ان کی جانوں پر کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں۔ کہا انہوں نے کیوں نہیں؟ (یعنی آپ ہی ہمارے رب ہیں) ہم اقرار کرتے ہیں۔ کبھی روز قیامت کہنے لگو کہ ہم تو اس سے بے خبر تھے۔ یا کہنے لگو کہ شرک تو ہمارے آباء و اجداد نے کیا تھا ہم سے پہلے ہم تو ان کے بعد ان کی اولاد تھے۔ کیا تو ہلاک کرتا ہے ہمیں اس کام پر جو کیا گمراہوں نے اور اسی طرح ہم کھول کر بیان کرتے ہیں آیات۔ تاکہ وہ لوٹ آئیں۔

❷ و ❸ **آیات کی تفسیر اور عہد الست کی حقیقت:۔** ان آیات میں عہد الست کے واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔ جس کی تفصیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عالم ارواح میں آدم علیہ السلام کی پشت سے ان کی اولاد کو اور اولاد آدم علیہ السلام کی پشتوں سے ان کی اولاد کو نکالا اور پھر ان کو سمجھ عطا کر کے اپنی ربوبیت و الوہیت کے متعلق اقرار لیا کہ کیا میں تمہارا رب و معبود نہیں ہوں؟ سب نے عقل خداداد سے حقیقت امر و معاملہ کو سمجھ کر جواب دیا کہ واقعتاً آپ ہی ہمارے رب و معبود ہیں۔

اس وقت وہاں جتنے فرشتے اور مخلوقات حاضر تھے اللہ تعالیٰ نے ان سب کو گواہ بنا کر سب کی طرف سے ارشاد فرمایا شھدنا کہ ہم اس عہد الست کے گواہ بنتے ہیں یہ عہد تم سے اس لئے لیا گیا تاکہ تم روز قیامت ترک توحید اور اختیار شرک کی وجہ سے یہ نہ کہو کہ ہم اس توحید سے بے خبر تھے۔ یا یہ کہو کہ اصل شرک تو ہمارے آباء و اجداد نے کیا تھا ہم تو ان کی نسل ہونے کی وجہ سے عقائد و خیالات میں ان کے تابع تھے لہٰذا ہمارے بڑوں کی خطاء کی وجہ سے ہمیں سزا نہیں ہو سکتی۔ ہم بے خطا ہیں، غلط راہ نکالنے والوں کی وجہ سے آپ ہمیں ہلاکت میں نہیں ڈال سکتے۔ پس اس اقرار و اشہاد کے بعد اب تمہارے یہ تمام عذر ختم ہو گئے۔ اس کے بعد ان سب سے وعدہ کیا گیا کہ یہ عہد تمہیں دنیا میں پیغمبروں کے ذریعہ سے یاد دلایا جائے گا۔ چنانچہ اس آیت میں آپ ﷺ کو اسی واقعہ کے یاد دلانے کا حکم دیا جا رہا ہے اور فرمایا کہ ہم اسی طرح اپنی آیات صاف صاف کھول کھول کر بیان کرتے ہیں تاکہ ان کو عہد کا ہونا معلوم ہو جائے اور وہ شرک وغیرہ سے باز رہیں۔

❹ **عہد الست کا وقت، مقام و کیفیت:۔** مفسر قرآن حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ یہ عہد و اقرار اس وقت لیا گیا تھا جب آدم علیہ السلام کو جنت سے زمین پر اتارا گیا تھا اور اس کا مقام وادی نعمان (میدان عرفات) تھا اور ممکن ہے کہ اس کی کیفیت یہ ہو کہ خالق کائنات نے اپنی قدرت کاملہ سے تمام انسانوں کو ایک ذرہ کی صورت میں پیدا فرمایا اور بقدر ضرورت ان کو عقل و فہم اور شعور و ادراک دے دیا ہو اور پھر ان سے وہ عہد لیا ہو جس کا ذکر تفسیر میں گزر چکا ہے۔

❺ **عہد الست کے بعد کفر میں مبتلا ہونے کی وجہ:۔** اس عہد کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کے دل میں معرفت حق کا بیج ڈال دیا ہے خواہ اس انسان کو خبر ہو یا نہ ہو وہ بیج پرورش پا رہا ہے اسی کے نتیجہ میں ہر انسان کی فطرت میں حق تعالیٰ کی محبت و عظمت پائی جاتی ہے خواہ اس کا ظہور بت پرستی اور مخلوق پرستی کے کسی غلط پیرایہ میں ہو وہ بدنصیب لوگ جو مادی خواہشات یا گمراہ سوسائٹی میں پڑ گئے اور ان کی فطرت مسخ ہو گئی اور عقلی ذائقہ خراب ہو گیا۔ صحیح غلط کی تمیز نہ رہی تو وہ اس عہد کے منافی نہیں ہے۔ کیونکہ ان کے علاوہ بیشمار بول انسان تو اپنے رب کی عظمت اور دشمن میں لگے ہوئے ہیں۔

آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے "کل مولود یولد علی الفطرۃ" کہ ہر پیدا ہونے والا دین فطرت پر پیدا ہوتا ہے پھر اسکے ماں باپ اس کو دوسرے خیالات میں مبتلا کر دیتے ہیں اور حدیث قدسی ہے کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے

Scanned with CamScanner

بندوں کو حنیف یعنی ایک خدا کا ماننے والا پیدا کیا ہے۔ پھر شیاطین ان کے پیچھے لگ گئے اور ان کو صحیح راستہ سے دور لے گئے۔

❶ جملہ مخطوط کی ترکیب:۔ "او" عاطفہ "تقولوا" فعل وفاعل مل کر قول "انما" کافہ "حصر" "اشرک" فعل "آباء نا" مضاف ومضاف الیہ مل کر فاعل، فعل وفاعل مل کر جملہ فعلیہ ہو کر مقول ہوا قول کا۔ قول مقول مل کر جملہ قولیہ معطوف ہوا۔ "کفل" حرف از حروف مشبہ بالفعل "ھم" ضمیر اس کا اسم "یرجعون" فعل وفاعل مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر خبر "لعل" اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

السوال الثالث ۱۴۳۱ھ

السئی الاول ..... وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَبَقُوْا اِنَّهُمْ لَا يُعْجِزُوْنَ ۝ وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ وَاٰخَرِيْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ ۚ لَا تَعْلَمُوْنَهُمْ ۚ اَللّٰهُ يَعْلَمُهُمْ ۚ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يُوَفَّ اِلَيْكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ ۝ (پ۹۔ انفال: ۵۹، ۶۰)

مذکورہ آیات کا سلیس ترجمہ کرنے کے بعد دونوں آیات کے مضمون کی دلنشین تشریح کیجئے۔ قوۃ اور رباط الخیل سے کیا مراد ہے؟ وما تنفقوا من شیئ سے لا تظلمون تک پوری عبارت کی نحوی ترکیب اور تینوں خط کشیدہ افعال کی صرفی تحقیق ذکر کیجئے۔

خلاصۂ سوال ..... اس سوال میں پانچ امور توجہ طلب ہیں (۱) آیات کا ترجمہ (۲) آیات کی تشریح (۳) قوۃ اور رباط الخیل کی مراد (۴) مذکورہ عبارت کی ترکیب (۵) افعال مخطوط کی صرفی تحقیق۔

جواب ..... ❶ آیات کا ترجمہ:۔ اور نہ سمجھیں کافر لوگ کہ وہ سبقت کر گئے (بھاگ نکلے) بے شک وہ ہرگز ہمیں عاجز نہ کر سکیں گے۔ اور تیار کرو تم ان کی لڑائی کے لئے جو کچھ جمع کر سکو قوت سے اور پلے ہوئے گھوڑوں سے کہ دھاک بٹھاؤ تم اس کے ذریعہ سے اللہ کے دشمنوں پر اور اپنے دشمنوں پر اور ان کے علاوہ دوسروں پر جن کو تم نہیں جانتے۔ اللہ ان کو جانتا ہے اور جو کچھ تم خرچ کرو گے اللہ کے راستے میں وہ پورا پورا دیا جائے گا تم کو اور تم ظلم نہ کیے جاؤ گے۔

❷ آیات کی تشریح:۔ پہلی آیت میں ان کفار کا ذکر ہے جو غزوۂ بدر میں عدم شرکت کی وجہ سے یا شرکت کے بعد بھاگنے کی وجہ سے بچ گئے تھے۔ تو ان کے متعلق ارشاد فرمایا کہ وہ اپنی چالاکی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کو عاجز نہیں کر سکتے۔ وہ جب پکڑنا چاہے گا پکڑ لے گا۔ خواہ اس دنیا میں ہی یہ اس کی گرفت میں آ جائیں۔ ورنہ آخرت میں تو ان کی گرفتاری ضرور ہوگی۔ اس کے بعد دوسری آیت میں اسلام کے دفاع اور کفار کے مقابلہ کے لئے جنگی ساز وسامان اور تیاری کا حکم ہے تاکہ اس ساز وسامان کے ذریعہ تم اپنے دشمنوں پر اور اللہ کے دشمنوں پر رعب جمائے رکھو اور جتنا ممکن ہو دشمن کے مقابلہ میں تیاری بھی کرو اور خرچ بھی کرو اور تمہارا خرچ کیا ہوا بیکار نہیں جائے گا بلکہ آخرت میں اس کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔

ان آیات کی روشنی میں علماء نے لکھا ہے کہ جنگ کی تیاری کرنا اور عسکری تربیت حاصل کرنا اور سامان حرب کی تیاری کرنا فرض ہے۔

❸ قوۃ اور رباط الخیل کی مراد:۔ قوۃ سے مراد دشمن کے مقابلہ کی قوت ہے اس میں تمام جنگی سامان، اسلحہ، سواری، بدن کی ورزش، فنون حرب کا سیکھنا سب کچھ اس میں داخل ہے اور دور جدید کے ہتھیار ایٹمی قوت، ٹینک، لڑاکا طیارے، آب دوز کشتیاں بھی اس میں داخل ہیں اور رباط الخیل سے مراد گھوڑوں کو پالنا، باندھنا، جمع کرنا ہے اور قوۃ میں یہ بھی شامل تھا۔ مگر خصوصی طور پر اس کا ذکر اس لئے کیا کہ اس زمانہ میں کسی بھی ملک وقوم کی فتح میں سب سے زیادہ مؤثر ومفید گھوڑے ہی ہوتے ہیں۔

Maktaba Tul Ishaat.com Scanned with CamScanner

(۴) مذکورہ عبارت کی ترکیب:۔ "ما" موصولہ "تنفقوا" فعل، فاعل "من شیئ" جار مجرور مل کر متعلق اول "فی" جارہ "سبیل اللّٰہ" مضاف و مضاف الیہ مل کر مجرور۔ جار مجرور مل کر متعلق ثانی فعل اپنے فاعل، دونوں متعلقوں سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر شرط "یوف" فعل مجہول "ھو" ضمیر ذوالحال "الیکم" جار مجرور مل کر متعلق ہوا فعل کے۔ "واؤ" حالیہ "انتم" مبتدا "لاتظلمون" فعل مجہول اپنے نائب فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر خبر، مبتدا خبر مل کر جملہ اسمیہ ہو کر حال، ذوالحال حال مل کر نائب فاعل، فعل مجہول نائب فاعل سے مل کر جزا۔ شرط اپنی جزا سے مل کر جملہ شرطیہ ہوا۔

(۵) افعال مخطوط کی صرفی تحقیق:۔ "تنفقوا" صیغہ جمع مذکر حاضر بحث مضارع معروف از مصدر انفاق (افعال) بمعنی خرچ کرنا۔

"یوف" صیغہ واحد مذکر غائب بحث مضارع مجہول از مصدر توفیۃ (تفعیل) بمعنی پورا پورا ادا کر دینا۔

"لاتظلمون" صیغہ جمع مذکر حاضر بحث نفی مضارع مجہول از مصدر ظلم (ضرب) بمعنی ظلم کرنا۔

السؤال الثالث ..... مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَآ اَوْ مِثْلِهَا اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ (پ۱، بقرہ، ۱۰۶، ۱۰۷)

ان آیات کا شان نزول لکھنے کے بعد سلیس ترجمہ کریں نسخ کا لغوی و اصطلاحی معنی تحریر کریں نسخ کی کتنی صورتیں ہیں مفصل تحریر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال میں چار امور مطلوب ہیں (۱) آیات کا شان نزول (۲) آیات کا ترجمہ (۳) نسخ کا لغوی و اصطلاحی معنی (۴) نسخ کی صورتیں۔

جواب ..... **(۱) آیات کا شان نزول:۔** جب تحویل قبلہ کا حکم نازل ہوا تو یہود نے اس موقعہ پر مسلمانوں پر طعن کیا اور مشرکین بھی احکام کی منسوخی کی وجہ سے مسلمانوں کو طعن کا نشانہ بناتے رہتے تھے ان کے اعتراضات کے جواب میں یہ آیات نازل ہوئیں۔

(۲) آیات کا ترجمہ:۔ جو منسوخ کرتے ہیں ہم کوئی آیت یا بھلا دیتے ہیں تو لے آتے ہیں (نازل کرتے ہیں) اس سے بہتر یا اس کے برابر۔ کیا نہیں معلوم آپ کو کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ کیا نہیں معلوم آپ کو کہ اللہ کے لئے ہی ہے آسمان و زمین کی سلطنت (بادشاہت) اور نہیں ہے تمہارے لئے اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی حمایتی اور نہ کوئی مددگار۔

(۳) نسخ کا لغوی و اصطلاحی معنی:۔ نسخ کا لغوی معنی نقل کرنا جیسے کتاب سے کوئی چیز نقل کرنا اور اصطلاح میں نسخ کسی حکم شرعی کا تبدیل ہو جانا ہے خواہ اس کا متبادل حکم ہو یا نہ ہو جیسے ایک سخت حکم کے بعد نرم حکم آ گیا یا نرم حکم کے بعد سخت حکم آ گیا جیسے شراب کے بارے میں احکام نازل ہوئے اور کبھی ایک حکم ختم ہو جاتا ہے اس کا بدل اور متبادل نازل ہی نہیں ہوتا۔

(۴) نسخ کی اقسام:۔ نسخ کی تین اقسام ہیں۔ ① تلاوت اور حکم دونوں منسوخ ہوں جیسے سورت احزاب کے متعلق منقول ہے کہ وہ سورت بقرہ کے برابر تھی اب ان آیات کی نہ تلاوت باقی ہے اور نہ احکامات معلوم و باقی ہیں۔ ② تلاوت منسوخ ہو حکم منسوخ نہ ہو جیسے آیت رجم کی تلاوت منسوخ ہے حکم باقی ہے ③ حکم منسوخ ہو تلاوت باقی ہو جیسے اینما تولوا فثم وجہ اللہ آیت کی تلاوت باقی ہے مگر یہ حکم فول وجھک شطر المسجد الحرام سے منسوخ ہے۔

Scanned with CamScanner

﴿الورقة الاولیٰ: فی التفسیر﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ۱۴۳۲ھ

السؤال الاول ..... اَلَّذِیْنَ یَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا یَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا یَقُوْمُ الَّذِیْ یَتَخَبَّطُهُ الشَّیْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْۤا اِنَّمَا الْبَیْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا ۘ وَ اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَیْعَ وَ حَرَّمَ الرِّبٰوا ؕ فَمَنْ جَآءَهٗ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ فَانْتَهٰى فَلَهٗ مَا سَلَفَ ؕ وَ اَمْرُهٗۤ اِلَى اللّٰهِ ؕ وَ مَنْ عَادَ فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ (پ۳، بقرہ ۲۷۵) آیت کا ترجمہ کریں **كَمَا یَقُوْمُ الَّذِیْ یَتَخَبَّطُهُ الشَّیْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ** کے جملے کی وضاحت کریں، حرمت وشناعت ربوا پر مختصر مگر جامع نوٹ تحریر کریں پوری آیت پر اعراب لگائیں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال میں چار امور قابلِ طلب ہیں (۱) آیت کا ترجمہ (۲) جملۂ مذکورہ کی وضاحت (۳) حرمت ربوا پر مضمون (۴) آیت پر اعراب۔

الجواب ..... ❶ آیت کا ترجمہ:۔ جو لوگ کھاتے ہیں سود نہیں اٹھیں گے وہ (قیامت کے دن) مگر جس طرح اٹھتا ہے وہ شخص کہ جس کے حواس کھو دیئے ہوں شیطان (جن) نے لپٹ کر یہ حالت ان کی اس وجہ سے ہوگی کہ انہوں نے کہا کہ بیع (سوداگری) بھی مثل سود لینے کے ہے۔ حالانکہ حلال کیا اللہ تعالیٰ نے بیع کو اور حرام کیا سود کو۔ پھر وہ شخص کہ پہنچی اس کو نصیحت اس کے رب کی طرف سے اور وہ باز آ گیا تو اس کے لئے ہے جو پہلے ہو چکا (گزر چکا) اور اس کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے اور جو لوگ پھر سود لے لیں یہی لوگ ہیں دوزخ والے۔ وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

❷ جملۂ مذکورہ کی وضاحت:۔ یعنی سود خور لوگ روزِ محشر جب قبر سے اٹھیں گے تو اس پاگل و مجنون کی طرح اٹھیں گے جس کو کسی شیطان جن نے خبطی و مجنون و پاگل بنا دیا ہو۔ یعنی خبطی و پاگل کی طرح بکواس اور ہذیان بکتے ہوئے اور دوسری مجنونانہ حرکات کرتے ہوئے اٹھیں گے۔

❸ حرمت ربوا پر مضمون:۔ حرمت وشناعت ربوٰ کے لئے یہ جملہ حرف اخیر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال اور ربوا کو حرام قرار دیا ہے اور سود خوروں کے ساتھ اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول ﷺ کا اعلانِ جنگ ہے اور جس چیز کو باری تعالیٰ حرام قرار دیں اور اس کے مرتکب سے اعلانِ جنگ کریں، اس کی حرمت وشناعت میں کیا کلام ہو سکتا ہے۔

شبِ معراج میں آپ ﷺ نے کچھ لوگوں کو دیکھا کہ انکے پیٹ بڑے بڑے گھروں کی مانند تھے اور ان کے پیٹوں میں سانپ بھرے ہوئے تھے جو ان کو ڈستے تھے۔ آپ ﷺ نے ان کے متعلق دریافت فرمایا تو جواب ملا کہ یہ سود خور ہیں۔

نیز ایک روایت میں آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ شبِ معراج میں ہم ایک سرخ رنگ کی نہر کے قریب پہنچے جس کا پانی خون کی طرح سرخ تھا۔ اس میں کچھ لوگ انتہائی مشکل سے کنارے پر آتے ایک فرشتہ اس نہر کے کنارے پر بہت سے پتھر لئے بیٹھا تھا جب وہ لوگ نہر کے کنارے پر آتے تو وہ فرشتہ ان کے منہ پھاڑ کر ایک پتھر ان کے منہ میں ڈال دیتا پھر وہ بھاگ جاتے پھر وہ کنارے پر آتے پھر فرشتہ یہی عمل کرتا۔ پوچھنے پر معلوم ہوا کہ یہ سود خوروں کا گروہ ہے جو بیع کو سود کی مثل قرار دیتے تھے۔

اسی طرح اور بھی متعدد وعیدیں منقول ہیں (اعاذنا اللہ منہ)۔

❹ آیت پر اعراب:۔ کما تری فی السوال آنفاً۔

Maktaba Tul Ishaat.com Scanned with CamScanner

السؤال الثالث ..... وَاِذْ غَدَوْتَ مِنْ اَهْلِكَ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِيْنَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ ۭ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝ اِذْ هَمَّتْ طَّاۗىِٕفَتٰنِ مِنْكُمْ اَنْ تَفْشَلَا ۙ وَاللّٰهُ وَلِيُّهُمَا ۭ وَعَلَي اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝ وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝

آیت کا ماقبل سے ربط بیان کرنے کے بعد واضح ترجمہ کریں۔ اذ همت طائفتان سے کونسی دو جماعتیں مراد ہیں نیز خط کشیدہ جملہ کی وضاحت کریں۔ (پ۴۔ال عمران:۱۲۱تا۱۲۳)

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال کا خلاصہ چار امور ہیں (۱) ماقبل سے ربط (۲) آیات کا ترجمہ (۳) طائفتان کی وضاحت (۴) خط کشیدہ جملہ کی وضاحت۔

الجواب ..... ❶ ماقبل سے ربط:۔ ماقبل والی آیات میں یہ بیان ہوا تھا کہ اگر مسلمان صبر و تقویٰ پر قائم رہیں تو کوئی طاقت انہیں نقصان و ضرر نہیں پہنچا سکتی اور غزوہ احد کے موقعہ پر جو عارضی شکست اور تکلیف پہنچی وہ بعض حضرات کی طرف سے انہی دو چیزوں میں کوتاہی کی بناء پر تھی۔ مذکورہ آیات میں اس غزوہ احد کا ذکر ہے۔

❷ آیات کا ترجمہ:۔ اور جب صبح کے وقت نکلے آپ مؤمنین کو اپنے گھر سے کہ بٹھانے لگے مسلمانوں کو لڑائی کے ٹھکانوں پر اور اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا جاننے والا ہے۔ جب ارادہ کیا دو گروہوں نے تم میں سے کہ نامردی (بزدلی) کریں اور اللہ مددگار تھا ان کا اور اللہ ہی پر چاہئے کہ بھروسہ کریں مسلمان لوگ اور البتہ تمہاری مدد کی اللہ تعالیٰ نے بدر (کی لڑائی) میں اور تم کمزور تھے، پس اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم شکر ادا کرو۔

❸ طائفتان کی وضاحت:۔ اس سے مراد: بنو حارثہ اور بنو سلمہ ہیں۔

❹ خط کشیدہ جملے کی وضاحت:۔ یعنی جب تم میں سے دو جماعتوں نے بزدلی کا قصد کر لیا اس سے مراد: بنو حارثہ اور بنو سلمہ ہیں جو ظاہری تعداد کو دیکھ کر پریشان ہو گئے تھے اور میدان چھوڑنے کا قصد کر چکے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی دستگیری فرمائی اور ان کو ثابت قدم رکھا۔ اس کی تفصیل واقعہ کے ضمن میں گزر چکی ہے۔

﴿السؤال الثاني﴾ ۱۴۳۲ھ

السؤال الثاني ..... اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يُؤْمِنُوْنَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوْتِ وَيَقُوْلُوْنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا هٰٓؤُلَاۗءِ اَهْدٰى مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سَبِيْلًا ۝ اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ ۭ وَمَنْ يَّلْعَنِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ نَصِيْرًا ۝ (پ۵۔نساء:۵۱تا۵۲)

مذکورہ آیات کا سلیس ترجمہ کرنے کے بعد شانِ نزول اور متعلقہ واقعہ تفصیل کے ساتھ تحریر کریں پوری آیت پر اعراب لگائیں جبت اور طاغوت سے کیا مراد ہے واضح کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال میں پانچ امور مطلوب ہیں (۱) آیات کا ترجمہ (۲) شانِ نزول (۳) واقعہ کی تفصیل (۴) آیات پر اعراب (۵) جبت اور طاغوت کی مراد۔

الجواب ..... ❶ آیات کا ترجمہ:۔ کیا نہیں دیکھا تو نے ان لوگوں کی طرف جن کو کتاب (توراۃ) کا ایک حصہ ملا جو ایمان لاتے ہیں بتوں پر اور شیطان پر اور کہتے ہیں کافروں کو کہ یہ لوگ زیادہ راہ راست پر ہیں مسلمانوں سے یہ وہی لوگ ہیں کہ لعنت کی ان پر اللہ تعالیٰ نے اور جس پر لعنت کرے اللہ تعالیٰ تو نہ پائے گا تو اس کے لئے کوئی مددگار۔

Scanned with CamScanner

⑥ و ⑦ آیات کا شانِ نزول اور واقعہ کی تفصیل:۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ یہود کے سردار حی بن اخطب اور کعب بن اشرف جنگ احد کے بعد قریش سے ملنے کے لئے اپنی ایک جماعت لے کر آئے اور یہود کا سردار کعب بن اشرف ابوسفیان کے پاس آیا اور حضور ﷺ کے خلاف قریش کے ساتھ تعاون کا وعدہ کیا۔ اہل مکہ نے کعب سے کہا کہ تم وہ کہ دینے والی قوم ہو اگر تم واقعی اپنے قول میں سچے ہو تو ہمارے ان دو بتوں (جبت و طاغوت) کے سامنے سجدہ کرو۔ چنانچہ اس نے قریش کو مطمئن کرنے کیلئے ایسا ہی کیا۔ اسکے بعد کعب نے کہا کہ تیس آدمی ہم میں سے اور تیس آدمی قریش میں سے سامنے آئیں تا کہ وہ کعب کے ساتھ اس چیز کا عہد کریں کہ ہم سب مل کر محمد ﷺ کے خلاف جنگ کریں گے۔ چنانچہ کعب کی اس تجویز کو قریش نے پسند کیا اور اس طرح انہوں نے مسلمانوں کے خلاف ایک متحدہ محاذ قائم کر لیا۔ اسکے بعد ابوسفیان نے کعب سے کہا کہ تم اہل کتاب ہو اور عالم لوگ ہو ہم بالکل جاہل ہیں۔ اسلئے تم ہمیں بتاؤ کہ ہم حق پر چلنے والے ہیں یا یہ محمد ﷺ اور اس کی جماعت حق پر ہے؟ کعب نے پوچھا کہ تمہارا دین کیا ہے؟ ابوسفیان نے کہا کہ ہم حاجیوں کیلئے اپنے جانور ذبح کرتے ہیں انہیں دودھ پلاتے ہیں مہمانوں کی ضیافت کرتے ہیں عزیز و اقارب کے تعلقات کو قائم رکھتے ہیں بیت اللہ کا طواف اور حج و عمرہ کرتے ہیں۔ اسکے برخلاف محمد ﷺ نے اپنے آبائی دین کو چھوڑ دیا ہے اپنے اقارب سے علیحدہ ہو چکا ہے اور اس نے ہمارے قدیم دین کے خلاف ایک نیا دین پیش کیا ہے۔

ان باتوں کو سن کر کعب نے کہا کہ تم لوگ دین حق پر ہو اور محمد ﷺ (معاذ اللہ) گمراہ ہو چکا ہے اس پر اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیات نازل فرمائیں۔ جن کے اندر یہود کے دجل و فریب کی مذمت ہے۔

⑫ آیات پر اعراب:۔ کما مر فی السوال آنفًا۔

⑧ جبت اور طاغوت کی مراد:۔ ان کی مراد کے بارے میں مفسرین کے متعدد اقوال ہیں۔ ① حضرات ابن عباس، ابن جبیر اور ابوالعالیہ رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ جبت حبشی زبان میں ساحر کو کہتے ہیں اور طاغوت سے مراد کاہن ہے۔ ② حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جبت سے مراد حیی اور طاغوت سے مراد شیطان ہے۔ ③ مالک بن انس رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ تمام معبودان باطلہ کو طاغوت کہا جاتا ہے۔ الغرض ان تمام اقوال میں کوئی تعارض نہیں سب مراد ہو سکتے ہیں۔ اس طرح کہ جبت اصل میں تو بت کا نام تھا بعد میں اس کا استعمال اللہ تعالیٰ کے علاوہ تمام معبودان باطلہ میں ہونے لگا۔

السوال الثالث ..... إِنَّ رَبَّكُمُ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ يُغْشِي اللَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهُ حَثِيثًا وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُومَ مُسَخَّرٰتٍ بِأَمْرِهِ أَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ تَبٰرَكَ اللَّهُ رَبُّ الْعٰلَمِينَ (پ ۸ اعراف: ۵۴)

آیت کریمہ کا ترجمہ کریں، پوری آیت پر اعراب لگائیں، چھ دن میں زمین و آسمان کے پیدا کرنے میں کیا حکمت ہے۔ جبکہ اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہے کہ یہ سارا جہان ایک دن میں پیدا کرے۔ نیز بتائیں کہ دن اور رات کا وجود تو حرکت آفتاب سے پہچانا جاتا ہے اس وقت جب آفتاب نہ تھا تو یہ چھ دن کی تعداد کس حساب سے تھی۔

خلاصۂ سوال ..... اس سوال کا حاصل چار امور ہیں (۱) آیت کا ترجمہ (۲) آیت پر اعراب (۳) چھ دن میں کائنات کو پیدا کرنے کی حکمت (۴) چھ دن کے حساب کی وضاحت۔

الجواب ..... ① آیت کا ترجمہ:۔ بے شک تمہارا رب اللہ تعالیٰ ہے جس نے پیدا کیا آسمان و زمین کو چھ دن میں پھر قرار پکڑا

Maktaba Tul Ishaat.com Scanned with CamScanner

عرش پر اوڑھتا ہے رات پر دن کو کہ وہ اس کے پیچھے چلا آتا ہے دوڑتا ہوا اور (پیدا کیا اس نے) سورج، چاند اور ستاروں کو اپنے حکم کے تابعدار۔ سن لو اسی کے لائق ہے (اسی کا کام ہے) پیدا کرنا اور حکم کرنا۔ بڑی برکت والا ہے اللہ جو تمام جہانوں کا رب ہے۔

❶ آیت پر اعراب:۔ کما تری فی السوال آنفاً۔

❷ چھ دن میں کائنات کو پیدا کرنے کی حکمت:۔ اللہ تعالیٰ آنکھ جھپکنے کی مقدار میں کائنات کو تخلیق کر سکتے تھے مگر بحکمتہ اس میں چھ دن لگائے تاکہ انسان کو نظام عالم کے چلانے میں تدریج اور پختہ کاری کی تعلیم دی جائے کیونکہ حدیث شریف میں ہے کہ غور و فکر اور وقار و تدریج سے کام کرنا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور جلد بازی شیطان کی طرف سے ہے۔

❸ چھ دن کے حساب کی وضاحت:۔ دن اور رات کا وجود تو آفتاب کی حرکت سے پہچانا جاتا ہے مگر کائنات کے وجود سے قبل دن رات کا اندازہ کس طرح لگایا گیا تو جواب کا حاصل یہ ہے کہ چھ دن سے مراد تاوقت اور زمانہ ہے کہ جس میں چھ دن و رات سما سکتے ہیں یعنی چھ دن و رات کے وقت کی مقدار میں کائنات کو پیدا فرمایا۔

السوال الثالث ۱۴۳۲ھ

الشق الاول ..... يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰهَا قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ لَا يُجَلِّيْهَا لِوَقْتِهَآ اِلَّا هُوَ ثَقُلَتْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَا تَاْتِيْكُمْ اِلَّا بَغْتَةً يَسْئَلُوْنَكَ كَاَنَّكَ حَفِيٌّ عَنْهَا قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ (پ ۹، اعراف: ۱۸۷)

آیت کریمہ کا سلیس ترجمہ کریں، خط کشیدہ الفاظ کی لغوی و صرفی تحقیق ذکر کریں۔ مسئلہ علم غیب پر مختصر نوٹ تحریر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال میں تین اُمور حل طلب ہیں (۱) آیت کا ترجمہ (۲) الفاظ مخطوطہ کی لغوی و صرفی تحقیق (۳) مسئلہ علم غیب پر نوٹ۔

جواب ..... ❶ آیات کا ترجمہ:۔ سوال کرتے ہیں وہ آپ ﷺ سے کہ کب ہے اس کے قائم ہونے کا وقت؟ کہہ دیجئے کہ اس کا علم تو میرے رب کے پاس ہے۔ نہیں کھول دکھائے گا اس کو اس کے وقت مقرر پر مگر وہی۔ وہ بھاری ہے آسمان و زمین پر۔ آئیگی وہ تم پر اچانک۔ سوال کرتے ہیں وہ آپ ﷺ سے گویا کہ آپ اس کی تلاش میں لگے ہوئے ہیں کہہ دیجئے کہ اس کا علم تو میرے رب کے پاس ہی ہے لیکن اکثر لوگ نہیں سمجھتے۔

❷ الفاظ مخطوطہ کی لغوی و صرفی تحقیق:۔

"یسئلون" صیغہ جمع مذکر غائب بحث فعل مضارع معروف از مصدر السئوال (فتح) بمعنی سوال کرنا، پوچھنا۔

"لا یجلّی" صیغہ واحد مذکر غائب بحث نفی فعل مضارع معروف از مصدر تجلّی (تفعیل) بمعنی ظاہر کرنا۔

"ثقلت" صیغہ واحد مؤنث غائب بحث فعل ماضی معروف از مصدر ثقلا و ثقالہ (کرم) بمعنی بھاری ہونا۔

"لا تأتی" صیغہ واحد مؤنث غائب بحث نفی فعل مضارع معروف از مصدر الاتیان (ضرب) بمعنی آنا۔

"لا یعلمون" صیغہ جمع مذکر غائب بحث نفی فعل مضارع معروف از مصدر العلم (سمع) بمعنی جاننا۔

❸ مسئلہ علم غیب پر نوٹ:۔ علم غیب اور تمام کائنات کا علم محیط یعنی کائنات کے ذرہ ذرہ کا علم کہ کوئی چیز بھی اس سے خارج نہ ہو یہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی صفت ہے اس میں کسی مخلوق کا کوئی بھی فرد حتی کہ کوئی بھی فرشتہ اور نبی مرسل بھی شریک نہیں ہے، اس

Scanned with CamScanner

میں کسی بھی وجہ میں غیر اللہ کو شریک ٹھہرانا سراسر ناانصافی اور ظلم عظیم ہے، اور قرآن کریم واحادیث مبارکہ میں بے شمار مقامات پر اسی عقیدہ توحید کو بیان کیا گیا ہے اور اسی شرک والے گناہ عظیم کے خاتمہ کے لئے قرآن کریم اور انبیاء کی بعثت ہوئی اور ہر ایک نے دنیا کے تمام رابطوں کو ختم کر کے ایک طرف ہی پوری مخلوق کو متوجہ کیا اور کلمہ توحید کی دعوت دی۔

اس کائنات میں اگر معمولی علم غیب بھی ہوتا تو وہ اللہ کے محبوب پیغمبر آنحضرت ﷺ کو ہوتا مگر آپ ﷺ کی ساری زندگی دعوت توحید میں ہی گزری اور بے شمار مقامات پر آپ ﷺ کی زندگی سے عملی طور پر ایسے واقعات نمودار ہوئے جن کی وجہ سے آپ کے علم غیب کی نفی ہوتی ہے، اگر آپ ﷺ کو علم غیب ہوتا تو آپ ﷺ ہر نفع کی چیز کو حاصل کرتے اور نقصان دہ چیز سے ہمیشہ محفوظ ہی رہتے۔ کبھی تکلیف میں مبتلا نہ ہوتے۔ مگر سب سے زیادہ تکالیف کا سامنا آپ ﷺ کو ہی کرنا پڑا ہے۔

اگر آپ ﷺ کو علم غیب ہوتا تو آپ کو طائف کے پتھروں کا سامنا نہ کرنا پڑتا۔ غزوہ بدر کے موقعہ پر تجارتی قافلہ آپ ﷺ کے ہاتھ سے نکل کر نہ نکلتا، غزوہ احد میں آپ ﷺ کے دندان مبارک شہید نہ ہوتے، آپ کے چچا کی لاش کے اس طرح بے شمار ٹکڑے نہ ہوتے، پہاڑ کی پشت کی جانب سے حضرت خالد بن ولید کی طرف سے حملہ نہ ہوتا اور عارضی شکست کا سامنا نہ کرنا پڑتا، بیعت رضوان کے موقعہ پر چودہ سو جان نثار صحابہ ؓ سے خون عثمان ؓ کے بدلہ کے لئے بیعت نہ لی جاتی، صلح حدیبیہ کے موقعہ پر بغیر عمرہ کی ادائیگی کے احرام کھول کر واپس نہ آنا پڑتا۔ اسی طرح اور بھی بے شمار واقعات ایسے ہیں جن سے علم غیب کی نفی ہوتی ہے۔

البتہ انبیاء علیہم السلام کو جو علم دیا جاتا ہے اور خصوصاً آپ ﷺ کو جو علم دیا گیا وہ تمام مخلوقات جن وانس سے بڑھ کر تھا اسی عطاء کردہ علم کی وجہ سے آپ نے متعدد غیب کی باتوں کی خبر بھی دی جن کی صداقت اور سچائی کی غیروں نے بھی گواہی دی اس کی وجہ سے یہ تو کہہ سکتے ہیں کہ آپ ﷺ کو متعدد غیب کی چیزوں کا علم دیا گیا تھا مگر اسی کی وجہ سے آپ ﷺ کو عالم الغیب نہیں کہہ سکتے۔

السؤال الثالث ..... اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَهُمْ اُلُوْفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ فَقَالَ لَهُمُ اللّٰهُ مُوْتُوْا ثُمَّ اَحْيَاهُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ ۝ وَقَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝ (پ۲، بقرہ: ۲۴۳،۲۴۴)

ترجمی الآیتین ترجمة واضحة النکری شان نزول الآیة، اعربی الجملة المخطوطة (ترکیب نحوی کریں)۔

﴿خلاصہ سوال﴾ ..... اس سوال کا حاصل تین امور ہیں (۱) آیات کا ترجمہ (۲) آیات کا شان نزول (۳) جملہ مخلوطہ کی ترکیب۔

الجواب ..... ❶ آیات کا ترجمہ:۔ کیا نہیں دیکھا آپ نے ان لوگوں کو جو کہ نکلے اپنے گھروں سے موت کے ڈر سے اس حال میں کہ وہ ہزاروں تھے۔ پھر فرمایا ان کو اللہ تعالیٰ نے کہ مر جاؤ پھر ان کو زندہ کر دیا بے شک اللہ تعالیٰ فضل والا ہے لوگوں پر لیکن اکثر لوگ شکر ادا نہیں کرتے۔ اور لڑو اللہ کی راہ میں اور جان لو کہ بے شک اللہ تعالیٰ خوب سننے والا جاننے والا ہے۔

❷ آیات کا شان نزول:۔ ان آیات میں بنی اسرائیل کے ایک واقعہ کو ذکر کر کے اس بات کو واضح کیا جا رہا ہے کہ موت وحیات تقدیر الٰہی کے تابع ہے۔ جنگ وجہاد میں جانا موت کا سبب نہیں ہے اور اسی طرح بزدلی سے جان بچانا موت سے بچنے کا سبب نہیں ہے۔

واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ بنی اسرائیل کی ایک جماعت کسی شہر میں رہتی تھی۔ وہاں کوئی سخت وبا، طاعون وغیرہ پھیلا جس سے گھبرا کر یہ جماعت موت کے ڈر اور خوف سے اس شہر کو چھوڑ کر ایک وسیع میدان میں جا کر مقیم ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے دو فرشتے بھیجے جنہوں نے میدان کے کناروں پر کھڑے ہو کر ایک آواز لگائی جس کے نتیجہ میں سب ہلاک ہو گئے ایک زمانہ دراز کے بعد نبی

Maktaba Tul Ishaat.com Scanned with CamScanner

اسرائیل کے ایک پیغمبر حضرت حزقیل علیہ السلام کا اس جگہ سے گزر ہوا تو انسانی ہڈیاں دیکھ کر حیران و پریشان ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعہ ان کو مکمل واقعہ بتلایا۔ پھر انہوں نے اللہ تعالیٰ سے انکی زندگی کی دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے دوبارہ ان سب لوگوں کو زندہ فرما دیا۔

❷ جملہ مخطوطہ کی ترکیب:۔ "خرج" فعل "واؤ" ذوالحال "من" جارہ "دیارھم" مضاف ومضاف الیہ مل کر مجرور ہو کر متعلق ہوا فعل کے۔ "واؤ" حالیہ "ھم الوف" ممیز تمیز مل کر حال۔ ذوالحال حال ملکر فاعل ہوا فعل کا "حذر الموت" مضاف و مضاف الیہ مل کر مفعول لہ ہوا فعل کا فعل اپنے فاعل و متعلق اور مفعول لہ سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

﴿الورقة الاولیٰ: فی التفسیر﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ۱۴۳۳ھ

السؤال الاول..... اِذْ قَالَتِ امْرَاَتُ عِمْرٰنَ رَبِّ اِنِّیْ نَذَرْتُ لَكَ مَا فِیْ بَطْنِیْ مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّیْ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ فَلَمَّا وَضَعَتْهَا قَالَتْ رَبِّ اِنِّیْ وَضَعْتُهَا اُنْثٰی وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا وَضَعَتْ وَلَیْسَ الذَّكَرُ كَالْاُنْثٰی وَاِنِّیْ سَمَّیْتُهَا مَرْیَمَ وَاِنِّیْ اُعِیْذُهَا بِكَ وَذُرِّیَّتَهَا مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ" (پ۳، ال عمران ۳۵،۳۶)

ترجمی الآیتین ترجمة واضحة من هو عمران و ماهی قصة مریم.

﴿خلاصہ سوال﴾..... اس سوال میں دو امر مطلوب ہیں (۱) آیات کا ترجمہ (۲) حضرت عمران کا تعارف اور حضرت مریم کا قصہ۔

جواب..... ❶ **آیات کا ترجمہ:۔** جب کہا عمران کی بیوی نے کہ اے میرے رب بے شک میں نے نذر مانی تیرے لئے جو کچھ میرے پیٹ میں ہے سب سے آزاد رکھ کر پس تو اسے میری طرف سے قبول کر۔ بے شک تو خوب سننے والا جاننے والا ہے پھر جب اس نے اس کو جنا تو بولی کہ اے میرے رب میں نے تو اس کو لڑکی جنا ہے اور اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا ہے جو کچھ اس نے جنا اور بیٹا نہ ہو اس لڑکی جیسا اور میں نے نام رکھا اس کا مریم اور میں تیری پناہ میں دیتی ہوں اسے اور اس کی اولاد کو شیطان مردود سے۔

❷ **حضرت عمران کا تعارف اور حضرت مریم علیہا السلام کا قصہ:۔** حضرت عمران حضرت مریم علیہا السلام کے والد اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نانا کا نام ہے اور امراۃ عمران حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نانی ہیں۔

واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ سابقہ انبیاء کی شریعت میں عبادت کا ایک طریقہ یہ بھی تھا کہ اپنی اولاد میں سے کسی بچہ کو اللہ تعالیٰ کے لئے خاص کر دیتے تھے اور اس سے کوئی دنیاوی کام اور خدمت نہ لیتے تھے حضرت مریم کی والدہ (امراۃ عمران) نے اسی قاعدہ کے مطابق منت مانی کہ میرے حمل سے بچہ پیدا ہوگا اسے میں بیت المقدس کی خدمت کے لئے وقف کروں گی۔ مگر جب حمل پیدا ہوا تو وہ بچہ کی بجائے بچی تھی تو امراۃ عمران کو اس کا افسوس ہوا اور حسرت و افسوس سے عرض کی کہ اے میرے پروردگار میں نے تو بچی جنی ہے عرض کرنے کا مقصد یہ تھا کہ اس کو میں بیت المقدس کی خدمت کے لئے وقف نہیں کر سکتی کیونکہ یہ عورت ہے اور مسجد کی خدمت مرد کا کام ہے مگر اللہ تعالیٰ نے ان کے اخلاص کی برکت سے اس لڑکی (مریم علیہا السلام) کو ہی قبول کر لیا۔ الغرض حضرت مریم علیہا السلام کی والدہ ان کو لے کر بیت المقدس میں پہنچیں اور وہاں کے مجاورین سے کہا کہ میں نے اس لڑکی کو خاص طور پر اللہ تعالیٰ کے لئے مانا ہے میں اس کو اپنے پاس نہیں رکھ سکتی۔ اس کو آپ لوگ اپنے پاس رکھ لیں۔ حضرت عمران اس مسجد کے امام تھے اور حالت حمل میں ان کی وفات ہو گئی تھی ورنہ وہ منت کے بچہ و بچی کو لینے کے زیادہ مستحق تھے۔ اس مسجد کے مجاورین میں حضرت زکریا علیہ السلام بھی تھے جو حضرت

Scanned with CamScanner

مریم علیہا السلام کے خالو تھے ہر مجاور کی کوشش تھی کہ میں اس کو حاصل کرلوں۔ مگر قرعہ اندازی پر سب لوگ متفق ہو گئے اور قرعہ حضرت زکریا علیہ السلام کے نام نکلا چنانچہ حضرت زکریا علیہ السلام نے حضرت مریم علیہا السلام کو اپنی تربیت میں لے لیا۔ اس طرح حضرت زکریا علیہ السلام نے حضرت مریم علیہا السلام کی پرورش مسجد کے ایک حجرہ میں کی۔

النص القرآنی ..... وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ اَنْ يَّقْتُلَ مُؤْمِنًا اِلَّا خَطَـًٔا ۚ وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَـًٔا فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ وَّدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰٓى اَهْلِهٖٓ اِلَّآ اَنْ يَّصَّدَّقُوْا ۚ فَاِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ عَدُوٍّ لَّكُمْ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ ۚ وَاِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍۭ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ فَدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰٓى اَهْلِهٖ وَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ ۚ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ (پ ۵، نساء ۹۲)

ترجمی الآیة الکریمة. اذکری اقسام القتل. اشرحی الدیة والکفارة المذکورتین فی الآیة.

خلاصۂ سوال ..... اس سوال کا حاصل تین امور ہیں (۱) آیت کا ترجمہ (۲) قتل کی اقسام (۳) دیت و کفارہ کی تفصیل۔

الجواب ..... ❶ آیت کا ترجمہ:۔ اور نہیں ہے جائز کسی مسلمان کے لئے یہ کہ قتل کرے کسی مؤمن کو مگر خطاء اور جس شخص نے قتل کیا کسی مؤمن کو خطاء تو آزاد کرے کسی مسلمان کی گردن اور دیت (خوبہا) سپرد کرے اس کے گھر والوں کی طرف مگر یہ کہ وہ معاف کردے۔ پھر اگر ہو مقتول ایسی قوم میں سے جو تمہاری دشمن ہے اور وہ (مقتول) مسلمان تھا تو آزاد کرے ایک مسلمان کی گردن اور اگر ہو وہ ایسی قوم میں سے کہ تمہارے اور ان کے درمیان عہد ہے تو فدیہ (خوبہا) سپرد کرے اس کے گھر والوں کی طرف اور آزاد کرے ایک مسلمان کی گردن۔ پھر جو شخص نہ پائے (استطاعت نہ ہو) تو دو مہینوں کے مسلسل روزے رکھے۔

❷ قتل کی اقسام:۔ قتل عمد: کسی شخص کو آلۂ قتل سے یا کسی ایسی ہی کارگر چیز سے قصداً قتل کرنا جو تفریق اجزاء میں آلۂ قتل کی مثل ہو (جس سے عام طور پر قتل واقع ہو جاتا ہو) مثلاً تلوار، چھری، بھالا، شکوف، پستول یا کارگر پتھر وغیرہ۔

حکم: اس کا موجب گناہ ہے اور قصاص ہے بشرطیکہ ورثاء معاف کردیں اور اس میں کفارہ نہیں ہے۔

قتل شبہ عمد: کسی کو ایسی چیز سے قصداً قتل کرنا جو نہ آلۂ قتل ہے اور نہ تفریق اعضاء میں اس کی مثل مثلاً بڑا پتھر یا لاٹھی۔

حکم: اس کا موجب گناہ ہے اور اس پر کفارہ اور دیت مغلظہ ہے قصاص نہیں ہے۔

قتل خطاء: اس کی دو قسمیں ہیں۔ ① خطاء فی القصد یہ ہے کہ کسی شخص کو شکار سمجھ کر تیر مار دیا۔

② خطاء فی الفعل یہ ہے کہ کسی شکار کو تیر مارا مگر وہ آدمی کو لگ گیا۔

حکم: اس کی سزا کفارہ اور عاقلہ پر دیت ہے، اس قتل میں گناہ نہیں ہے۔

قتل جاری مجری خطاء: یہ ہے کہ کوئی پہلوان شخص سو رہا تھا اس نے کروٹ لی تو کوئی کمزور شخص یا کوئی بچہ اس کے نیچے آکر مر گیا۔

حکم: اس میں بھی کفارہ اور عاقلہ پر دیت ہے البتہ گناہ نہیں ہے۔

قتل بسبب: کہ کسی نے حاکم کی اجازت کے بغیر غیر کی ملک (زمین) میں کنواں کھودا یا پتھر رکھ دیا اور کوئی شخص کنویں میں گر کر یا پتھر سے ٹکرا کر مر گیا۔ حکم: اس میں بھی فقط عاقلہ پر دیت ہے اور کفارہ واجب نہیں ہے۔

❸ دیت و کفارہ کی تفصیل:۔ اس آیت میں قتل خطاء کے دو حکم بتلائے گئے ہیں۔ پہلا حکم کفارہ کا ہے کہ ایک مسلمان غلام کو آزاد کرے اگر غلام آزاد کرنے کی استطاعت نہ ہو تو مسلسل دو ماہ کے روزے رکھے۔ یہ بارگاہ الٰہی میں قتل اور غلطی کا کفارہ ہے جو

Maktaba Tul Ishaat.com Scanned with CamScanner

کی صورت میں معاف نہ ہوگا دوسرا حکم ورثاء کو فدیہ اور خون بہا دینا ہے یہ ورثاء کا حق ہے یہ حق (فدیہ) ورثاء کے معاف کرنے سے معاف بھی ہو جائے گا۔ پھر ورثاء کی تین صورتیں ہیں ① ورثاء مسلمان ہوں ② ورثاء کافر ہوں مگر ان کے درمیان اور مسلمانوں کے درمیان مصالحت ہو ان دونوں صورتوں میں ورثاء کو فدیہ ادا کرنا لازم ہے ③ ورثاء کافر ہوں اور مسلمانوں سے کوئی مصالحت بھی نہ ہو اس صورت میں ان کو فدیہ کی ادائیگی لازم نہیں ہے۔

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۲۳ھ

السؤال الاول ..... حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيحَةُ وَمَا أَكَلَ السَّبُعُ إِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ وَأَنْ تَسْتَقْسِمُوا بِالْأَزْلَامِ ذَٰلِكُمْ فِسْقٌ الْيَوْمَ يَئِسَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ دِينِكُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِ الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا فَمَنِ اضْطُرَّ فِي مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِإِثْمٍ فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ (پ ۶۔ مائدہ ۳)

ترجمی الآیة الکریمة واشرحی الکلمات المخطوطة لغة وصرفا واصطلاحا. اذکری مفهوم "الآیة "فَمَنِ اضْطُرَّ ..... الخ". متی نزلت الیوم اکملت لکم دینکم؟

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال میں چار امور توجہ طلب ہیں (۱) آیت کا ترجمہ (۲) کلمات مخطوطہ کی لغوی صرفی و اصطلاحی تحقیق (۳) فَمَنِ اضْطُرَّ الخ کا مفہوم (۴) آیت کا وقت نزول۔

الجواب ..... ① آیت کا ترجمہ:۔ حرام ہے تم پر مردہ جانور اور خون اور خنزیر کا گوشت اور وہ جانور کہ (بوقت ذبح) نام لیا گیا ہو اس پر غیر اللہ کا اور وہ جانور جو مر گیا ہو گلا گھونٹنے سے اور چوٹ لگنے سے اور اونچائی سے گر کر اور سینگ مارنے سے اور جس کو کھایا ہو درندے نے (یہ سب حرام ہیں) مگر وہ جس کو تم نے ذبح کر لیا ہو اور (حرام ہے) وہ جانور جو ذبح کیا گیا ہو کسی نصب پر اور (حرام ہے) یہ کہ تقسیم کرو تم جوئے کے تیروں سے یہ فسق (گناہ) ہے آج ناامید ہو گئے کافر لوگ تمہارے دین سے پس نہ ڈرو ان سے اور ڈرو مجھ سے۔ آج پورا کر دیا میں نے تمہارے لئے تمہارا دین اور پورا کر دیا میں نے تم پر اپنا احسان اور پسند کر لیا میں نے تمہارے لئے اسلام کو بطور دین۔ پس جو شخص مجبور ہو جائے بھوک میں کہ نہ مائل ہونے والا ہو گناہ کی طرف تو اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

② کلمات مخطوطہ کی لغوی، صرفی و اصطلاحی تحقیق:۔ "المنخنقة" صیغہ واحد مؤنث اسم فاعل از مصدر انخناق (انفعال) بمعنی گلا گھٹ جانا۔ اس سے مراد وہ جانور جو گلا گھونٹ کر ہلاک کیا گیا۔ یا خود ہی کسی جال وغیرہ میں پھنس کر دم گھٹنے سے مر گیا۔

"المیتة" وہ جانور جو غیر ذبح کے کسی بیماری یا طبعی موت سے مر جائیں مچھلی اور ٹڈی اس حکم سے حدیث کی رو سے خارج ہے۔

"الدم" اس سے مراد بہنے والا خون ہے اسی وجہ سے جگر اور تلی اس حکم سے خارج ہے وہ حلال ہے۔

"لحم الخنزیر" خنزیر (سور) کا گوشت بھی حرام ہے گوشت سے مراد مکمل بدن ہے لہٰذا چربی، پٹھے وغیرہ سب حرام ہیں

"ما أهل لغیر اللہ" وہ جانور جو غیر اللہ کے لئے نامزد کر دیا گیا ہو اور بوقت ذبح غیر اللہ کا نام لیا جائے تو یہ واضح شرک ہے اور بالاتفاق مردار کے حکم میں ہے۔ "الموقوذة" صیغہ واحد مؤنث اسم مفعول از مصدر الوقذ بمعنی ضرب شدید لگانا۔ اس سے مراد وہ جانور جو ضرب شدید مثلاً لاٹھی یا پتھر وغیرہ سے مارا گیا ہو یا تیز کی دھار کے بغیر ضرب شدید سے مر جائے۔

Scanned with CamScanner

"المتردية" صیغہ واحد مؤنث اسم فاعل از مصدر التردي (تفعل) بمعنی پہاڑی یا بلند جگہ سے گرنا۔ اس سے مراد وہ جانور جو کسی پہاڑ، ٹیلہ یا اونچی عمارت سے یا کنویں میں گر کر مر جائے۔

"نطيحة" یہ مفرد ہے اس کی جمع نَطْحَة اور نَطَائِح ہے بمعنی سینگ لگنے سے مرا ہوا جانور۔ اس سے مراد وہ جانور جو کسی ٹکر یا تصادم وغیرہ سے ہلاک ہو جائے مثلاً جانور کے ٹکر مارنے سے یا ریل وغیرہ کی زد میں آ کر ہلاک ہو جائے۔

"مَا أَكَلَ السَّبُعُ" وہ جانور جو کسی درندہ کے چیرنے پھاڑنے سے ہلاک ہو گیا ہو۔

"ذكيتم" صیغہ جمع مذکر حاضر فعل ماضی معروف از مصدر تذكية (تفعیل) بمعنی ذبح کرنا۔

"النصب" یہ مفرد ہے اور اس کی جمع انصاب ہے بمعنی گڑی ہوئی چیز۔ اس سے مراد وہ جانور جو نصب پر ذبح کیا گیا ہو۔ نصب سے مراد وہ پتھر ہیں جو دور جاہلیت میں لوگوں نے بیت اللہ کے گرد کھڑے کیے ہوئے تھے اور ان کی پرستش کرتے تھے اور اپنے جانوروں کے پاس لا کر ذبح کرتے اور اس کو عبادت سمجھتے تھے۔

"تستقسموا" صیغہ جمع مذکر حاضر فعل مضارع معروف از مصدر استقسام (استفعال) بمعنی تقسیم کرنا۔

"الأزلام" یہ جمع ہے اس کا مفرد زلم ہے بمعنی تیر۔ اس سے مراد وہ جانور جس کو تیروں کے ذریعہ تقسیم کیا جائے وہ بھی حرام ہے۔ عرب کی عادت تھی کہ جانور کو برابر حصوں کی بجائے تیروں کے ذریعہ قرعہ اندازی سے تقسیم کرتے۔ تیروں کے حصے مختلف ہوتے تھے کسی تیر والے کو زیادہ، کسی کو کم اور کوئی بالکل محروم رہتا۔ تو فرمایا کہ یہ تمام کے تمام جانور حرام ہیں۔ ان کو کھانا حلال نہیں ہے۔

❷ فَمَنِ اضْطُرَّ الخ کا مطلب:۔ اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ کوئی شخص بھوک کی شدت سے بیتاب ہو جائے اور اس کو موت کا خطرہ لاحق ہو جائے تو وہ اگر مذکورہ حرام جانوروں میں سے کوئی جانور کھالے تو اس کیلئے گناہ نہیں ہے بشرطیکہ پیٹ بھرنا اور لذت حاصل کرنا مقصود نہ ہو بلکہ صرف اتنا کھائے کہ اضطرار کی کیفیت ختم ہو جائے۔ (معارف القرآن)

❸ نزول آیت کا وقت:۔ یہ آیت ہجرت کے دسویں سال حجۃ الوداع کے موقعہ پر یوم عرفہ کو بعد نماز عصر نازل ہوئی۔

السؤال الثالث ..... وَيٰٓاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ فَكُلَا مِنْ حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطٰنُ لِيُبْدِيَ لَهُمَا مَا وٗرِيَ عَنْهُمَا مِنْ سَوْاٰتِهِمَا وَقَالَ مَا نَهٰىكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَا مَلَكَيْنِ اَوْ تَكُوْنَا مِنَ الْخٰلِدِيْنَ ۝ وَقَاسَمَهُمَآ اِنِّيْ لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِيْنَ ۝ (پ ۸، اعراف: ۱۹ تا ۲۱)

ترجمي الآية الكريمة ترجمة سلسلة الذكرى قصة آدم بوضوح ماهي الحكمة في تكرار هذه القصة، حضرت آدم علیہ السلام و حوا علیہا السلام کے ساتھ اس کی گفتگو کس طرح ہوئی نیز بتائیے کہ ابلیس اور تکونا کس باب سے ہیں اور کون سے صیغے ہیں اور تکونا کا نون کیوں حذف ہوا ہے۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال کا حل چھ امور ہیں (۱) آیات کا ترجمہ (۲) حضرت آدم کا قصہ (۳) قصۂ آدم کے تکرار کی حکمت (۴) حضرت آدم علیہ السلام و شیطان میں گفتگو کی کیفیت (۵) مذکورہ صیغوں کی وضاحت (۶) تکونا کے حذف نون کی وجہ۔

الجواب ..... **❶ آیات کا ترجمہ:۔** اے آدم ٹھہرو تو اور تیری بیوی جنت میں پس کھاؤ تم جہاں سے چاہو اور نہ قریب جاؤ اس درخت کے پس ہو جاؤ گے تم گنہگاروں میں سے (نقصان اٹھانے والوں میں سے) پس بہکایا ان کو شیطان نے تا کہ ظاہر کرے ان

Maktaba Tul Ishaat.com Scanned with CamScanner

پردہ چیز جو چھپی ہوئی تھی ان کی شرمگاہوں سے اور کہا کہ نہیں روکا تمہیں تمہارے رب نے اس درخت سے مگر اس لئے کہ ہو جاؤ تم فرشتے یا ہو جاؤ تم ہمیشہ رہنے والے اور قسم اٹھائی ان کے سامنے کہ بے شک میں تمہارا خیر خواہ ہوں۔

❷ حضرت آدم علیہ السلام کا قصہ:۔ جب حضرت آدم علیہ السلام کی فضیلت اور خلیفۃ اللہ بننے کی صلاحیت فرشتوں پر واضح ہو گئی اور انہوں نے سجدہ کر کے اسے تسلیم کر لیا اور ابلیس اپنے تکبر اور معارضہ کی وجہ سے کافر ہو کر نکال دیا گیا تو اس وقت حضرت آدم و حوا علیہما السلام کو حکم ملا کہ تم دونوں جنت میں رہو اس کی نعمتوں سے فائدہ اٹھاؤ مگر فلاں معین درخت کے قریب نہ جانا اس سے مکمل پرہیز کرنا، شیطان جو آدم علیہ السلام کی وجہ سے مردود ہوا تھا اور خار کھائے ہوئے تھا اس نے کسی طرح موقعہ پا کر ان کے سامنے قسمیں کھائیں اور اپنے آپ کو خیر خواہ ظاہر کر کے اور مصلحتیں بتا کر حضرت آدم و حوا علیہما السلام کو اس درخت کے کھانے پر آمادہ کر لیا۔ چنانچہ انہوں نے اس درخت کو کھا لیا۔ اگلی اس لغزش کی وجہ سے ان کو زمین پر اترنے کا حکم ملا کہ جاؤ تم بھی زمین پر اتر جاؤ اور وہاں زندگی بسر کرو اور وہاں کی زندگی جنت کی طرح بے غل و غش نہ ہوگی بلکہ آپس کے اختلافات بھی ہوں گے، دشمنیاں بھی ہوں گی، جس کی وجہ سے زندگی کا لطف پورا نہ ہوگا۔

❸ قصۂ آدم علیہ السلام کے تکرار کی حکمت:۔ قرآن کریم کتاب ہدایت و تربیت ہے کتاب تاریخ نہیں، اس کا انداز مشفقانہ و مربیانہ ہے۔ تاریخانہ نہیں تو جس مقام پر ہدایت کے لئے جتنے واقعہ کی ضرورت تھی اتنا واقعہ ذکر کر دیا گیا لہٰذا تکرار نہیں ہے اور تکرار بھی وہ مخل ہوتا ہے جو بعینہٖ دوبارہ ذکر کیا جائے کہیں بھی بعینہٖ تکرار نہیں ہر جگہ نیا اسلوب، نیا انداز اور جدت ہے۔

❹ حضرت آدم علیہ السلام و شیطان میں گفتگو کی کیفیت:۔ شیطان جنات میں سے ہے اور جنات کو اللہ تعالیٰ نے بہت سے ایسے تصرفات پر قدرت دی ہے جو انسان نہیں کر سکتا ان کو مختلف شکلیں تبدیل کرنے کی بھی قدرت حاصل ہوتی ہے تو ممکن ہے کہ اس نے اپنی قوت جنیہ کے ذریعہ مسمریزم کی صورت میں حضرت آدم و حوا علیہما السلام کے ذہن کو متاثر کیا ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ کسی دوسری شکل مثلاً سانپ وغیرہ کی شکل میں جنت میں داخل ہو گیا ہو اور اسی وجہ سے آدم علیہ السلام کو اس کی دشمنی کا بھی خیال نہ رہا ہو۔

❺ مذکورہ صیغوں کی وضاحت:۔

"یبدی" صیغہ واحد مذکر غائب بحث اثبات فعل مضارع معروف از مصدر الابداء (افعال) بمعنی ظاہر کرنا۔

"تکونا" صیغہ تثنیہ مذکر و مؤنث حاضر بحث اثبات فعل مضارع معروف از مصدر الکون (نصر) بمعنی ہونا۔

❻ تکونا کے حذف نون کی وجہ:۔ "تکونا" اصل میں تکونان تھا ان ناصبہ کی وجہ سے نون تثنیہ گر گیا تو تکونا ہو گیا۔

السوال الثالث ۱۴۳۳ھ

السؤال الاول ..... لَمَسْجِدٌ أُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ أَوَّلِ يَوْمٍ أَحَقُّ أَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ أَنْ يَّتَطَهَّرُوْا وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ ۝ أَفَمَنْ أَسَّسَ بُنْيَانَهٗ عَلٰى تَقْوٰى مِنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٍ خَيْرٌ أَمْ مَّنْ أَسَّسَ بُنْيَانَهٗ عَلٰى شَفَا جُرُفٍ هَارٍ فَانْهَارَ بِهٖ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ (پ ۱۱۔ توبہ: ۱۰۸، ۱۰۹)

ترجمی الآیتین الکریمتین .اذکری قصة المسجدین ومن هم المطهرون.

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال کا خلاصہ تین امور ہیں (۱) آیات کا ترجمہ (۲) مسجدین کا قصہ (۳) مطہرون کی وضاحت

الجواب ..... ❶ آیات کا ترجمہ:۔ نہ کھڑے ہوں آپ ﷺ ان کی مسجد میں کبھی بھی۔ البتہ وہ مسجد کہ بنیاد رکھی گئی ہے اس کی

Scanned with CamScanner

پہلے ہی دن سے پرہیزگاری پر رکھی گئی ہے کہ کھڑے ہوں آپ اس میں، اس میں ایسے لوگ ہیں جو پسند کرتے ہیں اپنے پاک رہنے کو اور اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے پاک رہنے والوں کو۔ بھلا وہ شخص کہ جس نے بنیاد رکھی اپنی عمارت کی اللہ تعالیٰ کے خوف اور اس کی رضامندی پر وہ بہتر ہے یا وہ شخص کہ بنیاد رکھی اس نے اپنی عمارت کی ایک کھائی کے کنارہ پر جو گرنے کو ہے پھر اس کو لے کر گرا جہنم کی آگ میں اور اللہ تعالیٰ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔

❼ **مسجد ضرار کا قصہ:۔** آنحضرت ﷺ جب مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ کی طرف تشریف لے گئے تو اس وقت مدینہ سے باہر بنی عمرو بن عوف کے محلہ میں کچھ دن قیام کیا اور پھر مدینہ منورہ میں تشریف لے گئے اور مدینہ میں آکر مسجد نبوی تعمیر کی اور بنی عمرو بن عوف کے محلہ میں دوران قیام جس جگہ آپ ﷺ نماز پڑھتے تھے وہاں کے لوگوں نے اس جگہ مسجد قباء کے نام سے ایک مسجد تعمیر کی۔ حضور ﷺ ہر ہفتے وہاں جا کر دو رکعت نفل پڑھتے اور اس مسجد کی بڑی فضیلت بیان کرتے مدینہ میں ابو عامر نامی نصرانی راہب تھا جب حضور ﷺ مدینہ تشریف لائے تو اس نے حاضر خدمت ہو کر اسلام پر اعتراضات کئے۔ حضور ﷺ کے جواب پر اسے اطمینان نہ ہوا اور اس نے کہا کہ ہم میں سے جو جھوٹا ہو وہ مردود ہو کر اپنے عزیز و اقارب سے دور ہو کر مرے اور کہا کہ جو لشکر بھی آپ کے مقابلہ میں آئے گا میں اس کی مدد کروں گا۔ چنانچہ غزوہ حنین تک تمام غزوات میں مسلمانوں کے خلاف قتال میں شرکت کی جب ہوازن کا بڑا قبیلہ بھی شکست کھا گیا تو مایوس ہو کر ملک شام بھاگ گیا اور اپنے احباب و اقارب سے دور ہو کر ملک شام میں ہی مردود ہو کر مرا۔

اسی ابو عامر راہب نے سازش کے تحت منافقین مدینہ کو خط لکھا کہ میں کوشش کر رہا ہوں کہ قیصر مدینہ پر چڑھائی کرے اور تمہاری بھی اندرونی طور پر کوئی طاقت ہونی چاہئے جو مسلمانوں پر حملہ کے وقت قیصر کی مدد کرے۔ اس کی صورت یہ ہے کہ تم مدینہ میں ایک مکان بناؤ اور اسے مسجد ظاہر کرو تاکہ مسلمانوں کو کوئی شک نہ ہو اور اس میں اپنے لوگوں کو جمع کرو اور جس قدر ممکن ہو اس میں اسلحہ اور سازوسامان جمع کرو۔

چنانچہ منافقین نے اس کے مشورہ پر مدینہ طیبہ کے محلہ قباء میں مسجد قباء کے مقابلہ میں ایک مسجد کی بنیاد رکھی اور مسلمانوں کو دھوکہ فریب میں رکھنے کے لئے ارادہ کیا کہ حضور ﷺ سے ایک نماز بھی اس مسجد میں پڑھوا دیں تاکہ سب مسلمان مطمئن ہو جائیں کہ یہ بھی ایک مسجد ہے۔ چنانچہ ان کا ایک وفد حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ قباء کی موجودہ مسجد بہت سے لوگوں سے دور ہے ضعیف و بیمار آدمیوں کے لئے وہاں پہنچنا مشکل ہے اور مسجد ویسے بھی پوری بستی کے لئے تنگ ہے تو ہم نے ضعفاء کے لئے ایک دوسری مسجد بنائی ہے آپ ﷺ برکت کے لئے اس میں ایک نماز پڑھ دیں۔

آنحضرت ﷺ اس وقت غزوہ تبوک کی تیاری میں تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جنگ سے واپسی پر ہم اس میں نماز پڑھیں گے۔ پھر جب غزوہ تبوک سے واپسی ہو رہی تھی تو اس دوران یہ آیات کریمہ نازل ہوئیں جن میں منافقین کی سازش کا ذکر ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے سفر سے واپسی پر چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھیجا جنہوں نے جا کر اس مسجد کا انہدام کر دیا۔ اس مسجد کو قرآن کریم میں مسجد ضرار سے تعبیر کیا گیا ہے۔

❽ **مطہرون کی وضاحت:۔** طہارت کے مفہوم میں عموم ہے۔ ظاہری نجاسات و گندگیوں سے پاک ہونا اور باطنی نجاسات معاصی اخلاق رذیلہ وغیرہ سے پاک ہونا دونوں اس میں داخل ہیں کہ اللہ تعالیٰ ظاہری و باطنی نجاسات سے پاک شخص سے محبت رکھتے ہیں اور جملہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس صفت کے ساتھ بدرجۂ اتم متصف و متزین تھے اور بظاہر اس سے مراد قباء کے مسلمان ہیں جو استنجاء کیلئے پانی کا استعمال کرتے تھے، اگلی مدح میں یہ آیات نازل ہوئی ہیں وہی اس سے مراد ہیں۔

Maktaba Tul Ishaat.com Scanned with CamScanner

السؤال الثالث ..... وَاتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا الشَّيٰطِيْنُ عَلٰى مُلْكِ سُلَيْمٰنَ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ وَمَآ اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَمَارُوْتَ وَمَا يُعَلِّمٰنِ مِنْ اَحَدٍ حَتّٰى يَقُوْلَآ اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ فَيَتَعَلَّمُوْنَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُوْنَ بِهٖ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهٖ وَمَا هُمْ بِضَآرِّيْنَ بِهٖ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ وَيَتَعَلَّمُوْنَ مَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَلَقَدْ عَلِمُوْا لَمَنِ اشْتَرٰىهُ مَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ وَلَبِئْسَ مَا شَرَوْا بِهٖٓ اَنْفُسَهُمْ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ (پ ۱، بقرہ ۱۰۲)

آیت کریمہ کا سلیس ترجمہ کریں، شانِ نزول تحریر کریں، سحر کا حکم واضح کریں۔ نیز ط کثیرہ الفاظ کی لغوی وصرفی تحقیق کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال میں چار امور توجہ طلب ہیں (۱) آیت کا ترجمہ (۲) آیت کا شانِ نزول (۳) سحر کا حکم (۴) الفاظ مخطوط کی لغوی وصرفی تحقیق۔

الجواب ..... ❶ آیت کا ترجمہ:۔ اور اتباع کی انہوں نے اس علم کی جو پڑھتے تھے شیاطین سلیمان علیہ السلام کی بادشاہت کے وقت اور نہیں کفر کیا سلیمان علیہ السلام نے اور لیکن کفر کیا شیاطین نے کہ وہ سکھلاتے تھے لوگوں کو جادو اور (اتباع کی انہوں نے) اس علم کی جو نازل کیا گیا دو فرشتوں پر بابل شہر میں۔ یعنی ہاروت وماروت پر اور نہیں سکھلاتے تھے وہ دونوں فرشتے کسی کو یہاں تک کہ کہہ دیتے وہ کہ بیشک ہم آزمائش ہیں۔ پس تو کافر مت ہو پھر سیکھتے لوگ ان فرشتوں سے وہ (جادو) کہ جدائی ڈالتے وہ اس کے ذریعہ مرد اور اس کی بیوی کے درمیان اور وہ نہیں نقصان پہنچا سکتے تھے اس کے ذریعہ کسی کو مگر اللہ تعالیٰ کے حکم سے اور سیکھتے لوگ وہ چیز جو نقصان پہنچائے ان کو اور نہ نفع پہنچائے ان کو اور البتہ تحقیق وہ جان چکے ہیں کہ جس شخص نے اختیار کیا اس (جادو) کو نہیں ہے اس کے لئے آخرت میں کوئی حصہ اور البتہ بہت بُری ہے وہ چیز کہ بیچا انہوں نے اس کے بدلے میں اپنے نفسوں کو اگر وہ جانتے ہوتے۔

❷ آیت کا شانِ نزول:۔ ایک زمانہ میں بابل اور اس کے آس پاس کے علاقوں میں جادوگری کا بہت زیادہ رواج اور چرچا تھا حتیٰ کہ لوگوں نے جادوگروں کے مقابلہ میں انبیاء کرام علیہم السلام اور ان کی تعلیمات کو بھی چھوڑ دیا تھا۔ اور بہت سے انہی لایعنی مشاغل میں منہمک ہو گئے تھے اور اللہ تعالیٰ نے انکی اصلاح کیلئے ہاروت وماروت نامی دو فرشتے باقاعدہ اس کام کے لئے مقرر کئے اور انہوں نے بابل کو اپنا مرکز بنایا اور اپنا کام اس طرح شروع کیا کہ سحر کے اصول وفروع اچھی طرح ظاہر کر کے لوگوں کو اس سے بچنے اور جادوگروں سے پرہیز وتنفر کی تلقین کرنے لگے۔ اس مقصد کیلئے لوگ آتے اور اس بدعملی وبداعتقادی سے بچنے کیلئے انکے اصول وفروع سیکھنے کی درخواست کرتے، پھر یہ فرشتے ان کو آگاہ کر دیتے کہ ہم اور ہماری آمد اللہ تعالیٰ کی طرف سے آزمائش ہے کہ کون سحر کی تعلیم حاصل کر کے اسکی آفات وشرور سے بچتا ہے اور کون شیاطین وغیر اللہ سے مدد طلب کر کے اپنا ایمان اور آخرت برباد کرتا ہے اس تنبیہ کے ساتھ وہ اپنا اطمینان کر کے لوگوں میں تعلیم جاری کرتے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانہ میں چونکہ اسی سحر کا چرچا تھا، شیاطین آسمانی باتیں چوری کر کے ساحروں کو بتلاتے اور وہ ان کو باقاعدہ مدون ومرتب کر لیا کرتے تھے۔ اس طرح لوگوں میں یہ بات مشہور ہو گئی کہ جنات غیب کی باتیں جانتے ہیں۔ تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے ان کتابوں کو جمع کر کے دفن کر دیا تھا تاکہ لوگوں کے عقائد خراب نہ ہوں۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کی وفات کے بعد شیاطین نے پھر لوگوں کی ان کتابوں کی طرف رہنمائی کی اور انہوں نے ان کتابوں کو نکالا تو اس میں سحر تھا اس کی وجہ سے مشہور ہو گیا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام اسی سحر کی بنیاد پر حکومت کرتے تھے لوگوں کے اسی نظریہ کو ختم کرنے کے لئے فرشتوں کا نزول ہوا تھا۔

Scanned with CamScanner

حضرت سلیمان علیہ السلام کو یہود ساحر سمجھتے تھے اور ان کی سلطنت کی بنیاد بھی اسی سحر کو قرار دیتے تھے۔ جب آپ ﷺ لوگوں کے سامنے حضرت سلیمان علیہ السلام کا ذکر کرتے تو لوگ کہتے کہ محمد ﷺ کو دیکھو کہ سلیمان علیہ السلام کو بھی انبیاء علیہم السلام میں شمار کر رہا ہے۔ حالانکہ وہ تو ساحر اور جادوگر تھے تو اللہ تعالیٰ نے یہود کے نظریہ کی تردید اور حضرت سلیمان کی براءت کے لئے یہ آیات نازل فرمائیں۔

❷ **سحر کا حکم:۔** جس سحر میں کوئی کفریہ عمل اختیار کیا گیا ہو جیسے شیاطین سے مدد طلب کرنا یا ستاروں کی تاثیر کو مستقل ماننا وغیرہ یہ سحر بالاجماع کفر ہے اور جس میں افعال کفر نہ ہوں مگر معاصی کا ارتکاب ہو وہ گناہ کبیرہ ہے اور اگر سحر میں صرف مباح اور جائز امور سے کام لیا جائے اور کسی ناجائز مقصد کے لئے استعمال نہ کیا جائے تو پھر جائز ہے اور اگر قرآنی کلمات اور احادیث وغیرہ سے کام لیا جائے مگر ناجائز مقصد کے لئے ہو تب بھی ناجائز ہے۔

❸ **الفاظ مخلوط کی لغوی وصرفی تحقیق:۔** "بابل" دریا فرات کے کنارے پر واقع مشہور شہر ہے۔

"اِتَّبَعُوْا" صیغہ جمع مذکر غائب ماضی معروف از مصدر اِتِّبَاعٌ (افتعال) بمعنی پیروی کرنا۔

"تَتْلُوْ" صیغہ واحد مؤنث غائب مضارع معروف از مصدر تِلَاوَةٌ (نصر) بمعنی پڑھنا۔

"ھاروت وماروت" دو فرشتوں کے نام ہیں جو سحر کی تعلیم کے لئے زمین پر اتارے گئے تھے۔

"بِضَآرِّیْنَ" صیغہ جمع مذکر اسم فاعل از مصدر ضَرٌّ (نصر) بمعنی نقصان پہنچانا۔

"بِئْسَ" فعل از افعال ذم ہے اور جامد ہے مذمت کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

"شَرَوْا" صیغہ جمع مذکر غائب بحث ماضی معروف از مصدر شِرَاءٌ (ضرب) بمعنی خرید وفروخت کرنا۔

﴿الورقة الاولیٰ: فی التفسیر﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ۱۴۲۴ھ

السؤال الاول ..... يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ ۭ قُلْ فِيْهِمَآ اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ ۡ وَاِثْمُهُمَآ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا ۭ وَيَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ۬ قُلِ الْعَفْوَ ۭ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ ۙ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۭ وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْيَتٰمٰى ۭ قُلْ اِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ ۭ وَاِنْ تُخَالِطُوْهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ ۭ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ ۭ وَلَوْ شَاۗءَ اللّٰهُ لَاَعْنَتَكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝ (پ۲۔ بقرہ ۲۱۹،۲۲۰)

آیات کریمہ کا سلیس ترجمہ کریں، حرمت خمر کی تفصیل لکھیں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال میں دو امر حل طلب ہیں (۱) آیات کا ترجمہ (۲) حرمت خمر کی تفصیل۔

جواب ..... ❶ **آیات کا ترجمہ:۔** لوگ پوچھتے ہیں آپ ﷺ سے شراب اور جوے کے حکم کے بارے میں کہہ دیجئے کہ ان میں بڑا گناہ ہے اور کچھ فوائد بھی ہیں لوگوں کے لئے اور ان کا گناہ بہت بڑا ہے ان کے فائدے سے اور پوچھتے ہیں وہ آپ ﷺ سے کہ کیا خرچ کریں کہہ دیجئے کہ جو بچے اپنے خرچ سے، اسی طرح بیان کرتا ہے اللہ تعالیٰ تمہارے لئے احکام تاکہ تم غور وفکر کرو دنیا آخرت کی باتوں میں اور پوچھتے ہیں وہ آپ ﷺ سے یتیموں کا حکم کہہ دیجئے کہ ان کا (معاملہ وکام) سنوارنا بہتر ہے اور اگر خلط کرلو (ملالو) ان کا خرچ تو وہ تمہارے بھائی ہیں اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے (معاملہ کو) سنوارنے والے اور خراب کرنے والے کو اور اگر اللہ چاہتا تو تم کو مشقت میں ڈال دیتا بے شک اللہ تعالیٰ زبردست ہے حکمت والا ہے۔

Maktaba Tul Ishaat.com Scanned with CamScanner

❼ حرمت خمر کی تفصیل:۔ حرمت خمر کے متعلق تدریجی طور پر چار آیات قرآنی نازل ہوئیں سب سے پہلی آیت یہی نازل ہوئی اس میں شراب کے فوائد اور اسکے گناہ و مفاسد کا ذکر کیا گیا ہے۔ اسکے بعد آیت کریمہ "لاتقربوا الصلوٰۃ وانتم سکاری" نازل ہوئی کہ خاص طور پر اوقات نماز میں شراب استعمال نہ کرو اس کے علاوہ بقیہ اوقات میں اجازت ہے۔ اس کے بعد سورۃ مائدہ کی دو آیات "یا ایھا الذین آمنوا انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس" اور "انما یرید الشیطٰن ان یوقع بینکم العداوۃ والبغضاء فی الخمر والمیسر الخ" نازل ہوئیں، ان میں صاف اور قطعی طور پر شراب کو حرام اور ممنوع قرار دے دیا گیا۔

ایک حدیث میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ شراب اور ایمان جمع نہیں ہو سکتے اور ایک روایت میں شراب کی وجہ سے دس شخصوں پر لعنت فرمائی ① نچوڑنے والا ② بنانے والا ③ پینے والا ④ پلانے والا ⑤ لاد کر لانے والا ⑥ جس کیلئے لائی جائے ⑦ بیچنے والا ⑧ خریدنے والا ⑨ ہبہ کرنے والا ⑩ اس کی آمدنی کھانے والا۔

حرمت کی تفصیل یہ ہے کہ چار قسم کی شرابیں بالکل حرام ہیں۔ ① خمر انگور کا کچا پانی جب وہ گاڑھا ہو کر جھاگ پھینکنے لگے اور جوش مار کر ابلنے لگے اور نشہ آور ہو جائے۔ ② عصیر انگور کا پانی اتنا پکایا جائے کہ دو تہائی سے کم جل جائے اور نشہ آور ہو جائے ③ نقیع التمر پختہ تر کھجور کا کچا پانی جب جوش مار کر گاڑھا اور نشہ آور ہو جائے۔ ④ نقیع الزبیب خشک انگور یعنی کشمش کو پانی میں بھگویا جائے یہاں تک کہ جوش مار کر گاڑھا اور نشہ آور ہو جائے۔

ان میں اول کی حرمت قطعی اور بقیہ کی حرمت اجتہادی ہے اور ان کی معمولی مقدار بھی حرام ہے۔ ان کے علاوہ بقیہ جتنی بھی خمر کی اقسام ہیں ان سب کی معمولی مقدار تو حرام نہیں ہے البتہ اتنی مقدار استعمال کرنا جو نشہ آور ہو وہ حرام ہے۔

السؤال الثالث ..... اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰٓى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَىَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَجَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ثُمَّ اِلَىَّ مَرْجِعُكُمْ فَاَحْكُمُ بَيْنَكُمْ فِيْمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ (پ ۳ آل عمران: ۵۵)

آیت کریمہ کا ترجمہ کریں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات کے بارے میں اہلسنت کا عقیدہ تفصیل سے تحریر کریں، آیت میں انی متوفیک کا جملہ وفات پر دلالت کر رہا ہے تو پھر حیات عیسیٰ علیہ السلام کا عقیدہ کیوں درست ہوگا؟ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کئے گئے پانچ وعدے بالترتیب ذکر کریں، اسی جملہ کی نحوی ترکیب بھی لکھیں۔ نیز خط کشیدہ الفاظ کی لغوی و صرفی تحقیق بھی تحریر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال کا حاصل چھ امور ہیں (۱) آیت کا ترجمہ (۲) اہلسنت کا عقیدۂ حیات عیسیٰ علیہ السلام (۳) انی متوفیک کا مطلب (۴) انی متوفیک کی ترکیب (۵) حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کئے گئے پانچ وعدوں کی تفصیل (۶) الفاظ مخطوطہ کی لغوی و صرفی تحقیق۔

الجواب ..... ❶ آیت کا ترجمہ:۔ اور (یاد کریں اس وقت کو) جب کہا اللہ تعالیٰ نے کہ اے عیسیٰ علیہ السلام! میں لے لوں گا تجھ کو اور اٹھا لوں گا تجھ کو اپنی طرف اور پاک کر دوں گا تجھ کو کافروں سے اور غالب رکھوں گا تیری اتباع کرنے والوں کو کافروں پر قیامت کے دن تک پھر میری ہی طرف تمہارا لوٹنا ہے پھر فیصلہ کروں گا میں تمہارے درمیان اس چیز کا جسکے بارے میں تم اختلاف کرتے ہو۔

❷ اہلسنت والجماعت کا عقیدۂ حیات عیسیٰ علیہ السلام:۔ ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سولی پر چڑھائے گئے اور پھر دفن کر دیئے گئے۔ دوبارہ زندہ ہوئے اور آسمانوں کی طرف اٹھائے گئے۔

عیسائیوں کا کہنا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سولی پر بھی چڑھائے گئے دفن بھی کئے گئے اور پھر زندہ ہو کر آسمانوں پر بھی چلے گئے۔

Scanned with CamScanner

اہلسنت والجماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نہ سولی پر چڑھائے گئے، نہ دفن کئے گئے بلکہ زندہ ہی آسمانوں پر اٹھائے گئے ہیں اور قرب قیامت میں نازل ہوں گے اور شریعت محمدیہ ﷺ کی پاسداری اور پیروی کریں گے کیونکہ سابقہ تمام شریعتیں ختم ہو چکی ہیں اب قیامت تک شریعت محمدیہ ﷺ باقی ہے۔

اہلسنت والجماعت کی پہلی دلیل آیت کریمہ "وماقتلوه وماصلبوه ولكن شبه لهم" ہے۔

دوسری دلیل آیت کریمہ "وماقتلوه يقينابل رفعه الله اليه" ہے۔

اسکے علاوہ متعدد احادیث سے بھی ثابت ہے مثلاً "ان عيسى لم يمت وانه راجع اليكم قبل يوم القيامة"۔

اسی طرح ایک حدیث میں ہے "بانه سينزل ويقتل الدجال ثم انه تعالى يتوفاه بعد ذلك ---- لاتقوم الساعة حتى ينزل عيسى بن مريم حكما مقسطا واماما عادلا فيكسر الصليب ويقتل الخنزير ويلتئم المال حتى لايقبله احد۔ اسی طرح اجماع امت سے بھی آپ علیہ السلام کی حیات ثابت ہے۔

❻ **انی متوفیك کا مطلب:-** مُتَوَفِّي، تَوَفّي مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ ہے اور تَوَفّي کا معنی پورا پورا لینا اور وصول کرنا ہے اور موت پر وفات کا اطلاق کنایہ ہے کیونکہ موت کے وقت انسان اپنی اجل مقدر پوری کر لیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی روح اس سے پوری پوری وصول کر لی جاتی ہے۔ توفی یہاں پر حقیقی معنی میں مستعمل ہے اور وہ حقیقی معنی روح مع الجسم پورا پورا وصول کرنا ہے اور اہلسنت والجماعت کا عقیدہ بھی یہی ہے کہ باری تعالیٰ نے آپ کو روح مع الجسم پورا پورا اور پرا اٹھالیا ہے لہٰذا کوئی اشکال نہیں ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے متوفیك وفات (موت) والے معنی میں ہی مستعمل ہے مگر آیت میں تقدیم و تاخیر ہے کہ تقدیرا رافعك پہلے اور متوفیك بعد میں ہے یعنی اللہ تعالیٰ پہلے عیسیٰ کو آسمان پر اٹھالیں گے پھر دنیا میں نزول ہوگا پھر وفات متعارف (موت) طاری ہوگی لہٰذا کوئی اشکال نہیں ہے۔

❼ **انی متوفیك کی ترکیب:-** "ان" حرف مشبہ بالفعل "ی" ضمیر متکلم اس کا اسم "متوفیك" صیغہ اسم فاعل اس میں ضمیر اس کا فاعل "ك" ضمیر خطاب مفعول بہ، اسم فاعل اپنے فاعل و مفعول بہ سے مل کر شبہ جملہ ہو کر ان کی خبر، ان اپنے اسم و خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

❽ **حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کئے گئے پانچ وعدوں کی تفصیل:-** اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ سے پانچ وعدے کئے ہیں ان میں سے کچھ پورے ہو گئے اور کچھ کا پورا ہونا ابھی باقی ہے۔

پہلا وعدہ: یہ ہے کہ ان کی موت یہود کے ہاتھوں نہیں ہوگی وقت موعود پر قرب قیامت طبعی موت واقع ہوگی۔

دوسرا وعدہ: فی الحال عالم بالا کی طرف اٹھانے کا تھا یہ وعدہ اسی وقت پورا کر دیا گیا۔

تیسرا وعدہ: ان کو دشمنوں کی تہمتوں سے پاک کرنے کا تھا اور یہ وعدہ آنحضرت ﷺ کے تشریف لانے پر پورا ہوا کہ آپ ﷺ نے یہود کے تمام الزامات کو بذریعہ آیات قرآنی صاف کر دیا۔

چوتھا وعدہ: آپ کے متبعین کو منکرین پر قیامت تک غالب رکھنے کا تھا یہ وعدہ بھی پورا ہوا، کیونکہ یہاں اتباع سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کا اعتقاد و اقرار مراد ہے اور اس اتباع میں نصاریٰ و مسلمان سب داخل ہیں اور نصاریٰ و مسلمانوں کو یہود کے

Maktaba Tul Ishaat.com Scanned with CamScanner

مقابلہ میں ہمیشہ غلبہ حاصل رہا اور یقیناً قیامت تک یہ غلبہ حاصل رہے گا۔ پانچواں وعدہ قیامت کے دن ان تمام مذہبی اختلافات کے درمیان فیصلہ کرنے کا تھا اور یہ وعدہ اپنے وقت پر ضرور پورا ہوگا۔ (معارف القرآن ص ۶۰۷ ج ۲)

① الفاظ مخطوط کی لغوی وصرفی تحقیق:۔ "مُتَوَفِّيْكَ" صیغہ واحد مذکر اسم فاعل از مصدر تَوَفِّيًا (تفعل) بمعنی پورا پورا وصول کرنا۔

"رَافِعُ" صیغہ واحد مذکر اسم فاعل از مصدر اَلرَّفْعُ (فتح) اٹھانا، بلند کرنا۔

"مُطَهِّرُكَ" صیغہ واحد مذکر اسم فاعل از مصدر تطہیر (تفعیل) بمعنی پاک کرنا۔

"جَاعِلُ" صیغہ واحد مذکر اسم فاعل از مصدر جَعْل (فتح) بمعنی کرنا، بنانا۔

"اِتَّبَعُوْكَ" صیغہ جمع مذکر غائب ماضی معروف از مصدر اِتِّبَاع (افتعال) بمعنی پیروی کرنا، نقش قدم پر چلنا۔

"فَاَحْكُمُ" صیغہ واحد متکلم مضارع معروف از مصدر حُكْم (نصر) بمعنی فیصلہ کرنا۔

"تَخْتَلِفُوْنَ" صیغہ جمع مذکر حاضر مضارع معروف از مصدر اختلاف (افتعال) بمعنی اختلاف کرنا۔

﴿السوال الثاني﴾ ۱۴۳۴ھ

السؤال الاول ..... وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ ابْنَيْ اٰدَمَ بِالْحَقِّ ۘ اِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْ اَحَدِهِمَا وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الْاٰخَرِ ۭ قَالَ لَاَقْتُلَنَّكَ ۭ قَالَ اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ ۝ لَىِٕنْۢ بَسَطْتَّ اِلَيَّ يَدَكَ لِتَقْتُلَنِيْ مَآ اَنَا بِبَاسِطٍ يَّدِيَ اِلَيْكَ لِاَقْتُلَكَ ۚ اِنِّىْٓ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ (پ ۶ ۔ المائدہ ۲۷، ۲۸)

ترجمہ کریں، اتل، اخاف کی اصل وتعلیل کریں، تقبل، بسطت کون سے صیغے ہیں اور کس باب سے ہیں، خط کشیدہ جملہ کی ترکیب کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال کا حل چار امور ہیں (۱) آیات کا ترجمہ (۲) اتل، اخاف کی اصل وتعلیل (۳) تقبل، بسطت کے صیغہ وباب کی وضاحت (۴) جملہ مخطوط کی ترکیب۔

جواب ..... ① آیات کا ترجمہ:۔ اور سنا میں آپ ﷺ ان کو آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں کا سچا حال جب نیاز کی (صدقہ کیا) دونوں نے کچھ نیاز پس قبول کر لی گئی ایک کی طرف سے اور نہ قبول کی گئی دوسرے کی طرف سے۔ کہا اس نے کہ میں تجھ کو مار ڈالوں گا۔ کہا اس نے کہ اللہ تعالیٰ صرف پرہیزگاروں سے قبول کرتا ہے۔ اگر تو اپنا ہاتھ پھیلائے گا (بڑھائے گا) میری طرف تا کہ مجھے مار ڈالے (تو بھی) میں اپنا ہاتھ نہ پھیلاؤں گا تیری طرف تا کہ تجھے مار ڈالوں۔ بے شک میں ڈرتا ہوں اللہ تعالیٰ سے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔

② اخاف واتل کی اصل وتعلیل:۔ "اَخَافُ" اصل میں اَخْوَفُ تھا واؤ متحرک ماقبل ساکن تھا واؤ کی حرکت ماقبل کو دے دی پھر واؤ ساکن کو ماقبل کی حرکت کے مطابق حرف علت الف سے بدل دیا اَخَافُ ہو گیا۔

اَتْلُ اصل میں اَتْلُوْ تھا واؤ ساکن فعل کا لام کلمہ واقع ہوئی تو حالت جزمی (امر کا آخر) کی وجہ سے گر گئی اَتْلُ ہو گیا۔

③ تقبل، بسطت کے صیغہ وباب کی وضاحت:۔

تُقُبِّلَ صیغہ واحد مذکر غائب بحث اثبات فعل ماضی مجہول از باب تفعل از مصدر تقبل بمعنی قبول کرنا۔

بَسَطْتَ صیغہ واحد مذکر حاضر بحث اثبات فعل ماضی معلوم از باب نصر از مصدر بسط بمعنی پھیلانا۔

④ جملہ مخطوط کی ترکیب:۔ "اِنِّیْ" حرف مشبہ بالفعل "ی" ضمیر متکلم اس کا اسم "اخاف" فعل وفاعل "اللہ" موصوف "رب"

Scanned with CamScanner

العالمین" مضاف ومضاف الیہ مل کر صفت، موصوف صفت مل کر مفعول بہ، فعل اپنے فاعل ومفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر خبر ان اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

السوال الثانی ..... وَلَمَّا جَآءَ مُوْسٰى لِمِيْقَاتِنَا وَكَلَّمَهٗ رَبُّهٗ قَالَ رَبِّ اَرِنِيْٓ اَنْظُرْ اِلَيْكَ قَالَ لَنْ تَرٰىنِيْ وَلٰكِنِ انْظُرْ اِلَى الْجَبَلِ فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهٗ فَسَوْفَ تَرٰىنِيْ فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّخَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا فَلَمَّآ اَفَاقَ قَالَ سُبْحٰنَكَ تُبْتُ اِلَيْكَ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِيْنَ" (پ ۹، الاعراف ۱۴۳)

آیت کریمہ کا واضح ترجمہ کریں، بتائیں کہ رویت باری تعالیٰ کے بارے میں اہلسنت والجماعت کا کیا عقیدہ ہے۔ خرّ موسیٰ صعقا کی ترکیب نحوی کریں۔ آیت میں دوجگہ انظر آیا اس کے مجزوم ہونے کی وجہ بتائیں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال میں چار امور حل طلب ہیں (۱) آیت کا ترجمہ (۲) اہلسنت والجماعت کا عقیدہ رویت باری تعالیٰ (۳) خرّ موسیٰ صعقا کی ترکیب (۴) انظر کے مجزوم ہونے کی وجہ۔

الجواب ..... ❶ **آیت کا ترجمہ:۔** اور جب پہنچے موسیٰ علیہ السلام ہمارے وعدہ پر اور کلام کیا ان سے ان کے رب نے، کہا موسیٰ علیہ السلام نے کہ اے میرے رب تو دکھا مجھ کو کہ دیکھوں میں تجھ کو، فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ ہرگز تو مجھ کو نہ دیکھ سکے گا اور لیکن دیکھ تو پہاڑ کی طرف پس اگر وہ ٹھہرا رہا اپنی جگہ پر تو تو مجھ کو دیکھ لے گا پھر جب تجلی ڈالی اس کے رب نے پہاڑ پر تو کر دیا اس کو ریزہ ریزہ اور گر پڑے موسیٰ علیہ السلام بے ہوش ہو کر پھر جب ہوش آیا تو بولے کہ اے میرے پروردگار تیری ذات پاک ہے میں نے توبہ کی تیری طرف اور میں سب سے پہلے یقین کرنے والا ہوں۔

❷ **اہلسنت والجماعت کا عقیدہ رویت باری تعالیٰ:۔** جمہور اہلسنت والجماعت کا مذہب وعقیدہ یہ ہے کہ دنیا میں اللہ تعالیٰ کا دیدار عقلاً وشرعاً ممکن ہے مگر ممتنع الوقوع ہے جیسا کہ اسی آیت میں ہے لن ترانی" اور حدیث مسلم میں ہے لن یری احد منکم ربہ حتی یموت" یعنی تم میں سے کوئی شخص مرنے سے پہلے اپنے رب کو نہیں دیکھ سکتا۔

باقی شب معراج میں حضور ﷺ کی جو رویت باری تعالیٰ نصیب ہوئی اس کا جواب یہ ہے کہ عالم دنیا میں تو رویت باری تعالیٰ ممتنع ہے مگر شب معراج میں آپ عالم دنیا سے نکل کر سات آسمانوں سے اوپر جا چکے تھے اور آپ ﷺ کو جنت ودوزخ اور دیگر آیات قدرت کے مشاہدہ کیلئے ہی خصوصی طور پر امتیازی حیثیت سے وہاں بلایا گیا تھا۔ اسی وجہ سے ممکن ہے کہ آپ ﷺ میں رویت باری کی قوت اور ہمت بخش دی گئی ہو جس سے آپ ﷺ نے زیارت کی ہو۔

باقی رویت باری تعالیٰ کا مسئلہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے دور سے ہی مختلف فیہ ہے اس وجہ سے اکثر علماء نے سکوت وتوقف کا حکم دیا ہے اور یہی بہتر ہے

❸ **خرّ موسیٰ صعقا کی ترکیب:۔** "خرّ" فعل موسیٰ فاعل "صعقا" حال، ذوالحال حال مل کر فاعل فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

❹ **انظر کے مجزوم ہونے کی وجہ:۔** "انظر" اول فعل مضارع متکلم کا صیغہ ہے اور جواب امر ہونے کی وجہ سے مجزوم ہے اور انظر ثانی خود امر ہونے کی وجہ سے آخر میں مجزوم ہے۔

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۳۴ھ

السوال الاول ..... يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوْا وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ مَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ

Maktaba Tul Ishaat.com Scanned with CamScanner

قُلْ لَّوْ كُنْتُمْ تَمْلِكُوْنَ خَزَآئِنَ رَحْمَةِ رَبِّيْۤ اِذًا لَّاَمْسَكْتُمْ خَشْيَةَ الْاِنْفَاقِ ؕ وَكَانَ الْاِنْسَانُ قَتُوْرًا ۝ (پ ۱۵، بنی اسرائیل، ۱۰۰)

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى تِسْعَ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ فَسْـَٔلْ بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ اِذْ جَآءَهُمْ فَقَالَ لَهٗ فِرْعَوْنُ اِنِّيْ لَاَظُنُّكَ يٰمُوْسٰى مَسْحُوْرًا ۝ (پ ۱۵، بنی اسرائیل، ۱۰۱)

مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَاۤ اَوْ مِثْلِهَا ؕ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ (پ ۱، بقرہ، ۱۰۶)

آیات کا ترجمہ اور ثابت شدہ مسائل کی تشریح کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال کا حاصل دو امور ہیں (۱) آیات کا ترجمہ (۲) مسائل کی تشریح۔

جواب ..... ❶ **آیات کا ترجمہ:** اے ایمان والو! تم نہ کہو "راعنا" اور تم کہو "انظرنا" اور تم سنتے رہو اور کافروں کے لئے دردناک عذاب ہے۔ نہیں پسند کرتے کافر لوگ اہل کتاب میں سے اور مشرکین میں سے اس بات کو کہ اترے تم پر کوئی خیر (بھلائی، نیک بات) تمہارے پروردگار کی طرف سے اور اللہ تعالیٰ خاص کرتا ہے اپنی رحمت کے ساتھ جس کو چاہتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے جو منسوخ کرتے ہیں ہم کوئی آیت یا بھلا دیتے ہیں ہم اس کو تو بھیج دیتے ہیں ہم اس سے بہتر یا اس کی مثل کیا تجھے معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

❷ **مسائل کی تشریح:** پہلی آیت کریمہ میں مسلمانوں کو حضور علیہ السلام کے سامنے لفظ راعنا کی بجائے لفظ انظرنا کے استعمال کا حکم دیا جارہا ہے۔ جس کی وجہ یہ تھی کہ یہودی اکثر شرارت کے طور پر آنحضرت علیہ السلام کو راعنا سے خطاب کرتے جس کا معنی عبرانی میں بد دعا ہے اور کبھی راعینا (ہمیں کو چرا کر) کہتے جس کا معنی عربی میں ہمارا چرواہا ہے۔ عربی میں اس کا اصل معنی یہ ہے کہ ہماری رعایت کیجئے۔ تو مسلمان یہودیوں کی اس سازش کو نہ سمجھتے تھے اور وہ اس کے اچھے معنی (ہماری رعایت کیجئے) کے ساتھ استعمال کرتے تھے جس کی وجہ سے یہودیوں کی شرارت کو تقویت ملتی اور آپس میں بیٹھ کر ہنستے تھے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس لفظ (راعنا) کو ترک کرنے کا حکم دیا اس حکم سے یہ مسئلہ معلوم ہوا کہ اگر اپنے کسی جائز فعل سے دوسروں کو ناجائز کام کی گنجائش ملتی ہو تو اس جائز فعل کو بھی ترک کر دینا چاہئے بشرطیکہ وہ فعل شرعی ضرورت اور مقاصد شرعیہ میں سے نہ ہو۔

جب تحویل قبلہ کا حکم ہوا تو یہود نے اس پر طعن کیا اور مشرکین بھی بعض احکام کی منسوخی پر مسلمانوں کو طعن کا نشانہ بناتے تھے تو اس موقعہ پر تیسری آیت کریمہ (ماننسخ من آیۃ) نازل ہوئی جس میں ان کے اعتراضات کا جواب ہے۔

تو اس مسئلہ کا حاصل یہ ہے کہ احکام خداوندی میں نسخ کوئی عیب والی بات نہیں ہے جو ناممکن ہے بلکہ احکام خداوندی میں نسخ ممکن ہے اور واقع ہے اور اس کی صورت یہ ہے کہ احکم الحاکمین ذات کو پہلے ہی معلوم ہوتا ہے کہ حالات بدلیں گے اور اس وقت کے مناسب دوسرا حکم ہوگا۔ چنانچہ اس بات کو سامنے رکھتے ہوئے ایک حکم دیا اور اس وقت کے مناسب دوسرا حکم ہوگا۔ چنانچہ اس کی عام سی مثال یہ ہے کہ ماہر ڈاکٹر ایک مریض کو کوئی دوا لکھ کر دیتا ہے اس کو معلوم ہے کہ اس کے استعمال سے مریض کا حال تبدیل ہوگا چنانچہ دو دن کے بعد اس نے دوسری دوا تجویز کر دی جس سے وہ مکمل تندرست ہو گیا تو ڈاکٹر کو یہ نہیں کہا جا سکتا کہ تو نے پہلے ہی دن یہ دوا کیوں تجویز نہ کی تھی۔ یہی مثال وصورت احکم الحاکمین کے احکامات کی ہے پہلے ایک حکم دیا پھر جب حالات تبدیل ہوئے تو دوسرا حکم نامہ جاری کر دیا۔ اس میں عیب والی کوئی بات نہیں ہے۔

السؤال الثالث ..... وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ ؕ وَلَا يَحِلُّ لَهُنَّ اَنْ يَّكْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ فِيْۤ اَرْحَامِهِنَّ اِنْ كُنَّ يُؤْمِنَّ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ وَبُعُوْلَتُهُنَّ اَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِيْ ذٰلِكَ اِنْ اَرَادُوْۤا اِصْلَاحًا ؕ وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِيْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۪ وَلِلرِّجَالِ

تَطْهُرْنَ فَاْتُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ اَمَرَكُمُ اللّٰهُ (پ۲۔ بقرہ ۲۲۲)

آیت کریمہ کا ترجمہ اور کم از کم دو مسئلے کی وضاحت کریں، ہر ایک کو مسئلے میں ائمہ کا اختلاف دلائل ذکر کریں، جملہ کشیدہ و جملہ کی وضاحت کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾..... اس سوال میں چار امور مطلوب ہیں (۱) آیت کا ترجمہ (۲) مسئلے کی وضاحت (۳) ائمہ کا اختلاف مع الدلائل (۴) جملہ محذوفہ کا مطلب۔

الجواب..... ① آیت کا ترجمہ:۔ اور طلاق والی عورتیں روکے رکھیں اپنے نفسوں کو تین حیض تک اور نہیں ہے حلال ان کے لئے کہ چھپائیں وہ اس چیز کو جو پیدا کی اللہ تعالیٰ نے ان کے رحموں (بچوں) میں اگر وہ ایمان رکھتی ہیں اللہ تعالیٰ پر اور آخرت کے دن پر اور ان کے خاوند (زوج) زیادہ حقدار ہیں ان کے لوٹا لینے کے اس مدت میں اگر وہ ارادہ کریں سلوک سے رہنے کا اور ان عورتوں کے لئے بھی حق ہے مثل اس حق کے جو (مردوں کا حق) عورتوں کے ذمہ ہے دستور کے موافق اور مردوں کو عورتوں پر فضیلت ہے اور اللہ تعالیٰ زبردست ہے حکمت والا ہے۔

② مسئلے کی وضاحت:۔ جب مرد اپنی بیوی کو طلاق دیدے تو اس عورت کے لئے دوسرے مرد سے تین حیض تک نکاح کرنا جائز نہیں ہے۔ تاکہ تین حیض میں معلوم ہو جائے کہ اس عورت کے پیٹ میں اس خاوند کے نطفہ سے حمل ہے یا یہ عورت حائضہ ہی ہے اس کے رحم میں کچھ نہیں ہے اور اس جگہ مطلقات سے مراد وہ عورتیں ہیں جن سے نکاح کے بعد صحبت یا خلوت صحیحہ کی نوبت آچکی ہو اگر صحبت یا خلوت نہ ہوئی ہو تو اس عورت پر طلاق کے بعد عدت نہیں ہے اور وہ عورت آزاد ہو۔ اگر وہ لونڈی ہے تو پھر اس کی عدت حائضہ ہونے کی صورت میں دو حیض، اور حیض نہ آنے کی صورت میں ڈیڑھ ماہ ہے اور وہ عورت حائضہ بھی ہو۔ اگر اسے حیض نہیں آتا تو اس کی عدت تین ماہ ہے اور اگر وہ عورت حاملہ ہے تو پھر ہر صورت اس کی عدت وضع حمل ہے۔

الغرض یہاں پر مطلقات سے مراد وہ عورت ہے جو آزاد، بالغ، حائضہ ہو اور اس سے صحبت یا خلوت صحیحہ ہو چکی ہو۔

③ ائمہ کا اختلاف مع الدلائل:۔ اس آیت کریمہ میں مطلقہ کی عدت کا ذکر ہے کہ مطلقہ عورت زوج کی طلاق کے بعد تین قروء تک اپنے آپ کو روکے رکھے کسی دوسرے مرد سے نکاح نہ کرے اور قروء سے کیا مراد ہے اس میں ائمہ احناف و شوافع کا اختلاف ہے احناف کے نزدیک قروء سے مراد حیض ہے کہ تین حیض تک مطلقہ عورت کسی دوسرے مرد سے نکاح نہ کرے اور شوافع کے نزدیک قروء سے مراد طہر ہے کہ مطلقہ عورت تین طہر تک اپنے آپ کو روکے رکھے۔ دوسرے مرد سے نکاح نہ کرے۔

احناف کی دلیل سے قبل یہ بات سمجھ لیں کہ سنت طلاق طہر میں ہی دی جائے گی حیض میں نہیں۔

اب دلیل کا حاصل یہ ہے کہ آیت کریمہ میں ثلاثۃ قروء خاص ہے تو اب اگر قروء سے مراد طہر ہو تو جس طہر میں طلاق دی ہے وہ عدت میں شمار ہوگا یا نہیں۔ اگر شمار نہ کریں تو عدت تین طہر مکمل اور چوتھا طہر نامکمل ہوگا اور اگر شمار کریں تو دو طہر مکمل اور تیسرا طہر نامکمل ہے بہر صورت عدد کے لفظ خاص پر عمل نہ ہوگا۔ حالانکہ کتاب اللہ کے لفظ خاص پر بغیر کمی زیادتی کے عمل کرنا واجب ہے تو اس خرابی سے بچنے کیلئے لفظ خاص پر عمل کرنے کیلئے ہم نے کہا کہ قروء سے مراد حیض ہے نہ کہ طہر۔ لہٰذا حیض کو مراد لینے کی صورت میں پورے پورے تین حیض عدت ہوگی۔ اس میں کوئی خرابی لازم نہ آئے گی۔ اور طہر مراد لینے کی صورت میں خاص پر عمل نہ ہوگا۔

شوافع کی دلیل یہ ہے کہ آیت میں ثلاثۃ مؤنث ہے اور عربی زبان میں ضابطہ یہ ہے کہ تین سے نو تک اگر معدود یعنی تمیز مذکر ہو

Maktaba Tul Ishaat.com Scanned with CamScanner

تو عدد ثلاث آئے گا اور اگر تمیز مؤنث ہو تو عدد مذکر آئے گا۔ اور قرء کا معنی حیض مؤنث ہے اور طہر مذکر ہے۔ پس لفظ ثلاثۃ کو مؤنث ذکر کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ اس کا معدود مذکر ہے اور وہ طہر ہے نہ کہ حیض۔ پس معلوم ہوا کہ آیت میں قروء سے مراد طہر ہے۔

❷ جملۂ مخطوطہ کا مطلب:۔ مذکورہ جملہ کا مطلب یہ ہے کہ طلاق دینے کی عدت کے اندر اگر مرد اپنی بیوی کو گھر میں دوبارہ رکھ کر آباد کرنا چاہے تو وہ زیادہ حقدار ہے اگرچہ عورت ناخوش ہو بشرطیکہ مرد کا مقصد گھر آباد کرنا اور حسن سلوک و اصلاح ہو۔ اگر مرد کا مقصد عورت کو تنگ کرنا یا دباؤ ڈال کر مہر وغیرہ معاف کرانا ہو تو اس صورت میں بھی رجعت تو ہو جائے گی مگر مرد گنہگار ہوگا۔

﴿الورقة الاولیٰ: فی التفسیر﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ۱۴۳۵ھ

السؤال الاول ..... وَاِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ مِنْۢ بَعْلِهَا نُشُوْزًا اَوْ اِعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ اَنْ يُّصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا ۭ وَالصُّلْحُ خَيْرٌ ۭ وَاُحْضِرَتِ الْاَنْفُسُ الشُّحَّ ۭ وَاِنْ تُحْسِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ۝ وَلَنْ تَسْتَطِيْعُوْٓا اَنْ تَعْدِلُوْا بَيْنَ النِّسَاۗءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ فَلَا تَمِيْلُوْا كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوْهَا كَالْمُعَلَّقَةِ ۭ وَاِنْ تُصْلِحُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝ (پ۵، نساء: ۱۲۸، ۱۲۹)

آیات کریمہ کا ترجمہ کریں، آیات میں مذکور مسائل کی وضاحت کریں، خط کشیدہ جملہ کی وضاحت کریں۔

﴿خلاصہ سوال﴾ ..... اس سوال میں تین امور حل طلب ہیں (۱) آیات کا ترجمہ (۲) مسائل کی وضاحت (۳) جملۂ مخطوطہ کی وضاحت۔

الجواب ..... ❶ آیات کا ترجمہ:۔ اور اگر کوئی عورت خوف کرے اپنے خاوند کے لڑنے کا یا اعراض (جی بھرنا، منہ موڑنا) کرنے کا تو کچھ حرج نہیں ان دونوں پر کہ صلح کر لیں وہ آپس میں کسی طرح صلح کرنا اور صلح کرنا بہتر ہے (خوب اچھی چیز ہے) اور دلوں میں حرص موجود ہے اور اگر تم نیکی کرو اور پرہیزگاری کرو تو اللہ تعالیٰ تمہارے تمام اعمال کی خبر رکھنے والا ہے۔ اور تم ہرگز استطاعت نہیں رکھتے اس بات کی کہ عدل و انصاف کرو عورتوں کے درمیان، اگرچہ تم اسکی حرص کرو پس نہ میلان کرو مکمل میلان (ایک ہی عورت کی طرف) کہ چھوڑ دو (دوسری) عورت کو مثل درمیان میں لٹکتی ہوئی اور اگر اصلاح کرتے رہو اور پرہیزگاری کرتے رہو تو اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

❷ مسائل کی وضاحت:۔ ان آیات میں زوجین کے درمیان اختلاف کی صورت میں صلح کرنے کی تفصیل کا ذکر ہے کہ اگر عورت اپنے خاوند سے صلح کرے یعنی اپنے تمام حقوق یا بعض حقوق کا مطالبہ چھوڑ کر زوج سے صلح کر لے تو یہاں پر یہ مسئلہ قابل وضاحت ہے کہ اگر کوئی عورت اپنے بعض حقوق کا مطالبہ ترک کرنے پر راضی ہو گئی تو یہ صلح عورت کے ان حقوق کو تو قطعی طور پر ختم کر دے گی جو بوقت صلح زوج پر لازم ہیں مثلاً دین مہر شوہر پر وقت صلح سے پہلے لازم ہے لہٰذا جب عورت نے پورا مہر یا اس کا کچھ حصہ معاف کر دیا تو یہ قطعی طور پر معاف ہو جائے گا عورت دوبارہ اس کا مطالبہ نہیں کر سکتی اور وہ حقوق جو بوقت صلح لازم نہیں ہیں مثلاً آئندہ کے حقوق تو یہ حقوق معاف کر دے تو یہ حقوق ہمیشہ کیلئے معاف نہ ہونگے بلکہ عورت جب چاہے یہ کہہ سکتی ہے کہ آئندہ میں اپنا حق چھوڑنے پر راضی نہیں ہوں، آئندہ مجھے میرا حق ادا کیا جائے تو اب مرد کو اختیار ہوگا کہ صلح برقرار رکھے یا عورت کو آزاد کر دے۔

❸ جملۂ مخطوطہ کی وضاحت:۔ اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ تم سب بیویوں میں کوشش کے باوجود قلبی میلان میں برابری و مساوات نہیں کر سکتے۔ کیونکہ وہ تمہارے اختیار میں نہیں ہے تو پھر مکمل طور پر ایک ہی طرف ڈھل جاؤ یعنی قلبی میلان کے ساتھ اختیاری معاملات میں بھی اس کو ترجیح دو جس کے نتیجہ میں دوسری عورت درمیان میں لٹک کر رہ جائے یعنی خاوند نہ اسکے حقوق ادا

کرے اور اس کو طلاق دیکر آزاد کرے، ہرگز ایسا نہیں ہونا چاہیے لہٰذا اختیاری معاملات میں مساوات اور عدل وانصاف کرو۔

السوال الثالث ..... قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ۭ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ ۚ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْۗءُ ۭ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ اِلَيْهَا ۚ فَلَمَّا تَغَشّٰىهَا حَمَلَتْ حَمْلًا خَفِيْفًا فَمَرَّتْ بِهٖ ۚ فَلَمَّآ اَثْقَلَتْ دَّعَوَا اللّٰهَ رَبَّهُمَا لَىِٕنْ اٰتَيْتَنَا صَالِحًا لَّنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ ۝ فَلَمَّآ اٰتٰىهُمَا صَالِحًا جَعَلَا لَهٗ شُرَكَاۗءَ فِيْمَآ اٰتٰىهُمَا ۚ فَتَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝ اَيُشْرِكُوْنَ مَا لَا يَخْلُقُ شَيْـــًٔا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ ۝ (پ ۹۔ الاعراف: ۱۸۸تا۱۹۱)

آیات کا ترجمہ کریں، آیات کی تفسیر اور مذکورہ واقعہ کی وضاحت کریں، بعض لوگ پہلی آیت سے آپ ﷺ کے مختار وعالم الغیب ہونے پر استدلال کرتے ہیں اس کا حل بتائیں۔ نیز کشیدہ الفاظ کی لغوی وصرفی تحقیق کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال کا حل چار امور ہیں (۱) آیات کا ترجمہ (۲) آیات کی تفسیر اور واقعہ کی وضاحت (۳) آپ ﷺ کے مختار وعالم الغیب ہونے کا جواب (۴) الفاظ مخطوطہ کی لغوی وصرفی تحقیق۔

الجواب ..... ❶ **آیات کا ترجمہ:۔** کہہ دیجیے کہ میں خود اپنے نفس کو بھی نفع ونقصان پہنچانے کا مالک نہیں ہوں مگر جو اللہ تعالیٰ چاہے اور اگر میں غیب جانتا ہوتا تو میں خوب اچھی اچھی چیزوں کو جمع کرتا اور مجھے کوئی تکلیف بھی نہ پہنچتی، میں تو صرف ڈرانے والا اور خوشخبری سنانے والا ہوں ایسے لوگوں کے لیے جو ایمان لاتے ہیں۔ وہی ہے جس نے تم کو پیدا کیا ایک جان سے اور بنایا اس سے اسکا جوڑا تاکہ وہ اس سے سکون حاصل کرے۔ پھر جب مرد نے ڈھانکا عورت کو حاملہ ہوگئی وہ ہلکا سا حمل، پس چلتی پھرتی رہی وہ اسکے ساتھ، پھر جب بوجھل ہوگئی وہ تو دونوں نے پکارا اللہ اپنے رب کو کہ اگر تو نے دی ہم کو تندرست وصحیح سالم اولاد تو البتہ ہوں گے ہم تیرے شکر گزاروں میں سے پھر جب دی اس نے انکو اولاد تو بنانے لگے وہ اس کیلئے شریک اس چیز میں جو اس نے انکو دی۔ پس اللہ تعالیٰ بلند وبرتر ہے اس چیز سے جو وہ شریک ٹھہراتے ہیں۔ کیا وہ ایسی چیزوں کو شریک ٹھہراتے ہیں جو کوئی بھی چیز پیدا نہیں کرسکتے جبکہ وہ خود پیدا کیے جاتے ہیں۔

❷ **آیات کی تفسیر اور واقعہ کی وضاحت:۔** ان آیات میں عقیدۂ توحید کا اثبات شرک کے باطل اور نامعقول ہونے کا ذکر ہے ابتدائی آیت میں باری تعالیٰ کی قدرت کاملہ کے مظہر یعنی آدم علیہ السلام اور حوا علیہا السلام کی پیدائش تھی اس پیدائش کا تقاضہ یہ تھا کہ تمام اولاد آدم ہمیشہ باری تعالیٰ کی شکر گزار ہوتی اور کسی مخلوق کو اس کی ذات وصفات میں شریک نہ ٹھہراتی۔ مگر انسان نے اسکے برعکس معاملہ کیا۔ جسکی تفصیل آنیوالے واقعہ میں موجود ہے کہ جب اولاد آدم میں نر ومادہ کے باہمی اختلاط سے حمل ٹھہرا تو ابتداء جب معمولی حمل تھا تو عورت اس کو لے کر ادھر ادھر پھرتی رہی آزادی سے چلتی پھرتی رہی پھر جب باری تعالیٰ نے اپنی قدرت سے مختلف قسم کے اندھیروں کے اندر اسکی تربیت کرکے اس کو بڑھایا اور عورت کو اس کا بوجھ محسوس ہونے لگا تو زوجین کو فکر لگ گئی اور خطرے محسوس ہونے لگے کہ حمل سے کیسی اولاد پیدا ہوگی (تندرست وصحیح سالم یا ناقص الخلقت یا اندھی، بہری یا گونگی یا ہاتھ پاؤں سے معذور) تو ان خطرات کے پیش نظر والدین دعا کرتے ہیں کہ باری تعالیٰ اگر تو ہمیں صحیح سالم وتندرست بچہ عطاء کرے گا تو ہم تیرے شکر گزار ہوں گے۔ چنانچہ جب صحیح سالم اولاد ہوئی تو شکر گزاری کی بجائے شرک میں مبتلا ہوگئے اور یہی اولاد ان کے شرک میں مبتلا ہونے کا سبب بن گئی۔ آخر آیت میں لوگوں کی بے راہی اور کج روی کو واضح

Maktaba Tul Ishaat.com Scanned with CamScanner

کرنے کیلئے ارشاد فرمایا کہ باری تعالیٰ ان لوگوں کے شرک سے بلند و برتر اور پاک ہے انکے شرک سے اسکے علو شان میں ذرہ برابر بھی فرق نہیں آتا۔

❻ آپ ﷺ کے مختار و عالم الغیب ہونے کا جواب:۔ آیت کا حاصل یہ ہے کہ اگر میں مختار کل اور عالم الغیب ہوتا تو میں ہر قسم کے نفع و نقصان کا مالک ہوتا اور ہر خیر کو اپنے لیے جمع کرتا اور مجھے کبھی کوئی تکلیف نہ پہنچتی، جبکہ میں خود اپنی ذات کے نفع و نقصان کا مالک بھی نہیں ہوں، اور خود اپنی ذات کیلئے ہر خیر کو جمع نہیں کر سکتا اور مجھے تکالیف بھی پہنچتی ہیں پس معلوم ہوا کہ حضور ﷺ نہ مختار کل ہیں اور نہ عالم الغیب ہیں، البتہ مشیت خداوندی اور وحی کے ذریعے آپ ﷺ کو جو علم دیا گیا آپ ﷺ اسی کے ذریعے ثواب کی بشارت دینے والے اور عذاب سے ڈرانے والے ہیں۔

❼ الفاظ مخلوطہ کی لغوی و صرفی تحقیق:۔ "تغشا" صیغہ واحد مذکر غائب بحث ماضی معروف از مصدر التغشی (تفعل) بمعنی ڈھانپ لینا۔ "تحمل" صیغہ واحد مؤنث غائب بحث ماضی معروف از مصدر الحمل (ضرب) بمعنی اٹھانا، بوجھ لادنا۔

"تمرّ" صیغہ واحد مؤنث غائب بحث ماضی معروف از مصدر المرور (نصر) بمعنی گزرنا، متعدی بمعنی اٹھا کر چلانا۔

"اثقلت" صیغہ واحد مؤنث غائب بحث ماضی معروف از مصدر الثقال (افعال) بمعنی بوجھل ہونا، ثقیل و بھاری ہونا۔

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۳۵ھ

السؤال الثانی ..... وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيْهَا فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا يَاْتِ بِكُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَاِنَّهٗ لَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝ وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَيْكُمْ حُجَّةٌ اِلَّا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِيْ وَلِاُتِمَّ نِعْمَتِيْ عَلَيْكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۝ (پ۲۔ بقرہ ۱۴۸ تا ۱۵۰)

آیات کریمہ کا سلیس ترجمہ و تفسیر کریں، "ولله المشرق والمغرب فأينما تولوا فثم وجه الله" اور مذکورہ آیات کے ظاہری تعارض کو حل کریں۔ خط کشیدہ الفاظ کی لغوی و صرفی تحقیق کریں، تحویل قبلہ کی تفصیل بیان کریں۔

﴿خلاصہ سوال﴾ ..... اس سوال کا حل پانچ امور ہیں (۱) آیات کا ترجمہ (۲) آیات کی تفسیر (۳) آیات سے رفع تعارض (۴) تحویل قبلہ کی تفصیل (۵) الفاظ مخلوطہ کی لغوی و صرفی تحقیق۔

الجواب ..... ❶ آیات کا ترجمہ:۔ اور ہر گروہ کی ایک سمت و جہت ہے جس کی طرف وہ رخ کرتا ہے پس تم نیکیوں میں سبقت کی کوشش کرو، تم جہاں ہو گے اللہ تعالیٰ تم سب کو لے آئے گا، بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے اور جہاں کہیں سے تم نکلو آپ ﷺ پس پھیر لیں (رخ کر لیں) آپ ﷺ اپنا چہرہ مسجد حرام کی طرف اور بے شک یہی حق ہے آپ کے رب کی طرف سے اور اللہ تعالیٰ نہیں ہے بے خبر ان کاموں سے جو تم کرتے ہو اور جہاں کہیں سے نکلو آپ ﷺ پس پھیر لیں آپ اپنا چہرہ مسجد حرام کی طرف اور جہاں کہیں بھی ہو پس پھیر لو تم اپنے چہروں کو اس کی طرف تاکہ نہ رہے لوگوں کو تمہارے خلاف کوئی دلیل مگر وہ لوگ کہ ظلم کیا جنہوں نے ان میں سے پس نہ ڈرو تم ان سے اور ڈرو تم مجھ سے اور تاکہ پورا کروں میں اپنا انعام تمہارے اوپر اور تاکہ تم ہدایت (سیدھا راستہ) پاؤ۔

Scanned with CamScanner

❻ آیات کی تفسیر:۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ تحویل قبلہ کی حکمتوں کو اشارۃً بیان فرما رہے ہیں کہ عادت اللہ جاری ہے کہ ہر مذہب والوں کے لیے ایک قبلہ رہا ہے جس کی طرف وہ عبادت میں منہ کرتے رہے ہیں چونکہ شریعت محمدیہ بھی ایک مستقل دین ہے اس کا قبلہ بھی خاص ہو گیا لہٰذا اب تم تحویل قبلہ کی بحث کو چھوڑ کر نیکیوں میں سبقت کی کوشش کرو کیونکہ تم سب نے ایک دن میدان حشر میں جمع ہونا ہے تم جہاں بھی ہو گے اللہ تعالیٰ تم سب کو میدان میں جمع کر دے گا اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ جس طرح حضر میں بیت اللہ کی طرف رخ کرنے کا حکم ہے اسی طرح جب تم سفر میں ہو یا کسی بھی دوسرے علاقے میں ہو تب بھی بیت اللہ کی طرف منہ کرو اور یہ حکم بالکل حق اور صحیح ہے اور کیوں نہ ایسا ہو اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے غافل و بے خبر نہیں ہے۔

پھر وہ یہ فرمایا کہ اپنا رخ بیت اللہ کی طرف پھیر لو اور یہ حکم اس لیے دیا تا کہ اعتراض کرنے والوں کو تمہارے مقابلے میں اعتراض و گفتگو کی مجال نہ ہو اور جن لوگوں کا کام ہی محض اعتراض کرنا ہے ان کی فکر نہ کرو۔ تمہیں ان سے کوئی ضرر نہیں پہنچ سکتا بلکہ تم مجھ سے ڈرو اور میری مخالفت سے بچو جو کہ تمہارے لیے ضرر کا باعث ہے۔ اور میں نے مذکورہ احکام پر تمہیں عمل کی توفیق دی تا کہ جنت میں داخل کر کے تم پر اپنے انعام و اکرام کی تکمیل کر دوں اور تا کہ تم دنیا میں راہ حق پر قائم رہو جس پر وہ تکمیلی نعمت و انعام مرتب ہوتی ہے۔ (بیان القرآن)

❼ آیات سے رفع تعارض:۔ موجودہ آیت کا تعلق عمومی حالات و عمومی مقام کے ساتھ ہے کہ تم نماز پڑھتے ہوئے بیت اللہ کی طرف منہ کرو اور ولکل وجھۃ الخ کا تعلق دوران سفر نفل نماز پڑھنے کے ساتھ ہے یا اندھیری رات میں قبلہ مشتبہ ہونے کی صورت میں عمومی نماز پڑھنے کے ساتھ ہے۔ یا پھر اس آیت کا تعلق نماز سے نہیں ہے جیسا کہ ابن جریر نے مجاہدؒ سے روایت کیا کہ جب آیت کریمہ "ادعونی استجب لکم" نازل ہوئی تو اہل عرب نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کس طرف اور کہاں ہے کہ ہم دعا کریں تو اس کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی۔ (محاسن التاویل)

❽ تحویل قبلہ کی تفصیل:۔ ابتداء اسلام میں مسلمانوں کا قبلہ بیت المقدس تھا آپ ﷺ جب مکہ میں تھے تو اس طور پر نماز پڑھتے تھے کہ آپ ﷺ بھی رخ بیت المقدس اور بیت اللہ دونوں کی طرف ہوتا تھا مگر جب آپ ﷺ ہجرت کر کے مدینہ طیبہ تشریف لائے تو اب دونوں کی طرف رخ کرنا ناممکن تھا کیونکہ دونوں مخالف سمت پر واقع تھے۔ اجتماع نہیں ہو سکتا تھا تو آپ ﷺ سولہ سترہ ماہ تک صرف بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے رہے مگر آپ ﷺ کی دلی خواہش تھی کہ آپ ﷺ کے آبائی قبلہ (بیت اللہ) کو ہی آپ ﷺ کا قبلہ قرار دیا جائے چنانچہ آیت کریمہ قول وجھک شطر المسجد الحرام نازل ہوئی کہ اپنا رخ بیت المقدس سے بیت اللہ کی طرف پھیر لو تو اس طرح تحویل قبلہ کا یہ حکم ہجرت سے چھ ماہ بعد نصف رجب کو پیر کے دن نازل ہوا۔ (کما فی العین)

❾ الفاظ مخطوط کی لغوی و صرفی تحقیق:۔ "شطر" جامد ہے۔ بمعنی جزء، نصف، دوری، جہت و جانب۔

"خَرَجْتَ" صیغہ واحد مذکر حاضر ماضی معروف از مصدر خُرُوج (نصر) بمعنی باہر نکلنا۔

"فَوَلِّ" صیغہ واحد مذکر حاضر امر حاضر معروف از مصدر تَوْلِیَۃ (تفعیل) بمعنی چہرہ پھیرنا، متوجہ کرنا۔

"لِأُتِمَّ" صیغہ واحد متکلم مضارع معروف از مصدر اتمام (افعال) بمعنی پورا کرنا۔

"تَهْتَدُوْنَ" صیغہ جمع مذکر حاضر مضارع معروف از مصدر اھتداء (افتعال) بمعنی ہدایت پانا، سیدھا راستہ پانا۔

Maktaba Tul Ishaat.com Scanned with CamScanner

السؤال الرابع ..... يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰوٓا اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً ۠ وَّاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۚ وَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْٓ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ ۚ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۚ وَسَارِعُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ ۚ

آیات کریمہ کا واضح ترجمہ کریں، مذکورہ الفاظ کی لغوی وصرفی تحقیق کریں۔ ربا کی لغوی واصطلاحی تعریف کریں۔ اضعافا مضاعفة کی قید لگانے کی کیا ضرورت ہے۔ (پ۴، آل عمران: ۱۳۰تا۱۳۳)

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال میں چار امور توجہ طلب ہیں (۱) آیات کا ترجمہ (۲) الفاظ مخطوطہ کی لغوی وصرفی تحقیق (۳) ربا کی لغوی واصطلاحی تعریف (۴) اضعافا مضاعفة کی قید کا فائدہ۔

الجواب ..... ❶ **آیات کا ترجمہ:۔** اے ایمان والو مت کھاؤ تم سود کو دوگنا چوگنا کر کے اور ڈرو تم اللہ سے تاکہ تم فلاح پاؤ اور ڈرو تم اس آگ سے جو کافروں کے لئے تیار کی گئی ہے اور اطاعت کرو اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تاکہ تم پر رحم کیا جائے اور دوڑو اپنے رب کی بخشش کی طرف اور جنت کی طرف جس کا عرض (چوڑائی) آسمان وزمین ہیں۔ جو تیار کی گئی ہے متقین (پرہیزگاروں) کیلئے۔

❷ **الفاظ مخطوطہ کی لغوی وصرفی تحقیق:۔** "اَضْعَاف" "ضعف" کی جمع ہے بمعنی کسی چیز کا دو چند یا اس سے بھی زائد۔

"مُضَاعَفَةً" مصدر ہے (مفاعلہ) بمعنی دوچند کرنا۔ "مغفرة" مصدر ہے (ضرب) بمعنی مہربان ہونا، شفقت کرنا، مہر بخش دینا۔

"تُفْلِحُوْنَ" صیغہ جمع مذکر حاضر مضارع معروف از مصدر الفلاح (افعال) بمعنی فتح مند ہونا۔ کوشش میں کامیاب ہونا۔

"أُعِدَّتْ" صیغہ واحد مؤنث غائب ماضی مجہول از مصدر اَلْاِعْدَادُ (افعال) بمعنی تیار کرنا۔

"اَطِيْعُوْا" صیغہ جمع مذکر حاضر امر حاضر معروف از مصدر طاعة اطاعةً (افعال) بمعنی فرمانبردار ہونا

"تُرْحَمُوْنَ" صیغہ جمع مذکر حاضر مضارع مجہول از مصدر رَحْمَة، مَرْحَمَةٌ، رُحْمًا، رُحْمًا (سمع) نرم دل ہونا۔

"سَارِعُوْا" صیغہ جمع مذکر حاضر امر حاضر معروف از مصدر مُسَارَعَة (مفاعلہ) مصدر (ضرب) بمعنی سبقت کرنا۔

❸ **ربا کی لغوی واصطلاحی تعریف:۔** ربا کا لغوی معنی زیادتی ہے اور اصطلاحی اعتبار سے ربا کی دو قسمیں ہیں (۱) ربا البیع (بیع کا سود) (۲) ربا القرض (قرض کا سود) بیع کا سود یہ ہے کہ آدمی کسی کیلی یا وزنی چیز کی اس کی جنس کے ساتھ زیادتی کے ساتھ یا غیر جنس کے ساتھ ادھار کے طور پر بیع کرے اور قرض کا سود یہ ہے کہ مثلاً زید بکر کو ایک ہزار روپیہ اس شرط پر قرض دے کہ وہ ایک ماہ کے بعد بارہ سو روپیہ واپس کرے گا۔ سود کی یہ دونوں قسمیں حرام ہیں۔

❹ **اضعافا مضاعفة کی قید کا فائدہ:۔** یہ قید احترازی نہیں بلکہ اتفاقی ہے کہ اس وقت رواج اسی بات کا تھا کہ سود دے کر بڑھا چڑھا کر کئی سو بلکہ ہزاروں گنا وصول کرتے تھے اسی وجہ سے یہ قید لگا دی لہٰذا آیت کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ دوگنا چوگنا سود تو حرام ہے مگر تھوڑا بہت حلال و جائز ہے۔ نہیں بلکہ سود خواہ تھوڑا ہو یا زیادہ بہر صورت حرام و منہی عنہ ہے کیونکہ گندگی بہر صورت نجاست ہی ہے خواہ کم ہو یا زیادہ ہو۔

﴿السؤال الثالث﴾ ۱۴۳۵ھ

السؤال الاول ..... اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَسْعَوْنَ فِي الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ يُّقَتَّلُوْٓا اَوْ يُصَلَّبُوْٓا اَوْ تُقَطَّعَ اَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ ۭ ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۙ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْ قَبْلِ

Scanned with CamScanner

اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَقْدِرُوْا عَلَیْهِمْ ۚ فَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ (پ ۶۔ مائدہ: ۳۳، ۳۴)

آیات کریمہ کا سلیس ترجمہ کریں قطاع طریق کی سزا کی تمام صورتیں واضح کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾..... اس سوال کا حاصل دو امر ہیں (۱) آیات کا ترجمہ (۲) قطاع طریق کی سزا۔

جواب..... ❶ **آیات کا ترجمہ:۔** یہی بدلہ (جزا و سزا) ہے ان لوگوں کا جو لڑائی کرتے ہیں اللہ تعالیٰ سے اور اس کے رسول ﷺ سے اور دوڑتے ہیں زمین میں فساد کرتے ہوئے کہ وہ قتل کر دیئے جائیں یا سولی پر چڑھا دیئے جائیں یا ان کے ہاتھ اور پاؤں کاٹ دیئے جائیں مخالف جانب سے یا دور کر دیئے جائیں (ملک بدر) اس جگہ سے۔ یہ ان کی رسوائی ہے دنیا میں اور ان کے لئے آخرت میں بڑا عذاب ہے مگر وہ لوگ جنہوں نے توبہ کی تمہارے ان پر قدرت پانے سے پہلے (گرفتاری سے پہلے) تو جان لو کہ اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

❷ **قطاع طریق کی سزا:۔** قطاع طریق (ڈاکو) کے چار احوال ہیں تو اللہ تعالیٰ نے چار سزائیں اس آیت کریمہ کے اندر بیان کر دی۔

① ڈاکو صرف قتل کرے، مال حاصل نہ کر سکے تو اس کو "یقتلوا" کے حکم سے قتل ہی کیا جائے گا۔

② ڈاکو قتل بھی کرے، مال بھی حاصل کرے تو اس کو "یصلبوا" کے حکم سے سولی پر چڑھا دیا جائے گا۔

③ ڈاکو قتل نہ کرے صرف مال چھین لے تو "تقطع ایدیھم وارجلھم من خلاف" کے حکم سے اس کا ایک ہاتھ اور ایک پاؤں (مخالف جانب سے) کاٹ دیا جائے۔

④ ڈاکو نہ مال چھین سکے اور نہ قتل کر سکے بلکہ قصد و تیاری کے فوراً بعد گرفتار ہو گیا تو اس کو "ینفوا من الارض" کے حکم سے ملک بدر کر دیا جائے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

السؤال الثالث..... وَاِذْ قَالَ مُوْسٰی لِقَوْمِهٖۤ اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُكُمْ اَنْ تَذْبَحُوْا بَقَرَةً ؕ قَالُوْۤا اَتَتَّخِذُنَا هُزُوًا ؕ قَالَ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِیْنَ ۝ قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ یُبَیِّنْ لَّنَا مَا هِیَ ؕ قَالَ اِنَّهٗ یَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا فَارِضٌ وَّلَا بِكْرٌ ؕ عَوَانٌۢ بَیْنَ ذٰلِكَ ؕ فَافْعَلُوْا مَا تُؤْمَرُوْنَ

آیات کا ترجمہ شان نزول تحریر کریں سورۃ البقرہ کی وجہ تسمیہ واضح کریں، خط کشیدہ الفاظ کی لغوی و صرفی تحقیق کریں۔ (پ ۱۔ بقرہ ۶۷، ۶۸)

﴿خلاصۂ سوال﴾..... اس سوال میں چار امور توجہ طلب ہیں (۱) آیات کا ترجمہ (۲) آیات کا شان نزول (۳) سورۃ البقرہ کی وجہ تسمیہ (۴) الفاظ مخطوطہ کی لغوی و صرفی تحقیق۔

جواب..... ❶ **آیات کا ترجمہ:۔** اور (یاد کرو اس وقت کو کہ) جب کہا موسیٰ نے اپنی قوم سے کہ بے شک اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تم سے کہ ذبح کرو تم ایک گائے انہوں نے کہا کہ کیا تو ہم سے ٹھٹھا مذاق کرتا ہے؟ فرمایا موسیٰ نے کہ پناہ مانگتا ہوں میں اللہ تعالیٰ کی اس بات سے کہ ہوں میں جاہلوں میں سے۔ انہوں نے کہا کہ دعا کر تو اپنے رب سے ہمارے لئے کہ بیان کرے وہ کہ کیسی ہو وہ گائے، موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ گائے نہ بوڑھی ہو اور نہ بن بیاہی۔ درمیان میں ہو ان کے (بڑھاپے اور جوانی کے) پس کر ڈالو (اب تم) جو تم حکم دیئے گئے ہو۔

❷ **آیات کا شان نزول:۔** بنی اسرائیل میں عامیل نامی ایک شخص مارا گیا تھا اور اس کے قاتل کے بارے میں کچھ علم نہ تھا کہ کس نے قتل کیا ہے۔ تو موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ ایک گائے ذبح کرو اور اس کے گوشت کا ٹکڑا اس مردے کے جسم پر مارو۔ جس کے نتیجہ میں وہ

Maktaba Tul Ishaat.com Scanned with CamScanner

مردہ زندہ ہو جائے گا اور اپنے قاتل کے بارے میں نشاندہی کر دے گا۔ چنانچہ اسی طرح ہوا کہ جب گائے ذبح کر کے اسکے گوشت کا ٹکڑا مردے کے جسم پر مارا گیا تو اس مردے نے اپنے وارثوں کے قاتل ہونے کی نشاندہی کر دی۔ تو یہ آیات اسی واقعہ کے بارے میں نازل ہوئیں۔

❷ **سورۃ البقرہ کی وجہ تسمیہ:۔** اس سورۃ میں خاص طور پر بنی اسرائیل کے اس گائے والے واقعہ کا ذکر ہے تو اسی گائے کے نام پر سورۃ کا نام سورۃ البقرہ رکھ دیا گیا۔ اسے تسمیہ بالکل یا اسم الجزء کہتے ہیں یعنی جزء کے نام پر کل کا نام بقرہ رکھ دیا گیا ہے۔

❸ **الفاظ مخطوط کی لغوی وصرفی تحقیق:۔** "بِکْرٌ" اسم جامد بمعنی کنواری اور ہر چیز کا اول، اس کی جمع اَبْکَارٌ ہے۔

"تَذْبَحُوْا" صیغہ جمع مذکر حاضر مضارع معروف از مصدر اَلذَّبْحُ (فتح) بمعنی ذبح کرنا۔

"اَتَتَّخِذُنَا" صیغہ واحد مذکر حاضر مضارع معروف از مصدر اِتِّخَاذٌ (افتعال) بمعنی پکڑنا، بنانا۔

"هُزُوًا" یہ مصدر ہے (سمع) بمعنی ٹھٹھا کرنا۔ "عَوَانٌ" اسم جامد بمعنی ادھیڑ عمر، اس کی جمع عُوْنٌ ہے۔

"یُبَیِّنْ" صیغہ واحد مذکر غائب مضارع معروف از مصدر تَبْیِیْنٌ (تفعیل) بمعنی بیان کرنا، ظاہر و واضح کرنا۔

"فَارِضٌ" صیغہ واحد مذکر بحث اسم فاعل از مصدر فُرُوْضٌ و فَرَضَةٌ (ضرب و کرم) بمعنی گائے کا عمر رسیدہ ہونا۔

"تُؤْمَرُوْنَ" صیغہ جمع مذکر حاضر مضارع مجہول از مصدر الامر (نصر) بمعنی حکم کرنا۔

﴿الورقة الاولیٰ: فی التفسیر﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ۱۴۳۶ھ

السؤال الاول ..... یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَیْكُمُ الْقِصَاصُ فِی الْقَتْلَى اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْاُنْثٰى بِالْاُنْثٰى فَمَنْ عُفِیَ لَهٗ مِنْ اَخِیْهِ شَیْءٌ فَاتِّبَاعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِ وَاَدَآءٌ اِلَیْهِ بِاِحْسَانٍ ذٰلِكَ تَخْفِیْفٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِیْمٌ وَلَكُمْ فِی الْقِصَاصِ حَیٰوةٌ یّٰۤاُولِی الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ (پ۲۔ بقرہ ۱۷۸،۱۷۹)

آیات کریمہ کا سلیس ترجمہ کریں، آیات کریمہ میں مذکور احکام کی وضاحت کریں، خط کشیدہ الفاظ کی لغوی وصرفی تحقیق کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾..... اس سوال میں تین امور توجہ طلب ہیں (۱) آیات کا ترجمہ (۲) آیات میں مذکور احکام کی وضاحت (۳) الفاظ مخطوط کی لغوی وصرفی تحقیق۔

جواب ..... ❶ **آیات کا ترجمہ:۔** اے ایمان والو! فرض کیا گیا ہے تم پر قصاص (برابری کرنا) مقتولوں میں، آزاد کے بدلہ میں آزاد اور غلام کے بدلہ میں غلام اور عورت کے مقابلے میں عورت ہے۔ پھر وہ شخص کہ جس کو معاف کر دیا جائے اس کے بھائی کی طرف سے کچھ بھی تو پیروی کرنا ہے دستور کے موافق اور ادا کرنا ہے اس کو احسان (خوبی) کے ساتھ۔ یہ آسانی اور مہربانی ہے تمہارے رب کی طرف سے۔ پھر جو شخص زیادتی کرے اس فیصلہ کے بعد تو اس کے لئے دردناک عذاب ہے اور تمہارے لئے قصاص میں بڑی زندگی ہے۔ اے عقل مندو! تاکہ تم بچتے رہو۔

❷ **آیات میں مذکور احکام کی وضاحت:۔** فروعی طور پر تو اس آیت سے بہت سے مسائل واحکام متفرع ہو سکتے ہیں مگر الفاظ آیت سے دو حکم معلوم ہوئے (۱) قتل عمد میں مقتول کے بدلہ میں قاتل کو ہی قتل کیا جائے گا۔ خواہ وہ قاتل اعلیٰ خاندان کا آزاد آدمی ہو یا ادنیٰ خاندان کا غلام ہو جو قاتل ہے اسی سے بدلہ لیا جائے گا۔ (۲) مقتول کے ورثاء میں سے کسی وارث نے اپنا حق

Scanned with CamScanner

قصاص معاف کر دیا تو دوسرے وارثوں کا بھی قصاص بھی معاف ہو جائے گا۔ وہ قاتل سے قصاص نہیں لے سکتے۔ البتہ بقدر حصہ ان کو دیت کی رقم ملے گی۔ (معارف القرآن)

الفاظ مخطوط کی لغوی و صرفی تحقیق:۔ "القصاص" باب مفاعلہ کا مصدر ہے بمعنی بدلہ لینا اور قصاص لینا۔

"القتلی" قتیل کی جمع ہے بمعنی مقتول صیغہ صفت از مصدر القتل (نصر) بمعنی قتل کرنا۔

"عفی" صیغہ واحد مذکر غائب فعل ماضی مجہول از مصدر العفو (نصر) بمعنی معاف کرنا۔

"اعتدی" صیغہ واحد مذکر غائب ماضی معروف از مصدر الاعتداء (افتعال) بمعنی حد سے بڑھنا اور تجاوز کرنا۔

السوال الثالث ..... اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ فَاِمْسَاكٌ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌ بِاِحْسَانٍ وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَاْخُذُوْا مِمَّآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ شَيْئًا اِلَّآ اَنْ يَّخَافَآ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيْمَا افْتَدَتْ بِهٖ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوْهَا وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ" (پ۲۔ بقرہ ۲۲۹)

سلیس ترجمہ کریں، طلاق کی قسمیں بیان کرنے کے ساتھ ساتھ احکام بیان کریں، خلع طلاق کے حکم میں ہے یا نہیں؟

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال میں تین امور مطلوب ہیں (۱) آیت کا ترجمہ (۲) طلاق کی اقسام مع احکام (۳) خلع کا حکم۔

الجواب ..... ❶ **آیت کا ترجمہ:۔** طلاق (رجعی) دو مرتبہ ہے۔ پھر روک لینا ہے دستور کے موافق یا چھوڑ دینا ہے احسان (بھلے انداز) کے ساتھ اور نہیں ہے حلال تمہارے (مردوں کے) لئے یہ کہ لو تم کچھ اس میں سے جو دیا تم نے ان عورتوں کو مگر یہ کہ خوف کریں وہ (زوجین) اس بات سے کہ نہیں قائم رکھ سکیں گے اللہ تعالیٰ کی حدود (احکام) پھر اگر خوف کرو تم اس بات سے کہ نہ قائم رکھ سکیں گے وہ اللہ تعالیٰ کی حدود تو کچھ حرج (گناہ) نہیں ہے دونوں پر کہ عورت فدیہ دیدے اسکو۔ یہ اللہ تعالیٰ کی حد بندیاں ہیں۔ پس نہ تجاوز کرو ان سے اور جو لوگ تجاوز کریں اللہ تعالیٰ کی حدود سے پس یہی ظالم لوگ ہیں۔

❷ **طلاق کی اقسام مع احکام:۔** طلاق کی تین اقسام ہیں۔ ① طلاق احسن: کہ زوج اپنی بیوی کو ایسے طہر میں طلاق دے جس میں اس کے ساتھ مباشرت نہ کی ہو اور پھر اسے چھوڑ دے یہاں تک کہ اس کی عدت ختم ہو جائے۔

② طلاق سنت: کہ مراد اپنی بیوی کو ایسے تین طہروں میں تین طلاقیں دے جن میں انکے ساتھ مباشرت نہ کی ہو۔

③ طلاق بدعت: کہ مراد اپنی بیوی کو ایک طہر میں ایک ہی کلمہ سے تین طلاقیں دے۔

طلاق کی یہ تینوں قسمیں جائز ہیں۔ یعنی ان میں سے زوج جس طرح بھی طلاق دے گا طلاق واقع ہو جائے گی اور طلاق کے احکام اس پر جاری ہو نگے۔ البتہ طلاق بدعت والی صورت خلاف سنت ہے تو طلاق بدعی دینے والا شخص خلاف سنت کے ارتکاب کی وجہ سے گنہگار ہوگا۔ مگر طلاق ہر صورت واقع ہو جائے گی۔

❸ **خلع کا حکم:۔** اگر عورت نے خاوند سے خلع کا مطالبہ کیا اور خاوند نے مال کے بدلہ میں یہ مطالبہ قبول کر لیا تو عورت پر یہ مال لازم ہو جائے گا اور اس سے ایک طلاق بائنہ واقع ہو جائے گی۔

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۳۶ھ

السوال الاول ..... يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلَى الْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْاُنْثٰى بِالْاُنْثٰى فَمَنْ عُفِيَ

Maktaba Tul Ishaat.com Scanned with CamScanner

شَيْئًا وَّلَا يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا يُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ" (پ۱، بقرہ:۴۸،۴۷)

دونوں آیتوں کا عمدہ ترجمہ کریں، ان آیات کی بہترین تفسیر سپرد قلم کریں، آیات میں یوما سے کون سا یوم مراد ہے۔

﴿خلاصۂ سوال﴾..... اس سوال کا خلاصہ تین اُمور ہیں (۱) آیات کا ترجمہ (۲) آیات کی تفسیر (۳) یوما کی مراد۔

الجواب ..... ❶ **آیات کا ترجمہ:۔** اے بنی اسرائیل یاد کرو میری ان نعمتوں (احسانات) کو جو میں نے تم پر انعام کی اور (یاد کرو) اس بات کو کہ فضیلت دی میں نے تمہیں تمام عالم پر اور ڈرو اس دن سے کہ نہیں کام آئے گا اس دن کوئی شخص کسی کے کچھ بھی اور نہ قبول کی جائے گی اس کی طرف سے سفارش اور نہ لیا جائے گا اس کی طرف سے بدلا اور نہ وہ مدد کیے جائیں گے۔

❷ **آیات کی تفسیر:۔** ماقبل کی آیات میں بنی اسرائیل کو کمال ایمان اور تقویٰ حاصل کرنے کا حکم تھا اور یہ کام صبر، حضور و استغراق عبادات کے ذریعہ سے دشوار تھا۔ اسلئے اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں اس کا آسان طریقہ بتلا دیا، وہ طریقہ شکر ہے اس وجہ سے اللہ تعالیٰ بنی اسرائیل پر وقتاً فوقتاً کیے گئے احسانات و انعامات کو یاد دلا کر اور اپنی بدکرداریاں ظاہر کر کے شکر کی ترغیب دے رہے ہیں کہ اے بنی اسرائیل! جو میں نے تم پر احسانات و انعامات کیے مثلاً ہزاروں انبیاء تم میں بھیجے، کتابیں نازل ہوئیں، فرعون سے نجات دلا کر ملک شام پر تسلط دیا۔ من و سلویٰ نازل کیا، پتھر سے بارہ چشمے جاری کیے۔ یہ سب وہ انعامات ہیں جو صرف تمہیں عطا ہوئے اور پھر وقت کے تمام فرقوں اور گروہوں پر تمہیں فضیلت دی اور میری ان نعمتوں کو یاد کر کے میرا شکر ادا کرو اور کامل مومن و متقی و پرہیزگار بن جاؤ اور منعم و محسن کا شکریہ انسان تو کجا حیوان بھی ادا کرتے ہیں اور ہمیشہ ہمیشہ کیلئے اپنے منعم و محسن کے مطیع و فرمانبردار ہو جاتے ہیں۔

جب کوئی شخص کسی بلاء میں مبتلا ہو جائے تو اس کے رفیق و دوست احباب اولاً ادائے حق لازم کی کوشش کرتے ہیں۔ اگر یہ نہ ہو سکے تو سفارش سے بچانے کی سعی کرتے ہیں۔ اگر یہ بھی نہ ہو تو فدیہ اور تاوان دے کر چھڑانے کی تدبیر کرتے ہیں۔ اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو آخر میں اپنے مددگاروں کو جمع کر کے بزور بازو اور طاقت سے اس کے چھڑانے کی فکر کرتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے دوسری آیت میں ارشاد فرمایا کہ روز قیامت سے بھی ڈرو اس دن جو میرے دربار میں پھنس گیا تو اس کے لئے ان چار چیزوں سے کوئی چیز بھی معین و مددگار ثابت نہ ہوگی۔ کوئی شخص کتنا ہی مقرب خداوندی ہو وہ کسی بھی نافرمان عبد اللہ کا فر کو بمجملہ چاروں صورتوں میں سے کسی صورت سے بھی نفع نہ پہنچا سکے گا۔ (اعاذنا اللہ منہ)

❸ **یوما کی مراد:۔** آیت کریمہ میں یوما سے مراد روز محشر و یوم حساب و کتاب ہے۔

السوال الثالث ..... فَمَنْ حَآجَّكَ فِيْهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ ۝ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْقَصَصُ الْحَقُّ وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝

آیات مقدسہ کا سلیس ترجمہ کریں۔ آیات کی تفسیر لکھیں مباہلہ کی تعریف ذکر کریں۔ (پ۳، آل عمران:۶۱،۶۲)

﴿خلاصۂ سوال﴾..... اس سوال کا حاصل تین امور ہیں (۱) آیات کا ترجمہ (۲) آیات کی تفسیر (۳) مباہلہ کی تعریف۔

الجواب ..... ❶ **آیات کا ترجمہ:۔** پس جو شخص جھگڑا کرے آپ ﷺ سے اس قصہ کے بارے میں بعد اس کے کہ آ گئی آپ ﷺ کے پاس سچی خبر تو آپ ﷺ کہہ دیں کہ آؤ بلائیں ہم اپنے بیٹے اور تمہارے بیٹے اور اپنی عورتیں اور تمہاری عورتیں اور اپنی جان اور تمہاری جان، پھر التجاء کریں ہم اور لعنت کریں ہم اللہ کی اُن لوگوں پر جو جھوٹے ہیں۔ بے شک یہ البتہ سچا بیان ہے اور

نہیں ہے کوئی معبود مگر اللہ اور بے شک اللہ ہی زبردست حکمت والا ہے۔

❷ آیات کی تفسیر:۔ نصاریٰ اکثر و بیشتر آنحضرت ﷺ سے اس بارے میں جھگڑتے تھے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بندے نہیں بلکہ بیٹے ہیں۔ بالآخر انہوں نے کہا کہ اگر عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بیٹے نہیں ہیں تو تم بتاؤ کہ کس کے بیٹے ہیں اس موقع پر مباہلہ والی آیت نازل ہوئی کہ عیسیٰ علیہ السلام کا تو صرف والد نہیں ہے اور آدم علیہ السلام کا نہ والد تھا اور نہ والدہ تھی۔ اس حساب سے تمہیں آدم علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا ثابت کرنے پر زور دینا چاہئے، نہ کہ عیسیٰ علیہ السلام کو ثابت کرنے پر۔ اس کے بعد فرمایا کہ اگر نصاریٰ اس قدر سمجھانے کے باوجود بھی نہ سمجھیں تو پھر ان کے ساتھ مباہلہ کرو جس کی صورت یہ ہے کہ دونوں فریق بذات خود اور اپنے بیوی بچوں کو لے کر حاضر ہوں اور خوب گڑگڑا کر دعا کریں کہ جو فریق بھی ہم میں سے جھوٹا ہو اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔ اس طرح مباہلہ کرنے سے حق و باطل واضح ہو کر سامنے آجائے گا۔ چنانچہ اسی طرح ہوا کہ انہوں نے مباہلہ سے انکار کر دیا اور سالانہ جزیہ دینے پر آمادہ ہو گئے اور صلح کر لی۔ اس کے بعد فرمایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق جو کچھ قرآن کریم میں بیان ہوا یہی حق اور سچ ہے اور اللہ تعالیٰ ہر قسم کے شرک اور باپ بیٹے وغیرہ کے تعلقات اور رشتوں سے پاک ہے اور زبردست حکمت و قدرت والا ہے اور اپنی حکمت و قدرت کے نتیجہ سے سچے اور جھوٹے سے اپنی شایان شان اور ان کے حسب حال معاملہ کرے گا۔

❸ مباہلہ کی تعریف:۔ کسی امر کے حق و باطل ہونے میں فریقین کا نزاع ہو جائے اور دلائل سے وہ نزاع ختم نہ ہو تو پھر فریقین مل کر اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ فریقین میں سے جو اس امر میں باطل ہے اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے وبال و ہلاکت نازل ہو کیونکہ لعنت کا معنی رحمت خداوندی سے دور ہونا اور قہر خداوندی کے قریب ہونا ہے۔ پھر جو کاذب و جھوٹا ہوگا وہ اس کا خمیازہ بھگتے گا اور سب کے نزدیک صادق و کاذب واضح ہو جائے گا۔ تو بارگاہ خداوندی میں اس طرح دعا کرنے کا نام مباہلہ ہے۔

﴿السوال الثالث﴾ ١٤٣٦ھ

السؤال الثالث ..... يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ اُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِيْمَةُ الْاَنْعَامِ اِلَّا مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ غَيْرَ مُحِلِّي الصَّيْدِ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ اِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ مَا يُرِيْدُ ۝ (پ ٦۔ مائدہ ١)

آیت کا ترجمہ کریں، سورت مائدہ کا شان نزول تحریر کریں، آیت کی تفسیر ذکر کریں، معاہدات سے کون سے معاہدات مراد ہیں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال کا حاصل چار امور ہیں (١) آیت کا ترجمہ (٢) سورت مائدہ کا شان نزول (٣) آیت کی تفسیر (٤) معاہدات کی مراد۔

جواب ..... ❶ آیت کا ترجمہ:۔ اے ایمان والو! پورا کرو عقدوں (عہدوں، وعدوں) کو۔ حلال کئے گئے تمہارے لئے چوپائے، مویشی، علاوہ ان کے جو تم پر (آگے) تلاوت کئے جائیں گے۔ مگر نہ حلال سمجھو شکار کو احرام کی حالت میں، بے شک اللہ تعالیٰ حکم کرتا ہے جو چاہتا ہے۔

❷ سورۃ مائدہ کا شان نزول:۔ سورۃ مائدہ باتفاق مدنی سورتوں میں سے آخری سورۃ ہے۔ حتیٰ کہ نزول احکام کے اعتبار سے یہ آخری سورۃ ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سورۃ مائدہ رسول اکرم ﷺ پر اس وقت نازل ہوئی جب آپ ﷺ

Maktaba Tul Ishaat.com Scanned with CamScanner

سفر میں عضباء نامی اونٹنی پر سوار تھے اور بظاہر یہ سفر حجۃ الوداع کا سفر ہے۔ جو کہ ہجرت کے دسویں سال میں ہوا اور ایک روایت کے مطابق سورہ مائدہ کے بعض اجزاء سفر حدیبیہ میں، بعض اجزاء فتح مکہ میں اور بعض اجزاء حجۃ الوداع کے سفر میں نازل ہوئے۔

❶ آیت کی تفسیر:۔ اس آیت کے پہلے جملہ میں خداوند کریم اہل ایمان کو معاہدات و عہدوں کے پورا کرنے کا حکم دے رہے ہیں کہ اہل ایمان کے مؤمن ہونے کا تقاضا یہ ہے کہ اگر کسی کے ساتھ کسی بھی قسم کا جائز مطابق شریعت معاہدہ کرے تو اس کو پورا کرے۔ اس کے بعد دوسرے جملہ میں اس معاہدہ کا ذکر ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں سے حلال و حرام کی پابندی کے متعلق لیا ہے۔ اس معاہدہ کا ایک جزو یہ ہے کہ تمہارے لئے اللہ تعالیٰ نے اونٹ، گائے، بھینس، بکری وغیرہ جانوروں کو حلال کیا ہے تم ان کو شرعی قاعدہ کے مطابق ذبح کر کے استعمال کر سکتے ہو۔

اس کے بعد اگلے جملہ میں چند جانوروں کے استثناء کی طرف اشارہ کر دیا گیا کہ جن جانوروں کی حرمت قرآن کریم میں بیان کی گئی ہے وہ تم پر حرام ہیں ان کو تم استعمال نہیں کر سکتے۔ اسی طرح تمہارے لئے جنگلی جانور اور ان کا شکار بھی حلال ہے۔ ان کو بھی تم استعمال کر سکتے ہو مگر جس وقت تم حج یا عمرہ کا احرام باندھ لو تو اس وقت شکار کرنا جرم و گناہ ہے اس سے بچو۔ اس کے بعد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ حکمت و بصیرت والا ہے وہ جو حکم بھی دیتا ہے اپنی حکمت و بصیرت کی روشنی میں دیتا ہے۔ لہٰذا اس کے احکام و فیصلے بغیر کسی چوں و چرا کے تسلیم کرو۔ کسی کو یہ حق نہیں کہ اپنے مالک کے احکام تسلیم کرنے سے انکار کرے۔

❷ معاہدات کی مراد:۔ معاہدات میں تمام معاہدات و عقود داخل ہیں خواہ وہ معاہدات انسان کے اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہوں۔ جیسے ایمان، طاعت، حلال و حرام کی پابندی وغیرہ۔ خواہ وہ معاہدہ انسان کا اپنے نفس کے ساتھ ہو جیسے کسی چیز کی نذر ماننا یا حلف و قسم کے ذریعہ کوئی چیز اپنے اوپر لازم کرنا وغیرہ۔ خواہ وہ معاہدہ ایک انسان کا دوسرے انسان کیساتھ ہو۔ جیسے حکومتوں کے بین الاقوامی معاہدات و سمجھوتے، جماعتوں کے باہمی عہد و میثاق، نکاح، تجارت، شرکت، اجارہ، ہبہ وغیرہ یہ تمام امور معاہدات اور عقود میں داخل ہیں۔

الشق الثانی ..... وَاِذْ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ وَقَالَ لَا غَالِبَ لَكُمُ الْيَوْمَ مِنَ النَّاسِ وَاِنِّيْ جَارٌ لَّكُمْ فَلَمَّا تَرَآءَتِ الْفِئَتٰنِ نَكَصَ عَلٰى عَقِبَيْهِ وَقَالَ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّنْكُمْ اِنِّيْٓ اَرٰى مَا لَا تَرَوْنَ اِنِّيْٓ اَخَافُ اللّٰهَ وَاللّٰهُ شَدِيْدُ الْعِقَابِ (پ۱۰ انفال ۴۸)

آیت کا ترجمہ کریں۔ آیت کی تفسیر سپرد قلم کریں۔ اس آیت میں جو واقعہ ذکر ہوا ہے وہ کون سے غزوہ کے متعلق ہے اور وہ غزوہ کب پیش آیا۔ زین، تراءت، نکص، بریء، غالب، اخاف، مذکورہ بالا الفاظ کے صیغے بتائیں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال میں چار امور حل طلب ہیں (۱) آیت کا ترجمہ (۲) آیت کی تفسیر (۳) غزوہ کی نشاندہی اور وقوع (۴) مذکورہ صیغوں کی وضاحت۔

جواب ..... ❶ آیت کا ترجمہ:۔ اور جب مزین کیا شیطان نے (ان کی نظروں میں) ان کے اعمال کو اور کہا کہ کوئی بھی غالب نہ ہوگا تم پر آج کے دن لوگوں میں سے اور بے شک میں تمہارا پڑوسی (حمایتی) ہوں۔ پھر جب آمنے سامنے ہوئے دونوں گروہ (لشکر، فوجیں) تو وہ الٹا پھرا اپنی ایڑیوں پر اور بولا کہ بے شک میں بری ہوں تم سے (میں تمہارے ساتھ نہیں ہوں) بے شک میں دیکھ رہا ہوں وہ جو تم نہیں دیکھتے۔ بے شک میں ڈرتا ہوں اللہ سے اور اللہ تعالیٰ سخت عذاب والا ہے۔

❷ آیت کی تفسیر:۔ قریش اپنی قوت و جمعیت پر بہت مغرور تھے۔ مگر بنی کنانہ کے ساتھ اکثر اوقات ان کی چپقلش رہتی تھی۔ اس وجہ

سے ان کو خطرہ لاحق ہوا کہ کہیں بنی کنانہ ہماری کامیابی کے راستہ میں رکاوٹ اور آڑ نہ بن جائیں۔ تو اس موقعہ پر شیطان ان کی مدد بڑھانے کیلئے بنی کنانہ کے سردار سراقہ بن مالک کی صورت میں اپنی فوج لے کر ابوجہل کے پاس آیا اور کہا کہ ہماری طرف سے بے فکر رہو۔ ہماری مدد تمہارے ساتھ ہے۔ پھر جب غزوہ بدر میں مسلمانوں کا اور قریش کا لشکر آمنے سامنے ہوا تو شیطان کو جبریل وغیرہ فرشتے نظر آئے تو شیطان ابوجہل کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ چھڑا کر الٹے پاؤں بھاگ کھڑا ہوا۔ ابوجہل نے کہا کہ اے سراقہ عین موقع پر دھوکہ دے کر کہاں جا رہے ہو تو شیطان نے کہا کہ میں تمہارے ساتھ نہیں رہ سکتا۔ مجھے وہ چیز نظر آرہی ہے جو تمہیں نظر نہیں آرہی (فرشتے) اور اس خدائی فوج کے ڈر سے میرا دل گھبرا رہا ہے اور اب ٹھہرنے کی ہمت نہیں ہے۔ خطرہ ہے کہ کہیں سخت عذاب اور آفت میں نہ جکڑا جاؤں۔

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ملعون نے جھوٹ بولا۔ اس کے دل میں اللہ کا خوف نہ تھا۔ بلکہ وہ جانتا تھا کہ اب قریش کا لشکر ہلاکت میں گھر چکا ہے اور کوئی قوت انہیں ہلاکت سے نہیں بچا سکتی۔ اس وجہ سے وہ بھاگ نکلا تھا اور یہ اس کی قدیم عادت ہے کہ اپنے متبعین کو دھوکہ دے کر اور ہلاکت میں پھنسا کر عین وقت پر کھسک جاتا ہے۔ (فاعتبروا یا اولی الابصار)۔

❷ **غزوہ کی نشاندہی اور وقوع:۔** مذکورہ واقعہ غزوہ بدر کے متعلق ہے جیسا کہ تفسیر میں گزر چکا ہے اور یہ غزوہ ان دو جنگوں میں پیش آیا تھا۔

❸ **مذکورہ صیغوں کی وضاحت:۔** "تَبَرَّئُ" صیغہ واحد مذکر صفت مشبہ از مصدر البراءۃ (سمع) بمعنی بری ہونا۔

"زَیَّنَ" صیغہ واحد مذکر غائب ماضی معروف از مصدر تزیین (تفعیل) بمعنی مزین کرنا، خوشنما کر کے پیش کرنا۔

"تَرَآءَتْ" صیغہ واحد مؤنث غائب ماضی معروف از مصدر التراءی (تفاعل) بمعنی ایک دوسرے کو دیکھنا، آمنے سامنے ہونا۔

"نَکَصَ" صیغہ واحد مذکر غائب ماضی معروف از مصدر نَکْصًا (نصر، ضرب) بمعنی کام سے رکنا، پیچھے ہٹنا۔

"غَالِبَ" صیغہ واحد مذکر اسم فاعل از مصدر الغلبۃ (نصر) بمعنی غلبہ پانا۔

"اَخَافُ" صیغہ واحد متکلم مضارع معروف از مصدر الخوف (سمع) بمعنی ڈرنا۔

الورقة الاولیٰ: فی التفسیر

السوال الاوّل ۱۴۳۷ھ

السؤال الاول ..... لِلَّذِیْنَ یُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ تَرَبُّصُ اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ فَاِنْ فَآءُوْ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝ وَاِنْ عَزَمُوا الطَّلَاقَ فَاِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ۝ (پ۲، بقرہ:۲۲۶،۲۲۷) دونوں آیتوں کا ترجمہ کیجئے۔ ایلاء کی شرعی تعریف وحکم تحریر کیجئے۔ چار ماہ کے اختتام پر خود بخود طلاق واقع ہوگی یا شوہر کے طلاق دینے سے طلاق واقع ہوگی اس میں امام ابوحنیفہؒ اور امام شافعیؒ کا اختلاف لکھئے۔

خلاصۂ سوال ..... اس سوال کا خلاصہ تین امور ہیں (۱) آیات کا ترجمہ (۲) ایلاء کی تعریف وحکم (۳) چار ماہ کے اختتام پر وقوع طلاق میں ائمہ کا اختلاف۔

الجواب ..... ❶ **آیات کا ترجمہ:۔** جو لوگ قسم کھاتے ہیں اپنی عورتوں کے پاس جانے سے ان کیلئے چار ماہ ٹھہرنا (مہلت) ہے۔ پس اگر وہ باہم مل گئے تو اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے اور اگر انہوں نے پختہ ارادہ کر لیا ہے طلاق کا تو بے شک اللہ تعالیٰ سننے والا جاننے والا ہے۔

❷ **ایلاء کی تعریف وحکم:۔** شریعت کی اصطلاح میں ایلاء یہ ہے کہ شوہر قسم کھائے کہ میں چار ماہ یا اس سے زائد عرصہ تک اپنی

Maktaba Tul Ishaat.com Scanned with CamScanner

بیوی کے قریب نہیں جاؤں گا اور اس سے وطی و مباشرت نہیں کروں گا۔

ایلاء کا حکم یہ ہے کہ اگر شوہر نے اس چار ماہ میں اپنی بیوی سے مباشرت کرلی تو قسم میں حانث ہو جائے گا اور اس پر کفارہ لازم ہوگا اور اگر وہ چار ماہ تک اپنی بیوی کے قریب نہ گیا تو قسم پوری ہو جائیگی اور ایک طلاق بائنہ واقع ہو جائے گی۔

چار ماہ کے اختتام پر وقوع طلاق میں ائمہ کا اختلاف:۔ حضرات حنفیہ کے نزدیک چار ماہ کی مدت گزرنے کے بعد خود بخود طلاق بائنہ واقع ہو جائیگی اور امام اوزاعی کے نزدیک طلاق رجعی واقع ہوگی، ائمہ ثلاثہ کے نزدیک مدت گزرنے سے طلاق واقع نہیں ہوگی بلکہ اس کو قاضی کے پاس جانا ہوگا قاضی اسے رجوع یا طلاق کا حکم دے گا، اگر وہاں قاضی نہیں ہے تب بھی ان کے نزدیک توقف کیا جائے گا حتی کہ شوہر رجوع کرے یا طلاق دے۔

السؤال الثالث ..... اَلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ مِنْۢ بَعْدِ مَآ اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا مِنْهُمْ وَاتَّقَوْا اَجْرٌ عَظِيْمٌ ۚ اَلَّذِيْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِيْمَانًا ۖ وَّقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ ۝ فَانْقَلَبُوْا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ لَّمْ يَمْسَسْهُمْ سُوْٓءٌ ۙ وَّاتَّبَعُوْا رِضْوَانَ اللّٰهِ ۗ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَظِيْمٍ ۝ (پ۴۔ آل عمران، ۱۷۲ تا ۱۷۴)

آیات کا ترجمہ کیجئے، مذکورہ آیات کس غزوہ سے متعلق ہیں اس کا نام، تاریخ وقوع تحریر کیجئے۔ آیات کا شان نزول وواقعہ تحریر کیجئے۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال میں تین امور توجہ طلب ہیں (۱) آیات کا ترجمہ (۲) غزوہ متعلقہ بالآیات کا نام و وقوع (۳) آیات کا شان نزول و واقعہ۔

الجواب ..... ❶ **آیات کا ترجمہ:۔** وہ لوگ جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور رسول کا حکم مانا بعد اس کے کہ پہنچ چکے تھے ان کو زخم، جو نیک ہیں ان میں سے اور پرہیزگار ہیں ان کیلئے بڑا ثواب ہے، جن لوگوں کو کہا لوگوں نے یہ کہ بے شک (مکہ کے) لوگوں نے جمع کیا ہے سامان تمہارے مقابلہ کیلئے پس تم ان سے ڈرو تو اور زیادہ ہوا ان کا ایمان اور کہا انہوں نے کہ ہمیں اللہ تعالیٰ کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے پھر لوٹے مسلمان اللہ تعالیٰ کے احسان و فضل کے ساتھ کہ نہیں پہنچی انہیں کوئی ناگواری (تکلیف) اور اتباع کی انہوں نے اللہ تعالیٰ کی مرضی کی اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔

❷ **غزوہ متعلقہ بالآیات کا نام و وقوع:۔** بعض حضرات کے بقول یہ آیات غزوہ حمراء الاسد کے متعلق نازل ہوئیں جسکا وقوع ۳ھ میں ہوا، اور بعض حضرات کے بقول بدر صغریٰ کے متعلق نازل ہوئیں جسکا وقوع ۴ھ میں ہوا۔

❸ **آیات کا شان نزول و واقعہ:۔** ابوسفیان جب اُحد سے مکہ کو واپس گیا تو راستہ میں خیال آیا کہ ہم نے بڑی غلطی کی، ہزیمت یافتہ اور زخم خوردہ مسلمانوں کو یونہی چھوڑ کر چلے آئے، مشورے ہونے لگے کہ پھر مدینہ واپس چل کر ان کا قصہ تمام کر دیں، آپ ﷺ کو خبر ہوئی تو اعلان فرمایا کہ جو لوگ کل ہمارے ساتھ لڑائی میں حاضر تھے آج دشمن کا تعاقب کرنے کے لئے تیار ہو جائیں مسلمان مجاہدین باوجودیکہ تازہ زخم کھائے ہوئے تھے، اللہ اور رسول ﷺ کی پکار پر نکل پڑے۔ آپ ﷺ ان مجاہدین کی جماعت لیکر مقام حمراء الاسد تک (جو مدینہ سے آٹھ میل ہے) پہنچے ابوسفیان کے دل میں یہ سن کر کہ مسلمان اس کے تعاقب میں چلے آرہے ہیں، سخت رعب و دہشت طاری ہوگئی، دوبارہ حملہ کا ارادہ ترک کر کے مکہ کی طرف بھاگا۔ عبدالقیس کا ایک تجارتی قافلہ مدینہ آرہا تھا، ابوسفیان نے اُن لوگوں کو کچھ دیکر آمادہ کیا کہ وہ مدینہ پہنچ کر ایسی خبریں شائع کریں جن کو سن کر مسلمان ہماری طرف

Scanned with CamScanner

سے مرعوب وخوفزدہ ہو جائیں، انہوں نے مدینہ پہنچ کر کہنا شروع کیا کہ مکہ والوں نے بڑا بھاری لشکر اور سامان مسلمانوں کے استیصال کی غرض سے تیار کیا ہے، یہ سن کر مسلمانوں کے دلوں میں خوف کی جگہ جوش ایمان بڑھ گیا اور کفار کی جماعت کا حال سن کر کہنے لگے "حسبنا الله ونعم الوكيل" ساری دنیا کے مقابلہ میں کیا اللہ ہم کو کافی ہے۔ اسی پر یہ آیات نازل ہوئیں بعض کہتے ہیں کہ جنگ اُحد تمام ہونے پر ابوسفیان نے اعلان کیا تھا کہ اگلے سال بدر پر پھر لڑائی ہے، حضرت ﷺ نے قبول کر لیا۔ جب اگلا سال آیا آنحضرت ﷺ نے لوگوں کو حکم دیا کہ جہاد کے لئے چلو، اگر کوئی نہ جائے گا تب بھی اللہ کا رسول ﷺ تنہا جائے گا۔ اُدھر سے ابوسفیان فوج لیکر مکہ سے نکلا تھوڑی دور چل کر ہمت ٹوٹ گئی، رعب چھا گیا، قحط سالی کا عذر کر کے چاہا کہ مکہ واپس جائے مگر صورت ایسی ہو کہ الزام مسلمانوں پر رہے، ایک شخص مدینہ جا رہا تھا، اس کو کچھ دے کر کہا کہ وہاں پہنچ کر اس طرف کی ایسی خبریں مشہور کرنا جن کو سن کر مسلمان خوف کھائیں اور جنگ کو نہ نکلیں وہ مدینہ پہنچ کر کہنے لگا کہ مکہ والوں نے بڑی بھاری جمعیت اکٹھی کی ہے تم کو لڑنا بہتر نہیں مسلمانوں کو حق تعالیٰ نے استقلال دیا۔ انہوں نے یہی کہا کہ ہم کو اللہ کافی ہے۔ آخر مسلمان حسب وعدہ بدر پہنچے، وہاں بڑا بازار لگتا تھا، تین روز رہ کر تجارت کر کے خوب نفع کما کر مدینہ واپس آئے اس غزوہ کو بدر صغریٰ کہتے ہیں۔ اس وقت جن لوگوں نے رفاقت کی اور تیار ہوئے ان کو یہ بشارت ہے کہ اُحد میں زخم کھا کر اور نقصان اٹھا کر بھی انہوں نے ایسی جرأت کی۔ مسلمانوں کی اس جرأت و مستعدی کی خبر سن کر مشرکین راستہ سے لوٹ گئے چنانچہ مکہ والوں نے اس مہم کا نام "جیش السویق" رکھ دیا۔ یعنی وہ لشکر جو محض ستو پینے گیا تھا پھر واپس آیا (منہ) یہ جو فرمایا "للذين احسنوا منهم واتقوا" محض ان کی مدح سرائی اور تحسین شان کے لئے ہے ورنہ وہ سب کے سب ایسے ہی تھے۔

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۳۷ھ

السؤال الاول ..... فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ۝ وَلَوْ أَنَّا كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ أَنِ اقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ أَوِ اخْرُجُوا مِن دِيَارِكُم مَّا فَعَلُوهُ إِلَّا قَلِيلٌ مِّنْهُمْ ۖ وَلَوْ أَنَّهُمْ فَعَلُوا مَا يُوعَظُونَ بِهِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَأَشَدَّ تَثْبِيتًا ۝ (پ ۵، نساء: ۶۵/۶۶)

دونوں آیتوں کا بہترین ترجمہ سپرد قلم کیجئے، مذکورہ آیتوں کا شان نزول لکھئے، ان آیات کی وکشن تفسیر بیان کیجئے۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال میں تین امور مطلوب ہیں (۱) آیات کا ترجمہ (۲) آیات کا شان نزول (۳) آیات کی تفسیر۔

الجواب ..... ❶ آیات کا ترجمہ:۔ پس قسم ہے تیرے رب کی (یہ لوگ نہیں مؤمن ہو سکتے یہاں تک کہ آپ ﷺ کو ہی منصف بنائیں اس جھگڑے میں جو ان کے درمیان برپا ہو، پھر نہ پائیں وہ لوگ اپنے نفسوں میں کوئی تنگی آپ ﷺ کے فیصلے سے اور قبول کریں اس کو خوشی سے، اور اگر ہم ان پر حکم کرتے کہ ہلاک کر دو اپنے نفسوں کو یا نکل جاؤ اپنے گھروں سے تو وہ بجا نہ کرتے مگر تھوڑے ان میں سے، اور اگر یہ لوگ کرتے وہ کام جو ان کو نصیحت کی جاتی ہے تو یہ البتہ ان کے حق میں بہتر ہوتا اور (ان کے ایمان کو) زیادہ پختہ کرنے والا ہوتا۔

❷ آیات کا شان نزول:۔ جس واقعہ کی بناء پر یہ آیت اور اس سے پہلی آیات نازل ہوئیں وہ بشر منافق کا معاملہ تھا جس نے اپنے جھگڑے کے فیصلہ کے لئے پہلے کعب بن اشرف یہودی کو تجویز کیا پھر مجبور ہو کر آنحضرت ﷺ کے پاس گیا، اور آپ ﷺ

Maktaba Tul Ishaat.com Scanned with CamScanner

کا فیصلہ چونکہ اس کے خلاف تھا اس پر راضی نہ ہوا، دوبارہ فیصلہ کرانے کے لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا، اس واقعہ کی جب مدینہ میں شہرت ہوئی تو یہود نے مسلمانوں کو یہ رونا رویا کہ تم کیسے لوگ ہو کہ جس کو رسول مانتے ہو اور اس کی اتباع کے دعوے دار ہو، اس کے فیصلوں کو تسلیم نہیں کرتے، دیکھو یہودیوں کو ان کے گناہ کی توبہ کے سلسلہ میں یہ حکم ملا تھا کہ تم اس میں ایک دوسرے کو قتل کرو ہم نے تو اس شدید حکم کی تعمیل بھی کی، یہاں تک کہ ہمارے ستر ہزار آدمی مارے گئے، اگر تمہیں کوئی ایسا حکم دیدیا جاتا تو تم کیا کرتے، اس پر آیات نازل ہوئی "ولو انا کتبنا علیھم" یعنی ان منافقین کا یا عام لوگوں کا جن میں کافر و مومن سب داخل ہیں یہی حال ہے کہ اگر ان کو بنی اسرائیل کی طرح کوئی سخت حکم خودکشی یا ترک وطن کا دیدیا جاتا تو ان میں سے بہت کم آدمی اس حکم کی تعمیل کرتے۔

اس میں ان لوگوں کو سخت تنبیہ ہے جو اپنے جھگڑوں کا فیصلہ رسول اللہ ﷺ یا شریعت رسول ﷺ کو چھوڑ کر کسی دوسری طرف لے جاتے ہیں اور یہودی کے طعن کا جواب بھی ہے کہ یہ حال منافقین کا ہے پکے مسلمانوں کا نہیں، اور شاید اس کا یہ ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ایک صاحب نے کہا کہ اللہ نے ہمیں اس آزمائش میں نہیں ڈالا، صحابی کا یہ کلمہ رسول اللہ ﷺ کو پہنچا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ میری امت میں ایسے لوگ بھی ہیں جن کے دلوں میں ایمان مضبوط پہاڑوں سے زیادہ جما ہوا ہے۔ ابن وہب کا بیان ہے کہ یہ کلمہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا تھا۔

اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ آیت سن کر کہا کہ اگر یہ حکم نازل ہوتا تو خدا کی قسم میں سب سے پہلے اپنے آپ کو اور اپنے اہل بیت کو اس پر قربان کر دیتا۔

بعض روایات میں ہے کہ اس آیت کے نازل ہونے پر رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ اگر یہ حکم خودکشی یا ترک وطن کا اللہ کی طرف سے آجاتا تو ابن ام عبد یعنی حضرت عبداللہ بن مسعود ضرور اس پر عمل کرتے، اور دوبارہ دوسرا معاملہ ترک وطن کا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس پر تو عمل کر کے دکھلا دیا کہ اپنے وطن مکہ اور اپنی تمام جائیدادوں اور تجارتوں کو چھوڑ کر مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت اختیار کر لی۔

آیات کی تفسیر: ان آیات میں اللہ تعالیٰ ان ہی منافقین کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں جن کا ذکر ابھی شان نزول کے ضمن میں گزر چکا ہے کہ ہم قسم کھا کر کہتے ہیں کہ یہ منافق لوگ اپنے تمام مالی و جانی جھگڑوں میں آپ ﷺ کو حاکم تسلیم نہ کر لیں اس وقت تک یہ کامل مومن نہیں ہو سکتے۔

اس کے بعد دوسری آیت میں ارشاد فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو کہیں کہ بنی اسرائیل کی طرح اپنی جانوں کو ہلاک کر ڈالو یا جلاوطن ہو جاؤ تو پھر ان میں سے صرف چند گنتی کے لوگ (پکے سچے مسلمان) ہی اس حکم کی تعمیل کرتے، مگر اللہ تعالیٰ نے ان کی آسانی کیلئے ان کو صرف یہ حکم دیا کہ آپ ﷺ کے فیصلہ کو دل و جان سے تسلیم کر لو جس کی وجہ سے تم نفاق سے بری ہو جاؤ گے اور تمہارے دین و دنیا دونوں درست ہو جائیں گے مگر یہ اس پر آمادہ نہیں ہیں۔

السؤال الثالث ..... یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الْاَنْفَالِ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰہِ وَالرَّسُوْلِ فَاتَّقُوا اللّٰہَ وَاَصْلِحُوْا ذَاتَ بَیْنِکُمْ وَاَطِیْعُوا اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ: (پ ۹، انفال ۱)

آیت مبارکہ کا بے غبار ترجمہ کیجئے، یہ آیت ایک غزوہ میں پیش آنے والے ایک واقعہ سے متعلق ہے اس واقعہ کو ذکر کیجئے، مال غنیمت، مال فئی اور انفال ایک ہی چیز ہے یا ان میں کوئی فرق ہے۔

خلاصہ سوال ..... اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) آیت کا ترجمہ (۲) واقعہ کی تفصیل (۳) مال غنیمت، مال فئی اور انفال میں فرق۔

Scanned with CamScanner

السوال الثانی ..... ❶ آیت کا ترجمہ:۔ یہ لوگ (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) آپ ﷺ سے مال غنیمت کے متعلق سوال کرتے ہیں، آپ ﷺ فرمادیں کہ یہ مال غنیمت اللہ تعالیٰ کی ملک ہیں پس تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور باہم صلح رکھو اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرو اگر تم مومن ہو۔

❷ واقعہ کی تفصیل:۔ واقعہ یہ پیش آیا تھا کہ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم غزوہ بدر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نکلے اور دونوں فریق میں گھمسان کی جنگ کے بعد اللہ تعالیٰ نے دشمن کو شکست دی تو اب مسلمان لشکر کے تین حصے ہو گئے، کچھ لوگوں نے دشمن کا تعاقب کیا تاکہ وہ پھر واپس نہ آسکے، کچھ لوگ کفار کے چھوڑے ہوئے اموال غنیمت جمع کرنے میں لگ گئے اور کچھ لوگ رسول کریم ﷺ کے گرد اس لئے جمع رہے کہ کسی طرف سے چھپا ہوا دشمن آنحضرت ﷺ پر حملہ نہ کردے۔ جب جنگ ختم ہوگئی اور رات کو ہر شخص اپنے ٹھکانے پر پہنچا تو جن لوگوں نے مال غنیمت جمع کیا تھا وہ کہنے لگے کہ یہ مال تو ہم نے جمع کیا ہے اس لئے اس میں ہمارے سوا کسی کا حصہ نہیں اور جو لوگ دشمن کے تعاقب میں گئے تھے انہوں نے کہا کہ تم لوگ ہم سے زیادہ اس کے حقدار نہیں ہو کیونکہ ہم نے ہی دشمن کو پسپا کیا اور تمہارے لئے یہ موقع فراہم کیا کہ تم بے فکر ہو کر مال غنیمت جمع کرلو اور جو لوگ آنحضرت ﷺ کی حفاظت کے لئے آپ ﷺ کے گرد جمع رہے انہوں نے کہا کہ ہم چاہتے تو ہم بھی مال غنیمت جمع کرنے میں تمہارے ساتھ شریک ہوتے لیکن آنحضرت ﷺ کی حفاظت جو جہاد کا سب سے اہم کام تھا ہم اس میں مشغول رہے اس لئے ہم بھی اس کے مستحق ہیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی یہ گفتگو رسول اللہ ﷺ تک پہنچی اس پر یہ آیت مذکورہ نازل ہوئی جس نے واضح کردیا کہ یہ مال اللہ کا ہے اس کا کوئی مالک و حقدار نہیں، بجز اس کے جس کو رسول اللہ ﷺ عطا فرمائیں۔ آنحضرت ﷺ نے ارشادات ربانی کے ماتحت اس مال کو سب شرکاء جہاد میں مساوی طور پر تقسیم فرمادیا (ابن کثیر)۔ اور سب کے سب اللہ و رسول کے اس فیصلہ پر راضی ہو گئے اور ان کے خلاف شان جو صورت حال باہمی مسابقت کی پیش آگئی تھی اس پر نادم ہوئے۔

❸ مال غنیمت، مال فیئ اور انفال میں فرق:۔ مال فیئ: وہ مال جو بغیر جنگ و قتال کے دشمن سے حاصل ہو خواہ وہ اسے چھوڑ کر بھاگ جائیں یا از خود رضامندی سے مسلمانوں کے سپرد کردیں۔

مال غنیمت: وہ مال جو میدان جنگ میں جنگ و جہاد اور لڑائی کے ذریعہ دشمن سے حاصل کیا جائے۔

انفال: وہ مال جو اموال غنیمت سے خاص مجاہد کو اس کی کارکردگی کی وجہ سے مال غنیمت کے علاوہ بطور انعام عطاء کرے اور کبھی انفال کا لفظ مطلق مال غنیمت پر بھی بولا جاتا ہے اور اس آیت کریمہ میں اسی مطلق و عام معنی میں ہے۔ (معارف القرآن ص ۱۷۲ ج ۴)

السوال الثالث ۱۴۲۷ھ

السوال الاول ..... يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝ اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ ۭ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ عَلٰي سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ۭ وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ ۭ فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ ۭ وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ (پ ۲، بقرہ ۱۸۳،۱۸۴)

آیات کا ترجمہ کریں، صوم کا لغوی اور اصطلاحی معنی تحریر کریں۔ وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ کا مطلب واضح کریں۔

Maktaba Tul Ishaat.com Scanned with CamScanner

﴿خلاصۂ سوال﴾..... اس سوال میں تین امور مطلوب ہیں (۱) آیات کا ترجمہ (۲) صوم کا لغوی اور اصطلاحی معنی (۳) وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ الخ کا مطلب۔

﴿جواب﴾..... ❶ آیات کا ترجمہ:۔ اے ایمان والو! تم پر روزہ رکھنا فرض کیا گیا ہے جیسا کہ سابقہ لوگوں پر فرض کیا گیا تھا تاکہ تم متقی و پرہیزگار بن جاؤ (روزہ رکھو) گنتی کے چند دن، پس جو شخص تم میں سے مریض ہو یا مسافر ہو تو وہ دوسرے دنوں کو شمار کرے (دیگر ایام میں قضاء کرے) اور جو لوگ روزہ کی طاقت رکھتے ہیں ان پر ایک مسکین کو کھانا کھلانے کا فدیہ ہے اور جو شخص اپنی خوشی سے خیر و نیکی کرے وہ اس کیلئے بہتر ہے اور تمہارا روزہ رکھنا تمہارے لئے زیادہ بہتر ہے اگر تم سمجھ بوجھ رکھتے ہو۔

❷ صوم کا لغوی اور اصطلاحی معنی:۔ صوم کا لغوی معنی مطلق امساک رکنا ہے اور اصطلاح میں طلوع فجر سے لیکر غروب شمس تک کھانے پینے اور جماع وغیرہ سے رکنا روزہ کہلاتا ہے۔

❸ وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ الخ کا مطلب:۔ اس آیت کریمہ میں مختلف قرآتیں ہیں۔

(الف)..... سب سے مشہور اور جمہور کے نزدیک یہی قرآت ہے مطلب یہ ہے کہ جو لوگ روزہ رکھنے کی طاقت رکھتے ہیں مگر روزہ نہیں رکھتے انکے ذمہ فدیہ کی ادائیگی واجب ہے، چونکہ یہ مذہب کسی کا بھی نہیں اسلئے اس قرآت کی مختلف توجیہات کی گئی ہیں۔

① عند الجمہور یہ آیت منسوخ ہے اور اس کے لئے ناسخ آیت کریمہ فمن شهد منكم الشهر فليصمه ہے۔

② یطیقونه کا لفظ باب افعال سے ہے اور اس میں سلب ماخذ والی خاصیت پائی جاتی ہے مطلب یہ ہے کہ جو لوگ روزہ کی طاقت نہیں رکھتے ان سے طاقت سلب ہوگئی ہے وہ لوگ فدیہ ادا کریں لہٰذا یہ آیت منسوخ نہیں ہے۔

③ یطیقونه سے پہلے لا نافیہ محذوف ہے اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ سے بھی قرآت وعلى الذين لايطيقونه مروی ہے، اس پر کوئی اشکال نہیں ہے۔ (ب)..... حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے نزدیک آیت کریمہ وعلى الذين يطوقونه (جمع مذکر غائب مضارع مجہول باب تفعیل) ہے، مطلب یہ کہ جو لوگ روزہ کی وجہ سے تکلیف میں مبتلا ہو جائیں ان پر فدیہ ہے، اس صورت میں بھی یہ آیت منسوخ نہیں ہے۔ (کشف الباری کتاب التفسیر ص ۵۲)

﴿جواب ۲﴾..... وَالْوَالِدٰتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ ۭ وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۭ لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ اِلَّا وُسْعَهَا ۚ لَا تُضَاۗرَّ وَالِدَةٌۢ بِوَلَدِهَا وَلَا مَوْلُوْدٌ لَّهٗ بِوَلَدِهٖ ۚ وَعَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذٰلِكَ ۚ (پ۲۔ بقرہ ۲۳۳)

آیت مبارکہ کا ترجمہ کریں، مدت رضاعت کتنی ہے؟ اور کیا ماں کو دودھ پلانے پر مجبور کرنے کا حق ہے؟ نفقہ میں شوہر کی حیثیت کا اعتبار ہوگا یا بیوی کا؟ نیز شرعاً یتیم بچے کو دودھ پلانے کی ذمہ داری کس کی ہے؟

﴿خلاصۂ سوال﴾..... اس سوال میں پانچ امور مطلوب ہیں (۱) آیت کا ترجمہ (۲) مدت رضاعت کی مقدار (۳) ماں کو دودھ پلانے پر مجبور کرنے کا حکم (۴) نفقہ میں شوہر یا بیوی کی حیثیت کے اعتبار کی وضاحت (۵) یتیم بچے کو دودھ پلانے کی ذمہ داری۔

﴿جواب﴾..... ❶ آیت کا ترجمہ:۔ اور مائیں اپنی اولاد کو دو سال مکمل دودھ پلائیں (یہ حکم اس کے لئے ہے) جو دودھ کی مدت پوری کرنا چاہے اور جس شخص کا بچہ ہے ان عورتوں کا کھانا اور کپڑا دستور کے موافق اس کے ذمے ہے، نہیں مکلف کیا جاتا کسی

شخص کو مگر اس کی گنجائش کے مطابق، کسی ماں کو تکلیف نہ پہنچائی جائے اس کے بچے کی وجہ سے اور نہ کسی والد کو تکلیف پہنچائی جائے اس کے بچے کی وجہ سے اور وارثوں پر بھی اسی کی مثل لازم ہے پس اگر والدین باہمی رضامندی و مشورے سے (دو سال سے پہلے) دودھ چھڑانا چاہیں تو ان پر کوئی گناہ نہیں ہے۔ اور اگر تم اپنی اولاد کو کسی دوسری عورت سے دودھ پلوانا چاہو تو تم پر کوئی گناہ نہیں ہے جبکہ تم سپرد کر دو وہ جو کچھ تم نے دستور کے موافق ان کو دینا طے کیا ہے۔ اور ڈرو اللہ تعالیٰ سے اور جان لو کہ بے شک اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کو خوب دیکھنے والا ہے۔

❷ **مدت رضاعت کی مقدار:۔** مدت رضاعت میں ائمہ کا اختلاف ہے چنانچہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مدت رضاعت اڑھائی سال ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک دو سال ہے، امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کا بھی یہی مذہب ہے اور امام زفرؒ کے نزدیک تین سال ہے اور امام مالکؒ سے ایک روایت دو سال ایک ماہ اور ایک روایت دو سال دو ماہ کی بھی مروی ہے اور بعض کی رائے یہ ہے کہ مدت رضاعت کی کوئی حد نہیں ہے اور بعض نے چھ دو سال مدت رضاعت بیان کی ہے۔

❸ **ماں کو دودھ پلانے پر مجبور کرنے کا حکم:۔** اگر والد اپنے بچہ کو کسی ضرورت کی وجہ سے دودھ پلانے سے انکار کر دے تو باپ اُسے دودھ پلانے پر مجبور نہیں کر سکتا۔ اور اگر بچہ کسی دوسری عورت یا جانور کا دودھ نہیں پیتا تو پھر ماں کو مجبور کیا جا سکتا ہے۔ (معارف القرآن)

❹ **نفقہ میں شوہر یا بیوی کی حیثیت کے اعتبار کی وضاحت:۔** اگر میاں بیوی دونوں مالدار ہوں تو مالداروں والا نفقہ واجب ہوگا اور اگر دونوں غریب ہوں تو پھر غریبوں والا نفقہ واجب ہوگا۔ البتہ جب دونوں کے مالی حالات مختلف ہوں یعنی ایک مالدار ہو اور دوسرا غریب ہو تو پھر نان و نفقہ کی حیثیت میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ صاحب ہدایہ نے خصاف کے قول پر فتویٰ دیا ہے کہ اگر عورت غریب اور مرد مالدار ہو تو درمیانہ (غریبوں سے کچھ زائد اور مالداروں سے کچھ کم) نفقہ لازم ہے۔ اور امام کرخیؒ کے نزدیک شوہر کے حال کا اعتبار ہے، فتح القدیر میں بہت سے فقہاء کا اسی پر فتویٰ منقول ہے۔ (ایضاً)

❺ **یتیم بچے کو دودھ پلانے کی ذمہ داری:۔** اگر کسی بچے کا والد انتقال کر جائے تو اس یتیم بچہ کو دودھ پلانے یا پلوانے کا انتظام اُس شخص پر ہے جو بچے کا جائز وارث اور محرم ہے۔ یعنی اگر بچہ مر جائے تو جن لوگوں کو اس کی وراثت پہنچتی ہے باپ نہ ہونے کی حالت میں وہی لوگ اس کے نان نفقہ کے ذمہ دار ہوں گے۔ اگر ایسے وارث کئی لوگ ہوں تو ہر ایک شخص پر میراث کے حصہ کے بقدر یہ ذمہ داری عائد ہوگی۔

﴿الورقة الاولیٰ: فی التفسیر﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ۱۴۳۸ھ

السؤال الاول ..... يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْـَٔلُوْا عَنْ اَشْيَآءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ ۚ وَاِنْ تَسْـَٔلُوْا عَنْهَا حِيْنَ يُنَزَّلُ الْقُرْاٰنُ تُبْدَ لَكُمْ ۚ عَفَا اللّٰهُ عَنْهَا ۗ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ۝ قَدْ سَاَلَهَا قَوْمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ ثُمَّ اَصْبَحُوْا بِهَا كٰفِرِيْنَ ۝ مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنْ بَحِيْرَةٍ وَّلَا سَآئِبَةٍ وَّلَا وَصِيْلَةٍ وَّلَا حَامٍ ۙ وَلٰكِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ۭ وَاَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ۝ (پ ۷، مائدہ ۱۰۱-۱۰۳)

آیات کریمہ کا ترجمہ کریں، شانِ نزول تحریر کریں۔ بحیرہ، سائبہ، وصیلہ اور حام کا مطلب واضح کریں۔

Maktaba Tul Ishaat.com Scanned with CamScanner

﴿خلاصہ سوال﴾..... اس سوال کا خلاصہ تین امور ہیں (۱) آیات کا ترجمہ (۲) آیات کا شانِ نزول (۳) بحیرہ، سائبہ، وصیلہ اور حام کا مطلب۔

الجواب ..... ❶ **آیات کا ترجمہ:۔** اے ایمان والو! اُن اشیاء کے متعلق مت پوچھا کرو کہ اگر تم پر وہ ظاہر کردی جائیں تو وہ تمہاری ناگواری کا سبب بنیں اور اگر تم نزولِ قرآن کے زمانہ میں اُن باتوں کے متعلق پوچھو تو تم پر ظاہر کردی جائیں گی، اللہ تعالیٰ نے سابقہ گناہ معاف کردیئے اور اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت والے اور بڑے حلم والے ہیں، تحقیق ایسی باتیں تم سے پہلی قوم نے بھی پوچھی تھیں پھر وہ اُن باتوں کا انکار کرنے والے ہوگئے۔ نہیں مشروع کیا اللہ تعالیٰ نے بحیرہ کو اور نہ سائبہ کو اور نہ وصیلہ کو اور نہ حام کو اور لیکن کافر لوگ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ گھڑتے ہیں اور اُن میں سے اکثر لوگ عقل نہیں رکھتے۔

❷ **آیات کا شانِ نزول:۔** مسلم شریف کی روایت کے مطابق جب حج کی فرضیت نازل ہوئی تو حضرت اقرع بن حابس رضی اللہ عنہ نے سوال کیا کہ اے اللہ کے رسول کیا ہر سال ہمارے ذمے حج فرض ہے؟ انہوں نے تین مرتبہ سوال کیا، دو مرتبہ آپ ﷺ نے کوئی جواب نہ دیا، تیسری مرتبہ سوال کے جواب میں آپ ﷺ نے عتاب کے ساتھ تنبیہ فرمائی کہ اگر میں تمہارے جواب میں "ہاں" کہہ دیتا تو ہر سال میں حج فرض ہوجاتا اگر تم اسکو پورا نہ کرسکتے، اسکے بعد ارشاد فرمایا کہ جن چیزوں کے متعلق میں تمہیں کوئی حکم نہ دوں اُن کو اسی طرح رہنے دو ان میں کھود کرید کر کے سوالات نہ کرو، تم سے پہلی بعض امتیں اسی کثرتِ سوال کے ذریعے ہلاک ہوئیں کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے جو چیزیں فرض نہیں کی تھیں انہوں نے سوال کر کے اُن کو فرض کرلیا پھر اُس کی خلاف ورزی میں مبتلا ہوگئے لہٰذا میں تمہیں جن کاموں کا حکم دوں اُن کو پورا کرو اور جن چیزوں سے منع کروں اُن کو چھوڑ دو اور جن چیزوں سے سکوت کیا جائے اُن کے متعلق خواہ مخواہ سوال نہ کرو۔

❸ **بحیرہ، سائبہ، وصیلہ اور حام کا مطلب:۔** بحیرہ: وہ اونٹنی جس کا دودھ بتوں کے نام پر روک دیا جاتا تھا۔

سائبہ: وہ اونٹنی جسے بتوں کے نام پر آزاد چھوڑ دیتے تھے اور اس پر بوجھ نہ لادتے تھے۔

وصیلہ: وہ جوان اونٹنی جو پہلی اور دوسری مرتبہ اونٹنی ہی جنتی تھی چونکہ اونٹوں میں مذکر کے مقابلہ میں مؤنث کی بڑی قیمت ہوتی ہے اس لئے پے در پے دو مادہ اونٹنی جننے کی وجہ سے اسے بتوں کے نام پر آزاد کردیتے تھے۔

حام: وہ نر اونٹ جسے ایک مقررہ تعداد میں منتی کے بعد بتوں کے نام پر چھوڑ دیتے تھے۔

اور بھی تعریفات کی گئی ہیں مگر حاصل ان سب کا یہ ہے کہ یہ سب زمانہ جاہلیت میں بتوں کے نام پر آزاد چھوڑے جانے والے جانور ہیں۔

القسم الثانی ..... وَمِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مَنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِقِنْطَارٍ يُّؤَدِّهٖۤ اِلَيْكَ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِدِيْنَارٍ لَّا يُؤَدِّهٖۤ اِلَيْكَ اِلَّا مَا دُمْتَ عَلَيْهِ قَآئِمًا ۚ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لَيْسَ عَلَيْنَا فِى الْاُمِّيّٖنَ سَبِيْلٌ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ۝ بَلٰى مَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ وَاتَّقٰى فَاِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا اُولٰٓئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِى الْاٰخِرَةِ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَلَا يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ (پ۳ آل عمران: ۷۵ تا ۷۷)

آیات کا ترجمہ و تفسیر تحریر کریں، درج الفاظ کی لغوی و صرفی تحقیق کریں: قنطار، دینار، یؤدہ، الأمیین۔

﴿خلاصہ سوال﴾..... اس سوال میں تین امور مطلوب ہیں (۱) آیات کا ترجمہ (۲) آیات کی تفسیر (۳) مذکورہ الفاظ کی لغوی و صرفی تحقیق۔

Scanned with CamScanner

جواب ..... ❶ آیات کا ترجمہ:۔ اور اہل کتاب میں سے کچھ لوگ ایسے ہیں کہ اگر تم ان کے پاس مال و دولت کا ایک ڈھیر بھی امانت رکھو تو وہ تمہیں واپس کر دیں گے اور انہی میں سے کچھ ایسے ہیں کہ اگر تم ان کے پاس ایک دینار بھی امانت رکھو تو وہ تمہیں واپس نہ دیں گے جب تک کہ تم ان کے سر پر کھڑے رہو، ان کا یہ عمل اس لیے ہے کہ انہوں نے کہہ رکھا ہے کہ امیوں کے ساتھ معاملہ کرنے میں ہماری کوئی پکڑ نہ ہوگی اور وہ جان بوجھ کر اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں۔ بھلا کیوں پکڑ نہیں ہوگی، جو اپنے عہد کو پورا کرے اور گناہ سے بچے تو اللہ تعالیٰ ایسے پرہیزگاروں سے محبت کرتے ہیں، بے شک جو لوگ اللہ سے کیے گئے عہد اور اپنی قسموں کا معمولی قیمت کے بدلے سودا کرتے ہیں ان کا آخرت میں کوئی حصہ نہ ہوگا اور نہ اللہ تعالیٰ ان سے بات کریں گے اور نہ ان کی طرف دیکھیں گے قیامت کے دن اور نہ ان کو پاک کریں گے اور ان کے لیے دردناک عذاب ہوگا۔

❷ آیات کی تفسیر:۔ ان آیات میں اہل کتاب میں سے امانت دار اور خیانت کرنے والے کچھ لوگوں کا تذکرہ ہے کہ کچھ تو ایسے امانتدار ہیں کہ اگر ان کے پاس کثیر مقدار میں مال بطور امانت رکھوایا جائے تو وہ مانگنے پر فوراً واپس کر دیتے ہیں جبکہ بعض ایسے خائن ہیں کہ معمولی مقدار مال بھی امانت رکھوایا جائے تو جب تک تم ان کے سر پر موجود رہو وہ اقراری ہیں جیسے ہی آگے پیچھے ہو جاؤ تو وہ فوراً انکار کر دیتے ہیں اور یہ دلیل دیتے ہیں کہ اہل کتاب کے علاوہ تمام لوگوں کا مال چرا لینا یا چھین لینا جائز ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے رد میں فرماتے ہیں کہ یہ لوگ اس فعل کو حلال کہہ کر اللہ تعالیٰ پر جان بوجھ کر جھوٹ بول رہے ہیں، خائن پر کیسے الزام نہ ہو کہ عہد کے متعلق ہمارے دو قانون ہیں (۱) جو شخص اپنے عہد کو پورا کرے اور تقویٰ اختیار کرے وہ اللہ تعالیٰ کا محبوب ہے۔ (۲) جو لوگ اللہ تعالیٰ سے یا مخلوق سے کیے گئے عہد یا اپنی قسموں کے عوض معمولی دنیاوی نفع لے لیتے ہیں ان کا آخرت میں کوئی حصہ نہ ہوگا اور نہ اللہ تعالیٰ لطف کے ساتھ ان سے کلام کریں گے اور نہ نظر رحمت سے ان کو دیکھیں گے اور نہ ان کو گناہوں سے پاک کریں گے، بلکہ ان کے لیے دردناک عذاب ہوگا۔ (بیان القرآن)

❸ مذکورہ الفاظ کی لغوی و صرفی تحقیق:۔ "قِنطَار" یہ مفرد ہے اس کی جمع قَنَاطِیر ہے بمعنی مال کثیر، وزن کا مخصوص پیمانہ، سو رطل۔

"دِینَار" یہ مفرد ہے اس کی جمع دَنَانِیر ہے بمعنی سونے کا پرانا سکہ۔ مصدر تَدْنِیر (تفعیل) بمعنی دینار بنانا۔

"یُؤَدِّہٖ" صیغہ واحد مذکر غائب فعل مضارع معلوم از مصدر تَأْدِیَۃٌ (تفعیل) بمعنی پہنچانا، ادا کرنا۔

"الْأُمِّیِّیْنَ" یہ جمع ہے اس کا مفرد اُمِّی ہے بمعنی ان پڑھ۔

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۳۸ھ

الجزء الاول ..... مِنَ الَّذِیْنَ هَادُوْا یُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ وَیَقُوْلُوْنَ سَمِعْنَا وَعَصَیْنَا وَاسْمَعْ غَیْرَ مُسْمَعٍ وَّرَاعِنَا لَیًّۢا بِاَلْسِنَتِهِمْ وَطَعْنًا فِی الدِّیْنِ ۭ وَلَوْ اَنَّهُمْ قَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا وَاسْمَعْ وَانْظُرْنَا لَكَانَ خَیْرًا لَّهُمْ وَاَقْوَمَ ۙ وَلٰكِنْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَلَا یُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِیْلًا ۝ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اٰمِنُوْا بِمَا نَزَّلْنَا مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّطْمِسَ وُجُوْهًا فَنَرُدَّهَا عَلٰٓی اَدْبَارِهَآ اَوْ نَلْعَنَهُمْ كَمَا لَعَنَّآ اَصْحٰبَ السَّبْتِ ۭ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا ۝

آیات کا ترجمہ کریں، "من الذین هادوا یحرفون الکلم عن مواضعه" کی ترکیب کریں۔ (پ ۵، نساء ۴۶، ۴۷)

Maktaba Tul Ishaat.com Scanned with CamScanner

﴿خلاصۂ سوال﴾..... اس سوال میں تین امور مطلوب ہیں (۱) آیات کا ترجمہ (۲) آیات کی تفسیر (۳) مذکورہ جملہ کی ترکیب۔

﴿جواب﴾..... ❶ آیات کا ترجمہ:۔ یہودیوں میں سے کچھ وہ ہیں جو پھیرتے ہیں الفاظ کو ان کے محل سے اور اپنی زبانوں کو توڑ مروڑ کر اور دین میں طعنہ زنی کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ "سمعنا وعصینا، اسمع غیر مسمع وراعنا" حالانکہ اگر وہ یہ کہتے "سمعنا واطعنا، اسمع وانظرنا" تو ان کیلئے بہتر اور راست بازی کا راستہ ہوتا اور لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو ان کے کفر کی وجہ سے اپنی رحمت سے دور پھینک دیا ہے پس اب وہ ایمان نہ لائیں گے مگر تھوڑے سے۔ اے اہل کتاب! ایمان لے آؤ اس پر جو ہم نے نازل کیا ہے جو تصدیق کرتا ہے اس چیز کی جو تمہارے پاس پہلے سے موجود ہے قبل اس کے کہ ہم مٹا دیں بہت سے چہروں کو پھر الٹ دیں ان کو ان کی پشت کی طرف یا لعنت کریں ہم ان پر جیسا کہ ہم نے ہفتہ کے دن والوں پر لعنت کی اور اللہ کا حکم تو ہو کر رہے گا۔

❷ آیات کی تفسیر:۔ پہلی آیت میں یہودیوں کی دو شرارتوں کا ذکر ہے، ایک شرارت یہ ہے کہ وہ تورات کے الفاظ کو اپنے موقع محل سے ہٹا کر اس میں لفظی یا معنوی تحریف کا ارتکاب کرتے ہیں یعنی بعض اوقات اس کے الفاظ ہی کو کسی اور لفظ سے بدل دیتے ہیں اور بعض اوقات کسی لفظ کو غلط معنی پہنا کر اس کی من مانی تفسیر کرتے ہیں۔ دوسری شرارت یہ ہے کہ جب وہ آپ ﷺ کے پاس آتے ہیں تو ایسے مبہم اور منافقانہ الفاظ استعمال کرتے ہیں جن کا ظاہری مفہوم برا نہیں ہوتا لیکن وہ اندرونی طور پر اُن الفاظ سے وہ بُرے معنی مراد لیتے ہیں جو اُن میں چھپے ہوئے ہوتے ہیں۔ قرآن کریم نے اس آیت میں اُس کی تین مثالیں ذکر کیں ① وہ کہتے ہیں کہ سمعنا وعصینا (ہم نے آپ کی بات سن لی اور نافرمانی کی) وہ ان الفاظ کا مطلب یہ ظاہر کرتے تھے کہ ہم نے آپ کی بات سن لی ہے اور آپ کے مخالفین کی نافرمانی کی لیکن اندر سے اُن کا مطلب ہوتا تھا کہ ہم نے آپ کی بات سن کر اُسی بات کی نافرمانی کی ہے۔ ② اسمع غیر مسمع (آپ ہماری بات سنیں، خدا کرے آپ کو کوئی بات سنائی نہ جائے) ظاہری طور پر وہ یہ دعا دیتے تھے کہ آپ کو کوئی ایسی بات نہ سنائی جائے جو آپ کی طبیعت کے خلاف ہو مگر اندر سے ان کا مطلب یہ ہوتا تھا کہ خدا کرے آپ کو ایسی بات نہ سنائی جائے جو آپ کو خوش کرے۔ ③ راعنا (ہمارا خیال رکھیے) عبرانی زبان میں یہ ایک گالی کا لفظ تھا اور یہود اندرونی طور پر وہی گالی مراد لیتے تھے۔ (آسان ترجمہ)

دوسری آیت میں فرمایا کہ اے اہل کتاب تم قرآن پر ایمان لے آؤ کہ جب تم قرآن پر ایمان لاؤ تو تمہیں اس سے وحشت نہیں ہونی چاہیے کیونکہ یہ تمہارے پاس پہلے سے موجود کتاب کی تصدیق کرتا ہے اور اس غیر یقینی امر سے پہلے پہلے ایمان لے آؤ کہ جب ہم تمہارے چہروں کے سب نقش و نگار مٹا دیں گے۔ اور چہروں کو کنڈی کی طرح بالکل صاف کر دیں گے یا ہم ان پر ایسی لعنت و پھٹکار برسائیں گے جیسا کہ ہم نے ہفتہ کے دن کے احکام میں تحریف کرنے والوں کو بندر کی شکل میں مسخ کر کے لعنت برسائی تھی اور جب تمہارے مسخ کا حکم جاری ہو گیا تو وہ حکم پھر پورا ہو کر ہی رہے گا۔

❸ مذکورہ جملہ کی ترکیب:۔ من جار والذین اسم موصول عادوا فعل وفاعل ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر صلہ موصول صلہ ملکر مجرور، جار مجرور ملکر متعلق مقدم، یحرفون فعل مع فاعل الکلم مفعول بہ عن جار مواضعہ مضاف ومضاف الیہ ملکر مجرور، جار و مجرور ملکر متعلق ہوا فعل کے، فعل اپنے فاعل مفعول بہ اور دونوں متعلق سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

﴿الجواب الثانی﴾..... فَبَعَثَ اللّٰهُ غُرَابًا يَّبْحَثُ فِي الْاَرْضِ لِيُرِيَهٗ كَيْفَ يُوَارِيْ سَوْاٰةَ اَخِيْهِ ۭ قَالَ يٰوَيْلَتٰى اَعَجَزْتُ

أَنَّ أَكُونَ مِثْلَ هَٰذَا الْغُرَابِ فَأُوَارِيَ سَوْءَةَ أَخِي ۖ فَأَصْبَحَ مِنَ النَّادِمِينَ ﴿۳۱﴾ مِنْ أَجْلِ ذَٰلِكَ ۚ كَتَبْنَا عَلَىٰ بَنِي إِسْرَائِيلَ أَنَّهُ مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِي الْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا وَمَنْ أَحْيَاهَا فَكَأَنَّمَا أَحْيَا النَّاسَ جَمِيعًا ۚ وَلَقَدْ جَاءَتْهُمْ رُسُلُنَا بِالْبَيِّنَاتِ ثُمَّ إِنَّ كَثِيرًا مِنْهُمْ بَعْدَ ذَٰلِكَ فِي الْأَرْضِ لَمُسْرِفُونَ ﴿۳۲﴾ (پ ۶، المائدۃ: ۳۱، ۳۲)

آیات مبارکہ کا سلیس ترجمہ کریں، آیات مبارکہ کی تفسیر کریں، مذکورہ قصے کا ابتدائی پس منظر لکھیں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں تین امور مطلوب ہیں (۱) آیات کا ترجمہ (۲) آیات کی تفسیر (۳) مذکورہ قصہ کا پس منظر۔

جواب ..... ❶ آیات کا ترجمہ:۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ایک کوا بھیجا جو زمین کھودنے لگا تا کہ وہ اسے دکھائے کہ وہ اپنے بھائی کی لاش کیسے چھپائے۔ (دیکھ کر) اس نے کہا کیا میں اس سے بھی عاجز ہوں کہ میں اس کوے جیسا ہو سکوں اور اپنے بھائی کی لاش کو چھپا سکوں پس وہ شرمندہ ہونے والوں میں سے ہو گیا۔ اسی وجہ سے ہم نے بنی اسرائیل کو یہ حکم دیا کہ جو شخص جان کے عوض یا زمین میں فساد کے بغیر کسی کو قتل کرے تو گویا کہ اس نے تمام انسانوں کو قتل کیا اور جس نے کسی ایک جان کو بچایا تو گویا کہ اس نے تمام انسانوں کی جان بچائی اور تحقیق ہمارے پیغمبر انکے پاس واضح احکام لے کر آئے پھر بہت سے لوگ ان میں سے اسکے بعد بھی زمین میں زیادتیاں کرتے ہیں۔

❷ آیات کی تفسیر:۔ ہابیل کا قتل انسانیت کا سب سے پہلا قتل تھا اس لیے قاتل کو دفن کرنے اور لاش چھپانے کا طریقہ معلوم نہ تھا تو اللہ تعالیٰ نے دفن کی تعلیم کے لیے ایک کوا بھیجا جو زمین کھود کر ایک کوے کو دفن کر رہا تھا جسے دیکھ کر قاتل کو دفن کرنے کا طریقہ بھی معلوم ہوا اور شرمندگی بھی ہوئی۔ اس واقعہ کے نتیجے میں ہم نے تمام مکلفین پر عموماً اور بنی اسرائیل پر خصوصاً یہ حکم جاری کیا کہ جو شخص کسی دوسرے شخص کو ناحق (یعنی نہ مقتول نے قتل کیا ہو اور نہ کو

ئی اور زمین میں شر و فساد پھیلایا ہو) قتل کرے تو گویا اس نے بعض اعتبار سے پوری انسانیت کو قتل کیا کیونکہ یہ جرم پوری انسانیت کے خلاف جرم ہے۔ کیونکہ کوئی بھی شخص یہ عمل تب کرتا ہے جب اس کے دل سے انسان کی حرمت کا احساس ختم ہو جائے اس صورت میں اس کو جب بھی کوئی مفاد ہوگا وہ کسی اور کو بھی قتل کرنے سے دریغ نہیں کرے گا اس طرح پوری انسانیت اس کی مجرمانہ ذہنیت کی زد میں رہے گی اور تمام انسان غیر محفوظ رہیں گے۔ اسی طرح اگر کسی نے کسی نفس کو بچایا تو اس نے بھی پوری انسانیت کو بچایا اور اس حکم کے بعد ہم نے بہت سے پیغمبر واضح دلائل کے ساتھ بھیجے جو وقتاً فوقتاً اس مضمون کی تاکید کرتے رہے مگر اس کے باوجود بھی بہت سے لوگ دنیا میں زیادتی کرتے ہی رہے۔

❸ مذکورہ قصہ کا پس منظر:۔ واقعہ یہ ہے کہ جب حضرت آدم اور حوا علیہما السلام دنیا میں آئے اور توالد و تناسل کا سلسلہ شروع ہوا تو ہر ایک حمل سے ان کے دو بچے پیدا ہوئے، ایک لڑکا اور دوسری لڑکی اس وقت جب کہ آدم کی اولاد میں بجز بہن بھائیوں کے کوئی اور نہ تھا اور بھائی بہن کا آپس میں نکاح نہیں ہو سکتا تھا تو اللہ تعالیٰ نے اس وقت کی ضرورت کے لحاظ سے شریعت آدم میں یہ حکم جاری فرمایا کہ ایک حمل سے جو لڑکا اور لڑکی پیدا ہو وہ تو آپس میں حقیقی بہن بھائی سمجھے جائیں اور ان کے درمیان نکاح حرام قرار پائے لیکن دوسرے حمل سے پیدا ہونے والے لڑکے کے لئے پہلے حمل سے پیدا ہونے والی لڑکی حقیقی بہن کے حکم میں نہیں ہوگی بلکہ ان کے درمیان رشتۂ ازدواج و مناکحت جائز ہوگا۔

لیکن ہوا یہ کہ پہلے لڑکے قابیل کے ساتھ جو لڑکی پیدا ہوئی وہ حسین و جمیل تھی اور دوسرے لڑکے ہابیل کے ساتھ پیدا ہونے

Maktaba Tul Ishaat.com Scanned with CamScanner

والی لڑکی بدشکل تھی جب نکاح کا وقت آیا تو حسب ضابطہ ہابیل کے ساتھ پیدا ہونے والی بدشکل لڑکی قابیل کے حصہ میں آئی اس پر قابیل ناراض ہوکر ہابیل کا دشمن ہوگیا۔ اور اس پر اصرار کرنے لگا کہ میرے ساتھ جو لڑکی پیدا ہوئی ہے وہی میرے نکاح میں دی جائے۔ حضرت آدمؑ نے شرعی قاعدہ کے موافق اس کو قبول نہ فرمایا اور ہابیل وقابیل کے درمیان رفع اختلاف کے لئے یہ صورت تجویز فرمائی کہ تم دونوں اپنی اپنی قربانی اللہ کے لئے پیش کرو جس کی قربانی قبول ہوجائے گی یہ لڑکی اس کو دی جائے گی۔ کیونکہ حضرت آدمؑ کو یقین تھا کہ قربانی اسی کی قبول ہوگی جس کا حق ہے یعنی ہابیل کی۔

اس زمانہ میں قربانی قبول ہونے کی ایک واضح اور کھلی ہوئی علامت یہ تھی کہ آسمان سے ایک آگ آتی اور قربانی کو کھا جاتی تھی اور جس قربانی کو آگ نہ کھاتی تو یہ اس کے نامقبول ہونے کی علامت ہوتی تھی۔

اب صورت یہ پیش آئی کہ ہابیل کے پاس بھیڑ بکریاں تھیں اس نے ایک عمدہ دنبہ کی قربانی کی، قابیل کاشتکار آدمی تھا اس نے کچھ غلہ گندم وغیرہ قربانی کے لئے پیش کیا اور ہوا یہ حسب دستور آسمان سے آگ آئی اور ہابیل کی قربانی کو کھا گئی اور قابیل کی قربانی جوں کی توں پڑی رہ گئی۔ اس پر قابیل کو اپنی ناکامی کے ساتھ رسوائی کا غم وغصہ اور بڑھ گیا اور اس سے رہا نہ گیا اور کھلے طور پر اپنے بھائی سے کہہ دیا "لاقتلنك" یعنی میں تجھے قتل کرڈالوں گا۔

ہابیل نے اس وقت بھی غصہ کی بات کا جواب غصہ کے ساتھ دینے کے بجائے ایک ٹھنڈی اور اصولی بات کہی جس میں اس کی ہمدردی اور خیرخواہی بھی تھی کہ "انما یتقبل الله من المتقین" یعنی اللہ تعالیٰ کا دستور یہی ہے کہ متقی پرہیزگار کا عمل قبول فرمایا کرتے ہیں۔ اگر تم تقویٰ وپرہیزگاری اختیار کرتے تو تمہاری قربانی بھی قبول ہوتی۔ تم نے ایسا نہیں کیا تو قربانی قبول نہ ہوئی، اس میں میرا کیا قصور ہے؟ اس طرح قابیل نے اپنے بھائی ہابیل کو قتل کردیا۔

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۳۸ھ

السؤال الاول ..... فَإِنْ عُثِرَ عَلَىٰ أَنَّهُمَا اسْتَحَقَّا إِثْمًا فَآخَرَانِ يَقُومَانِ مَقَامَهُمَا مِنَ الَّذِينَ اسْتَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْأَوْلَيَانِ فَيُقْسِمَانِ بِاللَّهِ لَشَهَادَتُنَا أَحَقُّ مِن شَهَادَتِهِمَا وَمَا اعْتَدَيْنَا إِنَّا إِذًا لَّمِنَ الظَّالِمِينَ ۝ ذَٰلِكَ أَدْنَىٰ أَن يَأْتُوا بِالشَّهَادَةِ عَلَىٰ وَجْهِهَا أَوْ يَخَافُوا أَن تُرَدَّ أَيْمَانٌ بَعْدَ أَيْمَانِهِمْ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاسْمَعُوا وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ ۝ (پ۷، مائدہ: ۱۰۷،۱۰۸)

آیات مبارکہ کا سلیس ترجمہ کریں، آیات مبارکہ کی تفسیر کریں، "لشهادتنا احق من شهادتهما" کی ترکیب کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال میں تین امور مطلوب ہیں (۱) آیات کا ترجمہ (۲) آیات کی تفسیر (۳) جملہ کی ترکیب۔

الجواب ..... ❶ آیات کا ترجمہ:۔ پس اگر بعد میں معلوم ہوجائے کہ وہ دونوں گناہ کے مرتکب ہوئے ہیں تو دو دوسرے آدمی ان کی جگہ پر کھڑے ہوں ان لوگوں میں سے جن کے خلاف ان پہلے دو لوگوں نے گناہ کا ارتکاب کیا ہے، اور یہ دونوں قسم کھائیں کہ ہماری گواہی ان پہلے دو آدمیوں کے مقابلے میں زیادہ سچی ہے اور ہم نے کوئی زیادتی بھی نہیں کی ورنہ ہم ظالموں میں سے ہوں گے یہ بات زیادہ قرین امید ہے کہ لوگ صحیح صحیح گواہی دیں یا اس بات سے ڈریں کہ ان کی قسموں کے بعد لوٹا کر دوسری قسمیں لی جائیں گی، اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور سنو، اللہ تعالیٰ فاسق وبدکار لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔

Scanned with CamScanner

❷ آیات کی تفسیر:۔ گزشتہ آیت سے وصیت و گواہی کے احکام ذکر کیے جارہے ہیں کہ وصیت کے وقت دو لوگوں کو گواہ بنائے جو قسم کے ساتھ سچی گواہی دیں، پھر اگر بعد میں کسی طریقے سے معلوم ہو کہ انہوں نے جھوٹی گواہی و قسم دی ہے تو پھر مدعی علیہم وغیرہ میں سے دوسرے دو آدمی قسم اٹھائیں گے اور پہلے والے دونوں گواہ اپنے دعویٰ کی سچائی میں قسم کی بجائے گواہ پیش کریں گے، گویا مقدمہ کا رخ بدل جائے گا، اور بعد والے یہ دونوں افراد یہ قسم اٹھائیں گے کہ حلفاً ہماری یہ قسم اس اعتبار سے کہ اشتباہ سے پاک ہے پہلے والے دونوں اوصیاء کی قسم سے زیادہ سچی ہے اور ہم نے حق سے بالکل تجاوز نہیں کیا وگرنہ ہم ظالم ہوں گے، اسکے بعد اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ مذکورہ قانون و حکم اس بات کا زیادہ ذریعہ ہے کہ اوصیاء لوگ واقعہ کو صحیح صحیح حق و سچ کے ساتھ بیان کریں یا اس بات سے ڈریں کہ اگر ہم نے جھوٹی گواہی دی یا جھوٹی قسم کھائی تو ہمارے بعد ورثاء سے بھی قسم لی جائے گی جو ہماری تردید کر دینگے اور ہمارے لیے شرمندگی کا باعث ہوگی۔ آخر میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ مجھ ہی سے ڈرو اور جو کچھ میری طرف سے کہا گیا ہے اس کو قبول کرنے کی نیت سے سنو اور پھر اس پر عمل کرو، خلاف ورزی کی صورت میں فاسق ہو جاؤ گے اور فاسق و نافرمان لوگوں کو اللہ تعالیٰ ہدایت سے ہمکنار نہیں کرتا۔

❸ جملے کی ترکیب:۔ لام تاکید یہ شہادتنا مضاف و مضاف الیہ کر مبتدا احق صیغہ اسم تفضیل من جارہ شہادتهما مضاف و مضاف الیہ کر مجرور، جار مجرور مل کر اسم تفضیل کا متعلق بن کر شبہ جملہ ہو کر خبر، مبتدا خبر مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

﴿الورقة الاولیٰ فی التفسیر﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ۱۴۳۹ھ

السؤال الاول ..... وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ أَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ وَسَعٰى فِيْ خَرَابِهَا أُولٰٓئِكَ مَا كَانَ لَهُمْ أَنْ يَّدْخُلُوْهَا إِلَّا خَآئِفِيْنَ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَّلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝ وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ فَأَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ إِنَّ اللّٰهَ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۝ (بقرہ ۱۱۴، ۱۱۵)

آیات کا ترجمہ و شانِ نزول تحریر کیجیے۔ آیات سے مستفاد احکام و مسائل مختصراً لکھیے۔ خط کشیدہ کلمات سے ظاہر ہوتا ہے کہ جس رخ پر بھی نماز پڑھی جائے ادا ہو جائے گی، درست مطلب و تفسیر بیان کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے ① آیات کا ترجمہ ② آیات کا شانِ نزول ③ آیات سے مستفاد احکام ④ خط کشیدہ کلمات کی درست تفسیر۔

جواب ..... ❶ آیات کا ترجمہ:۔ اور اس شخص سے زیادہ ظالم کون ہوگا جو اللہ کی مساجد پر بندش لگا دے کہ ان میں اللہ کا نام لیا جائے اور وہ اس کو خراب کرنے کی کوشش کرے، ایسے لوگوں کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ ان مساجد میں داخل ہوں مگر ڈرتے ہوئے، ایسے لوگوں کے لیے ہی دنیا میں ذلت و رسوائی ہے اور ایسے لوگوں کے لیے ہی آخرت میں زبردست عذاب ہوگا۔ اور مشرق و مغرب سب اللہ کے لیے ہی ہے، پس تم جس طرف بھی رخ کرو گے وہیں اللہ کا رخ ہے، بے شک اللہ تعالیٰ بہت وسعت والا بڑا علم والا ہے۔

❷ آیات کا شانِ نزول:۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ پہلی آیت رومی نصاریٰ کے متعلق نازل ہوئی کہ زمانہ اسلام سے پہلے جب یہودیوں نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کو قتل کر دیا تو روم کے نصاریٰ نے ان سے انتقام لینے کے لیے عراق کے ایک مجوسی بادشاہ (بخت نصر ثانی) کے ساتھ مل کر اپنے بادشاہ طیطوس کی سرکردگی میں شام کے بنی اسرائیل پر حملہ کر کے ان کو قتل و

Maktaba Tul Ishaat.com Scanned with CamScanner

غارت کیا، تورات کے نسخے جلا ڈالے، بیت المقدس میں نجاسات وخنزیر ڈال دیے، اس کی عمارت کو خراب وویران کر دیا اور بنی اسرائیل کی قوت وشوکت کو بالکل پامال وختم کر دیا اور آپ ﷺ کے عہد تک بیت المقدس اسی طرح ویران ومتہدم پڑا رہا تھا تو رومی نصاریٰ کی ان غلط حرکات کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی۔ حضرت ابن زید وغیرہ ودیگر مفسرین نے شان نزول یہ بتلایا کہ جب صلح حدیبیہ کے موقع پر مشرکین مکہ نے آپ ﷺ کو مسجد حرام میں داخل ہونے اور طواف کرنے سے روکا تو اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ (معارف القرآن) دوسری آیت بظاہر اس موقع پر نازل ہوئی جب مسلمان بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھ رہے تھے، اس آیت سے یہ بتلانا مقصود ہے کہ کوئی بھی سمت اپنی ذات میں کسی تقدس کی حامل نہیں ہے، مشرق و مغرب سب اللہ کی مخلوق اور اسی کی تابع فرمان ہے، اللہ تعالیٰ کسی ایک جہت میں محدود نہیں وہ ہر جگہ موجود ہے۔ (آسان ترجمہ)

آیات سے مستفاد احکام:۔ ① دنیا کی تمام مساجد آداب کے لحاظ سے مساوی ہیں جیسے بیت المقدس، مسجد حرام ومسجد نبوی کی بے حرمتی ظلم عظیم ہے اسی طرح دیگر تمام مساجد کیلئے بھی یہی حکم ہے۔ ② مسجد میں ذکر ونماز سے روکنے کی جتنی صورتیں ہیں وہ سب ناجائز وحرام ہیں، خواہ صراحۃً ذکر وتلاوت اور نماز سے روکا جائے، شور وشغب کر کے روکا جائے، خواہ بلند آواز سے ذکر وتلاوت کر کے دیگر لوگوں کی نماز وتسبیح میں خلل ڈالا جائے۔ ③ مسجد کی ویرانی کی جتنی بھی صورتیں ہیں وہ سب حرام ہیں، اس میں کھلے عام مسجد متہدم وویران کرنا بھی داخل ہے اور ایسے اسباب پیدا کرنا بھی داخل ہے جن کی وجہ سے مساجد ویران ہو جائیں اور مساجد کی ویرانی یہ ہے کہ وہاں نمازی بالکل نہ آئیں یا تعداد میں کمی آنا شروع ہو جائے۔ ④ تحویل قبلہ کا منشا معاذ اللہ بیت اللہ یا بیت المقدس کی پرستش نہیں اور نہ اللہ تعالیٰ کی ذات ان دو مقامات کے ساتھ مخصوص ہے بلکہ اسکی ذات سارے عالم پر محیط اور اسکی توجہ ہر سمت میں برابر ہے۔ (معارف القرآن)

خط کشیدہ کلمات کی درست تفسیر:۔ ① اس جملے کا پہلا مطلب تو یہ ہے کہ تم جس طرف بھی حکم خداوندی کے مطابق اپنے چہروں کو گھماؤ گے خواہ وہ بیت اللہ ہو یا بیت المقدس ہو اللہ کا رخ بھی ادھر ہی ہے یعنی وہی مقرر کردہ قبلہ ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ کامل العلم اور تمام چیزوں کو محیط ہے۔ ② اس کا مصداق وہ لوگ ہیں جن پر سمت قبلہ مشتبہ ہو جائے اور وہ تحری کر کے مختلف جہتوں میں نماز پڑھ لیں، جیسا کہ شان نزول کے متعلق ایک قول یہی ہے۔ ③ ...اس کا مصداق بحالت سفر سواری پر سوار ہو کر نفل نماز پڑھنا ہے کہ اس حالت میں جس طرف بھی رخ کر لیا جائے نفل نماز ہو جائے گی۔ ④ ...اس جملہ میں دعاء وذکر وتلاوت کیلئے سمت وجہت کی تعمیم کا ذکر ہے، نماز کی سمت کا ذکر نہیں ہے۔ (کمالین سے اختصار)

السوال الثالث ..... قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ تُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَتُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ وَتُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَتُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَتَرْزُقُ مَنْ تَشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝ (پارہ ۳ آل عمران ۲۶، ۲۷)

آیات کا ترجمہ، شان نزول وجامع تفسیر کریں۔ الحی اور المیت کی مراد واضح کریں۔ آیات کی فضیلت ذکر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے ① آیات کا ترجمہ ② شان نزول ③ جامع تفسیر ④ الحی اور المیت کی مراد ⑤ آیات کی فضیلت۔

الجواب ..... ① **آیات کا ترجمہ:۔** (اے نبی ﷺ!) کہہ دیجیے کہ اے اللہ! اے ملک واقتدار کے مالک! تو جس کو چاہتا ہے

بادشاہت واقتدار دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے اقتدار چھین لیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے عزت دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ذلیل ورسوا کر دیتا ہے، تمام تر خیر و بھلائی تیرے ہی ہاتھ میں ہے، بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے، تو ہی رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے اور تو ہی زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے اور تو ہی مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے اور تو جسے چاہتا ہے بغیر حساب کے رزق عطاء کرتا ہے۔

❻ آیات کا شانِ نزول:۔ غزوۂ احزاب کے موقع پر جب مسلمان خندق کھود رہے تھے تو درمیان میں ایک چٹان آگئی جو صحابہ کرامؓ سے ٹوٹ نہیں رہی تھی آپ ﷺ کو اسکی اطلاع دی گئی، آپ ﷺ کی ضربوں سے وہ چٹان پاش پاش ہوگئی، اس ضرب کے موقع پر چٹان سے شعلے برآمد ہوئے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ ان شعلوں میں مجھے روم و فارس اور یمن کے محلات دکھائے گئے ہیں اور مجھے جبریل علیہ السلام نے خبر دی ہے کہ آپکی امت ان تمام ممالک پر غالب آئے گی، جب یہود اور منافقین مدینہ نے یہ سنا تو مسلمانوں کا خوب مذاق اڑایا کہ خود اپنے دفاع کے لیے خندق کھود رہے ہیں، کھانے پینے کے لیے کچھ بھی نہیں ہے فاقے گزار رہے ہیں اور دعوی یہ ہے کہ سپر پاوروں پر غلبہ حاصل کریں گے، اس موقع پر یہ آیات نازل ہوئیں جن میں دعا بھی ہے اور یہود و منافقین کا جواب بھی ہے۔

❼ و ❽ الحی اور المیت کی مراد و تفسیر:۔ آیات کا حاصل یہ ہے کہ اے پیغمبر! آپ ان استہزاء کرنے والے کفار کو خبر دے دو کہ دنیا کی ساری طاقتیں و حکومتیں اسی کے قبضۂ قدرت میں ہیں، عزت و ذلت بھی اسی کے ہاتھ میں ہے سب خیر و بھلائی کے خزانے میرے پروردگار کے پاس ہیں وہ اس بات پر قادر ہے کہ بڑے بڑے بادشاہوں سے حکومت و دولت چھین کر غریب و فقراء کو تخت کا مالک بنادے، اس کیلئے کچھ بھی مشکل نہیں ہے۔ دوسری آیت میں فرمایا کہ صرف زمینی خزانے ہی نہیں بلکہ آسمانی طاقتوں اور فلکیات پر بھی اسکو قدرت حاصل ہے کہ جب چاہے رات کو دن میں داخل کردے جیسا کہ گرمی کے موسم میں راتیں چھوٹی اور دن بڑے ہوتے ہیں اور جب چاہے دن کو رات میں داخل کردے اور رات کو بڑا کردے جیسا کہ سردی کے موسم میں ہوتا ہے۔ اسی طرح عالم روحانیات پر بھی میرے پروردگار کا قبضہ ہے کہ مردہ سے زندہ کو نکالتا ہے اور زندہ سے مردہ کو نکالتا ہے جیسے مردہ انڈے سے زندہ بچہ، مردہ نطفہ سے زندہ جاندار، مردہ بیج سے زندہ درخت نکالتا ہے اور جیسے زندہ پرندے سے مردہ انڈہ، زندہ جاندار سے مردہ نطفہ اور زندہ درخت سے مردہ دانہ پھل نکالتا ہے اور میرا پروردگار جس کو چاہتا ہے بے شمار و بے حساب رزق عطاء کرتا ہے جو کسی مخلوق کے علم میں نہیں۔ (معارف القرآن)

❺ آیات کی فضیلت:۔ امام بغوی نے نقل کیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جو شخص ہر فرض نماز کے بعد سورہ فاتحہ، آیۃ الکرسی اور سورہ آل عمران کی تین آیات (پہلی آیت شهد الله انه لا الله الا هو.... الخ اور دوسری و تیسری یہی دو آیات ہیں) پڑھے حق تعالیٰ کا فرمان ہے کہ میں اس کا ٹھکانہ جنت میں بناؤں گا، اسکو اپنے حظیرۃ القدس میں جگہ دوں گا، ہر روز ستر مرتبہ اس کی طرف نظر رحمت کروں گا، اسکی ستر حاجتیں پوری کروں گا اور ہر حاسد و دشمن سے اس کو پناہ دوں گا اور ان پر اس کو غلبہ دوں گا۔ (معارف القرآن)

السوال الثانی ۱۴۳۹ھ

القسم الاول ..... فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنٰفِقِيْنَ فِئَتَيْنِ وَاللّٰهُ اَرْكَسَهُمْ بِمَا كَسَبُوْا ؕ اَتُرِيْدُوْنَ اَنْ تَهْدُوْا مَنْ اَضَلَّ اللّٰهُ ؕ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِيْلًا ۞ وَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ كَمَا كَفَرُوْا فَتَكُوْنُوْنَ سَوَآءً فَلَا تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ اَوْلِيَآءَ حَتّٰى يُهَاجِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَخُذُوْهُمْ وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ ۪ وَلَا تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ۞

(پارہ ۵۔ نساء ۸۸، ۸۹)

Maktaba Tul Ishaat.com Scanned with CamScanner

آیات کا ترجمہ کیجیے۔ خط کشیدہ کلمات کی لغوی وصرفی تحقیق کیجیے۔ آیات کا پس منظر اور ان آیات میں ذکر کردہ احکام تحریر کریں۔

﴿خلاصہ سوال﴾ ..... اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے ① آیات کا ترجمہ ② کلمات کی لغوی وصرفی تحقیق ③ آیات کا پس منظر ④ آیات میں ذکر کردہ احکام۔

﴿جواب﴾ ..... ① آیات کا ترجمہ:۔ پس تمہیں کیا ہو گیا کہ منافقین کے بارے میں تم دو گروہ بن گئے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اوندھا کر دیا ان کے اعمال کی وجہ سے جو انہوں نے کیے، کیا تم چاہتے ہو کہ ایسے شخص کو ہدایت پر لے آؤ جسے اللہ تعالیٰ گمراہ کر چکا ہے؟ اور جس شخص کو اللہ تعالیٰ گمراہی میں مبتلا کر دے اس کیلئے تم ہرگز کوئی بھلائی کا راستہ نہیں پا سکتے۔ یہ لوگ چاہتے ہیں کہ تم بھی کافر بن جاؤ جس طرح انہوں نے کفر کو اپنایا ہے اور پھر تم سب برابر ہو جاؤ پس تم ان میں سے کسی کو اس وقت تک دوست نہ بناؤ جب تک وہ اللہ کے راستے میں ہجرت نہ کر لیں، پس اگر وہ اعراض کریں تو ان کو پکڑو اور جہاں بھی انہیں پاؤ انہیں قتل کر دو اور ان میں سے کسی کو دوست اور مددگار نہ بناؤ۔

② کلمات کی لغوی وصرفی تحقیق:۔ اَرْكَسَ: صیغہ واحد مذکر غائب فعل ماضی معلوم از مصدر اِرْكَاسًا (افعال) اوندھا کرنا۔ مجرد رَكْسًا (نصر) بمعنی الٹ دینا۔ تَهْدُوْا: صیغہ جمع مذکر حاضر فعل مضارع معلوم از مصدر هَدْيًا هُدًى هِدَايَةً (ضرب، تا تعب) رہنمائی کرنا

وَدُّوْا: صیغہ جمع مذکر غائب فعل ماضی معلوم از مصدر وَدًّا وِدَادًا مَوَدَّةً (مثال ومضاعف) خواہش ومحبت کرنا۔

تَوَلَّوْا: صیغہ جمع مذکر غائب فعل ماضی معلوم از مصدر تَوَلِّيًا (تفعل۔ لفیف) بمعنی ذمہ داری لینا واعراض کرنا۔

③ آیات کا پس منظر:۔ منافقین کی مختلف اقسام میں سے ایک قسم وہ لوگ تھے جو ہجرت مدینہ کے بعد مکہ سے مدینہ آئے اور ظاہری طور پر مسلمان ہو گئے، مسلمانوں کی ہمدردی حاصل کر لی، کچھ عرصہ بعد تجارت کے بہانے سے آپ ﷺ سے مکہ مکرمہ جانے کی اجازت لے لی اور واپس چلے گئے۔ ان کے متعلق بعض مسلمانوں کی رائے یہ تھی کہ یہ سچے مسلمان ہیں اور بعض انہیں پکا منافق سمجھتے تھے، مگر جب وہ مکہ جا کر واپس نہ لوٹے تو ان کا کفر ظاہر ہو گیا کیوں کہ اس وقت ہجرت مدینہ ایمان کا لازمی حصہ تھی اور جو شخص قدرت کے باوجود ہجرت نہ کرتا اسے مسلمان قرار نہیں دیا جا سکتا تھا، چنانچہ اسی پس منظر میں یہ آیات نازل ہوئیں۔ (آسان تفسیر)

④ آیات میں ذکر کردہ احکام:۔ ان آیات سے متعدد احکام معلوم ہوئے ① جو منافقین بظاہر ایمان لائے مگر ہجرت کے فرض ہونے کے باوجود مکہ واپس لوٹ گئے وہ یقینی کافر و مرتد ہیں ② ایسے لوگوں کے ساتھ مسلمانوں والا برتاؤ کرنے سے منع کیا گیا ہے ③ ایسے لوگوں کو گرفتار کرنے اور قتل کرنے کا حکم ہے ④ آخری جملے سے معلوم ہوا کہ کفار سے نصرت طلب کرنا اور ان کو دوست بنانا حرام ہے

﴿سوال ۱۱﴾ ..... وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ يَدُ اللّٰهِ مَغْلُوْلَةٌ غُلَّتْ اَيْدِيْهِمْ وَلُعِنُوْا بِمَا قَالُوْا بَلْ يَدٰهُ مَبْسُوْطَتٰنِ يُنْفِقُ كَيْفَ يَشَآءُ وَلَيَزِيْدَنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ مَّآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ طُغْيَانًا وَّكُفْرًا وَاَلْقَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ كُلَّمَآ اَوْقَدُوْا نَارًا لِّلْحَرْبِ اَطْفَاَهَا اللّٰهُ وَيَسْعَوْنَ فِى الْاَرْضِ فَسَادًا وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ

آیت کا ترجمہ کیجیے۔ خط کشیدہ کلمات کی لغوی وصرفی تحقیق کیجیے۔ آیت کا پس منظر اور تفسیر تحریر کیجیے۔ (پارہ ۶۔ مائدہ ۶۴)

﴿خلاصہ سوال﴾ ..... اس سوال میں درج ذیل امور مطلوب ہیں ① آیت کا ترجمہ ② کلمات کی تحقیق ③ آیت کا پس منظر اور تفسیر

﴿جواب﴾ ..... ① آیت مبارکہ کا ترجمہ:۔ اور یہودی کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں، ہاتھ تو انہی کے

بندھے ہوئے ہیں اور ان پر لعنت کی گئی ہے اُنکے اس قول کی وجہ سے، باری تعالیٰ کے دونوں ہاتھ کھلے ہوئے ہیں وہ جیسے چاہتا ہے خرچ کرتا ہے (اے پیغمبر! ﷺ) جو وحی آپ پر آپ کے پروردگار کی طرف سے نازل کی گئی ہے وہ یقیناً ان میں سے بہت سے لوگوں کی سرکشی اور کفر میں مزید اضافہ کرے گی، اور ہم نے اُنکے درمیان قیامت تک کیلئے عداوت اور بغض پیدا کر دیا ہے، جب کبھی یہ جنگ کی آگ بھڑکاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اسے بجھا دیتے ہیں اور یہ زمین میں فساد مچاتے پھرتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ فساد مچانے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

خط کشیدہ کلمات کی تحقیق:۔ لَيَزِيْدَنَّ : صیغہ واحد مذکر غائب بحث لام تاکید بانون تاکید ثقیلہ از مصدر زِيَادَةً و مَزِيْدًا (ضرب، اجوف) بمعنی بڑھانا، زیادہ کرنا۔ اَوْقَدُوْا : صیغہ جمع مذکر غائب فعل ماضی معلوم از مصدر اِيْقَادًا (افعال۔ مثال) بمعنی جلانا، روشن کرنا۔ مجرد وَقْدًا وُقُوْدًا (ضرب) بمعنی روشن ہونا، جلنا، بھڑکنا۔

اَلْقَيْنَا : صیغہ متکلم مع غیر جمع متکلم فعل ماضی معلوم از مصدر اِلْقَاءٌ (افعال۔ ناقص) الف۔ مجرد لِقَاءً و لِقَايَةً (سمع۔ ناقص) ملاقات کرنا۔

اَطْفَاَ : صیغہ واحد مذکر غائب فعل ماضی معلوم از مصدر اِطْفَاءٌ (افعال۔ مثال) بمعنی بجھانا۔ مجرد طَفْوًا (سمع) بجھنا۔

آیت کا پس منظر و تفسیر:۔ اللہ تعالیٰ نے یہود مدینہ کو مال دار و صاحب وسعت بنایا تھا مگر جب آپ ﷺ ہجرت کر کے مدینہ پہنچے تو انہوں نے اپنی چودھراہٹ و جاہلانہ رسوم کی وجہ سے آپ ﷺ کی دعوت کو قبول نہ کیا، جس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے تنبیہ کے طور پر کچھ عرصہ کے لیے معاشی تنگی میں مبتلا کر دیا، اس موقع پر ہوش میں آنے اور ایمان لانے کی بجائے ان کے بعض سرداروں نے یہ گستاخانہ جملہ کہا کہ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ بندھا ہوا ہے (معاذ اللہ) مطلب یہ تھا کہ نعوذ باللہ اللہ تعالیٰ تنگ دستی کی وجہ سے ہم پر بخل سے کام لے رہا ہے تو اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی جس میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ حقیقت میں یہ خود بخیل لوگ ہیں مزید یہ کہ ان پر اس قول کی وجہ سے لعنت کی گئی ہے جس کا اثر آخرت میں عذاب کی صورت میں اور دنیا میں ذلت و رسوائی کی صورت میں نمودار ہوگا، اللہ تعالیٰ کے ہاتھ تو ہمیشہ سے کھلے ہوئے ہیں البتہ وہ اپنی حکمت کے تقاضا سے جس کو چاہتا ہے وسعت و فراخی سے نوازتا ہے اور جس پر چاہتا ہے تنگی پیدا کر دیتا ہے۔ پھر فرمایا کہ یہ سرکش لوگ آپ پر نازل شدہ آیات پر ایمان لانے کی بجائے اپنے کفر و انکار کی مزید سختی میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ان کے شر سے بچانے کے لیے خود ان کے فرقوں میں شدید اختلاف ڈال دیا ہے جس کی وجہ سے یہ مسلمانوں کے خلاف نہ کھلی جنگ کا حوصلہ رکھتے ہیں اور نہ ان کی کوئی خفیہ سازش اللہ تعالیٰ کامیاب ہونے دیتے ہیں، اسلئے کہ اللہ تعالیٰ کو ایسے سازشی لوگ پسند نہیں۔

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۳۹ھ

القسم الاول ..... وَاَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِيْنَ كَانُوْا يُسْتَضْعَفُوْنَ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَهَا الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا ؕ وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ الْحُسْنٰى عَلٰى بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ ۙ بِمَا صَبَرُوْا ؕ وَدَمَّرْنَا مَا كَانَ يَصْنَعُ فِرْعَوْنُ وَقَوْمُهٗ وَمَا كَانُوْا يَعْرِشُوْنَ ۝ وَجٰوَزْنَا بِبَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ الْبَحْرَ فَاَتَوْا عَلٰى قَوْمٍ يَّعْكُفُوْنَ عَلٰۤى اَصْنَامٍ لَّهُمْ ۚ قَالُوْا يٰمُوْسَى اجْعَلْ لَّنَاۤ اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ ؕ قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ ۝ اِنَّ هٰۤؤُلَآءِ مُتَبَّرٌ مَّا هُمْ فِيْهِ وَبٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ قَالَ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْغِيْكُمْ اِلٰهًا وَّهُوَ فَضَّلَكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ۝ (پ ۹، اعراف: ۱۳۷ تا ۱۴۰)

آیات کا ترجمہ اور ایسی تفسیر کیجیے جس سے درج ذیل سوالات کے جوابات واضح ہو جائیں ① بنی اسرائیل کو کس زمین کا وارث بنایا گیا؟ ② اس زمین میں برکت کا کیا مفہوم ہے؟ ③ رب کا کون سا وعدہ بنی اسرائیل کے حق میں پورا ہوا؟ ④ فضلکم علی

Maktaba Tul Ishaat.com Scanned with CamScanner

العالمین کا کیا مطلب ہے؟

﴿خلاصہ سوال﴾..... اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے ① آیات کا ترجمہ ② آیات کی تفسیر۔

﴿جواب﴾..... ① آیات کا ترجمہ:۔ وہ لوگ جنہیں کمزور اور ضعیف سمجھا جاتا تھا ہم نے انہیں اس زمین کے مشرق و مغرب کا وارث بنا دیا جس پر ہم نے برکتیں نازل کی تھیں، اور بنی اسرائیل پر تیرے رب کا کلمہ پورا ہوا ان کے صبر کرنے کی وجہ سے، اور ملیا میٹ کر دیا ہم اس سب کو جو فرعون اور اس کی قوم کرتی تھی اور جو وہ اونچی عمارتیں بناتے تھے۔ اور پار کروا دیا ہم نے بنی اسرائیل کو دریا سے تو وہ ایسی قوم پر پہنچے جو اپنے بتوں کو پوجنے میں لگے ہوئے تھے، بنی اسرائیل نے کہا کہ اے موسیٰ! تو ہمیں بھی ایسا ہی دیوتا بنا دے جیسا کہ ان لوگوں کا دیوتا ہے، موسیٰ علیہ السلام نے کہا بے شک تم لوگ جہالت کی باتیں کرتے ہو۔ بے شک یہ لوگ جس کام و دھندے میں لگے ہوئے ہیں یہ سب تباہ و برباد ہونے والا ہے اور جو کچھ یہ لوگ کر رہے ہیں یہ سب غلط و باطل ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ کیا میں تمہارے لیے اللہ کے علاوہ کوئی اور معبود تلاش کروں؟ حالانکہ اس نے تمہیں تمام جہان والوں پر فضیلت و بڑائی عطا کی ہے۔

② آیات کی تفسیر:۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے ابتداءً قوم فرعون کے انجام بد اور بنی اسرائیل کی فتح و کامرانی کا ذکر کیا ہے کہ جس قوم بنی اسرائیل کو قوم فرعون نے کمزور سمجھا تھا اس قوم کو ہم نے اس سرزمین کے مشرق و مغرب (اس سے مراد تمام علاقہ ہے) کا وارث بنا دیا جس سرزمین کو ہم نے اپنی خصوصی برکات سے نوازا ہے، اس سے مراد ملک شام و مصر کی سرزمین ہے جہاں بنی اسرائیل کو قوم فرعون و عمالقہ کے ہلاک ہونے کے بعد قبضہ و حکومت عطا ہوئی اور برکات سے مراد دریا، درخت، پھل، سرسبزی، راحت، زندگی اور ارزانی ہے۔ (مظہری) اس کے بعد اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ تیرے رب نے بنی اسرائیل سے جو وعدہ کیا تھا وہ وعدہ بھی ان کے صبر کرنے کی وجہ سے پورا ہو گیا اور اس وعدہ سے مراد یا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا وہ وعدہ ہے جو انہوں نے اپنی قوم سے کیا تھا (عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّهْلِكَ عَدُوَّكُمْ وَ يَسْتَخْلِفَكُمْ فِي الْاَرْضِ) یا پھر خود اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے جو وعدہ کیا تھا (وَ نُرِيْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِي الْاَرْضِ وَ نَجْعَلَهُمْ اَىِٕمَّةً وَّ نَجْعَلَهُمُ الْوٰرِثِيْنَ وَ نُمَكِّنَ لَهُمْ فِي الْاَرْضِ وَ نُرِيَ فِرْعَوْنَ وَ هَامٰنَ وَ جُنُوْدَهُمَا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَحْذَرُوْنَ) پھر فرمایا کہ فرعون اور اس کی قوم جو عمارات و درخت پودے وغیرہ لگاتے اور بناتے تھے وہ سب ہم نے تباہ و برباد کر دیے، اس میں محلات و مکانات، بلند درخت اور حویلیاں وغیرہ سب شامل ہے۔ اگلی آیات میں بنی اسرائیل کی سرکشی، جہالت و کج روی کا ذکر ہے کہ جب بنی اسرائیل قوم فرعون سے نجات پا کر دریا عبور کر گئے تو آگے ایک قبیلہ (بعض کے نزدیک عمالقہ اور بعض کے نزدیک لخم و جذام کے قبائل تھے۔ مظہری) پر گزر ہوا جو بتوں کی پرستش میں مبتلا تھا، بنی اسرائیل کو ان کا طریقہ پسند آیا اور انہوں نے موسیٰ علیہ السلام سے درخواست کی کہ ہمیں بھی کوئی ایسا ہی معبود بنا دیں تاکہ ہم بھی کسی چیز کو سامنے رکھ کر اس کی عبادت کیا کریں، موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ تم لوگوں میں بڑی جہالت ہے، جن لوگوں کے طریقے کو تم نے پسند کیا ہے ان کے سب اعمال ضائع و برباد ہیں، یہ سب باطل ہے، تم اس کی حرص نہ کرو، کیا میں تمہیں اللہ کے علاوہ کوئی اور معبود بنا دوں حالانکہ اس نے تمہیں تمام جہان والوں پر فضیلت بخشی ہے؟ اس سے مراد صرف اس وقت کے تمام جہان والے لوگ ہیں کہ ان سب سے تم افضل و اعلیٰ ہو، ہر وقت کے لوگ مراد نہیں ہیں کہ امت محمدیہ علیہ السلام پر فضیلت لازم آئے۔ (فضیلت یہ کہ بنی اسرائیل کو نبوت، کتاب، علم، ایمان، اعمال صالحہ، ملک و عدالت اور انبیاء علیہم السلام کی نصرت جیسی سب نعمتوں سے نوازا۔ مظہری)

السوال الثالث ..... يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ مَا قَالُوْا ۗ وَلَقَدْ قَالُوْا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَكَفَرُوْا بَعْدَ اِسْلَامِهِمْ وَهَمُّوْا بِمَا لَمْ يَنَالُوْا ۚ وَمَا نَقَمُوْٓا اِلَّآ اَنْ اَغْنٰىهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ فَاِنْ يَّتُوْبُوْا يَكُ خَيْرًا لَّهُمْ ۚ وَاِنْ يَّتَوَلَّوْا يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ عَذَابًا اَلِيْمًا فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ وَمَا لَهُمْ فِى الْاَرْضِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ۝ وَمِنْهُمْ مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ لَئِنْ اٰتٰىنَا مِنْ فَضْلِهٖ لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُوْنَنَّ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ فَلَمَّآ اٰتٰىهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ بَخِلُوْا بِهٖ وَتَوَلَّوْا وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ۝ فَاَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِىْ قُلُوْبِهِمْ اِلٰى يَوْمِ يَلْقَوْنَهٗ بِمَآ اَخْلَفُوا اللّٰهَ مَا وَعَدُوْهُ وَبِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ ۝ اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ سِرَّهُمْ وَنَجْوٰىهُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ۝ (پ۱۰، التوبۃ، ۷۴تا۷۸)

آیات کا ترجمہ کیجیے، آیات کی تفسیر ان نکات کو سامنے رکھتے ہوئے کیجیے ① قسم کھانے والے کون تھے اور ان کا کیا انجام ہوا؟ ② کلمۃ الکفر سے کیا مراد ہے؟ ③ عہد کرنے والا کون تھا اور اس کا کیا انجام ہوا؟ ④ وعدہ کرنے والے کی توبہ کیوں قبول نہیں کی گئی؟

خلاصۂ سوال ..... اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے: ① آیات کا ترجمہ ② آیات کی تفسیر۔

الجواب ..... ① **آیات کا ترجمہ:** ۔ یہ لوگ اللہ کی قسمیں کھا جاتے ہیں کہ انہوں نے فلاں بات نہیں کہی، حالانکہ تحقیق انہوں نے کفریہ بات کہی ہے اور اپنے اسلام لانے کے بعد انہوں نے کفر اختیار کیا ہے اور انہوں نے وہ کام کرنے کا ارادہ کر لیا تھا جس میں وہ کامیاب نہ ہو سکے اور انہوں نے صرف اس بات کا بدلہ دیا کہ اللہ اور اس کے رسول نے انہیں اپنے فضل سے مال دار بنا دیا ہے، پس اگر یہ توبہ کر لیں تو یہ انکے حق میں بہتر ہے اور اگر یہ اعراض کریں تو اللہ انکو دنیا و آخرت میں دردناک عذاب دے گا اور روئے زمین پر ان کا کوئی یار و مددگار نہ ہوگا۔ اور لوگوں میں سے بعض وہ ہیں کہ عہد کیا انہوں نے اللہ تعالیٰ سے کہ اگر دے ہم کو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے تو البتہ ہم ضرور صدقہ (خیرات) کریں گے اور البتہ ہوں گے ہم نیک لوگوں میں سے۔ پھر جب دیا اُن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے تو بخل کیا انہوں نے اس میں اور پھر گئے وہ اس حال میں کہ وہ اعراض کرنے والے تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے اس فعل کی سزا میں ان کے دلوں میں نفاق کو لازم کر دیا اس دن تک جس دن وہ خدا تعالیٰ سے جا کر ملیں گے۔ اس وجہ سے کہ انہوں نے خلاف کیا اس وعدہ کے جو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے کیا اور اس وجہ سے کہ وہ جھوٹ بولتے تھے۔ کیا انہیں علم نہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کی پوشیدہ باتوں اور ان کی سرگوشیوں کو جانتا ہے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ کو غیب کی باتوں کا پورا پورا علم ہے۔

② **آیات کی تفسیر:** ۔ ابتدائی آیت کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان آیات میں منافقین کا تذکرہ کر رہے ہیں کہ وہ اپنی مجلسوں میں کلمات کفر کہتے رہتے ہیں جب مسلمانوں کو اطلاع ہو جائے تو پھر جھوٹی قسمیں کھا کر اپنی براءت ثابت کرتے ہیں جیسا کہ شان نزول میں جلاس نامی منافق کا ذکر ہے کہ غزوۂ تبوک کے موقع پر آپ ﷺ نے ایک خطبہ دیا، جس میں منافقین کی بدحالی و انجام بد کا ذکر کیا، مجلس میں جلاس بھی موجود تھا، اس نے بعد میں اپنی مجلس میں جا کر کہا کہ محمد ﷺ جو کچھ کہتے ہیں اگر وہ سچ ہے تو ہم گدھوں سے بھی بدتر ہیں، اس کا یہ کلمہ حضرت عامر بن قیس رضی اللہ عنہ نے بھی سن لیا، اور انہوں نے کہا کہ تم واقعی گدھوں سے بدتر ہو، تبوک سے واپسی پر حضرت عامر رضی اللہ عنہ نے یہ واقعہ آپ ﷺ کو سنایا تو جلاس مکر گیا اور جھوٹی قسم بھی کھالی، بعد میں جب آپ ﷺ کو بذریعہ وحی بتلایا گیا تو جلاس نے اپنے جھوٹ و غلطی کو تسلیم کیا اور کہا کہ اس آیت میں مجھے توبہ کا بھی حق دیا گیا ہے لہٰذا میں توبہ کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے مغفرت مانگتا ہوں، آپ ﷺ نے ان کی توبہ کو قبول فرمایا اور یہ اپنی توبہ پر قائم بھی رہے، اور ان کے حالات بھی درست ہو گئے تھے۔ بعض مفسرین نے دیگر واقعات بھی شان نزول میں بیان کیے ہیں، خصوصاً آیت کے جملہ **وَهَمُّوْا بِمَا لَمْ يَنَالُوْا** سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیت کسی ایسے واقعہ کے متعلق نازل ہوئی ہے جس میں مسلمانوں کے خلاف منافقین کی کوئی سازش ناکام ہوئی تھی، چنانچہ انہوں نے دوسرا مشہور واقعہ نقل کیا ہے کہ تبوک سے واپسی پر بارہ منافقین آپ ﷺ کے قتل کے ارادے سے

Maktaba Tul Ishaat.com Scanned with CamScanner

ایک پہاڑی گھاٹی میں چھپ گئے تھے مگر آپ ﷺ کو بذریعہ وحی بتلا دیا گیا اور آپ ﷺ راستہ تبدیل کر گئے اور منافقین کی سازش ناکام ہوگئی۔ تو اس آیت میں باری تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ منافقین جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں حالانکہ انہوں نے کفریہ بات کہی ہے اس سے مراد یا تو خلاس کی جھوٹی قسم والے الفاظ ہیں یا آپ ﷺ کے متعلق قتل کا مشورہ ہے جو یقیناً کفری ہے، یا عبداللہ بن ابی کا یہ قول مراد ہے کہ مدینہ پہنچ کر عزت والے ان ذلیلوں (مسلمانوں) کو باہر نکال دیں گے۔ بعض نے کہا کہ اس سے مراد آپ ﷺ کو گالیاں دینا ہے (مظہری) اور یہ سب کچھ منافقین کی طرف سے درحقیقت اس احسان کا بدلہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسول نے ان منافقین کو مال دار کر دیا کہ آپ ﷺ کی تشریف آوری کے نتیجے میں مدینہ کے اکثر باشندے جن کی حالت خستہ تھی وہ سب خوشحال ہو گئے تھے۔ اس کے بعد فرمایا کہ اگر یہ منافقین اپنے اعمال سے توبہ کر لیں تو ٹھیک ہے ورنہ ان کو دنیا و آخرت کے عذاب اور رسوائی کا سامنا کرنا پڑے گا اور پھر پورے روئے زمین میں ان کا کوئی ولی و مددگار نہ ہوگا۔ (معارف القرآن)

بعد کی آیات میں ثعلبہ بن حاطب انصاری کی عہد شکنی کا تذکرہ ہے جس کی تفصیل یہ ہے کہ ثعلبہ بن حاطب انصاری نے حضور اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں عرض کی کہ میرے دولتمند ہونے کی دعا فرما دیں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے ثعلبہ تھوڑی چیز پر خدا کا شکر ادا کرنا اس زیادہ چیز سے بہتر ہے جس کے تو حقوق ادا نہ کر سکے۔ تو ثعلبہ بار بار اصرار کرتا رہا کہ کثرت کی دعا کریں اور وعدہ کیا کہ اگر مجھے مال مل گیا تو میں اس کے تمام حقوق ادا کروں گا۔ بالآخر حضور ﷺ نے دعا کر دی اور اس کی بکریوں میں اتنی برکت ہوئی کہ مدینہ سے باہر مستقل ایک گاؤں میں رہنے کی ضرورت پڑی اور اس کا مال اتنا بڑھا کہ اس میں مشغول ہو کر رفتہ رفتہ جمعہ اور جماعت کو بھی ترک کرنے لگا۔ اور جب حضور ﷺ کی طرف سے زکوٰۃ وصول کرنے والے پہنچے تو اس نے زکوٰۃ کی ادائیگی سے انکار کر دیا تو حضور ﷺ نے تین مرتبہ یہ ارشاد فرمایا ویح ثعلبہ اور اس موقعہ پر یہ آیات نازل ہوئیں۔ جب ثعلبہ کو اس کی خبر پہنچی تو وہ بدحواس خود زکوٰۃ لے کر حاضر ہوا مگر حضور ﷺ نے وصول کرنے سے انکار کر دیا بعد میں خلفاء ثلاثہ حضرت ابوبکر صدیق، عمر فاروق، عثمان غنی رضی اللہ عنہم نے بھی زکوٰۃ کی وصولی سے انکار کر دیا اور اس طرح حالت نفاق پر حضرت عثمان غنی کے عہد میں اس کا انتقال ہوا۔

الغرض ان آیات میں اسی ثعلبہ کی عہد شکنی کا ذکر ہے کہ اس نے اللہ تعالیٰ سے عہد کیا کہ اگر مال ملا تو ضرور صدقہ کرے گا مگر جب مال ملا تو بخل کیا اور حقوق کی ادائیگی سے انکار کر دیا۔ تو اس عہد شکنی کا اثر یہ ہوا کہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے نفاق کی جڑ اس کے دل میں قائم ہوگئی جو موت تک نکلنے والی نہیں ہے۔

﴿الورقة الاولیٰ فی التفسیر﴾

﴿السوال الاول﴾ ۱۴۴۰ھ

المقطع الاول ..... وَاِذْ وٰعَدْنَا مُوْسٰٓى اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ ۝ ثُمَّ عَفَوْنَا عَنْكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝ وَاِذْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَالْفُرْقَانَ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۝ وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اِنَّكُمْ ظَلَمْتُمْ اَنْفُسَكُمْ بِاتِّخَاذِكُمُ الْعِجْلَ فَتُوْبُوْٓا اِلٰى بَارِئِكُمْ فَاقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ عِنْدَ بَارِئِكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۝ (پ ۱ ۔ بقرہ : ۵۱ تا ۵۴)

آیات کا ترجمہ کریں۔ نیز کشیدہ حصہ میں جن واقعات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے وہ ذکر کریں۔ "وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اِنَّكُمْ ظَلَمْتُمْ اَنْفُسَكُمْ بِاتِّخَاذِكُمُ الْعِجْلَ فَتُوْبُوْٓا اِلٰى بَارِئِكُمْ فَاقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ عِنْدَ بَارِئِكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ" کی لغوی و صرفی تحقیق کریں۔ الکتاب و الفرقان کی تعیین کیجئے۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے ① آیات کا ترجمہ ② واقعات کی وضاحت ③ کلمات

Scanned with CamScanner

کی لغوی و صرفی تحقیق ② الکتاب و الفرقان کی تعیین۔

جواب ..... ❶ **آیات کا ترجمہ:۔** اور وہ وقت یاد کرو جب ہم نے وعدہ کیا موسیٰ علیہ السلام سے چالیس رات کا پھر تم نے موسیٰ علیہ السلام کے بعد بچھڑے کو (معبود) بنا لیا اور تم ظلم کر رہے تھے، پھر اس کے بعد بھی ہم نے تم سے درگزر کی تاکہ تم شکر ادا کرو، اور وہ وقت بھی یاد کرو جب ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب اور قانون فیصل عنایت فرمائے تاکہ تم ہدایت پاؤ، اور وہ وقت بھی یاد کرو جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا کہ اے میری قوم! تم نے بچھڑے کی پرستش سے اپنے اوپر (بڑا بھاری) ظلم کیا پس اب تم اپنے خالق سے توبہ کرو اور ہلاک کرو اپنے نفسوں کو، یہی (قتل) بہتر ہے تمہارے حق میں تمہارے خالق کے نزدیک تو اللہ تعالیٰ تمہاری توبہ قبول کرے گا بے شک وہی توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔

❷ **واقعات کی وضاحت:۔** جب فرعون ہلاک ہو گیا اور بنی اسرائیل پھر مصر میں آ کر بسے تو حق تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے وعدہ فرمایا کہ ہم تم پر تورات اتاریں گے اور چالیس رات کا وعدہ فرمایا۔

حضرت موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا کہ میں اپنے پروردگار کی طرف متوجہ ہوتا ہوں اور ہارون کو اپنا خلیفہ بناتا ہوں جبرئیل اسپ حیات پر سوار ہو کر انہیں لینے کے لیے تشریف لائے جہاں اس گھوڑے کا قدم پڑتا وہیں آگ آتا تھا، سامری نے یہ عجیب واقعہ دیکھا تو حضرت جبرئیل کے گھوڑے کے زیر قدم کی ایک مٹھی خاک اٹھا کر رکھ لی اور بنی اسرائیل نے فرعون کی قوم سے خروج مصر سے پہلے بہت سا زیور شادی کے بہانے سے مستعار لے لیا تھا جب حق تعالیٰ نے فرعون اور اس کی قوم کو ہلاک کر دیا تو وہ زیور انہی کے پاس رہا جب حضرت موسیٰ تورات لینے کیلئے کوہ طور پر تشریف لے گئے تو اس سامری نے بنی اسرائیل سے کہا وہ زیور جو تمہارے پاس ہے غنیمت کا مال ہے اور تمہارے لئے حلال نہیں اسے کہیں گڑھا کھود کر دبا دو جب حضرت موسیٰ تشریف لائیں گے جیسی ان کی رائے ہوگی کیا جائے گا، انہوں نے حسب مشورہ سامری یا ہارون علیہ السلام وزیر سب کا سب ایک جگہ دفن کر دیا سامری نے خفیہ طور پر وہ مال نکال لیا اور اس کا تین دن میں ایک بچھڑا تیار کر کے زیور سے مرصع کیا اور وہ خاک جو اس نے جبرئیل کے گھوڑے کے قدم کی اٹھائی تھی اس میں ڈال دی چونکہ اس میں مادۂ حیات تھا مٹی پڑتے ہی بولنے لگا اور ادھر ادھر دوڑنے لگا۔ سامری نے بنی اسرائیل سے کہا هٰذَآ اِلٰهُكُمْ وَاِلٰهُ مُوْسٰى فَنَسِيَ (یعنی تمہارا اور موسیٰ کا معبود تو یہ ہے وہ بھول گئے (یعنی معبود کو بھول کر کوہ طور چلے گئے) اور بنی اسرائیل کا قاعدہ تھا کہ وہ ایک دن رات کو دو دن شمار کرتے تھے جب بیس دن گذر گئے اور موسیٰ علیہ السلام نہ آئے تو سب کہنے لگے کہ چالیس دن تو گزر گئے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اب تک نہ آئے معلوم ہوتا ہے کہ انتقال کر گئے ادھر سامری نے یہ فتنہ پھیلا کر لوگوں کو بہکانا شروع کر دیا۔ بعض نے کہا کہ حضرت موسیٰ نے قوم سے تیس رات کا وعدہ کیا تھا پھر دس رات اور بڑھا دی گئیں اس لیے فتنہ میں پڑ گئے اور بچھڑا پوجنے لگے۔ ہارون علیہ السلام کے ہمراہ بارہ ہزار آدمی تو راہ حق پر رہے اور باقی سب کے سب گمراہ ہو گئے۔

مذکورہ واقعہ شرک کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا (فاقتلوا انفسکم) اس حکم الٰہی کے پہنچتے ہی موسیٰ علیہ السلام نے یہ فرمان قوم سنایا تو سب نے یہ حکم سن کر عرض کیا کہ ہم موسیٰ علیہ السلام کے حکم پر دل سے صابر ہیں سب کے سب ایک جگہ میں اپنی چادروں سے منہ ڈھانپ کر سر جھکا کر بیٹھ گئے، حکم ہوا کہ اگر کوئی اپنی کوٹ کھولے یا نگاہ اٹھا کر قتل کو دیکھے یا ہاتھ پیر کے ذریعہ سے بچے تو وہ ملعون ہے اور اس کی توبہ مقبول نہ ہوگی، سب نے حکم الٰہی کی تعمیل کی اور اپنی اپنی گردنیں کھول دیں، بکریوں میں ان قاتلین کے عزیز و اقارب بھی تھے کوئی کسی کا باپ، کوئی بیٹا، کوئی بھائی، کوئی قریبی رشتہ دار کوئی دوست تھا جب امتثال حکم الٰہی کے لیے تلوار اٹھائی تو فرط محبت و شفقت کی وجہ سے تلوار ہاتھ سے چھوٹ گئی اور حق تعالیٰ کے حکم کی تعمیل نہ ہو سکی سب نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے عرض کیا یا نبی اللہ! اب ہم کیا کریں ہم تو مغلوب ہو گئے حق تعالیٰ نے زمین سے نکامات یا آسمان سے ایک سیاہ بادل بھیجا جس سے تاریکی چھا گئی کہ

Maktaba Tul Ishaat.com Scanned with CamScanner

کوئی ایک دوسرے کو نہ دیکھتا تھا۔ القصہ قتل شروع ہوا اور کئی روز تک یہ قتل رہا صبح سے شام تک برابر قتل کرتے تھے جب بنی اسرائیل کثرت سے مقتول ہونے تو حضرت موسیٰ اور ہارون علیہما السلام نے بارگاہ الٰہی میں رجوع کیا فرمائی کہ خدایا بنی اسرائیل یک لخت ہلاک ہوئے جاتے ہیں اب اپنا رحم فرمایئے حق تعالیٰ نے اس سیاہ بادل کو ہٹا دیا اور حکم بھیجا کہ اب قتل نہ کریں جب بادل ہٹا تو دیکھا گیا کہ ہزاروں آدمی مارے گئے۔ حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ مقتولین کی تعداد ستر ہزار تھی۔ یہ دیکھ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بہت غم ہوا حق تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ موسیٰ! کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ میں قاتل اور مقتول دونوں کو جنت میں داخل کروں اور جو قتل ہوئے انہیں شہادت کا مرتبہ دوں اور جو باقی رہیں ان کے گناہ معاف کر دوں؟۔ (تفسیر مظہری۔ ج ۱)

(۲) کلمات کی لغوی و صرفی تحقیق:۔ بَارِئِكُمْ: یہ باب التعال (مہموز) کا مصدر ہے بمعنی بنانا۔

وَاعَدْنَا: صیغہ جمع متکلم فعل ماضی معروف از مصدر وَعْدًا و عِدَةً (ضرب۔ مثال) بمعنی وعدہ کرنا۔

بَارِئِكُمْ: صیغہ واحد مذکر بحث اسم فاعل از مصدر بَرْيًا (ضرب۔ مہموز ناقص) بمعنی بنانا، پیدا کرنا، تراشنا۔

فَتَابَ: صیغہ واحد مذکر غائب فعل ماضی معروف از مصدر تَابًا، تَوْبَةً و تَابَةً (نصر۔ اجوف) بمعنی بخشنا، مہربان ہونا۔

(۳) الکتاب و الفرقان کی تعیین:۔ الکتاب سے مراد توراۃ اور الفرقان سے مراد بھی بعض مفسرین کے قول پر توراۃ ہی ہے۔ توراۃ ہی کو حق تعالیٰ نے دو ناموں سے ذکر فرمایا ہے۔ کسائی نے کہا کہ الفرقان، الکتاب کی نعت ہے اور واؤ زائد ہے الفرقان کے معنی ہیں حق اور باطل میں فرق کرنے والی۔ بعض نے کہا الفرقان سے مراد معجزات ہیں اور انہیں فرقان (فرق کرنے والا) اس لیے کہا کہ معجزات اہل حق اور اہل باطل میں فرق کر دیتے ہیں۔ بعض نے کہا الفرقان شریعت موسوی ہے جو حلال و حرام میں فرق کرنے والی تھی۔ (مظہری)

سوال نمبر ۲ ..... وَاِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰىكِ وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفٰىكِ عَلٰى نِسَآءِ الْعٰلَمِيْنَ ۝ يٰمَرْيَمُ اقْنُتِيْ لِرَبِّكِ وَاسْجُدِيْ وَارْكَعِيْ مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ۝ ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ ۭ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يُلْقُوْنَ اَقْلَامَهُمْ اَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ ۠ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ ۝ (پ ۳ آل عمران: ۴۲ تا ۴۴)

آیات کا ترجمہ کریں۔ پہلی آیت بظاہر حدیث مبارک **سیدۃ نساء اھل الجنۃ فاطمۃ** سے متعارض ہے تطبیق دیجیے۔ نیز دوسری آیت کی تفسیر کیجیے۔ قرعہ اندازی کا حکم بیان کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے ① آیات کا ترجمہ ② آیت و حدیث میں تطبیق ③ نیز دوسری آیت کی تفسیر ④ قرعہ اندازی کا حکم۔

جواب ..... **① آیات کا ترجمہ:۔** اے مریم اللہ تعالیٰ نے بلاشبہ تجھے چن لیا ہے اور اللہ نے تجھے پاک رکھا اور جہان کی عورتوں پر تجھے فضیلت دی ہے، اے مریم اپنے رب کا شکر ادا کرنے کے لیے طویل قیام کیا کر اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع سجدہ کر۔ یہ مذکورہ قصے غیب کی اطلاعات ہیں جو ہم آپ کی طرف وحی کرتے ہیں۔ اور آپ ان کے پاس نہیں تھے جب وہ (قرعہ اندازی کے لیے) اپنے قلم پانی میں ڈال رہے تھے کہ ان میں سے مریم کی کفالت کون کرے گا؟ اور آپ ان کے پاس اس وقت بھی نہ تھے جب وہ مریم کی کفالت کے لیے باہم جھگڑا کر رہے تھے۔

② آیت و حدیث میں تطبیق:۔ ① جہان کی عورتوں پر تجھے فضیلت دی ہے یعنی صرف تیرے زمانہ کی عورتوں پر تجھے فضیلت دی۔ ② حضرت ابو سعید خدری کی روایت کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: فاطمہؓ اہل جنت کی عورتوں کی سردار ہے سوائے اس کے جو مریم سے ہوا (یعنی مریم علیہا السلام کی وجہ فضیلت کو چھوڑ کر) اسی طرح ترمذی نے حضرت ام سلمہؓ کا قول نقل کیا ہے کہ فاطمہؓ نے فرمایا

مجھے رسول اللہ ﷺ نے اطلاع دی کہ تو اہل جنت کی عورتوں کی سردار ہے سوائے مریم بنت عمران کے۔ گویا حضرت مریم کو فضیلت حاصل ہے۔ (عشری)

۲ خط کشیدہ آیت کی تفسیر:۔ حضرت مریم علیہا السلام کی پرورش کے متعلق اختلاف ہوا کہ اس کی پرورش کون کرے، ہر شخص اس کا خواہشمند تھا اس اختلاف کے نتیجہ میں قرعہ اندازی پر اتفاق ہوا کہ اپنے اپنے قلم پانی میں ڈالیں جس کا قلم پانی کی حرکت کے خلاف اٹھا بہہ جائے وہ کفالت کا مستحق سمجھا جائے گا بالغرض اس اختلاف و قرعہ اندازی کے وقت بھی آپ کا موجود نہ ہونا اور آپ ﷺ کا ان واقعات کی خبر دینا آپ ﷺ کی نبوت و صداقت کی دلیل ہے۔ (معارف القرآن)

۳ قرعہ اندازی کا حکم:۔ شریعت محمدیہ میں حنفیہ کے نزدیک جن حقوق کے اسباب شرع میں معلوم و متعین ہیں ان میں قرعہ اندازی ناجائز ہے جیسے مشترک چیز کی قرعہ اندازی میں جس کا نام نکل آیا وہ مکمل مشترک چیز اسی کی ہے، یا جس بچہ کے نسب میں اختلاف ہو اور قرعہ اندازی میں جس کا نام نکل آیا وہی اس کا باپ ہوگا۔

البتہ جن حقوق کے اسباب رائے کے سپرد ہوں ان میں قرعہ اندازی جائز ہے، جیسے مشترکہ مکان میں قرعہ اندازی کے ذریعے صرف حصہ کی جہت کو متعین کرنا جائز ہے کیونکہ یہ کام قرعہ اندازی کے بغیر بھی باہمی رضامندی سے جائز ہے۔ (معارف القرآن)

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۴۰ھ

السؤال الثانی ..... اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يَشْتَرُوْنَ الضَّلٰلَةَ وَيُرِيْدُوْنَ اَنْ تَضِلُّوا السَّبِيْلَ ۝ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِاَعْدَآئِكُمْ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَلِيًّا ۙ وَّكَفٰى بِاللّٰهِ نَصِيْرًا ۝ مِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ وَيَقُوْلُوْنَ سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا وَاسْمَعْ غَيْرَ مُسْمَعٍ وَّرَاعِنَا لَيًّۢا بِاَلْسِنَتِهِمْ وَطَعْنًا فِي الدِّيْنِ ۭ وَلَوْ اَنَّهُمْ قَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا وَاسْمَعْ وَانْظُرْنَا لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَاَقْوَمَ ۙ وَلٰكِنْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ۝

(پ۵۔ نساء : ۴۴ تا ۴۶)

آیات کا ترجمہ کریں۔ ان آیات کا شان نزول بیان کرتے ہوئے تفسیر ذکر کریں۔

﴿خلاصہ سوال﴾ ..... اس سوال میں تین امور مطلوب ہیں ① آیات کا ترجمہ ② آیات کا شان نزول ③ آیات کی تفسیر۔

جواب ..... **① آیات کا ترجمہ:۔** اے مخاطب کیا تو نے ان لوگوں کی طرف نہیں دیکھا جن کو کتاب کا کچھ حصہ دیا گیا ہے۔ انہوں نے اس ہدایت کے عوض گمراہی کو لے لیا اور ان کی خواہش ہے کہ (اے مسلمانو!) تم بھی راہ حق سے گمراہ ہو جاؤ۔ اور اللہ تم سے زیادہ تمہارے دشمنوں کو جانتا ہے اور اللہ (تمہارا) پورا کارساز ہے اور اللہ پورا پورا مددگار ہے۔

② آیات کا شان نزول:۔ محمد بن اسحاق نے حضرت ابن عباسؓ کی روایت سے لکھا ہے کہ یہودیوں کا ایک بڑا سردار جس کا نام رافع بن زید بن ثابوت تھا جب رسول اللہ سے کلام کرتا تھا تو زبان موڑ کر کہتا تھا محمد (ﷺ) ذرا اپنے کان ہماری طرف کیجئے تاکہ آپ کو سمجھائیں پھر اسلام پر نکتہ چینی کرتا اور عیب نکالتا تھا اس پر اس آیت کا نزول ہوا۔

③ آیات کی تفسیر:۔ اے مخاطب کیا تو نے ان لوگوں کی طرف نظر نہیں کی جن کو کتاب کا کچھ حصہ دیا گیا ہے۔ اس سے مدینہ کے یہودی مراد ہیں۔ نصیبا کی تنوین تحقیر کے لئے اور الکتاب سے مراد تورات ہے یعنی تورات کا ایک ادنیٰ حصہ۔ مطلب یہ ہے کہ دل کا یقین اور معنی کا فہم تو ان کو نہیں دیا گیا صرف زبان سے قراءت ان کو نصیب ہوئی ہے۔ بعثت سے پہلے تو ان کو یقین تھا کہ نبی امی آخر زمانہ میں مبعوث ہوں گے اور کافروں کے خلاف یہ بھی امی کے طفیل سے فتح کی دعا بھی کرتے تھے لیکن جب وہ نبی مبعوث ہو گئے تو

Maktaba Tul Ishaat.com Scanned with CamScanner

انہوں نے ان کی نعمت کو نہیں مانا تو سابق ایمان کے عوض کفر کو لے لیا۔ یا یہ مراد ہے کہ وہ ہدایت جو ان کے قبضہ میں تھی اور پیغمبر کا اتباع کر کے وہ اس کو حاصل کر سکتے تھے انہوں نے اس ہدایت کو چھوڑ کر اس کے عوض گمراہی کو لے لیا اور ان کی خواہش ہے کہ اے مسلمانو! تم بھی راہ حق سے بھٹک جاؤ۔

آیت میں استفہام کا حاصل اظہار تعجب اور مخاطب کو بچنے کی ہدایت کرنا ہے یعنی تم دیکھ رہے ہو تم کو معلوم ہو کہ ان کو تم سے اور مسلمانوں سے عداوت ہے باوجودیکہ یہ تمہاری صداقت کو جانتے بھی ہیں لہٰذا ان سے بچتے رہو کیونکہ تمہارا سب سے بڑا دشمن وہی ہے جو تم کو دوراہی جاہی میں ڈالنا چاہتا ہے تم اپنے معاملات میں ان کو خیر خواہ نہ سمجھو اور تم سے زیادہ تمہارے دشمنوں کو اللہ جانتا ہے اور اللہ تمہارا پورا کارساز ہے تمہاری کارسازی کرے گا اور نفع پہنچائے گا۔ اور اللہ پورا پورا مددگار ہے ضرر کو دفع کرے گا ان کی مکاریوں کو روکے گا ان کے خلاف تمہاری مدد کرے گا اور نصرت عطا کرے گا۔ لہٰذا تم بھی اللہ کی کارسازی اور نصرت پر بھروسہ رکھو اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کی طرف نہ جاؤ دوسروں کو اپنا کارساز مت بناؤ اور کسی اور سے نصرت مت طلب کرو۔

السوال الثالث ..... يَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَآ اُحِلَّ لَهُمْ ۭ قُلْ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ ۙ وَمَا عَلَّمْتُمْ مِّنَ الْجَوَارِحِ مُكَلِّبِيْنَ تُعَلِّمُوْنَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَكُمُ اللّٰهُ ۡ فَكُلُوْا مِمَّآ اَمْسَكْنَ عَلَيْكُمْ وَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ ۠ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ۝ اَلْيَوْمَ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ ۭ وَطَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ ۠ وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ ۡ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الْمُؤْمِنٰتِ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ اِذَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ مُحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ وَلَا مُتَّخِذِيْٓ اَخْدَانٍ ۭ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ ۠ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝ (پ ۶۔ مائدہ : ۴ تا ۵)

آیات کا ترجمہ اور مختصر شان نزول و تفسیر بیان کریں۔ اَلْجَوَارِح ، مُكَلِّبِيْنَ ، اَنْعَمْتُ ، مُتَّخِذِيْ کی لغوی و صرفی تحقیق کریں۔

خلاصہ سوال ..... اس سوال کا حل تین امور ہیں ① آیات کا ترجمہ ② آیات کی تفسیر و شان نزول ③ کلمات کی لغوی و صرفی تحقیق۔

الجواب ..... ① **آیات کا ترجمہ:۔** لوگ آپ ﷺ سے دریافت کرتے ہیں کہ ہمارے لیے کیا حلال کیا گیا ہے؟ آپ کہہ دیجئے کہ تمہارے لیے تمام پاکیزہ (حلال) چیزیں حلال کر دی گئی ہیں اور ان شکاری جانوروں کا کیا ہوا شکار حلال کر دیا گیا ہے جن کو تم نے (شکار کرنا) سکھا دیا ہو اس طریقہ سے جو اللہ نے تم کو سکھایا ہے پس جس شکار کو وہ پکڑ کر تمہارے لیے روک لیں اس میں سے تم کھا سکتے ہو اور اس شکاری جانور پر اللہ کا نام لے لیا کرو اور (محرمات کا ارتکاب کرنے میں) اللہ سے ڈرو یقیناً اللہ تعالیٰ جلد حساب لینے والا ہے۔ آج تمہارے لیے تمام پاکیزہ چیزیں حلال کر دی گئیں اور اہل کتاب کا کھانا تمہارے لیے حلال ہے اور تمہارا کھانا ان کے لیے حلال ہے۔ اور پاکدامن عورتیں ایمان والیوں میں سے اور پاکدامن عورتیں اہل کتاب میں سے جبکہ تم ان کے مہر ادا کر دو اس طرح کہ تم بیوی بناؤ نہ تو علانیہ بدکاری کرو نہ خفیہ آشنائی کرو اور جو ایمان کا انکار کرے گا اس کے نیک اعمال ضائع ہو جائیں گے اور وہ آخرت میں گھاٹا پانے والوں میں سے ہوگا۔

② **آیات کی تفسیر و شان نزول:۔** ابن جریرؒ نے عکرمہؓ کی روایت سے لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جب ابو رافع یہودی کو کتوں کو قتل کر دینے کا حکم دے کر بھیجا اور وہ (قتل کرتے کرتے) بالائی مدینہ تک پہنچ گئے تو عاصم بن عدی اور سعد بن خیثمہ اور عویمر بن ساعدہ علیہم السلام خدمت گرامی میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! ہمارے لیے کیا حلال کیا گیا ہے (اس سے ملتے جلتے اور واقعات بھی ذکر کیے گئے ہیں) اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

ارشاد ہوا کہ تمہارے لیے تمام پاکیزہ چیزیں حلال کر دی گئی ہیں اور ان شکاری جانوروں (اس سے مراد تمام شکاری جانور

Scanned with CamScanner

ہیں خواہ چوپائے ہوں یا پرندے جیسے کتا، چیتا، باز، شکرہ، شاہین وغیرہا کا کیا ہوا شکار بھی حلال کر دیا گیا ہے جن کو تم نے اس طریقہ سے شکار کرنا سکھایا ہو جو اللہ نے تم کو سکھایا ہے یعنی ٹریننگ کا جو طریقہ تم کو اللہ نے سکھا دیا ہے تم اس طریقہ سے شکاری جانوروں کو تعلیم دو۔ (شرائط: شکار کے ارادہ سے ان کو چھوڑنا، بسم اللہ پڑھ کر چھوڑنا، مالک کے چھوڑنے سے شکار کے پیچھے جانا اور مالک کے روکنے سے رک جانا، بلانے سے واپس آجانا، شکار کو پکڑ کر روکے رکھنا اور خود اس میں سے کچھ نہ کھانا) یہ تمام امور تم ان کو سکھا دو، پس جس شکار کو وہ پکڑ کر تمہارے لیے روک لیں یعنی اس شکار میں سے تم کھا سکتے ہو جس میں سے شکاری جانور نے نہ کھایا ہو اور اس شکاری جانور کو چھوڑتے وقت بسم اللہ پڑھ لیا کرو اور محرمات کا ارتکاب کرنے میں اللہ سے ڈرو، یقیناً اللہ (عزوجل) جلد حساب لینے والا ہے وہ تمہارے ہر چھوٹے بڑے گناہ کی پکڑ کرے گا۔ اب تکمیل دین کے بعد تمہارے لیے تمام پاکیزہ (حلال) چیزیں (قیامت تک کیلئے) جائز کر دی گئیں، تکمیلی دین کے بعد چونکہ کوئی حکم منسوخ نہیں کیا گیا اسلئے قیامت تک یہ حلت باقی رہے گی۔ اور اہل کتاب کا کھانا یعنی ذبیحہ بھی تمہارے لئے حلال ہے، اہل کتاب میں یہود و نصاریٰ داخل ہیں اور صابئین بھی داخل ہیں بشرطیکہ کسی نبی کے دین پر ان کا ایمان اور کسی آسمانی کتاب کا ان کو اقرار ہو، ستارہ پرست صابی اس میں داخل نہیں ہیں۔ اور تمہارا کھانا ان کے لیے حلال ہے گویا مسلمانوں کا ذبیحہ کھانے کیلئے ایمان کی شرط نہیں ہے البتہ مسلم عورتوں سے نکاح کیلئے ایماندار ہونے کی شرط ہے۔ جبکہ تم ان عورتوں کے مہر ادا کرو، یہاں حلت نکاح کو ادائے مہر سے مشروط کرنے سے غرض دو باتوں کا اظہار ہے: مہر کے وجوب کی تاکید اور ادائے مہر کے اصل و اول قرار دینے کے بعد ادائیگی کی ترغیب۔ بعض علماء نے کہا ادائے مہر سے مراد مہر کا اقرار اور التزام کر لینا ہے اور اقرار مہر نکاح سے ہوتا ہے گویا یوں فرمایا کہ جب تم تحلیل فروج کے ارادہ سے نکاح کرو اس طرح کرو اس طرح کہ تم بیوی بناؤ، نہ تو تم علانیہ بدکاری کرو یعنی زنا کے ذریعہ سے پانی کو بہاتے اور ضائع کرتے نہ پھرو کہ کوئی حرج ہو تم اس سے زنا کرو اور نہ خفیہ آشنائی یعنی مقررہ داشتہ عورتوں سے زنا کرنے والے ہو۔ اور جو ایمان یعنی قوانین اسلام کا انکار کرے گا اس کے نیک اعمال ضائع ہو جائیں گے کیونکہ قبول اعمال کے لیے ایمان کی شرط ہے اور وہ آخرت میں گھاٹا پانے والوں میں سے ہوگا۔ (مظہری)

کلمات کی لغوی و صرفی تحقیق: مُكَلِّبِيْنَ: صیغہ جمع مذکر بحث اسم فاعل از مصدر تکلیب (تفعیل) بمعنی کتے کو سکھلانا و شد حانا۔

اَمْسَكْنَ: صیغہ جمع مؤنث غائب فعل ماضی معروف از مصدر اَلْاِمْسَاكُ (افعال) بمعنی روکنا۔

مُتَّخِذِيْ: صیغہ جمع مذکر بحث اسم فاعل از مصدر اِتِّخَاذًا (افتعال۔ مہموز) بمعنی بنانا۔

السوال الثالث ۱۴۴۰ھ

القسم الاول ... وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ اٰزَرَ اَتَتَّخِذُ اَصْنَامًا اٰلِهَةً اِنِّيْٓ اَرٰىكَ وَقَوْمَكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ وَكَذٰلِكَ نُرِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلِيَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ ۝ فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ الَّيْلُ رَاٰ كَوْكَبًا قَالَ هٰذَا رَبِّيْ فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِيْنَ ۝ فَلَمَّا رَاَ الْقَمَرَ بَازِغًا قَالَ هٰذَا رَبِّيْ فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَئِنْ لَّمْ يَهْدِنِيْ رَبِّيْ لَاَكُوْنَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّآلِّيْنَ ۝ فَلَمَّا رَاَ الشَّمْسَ بَازِغَةً قَالَ هٰذَا رَبِّيْ هٰذَآ اَكْبَرُ فَلَمَّآ اَفَلَتْ قَالَ يٰقَوْمِ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ۝ اِنِّيْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝

آیات کا ترجمہ کریں۔ ان آیات کے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سورج کو رب کہا؟ اشکال کا جواب تحریر کریں۔ ان آیات میں مناظرین و مبلغین اسلام کیلئے کیا ہدایات ہیں؟۔ (پ۷۔ انعام: ۷۴ تا ۷۹)

Maktaba Tul Ishaat.com Scanned with CamScanner

﴿خلاصۂ سوال﴾..... اس سوال کا حل تین امور ہیں ① آیات کا ترجمہ ② اشکال کا جواب ③ مناظرین و مبلغین کیلئے ہدایات۔

جواب ..... ❶ **آیات کا ترجمہ:۔** اور جب ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ آزر سے کہا کیا تو ان بتوں کو معبود بناتا ہے؟ میں تجھ کو اور تیری قوم کو کھلی ہوئی گمراہی میں دیکھتا ہوں اور اسی طرح ہم ابراہیم علیہ السلام کو آسمانوں اور زمین میں اپنی حکومت کا مشاہدہ کراتے تھے اور تاکہ وہ (یعنی) یقین رکھنے والوں میں سے ہو جائے، جب اس پر رات (کی تاریکی) چھا گئی تو اس نے ایک ستارہ دیکھا تو کہا یہ میرا رب ہے، پھر جب ستارہ چھپ گیا تو ابراہیم علیہ السلام نے کہا میں غائب ہونے والوں کو پسند نہیں کرتا پھر جب چاند کو چمکتا دیکھا تو اس نے کہا یہ میرا رب ہے پھر جب چاند بھی چھپ گیا تو ابراہیم علیہ السلام نے کہا اگر میرا رب ہی مجھے سیدھی راہ نہ بتائے گا تو میں گمراہ لوگوں میں سے ہو جاؤں گا، پھر جب سورج کو دمکتا دیکھا تو اس نے کہا یہ میرا رب ہے یہ سب سے بڑا ہے پھر جب وہ ڈوب گیا تو ابراہیم علیہ السلام نے کہا اے میری قوم! تم جن چیزوں کو شریک بناتے ہو میں ان سب سے بری و بیزار ہوں۔ میں اپنا منہ اس کی طرف متوجہ کرتا ہوں جس نے آسمان و زمین کو پیدا کیا اور میں اس کے ساتھ شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔

❷ **اشکال کا جواب:۔** حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سورج کو ھٰذا ربی کہنے کے متعدد جواب دیے گئے ہیں ① یہ کلام مخاطب کے اعتبار سے ہے کہ تمہارے خیال میں یہ میرا رب ہے ② ھٰذا سے پہلے ہمزۂ استفہام محذوف ہے یعنی کیا یہ میرا رب ہے؟ ③ از راہ فرض یہ جملہ فرمایا یعنی بفرض محال یہ میرا رب ہے، تاکہ آگے ان کے قول کی تردید کی جائے۔ (عثمانی)

❸ **مناظرین و مبلغین کیلئے ہدایات:۔** ① تبلیغ و اصلاح میں نہ ہر جگہ سختی مناسب ہے اور نہ ہر جگہ نرمی مناسب ہے بلکہ ہر ایک کا موقع و ایک حد ہے، چنانچہ بت پرستی کے معاملہ میں سخت الفاظ استعمال کئے کیونکہ اسکی گمراہی مشاہدہ میں آنے والی چیز ہے اور نجوم پرستی کے معاملہ میں ایسے سخت الفاظ استعمال نہیں کئے بلکہ ایک خاص تدبیر سے معاملہ کی حقیقت قوم کے ذہن نشین کی کیونکہ خود تراشیدہ بتوں کے مقابلہ میں ستاروں کا بے بس ہونا اتنا واضح نہ تھا۔ ② اظہار حقیقت کیلئے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے قوم کو یوں مخاطب نہیں کیا کہ تم ایسے کرو بلکہ اپنا حال بتلایا کہ میں ان طلوع و غروب کے چکر میں رہنے والی چیز کو معبود قرار نہیں دے سکتا، اسلئے میں نے اپنا رخ ایسی ہستی کی طرف کر لیا ہے جو ان سب چیزوں کو پیدا کرنے والی ہے۔ مقصد یہ تھا کہ تمہیں بھی ایسا ہی کرنا چاہئے، یعنی حکیمانہ انداز میں صریح خطاب سے پرہیز کیا تاکہ وہ ضد پر نہ اتر آئیں۔ معلوم ہوا کہ مصلح و مبلغ کو ایسا انداز اختیار کرنا چاہئے جو لوگوں کیلئے زیادہ موثر ہو۔ (معارف القرآن)

السؤال الثانی ..... وَاَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِيْنَ كَانُوْا يُسْتَضْعَفُوْنَ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَهَا الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا ۭ وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ الْحُسْنٰى عَلٰي بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ ۙ بِمَا صَبَرُوْا ۭ وَدَمَّرْنَا مَا كَانَ يَصْنَعُ فِرْعَوْنُ وَقَوْمُهٗ وَمَا كَانُوْا يَعْرِشُوْنَ ۝ وَجٰوَزْنَا بِبَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ الْبَحْرَ فَاَتَوْا عَلٰي قَوْمٍ يَّعْكُفُوْنَ عَلٰٓي اَصْنَامٍ لَّهُمْ ۚ قَالُوْا يٰمُوْسَى اجْعَلْ لَّنَآ اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ ۭ قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ ۝ اِنَّ هٰٓؤُلَاۗءِ مُتَبَّرٌ مَّا هُمْ فِيْهِ وَبٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ قَالَ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْغِيْكُمْ اِلٰهًا وَّهُوَ فَضَّلَكُمْ عَلَي الْعٰلَمِيْنَ ۝ (پ۹، اعراف: ۱۳۷ تا ۱۴۰)

آیات کا ترجمہ اور ایسی تفسیر کیجئے جس سے درج ذیل سوالات کے جوابات واضح ہو جائیں ① بنی اسرائیل کو کس زمین کا وارث بنایا گیا؟ ② اس زمین میں برکت کا کیا مفہوم ہے؟ ③ رب کا کون سا وعدہ بنی اسرائیل کے حق میں پورا ہوا؟ ④ فضلکم علی العالمین کا کیا مطلب ہے؟

Scanned with CamScanner

خلاصہ سوال ہے..... اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے ① آیات کا ترجمہ ② آیات کی تفسیر (مع جوابات)۔

جواب ..... ① **آیات کا ترجمہ:۔** وہ لوگ جنہیں کمزور اور ضعیف سمجھا جاتا تھا ہم نے انہیں اس زمین کے مشرق و مغرب کا وارث بنا دیا جس پر ہم نے برکتیں نازل کی تھیں، اور بنی اسرائیل پر تیرے رب کا کلمہ پورا ہوا ان کے صبر کرنے کی وجہ سے، اور ملیا میٹ کر دیا ہم اس سب کو جو فرعون اور اس کی قوم کرتی تھی اور جو وہ اونچی عمارتیں بناتے تھے۔ اور پار کروا دیا ہم نے بنی اسرائیل کو دریا سے تو وہ ایسی قوم پر پہنچے جو اپنے بتوں کو پوجنے میں لگے ہوئے تھے، بنی اسرائیل نے کہا کہ اے موسیٰ! تو ہمیں بھی ایسا ہی دیوتا بنا دے جیسا کہ ان لوگوں کا دیوتا ہے، موسیٰ علیہ السلام نے کہا بے شک تم لوگ جہالت کی باتیں کرتے ہو۔ بے شک یہ لوگ جس کام کے دھندے میں لگے ہوئے ہیں یہ سب تباہ و برباد ہونے والا ہے اور جو کچھ یہ لوگ کر رہے ہیں یہ سب غلط و باطل ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ کیا میں تمہارے لیے اللہ کے علاوہ کوئی اور معبود ڈھونڈ کر لاؤں؟ حالانکہ اس نے تمہیں تمام جہان والوں پر فضیلت و بڑائی عطا کی ہے۔

② **آیات کی تفسیر:۔** ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے ابتداءً قوم فرعون کے انجام بد اور بنی اسرائیل کی فتح و کامرانی کا ذکر کیا ہے کہ جس قوم بنی اسرائیل کو قوم فرعون نے کمزور سمجھا تھا اس قوم کو ہم نے اس سرزمین کے مشرق و مغرب (اس سے مراد تمام علاقہ ہے) کا وارث بنا دیا جس سرزمین کو ہم نے اپنی خصوصی برکات سے نوازا ہے، اس سے مراد ملک شام و مصر کی سرزمین ہے جہاں بنی اسرائیل کو قوم فرعون و العالقہ کے ہلاک ہونے کے بعد قبضہ و حکومت عطا ہوئی اور برکات سے مراد دریا، درخت، پھل، سرسبزی، راحت، زندگی اور ارزانی ہے۔ (مظہری) اسکے بعد اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ تیرے رب نے بنی اسرائیل سے جو وعدہ کیا تھا وہ وعدہ بھی ان کے صبر کرنے کی وجہ سے پورا ہو گیا اور اس وعدہ سے مراد یا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا وہ وعدہ ہے جو انہوں نے اپنی قوم سے کیا تھا (عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّهْلِكَ عَدُوَّكُمْ وَ يَسْتَخْلِفَكُمْ فِي الْاَرْضِ) یا پھر خود اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے جو وعدہ کیا تھا (وَ نُرِيْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِي الْاَرْضِ وَ نَجْعَلَهُمْ اَئِمَّةً وَّ نَجْعَلَهُمُ الْوٰرِثِيْنَ وَ نُمَكِّنَ لَهُمْ فِي الْاَرْضِ وَ نُرِيَ فِرْعَوْنَ وَ هَامٰنَ وَ جُنُوْدَهُمَا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَحْذَرُوْنَ) پھر فرمایا کہ فرعون اور اس کی قوم جو عمارات، درخت پودے وغیرہ لگاتے اور بناتے تھے وہ سب ہم نے تباہ و برباد کر دیئے، اس میں محلات و مکانات، بلند درخت اور بیلیں وغیرہ سب شامل ہے۔ اگلی آیات میں بنی اسرائیل کی سرکشی، جہالت و کج روی کا ذکر ہے کہ جب بنی اسرائیل قوم فرعون سے نجات پا کر دریا عبور کر گئے تو آگے ایک قبیلہ (بعض کے نزدیک عمالقہ اور بعض کے نزدیک لخم و جذام کے قبائل تھے۔ مظہری) پر گزر ہوا جو بتوں کی پرستش میں مبتلا تھا، بنی اسرائیل کو ان کا طریقہ پسند آیا اور انہوں نے موسیٰ علیہ السلام سے درخواست کی کہ ہمیں بھی کوئی ایسا ہی معبود بنا دیں تاکہ ہم بھی کسی چیز کو سامنے رکھ کر اسکی عبادت کیا کریں، موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ تم لوگوں میں بڑی جہالت ہے، جن لوگوں کے طریقے کو تم نے پسند کیا ہے ان کے سب اعمال ضائع و برباد ہیں، یہ سب باطل ہے، تم انکی حرص نہ کرو، کیا میں تمہیں اللہ کے علاوہ کوئی اور معبود بنا دوں حالانکہ اس نے تمہیں تمام جہان والوں پر فضیلت بخشی ہے؟ اس سے مراد صرف اس وقت کے تمام جہان والے لوگ ہیں کہ ان سب سے تم افضل و اعلیٰ ہو، ہر وقت کے لوگ مراد نہیں ہیں کہ امت محمدیہ پر فضیلت لازم آئے۔ (فضیلت یہ کہ بنی اسرائیل کو نبوت، کتاب، علم، ایمان، اعمال صالحہ، ملک، عدالت اور انبیاء علیہم السلام کی نصرت جیسی سب نعمتوں سے نوازا۔ مظہری)

وَصَلَّى اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ

Maktaba Tul Ishaat.com Scanned with CamScanner



Scanned with CamScanner

﴿الورقة الثانية : في الحديث (مشكوة اوّل)﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ۱۴۳۱ھ

السؤال الاول..... عن طلحه بن عبيدالله قال جاء رجل الى رسول الله ﷺ من اهل نجد ثائر الرأس دوّي صوته ولا نفقه مايقول حتى دنامن رسول الله ﷺ فاذا هو يسئل عن الاسلام فقال رسول الله ﷺ خمس صلوات في اليوم والليل فقال هل علي غيرهن فقال لا الا ان تطوع قال رسول الله ﷺ وصيام شهر رمضان، قال هل علي غيره قال لاالا ان تطوع قال وذكر له رسول الله ﷺ الزكوة فقال هل علي غيرها فقال لاالا ان تطوع قال فأدبر الرجل وهو يقول والله لاأزيد على هذا ولا انقص منه، فقال رسول الله ﷺ افلح الرجل ان صدق، متفق عليه. (مشکوۃ ص ۵۰۰ ج ۱)

حدیث کا ترجمہ، خط کشیدہ الفاظ کا مطلب بیان کریں، آپ ﷺ نے جن فرائض کا حکم فرمایا تھا ان میں حج کا ذکر نہیں ہے کیوں؟

﴿خلاصۂ سوال﴾..... اس سوال کا خلاصہ تین امور ہیں (۱) حدیث کا ترجمہ (۲) عبارت مخطوط کا مطلب (۳) فرائض مذکورہ میں حج کو ذکر نہ کرنے کی وجہ۔

الجواب..... ❶ حدیث کا ترجمہ:۔ حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص اہل نجد میں سے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا جس کے سر کے بال بکھرے ہوئے تھے ہم اس کی آواز کی گنگناہٹ تو سن رہے تھے مگر ہم اس کو سمجھ نہیں رہے تھے کہ وہ کیا کہہ رہا ہے یہاں تک وہ رسول اللہ ﷺ کے بالکل قریب پہنچ گیا اور اس نے اسلام کے متعلق آپ ﷺ سے سوال کرنا شروع کر دیئے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ رات دن میں پانچ نمازیں تم پر فرض ہیں، پھر اس نے عرض کیا کہ کیا ان کے علاوہ بھی مجھ پر کوئی نماز فرض ہے؟ تو آپ ﷺ نے جواب دیا کہ نہیں، البتہ نفل نماز پڑھنے کا تمہیں اختیار ہے پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اور رمضان کے روزے تم پر فرض ہیں پھر اس نے عرض کیا کہ کیا ان کے علاوہ بھی مجھ پر کوئی روزہ فرض ہے؟ تو آپ ﷺ نے جواب دیا کہ نہیں البتہ نفلی روزہ رکھنے کا تمہیں اختیار ہے، پھر رسول اللہ ﷺ نے زکوۃ کے متعلق ارشاد فرمایا، پھر اس نے کہا کہ کیا میرے اوپر اور کوئی صدقہ بھی لازم ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ نہیں، البتہ نفلی صدقہ کا تمہیں اختیار ہے پھر اسکے بعد وہ آدمی یہ الفاظ کہتے ہوئے چلا گیا کہ اللہ کی قسم میں نہ تو ان امور میں کچھ زیادتی کروں گا اور نہ ان امور میں کچھ کمی کروں گا، پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر یہ شخص اپنی اس بات میں سچا ہے تو پھر یہ نجات پا گیا اور کامیاب ہو گیا۔

❷ عبارت مخطوط کا مطلب:۔ ① قسم بخدا میں مذکورہ فرائض کو پورا پورا ادا کروں گا، بطور فرضیت ان میں کمی زیادتی نہیں کروں گا۔

② قسم بخدا میں ان امور میں کمی زیادتی نہیں کروں گا بعینہٖ اسی طرح بغیر کسی کمی بیشی کے یہ احکام اپنی قوم کو جا کر سناؤں گا۔

❸ فرائض مذکورہ میں حج کو ذکر نہ کرنے کی وجہ:۔ ممکن ہے کہ اس وقت ابھی حج فرض ہی نہ ہوا، اس وجہ سے آپ ﷺ نے اس کو ذکر نہ کیا ہو۔

السؤال الثاني..... عن تميم الداري قال قال رسول الله ﷺ الوضوء من كل دم سائل.

ترجمي الحديث ترجمة كاشفة. ماهو الخلاف في المسئلة المذكورة بين الائمة بيّنيه بالدليل:

Maktaba Tul Ishaat.com Scanned with CamScanner

﴿خلاصہ سوال﴾ ..... اس سوال کا حل دو امور ہیں (۱) حدیث کا ترجمہ (۲) دم سائل کے ناقض وضو ہونے میں اختلاف فقہاء مع الدلائل۔

الجواب ..... ❶ **حدیث کا ترجمہ:۔** حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہر بہنے والے خون کی وجہ سے وضو لازم ہے۔

❷ **دم سائل کے ناقض وضو ہونے میں اختلاف فقہاء مع الدلائل:۔** خارج من غیر السبیلین امام شافعی کے نزدیک مطلقاً ناقض وضو نہیں ہے۔ امام زفر کے نزدیک خارج من السبیلین مطلقاً ناقض وضو ہے۔

ائمہ ثلاثہ احناف کے نزدیک خارج من غیر السبیلین نجاست کا سیلان ہونے کی صورت میں وہ ناقض وضو ہے یعنی اگر نجاست غیر سبیلین سے نکلے اور ایسے مقام کی طرف بہہ جائے جس کو وضو یا غسل میں دھونے کا حکم ہے تو پھر وضو ٹوٹ جائے گا۔

امام شافعی کی دلیل یہ حدیث ہے کہ "انه قاء فلم يتوضأ" کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قئی کی مگر وضو نہیں کیا۔

دوسری عقلی دلیل یہ ہے کہ خروج نجاست من السبیلین کی وجہ سے اعضاء اربعہ کو دھونے کا حکم (وضو) خلاف قیاس ہے کیونکہ قیاس کا تقاضا تو یہ تھا کہ جہاں سے نجاست نکلی ہے اسی جگہ کو دھویا جائے، لہٰذا خلاف قیاس حکم ہونے کی وجہ سے اپنے مورد پر بند رہے گا اور مورد مخرج معتاد سے نجاست کا نکلنا ہے، لہٰذا خارج من غیر السبیلین ناقض وضو نہیں ہے۔

احناف کی پہلی دلیل یہ حدیث ہے "الوضوء من كل دم سائل" کہ ہر بہنے والے خون کی وجہ سے وضو کرنا واجب ہے یعنی سابقہ وضو ختم ہو گیا۔ دوسری دلیل یہ حدیث ہے "من قاء او رعف في صلوته فلينصرف وليتوضأ وليبن على صلوته مالم يتكلم" کہ جس نے قئی کی یا جس کو نکسیر پھوٹی نماز میں تو وہ لوٹ جائے اور وضو کرے اور اپنی نماز پر بناء کرے، جب تک کہ کلام نہ کی ہو معلوم ہوا کہ وضو ٹوٹ گیا ہے۔

امام شافعی کی پیش کردہ حدیث کا جواب یہ ہے کہ وہ قئی قلیل پر محمول ہے۔

امام شافعی کی پیش کردہ عقلی دلیل کا جواب یہ ہے کہ سبیلین سے نجاست نکلنے کی وجہ سے طہارت کا زائل ہونا معقول ہے اور اعضاء اربعہ دھونا غیر معقول اور خلاف قیاس ہے، پس ہم نے خارج من غیر السبیلین کو خارج من السبیلین پر قیاس کیا جو کہ معقول اور مطابق قیاس ہے کہ اس سے بھی طہارت زائل ہو گئی، جب طہارت زائل ہو گئی تو طہارت حاصل کرنے کے لئے اعضاء اربعہ کو دھونا خود بخود ہی ثابت ہو گیا، لہٰذا خارج من غیر السبیلین کا ناقض وضو ہونا موافق قیاس ہوا۔

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۳۱ھ

المتن الاول ..... عن ابی ذر قال اتيت النبی ﷺ وعليه ثوب ابيض وهو نائم ثم اتيته وقد استيقظ فقال مامن عبد قال لااله الا الله ثم مات على ذلك الادخل الجنة ، قلت وان زنى وان سرق قال وان زنى وان سرق قلت وان زنى وان سرق قال وان زنى وان سرق قلت وان زنى وان سرق قال وان زنى وان سرق على رغم انف أبي ذر و كان ابو ذر اذا حدث بهذا قال وان رغم انف ابي ذر. (ص ۱۴۰ ج ۱ ابوداؤد)

ترجمي الحديث ترجمة كاشفة . هل يكفي لااله الا الله لدخول الجنة بدون ذكر الرسالة واقرارها . لما ذا لم تذكر الأعمال الأخرى مع أنها ضرورية لدخول الجنة . مامعنى قوله وان رغم أنف

أبي ذر هل هو دعاء لأبي ذر أو دعاء عليه. (فیض الباری ج ۱ ص ۱۰۰)

﴿خلاصۂ سوال﴾..... اس سوال کا حل چار امور ہیں (۱) حدیث کا ترجمہ (۲) اقرار رسالت کے بغیر محض کلمہ طیبہ کے دخول جنت کیلئے کافی ہونے کی وضاحت (۳) دخول جنت کیلئے اعمال اُخرٰی کے عدم ذکر کی وجہ (۴) وان رغم انف ابی ذر کا مفہوم۔

﴿جواب﴾..... ❶ حدیث کا ترجمہ:۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نبی ﷺ کے پاس آیا اس حال میں کہ آپ ﷺ کے اوپر سفید کپڑا تھا اور آپ ﷺ سوئے ہوئے تھے میں پھر آپ ﷺ کے پاس آیا۔ آپ ﷺ اس وقت بیدار ہو گئے تو آپ ﷺ نے فرمایا "نہیں ہے کوئی بندہ جس نے لا الہ الا اللہ کہا پھر اسی پر اس کی موت آئی مگر وہ جنت میں داخل ہوگا"۔ میں نے کہا اگرچہ وہ زنا کرے اور اگرچہ وہ چوری کرے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا اگرچہ وہ زنا کرے اور اگرچہ وہ چوری کرے تو میں نے پھر کہا اگرچہ وہ زنا کرے اور اگرچہ وہ چوری کرے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا (ہاں) اگرچہ وہ زنا کرے اور اگرچہ وہ چوری کرے۔ میں نے کہا پھر اگرچہ وہ زنا کرے اور اگرچہ وہ چوری کرے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا اگرچہ وہ زنا کرے اور اگرچہ وہ چوری کرے باوجودیکہ ابوذر رضی اللہ عنہ کی ناک خاک آلود ہو جائے۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ جب یہ حدیث بیان کرتے تو فرماتے اگرچہ ابوذر کی ناک خاک آلود ہو جائے۔

❷ اقرار رسالت کے بغیر محض کلمہ طیبہ کے دخول جنت کے لئے کافی ہونے کی وضاحت:۔ حدیث سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ رسالت کے اقرار کے بغیر صرف توحید کا اقرار دخول جنت کے لئے کافی ہے حالانکہ یہ صحیح نہیں ہے۔

اس کے متعدد جوابات دیئے گئے ہیں۔ ① حدیث میں جزو بول کر کل مراد لیا گیا ہے یعنی شہادت رسالت اور شہادت توحید دونوں مراد ہیں جزء کو ذکر کر کے کل کو مراد لیا ہے جیسے کہا جاتا ہے الحمدللہ پڑھو یا قل ھو اللہ سناؤ تو اس کا مطلب ہوتا ہے کہ پوری سورۃ فاتحہ پڑھو اور پوری سورۃ اخلاص سناؤ یہاں بھی یہی مراد ہے۔ ② عقیدۂ توحید وہ معتبر ہوگا جو رسول اللہ ﷺ کی تعلیم کے موافق ہوگا اور آپ ﷺ کی موافقت تب ہوگی جبکہ رسول اللہ ﷺ کی تصدیق ہو اور رسول اللہ ﷺ کی تصدیق ہی اصل رسالت ہے۔ اگرچہ شہادت بالرسالت بظاہر نظر نہیں آرہی لیکن اس کے اندر چھپی ہوئی ہے۔

❸ دخول جنت کے لئے اعمال اُخرٰی کے عدم ذکر کی وجہ:۔ دخول جنت کے لئے توحید و رسالت کے ساتھ اعمال صالحہ کا ہونا بھی ضروری ہے لیکن حدیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ اعمال صالحہ کی ضرورت نہیں۔

اسکا جواب یہ ہے کہ دخل الجنة میں دخول جنت کیلئے اعمال صالحہ کا ہونا ضروری نہیں ہے بلکہ اگر اقتران باعمال صالحہ ہوگا تو دخول اولی ہوگا اور اگر اعمال صالحہ نہ ہونگے تو دخول اولی نہیں مثلاً کوئی یہ کہتا ہے من توضأ فقد صحت صلوته تو اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ صرف وضوء کی شرط پائی جائے تو نماز صحیح ہو جائے بلکہ باقی قیود و شرائط کا لحاظ ضرور رکھا جائیگا تو جس طرح صحت صلوٰۃ وجود شرائط اور زوال موانع پر موقوف ہے اسی طرح دخول جنت بھی وجود شرائط اور زوال موانع کی صورت میں توحید پر مرتب ہوگا۔

❹ وان رغم انف ابی ذر کا مفہوم:۔ اس جملہ کا لفظی ترجمہ تو یہ ہے کہ اگرچہ ابوذر کی ناک خاک آلود ہو جائے یہ جملہ ناگواری سے کنایہ ہے۔ یعنی ابوذر ناراض ہو یا راضی ہو خوش ہو یا ناخوش ہو، ابوذر کی بات مانی جائے یہ نہ مانی جائے ایسا شخص بھی جنت میں داخل ہوگا۔ اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ یہ جملہ نہ تو دعاء کیلئے تھا اور نہ ہی بددعاء کیلئے تھا۔

﴿السؤال الخامس﴾..... عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَلَّمَا خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِلَّا قَالَ لَا إِيْمَانَ لِمَنْ لَا أَمَانَةَ لَهٗ وَلَا دِيْنَ لِمَنْ

Maktaba Tul Ishaat.com Scanned with CamScanner

لا عهد له . (مسند احمد) اعربی الحدیث ثم ترجمه . ظاهر الحدیث یدل علی أن الاعمال داخلة فی الایمان وجزء له وهو مذهب المعتزلة فما الجواب عن هذا وضحی المسئلة بالدلائل الشافیه. (خیر الفتاوی ۱/۲۰۳)

﴿خلاصۂ سوال﴾..... اس سوال میں تین امور توجہ طلب ہیں (۱) حدیث پر اعراب (۲) حدیث کا ترجمہ (۳) اعمال کے ایمان کا جزء ہونے میں اختلاف مع الدلائل۔

الجواب..... ❶ حدیث پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفًا۔

❷ حدیث کا ترجمہ:۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہمیں بہت کم خطبہ دیتے مگر اس میں ارشاد فرماتے کہ اس شخص کا ایمان کامل نہیں ہے جس کے دامن امانت نہیں اور اس شخص کا دین کامل نہیں ہے جس کا عہد نہیں (یعنی جو امانت دار و وعدہ وفا نہیں ہے وہ کامل مؤمن نہیں ہے)۔

❸ اعمال کے ایمان کا جزء ہونے میں اختلاف مع الدلائل:۔ معتزلہ وخوارج کے نزدیک ایمان مرکب ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ الایمان هو التصدیق بالقلب والاقرار باللسان والعمل بالأرکان تصدیق اقرار اور عمل یہ تینوں ایمان کے اجزاء ہیں، گویا انکے یہاں عفت ہے یہ کہتے ہیں کہ اگر کوئی آدمی تارک عمل ہوگا تو وہ مخلد فی النار ہوگا پھر خوارج کے نزدیک تو وہ ارتکاب کبیرہ سے ایمان سے خارج ہو کر کفر میں داخل ہو جاتا ہے جبکہ معتزلہ کے یہاں ارتکاب کبیرہ کی وجہ سے ایمان سے تو خارج ہو جاتا ہے مگر کفر میں داخل نہیں ہوتا بلکہ وہ فاسق ہوتا ہے اور یہ فسق انکے نزدیک مرتبہ بین المرتبین ہے گویا وہ ایمان اور کفر کے درمیان ایک مرتبہ (مرتبہ فسق) کے قائل ہیں لیکن واضح رہے کہ جس طرح کافر مخلد فی النار ہوتا ہے اسی طرح وہ اس فاسق کو بھی مخلد فی النار کہتے ہیں، گویا ان دونوں فرقوں کے درمیان اختلاف صرف لفظی ہوا، انجام اور مآل کے اعتبار سے انکے اور خوارج کے درمیان کوئی فرق نہیں وہ بھی ارتکاب کبیرہ کرنیوالے کو مخلد فی النار کہتے ہیں اور یہ معتزلہ بھی۔

بعض معتزلہ کے نزدیک تو اور بھی شدت ہے وہ کہتے ہیں کہ جس طریقہ سے فرائض کا تارک اور معاصی کبیرہ کا مرتکب ایمان سے خارج ہو جاتا ہے اسی طرح مستحبات کا تارک اور مکروہات کا مرتکب بھی ایمان سے خارج ہو جاتا ہے، وجہ یہ فرائض اور محرمات کا ہے وہی وجہ انہوں نے مستحبات اور مکروہات کا مقرر کیا ہے۔

معتزلہ وخوارج اور مرجئہ علی طرفی النقیض ہیں ایک جانب معتزلہ اور خوارج ہیں کہ اگر کبیرہ کا ارتکاب ہوا تو ایمان ہی ختم ہو جائے گا اور وہ شخص مخلد فی النار ہوگا اور دوسری طرف مرجئہ ہیں کہ ان کے نزدیک کتنے ہی کبائر کا ارتکاب کر لیا جائے پھر بھی تصدیق بالقلب کی وجہ سے براہ راست جنت میں جائے گا اس کو دوزخ کی ہوا بھی نہیں لگے گی۔

اہل السنۃ والجماعۃ کی دلیل وہ نصوص ہیں جن میں محض کلمہ طیبہ کے پڑھنے پر دخول جنت کی بشارت ہے نیز وہ نصوص جن میں اعمال صالحہ کا ایمان پر عطف کیا گیا ہے اور عطف ایمان و اعمال صالحہ کے درمیان تغایر کا تقاضا کرتا ہے۔

معتزلہ وغیرہ کے دلائل احادیث الباب ہیں۔ اہل السنۃ والجماعۃ کی طرف سے ان کے متعدد جوابات دیئے گئے ہیں۔

① اس حدیث میں کمال ایمان کی نفی ہے کہ مرتکب کبیرہ کامل مؤمن نہیں رہتا البتہ نفس ایمان اس میں موجود رہتا ہے ② ایمان کے متعلق دو چیزیں ہیں نفس ایمان اور نور ایمان تو مرتکب کبیرہ کے اندر نفس ایمان تو موجود ہوتا ہے البتہ نور ایمان ختم ہو جاتا ہے

④ یہاں مؤمن لغوی مراد ہے کہ بوقت گناہ مؤمن آدمی امن والا نہیں ہوتا خطرہ ہوتا ہے کہ یہ بھی عذاب الٰہی کی لپیٹ میں نہ آجائے ⑤ یہ ارشاد زجر و توبیخ پر مشتمل ہے حقیقی معنی مراد نہیں ہے۔

السوال الثالث ۱۴۳۱ھ

الشق الاول ..... عن وائل بن حجر قال سمعت رسول الله ﷺ قرء غير المغضوب عليهم ولا الضالين فقال آمين مدبها صوته . (ص ۸۰ ابوداؤد)

هل التأمين وظيفة للامام والمأمور كليهما أو هو وظيفة للمأمور بيّن الخلاف فيه مع الدلائل . هل الجهر بالتامين أفضل أو الخفض به . ماهو الخلاف في المسئلة المذكورة بين الائمة بيّنه بالدليل . ماهي الأمور التي تفضل مذهب الحنفية على غيرهم . (خزائن التراجم ص ۱۸۰)

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال میں تین امور حل طلب ہیں (۱) وظیفہ تامین میں اختلاف ائمہ مع الدلائل (۲) آمین بالجہر میں اختلاف ائمہ مع الدلائل (۳) مذہب حنفیہ کی وجوہ ترجیح۔

الجواب ..... ❶ وظیفہ تامین میں اختلاف ائمہ مع الدلائل :- ائمہ کا اس بات میں اختلاف ہے کہ آمین کہنا کس کا وظیفہ ہے امام ابوحنیفہؒ، امام شافعیؒ، امام احمدؒ اور صاحبینؒ کے ہاں امام بھی آمین کہے (امام اور مقتدی دونوں کا وظیفہ ہے) اور دونوں کے لئے سنت ہے امام مالکؒ کی ایک روایت بھی یہی ہے لیکن انکا مشہور مسلک یہ ہے کہ یہ صرف مقتدی کا وظیفہ ہے امام کا نہیں، امام محمدؒ نے اپنی کتاب "موطا" میں امام ابوحنیفہؒ کی ایک روایت امام مالکؒ کے مسلک کے مطابق نقل کی ہے لیکن راجح یہی ہے کہ ان کا مسلک جمہور کے مطابق ہی ہے۔

امام مالکؒ کی دلیل حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے جسکے آخر میں یہ الفاظ ہیں **اذا قال الامام ولا الضالين فقولوا آمين** یعنی جب امام ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو۔ اس میں حضور ﷺ نے تقسیم فرمائی کہ امام قراءت کرے گا اور مقتدی آمین کہیں گے اور تقسیم شرکت کے منافی ہے اس لئے آمین کہنے میں امام اور مقتدی دونوں شریک نہیں ہوں گے۔

احناف اور شوافع کی دلیل حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے **قال قال رسول الله ﷺ اذا قال الامام ولا الضالين فقولوا آمين فان الملائكة تقول آمين وان الامام يقول آمين فمن وافق تامينه تامين الملائكة غفرله من ذنبه** اسی طرح دوسری روایت میں ہے **اذا امّن الامام فامّنوا** یعنی جب امام آمین کہے تو تم بھی آمین کہو۔ ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ امام اور مقتدی دونوں آمین کہیں گے۔

❷ آمین بالجہر میں اختلاف ائمہ مع الدلائل :- جہری نماز میں آمین بالجہر کے متعلق ائمہ کا اختلاف ہے۔

حنفیہؒ اور مالکیہؒ کے ہاں آمین میں اخفاء سنت ہے۔

شوافع اور حنابلہؒ کے ہاں آمین میں جہر سنت ہے البتہ ائمہ اربعہؒ کے ہاں جائز دونوں ہیں صرف افضلیت کا اختلاف ہے۔

یوں تو اس مسئلہ میں فریقین کی طرف سے بہت سی روایات دلیل کے طور پر پیش کی گئی ہیں لیکن یہ تمام روایات یا صحیح نہیں یا صریح نہیں اس لئے اس مسئلہ میں حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی حدیث باب مدار بن گئی ہے شوافع اور حنابلہ بھی اسی سے استدلال

Maktaba Tul Ishaat.com Scanned with CamScanner

کرتے ہیں اور حنفیہ و مالکیہ بھی اسی سے استدلال کرتے ہیں، دراصل حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی حدیث باب میں روایات کا اختلاف ہے یہ روایت دو طریق سے مروی ہے ایک سفیان ثوری اور دوسرے شعبہ کے طریق سے، سفیان ثوری کا طریق یہ ہے عن وائل بن حجر قال سمعت النبی ﷺ قرء غیر المغضوب الخ ..... ومدبها صوته اور شعبہ کے طریق کے الفاظ اس طرح ہیں ان النبی ﷺ قرء..... وخفض بها صوته۔ امام ترمذی نے دونوں طریق سے روایت کو اپنی جامع میں تخریج کیا ہے، شوافع اور حنابلہ سفیان کی روایت کو ترجیح دیتے ہوئے شعبہ کی روایت کو چھوڑ دیتے ہیں جبکہ حنفیہ اور مالکیہ شعبہ کی روایت کو اصل قرار دیکر سفیان کی روایت میں تاویل کرتے ہیں کہ اس میں مدبها سے مراد جہر نہیں بلکہ آمین کی "ی" کو کھینچنا ہے۔

مذہب حنفیہ کی وجوہ ترجیح:۔ ① سفیان ثوری اپنی جلالت شان کے باوجود کبھی کبھی تدلیس (شیخ کے نام کو چھپانا) بھی کرلیا کرتے تھے اسکے برخلاف امام شعبہ تدلیس کو اشد من الزنا سمجھتے تھے تو اس سے انکی غایت احتیاط معلوم ہوتی ہے ② سفیان ثوری اگرچہ جہر تامین کے راوی ہیں لیکن خود انکا مسلک شعبہ کی روایت کے مطابق اخفاء تامین کا ہے ③ شعبہ کی روایت اوفق بالقرآن ہے کیونکہ ارشاد ربانی ہے ادعوا ربکم تضرعا و خفیة اور آمین بھی دعا ہے لہٰذا آمین میں اخفاء ہے نہ کہ جہر ④ اگر سفیان کی روایت کو جہر پر محمول کر کے اختیار کیا جائے تو شعبہ کی روایت کو بالکلیہ چھوڑنا لازم آتا ہے اسکے برخلاف اگر شعبہ کی روایت کو اختیار کیا جائے تو سفیان کی روایت کو بالکلیہ چھوڑنا لازم نہیں آتا بلکہ اسکی مختلف توجیہات ہو سکتی ہیں مثلاً ایک توجیہ یہ ہو سکتی ہے کہ مدبها صوته سے مراد جہر نہیں بلکہ حرف مدہ یعنی آمین کے الف اور یا کو کھینچنا مراد ہے۔

السؤال الثالث ..... عن رافع بن خديج قال قال رسول الله ﷺ ثمن الكلب خبيث ومهر البغي خبيث وكسب الحجام خبيث. (ص ۳۳ ج ۱ امدادیہ)

ترجمی الحدیث. هل يجوز بيع الكلب وأكل ثمنه ام لا؟ هل فی المسئلة اختلاف بين الائمة؟ هل هناك فرق بين الكلب ام هذا الحكم عام لكل كلب ؟ يقفى المسئلة المذكورة بالدلائل (خیر الفتاویٰ ج ۳ ص ۲۰۲)

خلاصۂ سوال ..... اس سوال میں تین امور مطلوب ہیں (۱) حدیث کا ترجمہ (۲) کتے کی بیع اور اس کے ثمن کھانے میں ائمہ کا اختلاف مع الدلائل (۳) حکم کے لحاظ سے کلب میں فرق۔

الجواب ..... ① **حدیث کا ترجمہ:۔** حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کتے کی قیمت پلید ہے، زانیہ عورت کی کمائی پلید ہے، سینگی لگانے والے کی کمائی پلید ہے۔

② **کتے کی بیع اور اسکے ثمن کھانے میں ائمہ کا اختلاف مع الدلائل:۔** اس مسئلہ میں ائمہ کے مختلف اقوال ہیں۔

امام شافعی، امام احمد اور داؤد ظاہری کے نزدیک مطلقاً کتا بیچنا جائز نہیں ہے خواہ معلم ہو یا غیر معلم۔

امام ابوحنیفہ اور امام نخعی کے نزدیک جن کتوں سے نفع (حفاظت، شکار وغیرہ) حاصل کیا جاتا ہے انکی بیع جائز ہے۔

امام شافعی اور امام احمد کی دلیل یہی حدیث الباب ہے ثمن الكلب خبيث جس کے معنی حرام کے آتے ہیں اور اسی طرح دو روایات جن میں کتے کے ثمن سے نہی آئی ہے۔

دوسری دلیل اگلی حدیث عن ابی مسعود الانصاری ان رسول الله ﷺ نهى عن ثمن الكلب ہے۔

امام ابوحنیفہ کی دلیل نسائی شریف میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے نهى عن ثمن السنور والكلب الا كلب صيد۔
دوسری دلیل نسائی ہی میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے نهى عن ثمن الكلب الا الكلب المعلم۔
تیسری دلیل حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے قال رخص النبي ﷺ في ثمن كلب الصيد۔
امام شافعی کے دلائل کے مختلف جوابات ہیں۔ ① نہی والی احادیث غیر منتفع کلب پر محمول ہیں ② یا اس زمانے پر محمول ہیں جب کتے کو قتل کرنے کا حکم تھا ③ نہیں بطور کراہت تنزیہی کے ہے ④ یا ابتدائے اسلام پر محمول ہے اب یہ منسوخ ہو گیا۔
⑤ حکم کے لحاظ سے کلب میں فرق:۔ کلب کی بیع اور اس کے ثمن کے عدم جواز و حرام ہونے میں امام شافعی کے نزدیک کوئی فرق نہیں ہے۔ امام شافعی فرماتے ہیں کہ کلب خواہ معلم ہو یا غیر معلم ہو اس میں منفعت ہو یا نہ ہو ہر صورت اس کی بیع جائز نہیں ہے جبکہ علماء احناف کے نزدیک وہ کلب جس میں جنس منفعت نہیں ہے اس کی بیع اور ثمن تو جائز ہیں البتہ وہ کلب جس میں منفعت موجود ہے خواہ معلم ہے یا غیر معلم اس کی بیع جائز ہے۔

﴿الورقة الثانية : في الحديث (مشکوۃ اول)﴾

﴿السوال الاول﴾ ۱۴۳۲ھ

السوال الاول ..... عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اَنَّ وَفْدَ عَبْدِ الْقَيْسِ لَمَّا اَتَوُا النَّبِيَّ ﷺ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنِ الْقَوْمُ اَوْ مَنِ الْوَفْدُ قَالُوْا رَبِيْعَةُ قَالَ مَرْحَبًا بِالْقَوْمِ اَوْ بِالْوَفْدِ غَيْرَ خَزَايَا وَلَا نَدَامٰى قَالُوْا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّا لَا نَسْتَطِيْعُ اَنْ نَّاْتِيَكَ اِلَّا فِي الشَّهْرِ الْحَرَامِ وَبَيْنَنَا وَبَيْنَكَ هٰذَا الْحَيُّ مِنْ كُفَّارِ مُضَرَ فَمُرْنَا بِاَمْرٍ فَصْلٍ نُخْبِرْ بِهٖ مَنْ وَرَاءَنَا وَنَدْخُلْ بِهِ الْجَنَّةَ وَسَاَلُوْهُ عَنِ الْاَشْرِبَةِ فَاَمَرَهُمْ بِاَرْبَعٍ وَنَهَاهُمْ عَنْ اَرْبَعٍ الخ.

حدیث پر اعراب لگا کر معنی خیز ترجمہ کیجئے، وفد عبدالقیس کا تعارف، کتنی مرتبہ اور کب آیا؟ امرهم باربع ونهاهم عن اربع سے کی مراد اور چار کو ذکر کرنے کی وجہ لکھیں۔ خزایا، ندامی، حنتم، نقیر، مزفت، مقیر کی تشریح کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال کا حل پانچ امور میں ہے (۱) حدیث پر اعراب (۲) حدیث کا ترجمہ (۳) وفد عبدالقیس کا تعارف، کتنی مرتبہ اور کب آیا؟ (۴) امور اربعہ کی مراد اور چار کو ذکر کرنے کی وجہ (۵) خزایا، ندامی، حنتم، نقیر، مزفت، مقیر کی تشریح۔

الجواب ..... ① حدیث پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا۔

② حدیث کا ترجمہ:۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب وفد عبدالقیس حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں (مدینہ) پہنچا تو آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ یہ کون لوگ ہیں یا کس قبیلہ کا وفد ہے؟ لوگوں نے جواب دیا کہ قبیلہ ربیعہ کے افراد ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ مرحبا (خوش آمدید) نہ تمہارے لئے (دنیا میں) رسوائی ہے اور نہ (آخرت میں) ندامت و شرمندگی ہے، اہل وفد نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! بیشک ہم آپ کے پاس آنے کی استطاعت نہیں رکھتے مگر اشہر حرام میں (کیونکہ) ہمارے اور آپ ﷺ کے درمیان کفار مضر کا (جنگجو) قبیلہ رہتا ہے پس آپ ﷺ ہمیں حق و باطل میں فصل و فرق کرنے والے احکام کا حکم دیں کہ ہم ان احکام کی اپنے پیچھے رہنے والوں کو بھی خبر دیں اور ان پر عمل کی صورت میں ہم جنت میں داخل ہو جائیں، اور سوال کیا انہوں نے

Maktaba Tul Ishaat.com Scanned with CamScanner

آپ ﷺ سے شراب کے برتنوں کے بارے میں تو آپ ﷺ نے انہیں چار باتوں کا حکم دیا اور چار سے منع فرمایا۔

(۴) وفد عبدالقیس کا تعارف، کتنی مرتبہ اور کب آیا:۔ جیسا کہ حدیث سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ قبیلۂ ربیعہ کے لوگ تھے یہ قبیلہ قدیم الاسلام ہے اور یہ لوگ بحرین اور اطراف عراق کے رہنے والے تھے اور جواثی شہر میں یہی لوگ آباد تھے جہاں پر مسجد نبوی کے بعد سب سے پہلے نماز جمعہ ادا کی گئی تھی۔

وفد عبدالقیس آپ ﷺ کی خدمت میں کب آیا تھا؟ اس میں متعدد اقوال ہیں۔ ① واقدی، ابن سعد، ابن شاہین اور قاضی عیاض وغیرہ کی رائے یہ ہے کہ یہ وفد ۸ھ میں فتح مکہ کے سال مکہ مکرمہ کی طرف روانگی سے پہلے آیا تھا ② محمد بن اسحٰق، ابن ہشام، ابن القیم کی رائے یہ ہے کہ یہ وفد ۹ھ میں آیا تھا ③ ابن حبان، صاحب تاریخ الخمیس اور ابن الاثیر کی رائے یہ ہے کہ یہ وفد ۱۰ھ میں آیا تھا ④ حافظ ابن حجر اور علامہ انور شاہ کشمیریؒ کے نزدیک یہ وفد دو مرتبہ آیا تھا۔

البتہ حافظ ابن حجر کے نزدیک پہلی مرتبہ ۵ھ میں اور دوسری مرتبہ ۹ھ میں آیا تھا اور شاہ صاحب کے نزدیک پہلی مرتبہ ۶ھ میں اور دوسری مرتبہ ۸ھ میں آیا تھا۔ اور حدیث میں پہلی مرتبہ آمد کا ذکر ہے۔ (کشف الباری ج ۲ ص ۷۰۵)

(۷) امور اربعہ کی مراد اور حج کو ذکر نہ کرنے کی وجہ:۔ امور مامورہ ① ایمان باللہ ② اقامت صلوٰۃ ③ ایتاء زکوٰۃ ④ صیام رمضان۔ امور منہیہ ① حنتم ② دباء ③ نقیر ④ مزفت (یہ چاروں شراب بنانے کے برتن ہیں)۔

اس روایت میں حج کا کوئی ذکر نہیں ہے جبکہ اصح قول کے مطابق حج ۵ھ میں فرض ہوا۔

جواب کا حاصل یہ ہے کہ وفد کی آمد دو مرتبہ ہوئی تھی اور پہلی مرتبہ ابن حجر کے قول کے مطابق ۵ھ میں اور شاہ صاحب کے قول کے مطابق ۶ھ میں فرضیت حج سے پہلے آمد ہوئی تھی اور حدیث میں پہلی آمد کا ذکر ہے اس وجہ سے اس میں آپ ﷺ نے حج کو ذکر نہیں فرمایا۔ نیز یہاں آپ ﷺ نے صرف ان اوامر و افعال پر اکتفاء کیا جن کا کرنا ان کے لئے فی الحال ممکن تھا اور جن پر عمل کر کے وہ جنت کے مستحق بن سکتے تھے۔ تمام اوامر و افعال کا ذکر مقصود نہیں تھا کیونکہ انہوں نے مرنا بامر فصل مخبر به من وراءنا وندخل به الجنة کے ذریعہ یہی سوال کیا تھا۔ (ایضاح ص ۲۲۴)

(۸) خزایا ندامی، حنتم، نقیر، مزفت، مقیر کی تشریح:۔ "خزایا" یہ "خزیان" کی جمع ہے بمعنی ذلیل و رسوا شخص۔

"ندامی" یہ "ندامت" بمعنی شرمندگی سے مشتق ہے کیونکہ ندامت سے جیسے ندم کا صیغہ آتا ہے اسی طرح ندمان کا صیغہ بھی آتا ہے۔

"حنتم" اس کی تشریح میں متعدد اقوال ہیں سب سے صحیح اور قوی قول کے مطابق سبز رنگ کے مٹکے کو کہتے ہیں۔

"الدباء" کدو کا برتن، بعض اوقات کدو کو خشک کر کے اس میں سے گودا نکال کر برتن بنا لیتے تھے اور بسا اوقات گودا نکال کر پھر اسے خشک کرتے تھے۔ "المقیر" وہ برتن جس پر "قار" یا "قیر" (تارکول کی مثل کوئی کالی چیز ہوتی ہے) مل دیا گیا ہو۔

"المزفت" وہ برتن جس پر زفت (تارکول کی مثل کوئی چیز ہوتی ہے) مل کر اس کے مسامات کو بند کیا گیا ہو۔

"النقیر" وہ برتن جو کھجور کی جڑ کو کھود کر بنایا گیا ہو۔ بعض حضرات کے نزدیک وہ برتن جو مطلقاً لکڑی یا درخت کی جڑ کو کھود کر بناتے ہیں۔

ان تمام برتنوں میں دور جاہلیت میں نبیذ تیار ہوتی تھی اور اس میں بہت جلد نشہ آجاتا تھا اسلئے ابتداء اسلام میں حرمت مسکرات کے وقت ان برتنوں کے استعمال سے بھی منع کر دیا گیا تھا تاکہ شراب اور دیگر مسکرات کی حرمت اور کراہت صحیح طور پر قلوب میں راسخ ہو جائے۔

Scanned with CamScanner

بعد میں جب مسلمانوں کے قلوب میں شراب کی کراہت و نفرت راسخ ہوگئی تو پھر اس کے استعمال کی اجازت دے دی گئی۔ (بضاح ص ۱۰۰)

السؤال الثالث ..... عن ابی هريرة قال قال رسول الله ﷺ آية المنافق ثلث. زاد مسلم: وان صام وصلى وزعم انه مسلم ثم اتفقا: اذا حدث كذب واذا وعد اخلف واذا اؤتمن خان. (مرقاۃ ص ۱۰۰)

ترجمہ الحدیث اولا. هذه العلامات توجد فی کثیر من المسلمین فی هذا الزمان هل هم من المنافقین؟ نوری العقام بحیث لایبقی ای ابهام. (خیر الفتاح ج ۱ ص ۱۳)

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال کا حاصل دو امور ہیں (۱) حدیث کا ترجمہ (۲) علامات منافق کے حامل کا حکم۔

الجواب ..... ❶ حدیث کا ترجمہ:۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ منافق کی تین علامتیں ہیں۔ امام مسلم نے زیادہ کیا وان صام وصلی وزعم انه مسلم (اگرچہ وہ روزے رکھے اور نماز پڑھے اور گمان کرتا ہو کہ وہ مسلمان ہے) پھر دونوں بخاری و مسلم متفق ہو گئے۔ جب بات کرے تو جھوٹ بولے، جب وعدہ کرے تو خلاف ورزی کرے اور جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت کرے۔

❷ علامات منافق کے حامل کا حکم:۔ سوال ہوتا ہے کہ یہ علامات نفاق تو مسلمانوں میں بھی پائی جاتی ہیں تو کیا ان کو بھی منافق کہا جائے گا یا وہ مسلمان ہی ہیں۔ اس کا پہلا جواب یہ ہے کہ نفاق کی تین قسمیں ہیں۔ ① نفاق اعتقادی: ابطال الکفر واظهار الاسلام یعنی دل میں کفر کا ہونا اور زبان سے اسلام کا ظاہر کرنا جیسے ومن الناس من یقول امنا بالله وبالیوم الاخر وما هم بمؤمنین. الآیة ② نفاق عملی: یہ ہے کہ خلوت میں امور دینیہ کی رعایت کرنا اور خلوت میں ان کو نظر انداز کر دینا۔ بعنوان دیگر دل میں ایمان کے ہوتے ہوئے عمل میں فساد کا ہونا ③ نفاق حالی: مختلف واقعات کے اعتبار سے دل کی کیفیات کا مختلف ہونا ہے اس کی مثال حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہے۔ اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ نفاق اعتقادی نفس ایمان کے منافی ہے اور نفاق عملی کمال ایمان کے منافی ہے اور نفاق حالی کمال ایمان کے منافی نہیں چہ جائیکہ نفس ایمان کے منافی ہو۔ تو حدیث مذکور میں نفاق سے مراد نفاق عملی ہے نفاق اعتقادی نہیں اور نفاق عملی ایمان و مسلمانوں کے منافی نہیں ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ اگر حدیث میں نفاق سے مراد نفاق اعتقادی ہو تو حدیث میں جو کلمہ اذا ہے یہ دوام اور استمرار پر دلالت کرتا ہے۔ تو اب حدیث مبارک کا معنی یہ ہوگا کہ جس شخص میں یہ تین علامتیں بطور دوام و استمرار ہوں تو یہ شخص منافق ہوگا۔ لہٰذا حدیث کا مدلول یہ ہے کہ نفاق کی یہ علامتیں تب ہیں جب ان پر دوام و استمرار ہو۔ اور مسلمانوں میں ان علامتوں کا پایا جانا تارۃً واحیاناً ہوتا ہے دوامًا و استمرارًا نہیں ہوتا۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ یہ تو علامتیں ہیں علل نہیں ہیں اور علامت کا پایا جانا ذو علامت کے پائے جانے کو مستلزم نہیں جیسا کہ جسم کا گرم ہونا بخار کی علامت ہے لیکن یہ ضروری نہیں کہ جس کا بھی جسم گرم ہو وہ بیمار ہو بلکہ بسا اوقات حرکت کی وجہ سے جسم میں حرارت پائی جاتی ہے اسی طرح روشنی کا پایا جانا سورج کے پائے جانے کو مستلزم نہیں ہے۔

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۳۲ھ

السؤال الاول ..... عن جابر قال قال رسول الله ﷺ كلامی لاينسخ كلام الله وكلام الله ينسخ كلامی

Maktaba Tul Ishaat.com Scanned with CamScanner

و كلام الله ينسخ بعضه بعضاً. (ص ۳۲ ـ امدادیہ) (الجواہر الفوائد ج ۱ ص ۲۶۵، خیر الفتوح ج ۱ ص ۳۰۶)

ترجمی الحدیث. ماعنی النسخ لغة واصطلاحًا. بیّنی اقسام النسخ مع الأمثلة حسبما بیّن الشراح.

﴿خلاصۂ سوال﴾..... اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) حدیث کا ترجمہ (۲) نسخ کا لغوی اور اصطلاحی معنی (۳) نسخ کی اقسام مع امثلہ۔

﴿جواب﴾..... ❶ حدیث کا ترجمہ:۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میرا کلام اللہ کے کلام کو منسوخ نہیں کرتا اور اللہ تعالیٰ کا کلام میرے کلام کو منسوخ کر دیتا ہے اور کلام اللہ کا بعض بعض کو منسوخ کرتا ہے۔

❷ نسخ کا لغوی اور اصطلاحی معنی:۔ نسخ کے لغت میں دو معنی ہیں۔ ① الازالة: يقال له نسخت الشمس الظلة (دھوپ نے سائے کو زائل کر دیا) اسی طرح کہا جاتا ہے نسخت الريح الأثر (ہوا نے قدم کے نشانات کو مٹا دیا)۔ ② النقل والتحويل: عام ہے کہ یہ تحویل و نقل ایک مکان سے دوسرے مکان کی طرف ہو یا ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف ہو یا ایک کیفیت سے دوسری کیفیت کی طرف ہو جیسے نسخت النحل العسل (شہد کی مکھی نے شہد کو ایک خانے سے دوسرے خانے کی طرف منتقل کیا)۔

نسخ کا اصطلاحی معنی: بيان انتهاء مدة حكم شرعي مطلق عن التابيد والتوقيت بنص متاخر عن وروده (کسی حکم شرعی مطلق عن التابید والتوقیت کی مدت کی انتہاء کو بیان کرنا ایسی نص کے ساتھ جو اس کے ورود سے مؤخر ہو) اس کو نسخ کہتے ہیں بعض نے یوں تعریف کی ہے رفع تعلق حكم شرعي بدليل شرعي متاخر عنه (ایک حکم شرعی کو کسی دوسری دلیل شرعی کے ذریعہ اٹھا دینا جو اس سے مؤخر ہو)۔

❸ نسخ کی اقسام مع امثلہ:۔ شارحین نے نسخ کی دو اعتبار سے تقسیم کی ہے ① ناسخ کے اعتبار سے ② منسوخ کے اعتبار سے۔

ناسخ کے اعتبار سے نسخ کی چار اقسام ہیں۔ ① نسخ القرآن بالقرآن: جیسے آیات صلح لكم دينكم ولي دين وغیرہ کا حکم آیات جہاد فاقتلوا المشركين وغیرہ کے ذریعہ منسوخ ہے ② نسخ الحديث بالحديث: جیسے كنت نهيتكم عن زيارة القبور فزوروها پہلے زیارت قبور سے ممانعت تھی پھر زیارت قبور کی اجازت دے دی گئی اس میں ناسخ و منسوخ دونوں حکم موجود ہیں ③ نسخ الحديث بالقرآن: جیسے بیت المقدس کو قبلہ بنایا جانا یہ حدیث سے ثابت ہے اور یہ حکم آیت کریمہ فول وجهك شطر المسجد الحرام کے ذریعہ منسوخ ہے ④ نسخ القرآن بالحديث: جیسے اقربین کے لئے وصیت کا حکم قرآن کریم کی آیت كتب عليكم اذا حضر احدكم الموت..... الخ سے ثابت ہے اور یہ حکم حدیث لا وصية لوارث کے ذریعہ منسوخ ہے۔

منسوخ کے اعتبار سے بھی نسخ کی چار قسمیں ہیں۔ ① منسوخ التلاوة والحكم جميعا: کہ تلاوت و حکم دونوں منسوخ ہوں جیسے سورۃ الاحزاب کے متعلق روایت کیا گیا ہے کہ یہ سورۃ البقرۃ کے برابر تھی۔ اب صرف ستر آیات باقی رہ گئی ہیں حکم و آیات سب کچھ منسوخ ہے ② منسوخ التلاوة دون الحكم: کہ صرف تلاوت منسوخ ہو حکم باقی ہو جیسے الشيخ والشيخة اذا زنيا فارجموهما نكالا من الله اس آیت کی تلاوت تو منسوخ ہو گئی ہے مگر حکم اب بھی باقی ہے ③ منسوخ الحكم دون التلاوة: کہ حکم منسوخ ہو گیا ہو مگر تلاوت باقی ہو جیسے لكم دينكم ولي دين اس قسم کی آیات صلح و تخییر کا حکم آیات قتال کے ذریعہ منسوخ ہے مگر تلاوت باقی ہے ④ نسخ وصف الحكم: کہ آیت کا اصل حکم تو باقی رہے مگر حکم عام اور حکم مطلق کو منسوخ کر دیا گیا ہو مثلاً عاشورہ کا روزہ فرضیت رمضان سے قبل فرض تھا اور فرضیت رمضان کے بعد اس کی فرضیت ختم ہو گئی مگر جواز و سنیت باقی ہے۔

السؤال الخامس..... عن ابن مسعود قال قال رسول الله ﷺ انزل القرآن على سبعة احرف لكل آية منها ظهر وبطن ولكل حد مطلع. عَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ الْأَشْجَعِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَا يَقُصُّ إِلَّا أَمِيْرٌ أَوْ مَأْمُوْرٌ أَوْ مُخْتَالٌ (ص ۳۵۔ ابداریہ) (خیرالوضیح ج ۱ ص ۲۳۳)

ترجمي الحديثين. ماالمراد من سبعة احرف؟ وضحي المقام وأعطيه حقه بحيث ينكشف المرام. قوله "لايقص" يدل على ممانعة أي شيئ؟ اشرحي ذلك.

﴿خلاصۂ سوال﴾..... اس سوال کا حاصل چار امور ہیں (۱) حدیث کا ترجمہ (۲) سبعہ احرف کی مراد (۳) حدیث کی مکمل وضاحت (۴) ممنوعہ چیز کی وضاحت۔

الجواب..... ❶ **احادیث کا ترجمہ:۔** حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قرآن سات طریقوں پر اتارا گیا ہے۔ ہر ایک آیت کا ظاہر و باطن ہے اور ہر ایک حد کے واسطے خبردار ہونے کی جگہ ہے۔ حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ نہیں قصہ بیان کرے گا مگر حاکم یا محکوم یا متکبر آدمی۔

❷ **سبعہ احرف کی مراد:۔** ① سبعہ احرف سے سات مشہور قاریوں کی قرآتیں مراد ہیں۔ مگر یہ قول غلط ہے کیونکہ قرآن کریم کی متواتر قرآتیں سات قاریوں کی قرآتوں میں منحصر نہیں بلکہ ان کے علاوہ بھی متواتر قرآتیں ثابت ہیں ② سبعہ احرف سے تمام مشہور قرآتیں مراد ہیں اور سبعہ سے خاص عدد مراد نہیں بلکہ اس سے کثرت مراد ہے مگر یہ قول بھی حدیث الباب کی وجہ سے درست معلوم نہیں ہوتا کیونکہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے جبرائیل علیہ السلام نے قرآن کریم ایک حرف پر پڑھایا اور میں اس میں اضافہ کو طلب کرتا رہا اور وہ زیادتی کرتے رہے حتی کہ وہ سات حروف پر پہنچ گئے اس سے معلوم ہوا کہ سبعة سے مراد عدد خاص ہی ہے ③ امام طحاوی اور علامہ ابن عبدالبر رحمہما اللہ نے یہ قول اختیار کیا ہے اور اس کو اکثر علماء کی طرف منسوب کیا ہے کہ احرف سے مراد معنی کو مترادف لفظ سے ادا کرنا ہے۔

یہ حضرات فرماتے ہیں کہ قرآن کا نزول صرف لغت قریش پر ہوا تھا ابتداء اسلام میں دوسرے قبائل کو یہ اجازت دی گئی تھی کہ وہ اپنی علاقائی زبان کے مطابق مترادف الفاظ کے ساتھ قرآن کریم کی تلاوت کر سکتے ہیں اور یہ مترادف الفاظ خود آپ ﷺ نے متعین فرمائے تھے جیسے تعال کی جگہ هَلُمَّ اور اَقْبِلْ کی جگہ اُدْنُ پھر جب قرآن کی لغت سے دوسرے قبائل رفتہ رفتہ مانوس ہو گئے تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کیساتھ قرآن کریم کے اپنے آخری دور میں یہ اجازت ختم کر دی اور صرف وہی طریقہ باقی رکھا جس پر قرآن کریم نازل ہوا تھا، اور متعدد روایات سے اس کی تائید بھی ہوتی ہے۔

مگر اس قول پر بھی ایک اشکال یہ ہے کہ جب سبعہ احرف کا اختلاف دور نبوی ﷺ میں ختم ہو چکا تھا تو بعد میں کس چیز کا اختلاف باقی رہ گیا تھا جس کو ختم کرنے کیلئے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مصاحف تیار کئے تھے۔

④ علامہ ابن جریر طبری اور ان کے متبعین نے سبعہ احرف سے قبائل عرب کی سات لغات مراد لی ہیں اور وہ سات قبائل قریش، ہذیل، ثقیف، ہوازن، کنانہ، تمیم اور یمن ہیں۔ بعض حضرات نے یہ سات قبائل ذکر کئے ہیں قریش، ہذیل، تمیم، رباب، ازد، ربیعہ، ہوازن اور سعد بن بکر۔ سبعہ احرف کے متعلق علامہ ابن جریر کا اختیار کردہ یہ قول سب سے زیادہ مشہور ہے اور اکثر متاخرین نے اسی قول کو اختیار کیا ہے، مولانا ظفر احمد عثمانی نے اعلاء الاحکام میں اسی قول کو اختیار کیا ہے۔

Maktaba Tul Ishaat.com Scanned with CamScanner

⑤ محققین علماء کا قول یہ ہے کہ اس سے اختلاف قرأت کی سات نوعیتیں مراد ہیں کیونکہ قرآنی اگرچہ سات سے زائد ہیں مگر ان قرآتوں میں جو اختلاف پائے جاتے ہیں وہ سات قسموں میں منحصر ہیں جن کی تفصیل یہ ہے۔

۱..... اسماء کا اختلاف: مفرد، تثنیہ، جمع اور تذکیر و تانیث کے اعتبار سے (جیسے تمت كلمة ربك اور تمت كلمات ربك)

۲..... افعال کا اختلاف: ماضی، مضارع اور امر کے اعتبار سے (جیسے ربنا باعد بين اسفارنا، بقد بين اسفارنا، باعد اور بقد ماضی ہے)

۳..... وجوہ اعراب کا اختلاف (جیسے ولا يضار كاتب، راء کے نصب اور رفع کی قرأت ہے)۔

۴..... افراد کی کمی بیشی کا اختلاف (جیسے وما خلق الذكر والانثى اور والذكر والانثى دوسری قرأت میں ما خلق نہیں ہے)

۵..... تقدیم و تاخیر کا اختلاف: (جیسے وجاءت سكرة الموت بالحق اور وجاءت سكرة الحق بالموت)

۶..... ابدال: یعنی ایک قرأت میں ایک لفظ ہے اور دوسری قرأت میں دوسرا لفظ (جیسے ننشزها اور ننشرها)۔

۷..... لہجوں اور لغات کا اختلاف: ادغام، اظہار، ترقیق، تفخیم، امالہ وغیرہ کے اعتبار سے جیسے موسیٰ اور موسیٰ (امالہ کے ساتھ اور بغیر امالہ کے)۔

اس قول کو کئی علماء محققین نے اختیار کیا ہے، امام مالک، علامہ جزری، ملا علی قاری اور مولانا انور شاہ کشمیری رحمہم اللہ وغیرہ محققین نے اسی قول کو اختیار کیا ہے۔ اس قول کے مطابق سبعہ احرف ختم نہیں ہوئے اور نہ ہی منسوخ ہوئے ہیں بلکہ قرآن مجید کی تلاوت میں جو مختلف قرأتیں مشہور ہیں وہ سبعہ احرف کا مصداق ہیں۔

علامہ ابن جریر طبری کا اختیار کردہ چوتھا قول سب سے زیادہ مشہور ہے اور اکثر متاخرین کا اختیار کردہ ہے جبکہ بعض علماء محققین نے قول خامس کو اختیار کیا ہے۔ (کشف الباری کتاب فضائل القرآن ص ۱۵)

⑫ حدیث کی مکمل وضاحت: حدیث کی عبارت کے تین ٹکڑے ہیں۔

① انزل القرآن على سبعة احرف ② لكل آية منها ظهر وبطن ③ لكل حد مطلع۔

انزل القرآن على سبعة احرف کی مکمل وضاحت ہو چکی ہے۔

لكل آية منها ظهر وبطن ظہر و بطن سے کیا مراد ہے؟ اس میں علماء کی مختلف رائے ہے۔ ① ظہر سے مراد جس کا معنی ظاہر ہو اور بطن سے مراد جس کا معنی خفی ہو ② ظہر سے مراد لفظ اور بطن سے مراد معنی ہیں ③ ظہر سے مراد قراءت قرآن اور تلاوت ہے اور بطن سے مراد فہم و تدبر ہے ④ ظہر سے مراد قصص قرآن و اخبار ہیں اور بطن سے مراد ان کا باعث عبرت ہونا ہے ⑤ ظہر سے مراد وہ معنی ہیں کہ جو الفاظ سنتے ہی معلوم ہو جائیں اور بطن سے وہ معنی مراد ہیں جن کو علماء اصول دلالۃ یا اشارۃ نکالتے ہیں ⑥ ظہر سے مراد وہ معنی ہیں جنکو تمام اہل زبان سمجھتے ہیں اور بطن سے وہ معنی مراد ہیں جنکو خواص اہل کے خاص بندے سمجھتے ہیں ⑦ ظہر سے مراد وہ معنی ہیں جن کو اہل تفسیر بیان کرتے ہیں اور بطن سے وہ معنی مراد ہیں جن کو اہل تاویل بیان کرتے ہیں ⑧ ظہر سے آیت پر ایمان لانا مراد ہے اور بطن سے اس پر عمل کرنا مراد ہے۔

لكل حد مطلع یہاں عبارت محذوف ہے تقدیر عبارت یوں ہے **لكل ظهر وبطن حد ولكل حد مطلع** یہاں حد بمعنی نہایت یا طرف ہے معنی یہ ہوگا کہ ظہر و بطن میں ہر ایک کیلئے ایک حد اور نہایت ہے۔

مطلع میں دو احتمال ہیں یہ اسم ظرف کا صیغہ ہے یا مصدر میمی ہے اگر اسے ظرف کا صیغہ مانا جائے تو معنی یہ ہوگا ظہر و بطن

Scanned with CamScanner

میں سے ہر ایک کی نہایت کے لئے ایک ایسا مقام ہے جس مقام سے وہ مناسب معلوم کی جا سکتی ہے اصل میں مطلع کہتے ہیں بلندی سے نیچے کی طرف جھانکنے کی جگہ کو۔ قرآن کریم کے ظاہری معنی پہچاننے کی حد وہ علوم ہیں جو علم تفسیر میں مددگار ہوتے ہیں جیسے صرف، نحو، شان نزول وغیرہ۔ یا حد کا معنی حکم شرعی ہے اور مطلع کا لفظ مصدر میمی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ہر حکم شرعی کے لئے قرآن کریم کے اندر اطلاع موجود ہے یعنی اس کا ماخذ موجود ہے قرآن کریم سے ہر حکم شرعی معلوم کیا جا سکتا ہے۔

② ممنوعہ چیز کی وضاحت:۔ حاصل حدیث یہ ہے کہ واعظ و خطیب کی تین اقسام ہیں ① امیر ② مامور و محکوم مثلاً سرکاری خطیب ③ متکبر۔ تم ان تین اقسام میں سے پہلی و دوسری قسم کے واعظ و خطیب تو بن سکتے ہو مگر خیال کرو کہیں وعظ و نصیحت کرتے ہوئے تیسری قسم یعنی متکبرین میں داخل نہ ہو جانا، گویا اس حدیث میں بطور تکبر وعظ و نصیحت کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۳۲ھ

السند الاول ..... عن ابی هريرة قال قال رسول الله ﷺ اذا سجد احدكم فلا يبرك كما يبرك البعير وليضع يديه قبل ركبتيه . (ص ۸۲ ابوداؤد)

ترجمي الحديث . يبتغي المسئلة مع اختلاف الفقهاء فيها وبيان الدلائل . (خیر الفتاویٰ ج ۲ ص ۵۴۶)

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال کا حل دو امور ہیں (۱) حدیث کا ترجمہ (۲) سجدہ میں جانے کی کیفیت میں اختلاف مع الدلائل۔

جواب ..... ① حدیث کا ترجمہ:۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس وقت تم میں سے کوئی ایک سجدہ کرے تو اونٹ کے بیٹھنے کی مثل نہ بیٹھے اور چاہیے کہ وہ اپنے ہاتھوں کو اپنے دونوں گھٹنوں سے پہلے رکھے۔

② سجدہ میں جانے کی کیفیت میں اختلاف مع الدلائل:۔ امام مالکؒ اور امام اوزاعیؒ کے نزدیک سجدہ میں جاتے وقت پہلے ہاتھ زمین پر رکھے پھر گھٹنوں کو۔

امام ابوحنیفہؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک سجدہ میں جاتے وقت پہلے گھٹنوں کو پھر ہاتھوں کو رکھیں گے اور اٹھتے وقت اسکا برعکس۔

امام مالک کی دلیل عن ابی هريرة قال قال رسول الله ﷺ اذا سجد احدكم فلا يبرك كما يبرك البعير ہے کہ اونٹ کے بیٹھنے کی طرح نہ بیٹھو اور اونٹ بیٹھتے وقت پہلے گھٹنے رکھتا ہے پھر ہاتھ اس سے نہی آئی ہے۔

امام صاحبؒ کے دلائل: ① وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی حدیث: رأيت رسول الله ﷺ اذا سجد وضع ركبتيه قبل يديه واذا نهض رفع يديه قبل ركبتيه ۔ ② حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث: اذا سجد احدكم فليبدء ركبتيه قبل يديه۔ ③ طحاوی شریف میں حضرت عمر، ابن مسعود رضی اللہ عنہم اور ابراہیم نخعی کا اثر ہے کہ آپ حضرات رکبتین قبل یدین رکھتے تھے۔

امام مالک کی دلیل کے جوابات: ① حافظ ابن قیمؒ نے کہا کہ اس حدیث کا اول حصہ آخر حصہ کے خلاف ہے کیونکہ پہلے حصہ میں کہا گیا کہ اونٹ کے بیٹھنے کی مانند نہ بیٹھو اور دوسرے حصہ میں کہتے ہیں کہ ہاتھ پہلے رکھو اور یہی بعینہٖ برک بعیر ہے لہٰذا اول حصہ ثانی کے معارض ہے لہٰذا قابل استدلال نہیں ② یہ بیان جواز کیلئے ایک مرتبہ کیا ③ مصعب بن سعد رضی اللہ عنہ کی حدیث سے یہ منسوخ ہے كنا نضع اليدين قبل الركبتين فامرنا بوضع الركبتين قبل اليدين ④ یہاں بعض رواۃ سے الٹ ہو گیا ہے اصل میں عبارت یوں تھی وليضع ركبتيه قبل يديه جیسا کہ طحاوی شریف میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے ⑤ یہ حدیث سنداً منقطع ہونے کی وجہ سے قابل استدلال نہیں ⑥ متن میں اضطراب ہے کہ بعض حضرات وليضع ركبتيه قبل يديه اور بعض اس کا

Maktaba Tul Ishaat.com Scanned with CamScanner

برکس ولیضع یدیه قبل رکبتیه اور لیس ولیضع یدیه علی رکبتیه نقل کر رہے ہیں لہٰذا قابل استدلال نہیں۔ ② یہ حدیث وائل بن حجرؓ کے مقابلہ میں خلاف قیاس ہونے کی وجہ سے قابل استدلال نہیں اور حدیث وائل بن حجرؓ زیادہ اثبت ہے۔

السؤال الثالث ..... عن ابن عمر قال قال رسول الله ﷺ فی العسل فی کل عشرة ازق زق.

رواه الترمذی وقال فی اسناده مقال ولا یصح عن النبی ﷺ فی هذا الباب شیء. (ص ۱۸۰ ابواب)

ترجمی الحدیث . هل یجب العشر فی العسل ام لا ؟ بیّن المسألة مع خلاف الفقهاء فیها وبیان الدلائل.

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال میں دو امور مطلوب ہیں (۱) حدیث کا ترجمہ (۲) شہد میں عشر واجب ہونے میں اختلاف مع الدلائل۔

الجواب ..... ① حدیث کا ترجمہ:۔ حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ شہد کے ہر دس مٹکیوں میں ایک مٹکیہ کا عشر لازم ہے۔ امام ترمذی نے اس حدیث کو روایت کیا ہے اور فرمایا کہ اس حدیث کی اسناد میں کلام ہے اور اس باب میں آپ ﷺ کی اکثر احادیث صحیح نہیں ہیں۔

② شہد میں عشر واجب ہونے میں اختلاف مع الدلائل:۔ ائمہ حنفیہ، امام احمد اور اسحاق رحمہم اللہ کے نزدیک شہد میں عشر لازم ہے، البتہ امام صاحبؒ کے نزدیک شرط یہ ہے کہ وہ شہد عشری زمین سے لیا گیا ہو۔ شافعیہ، مالکیہ کے نزدیک شہد میں عشر لازم نہیں ہے۔

حدیث الباب حنفیہ وجمہور کی دلیل ہے کہ آپ ﷺ نے اس مٹکے شہد میں ایک مٹکے عشر لازم کیا ہے۔

شافعیہ ومالکیہ نے حدیث الباب کو صدقہ بن عبداللہ کی وجہ سے ضعیف وغیر قابل استدلال قرار دیا ہے، حتی کہ امام ترمذی نے فرمایا کہ اس باب میں آپ ﷺ سے کوئی صحیح حدیث مروی نہیں ہے۔

حنفیہ کی طرف سے جواب یہ ہے کہ اولاً صدقہ بن عبداللہ متکلم فیہ راوی ہے، بہت سے حضرات نے اس کی توثیق بھی کی ہے، ثانیاً اس حدیث کے متعدد شواہد بھی موجود ہیں، جس کی وجہ سے یہ روایت حسن کے درجہ میں آجاتی ہے۔ ① عن ابی سیارة قال قلت یارسول الله ! ان لی نحلا قال اد العشر (ابن ماجہ) ② عن عمرو بن العاص عن النبی ﷺ انه اخذ من العسل العشر (ابن ماجہ) ③ عن ابی هریرة ..... کتب رسول الله ﷺ الی اهل الیمن ان یؤخذ من اهل العسل العشور (مصنف عبدالرزاق) ان تمام روایات کی اسناد اگرچہ کلام سے خالی نہیں ہیں مگر ان کی کثرت اس پر دال ہے کہ شہد پر عشر لینا بلا دلیل نہیں ہے۔ نیز سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ وعمر بن عبدالعزیزؒ شہد پر عشر وصول کیا کرتے تھے۔

شافعیہ ومالکیہ کی دلیل یہ ہے کہ اس مسئلہ میں وجوب عشر کیلئے کوئی صحیح وقابل استدلال حدیث نہیں ہے، جیسا کہ امام ترمذیؒ نے فرمایا۔ جواب یہ ہے کہ امام ترمذیؒ کا احادیث الباب کی عدم صحت کا قول ترمذی میں موجود احادیث کے متعلق تو صحیح ہو سکتا ہے مگر پورے ذخیرۂ احادیث کے متعلق یہ قول قابل تسلیم نہیں ہے، جیسا کہ ابھی گزرا کہ متعدد احادیث عسل وجوب عشر پر دال ہیں۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ شہد جانور (مکھیوں) سے حاصل ہوتا ہے، لہٰذا یہ ریشم کی مثل ہے کیونکہ ریشم بھی جانور (کیڑوں) سے پیدا ہوتا ہے اور ریشم میں بالاتفاق عشر واجب نہیں ہے، لہٰذا شہد میں عشر لازم نہیں ہے۔

جمہور کی طرف سے اس عقلی دلیل کا جواب یہ ہے کہ پھل و پھولوں میں عشر لازم ہے اور جو چیز ان سے پیدا ہوگی اس پر بھی عشر لازم ہوگا، اور ریشم میں اس لئے عشر لازم نہیں ہے کہ ریشم کے کیڑے شہتوت کی پتیاں کھاتے ہیں اور پتیوں پر عشر واجب نہیں ہے، پس اس سے پیدا شدہ ریشم پر بھی عشر لازم نہیں ہوگا، لہٰذا ریشم پر شہد کو قیاس کرنا درست نہیں ہے۔ (درس ترمذی، خیر الفتاح، شرف الہدایہ)

Scanned with CamScanner

﴿الورقة الثانية : فی الحدیث (مشکوۃ اوّل)﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ۱۴۳۲ھ

السوال الاول ..... عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ مَثَلُ مَا بَعَثَنِیَ اللّٰہُ بِہٖ مِنَ الْھُدٰی وَالْعِلْمِ کَمَثَلِ الْغَیْثِ الْکَثِیْرِ اَصَابَ اَرْضًا فَکَانَتْ مِنْھَا طَائِفَۃٌ طَیِّبَۃٌ قَبِلَتِ الْمَاءَ فَاَنْبَتَتِ الْکَلَاَ وَالْعُشْبَ الْکَثِیْرَ فَکَانَتْ مِنْھَا اَجَادِبُ اَمْسَکَتِ الْمَاءَ فَنَفَعَ اللّٰہُ بِھَا النَّاسَ فَشَرِبُوْا وَسَقَوْا وَرَعَوْا وَاَصَابَ مِنْھَا طَائِفَۃً اُخْرٰی اِنَّمَا ھِیَ قِیْعَانٌ لَا تُمْسِکُ مَاءً وَلَا تُنْبِتُ کَلَاً فَذٰلِکَ مَثَلُ مَنْ فَقُہَ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ وَنَفَعَہٗ بِمَا بَعَثَنِیَ اللّٰہُ بِہٖ فَعَلِمَ وَعَلَّمَ وَمَثَلُ مَنْ لَمْ یَرْفَعْ بِذٰلِکَ رَاْسًا وَلَمْ یَقْبَلْ ھُدَی اللّٰہِ الَّذِیْ اُرْسِلْتُ بِہٖ۔ حدیث پر اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے۔

حدیث کی لغوی تشریح کریں کہ مثال اور ممثل لہ میں مطابقت ہو جائے، خط کشیدہ الفاظ کی لغوی اور صرفی تحقیق کیجئے۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال کا خلاصہ چار امور ہیں (۱) حدیث پر اعراب (۲) حدیث کا ترجمہ (۳) حدیث کی تشریح (۴) الفاظ مخطوط کی لغوی وصرفی تحقیق۔

الجواب ..... ❶ حدیث پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا۔

❷ حدیث کا ترجمہ:۔ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اس چیز کی مثال جس کو اللہ نے مجھے دے کر بھیجا ہے یعنی علم وہدایت یہ اس بارش کی مانند ہے جو زمین پر ہوئی، پس زمین کے اچھے ٹکڑے نے اس کو قبول کر لیا (جذب کر لیا) پس اس سے انتہائی خشک اور سرسبز گھاس پیدا ہوئی اور ایک ٹکڑا ایسا سخت تھا کہ پانی اسکے اوپر جمع ہو گیا پس اللہ تعالیٰ نے اسکے ذریعہ سے بھی لوگوں کو نفع پہنچایا، لوگوں نے اسے پیا اور پلایا اور کھیتی کو سیراب کیا، اور یہ بارش زمین کے ایسے ٹکڑے پر بھی پہنچی جو چٹیل میدان تھا، اس نے پانی کو روکا اور نہ گھاس اگایا، پس یہ سب اس شخص کی مثال ہے جس نے اللہ کے دین کو سمجھا اور نفع اٹھایا اس چیز سے جو اللہ تعالیٰ نے میرے ذریعہ سے بھیجی تھی۔ پس اس نے خود بھی سیکھا اور دوسروں کو بھی سکھایا اور یہ اس شخص کی مثال ہے جس نے اللہ کے دین کو دیکھنے کیلئے (تکبر کی وجہ سے) سر نہیں اٹھایا اور اللہ تعالیٰ کی ہدایت کو جو میرے ذریعہ سے بھیجی گئی تھی قبول نہیں کیا۔

❸ حدیث کی تشریح:۔ اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے علم دین سے فائدہ حاصل کرنے والوں کو زمین کی مثال کے ذریعہ سے سمجھایا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ بارش برساتے ہیں تو زمین کی تین قسمیں ہوتی ہیں ایک وہ زمین جو پانی کو فوراً جذب کر لیتی ہے اور پھر سرسبز شاداب اور ہر قسم کی کھیتیاں اگاتی ہے۔ دوسری وہ زمین جو سخت ہوتی ہے پانی کو جذب تو نہیں کرتی البتہ پانی اس پر ذخیرہ ہو جاتا ہے اور لوگ اس سے خود بھی سیراب ہوتے ہیں اور اپنے جانوروں کو کھیتیوں کو بھی سیراب کرتے ہیں تیسری وہ زمین جو پانی کو نہ خود جذب کرتی ہے اور نہ ذخیرہ کرتی ہے یعنی نہ خود نفع حاصل کرتی ہے اور نہ دوسروں کو نفع پہنچاتی ہے۔

اسی طرح علم دین سے نفع حاصل کرنے والوں کی تقسیم ہے پہلا وہ شخص جو عالم ومعلم اور فقیہ وعابد ہو یعنی پہلی قسم کی طرح خود بھی علم دین سے نفع حاصل کرنے والا ہے اور دوسروں کو بھی نفع پہنچانے والا ہے۔ دوسرا وہ شخص جو محض عالم ومعلم ہو فقیہ وعابد نہ ہو یعنی دوسری قسم کی طرح خود تو اپنے علم سے فائدہ حاصل نہیں کر رہا مگر دوسرے لوگ اس سے نفع حاصل کر رہے ہیں تیسرا وہ شخص جس نے تکبر وغرور کی وجہ سے اللہ کے دین کے سامنے اپنی گردن نہیں جھکائی اور علم دین کی طرف کوئی توجہ نہیں دی یعنی تیسری قسم کی طرح

Maktaba Tul Ishaat.com Scanned with CamScanner

نہ خود علم دین سے نفع حاصل کیا اور نہ دوسروں کو نفع پہنچایا۔

(۲) الفاظ مخطوط کی لغوی وصرفی تحقیق:۔ "امسکت" صیغہ واحد مؤنث غائب ماضی معروف از مصدر امساک (افعال) بمعنی روکنا۔ "الکلأ" اسم جامد ہے بمعنی خشک گھاس۔ "العشب" اسم جامد ہے بمعنی سرسبز گھاس۔ "الجادب" اسم جامد ہے بمعنی چٹیل میدان۔

المتن الثانی ..... عَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ فَزُوْرُوْهَا وَنَهَيْتُكُمْ عَنْ لُحُوْمِ الْاَضَاحِيِّ فَوْقَ ثَلٰثٍ فَاَمْسِكُوْا مَا بَدَا لَكُمْ وَنَهَيْتُكُمْ عَنِ النَّبِيْذِ اِلَّا فِيْ سِقَاءٍ فَاشْرَبُوْا فِي الْاَسْقِيَةِ كُلِّهَا وَلَا تَشْرَبُوْا مُسْكِرًا. (ص حدائق الادب)

حدیث شریف پر اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے حدیث میں مذکورہ مسائل کی وضاحت کیجئے اور عن بریدۃ پر اعراب لگانا نہ بھولئے، خواتین کے لئے زیارۃ القبور کا مسنون طریقہ کیا ہے؟

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال کا حاصل چار امور ہیں (۱) حدیث پر اعراب (۲) حدیث کا ترجمہ (۳) مسائل کی وضاحت (۴) خواتین کیلئے زیارۃ القبور کا مسئلہ۔

الجواب ..... **(۱) حدیث پر اعراب:۔** کما مرّ فی السوال آنفا۔

(۲) حدیث کا ترجمہ:۔ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے تمہیں زیارت قبور سے منع کیا تھا پس (اب) تم زیارت قبور کرلیا کرو اور میں نے تمہیں قربانی کا گوشت تین دن سے زائد (رکھ کر استعمال کرنے سے) منع کیا تھا پس (اب) تم جب تک چاہو اسے استعمال کر سکتے ہو اور میں نے تمہیں مشک کے علاوہ دیگر برتنوں میں نبیذ رکھ کر پینے سے منع کیا تھا پس (اب) تم تمام برتنوں میں نبیذ پی سکتے ہو مگر نشہ آور چیز نہ پیو۔

(۳) مسائل کی وضاحت:۔ ابتداء اسلام میں قبروں کی زیارت سے منع کر دیا گیا تھا کیونکہ زمانہ جاہلیت قریب تھا اندیشہ تھا کہ لوگ قبروں پر جا کر کفر و شرک کی باتیں نہ کرنے لگیں، جب اسلام دلوں میں راسخ ہو گیا تو پھر زیارت قبور کی اجازت دیدی گئی، لہٰذا تمام علماء کے نزدیک زیارت قبور مستحب ہے کیونکہ زیارت قبور سے دل نرم ہوتے ہیں موت یاد آتی ہے، دل و دماغ میں دنیا کے فانی ہونے کا عقیدہ راسخ ہوتا ہے مردوں کیلئے رحمت و مغفرت کی دعا کا موقع ملتا ہے جو کہ عمل مسنون ہے۔

ابتداء اسلام میں اکثر لوگ تنگدست تھے، ہر شخص قربانی نہیں کر سکتا تھا اس وجہ سے آپ ﷺ نے قربانی کا گوشت تین سے زیادہ دن استعمال کرنے سے منع کیا تھا کہ زائد گوشت تنگدست اور غرباء میں تقسیم کر دیا جائے، چنانچہ جب مسلمانوں کے اسباب معیشت کی فراخی اور وسعت ہو گئی تنگدستی اور مفلسی ختم ہو گئی تو آپ ﷺ نے اجازت دیدی کہ جتنے دن چاہو قربانی کا گوشت رکھ کر استعمال کر سکتے ہو۔

کھجور یا انگور کو پانی میں ڈال کر چند دن رکھنے سے جو شراب تیار ہوتی ہے اس کو نبیذ کہتے ہیں تو جب تک اس میں نشہ نہ آئے اس کو استعمال کیا جا سکتا ہے اور یہ حلال ہے۔

ابتداء اسلام میں آپ ﷺ نے صرف مشک میں نبیذ رکھنے کی اجازت دی تھی کیونکہ مشک پکی ہوتی تھی اس میں نبیذ جلد نشہ آور نہیں ہوتی تھی جبکہ دیگر برتنوں میں نبیذ جلد گرم ہو کر نشہ آور ہو جاتی تھی چونکہ حرمت شراب کا ابتدائی زمانہ تھا، لوگ ابھی تک شراب کی لذت نہیں بھولے تھے، اس لئے اندیشہ تھا کہ کہیں لوگ دوبارہ اس کی طرف متوجہ نہ ہو جائیں اس کے بعد جب شراب کی حرمت کا حکم لوگوں کے دل

Scanned with CamScanner

دماغ میں راسخ ہو گیا اور لوگوں کی خواہشات کے دوبارہ اس کی طرف متوجہ ہونے کا احتمال باقی نہ رہا تو پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اب جس برتن میں مرضی نبیذ رکھ سکتے ہو مگر اس کا استعمال اس وقت تک ہی جائز ہے جب تک مسکر (نشہ آور) نہ ہو، اگر مسکر ہو جائے تو پھر حرام ہے۔

❷ خواتین کیلئے زیارۃ القبور کا مسئلہ:۔ ابتداء اسلام میں زیارت قبور سے ممانعت تھی بعد میں اس کی اجازت دیدی گئی تو اب یہ اجازت عورتوں کو شامل ہے یا نہیں؟ تو بعض حضرات فرماتے ہیں کہ عورتوں کو بھی اب اجازت ہے مگر صحیح یہ ہے کہ عورتوں کے لئے صرف آپ ﷺ کے روضہ مطہرہ مقدسہ کی زیارت کی اجازت ہے۔ دوسری قبروں پر جانے کی ممانعت اب بھی ان کے حق میں باقی ہے۔ چنانچہ بعض احادیث میں زائرات قبور پر لعنت بھی کی گئی ہے۔ (مرقاۃ، مرعاۃ)

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۲۳ھ

السؤال الاول ..... قال فاخبرنی عن الساعة قال ما المسئول عنها باعلم من السائل قال فاخبرنی عن أماراتها قال ان تلد الأمة ربتها وأن ترى الحفاة العراة العالة رعاء الشاء يتطاولون. (صحیح مسلم)

ترجمہ الحدیث. قوله ماالمسئول عنها كناية عن تساويهما في علم القيامة او عن تساويهما في عدم العلم وما هو الدليل على هذا. ماالمراد من قوله ان تلد الأمة ربتها. اذكر مفردات الحفاة العراة، العالة، رعاء الشاء، امارات. (فتح الملہم ج ۱ ص ۱۰۰، فتح الملہم ج ۱ ص ۱۰۱)

﴿خلاصہ سوال﴾ ..... اس سوال کا حل چار امور ہیں (۱) حدیث کا ترجمہ (۲) سوال مذکور کا جواب (۳) تلد الأمة ربتها کی مراد (۴) مذکورہ الفاظ کے مفردات۔

الجواب ..... ❶ حدیث کا ترجمہ:۔ اس نے کہا پس قیامت کے متعلق مجھے خبر دو۔ آپ ﷺ نے فرمایا جس سے تو پوچھ رہا ہے وہ پوچھنے والے سے زیادہ جاننے والا نہیں ہے۔ اس نے کہا پس مجھ کو اس کی علامتوں کے متعلق خبر دو۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ لونڈی اپنے مالک کو جنے گی اور یہ کہ تو دیکھے گا ننگے پاؤں والے، ننگے بدنوں والے فقیر بکریوں کے چرواہوں کو کہ وہ عمارتوں میں فخر کریں گے۔

❷ سوال مذکور کا جواب:۔ اگر لفت کا لحاظ رکھیں تو اس جملہ ما المسئول عنها باعلم من السائل سے مقصود علم میں برابری کو بیان کرنا ہے۔ یا یوں طور کہ اے جبرائیل! جیسے مجھے نفس وقوع کے بارے میں علم ہے اسی طرح مجھے بھی علم ہے لیکن مجاورہ کے اعتبار سے اس جملہ کا مطلب اور مقصود عدم علم میں برابری کو بیان کرنا ہے یا یوں طور کہ جس طرح وقوع قیامت کے وقت کا تمہیں علم نہیں مجھے بھی علم نہیں ہے اور اکثر کی رائے یہی ہے کہ عدم علم میں تسویہ مقصود ہے اور اس پر دلیل یہ ہے کہ اسکے بعد حضرت جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا اخبرنی عن امارتها یعنی اگر اسکے وقت کا علم نہیں ہے تو چلو اسکی کچھ علامات ہی بتلا دو۔ اس سے معلوم ہوا کہ وقت کے عدم علم میں دونوں مساوی ہیں۔

❸ تلد الأمة ربتها کی مراد:۔ ① یہ جملہ حقوق اولاد سے کنایہ ہے یعنی اولاد اپنے والدین کے ساتھ ایسا معاملہ کرے گی جو معاملہ آقا اور سید اپنی باندی کے ساتھ کرتا ہے تو یہ اولاد بمنزل آقا اور سردار کے ہوگی اور ماں بمنزل امۃ کے ہوگی ② یہ جملہ کثرت جہالت سے کنایہ ہے یعنی کثرت جہالت کے باعث امور دینیہ کا کوئی اہتمام نہ ہونے سے ام ولد کی بیع کثرت سے ہونے لگے گی۔ پھرتے پھراتے ماں کو اسکی اولاد خرید لے گی اور وہ اولاد اپنی ماں کی مالک بن جائیگی اور ماں بمنزل امۃ کے ہوگی ③ یہ جملہ قرب قیامت سے کنایہ ہے یعنی بادشاہوں اور حکمرانوں کی لونڈیوں کی طرف رغبت سے کنایہ ہے۔ حاصل یہ ہے کہ ایک وقت ایسا آئے گا

Maktaba Tul Ishaat.com Scanned with CamScanner

کہ بادشاہوں اور حکمرانوں کی رغبت حرہ کی بنسبت باندیوں کی طرف زیادہ ہوگی۔ وہ ان باندیوں سے جماع کریں گے اسکے نتیجہ میں اولاد پیدا ہوگی اور یہی اولاد ان حکمرانوں کی جانشین وقائمقام بنے گی اور ماں رعایا میں سے ہوگی ② یہ وسعت اسلام اور غلبۂ اسلام سے کنایہ ہے کہ جب مسلمانوں کو بلاد کفر اور بلاد مشرکین پر غلبہ حاصل ہوگا اس میں غلام و باندیاں حاصل ہوں گی ان باندیوں سے مسلمان وطی کریں گے اس وطی کے نتیجہ میں اولاد پیدا ہوگی۔ یہ اولاد اوّ قاسید اور مولی کے قائمقام ہوگی اور اسکی ماں رعایا میں سے ہوگی۔

① مذکور واالفاظ کے مفردات:۔

جمع	مفرد	معنی
حفاۃ	حاف	ننگے پاؤں
عالۃ	عائل	فقیر
رعاء	راع	چرواہا

جمع	مفرد	معنی
عراۃ	عار	برہنہ جسم
الشاء	شاۃ	بکری
امارات	امارۃ	نشانی

السؤال الثالث.....عن عائشة قال كان رسول الله ﷺ ليصلي الصبح فتنصرف النساء متلفعات بمروطهن مايعرفن من الغلس. (ص ۶۰ ج ۱)

ترجمي الحديث. ماهو الأفضل في الفجر الاسفار أو الغلس؟ بيّني خلاف الفقهاء مع أدلتهم ومع ترجيح الراجح. كيف الفرق بين الاسفار والغلس وماهي القاعدة لمعرفتهما؟ (فخر الناسخ ج ۲ ص ۴)

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں چار امور توجہ طلب ہیں (۱) حدیث کا ترجمہ (۲) نماز فجر کے اسفار یا غلس میں اختلاف مع الدلائل (۳) راجح کی ترجیح (۴) اسفار و غلس میں فرق اور اس کی معرفت کا قاعدہ۔

الجواب.....① حدیث کا ترجمہ:۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ صبح کی نماز پڑھاتے، عورتیں اپنی چادروں میں لپٹی ہوئی لوٹتیں کہ اندھیرے کی وجہ سے وہ پہچانی نہ جاتیں۔

② نماز فجر کے اسفار یا غلس میں اختلاف مع الدلائل:۔ حنفیہ کے نزدیک صلوٰۃ الفجر میں ابتداءً وانتہاءً اسفار افضل ہے بایں طور کہ اگر نماز سے فارغ ہونے کے بعد فساد معلوم ہو تو سورج نکلنے سے پہلے پہلے اعادہ ممکن ہو جبکہ امام طحاویؒ کے نزدیک ابتداءً غلس اور انتہاءً اسفار افضل ہے۔

ائمہ ثلاثہؒ کے نزدیک فجر میں بدایۃً ونہایۃً غلس ہی افضل ہے۔

احناف کے دلائل:① صحاح میں حدیث رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ ہے اس میں ہے **اسفروا بالفجر فانه اعظم للاجر** پس جو وقت اجر کی زیادتی کا ذریعہ ہے وہی وقت افضل ہوگا۔ ② بخاری میں حدیث ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ ہے **كان النبي ﷺ يصلي الصبح ويعرف احدنا جليسه** اگرچہ ابوداؤد کی روایت معروف ہے لیکن وہ مرجوح ہے۔ راجح روایت **يعرف جليسه** ہے ظاہر ہے کہ یہ پہچان تب ہو سکتی ہے جب اسفار میں نماز پڑھی جائے۔ ③ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی مزدلفہ میں نماز فجر ادا کرنے والی حدیث ہے جس میں یہ الفاظ ہیں **وصلى الفجر يومئذ قبل ميقاتها** اس کا یہ مطلب نہیں کہ وقت شروع ہونے سے پہلے نماز پڑھی بلکہ مطلب یہ ہے کہ وقت معتاد سے پہلے پڑھی تو اس سے معلوم ہوا کہ بقیہ ایام کے اندر آپ ﷺ

کی عادت مبارکہ اسفار میں صبح کی نماز پڑھنے کی تھی یعنی وقت مقاد اسفار میں نماز پڑھنے کا تھا صرف مزدلفہ میں غلس میں پڑھی ہے اور ظاہر ہے کہ نبی کریم ﷺ کی جو عادت مبارکہ اور معمول تھا وہی وقت افضل ہوگا اور وہ وقت اسفار ہے۔ ④ اوفقیت بالقرآن ہے اس لئے کہ وسبح بحمد ربك قبل طلوع الشمس میں قبلیت اسفار میں پڑھنے کا قرینہ ہے نہ کہ غلس میں۔ ⑤ کہ جماعت کے مقاصد میں سے ایک مقصد تکثیر جماعت ہے اور یہ تکثیر رمضان کے ماسوا اسفار میں ہے تو جس وقت میں تکثیر جماعت کا فائدہ ہوگا وہی وقت افضل ہوگا اور وہ وقت اسفار ہے۔

ائمہ ثلاثہ کے دلائل: ① احادیث غلس جن میں سے ایک دلیل حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا ہے فینصرف النساء متلففات بمروطهن مایعرفن من الغلس کہ عورتیں نماز سے واپسی میں غلس کی وجہ سے پہچانی نہیں جاتی تھی تو اس سے معلوم ہوا کہ شروع بھی غلس میں کرتے اور ختم بھی غلس میں کرتے تھے۔ ② حدیث اسامہ بن زید لیثی جو پیچھے گزر چکی ہے ثم کانت صلوته بعد ذالك التغليس حتى مات ولم يعد الى ان يسفر۔

اس کا جواب خود امام ابوداؤدؒ نے دیا کہ یہ شاذ ہے اس کو ذکر کرنے والے صرف اسامہ بن زید لیثی ہیں اور زہری کے حفاظ تلامذہ اس کو نقل نہیں کر رہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ اسفار اشد کی نفی ہے مطلق اسفار کی نفی نہیں۔

حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا کا جواب: مایعرفن من الغلس ہم تسلیم نہیں کرتے کہ عدم معرفت کی علت غلس تھی بلکہ عدم معرفت کی علت پردہ کا ہونا تھا کہ عورتیں پردہ کا اتنا اہتمام کرتی تھیں کہ پردہ کی وجہ سے پہچانی نہیں جاتی تھیں جس کا وزنی قرینہ یہ ہے کہ بعض روایات میں مایعرفن تعنی من الغلس ہے تو تعنی کا لفظ ذکر کر کے یہ بتلانا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ مراد ہوگی لیکن یہ راوی کا اپنا اجتہاد ہے بلکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا صحابیات کی کمال احتیاط کو بیان کر رہی ہیں تلفع عام ہے مطلق چادر پہننا اور ایک لفظ متلفعات ہے تلفع یہ ہے کہ چادر کو اس طور پر پہنے کہ جسم مکمل طور پر چھپ جائے۔

اگر ہم تسلیم کر لیں کہ عدم معرفت کی علت غلس تھی پھر ہم کہتے ہیں کہ کونسا غلس مراد ہے داخل مسجد کا یا فضاء کا غلس مراد ہے؟ اگر کہو کہ فضاء کا غلس مراد ہے تو پھر بیشک یہ اسفار کے منافی ہے لیکن یہ مسلم نہیں ہے کیونکہ واقعہ اس پر منطبق نہیں ہوتا۔ تفصیل اس طرح ہے کہ صبح صادق کے بعد نبی کریم ﷺ سنتیں پڑھتے پھر اگر ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن میں سے کوئی بیدار ہوتیں تو ان سے بات چیت کرتے ورنہ آرام کرتے۔ پھر حضرت بلال رضی اللہ عنہ آکر نماز کی اطلاع دیتے پھر آپ ﷺ تشریف لے جاتے اور ۴۰ سے ۶۰ یا ۱۰۰ تک آیات کی قراءت کرتے اور ترتیل سے پڑھتے تھے تو اتنے امور ہو جائیں اور پھر بھی غلس باقی ہو یہ انتہائی مستبعد ہے۔ لہٰذا داخل مسجد کا غلس مراد ہے اور یہ مسلم تو ہے لیکن اسفار کے منافی نہیں ہے کیونکہ اس زمانہ میں روشنی کا انتظام نہیں ہوتا تھا اور چھت بھی قریب تھی اور ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے حجرے بھی مشرقی جانب تھے ہو سکتا ہے کہ باہر اسفار ہو اور اندر غلس ہو ان میں کوئی منافات نہیں ہے۔

جوابات مشترکہ: ① احادیث اسفار میں سے حدیث رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ قوی ہے اور احادیث غلس تمام فعلی ہیں اور تعارض کے وقت قولی احادیث کو ترجیح ہوتی ہے ② غلس کی جانب عمل ہی عمل ہے اور اسفار کی جانب عمل بھی ہے قول بھی ہے ظاہر ہے کہ تعارض کے وقت قول و عمل کے مجموعہ کو ترجیح ہوگی ③ احادیث غلس اس زمانہ کی ہیں جب عورتیں بھی مسجد میں نماز کیلئے آتی تھیں اور "قرن فی بیوتکن" کا حکم نازل نہیں ہوا تھا جب یہ حکم ہوا تو پھر نماز فجر میں اسفار پر عمل ہونے لگا۔ (درس ترمذی ج ۱ ص ۴۰۱ و اسی کی والدہ کی ص ۲۱۵)

Maktaba Tul Ishaat.com Scanned with CamScanner

راجح کی ترجیح:۔ فریقین کے دلائل سے معلوم ہوا کہ غلس اور اسفار میں نماز جائز ہے البتہ غلس کی نسبت اسفار میں نماز پڑھنا افضل وراجح ہے انکی ترجیح کی وجہ ابھی جوابات کے ضمن میں گزر چکی ہے کہ احادیث اسفار میں فعلی وقولی دونوں طرح کی احادیث ہیں جبکہ غلس کی جانب صرف فعلی احادیث ہیں اور تعارض کے وقت قولی حدیث کو ترجیح ہوتی ہے۔ نیز غلس کی جانب صرف عمل ہے اور اسفار کی جانب عمل وقول دونوں ہیں لہٰذا تعارض کے وقت قول وعمل کے مجموعہ کو ہی ترجیح ہوگی۔ نیز اسفار پر عمل کرنے میں غلس کی احادیث میں تاویل ممکن ہے (کما مر) مگر غلس پر عمل کی صورت میں احادیث اسفار کو بالکلیہ چھوڑنا پڑے گا۔

اسفار وغلس میں فرق اور اس کی معرفت کا قاعدہ:۔ امام شافعیؒ کی وضاحت کے مطابق ان دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے کیونکہ امام شافعیؒ کے نزدیک اسفار کا معنی طلوع فجر کا خوب واضح ہو جانا اور اس کے طلوع ہونے میں کسی قسم کا شک نہ ہونا ہے اور غلس کا بھی یہی معنی ہے کیونکہ یہ حالت طلوع فجر کے واضح ہونے کے وقت متحقق ہوتی ہے البتہ احنافؒ کے نزدیک اسفار اور غلس میں فرق ہے کہ غلس اس اندھیرے کو کہتے ہیں جو طلوع فجر کے بعد باقی رہتا ہے اور اسفار اس سفیدی کو کہتے ہیں جو سورج کے طلوع ہونے کے قریب افق پر پھیل جاتی ہے اس فرق کو بطور ضابطہ یوں کہہ سکتے ہیں کہ فجر کے وقت کا پہلا نصف حصہ غلس اور آخری وقت میں اتنا باقی ہو کہ قرأت مسنونہ کے ساتھ نماز پڑھ لینے کے بعد اتنا وقت بچ جائے کہ اگر دوبارہ قراءت مسنونہ سے نماز ادا کرنا پڑے تو طلوع شمس سے پہلے پڑھی جا سکے یہ اسفار ہے۔

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۳۳ھ

السؤال الاول ..... قد اخرج المؤلف فی المنهی عنها من البیوع . عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنِ اشْتَرٰی شَاةً مُصَرَّاةً فَهُوَ بِالْخِیَارِ ثَلَاثَةَ اَیَّامٍ فَاِنْ رَدَّهَا رَدَّ مَعَهَا صَاعًا مِنْ طَعَامٍ لَا سَمْرَاءَ . (ص ۳۳۷ ادارہ)

ترجمہ الحدیث. ماذا تقول فی خیار رد المبیع للمشتری وفی رد صاع من تمر. هل هذا الحکم علی الوجوب او علی الاستحباب وماهو الخلاف فی المسئلة بین الائمة؟ وضحی الامر مع الدلائل. (خزائن الفتح ج ۳ ص ۵۸۶)

﴿خلاصہ سوال﴾ ..... اس سوال میں دو امور حل طلب ہیں (۱) حدیث کا ترجمہ (۲) مسئلہ مصراۃ میں ائمہ کا اختلاف مع الدلائل۔

جواب ..... ❶ **حدیث کا ترجمہ:۔** مصنفؒ نے باب النهی عنہ من البیوع میں ایک حدیث نقل کی ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص نے ایسی بکری خریدی جس کا دودھ تھنوں میں بند کیا گیا ہے۔ تین دن تک اس کو اختیار ہے اگر واپس لوٹائے تو اس کے ساتھ غلہ کا ایک صاع بھی لوٹا دے۔

❷ **مسئلہ مصراۃ میں ائمہ کا اختلاف مع الدلائل:۔** ائمہ ثلاثہؒ اس حدیث کے ظاہر پر عمل کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ مصراۃ بکری یا مصفلہ اونٹنی خریدنے والے مشتری کو تین دن کا اختیار ملے گا، چاہے تو وہ اس کو اپنے پاس رکھے یا واپس کر دے اور ساتھ میں ایک صاع کھجور بھی لوٹا دے۔ پھر بعض فقہاء یہ فرماتے ہیں کہ ایک صاع کھجور ہی لوٹانا ضروری ہے جبکہ دوسرے بعض فقہاء یہ فرماتے ہیں کہ صاع تمر کا ذکر اتفاقی ہے، ورنہ اصل بات یہ ہے کہ جتنا دودھ نکال کر استعمال کیا ہے اس کی قیمت ادا کرے۔

حنفیہ اور اہل کوفہ کا مذہب یہ ہے کہ اس صورت میں مشتری کو یہ اختیار نہیں کہ وہ بکری بائع کو واپس کرے البتہ مشتری رجوع بالنقصان کر سکتا ہے وہ اس طرح کہ یہ دیکھا جائے گا کہ اس وقت بازار میں اس بکری کی کیا قیمت ہے؟ اور مشتری نے اس کے دودھ

سے بھرے ہوئے تھن دیکھ کر کیا قیمت لگائی تھی؟ ان دونوں قیمتوں کے درمیان جو فرق ہوگا وہ بائع مشتری کو ادا کریگا یہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مسلک ہے۔ چونکہ یہ مسلک حدیث باب کے صریح معارض نظر آتا ہے اسلئے اس مسئلہ میں حنفیہ کیخلاف بہت شور ہوا۔ یہ ان مسائل میں سے ہے جن کی وجہ سے حنفیہ پر یہ تہمت لگی کہ وہ حدیث صحیح پر قیاس کو ترجیح دیتے ہیں۔

اس حدیث کے دو جزو ہیں ایک خیار رد اور دوسرا رد کی صورت میں ایک صاع تمر دینا۔ شوافع تو اس کے ظاہر پر عمل کرتے ہوئے دونوں جزو کو اختیار کرتے ہیں۔ امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ دونوں جزو کے خلاف عمل کرتے ہیں۔ نہ رد کا اختیار دیتے ہیں اور نہ صاع تمر کے رد کا حکم دیتے ہیں۔ امام ابو یوسفؒ اور امام مالکؒ حدیث کے پہلے جزو پر تو عمل کرتے ہیں کہ مشتری کو رد کا اختیار دیتے ہیں لیکن دوسرے جزو یعنی مبیع کے ساتھ ایک صاع تمر کا رد بھی ضروری ہے، اسے اختیار نہیں کرتے۔ البتہ امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ صاع کا لوٹانا ضروری نہیں ہے لیکن غالب قوت بلد میں سے ایک صاع کو لوٹانا ضروری ہے، خواہ وہ تمر ہو یا اس کے علاوہ کوئی اور جنس ہو کیونکہ حضور اکرم ﷺ کے زمانہ میں غالب قوت مدینہ تمر تھی اس لئے حضور ﷺ نے اسی کا حکم دیا، ہمارے شہر میں جو قوت غالب ہوگی، ہمارے ہاں اس کا رد کرنا ضروری ہوگا۔

امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ جتنا دودھ مشتری نے اس شاۃ مصراۃ سے نکالا ہے اس کی قیمت لوٹانا ضروری ہے کیونکہ مضمون دودھ ہی ہے لہٰذا اس کی قیمت واجب ہوگی اور عام طور پر حضور ﷺ کے زمانے میں اس دودھ کی قیمت ایک صاع تمر بنتی تھی، اس لئے آپ ﷺ نے اس کی ادائیگی کا حکم دے دیا، پھر مصلحۃً اس کا حکم دیا۔

امام ابوحنیفہؒ نے اس حدیث کو اس لئے چھوڑا کہ یہ حدیث بہت سے اصول شرعیہ کے معارض تھی مثلاً ایک اصول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا فمن اعتدی علیکم فاعتدوا علیه بمثل ما اعتدی علیکم، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ضمان بقدر نقصان ہوتا ہے، دونوں میں مساوات ہوتی ہے، اگر حدیث پر عمل کرتے ہیں تو ضمان اور نقصان میں مساوات ممکن نہیں اس کے علاوہ یہ حدیث اور بھی اصول مسلمہ کے خلاف ہے۔

حنفیہ کا استدلال: امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ اس مسئلہ میں یہ بکری بائع کو واپس لوٹانے کی کوئی صورت نہیں، اسلئے کہ جس وقت بائع نے وہ بکری فروخت کی اس وقت بکری کے تھنوں میں جو دودھ تھا وہ بھی فروخت کیا تو وہ دودھ بھی مشتری کی ملکیت میں آگیا اور وہ دودھ بھی مبیع کا ایک حصہ ہوگیا لہٰذا اگر کسی وقت اس بکری کو واپس لوٹایا جائے گا تو اس دودھ کو بھی لوٹانا ضروری ہوگا جو مبیع کے وقت بکری کے تھنوں میں موجود تھا لیکن جب مشتری اس بکری کو خرید کر گھر لایا تو اس میں مزید دودھ پیدا ہوگیا اور یہ دودھ مشتری کی ملکیت اور اس کی ضمان میں پیدا ہوا اور یہ اصول وقاعدہ ہے کہ الخراج بالضمان یعنی اگر کوئی چیز کسی شخص کی ضمان میں ہے تو اسکے ضمان میں ہوتے ہوئے اس سے جو نفع حاصل ہوگا وہ اسی شخص کی ملکیت ہوگا جس شخص کے ضمان میں وہ چیز ہوگی تو چونکہ یہ بکری مشتری کے ضمان میں ہے اسلئے اس عرصہ میں پیدا ہونے والا دودھ بھی اس کی ملکیت ہونا چاہیے۔ اس قاعدہ کی رُو سے مشتری پر صرف پہلی قسم کا دودھ لوٹانا لازم ہونا چاہیے یعنی وہ دودھ جو بیع کے وقت بکری کے تھنوں میں موجود تھا اور دوسری قسم کا دودھ جو بعد میں پیدا ہوا اس کا لوٹانا لازم نہ ہونا چاہیے۔ اب اگر ہم مشتری پر کل دودھ کی قیمت لازم کریں تو اس میں مشتری کا نقصان ہے کیونکہ اس دودھ میں وہ دودھ بھی تھا جو اسکے اپنے ضمان میں پیدا ہوا تھا اور اگر ہم مشتری پر بالکل قیمت لازم نہ کریں تو اس میں بائع کا ضرر

Maktaba Tul Ishaat.com Scanned with CamScanner

ہے کیونکہ عقد کے وقت بکری میں جو دودھ تھا وہ بائع کے یہاں پیدا ہوا تھا اور اگر ہم یہ کہیں کہ مشتری پر اس دودھ کی قیمت لازم ہے جو عقد کے وقت تھا اور جو دودھ اس کے بعد اس کی ملکیت میں پیدا ہوا ہے اس کی قیمت لازم نہیں ہے مگر عقد کے وقت کتنا دودھ تھا اور بعد میں کتنا پیدا ہوا؟ یہ معلوم کرنا ممکن نہیں ہے لہٰذا اب واپسی کا کوئی راستہ ممکن نہیں اور جب دودھ کے رد کی کوئی صورت ممکن نہیں ہے تو اسکے بغیر رد کی صورت کے ان بھی کوئی صورت ممکن نہیں ہے اسلئے وہی راستہ باقی رہ گیا ہے جو صاحبین نے کہا ہے کہ رجوع بالنقصان کرلیا جائے۔ (تقریر ترمذی ج ۳ ص ۱۷۰)

السؤال الثالث ..... عن سعید بن زید عن النبی ﷺ انه قال من احیا ارضا میتة فهی له و لیس لعرق ظالم حق. هل تعرفین من ای باب اُخذ هذا الحدیث. شکّلی الحدیث وترجمه. ماهو الخلاف فی مسئلة احیاء ارض الموات (ص ۲۵۵ امداد ج ۱ / نور الانوار ج ۲ ص ۱۲۹)

خلاصۂ سوال ..... اس سوال میں چار امور توجہ طلب ہیں۔ (۱) باب کی تعیین (۲) حدیث پر اعراب (۳) حدیث کا ترجمہ (۴) احیاء ارض موات کی ملک میں اختلاف مع الدلائل۔

الجواب ..... (۱) باب کی تعیین:۔ یہ حدیث کتاب البیوع میں باب الغصب والعاریة سے لی گئی ہے۔

(۲) حدیث پر اعراب:۔ عمر فی السوال آنفا۔

(۳) حدیث کا ترجمہ:۔ حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے مردہ زمین زندہ کی پس وہ اس کی ہے اور ظالم کی کاشت کا اس میں کوئی حق نہیں ہے۔

(۴) احیاء ارض موات کی ملک میں اختلاف مع الدلائل:۔ اگر کوئی شخص کسی ویران زمین کو آباد کرے اور کاشت کے قابل بنائے تو کیا آبادکاری کرنے سے وہ اس کا مالک ہو جائے گا یا حکومت کی اجازت ضروری ہے؟

ائمہ ثلاثہ اور صاحبین کے نزدیک آبادکاری سے مالک ہو جائے گا اجازت لینے کی ضرورت نہیں اسلئے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "جس شخص نے کسی ویران زمین کو آباد کیا وہ زمین اس کی ہے" یعنی آبادکاری کرنے والا اس زمین کا مالک ہو گیا۔ اور امام اعظم کے نزدیک مالک ہونے کیلئے حکومت کی اجازت ضروری ہے، اجازت خواہ لاحقہ ہو یا سابقہ یعنی اجازت لے کر زمین آباد کی ہو یا آباد کرنے کے بعد اجازت لی ہو، بہرحال اجازت لینی ضروری ہے، محض آبادکاری سے مالک نہیں ہوگا اور دلیل نبی کریم کا یہ ارشاد ہے۔ لیس للمرء الا ماطابت به نفس امامه انسان کے لئے صرف وہ چیز طیب ہے جس سے اس کے امام کا دل خوش ہو جائے یہ حدیث سرکاری اراضی کے بارے میں ہے اور مطلب یہ ہے کہ آدمی سرکاری چیز کا مالک تب ہی ہوگا جب امیر اجازت دے، اس کی اجازت کے بغیر کوئی شخص کسی سرکاری چیز کا مالک نہیں ہو سکتا۔

امام اعظم کی طرف سے ائمہ ثلاثہ کی دلیل کا جواب یہ ہے کہ یہ مسئلہ کا بیان نہیں ہے بلکہ عام پرمیشن (اجازت) ہے یعنی آنحضور ﷺ نے اپنے زمانہ میں یہ عام اعلان کیا تھا کہ جو بھی شخص کسی ویران زمین کو کاشت کے قابل بنائے گا وہ اس کا مالک ہے۔

ایسا ہی اختلاف اس حدیث میں بھی ہوا ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا من قتل قتیلاً فله سلبه جو جنگ میں کسی کو مارے وہ مقتول کے ساز و سامان کا مالک ہے۔ ائمہ ثلاثہ اور صاحبین اس مسئلہ میں اسی کے قائل ہیں کہ مقتول کا ساز و سامان قاتل کا حق ہے اور امام

اعظم کے نزدیک یہ وقتی اعلان ہے یعنی آپ ﷺ نے کسی جنگ میں یہ اعلان کیا ہے، پس اس جنگ کے علاوہ کیلئے یہ مسئلہ نہیں۔

غرض یہ نص نبی کا اختلاف ہے اور اب ساری دنیا امام اعظم کے قول پر عمل کرنے پر مجبور ہے کیونکہ جو چاہے سرکاری زمین بلا اجازت آباد کرلے اور مالک ہو جائے کوئی بھی حکومت اس کی روادار نہیں۔ (تحفۃ الملمعی ج ۳ ص ۳۱)

﴿الورقة الثانية : في الحديث (مشكوة اول)﴾

﴿السوال الاول﴾ ۱۴۳۴ھ

النص الاول ..... وعن عبادة بن الصامت قال قال رسول الله ﷺ وحوله عصابة من اصحابه بايعوني ان لاتشركوا بالله شيئا ولا تسرقوا ..... ومن اصاب من ذلك شيئا فعوقب به في الدنيا فهو كفارة له. (ص ۳ ا حدیث)

اكتب معنى "عصابة" كم تسمّا للبيعة وما هو المراد بالبيعة في الحديث المذكور. هل الحدود زواجر او السواتر. اكتب اختلاف الأئمة مع دلائلهم والحديث المذكور يدل على ان الحدود مكفّرات للذنوب اذا ما هو الجواب. (خیر الفتاوی ج ۱ ص ۸۸)

﴿خلاصہ سوال﴾ ..... اس سوال کا خلاصہ تین امور ہیں (۱) لفظ عصابہ کا معنی (۲) بیعت کی اقسام اور تعیین (۳) حدود کے زواجر یا سواتر ہونے میں اختلاف مع الدلائل۔

الجواب ..... ❶ لفظ عصابہ کا معنی:۔ یہ عصب سے مشتق ہے بمعنی قوت وشدت۔ عصابہ اس جماعت کو کہتے ہیں جو کہ دس سے چالیس تک افراد پر مشتمل ہو چونکہ اتنی بڑی تعداد کی جماعت میں بھی قوت وشدت پیدا ہو جاتی ہے اسلئے انکو عصابہ کہتے ہیں۔

❷ بیعت کی اقسام اور تعیین:۔ بیعت کی چار قسمیں ہیں۔ ① بیعت اسلام کہ کسی کے ہاتھ پر اسلام لانے کی بیعت کرنا، چونکہ حاضرین پہلے سے مسلمان ہیں اسلئے یہاں یہ بیعت مراد نہیں ② بیعت خلافت کہ کسی کو اپنا امیر اور خلیفہ بنانا اور اسکے ہاتھ پر بیعت کرنا کہ جب تک وہ متبع قرآن وسنت رہے گا اس وقت تک ہم اسکی رعایا ہیں اور اسکے تمام احکام کی پابندی کرینگے، یہ بیعت بھی مراد نہیں کیونکہ یہاں کسی خلیفہ کا انتخاب نہیں ہو رہا ③ بیعت علی الجہاد کہ کسی کے ہاتھ پر یہ بیعت کرنا کہ ہم اللہ کے دین کی سربلندی کیلئے کفار کیساتھ مقابلہ کیلئے تیار ہیں یہاں تک کہ اللہ کا دین غالب ہو جائے یا ہماری موت آجائے، چونکہ حدیث میں جہاد کا کوئی ذکر نہیں ہے اسلئے یہ بیعت بھی مراد نہیں ہے ④ بیعت طریقت کسی کے ہاتھ پر احکام شریعت کی پابندی کی بیعت کرنا۔

حدیث میں بیعت کی یہی چوتھی قسم مراد ہے۔ اور بیعت کی یہ قسم جائز ہے بلکہ آج کل کے اس پرخطر دور میں بہتر اور اولی ہے البتہ ہدایت اس میں منحصر نہیں ہے بلکہ یہ ہدایت کے لئے معین ومددگار ہے۔

❸ حدود کے زواجر یا سواتر ہونے میں اختلاف مع الدلائل:۔ حنفیہ کے ہاں حدود سواتر وکفارہ نہیں بلکہ زواجر ہیں تاکہ مجرم آئندہ ارتکاب جرم نہ کرے اور دوسروں کو بھی عبرت حاصل ہو۔ باقی گناہ اور اخروی مواخذہ توبہ سے معاف ہوتا ہے اور شوافع کے ہاں حدود کفارہ سیآت ہیں ان سے مجرم دونوں جہان میں سرخرو ہو جاتا ہے۔

حنفیہ کی دلیل قرآن وحدیث کی نصوص سے معلوم ہوتا ہے کہ حدود جاری کرنے کے باوجود توبہ کی ضرورت ہے اگر حدود کفارہ سیآت ہوتیں تو کفارہ کی ضرورت نہیں رہتی، مثلاً اللہ کا ارشاد ہے السارق والسارقة فاقطعوا ايدهما الخ فمن تاب من

Maktaba Tul Ishaat.com Scanned with CamScanner

بعد ظلمه اس آیت سے واضح ہوا کہ حد سرقہ سزا اور نکال وعبرت ہے اسکے باوجود توبہ کی ضرورت ہے اسی طرح دوسری آیت انما جزاء الذین یحاربون الله و رسوله ..... ذالك لهم خزی فی الدنیا ولهم فی الآخرة عذاب عظیم یہ آیت قطاع الطریق کے بارے میں ہے اس میں قتل وقطع یدوغیرہ کے بعد بھی سزائے اخروی اور توبہ کا ذکر ہے وغیرہ ذالک۔

امام شافعی کی دلیل حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ والی حدیث الباب ہے جس کا مضمون ترجمہ میں مذکور ہوا۔

جوابات: ① یہ ابتداء اسلام کا واقعہ ہے جو مکہ مکرمہ میں پیش آیا اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ جو بعد میں مسلمان ہوئے وہ آپ ﷺ سے حدیث مذکور ولا ادری الحدود کفارة ام لا کی تصریح کرتے ہیں لہٰذا یہ حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ مؤخر ہے اور حدیث عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ مقدم ہے۔ ② حدیث عبادہ میں غوثیت سے مراد مصائب دنیویہ ہیں جو بالاتفاق مکفر سیآت ہیں، حد شرعی مراد نہیں کیونکہ ہجرت سے پہلے حدود مشروع نہیں ہوئی تھیں۔ ③ عموماً حد نافذ ہونے سے توبہ کی توفیق ہو جاتی ہے خصوصاً عہد صحابہ رضی اللہ عنہم میں ایسا ہوتا تھا اس لئے حدود کو مطلقاً مکفر کہا گیا ہے۔

الشیخ الثانی ..... عن ابی هریرة قال سمعت رسول الله ﷺ یقول توضأوا مما مست النار رواه مسلم، قال الشیخ الامام الأجل محی السنة رحمه الله هذا منسوخ بحدیث ابن عباس. (ص ۴۰ ج ۱ امدادیہ)

هل ینقض الوضوء من اکل ماست النار وهل هناك اختلاف بین الأئمة الأربعة ام لا؟ اشرحی قول محی السنة فی ضوء الأدلة ورجحی مذهب الجمهور. (فیوض الشیخ ج ۱ ص ۹۷)

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس کا حاصل تین امور ہیں (۱) وضو مما مست النار میں اختلاف مع الدلائل (۲) هذا منسوخ بحدیث ابن عباس کی تشریح مع الدلائل (۳) مذہب جمہور کی ترجیح۔

الجواب ..... ① وضو مما مست النار میں اختلاف مع الدلائل:۔ جو چیز آگ سے پک کر متغیر ہو چکی ہو اس کا کھانا ناقض وضو ہے یا نہیں، اسکے کھانے کے بعد نماز کیلئے وضو واجب ہے یا نہیں، اس سلسلہ میں اختلاف کے دو دور رہے ہیں۔

دور اول کا اختلاف: دور اول میں صحابہ رضی اللہ عنہم کے درمیان اس سلسلہ میں دو جماعتیں ہو چکی تھیں۔ ① حضرت ابوموسیٰ اشعری، حضرت انس، ابوطلحہ، زید بن ثابت، حضرت عائشہ، حضرت ام حبیبہ، حضرت ابوہریرہ، حضرت سہل بن حنظلہ رضی اللہ عنہم وغیرہ وضو کے قائل تھے ② حضرات خلفاء اربعہ، عبداللہ بن عباس، جابر بن عبداللہ، حضرت ام سلمہ، ابوسعید خدری، ابورافع، سوید بن نعمان، عمر بن امیہ اور اکثر صحابہ رضی اللہ عنہم نقض وضو کے منکر تھے، بعد میں یہ اختلاف ختم ہو گیا تھا اور سب صحابہ وضو کے عدم وجوب پر متفق ہو گئے۔

دور ثانی کا اختلاف: دور ثانی میں بھی دو جماعتیں ہو گئیں۔ ① حضرت امام احمد بن حنبلؒ، اسحاق بن راہویہؒ، حسن بصریؒ، عمر بن عبدالعزیزؒ، ابن المنذرؒ، ابن خزیمہؒ، ابوقلابہؒ وغیرہ کے نزدیک آگ سے پکی ہوئی چیز کے کھانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے لہٰذا نماز کیلئے دوبارہ وضو کرنا واجب ہوگا۔ بعض لوگوں نے امام اسحاق بن راہویہؒ اور امام احمد بن حنبلؒ کا یہ قول بھی نقل کیا ہے کہ انکے نزدیک ناقض وضو نہیں ہے ② حضرات حنفیہ، مالکیہ، شافعیہ اور جمہور فقہاء و محدثین کے نزدیک آگ سے پکی ہوئی چیز ناقض وضو نہیں ہے نیز اس پر صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم کا اجماع بھی ہے جیسا کہ اوجز المسالک میں نقل کیا گیا ہے۔

جو حضرات آگ پر پکی ہوئی چیز کے کھانے کو ناقض وضو کہتے ہیں ان کی دلیل وہ حدیث ہے جس میں آپ ﷺ کے متعلق

Scanned with CamScanner

پکی ہوئی چیز کھا کر وضو کرنا منقول ہے اور اس مضمون کی حدیث طحاوی میں سات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اٹھارہ سندوں کے ساتھ نقل کی گئی ہے۔ معلوم ہوا کہ آگ پر پکی ہوئی چیز سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

قائلین عدم وجوب وضو کی پہلی دلیل وہ حدیث ہے جس میں آپ ﷺ کا پکی ہوئی چیز کھا کر وضو نہ کرنا ثابت ہے اور اس مضمون کی حدیث بارہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بیس سندوں کیساتھ طحاوی میں منقول ہے پس معلوم ہوا کہ آگ پر پکی ہوئی چیز ناقض وضو نہیں ہے۔

دوسری دلیل آٹھ صحابہ کرام (حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان غنی، حضرت ابن مسعود، ابن عباس، ابن عمر، ابو ہریرہ اور ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین) کا عمل اور فتویٰ ہے کہ پکی ہوئی چیز سے شرعی وضو لازم نہیں ہے۔

قائلین وجوب وضو کی دلیل کا جواب یہ ہے کہ جو احادیث شریفہ تم نے پیش کی ہیں ان میں دو احتمال ہیں۔ ① وہاں وضو سے مراد وضوء شرعی ہے ② وضو سے مراد وضوء شرعی نہیں ہے بلکہ وضوء لغوی ہے۔

پہلے احتمال کے اعتبار سے یہ دیکھنے کی ضرورت ہے کہ حضور ﷺ سے وضو کرنا اور نہ کرنا دونوں ثابت ہے تو ان دونوں امروں میں سے کون پہلے کا اور کون بعد کا ہے تو ہمیں اس سلسلہ میں دو روایتیں مل گئیں۔

① حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے **وکان آخر الامرین من رسول الله ﷺ ترك الوضوء مما مست النار۔**

② دوسری حدیث شریف حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی ہے وہ فرماتے ہیں **ان رسول الله ﷺ اکل ثور اقط فتوضائم اکل بعده کتفا فصلی ولم یتوضأ** تو ان دونوں روایات سے بالکل واضح ہو جاتا ہے کہ حضور ﷺ کا آخری عمل ترک وضو ہے لہٰذا ترک وضو کے خلاف ثبوت وضو کے سلسلہ میں جتنی بھی روایات ہیں وہ سب کی سب اس آخری عمل کی وجہ سے منسوخ ہیں۔ لہٰذا روایت ناسخہ کے مقابلہ میں روایات منسوخہ سے استدلال کس طرح درست ہو سکتا ہے؟ یہ ناسخ و منسوخ کا حکم اس وقت ہے جب کہ وضو سے وضوء صلوٰۃ اور وضوء شرعی مراد ہو۔

دوسرے احتمال کی صورت میں اگر ماقبل کی روایات میں وضوء سے وضوء صلوٰۃ مراد نہ ہو بلکہ وضوء لغوی مراد ہو تو ماقبل کی روایات کو منسوخ قرار دینے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ ان روایات سے وضوء شرعی کا ثبوت نہیں ہوتا بلکہ ہاتھ منہ دھونا مراد ہے اور کھانے کے بعد ہاتھ منہ دھونے سے ہمیں بھی انکار نہیں ہے لہٰذا پکی ہوئی چیزوں کا کھانا حدث نہیں ہو سکتا ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت ابوطلحہ، ابی بن کعب اور ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہم سے طحاوی میں ثبوت وضو کے سلسلہ میں روایات پیش کی گئی ہیں۔ اب یہاں سے ان حضرات کا فتویٰ پیش کیا جاتا ہے کہ حضرت انس فرماتے ہیں کہ جب میں عراق سے آیا تو ان حضرات کے ساتھ کھانے کا اتفاق ہوا تو میں کھانے کے بعد وضو کرنے لگا تو یہ لوگ آپس میں ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ انس رضی اللہ عنہ عراق سے ایک نیا حکم لے کر آیا ہے اور عراقی بن گیا ہے اور وضو کرنے پر حضرت انس رضی اللہ عنہ کو ڈانٹا فرمایا کہ آپ پاک چیزوں کی وجہ سے وضو کرتے ہیں یقیناً آپ یہ حکم عراق سے لے کر آئے ہیں تو اس مضمون سے یہ پتہ چلا کہ ان حضرات کا یہ فتویٰ روایت کے خلاف ہے اور جب راوی کا فتویٰ روایت کے خلاف ہو تو یہ روایت کے منسوخ ہونے پر دلیل ہوتی ہے۔ لہٰذا تسلیم کرنا ہوگا کہ ثبوت وضو کی روایات منسوخ ہیں۔ (ایضاح الطحاوی ج ۱ ص ۹۰)

❼ ھذا منسوخ بحدیث ابن عباس کی تشریح مع الدلائل: امام محمی السنہ کے قول کا مطلب یہ ہے کہ حدیث

Maktaba Tul Ishaat.com Scanned with CamScanner

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ توضؤا مما مست النار حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ ﷺ اکل کتف شاۃ ثم صلی ولم یتوضأ کے ذریعہ منسوخ ہے۔ اس پر اعتراض کیا گیا ہے کہ امام تحاوی رحمہ اللہ کا یہ قول درست نہیں ہے کیونکہ حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ (منسوخ) قولی ہے اور حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ (ناسخ) فعلی ہے اور قولی حدیث فعلی سے اقوی ہوتی ہے اور ضابطہ ہے کہ اقوی اضعف کے لئے ناسخ ہوتی ہے تو فعلی قولی کے لئے کیسے ناسخ ہو سکتی ہے۔

اسکا جواب یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو معلوم ہے کہ آپ ﷺ کا آخری فعل ترک وضوء مما مست النار ہے۔ آپ ﷺ کا یہ فعل دلیل ہے اس بات کی کہ یہاں کوئی قولی نص موجود ہے جو ناسخ ہے لہذا حقیقت میں قول کیلئے قول ہی ناسخ ہے نہ کہ فعل۔

❷ مذہب جمہور کی ترجیح:۔ جمہور محققین نے امام تحاوی رحمہ اللہ کے قول کو پسند نہیں کیا اسلئے کہ حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ میں تقدم و تاخر کی کوئی تصریح موجود نہیں ہے لہذا یہ احتمال ہے کہ حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بعد کی ہو اور یہ پہلے کی ہو اور اسکے برعکس کا بھی احتمال ہے نیز قولی اور فعلی میں تعارض کے وقت فعل میں خصوصیت کے شبہ کے پیش نظر قولی کو فعلی پر ترجیح ہوتی ہے اور اس جگہ حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ فعلی ہے نہ کہ قولی۔ لہذا مناسب یہ ہے کہ حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کیلئے ناسخ حدیث جابر رضی اللہ عنہ ہے جس میں مذکور ہے کہ کان آخر الفعلین او الامرین من رسول اللہ ﷺ ترک الوضوء مما مست النار اور فعلین سے مراد وضوء مما مست النار اور ترک وضوء مما مست النار ہے اور اس حدیث میں تقدم و تاخر کی تصریح ہے کہ ترک وضوء مما مست النار یہ متاخر ہے اور فعل وضوء مما مست النار مقدم ہے لہذا یہ حدیث جابر رضی اللہ عنہ حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے لئے ناسخ بنے گی۔

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۳۴ھ

السؤال الاول ..... عَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ وَضَّأْتُ النَّبِيَّ ﷺ فِيْ غَزْوَةِ تَبُوْكَ فَمَسَحَ أَعْلَى الْخُفِّ وَأَسْفَلَهٗ

اضبطي الحديث المبارك بالشكل وترجميه الى الأردية . هل يمسح اعلى الخف فقط؟ اذكري اختلاف الائمة مع دلائلهم . والجواب عن الحديث المذكور جوابًا شافيًا .(ص ۵۴، اردو) (خیر الفتاوی ج ۱ ص ۳۲۹)

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال کا حل چار امور ہیں (۱) حدیث پر اعراب (۲) حدیث کا ترجمہ (۳) موزوں پر مسح کے محل میں اختلاف مع الدلائل (۴) حدیث مذکور کا جواب۔

جواب ..... ❶ حدیث پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفًا۔

❷ حدیث کا ترجمہ:۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ میں نے تبوک کے غزوہ میں نبی کریم ﷺ کو وضوء کرایا۔ آپ ﷺ نے موزہ کے اوپر اور اس کے نیچے مسح کیا۔

❸ موزوں پر مسح کے محل میں اختلاف مع الدلائل:۔ امام ابو حنیفہؒ و امام احمدؒ کے ہاں مسح صرف ظاہر خف (اوپر) کرنا چاہیے باطن خف (نیچے والا حصہ) محل مسح نہیں ہے امام شافعیؒ و امام مالکؒ کے ہاں ظاہر و باطن دونوں پر مسح کرنا چاہیے پھر امام مالکؒ کے ہاں دونوں طرف مسح فرض ہے امام شافعیؒ کے ہاں اوپر فرض اور نیچے سنت ہے۔

حنفیہؒ و حنابلہؒ کے دلائل: ① عن المغيرة بن شعبة قال رأيت النبي ﷺ يمسح على الخفين على ظاهرهما (ابوداؤد، ترمذی) ② عن علي قال لو كان الدين بالرأي لكان اسفل الخف اولى بالمسح من اعلاه وقد

رأیت رسول اللہ ﷺ علی ظاهر خفیه (ابوداؤد) ② عن عمر ان النبی ﷺ امر بالمسح علی ظهر الخفین (مسند ابن ابی شیبہ رقمی) ③ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے مسح اعلاهما مسحة واحدة حتی انظر الی اصابع رسول اللہ ﷺ یمسح علی الخفین (ابن ابی شیبہ)

مالکیہ وشوافع کی دلیل: حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ نبی کریم ﷺ نے موزے کے اوپر اور موزے کے نیچے مسح کیا۔ (ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ)

① حدیث مذکور کا جواب:۔ حنفیہ کی طرف سے جواب یہ ہے کہ امام ترمذیؒ نے اس حدیث کو معلول، امام ابوداؤدؒ نے منقطع، ابوحاتم نے لیس بمحفوظ اور دارقطنی نے لایثبت کہا ہے۔

نیز ممکن ہے کہ آپ ﷺ نے مسح کرتے وقت بجائے بائیں ہاتھ سے پکڑا ہو جسے دیکھنے والے نے مسح سمجھ لیا۔

نیز اعلیٰ سے مراد پنڈلی اور اسفل سے مراد انگلیوں والا حصہ ہے۔ (الکوکب الدراری ص ۹۰ ج ۱، درس ترمذی ص ۳۳۲ ج ۱)

السؤال الرابع ..... عن جابر قال قال رسول اللہ ﷺ وهو یخطب اذا جاء احدکم یوم الجمعة والامام یخطب فلیرکع رکعتین ولیتجوز فیهما. (ص ۱۳۳ ج ۱ مدنی)

هل تجوز صلوة تحیة المسجد اثناء الخطبة ام لا ؟ اذکری مذاهب الأئمة مع دلائلهم. ماهو الجواب عن الحدیث المذکور؟ ذهب بعض اهل العلم الی ان الجمعة من فروض الکفایات ؟ هل هذا القول صحیح ؟ وماهو قول الجمهور فی ضوء الدلیل ؟

خلاصۂ سوال ..... اس سوال میں تین امور توجہ طلب ہیں (۱) خطبہ کے دوران تحیۃ المسجد پڑھنے میں اختلاف مع الدلائل (۲) حدیث مذکور کا جواب (۳) جمعہ کے فرض عین یا کفایہ ہونے کی وضاحت۔

الجواب ..... ① خطبہ کے دوران تحیۃ المسجد پڑھنے میں اختلاف مع الدلائل:۔ امام ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ کے نزدیک خطبۂ جمعہ کے دوران تحیۃ المسجد وغیرہ جائز نہیں ہے۔ جمہور صحابہ وتابعین رحمہم اللہ کا بھی یہی مسلک ہے۔

امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک خطبۂ جمعہ کے دوران آنے والا شخص تحیۃ المسجد پڑھ لے تو یہ مستحب ہے۔

حنفیہ ومالکیہ کے دلائل: ① آیت کریمہ واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا ہے کہ یہ استماع وانصات والا حکم خطبۂ جمعہ کے لئے بھی ہے اور امام شافعیؒ تو اس آیت کو خطبۂ جمعہ کے ساتھ ہی مخصوص مانتے ہیں۔ ② حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے من قال یوم الجمعة والامام یخطب انصت فقد لغا (ترمذی) اس حدیث میں آپ ﷺ نے دوران خطبہ امر بالمعروف جو کہ فرض ہے اس سے بھی منع فرمایا اور تحیۃ المسجد تو مستحب ہے یہ بطریق اولیٰ ممنوع ہوگی۔ ③ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی مرفوع حدیث ہے اذا دخل احدکم المسجد والامام علی المنبر فلا صلوٰة ولا کلام حتی یفرغ الامام (طبرانی)

④ صحاح ستہ ودیگر کتب حدیث میں موجود وہ تمام احادیث اور روایات ہیں کہ آپ ﷺ کے خطبہ کے دوران اور خلفاء راشدین کے خطبہ کے دوران صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تشریف لاتے تھے اور بغیر تحیۃ المسجد پڑھے بیٹھ جاتے تھے۔ آپ ﷺ اور خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم ان کو تحیۃ المسجد کا حکم نہ فرماتے تھے معلوم ہوا کہ دوران خطبہ تحیۃ المسجد پڑھنا صحیح نہیں ہے۔

Maktaba Tul Ishaat.com Scanned with CamScanner

امام شافعیؒ و امام احمدؒ کی دلیل یہی حدیث الباب ہے۔

② حدیث مذکور کا جواب:۔ یہ واقعہ خطبہ شروع کرنے سے پہلے کا ہے، اسکے متعدد قرائن و دلائل کتب حدیث میں موجود ہیں۔ مذہب حنفیہ (روایات نہی) متعدد وجوہ سے راجح ہے۔ ① محرم و مبیح میں تعارض ہو تو محرم کو ترجیح ہوتی ہے ② روایات نہی مؤید بالقرآن ہیں ③ روایات نہی مؤید بالاصول الکلیہ ہیں ④ روایات نہی مؤید بعامل الصحابہ والتابعین ہیں ⑤ روایات نہی پر عمل کرنے میں احتیاط ہے کیونکہ تحیۃ المسجد کسی کے نزدیک بھی واجب نہیں ہے۔ (درس ترمذی ج ۲ ص ۲۸۴)

③ جمعہ کے فرض عین یا کفایہ ہونے کی وضاحت:۔ بعض حضرات کے نزدیک جمعہ فرض کفایہ ہے البتہ جمہور ائمہؒ کے نزدیک نماز جمعہ فرض عین ہے اور شعائر اعظم میں سے ہے۔ نماز جمعہ کا منکر کافر اور بلا عذر اس کا تارک فاسق ہے۔

جمہور کے نزدیک اس کی فرضیت قرآن مجید، احادیث متواترہ اور اجماع امت سے ثابت ہے چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے **یاایھا الذین آمنوا اذا نودی للصلوٰۃ ..... الخ** اے ایمان والو! جب نماز جمعہ کے لئے اذان کہی جائے تو تم لوگ اللہ تعالیٰ کے ذکر کی طرف دوڑو۔ اس آیت میں ذکر اللہ سے مراد نماز جمعہ اور اس کا خطبہ ہے۔ اسی طرح احادیث مبارکہ سے بھی فرضیت معلوم ہوتی ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا **اعلموا ان اللہ فرض علیکم صلوٰۃ الجمعۃ** نیز ارشاد فرمایا **الجمعۃ واجب علی کل محتلم** نیز اس کے تارک کے متعلق آپ ﷺ نے سخت وعید بھی ارشاد فرمائی ہے۔

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۲۴ھ

المتن الاول ..... **عن بریدۃ قال کنت جالسا عند النبی ﷺ اذ اتتہ امرأۃ فقالت یارسول اللہ انی تصدقت علی اُمی بجاریۃ وانہا ماتت قال وجب اجرک وردھا علیک المیراث قالت یا رسول اللہ ان کان علیہا صوم شھر افا صوم عنہا قال صومی عنہا۔** (ص ۱۴۳ ابداریہ)

ترجمہ الحدیث الی الاردیۃ۔ ھل یصح الصوم عن الغیر مع ان الحدیث یدل علیہ۔ اذکری اختلاف الأئمۃ مع دلائلھم۔ والجواب عن الحدیث المذکور وھل یجوز ان یحج احد عن المیت؟

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال میں چار امور حل طلب ہیں (۱) حدیث کا ترجمہ (۲) صوم عن الغیر میں ائمہ کا اختلاف مع الدلائل (۳) حدیث مذکور کا جواب (۴) حج عن المیت کا حکم۔

الجواب ..... ① حدیث کا ترجمہ:۔ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نبی کریم ﷺ کے پاس بیٹھا ہوا تھا آپ ﷺ کے پاس ایک عورت آئی پس اس نے کہا اے اللہ کے رسول! میں نے اپنی والدہ کو ایک لونڈی بطور صدقہ دی تھی اور بے شک میری والدہ کا انتقال ہو گیا ہے آپ ﷺ نے فرمایا تیرا اجر ثابت ہو گیا ہے اور میراث نے اس لونڈی کو تیری طرف لوٹا دیا ہے۔ اس نے کہا اے اللہ کے رسول میری والدہ پر ایک ماہ کے روزے تھے کیا میں اس کی طرف سے روزے رکھوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا تو اس کی طرف سے روزے رکھ لے۔

② صوم عن الغیر میں ائمہ کا اختلاف مع الدلائل:۔ عبادات بدنیہ محضہ میں ائمہ کا اختلاف ہے امام احمدؒ و اسحاقؒ کے نزدیک عبادات بدنیہ مثلاً صوم و صلوٰۃ میں نیابت جاری ہوتی ہے اور جمہورؒ کے نزدیک خالص بدنی عبادات میں نیابت جاری نہیں ہوتی۔

جمہورؒ کی دلیل حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے **قال لا یصلی احد عن احد و لا یصوم احد عن احد**

Scanned with CamScanner

نیز صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا تعامل بھی اس کی تائید کرتا ہے کیونکہ کسی صحابی رضی اللہ عنہ سے منقول نہیں ہے کہ اس نے کسی میت کی طرف سے نماز پڑھی ہو یا روزہ رکھا ہو۔

امام احمدؒ امام اسحاقؒ کی دلیل وہ طویل حدیث ہے جس میں ایک صحابیہ رضی اللہ عنہا نے سوال کیا تھا **قلت یا رسول اللہ ﷺ کان علیها صوم شهر افاصوم عنها ؟ قال صومی عنها، قالت یا رسول اللہ انها لم تحج قط افاحج عنها ؟ قال نعم حجی عنها** اس سے استدلال کرتے ہوئے امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ عبادات بدنیہ میں بھی نیابت درست ہے۔

امام احمد بن حنبلؒ کی دوسری دلیل حدیث باب ہے کہ آپ ﷺ نے سائل کو فرمایا کہ تو اپنی والدہ کی نیابت میں روزہ رکھ لے تو معلوم ہوا کہ نیابت جائز ہے۔

جمہور کی طرف سے جواب یہ ہے کہ اوپر والی حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ کے ذریعہ یہ حدیث منسوخ ہے یا اس صحابیہ رضی اللہ عنہا کی خصوصیت ہے، یا مطلب یہ ہے کہ روزے اپنی طرف سے رکھو اور اس کا ثواب اپنی والدہ کو پہنچا دو۔ (درس ترمذی ج ۳ ص ۲۹)

② حدیث مذکور کا جواب:۔ پہلا جواب یہ ہے کہ **صومی عنها** کا اس جگہ حقیقی معنی مراد نہیں ہے بلکہ مقصد یہ ہے کہ **افعلی فعلاً یقوم مقام الصیام** یعنی تو ایسا کام کر جو روزے کے قائمقام ہو جائے اور وہ فدیہ ادا کرنا ہے۔

اس کا دوسرا جواب (ایصال ثواب) اوپر گزر چکا ہے۔

③ حج عن المیت کا حکم:۔ حنفیہؒ کے نزدیک نیابت کے متعلق اصول یہ ہے کہ جو عبادات محض مالی ہیں ان میں نیابت درست ہے اور جو عبادات محض بدنی ہیں ان میں نیابت درست نہیں ہے اور جو عبادات مالی و بدنی کا مجموعہ ہیں مثلاً حج بیت اللہ ان میں عند العجز نیابت درست ہے بلا عجز نیابت درست نہیں ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، قاسمؒ و ابراہیم نخعیؒ کے نزدیک حج میں نیابت درست ہی نہیں ہے۔

امام مالکؒ و لیثؒ کے نزدیک بھی حج میں نیابت درست نہیں ہے، البتہ اگر میت پر حج فرض تھا اور اس نے اوصیٰ کیا تو اس کی طرف سے حج کرنا درست ہے مگر یہ حج اسکے فریضہ کے قائم مقام نہ ہوگا اور اگر میت نے وصیت کی تھی تو پھر ثلث مال میں وصیت نافذ ہوگی۔

امام شافعیؒ کے نزدیک عند العجز نیابت فی الحج درست ہے اور اگر میت کے ذمہ حج فرض تھا اس کی حیثیت دین کی ہے اور ورثاء کے ذمہ بغیر وصیت حج کرانا لازم ہے خواہ اس حج پر کل مال خرچ ہو جائے۔

امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک عند العجز نیابت فی الحج درست ہے، اگر میت نے حج لازم ہونے کے بعد حج کرانے کی وصیت نہیں کی تو ورثاء کے ذمہ حج کرانا لازم نہیں ہے اور ترک وصیت کی وجہ سے میت گنہگار ہوگی البتہ اگر وصیت کے بغیر کسی نے از خود اس کی طرف سے حج کیا تو اللہ تعالیٰ سے امید یہی ہے کہ یہ حج اس سے کفایت کر جائے گا۔ اور اگر میت نے وصیت کی ہے تو ثلث مال سے حج کرانا ورثاء پر لازم ہے، اگر ثلث مال سے میت کے وطن سے حج کرانا ممکن نہ ہو تو قیاس کے مطابق وصیت باطل ہے اور اس ثلث میں بھی میراث جاری ہوگی لیکن استحساناً میت کو اس فریضہ سے سبکدوش کرنے کے لئے اس علاقہ سے کسی کو حج کروائیں گے جہاں سے ثلث مال حج کے لئے کافی ہو جائے۔ (درس ترمذی ج ۳ ص ۲۰۰)

الحدیث الثانی ..... **عن ابی هریرة قال قال رسول اللہ ﷺ الظهر یرکب بنفقته اذا کان مرهونا ولبن**

Maktaba Tul Ishaat.com Scanned with CamScanner

الدر يشرب بنفقته اذا كان مرهونا وعلى الذى يركب ويشرب نفقته .(ص ۲۵۰ ـ امدادیہ)

ترجمہ الحديث الى الأردية . هل يحل للمرتهن ان ينتفع من المرهون بشيئ ؟ اكتبى اقوال الفقهاء . استدلال الامام احمد بظاهر الحديث ، فما هو الجواب عن هذا الحديث ؟ (غیر اصحیح ص ۵۹۲)

خلاصۂ سوال ..... اس سوال میں تین امور مطلوب ہیں (۱) حدیث کا ترجمہ (۲) مرتہن کے لئے مرہونہ چیز سے منتفع ہونے میں فقہاء کے اقوال (۳) مذکورہ حدیث کا جواب۔

الجواب ..... ① حدیث کا ترجمہ :۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سواری کے جانور پر اس پر خرچ کرنے کے عوض سواری کی جا سکتی ہے جبکہ اسے رہن رکھا جائے اسی طرح شیر دار جانور کا دودھ اس پر خرچ کرنے کے بدلے پیا جا سکتا ہے جب وہ رہن رکھا جائے جو سوار ہوتا ہے اور دودھ پیتا ہے اس کے ذمہ خرچ ہے۔

② مرتہن کے لئے مرہونہ چیز سے منتفع ہونے میں فقہاء کے اقوال :۔ ائمہ ثلاثہ کے ہاں مرتہن کے لئے رہن سے انتفاع ناجائز ہے مرہون کے منافع راہن کے لئے ہیں اور اس کا خرچہ بھی راہن کے ذمہ ہے امام احمدؒ کے ہاں مرتہن کے لئے رہن سے نفع حاصل کرنا جائز ہے وہ مرہون پر خرچہ بھی کرے اور منتفع بھی ہو۔

جمہور کے دلائل: ① عن ابى هريرة مرفوعا يغلق الرهن من صاحبه الذى رهنه له غنمه وعليه غرمه

② حرمت ربوا کے دلائل مثلاً كل قرض جرّ نفعا فهو ربوا کی بناء پر مرتہن کیلئے انتفاع منع ہے کیونکہ یہ ربوا میں داخل ہے۔

امام احمدؒ کی دلیل: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث باب ہے گویہ مجمل ہے کہ وعلى الذى يركب ويشرب نفقته کا مصداق راہن ہے یا مرتہن مگر دوسری حدیث میں اس کی وضاحت ہے کہ اس کا مصداق مرتہن ہے اور وہ روایت یہ ہے عن الشعبى عن ابى هريرة ذكر ان النبى ﷺ قال اذا كانت الدابة مرهونة فعلى المرتهن علفها و لبن الدر يشرب وعلى الذى يشرب نفقتها ويركب ۔(طحاوی)

③ مذکورہ حدیث کا جواب :۔ امام طحاویؒ فرماتے ہیں کہ یہ حرمت ربوا سے قبل پر محمول ہے اور منسوخ ہے۔

نیز یہ دودھ پینا اور سواری کرنا نفقہ و خرچہ کے مقابل ہوگا لہٰذا مرتہن جتنا خرچہ کرے اتنی سواری کر لے یا اتنا ہی دودھ پی لے گویا یہ اجازت مطلق نہیں بلکہ مقدار نفقہ کے ساتھ مقید ہے کیونکہ حدیث میں انتفاع کو نفقہ کے ساتھ مربوط کیا گیا ہے۔

(المسائل والدلائل ص ۴۰۹، تقریر ترمذی ج ۱ ص ۱۵۱)

﴿الورقة الثانية : فى الحديث (مشکوۃ اوّل)﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ۱۴۳۵ھ

السؤال الاول ..... وَعَنِ الْمِقْدَادِ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ يَقُوْلُ لَا يَبْقَى عَلَى ظَهْرِ الْأَرْضِ بَيْتُ مَدَرٍ وَّلَا وَبَرٍ إِلَّا أَدْخَلَهُ اللهُ كَلِمَةَ الْإِسْلَامِ بِعِزِّ عَزِيْزٍ وَّذُلِّ ذَلِيْلٍ إِمَّا يُعِزُّهُمُ اللهُ فَيَجْعَلُهُمْ مِنْ أَهْلِهَا أَوْ يُذِلُّهُمْ فَيَدِيْنُوْنَ لَهَا قُلْتُ فَيَكُوْنُ الدِّيْنُ كُلُّهُ لِلّٰهِ رَوَاهُ أَحْمَدُ .(ص ۴۶۷ امدادیہ)

شكلى الحديث المبارك وترجميه الى الأردية . اشرحى الحديث شرحا كاملا . ما المراد ظهر

الأرض ؟ الخبر المذكور أخبره ﷺ وقع أم منتظر؟ (خیر الفتاح ج ۵ ص ۱۰۹)

﴿خلاصۂ سوال﴾..... اس سوال کا خلاصہ پانچ امور ہیں (۱) حدیث پر اعراب (۲) حدیث کا ترجمہ (۳) حدیث کی تشریح (۴) ظہر الارض کی مراد (۵) خبر مذکور کے وقوع کی وضاحت۔

﴿جواب﴾..... ❶ حدیث پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفًا۔

❷ حدیث کا ترجمہ:۔ حضرت مقداد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ زمین کی پیٹھ پر مٹی کا بنا ہوا کوئی گھر یا خیمہ باقی نہیں رہے گا مگر اللہ تعالیٰ اس میں کلمۂ اسلام کو داخل کر دیں گے۔ عزیز کو عزت دینے اور ذلیل کو ذلت دینے کے ساتھ یا اللہ ان کو عزت دے گا اس کلمہ کا اہل کر کے یا ان کو ذلیل کرے گا پس وہ اس کے فرمانبردار ہو جائیں گے تو میں نے کہا کہ پھر تو سارا دین اللہ کے لئے ہو جائے گا۔

❸ حدیث کی تشریح:۔ حدیث کا حاصل یہ ہے کہ کلمۂ توحید و کلمۂ اسلام روئے زمین پر موجود ہر کچے و پکے گھر یعنی ہر شہر و دیہات، صحراء و بستی، جنگل و منگل تک پہنچے گا۔ عزیز کو عزت دینے کے ساتھ یعنی جو لوگ اس کو خوشی سے قبول کریں گے ان کو عزت سے نوازا جائے گا وہ اس کلمہ کی وجہ سے عزت سے سرفراز ہوں گے اور جو لوگ اس کو خوشی سے قبول نہیں کریں گے وہ ذلیل و خوار ہوں گے ذلت و رسوائی ان کا مقدر ہوگی، جزیہ دینے کی صورت میں ان کو اسلام کی ماتحتی میں ذلت کے ساتھ زندگی بسر کرنا ہوگی۔

❹ ظہر الارض کی مراد:۔ اگر الارض میں الف لام عہد خارجی کا ہو تو پھر اس سے سرزمین عرب مراد ہے اور اگر الف لام استغراقی ہو تو پھر پوری روئے زمین مراد ہے۔

❺ خبر مذکور کے وقوع کی وضاحت:۔ اگر اس سے مراد احتمال اول یعنی جزیرۂ عرب و سرزمین عرب ہو تو پھر یہ پیشین گوئی خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے دور میں پوری ہو چکی ہے اور اگر اس سے مراد احتمال ثانی یعنی پوری روئے زمین ہو تو پھر یہ پیشین گوئی امام مہدی علیہ الرضوان کے زمانہ میں پوری ہوگی۔

﴿السؤال الثانی﴾..... عن عائشة قالت قال رسول الله ﷺ من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو رد. متفق عليه.

وعن جابر قال قال رسول الله ﷺ أما بعد فإن خير الحديث كتاب الله وخير الهدى هدى محمد ﷺ وشر الأمور محدثاتها وكل بدعة ضلالة. (ص ۲۷ ج ۱)

ترجمي الحديث الى الأردية ترجمة واضحة. أكتبي معاني الألفاظ التي فوقها خط. بيّني المراد "متفق عليه". أكتبي معنى البدعة لغةً و شرعًا واذكري أقسام البدعة. (خیر الفتاح ج ۱ ص ۲۷)

﴿خلاصۂ سوال﴾..... اس سوال کا حل چار امور ہیں (۱) حدیث کا ترجمہ (۲) الفاظ مخطوط کے معانی (۳) متفق علیہ کی مراد (۴) بدعت کا لغوی و شرعی معنی اور اقسام۔

﴿جواب﴾..... ❶ حدیث کا ترجمہ:۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے ہمارے دین میں کوئی بات یا چیز ایجاد کی جو اس میں نہ تھی تو وہ مردود ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "اما بعد" (حمد و ثناء کے بعد) بے شک بہترین بات اللہ تعالیٰ کی

Maktaba Tul Ishaat.com Scanned with CamScanner

کتاب ہے اور بہترین راستہ (بہترین سیرت) آپ ﷺ کا راستہ (سیرت) ہے اور بدترین چیز نئی ایجاد شدہ ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

❷ الفاظ مخطوطہ کے معانی:۔ "اَمَّا بَعْدُ" اس کا لغوی معنی تم کرنا ہے اور اس سے مراد دین اسلام ہے۔

"اَلْهَدْیُ" اس کا معنی راستہ، طریقہ اور سیرت ہے۔ "مُحْدَثٌ" یہ احداث سے اسم مفعول کا صیغہ ہے بمعنی نئی ایجاد۔

❸ متفق علیہ کی مراد:۔ متفق علیہ سے مراد وہ حدیث ہے جس کے مفہوم کی ایک ہی راوی سے تخریج پر امام بخاریؒ و امام مسلمؒ نے اتفاق کیا ہو اگرچہ الفاظ حدیث میں کچھ معمولی فرق بھی ہو۔

❹ بدعت کا لغوی و شرعی معنی اور اقسام:۔ بدعت لغت میں نئی چیز کو کہتے ہیں اور اصطلاح میں بدعت دین کے اندر اُس نئے کام کو کہتے ہیں جس کی دور نبوی ﷺ اور دور خلفائے راشدین ؓ میں دلیل و مثال نہ ہو اور اُسے دین سمجھ کر کیا جائے۔ پس کسی کام کے بدعت ہونے کے لئے دو باتوں کا ہونا ضروری ہے ① اس کام کے دین میں سے ہونے پر کوئی دلیل شرعی قائم نہ ہو ② اس کام کو دین سمجھ کر کیا جائے جس کام میں یہ دونوں باتیں موجود ہوں گی وہ کام بدعت کہلائے گا۔

بدعت کی دو طرح اقسام بیان کی جاتی ہیں۔ ① لغوی و شرعی بدعت۔ لغوی بدعت ہر اُس نئی ایجاد کو کہتے ہیں جو آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد پیدا ہو، عام ازیں کہ وہ عبادت ہو یا عادت ہو۔ اس کی پانچ اقسام ہیں۔ واجب، مندوب، مباح، مکروہ و حرام۔ شرعی بدعت وہ ہے جو قرون ثلاثہ کے بعد پیدا ہوئی ہو اور اس پر قولاً فعلاً صراحۃً و اشارۃً کسی طرح بھی شارع کی طرف سے اجازت موجود نہ ہو اس بدعت کو بدعت ضلالہ، بدعت قبیحہ اور بدعت سیئہ کہتے ہیں۔ (راہ سنت)

② بدعت مکفرہ و بدعت ملتقطہ۔ بدعت مکفرہ اس بدعت کو کہتے ہیں جس سے کفر لازم آئے مثلاً حضرت علی ؓ کی ذات میں حلول الوہیت کا عقیدہ رکھنا۔ بدعت ملتقطہ وہ بدعت ہے جس سے فسق و فجور لازم آئے مثلاً آج کل کی عمومی بدعات۔ (مرقاۃ المفاتیح ص ۳۵)

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۳۵ھ

السؤال الاول ..... عن ابی هريرة قال قال رسول الله ﷺ لولا ان اشق على امتی لأمرتهم بتاخير العشاء وبالسواك عند كل صلوة۔ (ص ۳۳ ج ۱ ط ایچ ایم سعید)

ترجمی الحدیث واذکری فوائد السواك۔ أذكري مذاهب الأئمة الكرام في السواك هل هو من سنن الوضوء أم من سنن الصلوٰة؟ أنكري أدلة الأئمة الكرام والجواب عن أدلة خصوم الحنفية (خیر الوشیح ص ۳۸)

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال کا حل چار امور ہیں (۱) حدیث کا ترجمہ (۲) مسواک کے فوائد (۳) مسواک کے سنت وضو یا سنت نماز ہونے میں اختلاف مع الدلائل (۴) حنفیہ کے مخالف دلائل کا جواب۔

جواب ..... ❶ حدیث کا ترجمہ:۔ حضرت ابو ہریرہ ؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر مجھے اپنی امت پر مشقت کا خوف و اندیشہ نہ ہوتا تو البتہ میں ان کو نماز عشاء کو مؤخر کرنے اور ہر نماز کے وقت مسواک کرنے کا حکم دیتا۔

❷ مسواک کے فوائد:۔ معدہ درست رہتا ہے، جراثیم کی بیماریوں سے حفاظت رہتی ہے، بینائی تیز ہوتی ہے، منہ کو پاکیزگی حاصل ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہوتی ہے، نماز کا ثواب ستائیس گنا تک بڑھ جاتا ہے، موت کے وقت کلمہ شہادت نصیب ہوتا ہے۔

❸ مسواک کے سنت وضو یا سنت نماز ہونے میں اختلاف مع الدلائل:۔ علامہ نووی نے مسواک کے سنت ہونے پر

Scanned with CamScanner

امت کا اجماع نقل کیا ہے، صرف داؤد ظاہری سے وجوب کا قول منقول ہے۔ البتہ جمہور کا اس بات میں اختلاف ہے کہ مسواک وضوء کی سنت ہے یا نماز کی سنت ہے، امام شافعی کے نزدیک مسواک نماز کی سنت ہے، حنفیہ کے نزدیک مسواک وضوء کی سنت ہے۔ (درس ترمذی)

حنفیہ کے دلائل: ① عن عائشة مرفوعا لولا ان اشق علی امتی لامرتهم بالسواك مع الوضوء عند كل صلوة ② عن ابی هريرة ان رسول الله ﷺ قال لولا ان اشق علی امتی لفرضت عليهم السواك مع الوضو ③ کسی حدیث سے یہ بات ثابت نہیں ہے کہ آپ ﷺ، خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم یا دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تکبیر تحریمہ سے متصل مسواک کرتے تھے۔

شوافع کے دلائل: ① حضرت زید رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے قال سمعت رسول الله ﷺ يقول لولا ان اشق علی امتی لامرتهم بالسواك عند كل صلوة۔ ② حضرت زید رضی اللہ عنہ کا عمل ہے کہ جس وقت وہ نماز کے لئے تشریف لاتے تو مسواک ان کے کان پر کاتب کے قلم کی جگہ پر ہوتی تھی، پھر جب وہ نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو پہلے مسواک کرتے اور پھر مسواک کو اپنی جگہ رکھنے کے بعد نماز پڑھتے تھے، معلوم ہوا کہ مسواک نماز کی سنت ہے۔

② حنفیہ کے مخالف دلائل کا جواب:۔ حنفیہ کی طرف سے پہلی حدیث کا جواب یہ ہے کہ ہماری دلیل والی احادیث کے قرینہ سے یہاں مضاف محذوف ہے، اصل عبارت ہے عند وضوء كل صلوة۔

دوسری دلیل کا جواب یہ ہے کہ یہ حضرت زید رضی اللہ عنہ کا تفرد ہے جو آپ ﷺ اور خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کے عمل کے مقابلہ میں حجت نہیں۔

ترجیحات: ① صلوۃ کی روایات میں عند کا لفظ ہے جو حقیقی مقارنت پر دلالت نہیں کرتا جبکہ وضوء کی بعض روایات میں مع کا لفظ ہے جو حقیقی مقارنت پر دلالت کرتا ہے۔ ② ارشاد نبوی ﷺ ہے السواك مطهرة للفم جب یہ منہ کی طہارت کا ذریعہ ہے تو اس کو بھی دیگر اعضاء کی طہارت کی طرح وضوء میں ہی ہونا چاہیے۔ ③ بعض اوقات نماز کے وقت مسواک کی وجہ سے خون نکلنے کا احتمال ہے، وہ اگرچہ عند الشوافع ناقض وضو نہیں ہے مگر کپڑوں وغیرہ پر لگنے کی صورت میں بالکل معافی کی گنجائش نہیں ہے اسلئے مناسب یہ ہے کہ مسواک وضوء کی سنت ہی ہو نہ کہ نماز کی۔ پس ان وجوہ کی وجہ سے حنفیہ کا مذہب راجح ہے۔ (درس ترمذی ج ۱ ص ۲۲۳)

السؤال الثالث ..... عن ابی هريرة قال قال رسول الله ﷺ إِذَا شَرِبَ الْكَلْبُ فِي إِنَاءِ أَحَدِكُمْ فَلْيَغْسِلْهُ سَبْعَ مَرَّاتٍ. (ص ۵۰ امدادیہ)

شكلي الحديث وترجمه الى الأردية . بيّني مذاهب الأئمة المتبوعين في مسئلة سور الكلب واذكري اختلافهم في عدد غسل الاناء مع أدلتهم . والجواب عن أدلة خصوم الحنفية. (خیر الوشاح ج ۱ ص ۳۵)

خلاصۂ سوال ..... اس سوال میں پانچ امور توجہ طلب ہیں (۱) حدیث پر اعراب (۲) حدیث کا ترجمہ (۳) سور کلب میں ائمہ کے مذاہب (۴) کتے کے جوٹھے برتن کے طریقہ تطہیر میں اختلاف مع الدلائل (۵) حنفیہ کے مخالف دلائل کا جواب۔

الجواب ..... ① حدیث پر اعراب:۔ كما مرّ في السوال آنفًا۔

② حدیث کا ترجمہ:۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب کتا تم میں سے کسی کے برتن میں منہ ڈال دے تو اس کو چاہیے کہ اس برتن کو سات مرتبہ دھوئے۔

③ سور کلب میں ائمہ کے مذاہب:۔ جمہور ائمہ ثلاثہ رحمہم اللہ کے ہاں سور کلب ناپاک ہے امام مالک رحمہ اللہ کے مشہور قول

Maktaba Tul Ishaat.com Scanned with CamScanner

میں ولوغ کلب سے برتن ناپاک نہیں ہوتا البتہ سات مرتبہ دھونے کا حکم تعبدی ہے۔

ائمہ ثلاثہ کی دلیل حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے جو کہ ان الفاظ سے مروی ہے قال رسول اللہ ﷺ طهور اناء احدكم اذا ولغ فيه الكلب ان يغسله سبع مرات یہ حدیث معمولی لفظی اختلاف سے صحاح ستہ میں مذکور ہے اور دوسری دلیل بھی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے ان رسول الله ﷺ قال اذا شرب الكلب في اناء احدكم فليغسله سبع مرات او سبعا (بخاری) مسلم کے الفاظ یہ ہیں فليهرقه ثم ليغسله سبع مرات اگر پانی پاک ہوتا تو گرانے اور ضائع کرنے کا حکم نہ ہوتا کیونکہ یہ اسراف ہے جو کہ ممنوع ہے بالخصوص عرب میں اس وقت پانی کی قلت تھی۔

امام مالک کی دلیل عن ابن عمر قال كانت الكلاب تقبل وتدبر في المسجد في زمان رسول الله ﷺ فلم يكونوا يرشون شيئا من ذلك ظاہر ہے کہ منہ کھول کر چلتا ہے تو اس کے آنے جانے میں لعاب گرتا ہوگا اگر لعاب ناپاک ہوتا تو مسجد کو دھونے کا حکم ہوتا جب لعاب ناپاک نہیں تو اس کا جوٹھا بھی ناپاک نہیں۔

ائمہ ثلاثہ کی طرف سے اس کا جواب یہ ہے غیر مرئی نجاست کے خشک ہونے سے زمین پاک ہو جاتی ہے نیز ایک روایت میں تقبل وتدبر کے ساتھ تبول کا اضافہ بھی ہے جو کہ خود مالکیہ کے نزدیک بھی ناپاک ہے (بول كلب)۔

❻ کتے کے جوٹھے برتن کے طریقہ تطہیر میں اختلاف مع الدلائل:۔ امام ابوحنیفہؒ کے ہاں سور کلب میں برتن کی تطہیر کیلئے مثلثہ (تین مرتبہ) غسل واجب ہے اور ائمہ ثلاثہؒ کے ہاں تسبیع (سات مرتبہ) غسل ضروری ہے جبکہ امام مالکؒ سور کلب کے پاک ہونے کے قائل ہیں مگر غسل کو امر تعبدی تصور کرتے ہیں۔

امام ابوحنیفہ کی دلیل: عام نجاسات اور اغلظ ترین نجاسات مثلاً کتے خنزیر کا پیشاب اور انسانی بول و براز کی تطہیر کا طریقہ مثلثہ غسل ہونا معروف اور مرفوع احادیث سے ماخوذ ہے مثلاً حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث قال رسول الله ﷺ اذا استيقظ احدكم..... فلا يغمس يده في الاناء حتى يغسلها ثلاث مرات اسی طرح دوسری حدیث جس کے آخر میں ہے فليهرقه وليغسله ثلاث مرات ان دونوں کا حاصل یہی ہے کہ برتن کو تین مرتبہ دھویا جائے گا۔ جب الغاظ نجاسات میں برتن مثلثہ غسل سے پاک ہو جاتا ہے تو ولوغ کلب میں بطریق اولی پاک ہو جائے گا۔

ائمہ ثلاثہ کی دلیل مذکورہ حدیث الباب ہے جس میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب کتا برتن میں منہ ڈال دے تو اس کو سات مرتبہ دھویا جائے گا۔

❼ حنفیہ کے مخالف دلائل کا جواب:۔ یہ حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی دوسری حدیث کے مقابلہ میں مرجوح بلکہ منسوخ ہے۔ قرینہ نسخ بھی حدیث ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ ابتداء پر محمول ہے جب کتوں کے بارے میں شدید احکام تھے یہاں تک کہ ان کو قتل کرنے کا حکم تھا جو کہ بعد میں منسوخ ہو گیا، تو تشدید کے ایام میں تسبیع کا حکم تھا پھر تخفیف ہوئی قتل بھی منسوخ ہوا اور تسبیع کا حکم بھی منسوخ ہو گیا اور مثلثہ والا حکم آخری حکم قرار دیا گیا۔

حنفیہ کا مذہب راجح ہے۔ وجہ ترجیح کا حاصل یہ ہے کہ ائمہ ثلاثہ کی حدیث میں تسبیع میں اس لفظ سے بہت اختلاف ہے کہ بعض روایات میں اولاهن بالتراب آیا ہے اور ترمذی کی روایت میں یہ الفاظ ہیں اولاهن او اخراهن بالتراب اور بعض میں

السابعة بالتراب اور بعض میں والثامنة عفّروا في التراب ہے بہرحال اختلاف روایات کی وجہ سے تطبیق دینا ضروری ہے اور تسبیح والے حکم کو وجوب پر محمول کرنے کے بعد تطبیق پیدا کرنا تکلف سے خالی نہیں البتہ اگر تسبیح والے حکم کو استحباب پر محمول کیا جائے تو بغیر کسی تکلف کے ان کے درمیان تطبیق ہو سکتی ہے کہ ان میں سے ہر طریقہ جائز ہے۔

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۳۵ھ

السوال الاول ..... عن ابن عباس قال سجد النبی ﷺ بالنجم وسجدمعه المسلمون والمشركون والجن والانس. (ص ۹۳ ج ۱ امدادیہ)

هل قصة الغرانيق صحيحة أم لا؟ انكرى دليلا على ماتختارين. بيّني اختلاف الأئمة المتبوعين في عدد سجود التلاوة. أنكرى اختلاف الأئمة في حكم سجود التلاوة هل هي واجبة أم سنة وانكرى أدلة الأئمة. (خیر الوشی ج ۱ ص ۲۰۰)

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال میں تین امور حل طلب ہیں (۱) قصۂ غرانیق کے صحیح یا غلط ہونے کی وضاحت (۲) سجدۂ تلاوت کی تعداد میں اختلاف (۳) سجدۂ تلاوت کا حکم مع الدلائل۔

الجواب ..... ① قصۂ غرانیق کے صحیح یا غلط ہونے کی وضاحت:۔ قصۂ غرانیق کے صحیح یا غلط ہونے کی وضاحت سے قبل یہ قصہ ذہن نشین کرلیں۔ ایک مرتبہ آپ ﷺ سورۂ والنجم کی تلاوت فرما رہے تھے جس وقت آپ ﷺ افرأيتم اللات والعزى ومناة الثالثة الاخرى پر پہنچے تو آپ ﷺ کی زبان سے یہ الفاظ ادا ہوئے تلك الغرانيق العلى وان شفاعتهن لترتجى جب مشرکین نے یہ کلمات سنے تو وہ بہت خوش ہوئے کہ آج محمد ﷺ نے ہمارے معبودوں کی تعریف کی ہے بعد میں حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے اور انہوں نے کہا کہ یہ دو جملے شیطان نے ملا دیئے ہیں اس پر آپ ﷺ بہت مغموم ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی تسلی واطمینان کیلئے سورۂ حج کی آیت وما ارسلنا من قبلك من رسول ولا نبي الا اذا تمنّى القى الشيطان في امنيته نازل فرمائی کہ آپ ﷺ سے پہلے انبیاء علیہم السلام کیساتھ بھی ایسا ہوتا رہا ہے اس لئے آپ پریشان نہ ہوں۔

یہ قصہ کئی مفسرین اور محدثین نے نقل کیا ہے اکثر حضرات نے اس قصہ کو بالکل غلط اور موضوع قرار دیا ہے۔

بعض حضرات اس واقعہ کی درستگی کے قائل ہیں تو اس صورت میں اشکال ہوگا کہ شیطان کو آپ ﷺ کی زبان پر کیسے قدرت ہوئی کہ اس نے آپ ﷺ کی زبان سے یہ شرکیہ الفاظ القاء کرائے بلکہ اگر اسکو درست تسلیم کریں تو پھر پورا دین مشکوک ہو جائیگا۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس اشکال کے سات جوابات تحریر کئے ہیں جن میں سے چند یہ ہیں۔

① مشرکین جب اپنے معبودوں کا ذکر کرتے تو مذکورہ الفاظ کہتے اور آپ ﷺ نے ان سے یہ الفاظ کئی بار سنے تھے اس لئے آپ ﷺ کی زبان پر ان کے معبودوں کے ذکر کے وقت وہ الفاظ سبقاً جاری ہو گئے ② جب آپ ﷺ تلاوت کرتے ہوئے اس مقام پر پہنچے تو مشرکین میں سے کسی نے یہ الفاظ کہہ دیئے اور آیت میں شیطان کی طرف نسبت اس لئے کی گئی کہ اس نے یہ الفاظ شیطان کے القاء سے کہے تھے ③ الغرانيق سے مراد فرشتے ہیں، مشرکین کے معبود مراد نہیں ہیں مگر جب مشرکین نے اس کو اپنے اصنام پر محمول کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان دونوں جملوں کو منسوخ کر کے اپنی آیات کو مستحکم و پختہ کر دیا ④ رسول اللہ ﷺ نے ومناة الثالثة الاخرى پر وقف کیا تو شیطان نے اس درمیان یہ الفاظ کہہ دیئے مگر سمجھا یہ گیا کہ آپ ﷺ نے یہ الفاظ کہے ہیں۔

Maktaba Tul Ishaat.com Scanned with CamScanner

قاضی عیاض ابن العربی نے اس توجیہ کو پسندیدہ قرار دیا، حافظ ابن حجر نے بھی اسی کو راجح قرار دیا، یہ توجیہات قاضی عیاض نے کی ہیں، قاضی عیاض اس قصہ کو درست نہیں مانتے ہیں لیکن یہ توجیہات انہوں نے روایت کو علی سبیل الفرض والتقدیر ثابت ماننے کے بعد نقل کی ہیں۔

لیکن جس توجیہ کو حافظ ابن حجر نے راجح قرار دیا وہ ان روایات کا جواب نہیں بن سکتی ہے جن میں اس بات کی صراحت کی گئی ہے کہ مذکورہ الفاظ شیطان نے آپ ﷺ کی زبان مبارک سے ادا کرائے۔

حقیقت یہ ہے کہ مذکورہ قصہ موضوع من گھڑت اور غلط ہے اور اس کے غلط ہونے پر کئی شہادتیں ہیں۔

① جن روایات میں یہ قصہ مذکور ہے ان سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ۵ نبوی کا واقعہ ہے اور سورۂ حج کی مذکورہ آیت راجح میں نازل ہوئی ہے اس طرح اس قصہ کے وقوع اور سورۂ حج کی مذکورہ آیت کے نزول کے درمیان نو سال کا فاصلہ ہے، یہ نو سال کا فاصلہ خود اس بات کا قرینہ ہے کہ مذکورہ آیت کا اس قصہ سے کوئی تعلق نہیں ہے کیونکہ ہر آدمی یہ بات بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ ایسا کوئی واقعہ اگر حقیقتاً پیش آیا ہوتا اور رسول اللہ ﷺ کو اس کے وقوع سے پریشانی ہوئی ہوتی تو اس پریشانی کو ختم کرنے اور آپ ﷺ کی تسلی کیلئے اللہ عزوجل شانہٗ نو سال بعد آیت نازل نہ فرماتے بلکہ جلد کوئی وحی آجاتی ② ان روایات میں ہے کہ مشرکین نے بھی سورۃ کے اختتام پر مسلمانوں کے ساتھ سجدہ کیا کیونکہ ان کے معبودوں کا ذکر آگیا تھا، فرض کرلیں کہ یہ کلمات آپ ﷺ کی زبان سے ادا بھی ہوئے مگر ان کے آگے ان آیات پر بھی تو غور کریں **الکم الذکر وله الانثی تلك اذا قسمة ضیزیٰ ان هی الا اسماء سمیتموها انتم وابآؤکم ماانزل الله بها من سلطان ان یتبعون الا الظن وماتهوی الانفس، ولقد جاء هم من ربهم الهدیٰ** سورۂ نجم کے آخر تک کا مضمون ان فقروں کے خلاف ہے، اب یہ بات کس طرح تسلیم کی جاسکتی ہے کہ مشرکین نے اسلئے سجدہ کیا کہ آپ ﷺ کی زبان سے انکے معبودوں کے حق میں تعریفی فقرے نکل گئے تھے بلکہ مشرکین جو اسلام کی ہر چیز کو تنقید کی نظر سے دیکھنے کے عادی تھے انکو تو قرآن کی اس تضاد بیانی پر اشکال کرنا چاہیے تھا کہ ایک طرف انکے معبودوں کی تعریف ہورہی ہے اور دوسری طرف پھر ان کی تردید بڑے زور وشور سے ہورہی ہے ③ یہ واقعہ دوسری نصوص سے متعارض ہے، اس میں ہے کہ شیطان نے آکر آپ ﷺ کی زبان سے یہ الفاظ نقل کرائے حالانکہ قرآن کے متعلق ارشاد ہے **لا یاتیه الباطل من بین یدیه ولا من خلفه تنزیل من حکیم حمید** اور آپ ﷺ کے متعلق فرمایا **وماینطق عن الهویٰ، ان هو الا وحی یوحیٰ**۔

علامہ آلوسی رحمہ اللہ نے روح المعانی میں اس قصہ کے عدم صحت کی سات دلیلیں بیان کی ہیں اور تفصیل کے ساتھ اس کو رد کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔ "یہ بات مان لینا بہت آسان ہے کہ خود اس روایت کے راویوں کی زبان پر شیطان نے یہ الفاظ بات جاری کرائی، بہ نسبت اسکے کہ یہ مان لیا جائے کہ یہ الفاظ شیطان نے رسول اللہ ﷺ کی زبان پر القاء کرائے اور پھر اللہ جل شانہٗ نے انکو منسوخ کیا"

البتہ یہ اشکال باقی رہ جاتا ہے کہ جب اس قصہ کی کوئی حقیقت نہیں ہے تو پھر اتنی بڑی بات اتنے راویوں کے ذریعے کیسے مشہور ہوگئی جبکہ ان میں بعض نامور بزرگ اور مشہور محدث بھی ہیں؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اصل قصہ حدیث کی معتبر کتابوں میں موجود ہے، بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی اور مسند احمد میں اصل واقعہ اس طرح ہے کہ نبی کریم ﷺ نے سورۂ نجم تلاوت فرمائی، آخر میں جب آپ ﷺ نے سجدہ کیا تو مسلمانوں اور مشرکین سب نے آپ ﷺ کے ساتھ سجدہ کیا چنانچہ سورۂ نجم کی تفسیر میں امام بخاریؒ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے جس کے

Scanned with CamScanner

الفاظ ہیں سجد النبی ﷺ بالنجم وسجد معه المسلمون والمشركون والجن والانس۔

ظاہر ہے قرآن کریم کی اپنی ایک تاثیر ہے، پھر رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک سے ملیمانہ انداز سے اس کی ادائیگی نے سب پر ایک وجد کی سی حالت طاری کر دی اور پورا مجمع سجدے میں گر گیا بہت ممکن ہے کہ بعد میں مشرکین میں کچھ لوگ اپنے اس وقتی تاثر پر پشیمان ہوئے ہوں اور انہوں نے یہ بے پر کی اڑا دی ہو کہ ہم نے تو محمد ﷺ کی زبان سے یہ فقرہ سنا تھا اس لئے ہم بھی ان کے ساتھ سجدے میں گر گئے اس طرح بعض ثقہ راوی بھی اس غلط روایت میں مبتلا ہو گئے اور قصہ اپنی اصلی صورت کی بجائے دوسرے انداز میں بیان ہونے لگا (واللہ اعلم بالصواب)

مشرکین کے سجدہ کرنے کی وجہ شاہ ولی اللہؒ نے بیان کی ہے کہ آیت نجم کی تلاوت کے وقت اللہ تعالیٰ کی تجلی قہری نمودار ہوئی تھی اس کی وجہ سے مشرکین بے اختیار سجدے میں چلے گئے تھے۔ (کشف الباری کتاب التفسیر ص ۲۲۲ ج ۳)

❶ **سجدۂ تلاوت کی تعداد میں اختلاف:۔** احنافؒ کے نزدیک سجدۂ تلاوت کی تعداد چودہ ہے جن میں سورۂ ص کا سجدہ ہے اور سورۂ حج کا دوسرا سجدہ نہیں ہے۔

شوافعؒ کے نزدیک بھی چودہ سجدے ہیں البتہ سورۂ ص کا سجدہ نہیں ہے اور سورۂ حج کے دونوں سجدے ہیں۔

مالکیہؒ کے نزدیک گیارہ سجدے ہیں ان کے نزدیک مفصلات کے تین سجدے اور سورۂ حج کا دوسرا سجدہ نہیں ہے۔

حنابلہؒ کے نزدیک پندرہ سجدے ہیں سورۂ حج کے دونوں سجدے سورۂ ص کا سجدہ اور مفصلات کے سجدے سب شامل ہیں۔

❷ **سجدۂ تلاوت کا حکم مع الدلائل:۔** ائمہ ثلاثہؒ کے ہاں سجدۂ قرآن سنت ہیں۔ احنافؒ کے نزدیک واجب ہیں۔

ائمہ ثلاثہؒ کی پہلی دلیل فصل اول کی چوتھی روایت حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی آئی ہے قرأت على رسول الله ﷺ النجم فلم يسجد فيها۔

دوسری دلیل ترمذی شریف میں باب ماجاء من لم يسجد فيه میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہے کہ ایک دن جمعہ کے خطبہ میں آیت سجدہ تلاوت کی پھر منبر سے اتر کر سجدہ کیا پھر دوسرے جمعہ میں آیت سجدہ پڑھی فتهيأ الناس للسجود فقال انها لم تكتب علينا کہ لوگوں نے سجدہ کرنے کا ارادہ کیا فرمایا کہ ہمارے اوپر فرض نہیں الا ان نشاء فلم يسجد ولم يسجدوا کے الفاظ ہیں۔

احناف کی پہلی دلیل یہ ہے کہ سجدۂ تلاوت پورے قرآن میں تین قسم کی آیات میں ہے۔ ① بعض آیات میں صیغہ امر کے ساتھ وارد ہوا ہے ② بعض آیات میں انبیاء علیہم السلام کے سجدہ کا تذکرہ ہے ③ بعض آیات میں کفار کے سجدہ کا انکار کرنے کی وجہ سے ان کی مخالفت کرنے کی وجہ سے سجدہ ہے۔ جہاں تک پہلی قسم کا تعلق ہے وہ وجوب کے لئے ہے کیونکہ الامر للوجوب اور دوسری قسم انبیاء کے سجدہ کا تذکرہ ہے تو ان کی اقتداء بھی ضروری ہے۔ تیسری قسم کفار کی مخالفت میں یہ بھی واجب ہے۔

باقی جن روایات میں سجدہ نہیں کیا اس کے مختلف جوابات ہیں۔

پہلی دلیل کا جواب یہ ہے کہ ہمارے نزدیک سجدہ علی الفور واجب نہیں، ہو سکتا بعد میں کیا ہو، یہاں نفی علی الفور کی ہے۔

دوسری دلیل کا جواب یہ ہے کہ ایک جمعہ میں سجدہ تعلیماً کیا جبکہ دوسرے جمعہ میں وضاحت فرما دی کہ سجدہ علی الفور واجب نہیں یا اس میں یہ احتمال ہے کہ لم تكتب علينا بهيئة الجماعة کہ ہم پر اجتماعی طور پر سجدۂ تلاوت فرض نہیں۔

Maktaba Tul Ishaat.com Scanned with CamScanner

السوال الثالث..... عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ "كُلُّ شَيْءٍ بِقَدَرٍ حَتَّى الْعَجْزُ وَالْكَيْسُ" وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَدُ اللّٰهِ مَلْأٰى لَا تَغِيْضُهَا نَفَقَةٌ سَحَّاءُ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ اَرَاَيْتُمْ مَا اَنْفَقَ مُنْذُ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ؟ فَاِنَّهُ لَمْ يَغِضْ مَا فِيْ يَدِهٖ وَكَانَ عَرْشُهٗ عَلَى الْمَاءِ وَبِيَدِهِ الْمِيْزَانُ يَخْفِضُ وَيَرْفَعُ. متفق علیہ

شكّلي الحديثين وترجميهما. وضّحي التقابل بين العجز والكيس وما المراد بالخفض والرفع. اذكري مراتب التقدير وبيّني الفرق بين الخلق والكسب. (ص ۱۹، ۲۰ امدادیہ)

﴿خلاصۂ سوال﴾..... اس سوال کا حل چھ امور ہیں (۱) احادیث پر اعراب (۲) احادیث کا ترجمہ (۳) عجز وکیس میں تقابل (۴) خفض ورفع کی مراد (۵) تقدیر کے مراتب (۶) خلق وکسب میں فرق۔

الجواب..... ❶ احادیث پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا۔

❷ احادیث کا ترجمہ:۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہر چیز تقدیر پر موقوف ہے (ہر چیز کا مدار تقدیر پر ہے) حتیٰ کہ ضعف وداناٹی بھی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ بھرا ہوا ہے دن رات کا خرچ کرنا اسے کم نہیں کرتا، کیا تم نے دیکھا جو کچھ اس نے آسمان وزمین کی تخلیق سے (اب تک) خرچ کیا؟ پس بے شک جو چیز اس کے ہاتھ میں تھی وہ (اس سے) کم نہیں ہوئی، اس کا عرش پانی پر تھا اور اس کے ہاتھ میں میزان ہے جس کو وہ پست کرتا اور بلند کرتا ہے۔

❸ عجز وکیس میں تقابل:۔ عجز کا لغوی معنی ضعف ہے جو بہتا بل قوت ہے اس صورت میں عجز اور کیس (داناٹی) میں تقابل درست نہیں ہے جبکہ عجز کا دوسرا معنی فہاوت وحماقت بھی ہے اس معنی کے اعتبار سے عجز (بیوقوفی) اور کیس (داناٹی) میں تقابل ہو جائے گا۔

نیز یہاں صنعت استخدام ہے، صنعت استخدام کا مطلب یہ ہے کہ پہلے لفظ میں ایک چیز کو قرینہ بنا کر دوسرے لفظ میں اس کو حذف کر دیں یا دوسرے لفظ میں ایک چیز کو قرینہ بنا کر پہلے لفظ میں اس کو حذف کر دیں چنانچہ یہاں بھی ایسے ہی ہے کہ پہلے لفظ میں عجز کو قرینہ بنا کر قوت کو حذف کر دیا اور دوسرے لفظ میں کیس کو قرینہ بنا کر فہاوت کو حذف کر دیا۔ (تیسیر التوضیح بہ تغیر ص ۱۵۱)

❹ خفض ورفع کی مراد:۔ اللہ تعالیٰ ترازو کو جھکاتا ہے اور بلند کرتا ہے۔ ملا علی قاری الحنفی لکھتے ہیں کہ ترازو کے جھکانے اور بلند کرنے سے مراد رزق تنگ کرنا اور فراخ کرنا، ذلیل کرنا اور عزت دینا ہے، مطلب یہ ہے کہ رزق کے اندر تنگی اور فراخی پیدا کرنا سب اسی ذات واحد لاشریک کے قبضۂ قدرت میں ہے جس کیلئے چاہے مال ودولت کا دریا بہادے اور جس کیلئے چاہے فقر وفاقہ اور رزق کے اندر تنگی پیدا کر دے اور وہ افلاس وناداری کی مصیبتوں میں گرفتار ہو جائے، اسی طرح وہ قادر مطلق ہے کہ جس کو چاہے اعمال خیر کی توفیق دے کر اپنے اعمال صالحہ سے خوش ہو کر اس کو عزت سے نوازے اور جس کو چاہے سرکشی ونافرمانی میں مبتلا کر دے اور اس کی بدعملی اور معصیت سے ناراض ہو کر ذلت ورسوائی کے عمیق غار میں ڈال دے۔ (تکمیل الدیس ص ۳۰۸)

❺ تقدیر کے مراتب:۔ حضرت شاہ ولی اللہ نے تقدیر کے چھ مراتب بیان کئے ہیں۔ ① ازلی ② لوحی (لوح محفوظ میں) ③ علمی ④ علمی ⑤ حولی ⑥ یومی۔

① تقدیر ازلی: کائنات میں جو کچھ آج تک ہوا ہے یا آئندہ ہوگا یہ سب کچھ اللہ پاک کے علم میں تھا۔ یہ علم ازلی ہے۔ ② تقدیر لوحی: اللہ پاک نے اپنے علم کے مطابق تمام چیزوں کو لوح محفوظ میں لکھوا دیا ہے یہ علم ازلی کی حکایت ہے نئی چیز نہیں ③ تقدیر نظیری: اللہ پاک نے آدم علیہ السلام کی پشت سے ان کی اولاد کو دو مرتبہ نکالا اول مرتبہ جن کو نکالا ان کے بارے میں فرمایا جنتی ہیں دوسری مرتبہ جن کو نکالا ان کے بارے میں فرمایا کہ دوزخی ہیں، یہ بھی نئی چیز نہیں۔ ④ تقدیر بطنی: بچہ جب ماں کے پیٹ میں ہوتا ہے اور اس کے اعضاء بن جاتے ہیں تو فرشتہ کو روح پھونکنے سے قبل بھیجا جاتا ہے وہ چار چیزیں لکھتا ہے اس کے عمل، عمر، رزق، نیک بخت یا بد بخت کو، یہ بھی نئی چیز نہیں۔ ⑤ تقدیر حولی: سال بھر میں ہونے والے تکوینی امور سپرد کئے جاتے ہیں، یہ بھی نئی چیز نہیں۔ ⑥ تقدیر یومی: بعض فرشتوں کو روزانہ تکوینی امور سپرد کئے جاتے ہیں، یہ بھی نئی چیز نہیں۔ (خیر الوضیح جدید ص ۱۵۵)

❶ خلق و کسب میں فرق:۔ ① "خلق" بغیر آلہ کے کسی چیز کو پیدا کرنا اور "کسب" آلہ کے ذریعہ کسی چیز کو پیدا کرنا۔

② جو فعل قدرت قدیمہ سے پیدا ہو وہ "خلق" ہے اور جو قدرت حادثہ سے صادر ہو وہ "کسب" ہے۔

③ جو چیز عدم سے وجود میں لائی جائے وہ "خلق" ہے اور جو غیر موجود کو موجود کرے وہ "کسب" ہے۔ (خیر الوضیح جدید ص ۱۵۶)

﴿الورقة الثانية : في الحديث (مشكوة اول)﴾

﴿السوال الاول﴾ ۱۴۲۶ھ

السؤال الاول ..... قال رسول الله ﷺ من استفاد مالاً فلا زكوة فيه حتى يحول عليه الحول.

ماهو المال المستفاد؟ وكم قسماً له، اذكر اختلاف الائمة في ذلك وعين محل النزاع، اكتب ادلة الائمة مع ترجيح ما هو الراجح في ضوء والدليل. (۳۰ نمبر ادارہ)

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال میں چار امور توجہ طلب ہیں (۱) مال مستفاد کی تعریف و اقسام (۲) محل نزاع کی تعیین اور اختلاف کی وضاحت (۳) ائمہ کے دلائل (۴) راجح مع وجہ ترجیح۔

الجواب ..... ❶ مال مستفاد کی تعریف و اقسام:۔ مال مستفاد اس مال کو کہتے ہیں کہ جو نصاب مکمل ہونے کے بعد سال کے درمیان میں حاصل ہو۔ اس کی کئی صورتیں ہیں ① ابتداء سال میں مال بالکل نہیں تھا درمیان سال میں نصاب کے بقدر مال آ گیا تو اس صورت میں بالاتفاق حولان حول شرط ہے سال کے ابتداء میں نصاب کے بقدر مال تھا اور درمیان سال میں اس کے ساتھ منافع زیادہ ہو گئے تو اس صورت میں بالاتفاق حولان حول شرط نہیں ② پہلے سے مال موجود تھا اور وہ اسی جنس کا تھا اور درمیان سال میں دوسری جنس کا مال بقدر نصاب خرید لیا۔ اس میں اتفاق ہے کہ حولان حول شرط ہے ③ ابتداء سال میں مال بقدر نصاب موجود تھا اور پھر سال کے دوران میں اسی کی جنس میں سے اور مال آ جائے تو اس صورت میں اختلاف ہے۔

❷ و ❸ محل نزاع کی تعیین اور اختلاف کی وضاحت مع الدلائل:۔ ذکر کردہ صورتوں میں سے چوتھی صورت میں اختلاف ہے کہ اگر سال کے شروع میں مال بقدر نصاب موجود تھا اور پھر سال کے درمیان میں اسی جنس کا اور مال بھی آ جائے تو اس میں اختلاف ہے، ائمہ ثلاثہ کے نزدیک اس میں حولان حول (سال گزرنا) شرط ہے، اس کے بغیر نئے مال میں زکوۃ لازم نہیں ہے، اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک اس میں بھی سابق مال کے ساتھ زکوۃ لازم ہے نیا حولان حول شرط نہیں ہے۔

Maktaba Tul Ishaat.com Scanned with CamScanner

احناف کی دلیل: یہی حدیث باب ہے فلا زکوۃ فیہ حتی یحول علیہ الحول۔

امام ابوحنیفہ کی پہلی دلیل: ترمذی شریف میں روایت ہے ان من السنة شهرا تؤدون فيه زكوة اموالكم فما حدث بعد ذلك فلا زكوة فيه حتى يجئ رأس الشهر اس سے معلوم ہوا کہ بلوغ زکوۃ سے قبل جو زیادتی حاصل ہوگی اس میں زکوۃ واجب ہوگی۔ دوسری دلیل: حضرت عثمان، ابن عباس، حسن بصری رحمہم اللہ کے آثار ہیں کہ یہ حضرات مال مستفاد کیلئے حولان حول کی شرط نہیں لگاتے۔

احناف کی دلیل کا جواب ① صحیح یہ ہے کہ یہ حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہ پر موقوف ہے جیسا کہ ترمذی نے بیان کیا ہے۔

جواب ② یہ حدیث غیر جنس مال پر محمول ہے۔ جواب ③ یہ حدیث مال مستفاد ابتداء پر محمول ہے۔ (درس ترمذی ج ۲ ص ۴۳۹)

④ راجح مع وجہ ترجیح:۔ حنفیہ کا مذہب راجح ہے اسلئے کہ سال بھر مال بڑھتا گھٹتا ہے، اگر ہر نئے مال کیلئے سال کی شرط لگائی جائے تو پھر حرج عظیم لازم آئے گا حساب وکتاب رکھنا مشکل ہو جائے گا اور کوئی شخص صحیح طور پر زکوۃ ادا ہی نہیں کر سکے گا لہٰذا اس حرج سے بچنے کیلئے حنفیہ کا مذہب سہل ہے۔ نیز حنفیہ کا مذہب فقراء کیلئے زیادہ نافع ہے، اس میں نیا سال شمار کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

السابع والثامن .....وعن أبي هريرة قال: قال رسول الله ﷺ: الايمان بضع وسبعون شعبة فافضلها قول لا اله الا الله وادناها اماطة الاذى عن الطريق والحياء شعبة من الايمان.

الكرى اسم ابى هريرة ولماذا سمّى بابى هريرة؟ متى اسلم؟ اكتبى عدد مروياته. اكتبى معنى الايمان ومعنى الكفر لغة وشرعا. كفر ابى طالب من اى انواع الكفر؟ اكتبى معانى الفاظ التى فوقها خط. اشرحى الحديث وبيّنى تعريف الحياء واقسامه واى قسم من الحياء مصداق الحديث.

﴿خلاصۂ سوال﴾ .....اس سوال کا خلاصہ چھ امور ہیں۔ (۱) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا نام، وجہ تسمیہ، اسلام ومرویات کی تعداد (۲) ایمان کا لغوی وشرعی معنی (۳) کفر کا لغوی وشرعی معنی اور ابوطالب کے کفر کی تعیین (۴) الفاظ مخطوط کے معانی (۵) حدیث کی تشریح (۶) حیاء کی تعریف واقسام اور حدیث میں مذکور حیاء کا مصداق۔

الجواب ..... ① حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا نام، وجہ تسمیہ، اسلام ومرویات کی تعداد:۔ آپ رضی اللہ عنہ کا نام زمانہ جاہلیت میں عبد شمس تھا اور اسلام لانے کے بعد عبداللہ یا عبدالرحمن (بن صخر دوسی) رکھا گیا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو طبعی طور پر بلیوں کے ساتھ اُنس تھا، ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ کی مجلس میں تشریف لائے تو آپ رضی اللہ عنہ کی آستین میں سے بلی کا بچہ نکلا، آپ ﷺ نے فرمایا انت ابا هريرة۔ انہوں نے تبرک کی وجہ سے اپنی کنیت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہی رکھ لی۔ آپ رضی اللہ عنہ ۷ھ میں اسلام لائے اور چار سال آنحضرت ﷺ کی خدمت اقدس میں رہے اور ۵۳ھ میں ۷۸ سال کی عمر میں مدینہ منورہ میں وفات پائی اور جنت البقیع میں مدفون ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کی مرویات کی تعداد ۵۳۷۴ ہے۔ (خیر الوضیح ص ۵۸۰ ج ۱)

② ایمان کا لغوی وشرعی معنی:۔ ایمان لغوی طور پر امن سے ماخوذ ہے بمعنی مامون وبے خوف ہونا اصطلاح میں هو التصديق بجميع ما جاء به النبى ﷺ بالضرورة (ان تمام چیزوں کی تصدیق کرنا جن کو بدیہی طور پر رسول اللہ ﷺ لیکر آئے)۔

③ کفر کا معنی اور ابوطالب کے کفر کی تعیین:۔ علامہ بیضاوی فرماتے ہیں کہ کفر بالضم کا لغوی معنی نعمت کو چھپانا ہے اور کفر بالفتح کا معنی مطلق چھپانا ہے اور اصل بھی کفر بالفتح ہی ہے اس لئے کہ مطلق اصل ہوتا ہے اور مقید اس کی فرع ہوتی ہے۔ چنانچہ اسی سے

مشقت کرتے ہوئے کاشتکار رات کو بھی کافر کہتے ہیں اس لئے کہ کاشتکار بیج کو زمین میں چھپاتا ہے اور رات بھی اشیاء کو چھپا دیتی ہے اور بیل کے اوپر جو جھلا ہوتا ہے اس کو بھی کافور اس لئے کہتے ہیں کہ وہ بھی پھل کو چھپا دیتا ہے۔

اصطلاح شریعت میں وہ ضروریات دین جن کا ثبوت قطعی ویقینی ہو ان میں سے کسی ایک چیز کا انکار کرنا کفر ہے۔

علماء نے کفر کی چار قسمیں بیان کی ہیں۔ ① کفر انکار: کہ دل وزبان دونوں پر انکار ہو، نہ دل میں تصدیق موجود ہو اور نہ زبان سے تسلیم واقرار ہو جیسے عام کافروں کا کفر ہوتا ہے ② کفر جحود: کہ دل سے وہ پہچانتا ہے، ایمان کی حقانیت سمجھتا ہے لیکن زبان سے انکار کرتا ہے جیسے ابلیس کا کفر، دل سے تو وہ سب کچھ جانتا ہے اور پہچانتا ہے لیکن زبان سے انکار کرتا ہے ③ کفر عناد: کہ دل سے بھی جانتا ہو اور زبان سے اقرار بھی کرتا ہو لیکن التزام طاعت وشریعت نہیں کرتا، استسلام وانقیاد باطنی کو قبول نہیں کرتا، اپنی باگ ڈور رسول کے حوالے کرنے کیلئے تیار نہیں، جس طرف وہ چلائیں اس طرف چلنے کیلئے آمادہ نہیں، جس طرح وہ کہیں اس طرح کرنے کیلئے راضی نہیں جیسے ابوطالب اور ہرقل کا کفر ④ کفر نفاق: کہ زبان سے تو اقرار کرتا ہے التزام طاعت کا بھی اظہار کرتا ہے لیکن دل میں انکار موجود ہے دل سے قبول کرنے اور ماننے کیلئے تیار نہیں ہے جیسے عام منافقین کا کفر۔ (کشف الباری)

پس معلوم ہوا کہ ابوطالب کا کفر کفر عناد تھا۔

⑫ الفاظ مخطوطہ کے معانی:۔ "بضع" بمعنی رات کا کچھ حصہ، تین سے نو تک کی تعداد۔

"شعبة" بمعنی درخت کی شاخ وفرع۔ مراد خصائل حمیدہ ہیں۔ "الأذى" بمعنی تکلیف ومشقت۔ وہ چیز جو تکلیف کا باعث ہو۔

"إماطة" یہ باب افعال کا مصدر ہے بمعنی ہٹانا دور کرنا۔ ابتداءً ہی تکلیف دہ چیز نہ پھینکنا بھی شامل ہے۔

⑤ حدیث کی تشریح:۔ ارشاد نبوی علیہ السلام کا حاصل یہ ہے کہ ایمان کے ستر سے زائد شعبے وشاخیں ہیں ان میں سے سب سے اعلیٰ وافضل شعبہ کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ کہنا ہے یعنی ایمان کا سب سے افضل شعبہ کلمہ پڑھنا ہے کیونکہ جب تک کلمہ نہیں پڑھے گا وہ مسلمان نہیں ہوگا اور کوئی عمل اسکو فائدہ نہیں دے گا اور حصول کے لحاظ سے سب سے آسان شعبہ تکلیف دہ چیز کو راستہ سے ہٹانا ہے افضلها الخ سے حقوق اللہ میں سے سب سے اعلیٰ اور ادناها الخ سے حقوق العباد میں سے سب سے ادنیٰ کو ذکر کیا تو درمیان کے تمام حقوق اللہ وحقوق العباد آگئے۔ اور فرمایا کہ حیاء بھی ایمان کا ایک عظیم شعبہ ہے اسکو مستقل بالذکر اس لئے کیا کہ یہ شعب ایمان کے دیگر بہت سے شعبوں کی طرف داعی ہے۔

⑥ حیاء کی تعریف واقسام اور حدیث میں مذکور حیاء کا مصداق:۔ حیاء کسی ناپسندیدہ ومناسب فعل کے ارتکاب کی وجہ سے طبیعت کا شرعاً عرفاً یا عادۃً منقبض ہونا یعنی طبیعت میں عجیب سی بے چینی واضطراب اور تشنگی کا پیدا ہونا۔ حیاء کی دو قسمیں ہیں حیاء طبعی وحیاء شرعی۔ طبعی کا مطلب اپنی طبیعت کی ملامت کی وجہ سے کسی نامناسب فعل کو ترک کرنا ہے اور شرعی کا مطلب شریعت کے حکم کی وجہ سے کسی نامناسب فعل کو ترک کرنا ہے اور حدیث میں حیاء شرعی مراد ہے کیونکہ حیاء طبعی کافر وغیر مسلم میں بھی پائی جاتی ہے۔

السوال الثانی ۱۴۳۶ھ

السؤال الأول ..... بَابُ الْوَسْوَسَةِ الْفَصْلُ الْأَوَّلُ: عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: إِنَّ اللهَ تَعَالَى تَجَاوَزَ عَنْ أُمَّتِي مَا وَسْوَسَتْ بِهِ صُدُورُهَا مَالَمْ تَعْمَلْ بِهِ أَوْ تَتَكَلَّمْ. (ص ۲۸ ج ۱)

اكتب تعريف الوسوسة، ماهو الفرق بين الوسوسه والالهام كم قسما للوسوسة؟ اشرحي كل قسم منها

Maktaba Tul Ishaat.com Scanned with CamScanner

وانکری حکمها شکلی الحدیث ثم ترجمها الی الأردیة وبیّنی معنی الحدیث بحیث لایبقی ای اشکال.

﴿خلاصۂ سوال﴾..... اس سوال کا حل پانچ امور ہیں۔ (۱) وسوسہ کی تعریف اور وسوسہ والہام میں فرق (۲) وسوسہ کی اقسام اور انکے احکام کی وضاحت (۳) حدیث پر اعراب (۴) حدیث کا ترجمہ (۵) حدیث کا مفہوم۔

الجواب..... ① وسوسہ کی تعریف اور وسوسہ والہام میں فرق:۔ وسوسہ لغت میں پست آواز کو کہتے ہیں اور اصطلاح میں وہ خیالات جو برے فکر، عمل اور گناہ کی طرف دعوت دیں وہ وسوسہ کہلاتے ہیں۔ وسوسہ والہام میں فرق یہ ہے کہ وسوسہ برے خیال کو کہتے ہیں جبکہ الہام وہ اچھے خیالات ہیں جو اچھی فکر، طاعت اور نیک عمل کی طرف دعوت دیں۔

② وسوسہ کی اقسام اور انکے احکام کی وضاحت:۔ وسوسہ کی ابتداء دو اقسام ہیں ضروریہ اور اختیاریہ۔

① وسوسہ ضروریہ: جو انسان کے اختیار میں نہ ہو، دل میں ابتداءً ہے اور انسان اُس کے دفع کرنے پر قادر بھی نہ ہو، یہ وسوسہ تمام اُمتوں کو معاف کر دیا گیا ہے۔ "لَا یُکَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا"

② وسوسہ اختیاریہ: جو انسان کے دل میں آنے کے بعد اختیار ہتا ہے اور انسان اُس خیال سے لذت بھی حاصل کرتا رہتا ہے اور اُس کو حاصل کرنے کی کوشش بھی کرتا ہے مگر کامیاب نہیں ہوتا، یہ قسم آپ ﷺ کی امت سے آپ کے مکرم و شرف کی وجہ سے خاص طور پر معاف کر دی گئی ہے۔ البتہ عقائد فاسدہ اور اخلاق ذمیمہ اس وسوسہ میں ہرگز داخل نہیں ہیں۔

پھر وسوسہ اختیاریہ کی پانچ اقسام ہیں۔ ① خاطر: وہ خیال جو دل میں پیدا ہوا اور فوراً نکل جائے، دل میں قرار ہی نہ پکڑے ② خاطر: وہ خیال جو دل میں پیدا ہوا اور اُس کو کچھ قرار بھی حاصل ہو لیکن اُسکے کرنے اور نہ کرنے کا داعیہ پیدا نہ ہو۔ ③ حدیث النفس: وہ خیال جو دل میں پیدا ہوا اور قرار بھی حاصل ہو اور اُس کو کرنے نہ کرنے کا داعیہ بھی پیدا ہو مگر کسی جانب کو ترجیح نہ ہو۔ یہ تینوں قسمیں امت محمدیہ سے معاف ہیں، ان میں نہ مؤاخذہ ہے اور نہ ثواب ہے جبکہ پہلی امتوں کے لئے صرف حادیث معاف تھا بقیہ دو قسموں پر مؤاخذہ تھا۔ ④ ھم: وہ خیال جو دل میں پیدا ہوا اور اُس کو قرار بھی حاصل ہو، کرنے کا داعیہ بھی پیدا ہو، کسی جانب کو ترجیح بھی حاصل ہو مگر وہ ترجیح ضعیف ہو اس میں ثواب ہے، عذاب نہیں۔ ⑤ عزم: کہ اُس خیال کو کرنے کا داعیہ بھی پیدا ہو جائے اور جانب فعل کو ترجیح قوی بھی حاصل ہو جائے اور اسباب مہیا ہونے پر کرنے کا نہایت پختہ ارادہ ہو جائے، یہ عزم بالجزم ہے اس میں عذاب بھی ہے اور ثواب بھی ہے جیسا کہ حدیث میں ہے اَلْقَاتِلُ وَ الْمَقْتُوْلُ کِلَاهُمَا فِی النَّارِ۔ (خیر الفتاویٰ ص ۱۳۳ ج ۱)

③ حدیث پر اعراب:۔ کما تقدم فی السوال آنفا۔

④ حدیث کا ترجمہ:۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میری امت کے لوگوں کے دلوں میں پیدا ہونے والے وسوسوں کو معاف کر دیا ہے جب تک کہ وہ ان وسوسوں پر عمل نہ کریں یا انکے ساتھ کلام نہ کریں۔

⑤ حدیث کا مفہوم:۔ حدیث کا حاصل یہ ہے کہ آدمی کا وسوسہ جب تک عمل و قول (مثلاً قتل کرنا، غیبت کرنا) کی حد تک نہ پہنچے، محض دل میں خیال ہی پیدا ہوا اسوقت تک اسپر مواخذہ و گرفت نہیں ہے، باقی انکی مکمل تفصیل امر نمبر دو کے ضمن میں گزر چکی ہے۔

الشق الثانی..... عن أبی هریرة قال: قال رسول الله ﷺ من ادرك ركعة من الصبح قبل ان تطلع الشمس فقد ادرك الصبح، ومن ادرك ركعة من العصر قبل ان تغرب الشمس فقد ادرك العصر. (ص ۲۰۶ ج ۱)

Scanned with CamScanner

متی فرضت الصلوة الخمس والزكوة والصوم والحج ماهو المفهوم الظاهری للحدیث المذکور؟ وهل عمل بظاهره احد من الائمة قد بالغ الناس فی الرد علی الاحناف بسبب ترك العمل علی هذا الحدیث اذکری الجواب عن هذا جوابا شافیا ولاتنس ذکر اختلاف الائمة مع الدلیل.

﴿خلاصۂ سوال﴾..... اس سوال میں چار امور مطلوب ہیں۔(۱) نماز، زکوۃ، روزہ و حج کی فرضیت کا وقت (۲) حدیث کا ظاہری مفہوم اور اس پر ائمہ کا عمل (۳) حدیث مذکور کی حنفیہ کی طرف سے توجیہ و جواب (۴) مسئلہ مذکورہ میں اختلاف مع الدلائل۔

﴿تشریح﴾..... ❶ نماز، زکوۃ، روزہ و حج کی فرضیت کا وقت:۔ نماز کی فرضیت کے متعلق تمام اہل سیر واہل حدیث متفق ہیں کہ یہ شب معراج میں فرض ہوئی مگر شب معراج کے وقوع میں مؤرخین کا اختلاف ہے۔ جمہور کے نزدیک ۵ھ میں معراج کا واقعہ پیش آیا۔ زکوۃ کی فرضیت میں متعدد اقوال ہیں ان میں سے سب سے صحیح قول یہ ہے کہ زکوۃ کی فرضیت ہجرت سے قبل مکہ مکرمہ میں ہی ہو چکی تھی مگر اسکی تفصیل و تقسیم کا انتظام اور نصاب وغیرہ کی فرضیت ۲ھ کے بعد اور ۵ھ سے پہلے ہوئی تھی۔ روزوں کی فرضیت صحیح قول کے مطابق ماہ شعبان ۲ھ میں ہوئی (اور یہی راجح ہے) حج کی فرضیت میں بھی مختلف اقوال ہیں مگر ان میں سے سب سے مشہور یہ ہے کہ حج ۶ھ یا ۹ھ میں فرض ہوا، حافظ ابن حجر نے ۶ھ کا قول جمہور کی طرف منسوب کیا ہے کیونکہ آیت کریمہ "واتموا الحج والعمرة لله" ۶ھ میں نازل ہوئی، محققین کے ہاں ۹ھ میں حج فرض ہوا دلیل آیت کریمہ "ولله علی الناس حج البیت" کا نزول ہے۔ اور سابقہ آیت (واتموا الحج والعمرة لله) میں اتمام حج و عمرہ کا ذکر ہے جو فرضیت کے بغیر بھی ہو سکتا ہے لہذا ۹ھ راجح ہے۔ (المسائل والدلائل)

❷ حدیث کا ظاہری مفہوم اور اس پر ائمہ کا عمل:۔ حدیث کا ظاہری مفہوم یہی ہے کہ اگر کسی شخص نے نماز کی ایک رکعت پڑھی یعنی نماز مکمل نہیں کی دوران نماز ہی سورج طلوع یا غروب ہو گیا تو اسکو چاہیے کہ نماز مکمل کرے دوران نماز ممنوع وقت کے شروع ہونے سے نماز میں خلل و فرق پیدا نہ ہوگا اس ظاہری مفہوم کے اعتبار سے یہ حدیث ائمہ ثلاثہ کی دلیل ہے انہوں نے اسپر عمل کیا ہے

❸ حدیث مذکور کی حنفیہ کی طرف سے توجیہ و جواب:۔ حنفیہ کے نزدیک دوران فجر اگر سورج طلوع ہو جائے تو نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ چونکہ حنفیہ کا مذہب بظاہر اس حدیث کے خلاف ہے اسلئے حنفیہ کی طرف سے اسکی متعدد توجیہات ذکر کی گئی ہیں۔ ① امام طحاوی نے فرمایا کہ یہ حدیث اور اس مفہوم کی دیگر تمام احادیث ان لوگوں کے بارے میں ہیں جو ایک رکعت کی بقدر طلوع یا غروب شمس سے پہلے نماز کے اہل ہو گئے (مثلاً بچہ بالغ ہو گیا، حائضہ پاک ہو گئی، کافر مسلمان ہو گیا) تو ان پر قضا لازم ہے لہذا تقدیر عبارت یہ ہوگی، من ادرك من الصبح وقت ركعة قبل ان تطلع الشمس اوتغرب الشمس فقد ادرك وجوب الصلوة۔

② اس حدیث کا مصداق نائم و ناسی (سونے والا، بھولنے والا) ہیں، نہ کہ جان بوجھ کر چھوڑنے والا۔

③ یہ حدیث منسوخ ہے، اس پر قرینہ راوی کا اپنا فتوی ہے۔

④ یہ حدیث نذر پر محمول ہے مثلاً کسی شخص نے نذر مانی کہ اگر مجھے فلاں جگہ فجر یا عصر کی نماز مل جائے تو میرا غلام آزاد ہے، یہ شخص جب وہاں پہنچا تو صرف ایک رکعت کا وقت باقی تھا تو اس شخص کا غلام آزاد ہو جائیگا۔ (خیر الوجیز)

❹ مسئلہ مذکورہ میں اختلاف مع الدلائل:۔ احناف کے نزدیک عصر کی نماز کے دوران اگر سورج غروب ہو جائے تو عصر کو پورا

Maktaba Tul Ishaat.com Scanned with CamScanner

کرنا چاہیے اور اگر فجر کی نماز کے دوران سورج طلوع ہو جائے تو نماز فاسد ہو جائے گی۔

ائمہ ثلاثہ کے نزدیک دونوں نمازوں کو پورا کرنا چاہیے، ان نمازوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔

ائمہ ثلاثہ کی دلیل یہی حدیث الباب ہے۔ (اس کا جواب اوپر گزر چکا ہے)

احناف کی دلیل نہی کی متواتر احادیث ہیں۔

فجر و عصر کی نماز میں فرق کی متعدد وجہیں ہیں۔ ① علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ احادیث نہی و اباحت میں تعارض کی وجہ سے اصولی طور پر قیاس کو دیکھا جاتا ہے اور قیاس نماز عصر میں حدیث اباحت کو اور نماز فجر میں حدیث نہی کو ترجیح دیتا ہے اسلئے کہ وقت وجوب نماز کا سبب ہے، اگر وقت کامل تو وجوب کامل ہوگا اور ادا کامل واجب ہوگی اور فجر میں وقت کامل ہے پس ادا بھی کامل ضروری ہے اور طلوع شمس سے ادا ناقص ہو جاتی ہے اسلئے صحیح نہیں ہے جبکہ عصر میں اصفرار کی وجہ سے وقت ناقص ہے تو غروب شمس سے ناقص ادا درست ہو جائے گی۔ ② علامہ سرخسیؒ فرماتے ہیں کہ غروب شمس سے فرض نماز کا وقت داخل ہوتا ہے جو کہ فرض کے منافی نہیں ہے بخلاف طلوع شمس کے کہ اس سے فرض نماز کا وقت داخل نہیں ہوتا بلکہ مکروہ وقت داخل ہوتا ہے لہذا طلوع شمس فرض نماز کے منافی ہے۔

③ بعض احادیث سے بھی فجر و عصر میں فرق ثابت ہوتا ہے کہ ایک دفعہ سفر میں آپ ﷺ نے نماز کو مؤخر کیا یہاں تک کہ سورج بلند ہو گیا، یہ فجر کے عدم جواز کی دلیل ہے جبکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی احادیث سے عصر کا جواز ثابت ہوتا ہے۔ (المسائل والدلائل، ص ۳۳۰)

السوال الثالث ۱۴۳۶ھ

السؤال ..... عن عائشة قالت: سمعت رسول الله ﷺ يقول: "ما خالطت الزكوة مالا قط الا اهلكته" (سنن الدارقطني)

اذكرى تفسير المخالطة حسب قول الامام البخاري واحمد بن حنبل. قد احتج بهذا الحديث من ترى تعلق الزكوة بعين المال، ما هو طريق استدلالهم؟ الزكوة متعلقة بعين المال أو بالذمة؟ وهل يجوز في الزكوة دفع القيمة ام لا؟ اذكرى اختلاف الأئمة ورجح مذهب الاحناف.

خلاصۂ سوال ..... اس سوال کا خلاصہ تین امور ہیں۔ (۱) مخالطہ کی تفسیر (۲) عین مال کے ساتھ زکوۃ لازم ہونے کا استدلال (۳) عین مال یا ذمہ کے ساتھ زکوۃ لازم ہونے میں اختلاف مع الدلائل والترجیح۔

جواب ..... ① مخالطہ کی تفسیر:۔ مصنفؒ نے مخالطہ کی دو تفسیریں ذکر کی ہیں۔

① امام شافعی، امام بخاری، امام حمیدیؒ سے منقول ہے کہ صاحب نصاب پر زکوۃ لازم تھی اس نے وہ زکوۃ نہ نکالی تو یہ مال زکوۃ دوسرے مال کے ساتھ خلط ہو گیا یہ مال زکوۃ دوسرے مال کو ہلاک اور برباد کر دے گا۔ ② امام احمد بن حنبلؒ سے منقول ہے کہ کوئی مالدار آدمی صاحب استطاعت ہونے کے باوجود فقیر ظاہر ہو کر زکوۃ وصول کرے حالانکہ اسکے لئے زکوۃ لینا جائز نہیں ہے، اس مالدار شخص نے جب زکوۃ وصول کر کے اپنے دوسرے حلال مال کے ساتھ ملائی تو یہ مال زکوۃ اسکے حلال مال کو بھی ہلاک و برباد کر دے گا۔

② عین مال کے ساتھ زکوۃ لازم ہونے کا استدلال:۔ ائمہ ثلاثہؒ اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ زکوۃ کا تعلق عین مال کے ساتھ ہوتا ہے کیونکہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مال زکوۃ جب دوسرے مال کے ساتھ ملے گا تو وہ اسکو بھی ہلاک کر دے گا اس ہلاکت سے بچنے کی یہی صورت ہے کہ عین مال کو بطور زکوۃ ادا کیا جائے۔

Scanned with CamScanner

❷ عین مال بازمہ کے ساتھ زکوٰۃ لازم ہونے میں اختلاف مع الدلائل والترجیح:۔ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک جس مال میں زکوٰۃ لازم ہوئی اس عین مال کو زکوٰۃ میں دینا لازم ہے قیمت دینا جائز نہیں ہے۔ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک عین مال کا دینا ضروری نہیں بلکہ جس چیز سے فقیر کی حاجت پوری ہوتی ہو وہ دیدے مثلاً فقیر کو کپڑے کی ضرورت ہے تو کپڑے دیدے اگر غلہ اناج کی ضرورت ہے تو غلہ اناج دیدے۔

ائمہ ثلاثہ کی نقلی دلیل تو یہی حدیث ہے کہ عین مال زکوٰۃ دوسرے مال کے ساتھ خلط ہو کر اسکو ہلاک کر دیتا ہے۔

عقلی دلیل یہ ہے کہ زکوٰۃ ایسی نیکی وقربت ہے جو مال کے ساتھ متعلق ہے لہٰذا قیمت وغیرہ ادا کرنے سے ادا نہ ہوگی جیسا کہ ہدی وقربانی کا عین دینا لازم ہے قیمت جائز نہیں ہے۔

امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ زکوٰۃ کا مقصد فقراء کی حاجت پورا کرنا ہے اور جو چیز فقیر کی حاجت کو پورا کرے وہی چیز دینا زیادہ بہتر وافضل ہے لہٰذا زکوٰۃ کیلئے عین مال کو متعین نہیں کر سکتے۔

ائمہ ثلاثہ کی نقلی دلیل کا جواب یہ ہے کہ حدیث میں ہلاکت سے مراد برکت کا کم ہونا یا غیر منتفع ہونا ہے نیز قیمت دینے میں فقیر کیلئے سہولت ہے جبکہ عین مال دینے میں بسا اوقات فقیر کیلئے حرج کا باعث ہے۔

عقلی دلیل کا جواب یہ ہے کہ ہدی وقربانی پر قیاس کرنا درست نہیں ہے اسلئے کہ ہدی وقربانی میں خون بہانا مقصد ہوتا ہے جو عین کے بغیر ممکن نہیں ہے جبکہ زکوٰۃ سے مقصود فقراء کی حاجت کو پورا کرنا ہے جو عین کے علاوہ ممکن بلکہ مناسب وافضل ہے۔ مذہب احناف راجح ہے اسلئے کہ اصل مقصد فقیر کی حاجت کو پورا کرنا اور اسکی مشکل کو حل کرنا ہے اور یہ مقصد قیمت کے ذریعہ بہتر ادا ہو سکتا ہے۔ نیز اگر عین مال فقیر کو دیدیا جائے اور اسکو کسی دوسری چیز کی حاجت ہو تو اس عین کو مناسب قیمت پر فروخت کرنا اور پھر اسکی قیمت کو اپنے مصرف میں لانا فقیر کیلئے آسانی کی بجائے مشکل کا باعث ہو سکتا ہے اسلئے قیمت ادا کرنا ہی راجح ہے۔

السؤال الثالث ..... بَابُ رَمْيِ الْجِمَارِ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: اَلْاِسْتِجْمَارُ تَوٌ وَرَمْيُ الْجِمَارِ تَوٌ وَالسَّعْيُ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ تَوٌ وَالطَّوَافُ تَوٌ وَاِذَا اسْتَجْمَرَ اَحَدُكُمْ فَلْيَسْتَجْمِرْ بِتَوٍ. (ص ۲۳۶ ابوداؤد)

شکل الحدیث المبارک وترجمہ الی الاردیۃ. اکتبی معنی الجمار لغۃ؟ ماھی الامور التی یطلق علیھا الجمار؟ ماحکم رمی الجمرات فی الحج؟ اذکری اسماء الجمرات وترتیب الرمی؟

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال کا حل چار امور ہیں۔ (۱) حدیث پر اعراب (۲) حدیث کا ترجمہ (۳) جمار کا لغوی معنی اور جمار والے امور کی نشاندہی (۴) رمی جمرات کا حکم، اسماء اور ترتیب۔

الجواب ..... ❶ حدیث پر اعراب:۔ کما تقدم فی السوال آنفا۔

❷ حدیث کا ترجمہ:۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ استنجاء کرنا طاق ہے شیطان کو کنکریاں مارنا طاق ہے صفا ومروہ کے درمیان سعی طاق ہے طواف طاق ہے اور جب تم میں سے کوئی ڈھیلے استعمال کرے تو طاق ڈھیلے لے۔

❸ جمار کا لغوی معنی اور جمار والے امور کی نشاندہی:۔ جِمَارٌ (بکسر الجیم) جمع ہے اسکا مفرد جمرۃ ہے بمعنی انگارہ وکنکری، اور یہ لفظ (جَمَرٌ کا مادہ) شیطان کو کنکری مارنا اور استنجاء میں ڈھیلے استعمال کرنے کیلئے مستعمل ہے۔

Maktaba Tul Ishaat.com Scanned with CamScanner

❻ رمی جمرات کا حکم و اسماء اور ترتیب:۔ حج میں جمرات کو کنکریاں مارنا واجب ہے، جمرات میں سے سب سے پہلے منیٰ کی طرف سے آتے ہوئے جمرۂ اولیٰ ہے پھر جمرۂ وسطیٰ ہے پھر جمرۂ عقبہ ہے۔ دس ذوالحجہ کو صرف جمرۂ عقبہ کی رمی کی جاتی ہے اور بقیہ ایام میں تینوں جمرات کی رمی کی جاتی ہے سب سے پہلے اولیٰ کی پھر وسطیٰ کی پھر عقبہ کی۔

﴿الورقة الثانية : في الحديث (مشكوة اول)﴾

﴿السوال الاول﴾ ۱۴۳۷ھ

السوال الاول ..... باب المنهي عنها من البيوع وعن ابي هريرة قال: قال نهى رسول الله ﷺ عن بيعتين في بيعة وعن عمرو بن شعيب عن ابيه عن جده قال: قال رسول الله ﷺ لا يحل سلف وبيع ولا شرطان في بيع ولا ربح مالم يضمن ولا بيع ما ليس عندك. وضّح معنى "بيعتين في بيعة" واشرح الحديث الثاني. قيد "شرطان" اتفاقي ام احترازي؟ اذكر اختلاف الائمة مع الدليل.

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال میں تین امور مطلوب ہیں۔ (۱) بیعتین فی بیعۃ کا معنی (۲) حدیث ثانی کی تشریح (۳) شرطان کی قید کے اتفاقی یا احترازی ہونے کی وضاحت مع الاختلاف والدلائل۔

الجواب ..... ❶ بیعتین فی بیعۃ کا معنی:۔ (۱) ایک عقد میں دوسرے عقد کی شرط لگانا، مثلاً میں یہ بیچ تم سے اس شرط پر کرتا ہوں کہ تم میرے ساتھ فلاں معاملہ بھی کرو گے مثلاً میں تمہیں اپنا مکان اس شرط پر فروخت کرتا ہوں کہ تم اپنا غلام مجھے فروخت کرو گے یہ شرط مقتضاء عقد کے خلاف ہے اسلئے آپ ﷺ نے اس سے منع کیا ہے۔

عقد ایک ہی ہو مگر اس میں ثمن متردد ہو متعین نہ ہو مثلاً ایک شخص دوسرے سے کہے کہ اگر یہ کتاب تم نقد میں خریدو تو دس روپے میں فروخت کرتا ہوں اور ادھار خریدو تو پندرہ روپے میں فروخت کرتا ہوں، مشتری نے کہا کہ مجھے قبول ہے اور اس نے نقد یا ادھار کی تعیین نہیں کی تو ثمن متردد ہونے کی وجہ سے بیع درست نہیں ہے۔ (تقریر ترمذی)

❷ حدیث ثانی کی تشریح:۔ لا یحل سلف وبیع یعنی قرض اور بیع ایک ساتھ کرنا حلال نہیں، اس کے متعدد معانی بیان کئے گئے ہیں۔ ایک معنی تو اس کے یہ ہیں کہ کوئی شخص بیع کے اندر قرض کی شرط لگادے مثلاً یہ کہے کہ میں تم سے فلاں چیز خریدتا ہوں بشرطیکہ تم مجھے اتنے روپے قرض دو یہ معاملہ جائز نہیں اسلئے کہ بیع کے ساتھ ایک ایسی شرط لگائی جارہی ہے جو مقتضائے عقد کے خلاف ہے۔ دوسرے معنی یہ ہیں کہ ایک شخص کو قرض کی ضرورت تھی اس نے دوسرے شخص سے قرض مانگا تو دوسرے شخص نے کہا کہ میں اس وقت تک قرض نہیں دوں گا جب تک تم مجھ سے فلاں چیز اتنے روپے میں نہیں خریدو گے مثلاً ایک کتاب کی قیمت بازار میں پچاس روپے ہے لیکن قرض دینے والا کہتا ہے کہ تم مجھ سے یہ کتاب سو روپے میں خریدو تب میں تمہیں قرض دوں گا اس طرح وہ اس قرض پر براہ راست سود کا مطالبہ تو نہیں کررہا لیکن اس نے اسکے ساتھ ایک بیع لازم کردی اور اس میں قیمت زیادہ وصول کرلی اس طرح بالواسطہ اس نے سود وصول کرلیا اس کو بیع العینہ بھی کہتے ہیں اور یہ سود حاصل کرنے کا ایک حیلہ ہے اسلئے حرام اور ناجائز ہے۔ تیسرے معنی یہ ہیں کہ ایک شخص نے دوسرے سے بیع سلم کرتے ہوئے کہا کہ تم یہ سو روپے لے لو اور ایک ماہ بعد ایک من گندم مجھے دے دینا اور ساتھ میں اس سے یہ بھی کہدیا کہ اگر کسی وجہ سے تم ایک ماہ بعد ایک من گندم فراہم نہ کرسکے تو وہ گندم میں نے تم کو ایک سو دس روپے میں

فروخت کردی جس کا مطلب یہ ہے کہ اس صورت میں تم ایک ماہ بعد ایک سو دس روپے ادا کرو گے یہ بھی ناجائز ہے اسلئے کہ یہ بھی سود وصول کرنے کا ایک حیلہ ہے گندم درمیان سے غائب ہوگئی اور ایک سو روپے کے ایک سو دس روپے وصول کر لئے۔

ولاشرطان فی بیع: اس جملہ کی تشریح مابعد میں آرہی ہے۔

ولاربح مالم یضمن: یہ ایک بہت بڑا قاعدہ کلیہ ہے جو حضور اقدس ﷺ نے فرمایا اور اس پر بے شمار احکام شرعیہ متفرع ہوتے ہیں مطلب اس کا یہ ہے کہ جو چیز انسان کے ضمان میں نہیں اس پر نفع لینا بھی جائز نہیں اس کی ایک سادہ سی مثال یہ ہے کہ مثلاً ایک شخص نے ایک بکری خریدی لیکن ابھی تک اس نے بکری پر قبضہ نہیں کیا بلکہ بائع کے قبضے میں ہے اگر اس حالت میں بکری مر جائے تو نقصان بائع کا ہوگا اب اس کو قیمت نہیں ملے گی اور اگر قیمت وصول کر لی تھی تو مشتری کو واپس لوٹانا ضروری ہوگا اور اگر مشتری وہ بکری اپنے گھر لے آیا اور یہاں آکر وہ بکری مر گئی تو اب نقصان مشتری کا ہوگا لہٰذا یہ کہا جائے گا کہ جب تک بکری بائع کے قبضے میں تھی وہ اس وقت تک بائع کے ضمان میں تھی اور جب مشتری نے اس بکری پر قبضہ کر لیا تو اب مشتری کے ضمان میں آگئی اب حدیث کے الفاظ سے یہ قاعدہ نکل رہا ہے کہ جب تک مبیع مشتری کے ضمان میں نہ آجائے اس وقت تک وہ اس مبیع کو آگے فروخت نہیں کر سکتا لہٰذا ایک مشتری نے اس بکری پر قبضہ کئے بغیر کسی تیسرے شخص کو وہ بکری فروخت کر دی مثلاً دس روپے کی خرید کر بارہ روپے میں فروخت کر دی تو اس عقد کے اندر جو دو روپے اس نے نفع کے حاصل کئے اس کو **ربح مالم یضمن** کہا جائے گا کیونکہ یہ مشتری ایک ایسی چیز کا نفع لے رہا ہے جو ابھی اس کے ضمان میں نہیں آئی لیکن اگر مشتری نے بکری پر قبضہ کرنے کے بعد تیسرے شخص کو بارہ روپے میں فروخت کر دی تو اس وقت یہ کہا جائے گا کہ یہ ایک ایسی چیز کا نفع لے رہا ہے جو اس کے اپنے ضمان میں ہے۔ حاصل اس کا یہ ہے کہ کسی چیز پر نفع لینا اسی وقت جائز ہوتا ہے جب انسان اس کی ہلاکت کا خطرہ اپنے سر لے اگر ہلاکت کا خطرہ اپنے سر نہیں لے رہا تو اس پر نفع لینا بھی جائز نہیں۔

لابیع مالیس عندك بیع مالم یقبض کے ناجائز ہونے کی بھی یہی علت ہے اس لئے کہ جب تک مشتری اس چیز پر قبضہ نہیں کریگا اس وقت تک وہ چیز اس کے ضمان میں نہیں آئے گی لہٰذا اس پر نفع لینا جائز نہ ہوگا۔

⑫ "شرطان" کی قید کے اتفاقی یا احترازی ہونے کی وضاحت مع الاختلاف والدلائل:۔

جمہور فقہاء کا مذہب: امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ شرط لگانے سے بیع بھی فاسد ہو جاتی ہے البتہ وہ شرط ملائم عقد ہو یا وہ شرط متعارف ہو چکی ہو تو حنفیہ کے نزدیک ایسی شرط لگانا جائز ہے جبکہ شافعیہ کے نزدیک متعارف شرط لگانا بھی درست نہیں اور مالکیہ یہ فرماتے ہیں کہ صرف مقتضائے عقد کے خلاف ہونے سے بیع فاسد نہیں ہوتی جب تک وہ شرط مناقض عقد نہ ہو مثلاً کوئی شخص بیع کے اندر یہ شرط لگا دے کہ میں یہ چیز فروخت کرتا ہوں لیکن اس شرط کے ساتھ کہ ایک سال تک اس کی ملکیت تمہاری طرف منتقل نہیں ہوگی چونکہ یہ شرط مناقض عقد ہے کیونکہ عقد کا تقاضا یہ ہے کہ ملکیت منتقل ہو جائے اس شرط کی وجہ سے عقد بھی فاسد ہو جائے گا بہرحال ان تینوں اماموں کے آپس میں تھوڑے تھوڑے اختلاف کے باوجود اس بات پر اتفاق ہے کہ شرط کی وجہ سے عقد بھی فاسد ہو جاتا ہے اور شرط بھی فاسد ہو جاتی ہے۔

امام احمد بن حنبلؒ کا مذہب: امام احمد بن حنبلؒ کا مذہب یہ ہے کہ اگر عقد کے اندر ایک شرط لگائی تو یہ جائز ہے البتہ وہ شرطیں لگانا

Maktaba Tul Ishaat.com Scanned with CamScanner

درست نہیں اس کی وجہ سے عقد فاسد ہو جائے گا مثلاً مشتری نے کہا کہ میں تم سے یہ کپڑا اس شرط پر خریدتا ہوں کہ تم اس کو سی کر دو گے تو امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک بیع درست ہے اور اگر مشتری نے دو شرطیں لگا دیں اور یہ کہا کہ میں اس شرط پر کپڑا خریدتا ہوں کہ تم اسکو سی کر بھی دو گے اور پھر ہر ہفتے دھو کر دیا کرو گے تو اس صورت میں ایک عقد کے اندر دو شرطیں ہونے کی وجہ سے یہ عقد فاسد ہو جائیگا۔

جمہور کا استدلال: جمہور فقہاء اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں جو امام صاحب نے اپنی کتاب جامع المسانید یعنی مسند امام اعظم میں روایت کی ہے اس کے الفاظ یہ ہیں نهى رسول الله ﷺ عن بيع وشرط، اس میں لفظ شرط مفرد ہے اس سے معلوم ہوا کہ ایک شرط لگانا بھی ناجائز ہے۔

(۲۵) مستدلین کی تعیین اور جواب:۔ یہ حدیث امام احمدؒ کی دلیل ہے نیز ان کی دوسری دلیل لاشرطان فی بیع ہے اس میں شرطان تثنیہ کا صیغہ ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ دو شرطیں لگانا تو جائز نہیں ایک شرط لگانا جائز ہے۔

حدیث الباب کا جواب یہ ہے کہ اصل میں تو بیع مطلقاً ہوئی تھی لیکن بیع کے بعد حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ سے درخواست کی کہ یا رسول اللہ ﷺ! میرے پاس کوئی اور سواری نہیں ہے اس لئے آپ ﷺ مجھے مدینہ منورہ تک اس پر سواری کی اجازت دے دیجئے، چنانچہ آپ ﷺ نے اجازت دیدی۔

انکی دلیل یہ ہے کہ مسند احمد کی ایک روایت میں ہے کہ جب حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے اونٹ فروخت کر دیا تو اونٹ سے اتر کر علیحدہ کھڑے ہو گئے۔ حضور ﷺ نے پوچھا کہ تم اونٹ سے اتر کر کیوں کھڑے ہو گئے؟ انہوں نے جواب دیا کہ اب یہ اونٹ آپ ﷺ کا ہے، آپ اس پر قبضہ کر لیں۔ حضور ﷺ نے جواب دیا کہ نہیں، مدینہ منورہ تک تم ہی سواری کرو۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے نہ صرف یہ کہ شرط نہیں لگائی تھی بلکہ آپ ﷺ نے اپنی خوشی سے مدینہ منورہ تک سواری کی اجازت دی تھی۔

امام طحاویؒ نے اس کا دوسرا جواب یہ دیا ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا حضور ﷺ سے جو عقد ہوا تھا یہ محض صورۃً عقد تھا۔ حقیقت میں بیع مقصود ہی نہیں تھی، اس لئے کہ اسی واقعہ میں یہ بھی لکھا ہے کہ جب حضرت جابر رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ پہنچے تو آپ ﷺ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کو بلوایا کہ آکر اونٹ کی قیمت لے لو، چنانچہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ ﷺ نے پیسے دیئے اور کچھ زیادہ کر کے دیئے جب حضرت جابر رضی اللہ عنہ پیسے لیکر واپس جانے لگے تو حضور ﷺ نے پوچھا کہ کہاں جا رہے ہو؟ انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! پیسے مل گئے اب گھر جا رہا ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ تمہارا اونٹ کھڑا ہے اس کو بھی لے جاؤ، اس طرح آپ ﷺ نے پیسے بھی دے دیئے اور اونٹ بھی واپس کر دیا۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضور ﷺ کا مقصد بیع کرنا نہیں تھا بلکہ درحقیقت حضرت جابر رضی اللہ عنہ کو نوازنا مقصود تھا۔ اور اس کے لئے یہ ایک بہانہ بنایا تاکہ اس کے ذریعہ ایک خوش طبعی بھی پیدا ہو جائے تو جب حقیقت میں یہ بیع ہی نہیں تھی تو پھر اس کے اندر اگر یہ شرط لگا لی کہ مدینہ منورہ تک سواری کروں گا تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔ لہٰذا اس کے ذریعہ سے اسکی بیع میں استدلال نہیں کیا جا سکتا جہاں مقصود ہی خرید و فروخت ہو، گویا کہ وہ ایک استثنائی واقعہ تھا جو حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے ساتھ پیش آیا۔

باقی جہاں تک حدیث لاشرطان فی بیع میں لفظ شرطان کا تعلق ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ ایک شرط تو پہلے سے خود بخود عقد کے اندر موجود ہوتی ہے وہ یہ کہ بائع مبیع کو مشتری کے حوالے کرے گا اس کے علاوہ اگر کوئی اور شرط لگا دی تو پھر دو شرطیں ہو جائیں گی جس کو اس حدیث میں ناجائز کہا ہے۔ (تقریر ترمذی ج ۱ ص ۱۰۷)

النص الثالث ..... عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ اَتٰی اَعْرَابِیٌّ النَّبِیَّ ﷺ فَقَالَ دُلَّنِیْ عَلٰی عَمَلٍ اِذَا عَمِلْتُهٗ دَخَلْتُ الْجَنَّةَ قَالَ تَعْبُدُ اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكْ بِهٖ شَیْئًا وَتُقِیْمُ الصَّلٰوةَ الْمَكْتُوْبَةَ وَتُؤَدِّی الزَّكٰوةَ الْمَفْرُوْضَةَ وَتَصُوْمُ رَمَضَانَ قَالَ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ لَا اَزِیْدُ عَلٰی هٰذَا شَیْئًا وَلَا اَنْقُصُ مِنْهُ فَلَمَّا وَلّٰی قَالَ النَّبِیُّ ﷺ مَنْ سَرَّهٗ اَنْ یَّنْظُرَ اِلٰی رَجُلٍ مِّنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ فَلْیَنْظُرْ اِلٰی هٰذَا۔ حدیث پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں، اعرابی کا نام لکھ کر بتائیں کہ حدیث میں شہادتین کا ذکر کیوں نہیں؟ لاانقص پر جنت کی بشارت درست ہے لیکن لاازید پر یہ بشارت کیسے منطبق ہوگی؟ وضاحت کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال میں پانچ امور توجہ طلب ہیں (۱) حدیث پر اعراب (۲) حدیث کا ترجمہ (۳) اعرابی کا نام (۴) شہادتین کو ذکر نہ کرنے کی وجہ (۵) لاازید پر جنت کی بشارت دینے کی وضاحت۔

الجواب ..... (۱) حدیث پر اعراب: کما مرّ فی السوال آنفا۔

(۲) حدیث کا ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک دیہاتی آیا اس نے کہا کہ مجھے ایسا عمل بتلاؤ کہ جب میں اسے کروں تو جنت میں داخل ہو جاؤں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ تو اللہ تعالیٰ کی عبادت کر اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرا اور فرض نماز ادا کیا کر، فرض زکوٰۃ ادا کیا کر اور رمضان کے روزے رکھا کر، اس نے کہا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے میں اس پر نہ کوئی زیادتی کروں گا اور نہ اس میں کچھ کمی کروں گا۔ پس جب وہ چلا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص کو یہ بات پسند ہو کہ وہ ایک جنتی آدمی کو دیکھے تو وہ اس شخص کو دیکھ لے۔

(۳) اعرابی کا نام: بعض حضرات نے اس اعرابی کا نام ابن المنتفق اور بعض نے لقیط بن صبرہ رضی اللہ عنہ ذکر کیا ہے۔

(۴) شہادتین کو ذکر نہ کرنے کی وجہ: سوال ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے ارکان اسلام کی تعلیم دیتے ہوئے شہادتین کو ذکر نہیں کیا۔ علماء نے اسکے متعدد جواب دیے ہیں۔ ① وہ دیہاتی پہلے سے مسلمان تھا اسلئے اسکو شہادتین کی تعلیم کی ضرورت نہ تھی۔

② تَعْبُدُ اللّٰهَ کا معنی وَحِّدِ اللّٰهَ ہے کیونکہ عبادات کا ذکر مابعد میں بالتفصیل آرہا ہے اس لئے ابتدائی جملہ میں عبادت سے مراد اقرار توحید ہے۔ (درس مشکوٰۃ ج ۱ ص ۵۲)

(۵) لاازید پر جنت کی بشارت دینے کی وضاحت: بظاہر سوال ہوتا ہے کہ ان اعمال میں کمی نہ کرنے پر جنت کی بشارت دینا درست ہے لیکن زیادتی نہ کرنے پر جنت کی بشارت دینا کیسے درست ہے؟

علماء نے اس کے متعدد جوابات دیے ہیں۔ ① میں مزید کوئی سوال نہیں کروں گا، آپ ﷺ نے جو اعمال بتلائے ہیں ان اعمال میں کمی نہیں کروں گا۔ ② آپ ﷺ نے جو کچھ فرمایا میں اپنی قوم کو جا کر بالکل وہی سب کچھ بتاؤں گا، اس کی تبلیغ میں کمی بیشی نہ کروں گا۔ ③ اپنی طرف سے نفس احکام اور صفات احکام میں کمی بیشی نہیں کروں گا۔ ④ اصل مقصود لَا اَنْقُصُ ہے اور اس کی تاکید کے لئے لَا اَزِیْدُ بڑھا دیا جیسے ہم کسی چیز کی خریداری کرتے وقت بائع سے کہتے ہیں کہ کیا کوئی کمی بیشی نہیں ہے؟ حالانکہ ہمارا مقصود صرف کمی ہوتا ہے زیادتی ہمارا مقصود نہیں ہوتا۔ (ایضاً)

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۳۷ھ

النص الثانی ..... عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ قَالَ: خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِیْ اَضْحٰی اَوْ فِطْرٍ اِلَی الْمُصَلّٰی فَمَرَّ

Maktaba Tul Ishaat.com Scanned with CamScanner

ائمہ ثلاثہ کی دلیل: یہی حدیث باب ہے فلا زکوۃ فیہ حتی یحول علیہ الحول۔

امام ابوحنیفہ کی پہلی دلیل: ترمذی شریف میں روایت ہے ان من السنۃ شہرا تؤدون فیہ زکوۃ اموالکم فما استفید من ذلک فلا زکوۃ فیہ حتی یجئ رأس الشہر اس سے معلوم ہوا کہ زکوۃ سے قبل جو زیادتی حاصل ہوگی اس میں زکوۃ واجب نہیں۔

دوسری دلیل: حضرت عثمان، ابن عباس، حسن بصری رحمہم اللہ کے آثار ہیں کہ یہ حضرات مال مستفاد کیلئے حولان حول کی شرط نہیں لگاتے۔

ائمہ ثلاثہ کی دلیل کا جواب ① صحیح یہ ہے کہ یہ حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہ پر موقوف ہے جیسا کہ ترمذی نے بیان کیا ہے۔

جواب ② یہ حدیث فیہ جنس مال پر محمول ہے۔ جواب ③ یہ حدیث مال مستفاد ابتداء پر محمول ہے۔ (درس ترمذی ج ۲ ص ۱۳۰)

④ راجح مع وجہ ترجیح:۔ حنفیہ کا مذہب راجح ہے اسلئے کہ سال بھر مال بڑھتا گھٹتا ہے، اگر ہر نئے مال کیلئے سال کی شرط لگائی جائے پھر حرج عظیم لازم آئے گا حساب وکتاب رکھنا مشکل ہو جائے گا اور کوئی شخص صحیح طور پر زکوۃ ادا ہی نہیں کر سکے گا لہذا اس حرج سے بچنے کیلئے حنفیہ کا مذہب سہل ہے۔ نیز حنفیہ کا مذہب فقراء کیلئے زیادہ نافع ہے، اس میں نیا سال شمار کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

السؤال الثامن — وعن أبي هريرة قال: قال رسول الله ﷺ: الايمان بضع وسبعون شعبة فافضلها قول لا اله الا الله وادناها اماطة الاذى عن الطريق والحياء شعبة من الايمان۔

انكرى اسم ابى هريرة ولماذا سمى بابى هريرة؟ متى اسلم؟ اكتبى عدد مروياته. اكتبى معنى الابطال ومعنى الكفر لغة وشرعا. كفر أبي طالب من اى انواع الكفر؟ اكتبى معانى الفاظ التى فوقها خط. اشرحى الحديث وبيّنى تعريف الحياء واقسامه واى قسم من الحياء مصداق الحديث۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال کا خلاصہ چھ امور ہیں۔ (۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا نام، وجہ تسمیہ، اسلام ومرویات کی تعداد (۲) ایمان کا لغوی وشرعی معنی (۳) کفر کا لغوی وشرعی معنی اور ابو طالب کے کفر کی تعیین (۴) الفاظ مخطوط کے معانی (۵) حدیث کی تشریح (۶) حیاء کی تعریف واقسام اور حدیث میں مذکور حیاء کا مصداق۔

الجواب ..... ① حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا نام، وجہ تسمیہ، اسلام ومرویات کی تعداد:۔ آپ رضی اللہ عنہ کا نام زمانہ جاہلیت میں عبد شمس تھا اور اسلام لانے کے بعد عبد اللہ یا عبد الرحمن (بن صخر دوسی) رکھا گیا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو طبعی طور پر بلیوں کے ساتھ اُنس تھا، ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ کی مجلس میں تشریف لائے تو آپ رضی اللہ عنہ کی آستین میں سے بلی کا بچہ نکلا، آپ ﷺ نے فرمایا انت ابا هريرة۔ انہوں نے تبرک کی وجہ سے اپنی کنیت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہی رکھ لی۔ آپ رضی اللہ عنہ ۷ھ میں اسلام لائے اور چار سال آنحضرت ﷺ کی خدمت اقدس میں رہے اور ۵۷ھ میں ۷۸ سال کی عمر میں مدینہ منورہ میں وفات پائی اور جنت البقیع میں مدفون ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کی مرویات کی تعداد ۵۳۶۴ ہے۔ (خیر الوضیح ص ۸۵ ج ۱)

② ایمان کا لغوی وشرعی معنی:۔ ایمان لغوی طور پر اَمِنَ سے ماخوذ ہے بمعنی مامون و بے خوف ہونا اصطلاح میں هو التصديق بجميع ما جاء به النبي ﷺ بالضرورة (ان تمام چیزوں کی تصدیق کرنا جن کو بدیہی طور پر رسول اللہ ﷺ لیکر آئے)۔

③ کفر کا معنی اور ابو طالب کے کفر کی تعیین:۔ علامہ بیضاوی فرماتے ہیں کہ کفر بالضم کا لغوی معنی نعمت کو چھپانا ہے اور کفر بالفتح کا معنی مطلق چھپانا ہے اور اصل یہی کفر بالفتح ہی ہے اس لئے کہ مطلق اصل ہوتا ہے اور مقید اس کی فرع ہوتی ہے۔ چنانچہ کافر کا

مشق کرتے ہوئے کاشتکار رات کو بھی کافر کہتے ہیں اس لئے کہ کاشتکار بیج کو زمین میں چھپاتا ہے اور رات بھی اشیاء کو چھپا دیتی ہے اور بھل کے اوپر جو چھلکا ہوتا ہے اس کو بھی کافور اس لئے کہتے ہیں کہ وہ بھی بھل کو چھپا دیتا ہے۔

اصطلاح شریعت میں وہ ضروریات دین جن کا ثبوت قطعی ویقینی ہو ان میں سے کسی ایک چیز کا انکار کرنا کفر ہے۔

علماء نے کفر کی چار قسمیں بیان کی ہیں۔ ① کفر انکار: کہ دل وزبان دونوں پر انکار ہو، نہ دل میں تصدیق موجود ہو اور نہ زبان سے تسلیم واقرار ہو جیسے عام کافروں کا کفر ہوتا ہے ② کفر جحود: کہ دل سے وہ پہچانتا ہے، ایمان کی حقانیت سمجھتا ہے لیکن زبان سے انکار کرتا ہے جیسے ابلیس کا کفر، دل سے تو وہ سب کچھ جانتا ہے اور پہچانتا ہے لیکن زبان سے انکار کرتا ہے ③ کفر عناد: کہ دل سے بھی جانتا ہو اور زبان سے اقرار بھی کرتا ہو لیکن التزام طاعت وشریعت نہیں کرتا، استسلام وانقیاد باطنی کو قبول نہیں کرتا، اپنی باگ ڈور رسول کے حوالے کرنے کیلئے تیار نہیں، جس طرف وہ چلائیں اس طرف چلنے کیلئے آمادہ نہیں، جس طرح وہ کہیں اس طرح کرنے کیلئے راضی نہیں جیسے ابوطالب اور ہرقل کا کفر ④ کفر نفاق: کہ زبان سے تو اقرار کرتا ہے التزام طاعت کا بھی اظہار کرتا ہے لیکن دل میں انکار موجود ہے، دل سے قبول کرنے اور ماننے کیلئے تیار نہیں ہے جیسے عام منافقین کا کفر۔ (کشف الباری)

پس معلوم ہوا کہ ابوطالب کا کفر کفر عناد تھا۔

⑫ الفاظ مخطوطہ کے معانی:۔ "بضع" بمعنی رات کا کچھ حصہ، تین سے نو تک کی تعداد۔

"شعبة" بمعنی درخت کی شاخ وفرع۔ مراد خصائل حمیدہ ہیں۔ "الأذى" بمعنی تکلیف ومشقت۔ وہ چیز تو تکلیف کا باعث ہو۔

"إماطة" یہ باب افعال کا مصدر ہے بمعنی ہٹانا ودور کرنا۔ ابتداءً ہی تکلیف دہ چیز نہ پھینکنا بھی شامل ہے۔

⑬ حدیث کی تشریح:۔ ارشاد نبوی ﷺ کا حاصل یہ ہے کہ ایمان کے ستر سے زائد شعبے وشاخیں ہیں ان میں سے سب سے اعلیٰ وافضل شعبہ کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ کہنا ہے یعنی ایمان کا سب سے افضل شعبہ کلمہ پڑھنا ہے کیونکہ جب تک کلمہ نہیں پڑھے گا وہ مسلمان نہیں ہوگا اور کوئی عمل اسکو فائدہ نہیں دے گا، اور حصول کے لحاظ سے سب سے آسان شعبہ تکلیف دہ چیز کو راستہ سے ہٹانا ہے افضلها الخ سے حقوق اللہ میں سے سب سے اعلیٰ اور ادناها الخ سے حقوق العباد میں سے سب سے ادنیٰ کو ذکر کیا تو درمیان کے تمام حقوق اللہ وحقوق العباد آگئے۔ اور فرمایا کہ حیاء بھی ایمان کا ایک عظیم شعبہ ہے اسکو مستقل اسلئے ذکر کیا کہ یہ شعبہ ایمان کے دیگر بہت سے شعبوں کی طرف داعی ہے۔

⑭ حیاء کی تعریف واقسام اور حدیث میں مذکور حیاء کا مصداق:۔ حیاء کسی ناپسندیدہ وناسب فعل کے ارتکاب کی وجہ سے طبیعت کا شرعاً عرفاً یا عادۃً منقبض ہونا یعنی طبیعت میں عجیب سی بے چینی واضطراب اور کشمکش کا پیدا ہونا۔ حیاء کی دو قسمیں ہیں حیاء طبعی وحیاء شرعی۔ طبعی کا مطلب اپنی طبیعت کی ملامت کی وجہ سے کسی نامناسب فعل کو ترک کرنا ہے اور شرعی کا مطلب شریعت کے حکم کی وجہ سے کسی نامناسب فعل کو ترک کرنا ہے اور حدیث میں حیاء شرعی مراد ہے کیونکہ حیاء طبعی کافر وغیر مسلم میں بھی پائی جاتی ہے۔

السوال الثانی ۱۴۳۶ھ

المتن المأخوذ ..... بَابُ الْوَسْوَسَةِ الْفَضْلُ الْأَوَّلُ: عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى تَجَاوَزَ عَنْ أُمَّتِيْ مَا وَسْوَسَتْ بِهٖ صُدُوْرُهَا مَالَمْ تَفْعَلْ بِهٖ أَوْ تَتَكَلَّمْ. (ص ۱۸ ج ۱)

اكتبي تعريف الوسوسة، ملخوالفرق بين الوسوسه والالهام كم قسمًا للوسوسة؟ اشرحي كل قسم منها

Maktaba Tul Ishaat.com Scanned with CamScanner

والذکری حکمها شکلی الحدیث ثم ترجمها الی الأردیة وبیّنی معنی الحدیث بحیث لایبقی ای اشکال.

﴿خلاصۂ سوال﴾..... اس سوال کا حل پانچ امور ہیں۔ (۱) وسوسہ کی تعریف اور وسوسہ والہام میں فرق (۲) وسوسہ کی اقسام اور انکے احکام کی وضاحت (۳) حدیث پر اعراب (۴) حدیث کا ترجمہ (۵) حدیث کا مفہوم۔

الجواب..... ❶ وسوسہ کی تعریف اور وسوسہ والہام میں فرق:۔ وسوسہ لغت میں پست آواز کو کہتے ہیں اور اصطلاح میں وہ خیالات جو بندے کو شر و عمل اور گناہ کی طرف دعوت دیں وہ وسوسہ کہلاتے ہیں۔ وسوسہ والہام میں فرق یہ ہے کہ وسوسہ برے خیال و رائی کو کہتے ہیں جبکہ الہام وہ اچھے خیالات ہیں جو اچھی فکر و طاعت اور نیک عمل کی طرف دعوت دیں۔

❷ وسوسہ کی اقسام اور انکے احکام کی وضاحت:۔ وسوسہ کی ابتداءً دو اقسام ہیں ضروریہ و اختیاریہ۔

① وسوسہ ضروریہ: جو انسان کے اختیار میں نہ ہو دل میں ابتداءً ہے اور انسان اُس کے دفع کرنے پر قادر بھی نہ ہو، یہ وسوسہ تمام اُمتوں کو معاف کر دیا گیا ہے۔ لَا یُکَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا

② وسوسہ اختیاریہ: جو انسان کے دل میں آنے کے بعد دل لگا رہتا ہے اور انسان اُس خیال سے لذت بھی حاصل کرتا رہتا ہے اور اُس کو حاصل کرنے کی کوشش بھی کرتا ہے مگر کامیاب نہیں ہوتا، یہ قسم آپ ﷺ کی امت سے آپ کے تکریم و تشریف کی وجہ سے خاص طور پر معاف کر دی گئی ہے۔ البتہ عقائد فاسدہ اور اخلاق ذمیمہ اس وسوسہ میں ہرگز داخل نہیں ہیں۔

پھر وسوسہ اختیاریہ کی پانچ اقسام ہیں۔ ① ھاجس: وہ خیال جو دل میں پیدا ہو اور فوراً نکل جائے دل میں قرار ہی نہ پکڑے ② خاطر: وہ خیال جو دل میں پیدا ہو اور اُس کو کچھ قرار بھی حاصل ہو لیکن اُسکے کرنے اور نہ کرنے کا داعیہ پیدا نہ ہو۔ ③ حدیث النفس: وہ خیال جو دل میں پیدا ہو اور قرار بھی حاصل ہو اور اُس کو کرنے نہ کرنے کا داعیہ بھی پیدا ہو مگر کسی جانب کو ترجیح نہ ہو۔ یہ تینوں قسمیں امت محمدیہ سے معاف ہیں، ان میں نہ مؤاخذہ ہے اور نہ ثواب ہے جبکہ پہلی امتوں کے لئے صرف ھاجس معاف تھا بقیہ دو قسموں پر مؤاخذہ تھا۔ ④ ھمّ: وہ خیال جو دل میں پیدا ہو اور اُس کو قرار بھی حاصل ہو کرنے کا داعیہ بھی پیدا ہو کسی جانب کو ترجیح بھی حاصل ہو مگر وہ ترجیح ضعیف ہو اس میں ثواب ہے عذاب نہیں۔ ⑤ عزم: کہ اُس خیال کو کرنے کا داعیہ بھی پیدا ہو جائے اور جانب فعل کو ترجیح قوی بھی حاصل ہو جائے اور اسباب مہیا ہونے پر کرنے کا نہایت پختہ ارادہ ہو جائے، یہ عزم بالجزم ہے اس میں عذاب بھی ہے اور ثواب بھی ہے جیسا کہ حدیث میں ہے اَلْقَاتِلُ وَ الْمَقْتُوْلُ کِلَاهُمَا فِی النَّارِ۔ (خیر الفتاویٰ ص ۳۴۰ ج ۱)

❸ حدیث پر اعراب:۔ کما تر فی السوال آنفا۔

❹ حدیث کا ترجمہ:۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ (رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میری امت کے لوگوں کے دلوں میں پیدا ہونے والے وسوسوں کو معاف کر دیا ہے جب تک کہ وہ ان وسوسوں پر عمل نہ کریں یا انکے ساتھ کلام نہ کریں۔

❺ حدیث کا مفہوم:۔ حدیث کا حاصل یہ ہے کہ آدمی کا وسوسہ جب تک عمل و قول (مثلاً قتل کرنا، غیبت کرنا) کی حد تک نہ پہنچے، محض دل میں خیال ہی پیدا ہوا اسوقت تک اسپر مواخذہ و گرفت نہیں ہے، باقی اسکی مکمل تفصیل امر نمبر دو کے ضمن میں گزر چکی ہے۔

السؤال الرابع..... عن أبی هریرة قال: قال رسول اللّٰه ﷺ: من ادرك ركعة من الصبح قبل ان تطلع الشمس فقد ادرك الصبح، ومن ادرك ركعة من العصر قبل ان تغرب الشمس فقد ادرك العصر. (ص ۶۰ ابواب)

متی فرضت الصلوة الخمس والزكوة والصوم والحج. ماهو المفهوم الظاهري للحديث المذكور؟ وهل عمل بظاهره احد من الائمة. قد بالغ الناس في الرد على الاحناف بسبب ترك العمل على هذا الحديث انكرى الجواب عن هذا جوابا شافيا ولاتنس ذكر اختلاف الائمة مع الدليل.

خلاصۂ سوال ہے..... اس سوال میں چار امور مطلوب ہیں۔ (۱) نماز، زکوۃ، روزہ وحج کی فرضیت کا وقت (۲) حدیث کا ظاہری مفہوم اور اس پر ائمہ کا عمل (۳) حدیث مذکور کی حنفیہ کی طرف سے توجیہ وجواب (۴) مسئلہ مذکورہ میں اختلاف مع الدلائل۔

..... ❶ نماز، زکوۃ، روزہ وحج کی فرضیت کا وقت:۔ نماز کی فرضیت کے متعلق تمام اہل سیر واہل حدیث متفق ہیں کہ یہ شب معراج میں فرض ہوئی مگر شب معراج کے وقوع میں مؤرخین کا اختلاف ہے۔ جمہور کے نزدیک ۵ھ میں معراج کا واقعہ پیش آیا۔ زکوۃ کی فرضیت میں متعدد اقوال ہیں ان میں سے سب سے صحیح قول یہ ہے کہ زکوۃ کی فرضیت ہجرت سے قبل مکہ مکرمہ میں ہی ہو چکی تھی مگر انکی تحصیل وتقسیم کا انتظام اور نصاب وغیرہ کی فرضیت ۲ھ کے بعد اور ۵ھ سے پہلے ہوئی تھی۔ روزوں کی فرضیت صحیح قول کے مطابق ماہ شعبان ۲ھ میں ہوئی (درس ترمذی) حج کی فرضیت میں بھی مختلف اقوال ہیں مگر ان میں سے سب سے مشہور یہ ہے کہ حج ۶ھ یا ۹ھ میں فرض ہوا۔ حافظ ابن حجر نے ۶ھ کا قول جمہور کی طرف منسوب کیا ہے کیونکہ آیت کریمہ "وائتوا الحج والعمرة لله" ۶ھ میں نازل ہوئی، محققین کے ہاں ۹ھ میں حج فرض ہوا دلیل آیت کریمہ "ولله على الناس حج البيت" کا نزول ہے۔ اور سابقہ آیت (واتموا الحج والعمرة لله) میں اتمام حج وعمرہ کا ذکر ہے جو فرضیت کے بغیر بھی ہو سکتا ہے لہٰذا ۹ھ راجح ہے۔ (السائل والدلائل)

❷ حدیث کا ظاہری مفہوم اور اس پر ائمہ کا عمل:۔ حدیث کا ظاہری مفہوم یہی ہے کہ اگر کسی شخص نے نماز کی ایک رکعت پڑھی یعنی نماز مکمل نہیں کی دوران نماز ہی سورج طلوع یا غروب ہو گیا تو اسکو چاہیے کہ نماز مکمل کرے دوران نماز ممنوع وقت کے شروع ہونے سے نماز میں خلل وفرق پیدا نہ ہوگا اس ظاہری مفہوم کے اعتبار سے یہ حدیث ائمہ ثلاثہ کی دلیل ہے انہوں نے اسپر عمل کیا ہے

❸ حدیث مذکور کی حنفیہ کی طرف سے توجیہ وجواب:۔ حنفیہ کے نزدیک دوران فجر اگر سورج طلوع ہو جائے تو نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ چونکہ حنفیہ کا مذہب بظاہر اس حدیث کے خلاف ہے اسلئے حنفیہ کی طرف سے اسکی متعدد توجیہات ذکر کی گئی ہیں۔ ① امام طحاویؒ نے فرمایا کہ یہ حدیث اور اس مفہوم کی دیگر تمام احادیث ان لوگوں کے بارے میں ہیں جو ایک رکعت کی بقدر طلوع یا غروب شمس سے پہلے نماز کے اہل ہو گئے (مثلاً بچہ بالغ ہو گیا، حائضہ پاک ہو گئی، کافر مسلمان ہو گیا) تو ان پر قضا لازم ہے لہٰذا تقدیر عبارت یہ ہوگی، من ادرك من الصبح وقت ركعة قبل ان تطلع الشمس او تغرب الشمس فقد ادرك وجوب الصلوة۔

② اس حدیث کا مصداق نائم وناسی (سونے والا، بھولنے والا) ہیں، نہ کہ جان بوجھ کر چھوڑنے والا۔

③ یہ حدیث منسوخ ہے، اس پر قرینہ راوی کا اپنا فتویٰ ہے۔

④ یہ حدیث نذر پر محمول ہے مثلاً کسی شخص نے نذر مانی کہ اگر مجھے فلاں جگہ فجر یا عصر کی نماز مل جائے تو میرا غلام آزاد ہے، یہ شخص جب وہاں پہنچا تو صرف ایک رکعت کا وقت باقی تھا تو اس شخص کا غلام آزاد ہو جائیگا۔ (خیر التوضیح)

❹ مسئلہ مذکورہ میں اختلاف مع الدلائل:۔ احناف کے نزدیک عصر کی نماز کے دوران اگر سورج غروب ہو جائے تو عصر کو پورا

Maktaba Tul Ishaat.com Scanned with CamScanner

کرنا چاہیے اور اگر فجر کی نماز کے دوران سورج طلوع ہو جائے تو نماز فاسد ہو جائے گی۔

ائمہ ثلاثہ کے نزدیک دونوں نمازوں کو پورا کرنا چاہیے، ان نمازوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔

ائمہ ثلاثہ کی دلیل یہی حدیث الباب ہے۔ (اس کا جواب اوپر گزر چکا ہے)

احناف کی دلیل نہی کی متواتر احادیث ہیں۔

فجر و عصر کی نماز میں فرق کی متعدد وجہیں ہیں۔ ① علامہ عینی فرماتے ہیں کہ احادیث نہی و اباحت میں تعارض کی وجہ سے اصولی طور پر قیاس کو دیکھا جاتا ہے اور قیاس نماز عصر میں حدیث اباحت کو اور نماز فجر میں حدیث نہی کو ترجیح دیتا ہے اسلئے کہ وقت وجوب نماز کا سبب ہے، اگر وقت کامل تو وجوب کامل ہوگا اور ادا کامل واجب ہوگی اور فجر میں وقت کامل ہے پس ادا بھی کامل ضروری ہے اور طلوع شمس سے ادا ناقص ہو جاتی ہے اسلئے صحیح نہیں ہے جبکہ عصر میں اصفرار کی وجہ سے وقت ناقص ہے تو غروب شمس سے ناقص ادا درست ہو جائے گی۔ ② علامہ سرخسی فرماتے ہیں کہ غروب شمس سے فرض نماز کا وقت داخل ہوتا ہے جو کہ فرض کے منافی نہیں ہے بخلاف طلوع شمس کے کہ اس سے فرض نماز کا وقت داخل نہیں ہوتا بلکہ مکروہ وقت داخل ہوتا ہے لہٰذا طلوع شمس فرض نماز کے منافی ہے۔ ③ بعض احادیث سے بھی فجر و عصر میں فرق ثابت ہوتا ہے کہ لیلۃ التعریس میں آپ ﷺ نے نماز کو سو کر قضا کیا یہاں تک کہ سورج بلند ہو گیا، یہ فجر کے عدم جواز کی دلیل ہے جبکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی احادیث سے عصر کا جواز ثابت ہوتا ہے۔ (المسائل الفقہیہ، ص ۳۳)

السوال الثالث ۱۴۳۶ھ

المتن الاول ..... عن عائشة قالت: سمعت ﷺ يقول: "ما خالطت الزكوة مالا قط الا اهلكته". (ص ۱۷۸، ج ۱)

انكرى تفسير المخالطة حسب قول الامام البخاري واحمد بن حنبل. قد احتج بهذا الحديث من ترى تعلق الزكوة بعين المال، ما هو طريق استدلالهم؟ الزكوة متعلقة بعين المال أو بالذمة؟ وهل يجوز في الزكوة دفع القيمة ام لا؟ اذكرى اختلاف الأئمة ورجح مذهب الاحناف.

خلاصۂ سوال ..... اس سوال کا خلاصہ تین امور ہیں۔ (۱) مخالطہ کی تفسیر (۲) عین مال کے ساتھ زکوۃ لازم ہونے کا استدلال (۳) عین مال یا ذمہ کے ساتھ زکوۃ لازم ہونے میں اختلاف مع الدلائل والترجیح۔

الجواب ..... ① **مخالطہ کی تفسیر:** مصنف نے مخالطہ کی دو تفسیریں ذکر کی ہیں۔

① امام شافعی، امام بخاری، امام حمیدی سے منقول ہے کہ صاحب نصاب پر زکوۃ لازم تھی اس نے وہ زکوۃ نہ نکالی تو یہ مال زکوۃ دوسرے مال کے ساتھ خلط ہو گیا پس مال زکوۃ دوسرے مال کو ہلاک اور برباد کر دے گا۔ ② امام احمد بن حنبل سے منقول ہے کہ کوئی مالدار آدمی صاحب استطاعت ہونے کے باوجود فقیر ظاہر ہو کر زکوۃ وصول کرے حالانکہ اسکے لئے زکوۃ لینا جائز نہیں ہے، اس مالدار شخص نے جب زکوۃ وصول کر کے اپنے دوسرے حلال مال کے ساتھ ملائی تو یہ مال زکوۃ اسکے حلال مال کو بھی ہلاک و تباہ کر دے گا۔

② **عین مال کے ساتھ زکوۃ لازم ہونے کا استدلال:** ائمہ ثلاثہ اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ زکوۃ کا تعلق عین مال کے ساتھ ہوتا ہے کیونکہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مال زکوۃ جب دوسرے مال کے ساتھ ملے گا تو وہ اسکو بھی ہلاک کر دے گا اس ہلاکت سے بچنے کی یہی صورت ہے کہ عین مال کو بطور زکوۃ ادا کیا جائے۔

❸ عین مال یا ذمہ کے ساتھ زکوٰۃ لازم ہونے میں اختلاف مع الدلائل والترجیح:۔ ائمہ ثلاثہؒ کے نزدیک جس مال میں زکوٰۃ لازم ہوئی اس عین مال کو زکوٰۃ میں دینا لازم ہے قیمت دینا جائز نہیں ہے۔ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک عین مال کا دینا ضروری نہیں بلکہ جس چیز سے فقیر کی حاجت پوری ہوتی ہو وہ دیدے مثلاً فقیر کو کپڑے کی ضرورت ہے تو کپڑے دیدے اگر غلہ اناج کی ضرورت ہے تو غلہ اناج دیدے۔

ائمہ ثلاثہؒ کی نقلی دلیل تو یہی حدیث ہے کہ عین مال زکوٰۃ دوسرے مال کے ساتھ خلط ہو کر اسکو ہلاک کر دیتا ہے۔

عقلی دلیل یہ ہے کہ زکوٰۃ ایسی نیکی وقربت ہے جو مال کے ساتھ متعلق ہے لہٰذا قیمت وغیرہ ادا کرنے سے ادا نہ ہوگی جیسا کہ ہدی وقربانی کا عین دینا لازم ہے قیمت جائز نہیں ہے۔

امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ زکوٰۃ کا مقصد فقراء کی حاجت پورا کرنا ہے اور جو چیز فقیر کی حاجت کو پورا کرے وہی چیز دینا زیادہ بہتر وافضل ہے لہٰذا زکوٰۃ کیلئے عین مال کو متعین نہیں کر سکتے۔

ائمہ ثلاثہؒ کی نقلی دلیل کا جواب یہ ہے کہ حدیث میں ہلاکت سے مراد برکت کا کم ہونا یا غیر منتفع ہونا ہے نیز قیمت دینے میں فقیر کیلئے سہولت ہے جبکہ عین مال دینے میں بسا اوقات فقیر کیلئے حرج کا باعث ہے۔

عقلی دلیل کا جواب یہ ہے کہ ہدی وقربانی پر قیاس کرنا درست نہیں ہے اسلئے کہ ہدی وقربانی میں خون بہانا مقصد ہوتا ہے جو عین کے بغیر ممکن نہیں ہے جبکہ زکوٰۃ سے مقصود فقراء کی حاجت کو پورا کرنا ہے جو عین کے علاوہ ممکن بلکہ مناسب وافضل ہے۔ لہٰذا مذہب احناف راجح ہے اسلئے کہ اصل مقصد فقیر کی حاجت کو پورا کرنا اور اسکی مشکل کو حل کرنا ہے اور یہ مقصد قیمت کے ذریعہ بہتر ادا ہو سکتا ہے۔ نیز اگر عین مال فقیر کو دیدیا جائے اور اسکو کسی دوسری چیز کی حاجت ہو تو اس عین کو مناسب قیمت پر فروخت کرنا اور پھر اسکی قیمت کو اپنے مصرف میں لانا فقیر کیلئے آسانی کی بجائے مشکل کا باعث ہو سکتا ہے اسلئے قیمت ادا کرنا ہی راجح ہے۔

السؤال الثالث ..... بَابُ رَمْيِ الْجِمَارِ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: اَلْاِسْتِجْمَارُ تَوٌ وَرَمْيُ الْجِمَارِ تَوٌ وَالسَّعْيُ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ تَوٌ وَالطَّوَافُ تَوٌ وَإِذَا اسْتَجْمَرَ أَحَدُكُمْ فَلْيَسْتَجْمِرْ بِتَوٍ. (ص ۲۲۱، ابوداؤد)

شکلی الحدیث المبارک وترجمه الی الاردیة. اکتبی معنی الجمار لغة؟ ماهی الامور التی یطلق علیها الجمار؟ ماهو حکم رمی الجمرات فی الحج؟ اذکری اسماء الجمرات وترتیب الرمی؟

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال کا حل چار امور ہیں۔ (۱) حدیث پر اعراب (۲) حدیث کا ترجمہ (۳) جمار کا لغوی معنی اور جمار والے امور کی نشاندہی (۴) رمی جمرات کا حکم، اسماء اور ترتیب۔

الجواب ..... ❶ حدیث پر اعراب:۔ کما مر فی السوال آنفا۔

❷ حدیث کا ترجمہ:۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ استنجاء کرنا طاق ہے شیطان کو کنکریاں مارنا طاق ہے صفاء ومروہ کے درمیان سعی طاق ہے طواف طاق ہے اور جب تم میں سے کوئی ڈھیلے استعمال کرے تو طاق ڈھیلے لے۔

❸ جمار کا لغوی معنی اور جمار والے امور کی نشاندہی:۔ جِمَارٌ (بکسر الجیم) جمع ہے اسکا مفرد جمرۃ ہے بمعنی انگارہ وکنکری، اور یہ لفظ (جَمَرٌ کا مادہ) شیطان کو کنکری مارنا اور استنجاء میں ڈھیلا استعمال کرنے کیلئے مستعمل ہے۔

Maktaba Tul Ishaat.com Scanned with CamScanner

❼ رمی جمرات کا حکم، اسباب اور ترتیب:۔ حج میں جمرات کو کنکریاں مارنا واجب ہے۔ جمرات میں سے سب سے پہلے جمرۂ اولیٰ کی طرف سے آتے ہوئے جمرۂ اولیٰ ہے پھر جمرۂ وسطیٰ ہے پھر جمرۂ عقبہ ہے۔ اس روز اور کو صرف جمرۂ عقبہ کی رمی کی جاتی ہے اور تیرہ ایام منیٰ تینوں جمرات کی رمی کی جاتی ہے سب سے پہلے اولیٰ کی پھر وسطیٰ کی پھر عقبہ کی۔

﴿الورقة الثانية : في الحديث (مشكوة اول)﴾

﴿السوال الاول﴾ ۱۴۲۷ھ

السوال الاول ..... باب المنهي عنها من البيوع وعن ابي هريرة قال: قال نهى رسول الله ﷺ عن بيعتين في بيعة وعن عمرو بن شعيب عن ابيه عن جده قال: قال رسول الله ﷺ لا يحل سلف وبيع ولا شرطان في بيع ولا ربح مالم يضمن ولا بيع مالیس عندك. وضح معنى "بيعتين في بيعة" واشرح الحديث الثاني قيد "شرطان" اتفاقي ام احترازي؟ اذكر اختلاف الائمة مع الدليل.

﴿خلاصہ سوال﴾ ..... اس سوال میں تین امور مطلوب ہیں۔ (۱) بیعتین فی بیعۃ کا معنی (۲) حدیث ثانی کی تشریح (۳) شرطان کی قید کا اتفاقی یا احترازی ہونے کی وضاحت مع ادلۃ الاختلاف۔

الجواب ..... ❶ بیعتین فی بیعۃ کا معنی:۔ (۱) ایک عقد میں دوسرے عقد کی شرط لگانا، مثلاً میں یہ بیع تم سے اس شرط پر کرتا ہوں کہ تم میرے ساتھ فلاں معاملہ بھی کرو گے مثلاً میں تمہیں اپنا مکان اس شرط پر فروخت کرتا ہوں کہ تم اپنا غلام مجھے فروخت کرو گے یہ شرط مقتضاء عقد کے خلاف ہے اسلئے آپ ﷺ نے اس سے منع کیا ہے۔

عقد ایک ہی ہو مگر اس میں ثمن متردد ہو متعین نہ ہو مثلاً ایک شخص دوسرے سے کہے کہ اگر یہ کتاب تم نقد میں خریدو تو دس روپے میں فروخت کرتا ہوں اور ادھار خریدو تو پندرہ روپے میں فروخت کرتا ہوں، مشتری نے کہا کہ مجھے قبول ہے اور اس نے نقد یا ادھار کی تعیین نہیں کی تو ثمن متردد ہونے کی وجہ سے بیع درست نہیں ہے۔ (خیر جاری)

❷ حدیث ثانی کی تشریح:۔ لا یحل سلف وبیع یعنی قرض اور بیع ایک ساتھ کرنا حلال نہیں، اس کے متعدد معانی بیان کئے گئے ہیں۔ ایک معنی تو اس کے یہ ہیں کہ کوئی شخص بیع کے اندر قرض کی شرط لگادے مثلاً یہ کہے کہ میں تم سے فلاں چیز خریدتا ہوں بشرطیکہ تم مجھے اتنے روپے قرض دو یہ معاملہ جائز نہیں اسلئے کہ بیع کے ساتھ ایک ایسی شرط لگائی جارہی ہے جو مقتضائے عقد کے خلاف ہے۔ دوسرے معنی یہ ہیں کہ ایک شخص کو قرض کی ضرورت تھی اس نے دوسرے شخص سے قرض مانگا تو دوسرے شخص نے کہا کہ میں اس وقت تک قرض نہیں دوں گا جب تک تم مجھ سے فلاں چیز اتنے روپے میں نہیں خریدو گے مثلاً ایک کتاب کی قیمت بازار میں پچاس روپے ہے لیکن قرض دینے والا کہتا ہے کہ تم مجھ سے یہ کتاب سو روپے میں خریدو تب میں تمہیں قرض دوں گا اس طرح وہ اس قرض پر براہ راست سود کا مطالبہ تو نہیں کر رہا لیکن اس نے اسکے ساتھ ایک بیع لازم کردی اور اس میں قیمت زیادہ وصول کرلی اس طریق بالواسطہ اس نے سود وصول کرلیا اس کو بیع العینہ بھی کہتے ہیں اور یہ سود حاصل کرنے کا ایک حیلہ ہے اسلئے حرام اور ناجائز ہے۔ تیسرے معنی یہ ہیں کہ ایک شخص نے دوسرے سے بیع سلم کرتے ہوئے کہا کہ تم یہ سو روپے لے لو اور ایک ماہ بعد ایک من گندم مجھے دے دینا اور ساتھ میں اس سے یہ بھی کہدیا کہ اگر کسی وجہ سے تم ایک ماہ بعد ایک من گندم فراہم نہ کرسکے تو وہ گندم میں نے تم کو ایک سو دس روپے میں

Scanned with CamScanner

فروخت کردی جس کا مطلب یہ ہے کہ اس صورت میں تم ایک ماہ بعد ایک سو دس روپے ادا کرو گے یہ بھی ناجائز ہے اسلئے کہ یہ بھی سود وصول کرنے کا ایک حیلہ ہے گندم درمیان سے غائب ہوگئی اور ایک سو روپے کے ایک سو دس روپے وصول کر لئے۔

ولا شرطان فی بیع: اس جملہ کی تشریح مابعد میں آرہی ہے۔

ولا ربح مالم یضمن: یہ ایک بہت بڑا قاعدہ کلیہ ہے جو حضور اقدس ﷺ نے فرمایا اور اس پر بے شمار احکام شرعیہ متفرع ہوتے ہیں مطلب اس کا یہ ہے کہ جو چیز انسان کے ضمان میں نہیں اس پر نفع لینا بھی جائز نہیں اس کی ایک سادہ سی مثال یہ ہے کہ مثلاً ایک شخص نے ایک بکری خریدی لیکن ابھی تک اس نے بکری پر قبضہ نہیں کیا بلکہ بائع کے قبضے میں ہے اگر اس حالت میں بکری مر جائے تو نقصان بائع کا ہوگا اب اس کو قیمت نہیں ملے گی اور اگر قیمت وصول کر لی تھی تو مشتری کو واپس لوٹانا ضروری ہوگا اور اگر مشتری وہ بکری اپنے گھر لے آیا اور یہاں آکر وہ بکری مر گئی تو اب نقصان مشتری کا ہوگا لہٰذا یہ کہا جائے گا کہ جب تک بکری بائع کے قبضے میں تھی وہ اس وقت تک بائع کے ضمان میں تھی اور جب مشتری نے اس بکری پر قبضہ کر لیا تو اب مشتری کے ضمان میں آگئی اب حدیث کے الفاظ سے یہ قاعدہ نکل رہا ہے کہ جب تک مبیع مشتری کے ضمان میں نہ آجائے اس وقت تک وہ اس مبیع کو آگے فروخت نہیں کر سکتا لہٰذا ایک مشتری نے اس بکری پر قبضہ کئے بغیر کسی تیسرے شخص کو وہ بکری فروخت کر دی مثلاً دس روپے کی خرید کر بارہ روپے میں فروخت کر دی تو اس عقد کے اندر جو دو روپے اس نے نفع کے حاصل کئے اس کو **ربح مالم یضمن** کہا جائے گا کیونکہ یہ مشتری ایک ایسی چیز کا نفع لے رہا ہے جو ابھی اس کے ضمان میں نہیں آئی لیکن اگر مشتری نے بکری پر قبضہ کرنے کے بعد تیسرے شخص کو بارہ روپے میں فروخت کر دی تو اس وقت یہ کہا جائے گا کہ یہ ایک ایسی چیز کا نفع لے رہا ہے جو اس کے اپنے ضمان میں ہے۔ حاصل اس کا یہ ہے کہ کسی چیز پر نفع لینا اسی وقت جائز ہوتا ہے جب انسان اس کی ہلاکت کا خطرہ اپنے سر لے اگر ہلاکت کا خطرہ اپنے سر نہیں لے رہا تو اس پر نفع لینا بھی جائز نہیں۔

لا بیع ما لیس عندك بیع مالم یقبض کے ناجائز ہونے کی بھی یہی علت ہے اس لئے کہ جب تک مشتری اس چیز پر قبضہ نہیں کریگا اس وقت تک وہ چیز اس کے ضمان میں نہیں آئے گی لہٰذا اس پر نفع لینا جائز نہ ہوگا۔

⑫ "شرطان" کی قید کے اتفاقی یا احترازی ہونے کی وضاحت مع الاختلاف والدلائل:۔

جمہور فقہاء کا مذہب: امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ شرط لگانے سے بیع بھی فاسد ہو جاتی ہے البتہ وہ شرط ملائم عقد ہو یا وہ شرط متعارف ہو چکی ہو تو حنفیہ کے نزدیک ایسی شرط لگانا جائز ہے جبکہ شافعیہ کے نزدیک متعارف شرط لگانا بھی درست نہیں اور مالکیہ یہ فرماتے ہیں کہ صرف مقتضائے عقد کے خلاف ہونے سے بیع فاسد نہیں ہوتی جب تک وہ شرط مناقض عقد نہ ہو مثلاً کوئی شخص بیع کے اندر یہ شرط لگا دے کہ میں یہ چیز فروخت کرتا ہوں لیکن اس شرط کے ساتھ کہ ایک سال تک اس کی ملکیت تمہاری طرف منتقل نہیں ہوگی چونکہ یہ شرط مناقض عقد ہے کیونکہ عقد کا تقاضا یہ ہے کہ ملکیت منتقل ہو جائے اس شرط کی وجہ سے عقد بھی فاسد ہو جائے گا بہرحال ان تینوں اماموں کے آپس میں تھوڑے تھوڑے اختلاف کے باوجود اس بات پر اتفاق ہے کہ شرط کی وجہ سے عقد بھی فاسد ہو جاتا ہے اور شرط بھی فاسد ہو جاتی ہے۔

امام احمد بن حنبلؒ کا مذہب: امام احمد بن حنبلؒ کا مذہب یہ ہے کہ اگر عقد کے اندر ایک شرط لگائی تو یہ جائز ہے البتہ دو شرطیں لگانا

Maktaba Tul Ishaat.com Scanned with CamScanner

درست نہیں اس کی وجہ سے عقد فاسد ہو جائے گا مثلاً مشتری نے کہا کہ میں تم سے یہ کپڑا اس شرط پر خریدتا ہوں کہ تم اس کو سی کر دو گے تو امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک بیع درست ہے اور اگر مشتری نے دو شرطیں لگا دیں اور یہ کہا کہ میں اس شرط پر کپڑا خریدتا ہوں کہ تم اسکو سی کر بھی دو گے اور پھر جو بٹنے دھو کر دیا کرو گے تو اس صورت میں ایک عقد کے اندر دو شرطیں ہونے کی وجہ سے یہ عقد فاسد ہو جائیگا۔

جمہور کا استدلال: جمہور فقہاء اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں جو امام صاحب نے اپنی کتاب جامع المسانید یعنی مسند امام اعظم میں روایت کی ہے اس کے الفاظ یہ ہیں نهى رسول الله ﷺ عن بيع وشرط۔ اس میں لفظ شرط مفرد ہے اس سے معلوم ہوا کہ ایک شرط لگانا بھی ناجائز ہے۔

(۱۲) مستدلین کی تعیین اور جواب: یہ حدیث امام احمدؒ کی دلیل ہے نیز ان کی دوسری دلیل لاشرطان في بيع ہے اس میں شرطان تثنیہ کا صیغہ ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ دو شرطیں لگانا تو جائز نہیں ایک شرط لگانا جائز ہے۔

حدیث الباب کا جواب یہ ہے کہ اصل میں تو بیع مطلق ہوئی تھی لیکن بیع کے بعد حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ سے درخواست کی کہ یا رسول اللہ ﷺ! میرے پاس کوئی اور سواری نہیں ہے اس لئے آپ ﷺ مجھے مدینہ منورہ تک اس پر سواری کی اجازت دے دیجئے، چنانچہ آپ ﷺ نے اجازت دیدی۔

اسکی دلیل یہ ہے کہ مسند احمد کی ایک روایت میں ہے کہ جب حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے اونٹ فروخت کر دیا تو اونٹ سے اتر کر علیحدہ کھڑے ہو گئے۔ حضور ﷺ نے پوچھا کہ تم اونٹ سے اتر کر کیوں کھڑے ہو گئے؟ انہوں نے جواب دیا کہ اب یہ اونٹ آپ ﷺ کا ہے، آپ اس پر قبضہ کر لیں۔ حضور ﷺ نے جواب دیا کہ نہیں مدینہ منورہ تک تم ہی سواری کرو۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے نہ صرف یہ کہ شرط نہیں لگائی تھی بلکہ آپ ﷺ نے اپنی خوشی سے مدینہ منورہ تک سواری کی اجازت دی تھی۔

امام طحاویؒ نے اس کا دوسرا جواب یہ دیا ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا حضور ﷺ سے جو عقد ہوا تھا یہ محض صورۃً عقد تھا۔ حقیقت میں بیع مقصود ہی نہیں تھی، اس لئے کہ اسی واقعہ میں یہ بھی لکھا ہے کہ جب حضرت جابر رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ پہنچے تو آپ ﷺ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کو بلوایا کہ آ کر اونٹ کی قیمت لے لو، چنانچہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ ﷺ نے پیسے دیئے اور کچھ زیادہ کر کے دیئے جب حضرت جابر رضی اللہ عنہ پیسے لیکر واپس جانے لگے تو حضور ﷺ نے پوچھا کہ کہاں جا رہے ہو؟ انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ پیسے مل گئے اب گھر جا رہا ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ تمہارا اونٹ کھڑا ہے اس کو بھی لے جاؤ، اس طرح آپ ﷺ نے پیسے بھی دے دیئے اور اونٹ بھی واپس کر دیا۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضور ﷺ کا مقصد بیع کرنا نہیں تھا بلکہ درحقیقت حضرت جابر رضی اللہ عنہ کو نوازنا مقصود تھا۔ اور اس کے لئے یہ ایک بہانہ بنایا تاکہ اس کے ذریعہ ایک خوش طبعی بھی پیدا ہو جائے تو جب حقیقت میں یہ بیع ہی نہیں تھی تو پھر اس کے اندر اگر یہ شرط لگائی کہ مدینہ منورہ تک سواری کروں گا تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔ لہٰذا اس کے ذریعہ سے لاشرطان في بيع میں استدلال نہیں کیا جا سکتا جہاں حقیقی خرید و فروخت ہو، گویا کہ وہ ایک استثنائی واقعہ تھا جو حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے ساتھ پیش آیا۔

باقی جہاں تک حدیث لاشرطان في بيع میں لفظ شرطان کا تعلق ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ ایک شرط تو پہلے سے خود بخود عقد کے اندر موجود ہوتی ہے وہ یہ کہ بائع مبیع کو مشتری کے حوالے کرے گا اس کے علاوہ اگر کوئی اور شرط لگا دی تو پھر دو شرطیں ہو جائیں گی جس کو اس حدیث میں ناجائز کہا ہے۔ (تقریر ترمذی ج ۱ ص ۱۰۷)

المتن الثالث ..... عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ اَتَی اَعْرَابِیٌّ النَّبِیَّ ﷺ فَقَالَ دُلَّنِیْ عَلٰی عَمَلٍ اِذَا عَمِلْتُهٗ دَخَلْتُ الْجَنَّةَ قَالَ تَعْبُدُ اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكْ بِهٖ شَیْئًا وَتُقِیْمُ الصَّلٰوةَ الْمَكْتُوْبَةَ وَتُؤَدِّی الزَّكٰوةَ الْمَفْرُوْضَةَ وَتَصُوْمُ رَمَضَانَ قَالَ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ لَا اَزِیْدُ عَلٰی هٰذَا شَیْئًا وَلَا اَنْقُصُ مِنْهُ فَلَمَّا وَلّٰی قَالَ النَّبِیُّ ﷺ مَنْ سَرَّهٗ اَنْ یَّنْظُرَ اِلٰی رَجُلٍ مِّنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ فَلْیَنْظُرْ اِلٰی هٰذَا ۔ حدیث پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں، اعرابی کا نام لکھ کر بتائیں کہ حدیث میں شہادتین کا ذکر کیوں نہیں؟ لا انقص پر جنت کی بشارت دینا درست ہے لیکن لا ازید پر یہ بشارت کیسے منطبق ہوگی؟ وضاحت کریں۔

خلاصۂ سوال ..... اس سوال میں پانچ امور توجہ طلب ہیں (۱) حدیث پر اعراب (۲) حدیث کا ترجمہ (۳) اعرابی کا نام (۴) شہادتین کو ذکر نہ کرنے کی وجہ (۵) لا ازید پر جنت کی بشارت دینے کی وضاحت۔

الجواب ..... ① حدیث پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا۔

② حدیث کا ترجمہ:۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک دیہاتی آیا اس نے کہا کہ مجھے ایسا عمل بتلاؤ کہ جب میں اسے کروں تو جنت میں داخل ہو جاؤں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ تو اللہ تعالیٰ کی عبادت کر اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرا اور فرض نماز ادا کیا کر، فرض زکوٰۃ ادا کیا کر اور رمضان کے روزے رکھا کر، اس نے کہا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے میں اس پر نہ کوئی زیادتی کروں گا اور نہ اس میں کچھ کمی کروں گا۔ پس جب وہ چلا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص کو یہ بات پسند ہو کہ وہ ایک جنتی آدمی کو دیکھے تو وہ اس شخص کو دیکھ لے۔

③ اعرابی کا نام:۔ بعض حضرات نے اس اعرابی کا نام ابن المنتفق اور بعض نے لقیط بن صبرہ رضی اللہ عنہ ذکر کیا ہے۔

④ شہادتین کو ذکر نہ کرنے کی وجہ:۔ سوال ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے ارکان اسلام کی تعلیم دیتے ہوئے شہادتین کو ذکر نہیں کیا۔

علماء نے اسکے متعدد جواب دیے ہیں۔ ① وہ دیہاتی پہلے سے مسلمان تھا اسلئے اسکو شہادتین کی تعلیم کی ضرورت نہ تھی۔

② تَعْبُدُ اللّٰهَ کا معنی وَحِّدِ اللّٰهَ ہے کیونکہ عبادات کا ذکر مابعد میں بالتفصیل آرہا ہے اس لئے ابتدائی جملہ میں عبادت سے مراد اقرار توحید ہے۔ (درس مشکوٰۃ ج ۱ ص ۵۳)

⑤ لا ازید پر جنت کی بشارت دینے کی وضاحت:۔ بظاہر سوال ہوتا ہے کہ ان اعمال میں کمی نہ کرنے پر جنت کی بشارت دینا درست ہے لیکن زیادتی نہ کرنے پر جنت کی بشارت دینا کیسے درست ہے؟

علماء نے اس کے متعدد جوابات دیے ہیں۔ ① میں مزید کوئی سوال نہیں کروں گا، آپ ﷺ نے جو اعمال بتلائے ہیں ان اعمال میں کمی نہیں کروں گا۔ ② آپ ﷺ نے جو کچھ فرمایا میں اپنی قوم کو جا کر بالکل وہی سب کچھ بتاؤں گا، اس کی تبلیغ میں کمی بیشی نہ کروں گا۔ ③ اپنی طرف سے نفس احکام اور صفات احکام میں کمی بیشی نہیں کروں گا۔ ④ اصل مقصود لا انقص ہے اور اس کی تاکید کے لئے لا ازید بڑھا دیا جیسے ہم کسی چیز کی خریداری کرتے وقت بائع سے کہتے ہیں کہ کیا کوئی کمی بیشی نہیں ہے؟ حالانکہ ہمارا مقصود صرف کمی ہوتا ہے زیادتی ہمارا مقصود نہیں ہوتا۔ (ایضاً)

السوال الثانی ۱۴۲۷ھ

المتن الاول ..... عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ قَالَ: خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِیْ اَضْحٰی اَوْ فِطْرٍ اِلَی الْمُصَلّٰی فَمَرَّ

Maktaba Tul Ishaat.com Scanned with CamScanner

عَلَى النِّسَاءِ فَقَالَ: يَا مَعْشَرَ النِّسَاءِ تَصَدَّقْنَ فَإِنِّي أُرِيتُكُنَّ أَكْثَرَ أَهْلِ النَّارِ فَقُلْنَ وَبِمَ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ: تُكْثِرْنَ اللَّعْنَ وَتَكْفُرْنَ الْعَشِيرَ مَا رَأَيْتُ مِنْ نَاقِصَاتِ عَقْلٍ وَدِينٍ أَذْهَبَ لِلُبِّ الرَّجُلِ الْحَازِمِ مِنْ إِحْدَاكُنَّ قُلْنَ وَمَا نُقْصَانُ دِينِنَا وَعَقْلِنَا يَا رَسُولَ اللهِ؟ قَالَ أَلَيْسَ شَهَادَةُ الْمَرْأَةِ مِثْلَ نِصْفِ شَهَادَةِ الرَّجُلِ؟ قُلْنَ بَلَى قَالَ فَذَلِكَ مِنْ نُقْصَانِ عَقْلِهَا قَالَ أَلَيْسَ إِذَا حَاضَتْ لَمْ تُصَلِّ وَلَمْ تَصُمْ؟ قُلْنَ بَلَى قَالَ فَذَلِكَ مِنْ نُقْصَانِ دِينِهَا

حدیث مبارک پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں، اریتکن کیا صیغہ ہے؟ اور یہ آپ ﷺ کو کیسے دکھایا گیا تھا؟ اللعن اور تکفرن حقوق العباد اور کبائر میں سے ہیں، کیا محض صدقہ کرنے سے اس کا کفارہ ہو جائے گا؟ تشفی بخش جواب تحریر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾..... اس سوال میں چار امور مطلوب ہیں (۱) حدیث پر اعراب (۲) حدیث کا ترجمہ (۳) اریتکن صیغہ رؤیت کی وضاحت (۴) صدقہ کے حقوق العباد کے کفارہ ہونے کی وضاحت۔

الجواب..... ① **حدیث پر اعراب:۔** کما مرّ فی السوال آنفا۔

② **حدیث کا ترجمہ:۔** حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ (ایک مرتبہ) عید الفطر یا عید الاضحیٰ کی نماز کیلئے عیدگاہ کی طرف تشریف لائے تو عورتوں کے پاس سے گزرے اور ارشاد فرمایا کہ اے عورتوں کی جماعت! تم صدقہ وخیرات کیا کرو، میں نے تم میں سے اکثر کو دوزخ میں دیکھا ہے، عورتوں نے کہا کہ اے اللہ کے رسول اس کا سبب؟ تو فرمایا کہ تم لعن طعن بہت کرتی ہو اور خاوندوں کی نافرمانی کرتی ہو، میں نے عقل ودین میں کمزور ہونے کے باوجود ہوشیار مرد کو بیوقوف بنانے میں تم سے بڑھ کر کسی کو نہیں دیکھا۔ انہوں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ہمارے دین اور عقل کا ناقص کیسے ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کیا عورت کی گواہی مرد کی نصف گواہی کے مثل نہیں ہے؟ انہوں نے کہا کیوں نہیں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ اُن کی عقل کا نقصان ہے پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا ایسی بات نہیں ہے کہ جب وہ حائضہ ہوتی ہے تو وہ نماز نہیں پڑھتی اور روزہ بھی نہیں رکھتی؟ انہوں نے کہا کیوں نہیں ایسا ہی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ اُن کے دین کا نقصان ہے۔

③ **اریتکن صیغہ ورؤیت کی وضاحت:۔** صیغہ واحد متکلم بحث ماضی مجہول از مصدر اِرَائَۃٌ (افعال) بمعنی دکھانا۔

رؤیت سے کیا مراد ہے؟ اس میں دو قول ہیں ① رؤیت علمی مراد ہے کہ مجھے وحی کے ذریعے بتلایا گیا ہے ② رؤیت بصری مراد ہے۔ پھر یہ رؤیت کب واقع ہوئی اس میں بھی دو قول ہیں ① شب معراج میں آپ کو رؤیت حاصل ہوئی ② نماز کسوف میں آپ کو رؤیت حاصل ہوئی۔ (درس مظاہر ج ۱ ص ۵۵)

④ **صدقہ کے حقوق العباد کے کفارہ ہونے کی وضاحت:۔** لعن وکفران دونوں حقوق العباد میں سے ہیں جو کہ ان کے ہونے کی وجہ سے بغیر توبہ کے معاف نہیں ہوتے لیکن آپ ﷺ نے جو اُن کو صدقہ کرنے کا حکم دیا ظاہراً یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ اُن کے گناہوں کا کفارہ ہوگا حالانکہ ایسا نہیں ہے؟

جواب کا حاصل یہ ہے کہ صدقے کا حکم کفارہ کی حیثیت سے نہیں دیا گیا بلکہ صدقہ کے ذریعے توبہ کی توفیق ہوگی یا صدقے کے ذریعے بری عادات زائل ہوں گی یا صدقے کا حکم دیا تاکہ صدقہ کریں گے تو ثواب وزن میں اُن گناہوں سے بڑھ جائے۔ (ایضاً)

الجواب الثانی..... عن ابن عمر قال قال رسول الله لاتقبل صلوٰة بغير طهور ولا صدقة من غلول

حدیث کا ترجمہ کریں، نیز طہور اور غلول کا معنی بتائیں، صلوٰۃ جنازہ اور سجدہ تلاوت کے لئے وضو شرط ہے یا نہیں؟ اگر کسی کا اختلاف ہو تو دلائل کے ساتھ تحریر کریں **فاقد الطہورین** سے کیا مراد ہے؟ ائمہ مجتہدین کے اقوال کی روشنی میں اس کے حکم کی وضاحت کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾..... اس سوال کا خلاصہ چار امور ہیں (۱) حدیث کا ترجمہ (۲) طہور اور غلول کا معنی (۳) جنازہ اور سجدہ تلاوت کیلئے وضو کا حکم مع الاختلاف (۴) **فاقد الطہورین** کی مراد اور حکم۔

الجواب..... ❶ **حدیث کا ترجمہ:۔** حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ طہارت کے بغیر نماز قبول نہیں ہوتی اور غنیمت میں سے چوری شدہ مال سے صدقہ قبول نہیں ہوتا۔

❷ **طہور اور غلول کا معنی:۔** طہور: یہ باب نصر و کرم کا مصدر ہے بمعنی طہارت، نظافت و پاکیزگی حاصل کرنا۔

غلول: اس کا لغوی معنی مال غنیمت میں چوری و خیانت کرنا ہے اور مراد مطلق چوری کا مال (مال حرام) ہے۔

❸ **جنازہ اور سجدہ تلاوت کیلئے وضو کا حکم مع الاختلاف:۔** نماز جنازہ اور سجدہ تلاوت کیلئے طہارت کے حکم میں اختلاف ہے۔ جمہور علماء کے نزدیک نماز جنازہ و سجدۂ تلاوت کیلئے طہارت شرط ہے۔ امام ابن جریر طبری عامر شعبی اور ابن علیہ کا مسلک یہ ہے کہ نماز جنازہ بغیر وضو کے درست ہو سکتی ہے یہ مسلک امام بخاری کی طرف بھی منسوب ہے لیکن یہ نسبت درست نہیں ہے۔ انکا استدلال صحیح بخاری میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے ایک اثر سے ہے جو تعلیقاً روایت کیا گیا ہے جس میں یہ الفاظ ہیں **سجد علی غیر وضوء**۔

اس کا جواب یہ ہے کہ بخاری کے اصلی کے نسخ میں **سجد علی غیر وضوء** کی بجائے **سجد علی وضوء** وارد ہوا ہے جو جمہور کے مسلک پر صریح ہے اس کے علاوہ حدیث باب بھی جمہور کی دلیل ہے کیونکہ سجدہ تلاوت بھی ایک طرح کی نماز ہے جس کی دلیل یہ ہے کہ قرآن حکیم میں سجود بول کر پوری نماز مراد لی گئی ہے مثلاً **ومن اللیل فاسجد له وسبحه لیلا طویلا**۔ نیز نماز جنازہ بھی نماز ہی ہے اولاً اس لئے کہ اس پر نماز کا لفظ مستعمل ہے اور ثانیاً اس لئے کہ اس میں نماز کی طرح قیام اور دعاؤں کی قرأت ہے اس لئے اس میں طہارت شرط ہے باقی اس میں رکوع و سجدہ کا نہ ہونا عارضی مصلحت (شرک کا شبہ) کی وجہ سے ہے۔

❹ **فاقد الطہورین کی مراد اور حکم:۔** آدمی ایسی جگہ پر ہو کہ جہاں نہ پانی ہو اور نہ پاک مٹی ہو۔ یہ صورت قدیم زمانہ میں تو شاذ و نادر تھی لیکن آج کل ہوائی جہاز میں یہ صورت بکثرت پیش آجاتی ہے۔

اس مسئلہ میں شدید اختلاف ہے۔ امام ابوحنیفہؒ کا مسلک یہ ہے کہ ایسا شخص نماز نہ پڑھے بلکہ بعد میں قضاء کرے۔

امام احمدؒ کا مسلک یہ ہے کہ اس وقت نماز پڑھے اور بعد میں قضاء بھی واجب نہیں۔

امام مالکؒ کا مسلک یہ ہے کہ ایسے شخص سے نماز ساقط ہو جاتی ہے نہ اس وقت نماز پڑھنا ضروری ہے اور نہ بعد میں قضاء کریگا۔

امام شافعیؒ سے اس بارے میں چار اقوال مروی ہیں ایک امام ابوحنیفہؒ کے مطابق اور ایک امام احمدؒ کے مطابق اس کو علامہ مزنیؒ نے اختیار کیا ہے، تیسرا قول یہ ہے کہ **یصلی استحبابا ویقضی وجوبا** اور چوتھا قول یہ ہے کہ **یصلی ویقضی وھو الاصح من اقوالہ**۔

امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ فاقد الطہورین اس وقت تو محض تشبہ بالمصلین کریگا یعنی نماز کی ہیئت بنائے گا قراءت نہ کریگا اور بعد میں قضاء لازم ہے امام ابوحنیفہؒ سے بھی اسی قول کی طرف رجوع ثابت ہے اور حنفیہ کے نزدیک اسی پر فتویٰ ہے اور

Maktaba Tul Ishaat.com Scanned with CamScanner

یہی قول فقہی اعتبار سے زیادہ راجح ہے کیونکہ شریعت میں اس کی متعدد نظیریں ہیں کہ جب کوئی شخص کسی عبادت کی حقیقت پر قادر نہ ہو تو اس کو شبہ کا حکم دیا گیا ہے مثلاً کوئی بچہ رمضان میں دن کے وقت بالغ ہو جائے یا کافر اسلام لے آئے یا حائضہ پاک ہو جائے ان کو باقی دن میں امساک کا حکم دیا گیا ہے جو شبہ بالصائمین ہے اسی طرح کسی کا حج فاسد ہو جائے تو اس کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ باقی مناسک حج دوسرے حجاج کی طرح ادا کرے جو شبہ بالحجاج ہے اسی پر قیاس کر کے فاقد الطہورین کو شبہ بالمصلین کا حکم دیا گیا ہے جو قواعد شریعت کے عین مطابق ہے اور حدیث باب بھی مذہب کی تائید کرتی ہے کیونکہ اس کی زد سے کسی قسم کی نماز بغیر طہارت کے درست نہیں ہوتی اور اس میں فاقد الطہورین کی نماز بھی داخل ہے۔ (درس ترمذی ج ۱ ص ۱۵۹)

السوال الثالث ۱۴۲۷ھ

السؤال الاول ..... عن حذيفة قال قال رسول الله ﷺ فضلنا على الناس بثلث خصال: جعلت صفوفنا كصفوف الملائكة وجعلت لنا الارض كلها مسجدا وجعلت تربتها لنا طهورا إذا لم نجد الماء.

حدیث مبارک پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں نیز تیمم کا لغوی اور اصطلاحی معنی لکھیں، تیمم کی ضربات میں ائمہ مجتہدین کا اختلاف مع الدلائل تحریر کریں، ضرب یدین میں یدین کا مسح کہاں تک ہوگا؟ اختلاف سمیت وضاحت کریں۔

خلاصۂ سوال ..... اس سوال میں پانچ امور مطلوب ہیں (۱) حدیث پر اعراب (۲) حدیث کا ترجمہ (۳) تیمم کا لغوی اور اصطلاحی معنی (۴) تیمم کی ضربات میں ائمہ مجتہدین کا اختلاف مع الدلائل (۵) یدین کے مسح میں اختلاف کی وضاحت۔

الجواب ..... ① حدیث پر اعراب:۔ کما مر فی السوال آنفا۔

② حدیث کا ترجمہ:۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہمیں لوگوں پر تین خصلتوں کی وجہ سے فضیلت دی گئی ہے، ہماری صفوں کو فرشتوں کی صفوں کی مانند بنایا گیا ہے اور ہمارے لئے پوری روئے زمین کو مسجد (نماز پڑھنے کی جگہ) بنایا گیا ہے اور ہمارے لئے پوری روئے زمین کو پاکیزگی کا ذریعہ بنایا گیا ہے جبکہ ہم پانی نہ پائیں۔

③ تیمم کا لغوی اور اصطلاحی معنی:۔ تیمم لغت میں قصد کرنے کو کہتے ہیں اور شریعت کی اصطلاح میں پاک مٹی سے بنیت طہارت چہرہ اور ہاتھوں کا مسح کرنا۔

④ تیمم کی ضربات میں ائمہ مجتہدین کا اختلاف مع الدلائل:۔ تیمم کی ضربات میں متعدد اقوال ہیں۔ ان میں سے مشہور قول دو ہیں۔ ① امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی، لیث بن سعد اور جمہور کے نزدیک تیمم کیلئے دو ضربیں ہیں۔

② امام احمد، امام اسحاق، امام اوزاعی اور بعض اہل ظاہر کے نزدیک تیمم ایک ہی ضرب ہے۔

امام احمد وغیرہ کا استدلال حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کی حدیث سے ہے جس میں ایک ضرب کا ذکر ہے ان النبی ﷺ امره بالتيمم للوجه والكفين۔

جمہور کے دلائل: ① عن جابر عن النبی ﷺ قال التيمم ضربة للوجه وضربة للذراعين الى المرفقين ② مسند بزار میں حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے جس میں وہ فرماتے ہیں كنت فى القوم حين نزلت الرخصة فامرنا فضربنا واحدة للوجه ثم ضربة اخرى لليدين والمرفقين ③ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی

مرفوع روایت ہے عن النبی ﷺ قال التیمم ضربتان ضربة للوجه وضربة لليدين الى المرفقين۔

امام احمدؒ اور امام اسحاقؒ نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی جس حدیث باب سے استدلال کیا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ درحقیقت یہاں حدیث مختصر ہے، صحیحین میں اس کی تفصیل اس طرح مذکور ہے کہ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے عدم واقفیت کی بناء پر حالت جنابت میں زمین پر لوٹ لگائی تھی اور تمعک کیا تھا، اسکی اطلاع جب حضور اکرم ﷺ کو دی گئی تو آپ ﷺ نے فرمایا انما كان يكفيك ان تضرب بيديك الارض ثم تنفخ ثم تمسح بهما وجهك۔ اس حدیث کا سیاق صاف بتا رہا ہے کہ آنحضرت ﷺ کا اصل مقصد تیمم کے پورے طریقہ کی تعلیم دینا نہیں بلکہ تیمم کے معروف طریقہ کی طرف اشارہ کرنا مقصود تھا کہ زمین پر لوٹنے کی ضرورت نہیں بلکہ جنابت کی حالت میں بھی تیمم کا وہی طریقہ کافی ہے جو حدث اصغر میں ہے۔ (درس ترمذی ج ۱ ص ۳۸۴)

⑤ یدین کے مسح میں اختلاف کی وضاحت: مقدار مسح یدین میں چار مذاہب ہیں۔ ① مرفقین تک مسح واجب ہے، یہ قول امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ، لیث بن سعدؒ اور جمہور کا ہے ② صرف رسغین تک مسح واجب ہے، یہ امام احمدؒ، اسحاق بن راہویہؒ، امام اوزاعیؒ اور اہل ظاہر کا مسلک ہے ③ رسغین تک واجب ہے اور مرفقین تک مسنون، علامہ ابن رشدؒ نے اسے امام مالکؒ کی ایک روایت قرار دیا ہے اور علامہ زرقانیؒ نے اسے امام مالکؒ کا مسلک قرار دیا ہے ④ علامہ ابن شہاب زہریؒ کا مسلک یہ ہے کہ یدین کا تیمم مناکب و آباط تک ہوگا۔ (ایضاً)

السؤال الثالث ..... عن ابی هريرة قال قال رسول الله ﷺ تقطع الصلوة المرأة والحمار والكلب ويقي ذلك مثل مؤخرة الرحل. وعن ابی سعيد قال قال رسول الله ﷺ لا يقطع الصلوة شيء وادرأوا ما استطعتم فانما هو شيطان۔ دونوں حدیثوں کا ترجمہ کریں، نمازی کے آگے سے عورت، گدھا اور کتا گزرنے کا کیا حکم ہے؟ نیز ائمہ کا اختلاف مع الدلائل تحریر کریں۔ پہلی حدیث میں عورت، گدھا اور کتے کی تخصیص کی کیا وجہ ہے۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال میں تین امور توجہ طلب ہیں (۱) احادیث کا ترجمہ (۲) نمازی کے آگے سے عورت، گدھا اور کتا گزرنے کا حکم اور اختلاف ائمہ مع الدلائل (۳) عورت، گدھا اور کتے کی تخصیص کی وجہ۔

الجواب ..... ① احادیث کا ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا نماز کو عورت اور گدھا اور کتا توڑ دیتا ہے اور کجاوے کی پچھلی لکڑی کی مانند کسی چیز کا آگے رکھنا اس سے بچاتا ہے۔ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا نماز کو کوئی چیز نہیں توڑتی اور نمازی کے آگے گزرنے سے جس قدر طاقت ہو دور کرو اس لئے کہ وہ شیطان ہے۔

② نمازی کے آگے سے عورت، گدھا اور کتا گزرنے کا حکم اور اختلاف ائمہ مع الدلائل: نمازی کے سامنے سے کسی چیز کا گزرنا نماز کو توڑتا ہے یا نہیں۔ جمہور کے ہاں کسی چیز کا گزرنا قاطع صلوٰۃ نہیں اور اہل ظواہر کے نزدیک تین چیزوں کا گزرنا قاطع صلوٰۃ ہے ① کتے کا گزرنا ② گدھے کا گزرنا ③ عورت کا گزرنا۔ امام احمدؒ کے نزدیک صرف کلب اسود کا گزرنا قاطع صلوٰۃ ہے۔

اہل ظواہر حدیث کے عموم سے استدلال کرتے ہیں۔ امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ کلب کے بارے میں تو قاطع صلوٰۃ ہونا یقینی ہے لیکن حمار و امرأۃ کے بارے میں حدیث عائشہ و حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہم کی وجہ سے مجھے تردد ہے۔

اس مسئلہ سے متعلق احادیث میں تعارض ہے۔ بعض احادیث مطلقاً قطع صلوٰۃ پر دال ہیں اور بعض عدم قطع صلوٰۃ پر دال ہیں اور ضابطہ

Maktaba Tul Ishaat.com Scanned with CamScanner

یہ ہے کہ جب آثار مرفوعہ میں تعارض ہو جائے تو پھر آثار صحابہ رضی اللہ عنہم کو دیکھا جاتا ہے اور آثار صحابہ رضی اللہ عنہم اس پر دال ہیں کہ یہ چیزیں صلوۃ نہیں ہیں قطع صلوۃ کی احادیث قطع صلوۃ پر کوئی دلیل نہیں ہے ان کا تو ذکر ہی ہے کہ کسی چیز کا مرور قاطع صلوۃ نہیں ہے۔

جمہور کا استدلال بباب سلجاء لایقطع الصلوۃ شیئ میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت سے ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ منی میں آپ ﷺ نماز پڑھ رہے تھے جبکہ اول (گدھی) آپ ﷺ کے راستے سے گزری، صفیں توڑ کر گزرنے کے باوجود آپ ﷺ کی نماز نہیں ٹوٹی تو اگر مرور قاطع صلوۃ ہوتا تو آپ ﷺ دوبارہ نماز پڑھتے۔

نیز جمہور کی دوسری دلیل حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے جس میں وہ فرماتی ہیں کہ میں آپ ﷺ کے سامنے بستر کی طرح لیٹی ہوئی ہوتی تھی اور آپ ﷺ نماز پڑھ رہے ہوتے، ان دونوں سے ثابت ہوا کہ عورت اور عورت کا مصلی کے سامنے ہونا یا گزرنا مضر صلوۃ نہیں البتہ کلب اسود کے سلسلے میں کوئی روایت جمہور کے پاس نہیں لیکن کلب اسود کو بھی انہی دونوں پر قیاس کیا جا سکتا ہے کیونکہ حدیث الباب میں تینوں کا ذکر ساتھ ساتھ آیا ہے۔

جمہور کی طرف سے امام احمد بن حنبل اور اہل ظواہر کی دلیل کا جواب یہ ہے کہ یہ احادیث موقوف ہیں یعنی یہ اشیاء مفسد صلوۃ کیلئے قاطع نہیں بلکہ خشوع صلوۃ کیلئے قاطع ہیں باقی ان تینوں کی تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ ان اشیاء میں شیطانی اثرات زیادہ ہوتے ہیں۔

ہم نے کلب اسود وغیر اسود کے بارے میں دیکھا کہ اسکی وجہ سے نماز فاسد نہیں ہوتی ہے اور کلب اسود وغیر اسود سب یکساں طور پر حرام ہیں اور حرمت کی علت الوان و رنگ نہیں ہے بلکہ اسکی ماہیت میں حرمت کی علت موجود ہے اسی طرح تمام غیر ماکول اللحم کا حکم ہے کہ ان میں الوان کی وجہ سے حرمت میں کوئی فرق نہیں آتا ہے نیز ان کی وجہ سے اہلی گدھوں کے بارے میں حکم ہے کہ الوان کی وجہ سے کسی حکم میں کوئی فرق نہیں آتا ہے تو جس طرح کلب اسود وغیر اسود سب کا حکم یا سب حرمت میں یکساں ہے اسی طرح مرور بین یدی المصلی میں بھی یکساں حکم ہونا چاہیے کہ جس طرح کلب غیر اسود کے مرور سے نماز فاسد نہیں ہوتی ہے اسی طرح کلب اسود کے مرور سے بھی نماز فاسد ہوگی نیز جب مرور کلب کی وجہ سے نماز نہیں ہے تو مرور حمار کی وجہ سے بھی نماز نہ ہوگی۔

وہ احادیث جو قطع صلوۃ پر دال ہیں وہ منسوخ ہیں اور ناسخ حدیث ابی سعید رضی اللہ عنہ ہے اس میں لایقطع الصلوۃ شیئ اذا مرور شیئ ہے۔ نیز قطع کے منسوخ ہونے پر قرینہ یہ ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ قطع صلوۃ کے راوی ہیں مگر ان کا اپنا عمل عدم قطع کا ہے۔

الحاصل عندالجمہور کسی بھی چیز کا نمازی کے آگے سے گزرنا قاطع صلوۃ نہیں ہے۔ مذہب جمہور کے راجح ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اگر احادیث فعلیہ مؤید باقوال صحابہ رضی اللہ عنہم ہوں تو ان کو بعض اوقات احادیث قولیہ پر بھی ترجیح حاصل ہو جاتی ہے اور یہاں بھی ایسے ہی ہے کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے آثار بکثرت اس بارے میں مروی ہیں کہ عورت کے گزرنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔

(درس ترمذی ج ۲ ص ۱۱۲ دار الکتاب دیوبند)

عورت، گدھا اور کتے کی تخصیص کی وجہ: کسی بھی چیز کے نمازی کے آگے سے گزرنے سے نماز نہیں ٹوٹتی مگر حدیث میں ان تین چیزوں کے ذکر کی متعدد وجوہ ہیں۔ ① ان تینوں چیزوں میں شیطانی اثرات زیادہ ہوتے ہیں۔ ② عورت سے مجموعہ مرغوب چیز کی طرف اشارہ ہے، گدھے سے مکروہ و مبغوض چیز کی طرف اشارہ ہے اور کتے کو حدیث میں شیطان سے تعبیر کیا گیا ہے، دنیا کی تمام اشیاء مراد ہیں خواہ وہ محبوب ہوں، مبغوض ہوں یا بین بین جیسے شیطان وغیرہ وہوں۔

نیز یہاں قطع سے مراد خیال ہے یعنی کسی اور چیز کے گزرنے سے نمازی کا خیال ادھر ادھر ہو یا نہ ہو مگر ان تین چیزوں کے گزرنے سے نمازی کا خیال ضرور بھٹکتا ہے۔

﴿الورقة الثانية : فی الحدیث (مشکوۃ اوّل)﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ۱۴۳۸ھ

المتن الاول ..... عن انس قال خرجنا مع رسول اللہ ﷺ من المدینة الی مکة فکان یصلی رکعتین رکعتین وعن ابی ھریرة عن النبی ﷺ قال لافرع ولا عتیرة. وعن انس قال قال رسول اللہ ﷺ العیادة فواق ناقة.

تینوں احادیث مبارکہ کا ترجمہ کریں، اقامت کی مدت کتنی ہے؟ ائمہ کا اختلاف مع دلائل تحریر کریں، دوسری حدیث میں فرع اور عتیرہ کا مفہوم اور تیسری حدیث میں فواق ناقہ کا مطلب واضح کریں

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال میں چار امور مطلوب ہیں (۱) احادیث کا ترجمہ (۲) اقامت کی مقدار مدت میں اختلاف ائمہ مع الدلائل (۳) فرع اور عتیرہ کا مفہوم (۴) فواق ناقہ کا مطلب۔

الجواب ..... ❶ احادیث کا ترجمہ:۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی معیت میں مدینے سے مکہ کی طرف نکلے پس آپ ﷺ مدینہ لوٹنے تک دو دو رکعت نماز پڑھاتے رہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ تم مکہ میں کتنے دن مقیم رہے انہوں نے جواب دیا کہ ہم مکہ میں دس دن مقیم رہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ فرع اور عتیرہ کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا عیادت کا افضل مرتبہ اونٹنی کا دودھ دوہنے کے درمیانی وقفہ کے بقدر ہے۔

❷ اقامت کی مقدار مدت میں اختلاف ائمہ مع الدلائل:۔ اس مسئلہ میں علماء کے مختلف اقوال ہیں۔ ① امام شافعی، امام مالک اور امام احمد کے نزدیک چار دن سے زائد اقامت کی نیت ہو تو وہ شخص مقیم ہو جائے گا پھر قصر جائز نہیں ہے۔

② امام اوزاعی کے نزدیک بارہ دن کی نیت قصر کو باطل کرتی ہے۔ ③ امام اسحاق کے نزدیک اکیس دن کی مدت کا اعتبار ہے۔

④ حنفیہ کے نزدیک اگر مسافر کسی جگہ پندرہ یا اس سے زیادہ دن ٹھہرنے کی نیت کرے تو وہ مسافر مقیم بن جاتا ہے لہٰذا ایسے مسافر پر پوری نماز پڑھنا واجب ہوگا قصر جائز نہیں، اور اگر اس سے کم کی نیت کی ہے تو مسافر ہی رہے گا، ایسے ہی اگر کوئی بھی نیت نہ ہو یعنی یہ معلوم نہ ہو کہ مجھے یہاں کتنے دن قیام کرنا پڑے گا تب بھی وہ مسافر ہی رہے گا۔

اس مسئلہ میں کوئی صریح و مرفوع حدیث نہیں ہے البتہ آثار صحابہ رضی اللہ عنہم ہیں، حنفیہ کی دلیل حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کا اثر ہے **اذا کنت مسافرًا فوطنت نفسك علی اقلة خمسة عشر یومًا فاتم الصلاة وان کنت لا تدری فاقصر الصلاة۔** (کتاب الآثار)

یہی روایت امام طحاوی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے علاوہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بھی نقل کی ہے۔

ائمہ ثلاثہ کی دلیل حضرت سعید بن مسیب کا اثر ہے وہ فرماتے ہیں **اذا اقام اربعًا صلی اربعًا۔** (ترمذی)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے دوسری روایت اکیس دن کی ہے مگر وہ سند امرجوح ہے۔ (درس ترمذی ج ۲ ص ۳۲۲)

❸ فرع اور عتیرہ کا مفہوم:۔ فرع: دور جاہلیت میں کفار اپنے جانور کے پیدا ہونے والے پہلے بچہ کو بتوں کے نام پر چھوڑ

Maktaba Tul Ishaat.com Scanned with CamScanner

دیتے تھے یا قربان کر دیتے تھے اور اسے دفرع کا نام دیتے تھے۔

عتیرہ: دور جاہلیت میں لوگ رجب میں اونٹنی کا بچہ پیدا ہوتا تھا اسے بتوں کے نام پر ذبح کرتے تھے یا اپنے بتوں کے نام پر اور جب میں جانوروں کی قربانی کرتے تھے تو ان جانوروں کو عتیرہ کہتے تھے۔ آپ ﷺ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جب اس قربانی کے متعلق اجازت طلب کی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ فرع اور عتیرہ کی کوئی حقیقت اور اصل نہیں ہے۔

نواق ناقہ کا مطلب: اونٹنی کا دودھ دوہنے کے دو طریقے ہیں جس کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ ایک مرتبہ دودھ نکالنے کے بعد تھوڑی دیر رک جاتے ہیں اور اونٹنی کے بچے کو تھن سے لگا دیا جاتا ہے تاکہ خوب دودھ اتر آئے، پھر اس کے بعد دودھ نکالا جاتا ہے پھر دوبارہ اونٹنی کے بچے کو تھن سے لگا دیا جاتا ہے۔ تو یہ پہلی، دوسری اور تیسری مرتبہ کے درمیان جو وقفہ ہے بہت معمولی ہوتا ہے۔ حدیث میں اسی کے متعلق فرمایا کہ جب کسی مریض کے پاس عیادت کیلئے جاؤ تو افضل یہ ہے کہ مریض کے پاس زیادہ دیر تک نہ بیٹھو بلکہ اونٹنی کا دودھ دوہنے کے درمیان جو وقفہ ہے اس کی مقدار بیٹھو تاکہ مریض کو تکلیف نہ ہو۔

البتہ اگر کسی شخص کے بیٹھنے سے مریض کو انس ہو تو پھر بیٹھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

الحدیث الثالث ..... عَنْ صَفْوَانَ بْنِ عَسَّالٍ قَالَ قَالَ يَهُوْدِيُّ لِصَاحِبِهِ اِذْهَبْ بِنَا إِلَى هٰذَا النَّبِيِّ، فَقَالَ صَاحِبُهُ لَا تَقُلْ نَبِيٌّ إِنَّهُ لَوْ سَمِعَكَ كَانَ لَهُ أَرْبَعُ أَعْيُنٍ، فَأَتَيَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَسَأَلَاهُ عَنْ تِسْعِ آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَا تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ شَيْئًا وَلَا تَسْرِقُوْا وَلَا تَزْنُوْا وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا تَمْشُوْا بِبَرِيْءٍ إِلَى ذِيْ سُلْطَانٍ لِيَقْتُلَهُ وَلَا تَسْحَرُوْا وَلَا تَأْكُلُوا الرِّبٰوا وَلَا تَقْذِفُوْا مُحْصَنَةً وَلَا تُوَلُّوا لِلْفِرَارِ يَوْمَ الزَّحْفِ وَعَلَيْكُمْ خَاصَّةً الْيَهُوْدَ أَنْ لَا تَعْتَدُوْا فِي السَّبْتِ، قَالَ فَقَبَّلَا يَدَيْهِ وَرِجْلَيْهِ وَقَالَا نَشْهَدُ أَنَّكَ نَبِيٌّ قَالَ فَمَا يَمْنَعُكُمْ أَنْ تَتَّبِعُوْنِيْ؟ قَالَا إِنَّ دَاوٗدَ دَعَا رَبَّهُ أَنْ لَا يَزَالَ مِنْ ذُرِّيَّتِهِ نَبِيٌّ، وَإِنَّا نَخَافُ إِنْ تَبِعْنَاكَ أَنْ يَقْتُلَنَا الْيَهُوْدُ.

حدیث پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں، اور بتائیں کہ اس سے کیا مراد ہے؟ تیز حصہ کسے کہتے ہیں؟ محترم شخصیات کے ہاتھ پاؤں چومنے کا شرعی حکم کیا ہے؟

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال میں پانچ امور مطلوب ہیں (۱) حدیث پر اعراب (۲) حدیث کا ترجمہ (۳) اربعة اعین کی مراد (۴) محصنة کی مراد (۵) محترم شخصیات کے ہاتھ پاؤں چومنے کا شرعی حکم۔

الجواب ..... **۱ حدیث پر اعراب:** کما مرّ فی السوال آنفا۔

۲ حدیث کا ترجمہ: حضرت صفوان بن عسالؓ سے روایت ہے کہ ایک یہودی نے اپنے ساتھی سے کہا کہ آؤ میرے ساتھ اس نبی کے پاس چلیں، اس کے ساتھی نے کہا کہ نبی مت کہو، اس لئے کہ اگر انہوں نے سن لیا تو ان کی چار آنکھیں ہو جائیں گی پھر دونوں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ ﷺ سے نو واضح احکامات کے بارے میں سوال کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ کسی کو اللہ کا شریک مت ٹھہراؤ اور چوری نہ کرو اور زنا نہ کرو اور کسی نفس معصوم کو شرعی جرم کے بغیر قتل نہ کرو اور کسی بے گناہ کو قتل کروانے کے لئے حاکم کے پاس نہ لے جاؤ اور جادو نہ کرو اور سود نہ کھاؤ اور پاکدامن عورت پر تہمت نہ لگاؤ اور لڑائی کے دن پیٹھ پھیر کر نہ بھاگو اور خاص طور پر اے یہود یو تم پر یہ واجب ہے کہ ہفتہ کے دن زیادتی نہ کرو۔ راوی کہتے ہیں کہ ان دونوں نے

آپ ﷺ کے ہاتھ اور پاؤں چوم لیتے اور کہتے ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ ﷺ اللہ کے نبی ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تمہیں میری چوری کرنے سے کون سی چیز روکتی ہے؟ انہوں نے کہا کہ داؤد علیہ السلام نے اپنے پروردگار سے دعا کی تھی کہ نبوت ہمیشہ ان کی اولاد میں رہے اور ہم ڈرتے ہیں کہ اگر ہم نے آپ کی چوری کی تو یہودی ہمیں مار ڈالیں گے۔

④ اربعة اعین کی مراد: یہ جملہ انتہائی خوشی سے کنایہ ہے کیونکہ خوشی سے قدرتی طور پر نگاہ میں اضافہ ہو جاتا ہے، آنکھیں چمک اٹھتی ہیں جیسا کہ غم سے انسان کو اندھیرا نظر آتا ہے۔ بعض نے یہ مطلب بیان کیا کہ وہ ظاہری آنکھیں اور وہ باطنی آنکھیں مراد ہیں کہ اگر انہوں نے ہماری یہ بات سن لی تو ظاہر اً بھی خوش ہو جائے گا اور باطناً بھی۔

⑤ محصنة کی مراد: محصنہ شادی شدہ پاکدامن عورت کو کہتے ہیں۔

⑥ محترم شخصیات کے ہاتھ پاؤں چومنے کا شرعی حکم: حکمت کی بنا پر کسی کے ہاتھ و پاؤں چومنا جائز ہے۔ (خیر الطالبین)

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۳۸ھ

السؤال الاول ..... وَعَنْ بِلَالِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَا تَمْنَعُوْا النِّسَاءَ حُظُوْظَهُنَّ مِنَ الْمَسَاجِدِ إِذَا اسْتَأْذَنَكُمْ فَقَالَ بِلَالٌ وَاللّٰهِ لَنَمْنَعُهُنَّ فَقَالَ لَهُ عَبْدُاللّٰهِ أَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَتَقُوْلُ أَنْتَ لَنَمْنَعُهُنَّ؟ وَفِيْ رِوَايَةِ سَالِمٍ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ فَأَقْبَلَ عَلَيْهِ عَبْدُاللّٰهِ فَسَبَّهُ سَبًّا مَا سَبَبْتُهُ مِثْلَهُ قَطُّ، وَقَالَ أُخْبِرُكَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَتَقُوْلُ وَاللّٰهِ لَنَمْنَعُهُنَّ؟

عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں، عورتوں کے مساجد جانے میں شرعی حکم تحریر کریں، حضرت بلالؓ نے حدیث کا معارضہ کیوں کیا؟

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال میں چار امور مطلوب ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) عورتوں کے مساجد میں جانے کا حکم (۴) حضرت بلالؓ کے حدیث کا معارضہ کرنے کی وجہ۔

الجواب ..... **① عبارت پر اعراب:** یکمائز فی السوال آنفا۔

② عبارت کا ترجمہ: حضرت بلال بن عبداللہ بن عمرؓ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا عورتوں کو مسجدوں میں اپنے حصے سے مت روکو جب وہ تم سے (مسجدوں میں جانے کی) اجازت طلب کریں۔ بلال نے کہا کہ اللہ کی قسم! ہم ان کو مسجدوں میں جانے سے ضرور روکیں گے (اس پر) حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: میں کہتا ہوں کہ حضور ﷺ نے فرمایا تم کہتے ہو ہم انہیں روکیں گے؟ (قولِ رسول ﷺ کے سامنے رائے زنی کرتے ہو) سالم اپنے والد سے (اس طرح) روایت کرتے ہیں کہ پھر حضرت عبداللہ بن عمرؓ ان کی جانب متوجہ ہوئے اور سخت برا بھلا کہا کہ اس سے پہلے میں نے کبھی نہیں سنا تھا اور بولے کہ میں تم کو حضور ﷺ کا ارشاد سناتا ہوں اور تم کہتے ہو کہ ہم ان (عورتوں) کو روکیں گے۔

③ عورتوں کے مساجد میں جانے کا حکم: آنحضرت ﷺ کا زمانہ خیر القرون کا زمانہ تھا اور فتنہ و فساد کا دور دورہ نہیں تھا اس لئے آپ ﷺ کے زمانہ طیبہ میں عورتوں کو مسجدوں اور عیدگاہوں میں جا کر نماز پڑھنے کی کھلی اجازت تھی اور متعدد روایات سے یہ بات ثابت ہے، بعد کے زمانہ کے متعلق کیا حکم ہے؟ اس کے بارے میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک اثر منقول ہے وہ فرماتی ہیں کہ اگر آج رسول اللہ ﷺ زندہ ہوتے اور عورتوں کی موجودہ حالت کو دیکھ لیتے تو ان عورتوں کو مسجدوں میں آنے سے روک دیتے۔

Maktaba Tul Ishaat.com Scanned with CamScanner

آپ ﷺ نے "خیر القرون قرنی ثم الذین یلونهم" ارشاد فرمایا تھا۔ رہا آج کل کا زمانہ اس میں تو ہر طرف ہی فتنہ وفساد شہوت پرستی اور بے حیائی و بے پردگی کا دور دورہ ہے اسلئے متاخرین کے نزدیک عورت کے لئے باہر نکلنے کی بالکل گنجائش نہیں ہے۔ اگرچہ حنفیہ میں اس میں اختلاف رہا ہے۔

❼ حضرت بلالؓ کے حدیث کا معارضہ کی وجہ:۔ حضرت بلال بن عبداللہ بن عمرؓ نے حدیث کا معارضہ نہیں کیا تھا بلکہ ان کا منشاء یہ تھا کہ حالات تبدیل ہو چکے ہیں اب اجازت نہیں ہونی چاہیے مگر اپنے مافی الضمیر کا اظہار اس طرح کیا کہ بظاہر وہ حدیث کا معارضہ بن گیا۔ الغرض یہ معارضہ نہ تھا۔ (نور الانوار)

الترجمة ..... وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ أَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَنْ نَّسْتَشْرِفَ الْعَيْنَ وَالْأُذُنَ وَأَنْ لَّا نُضَحِّيَ بِمُقَابَلَةٍ وَلَا مُدَابَرَةٍ وَلَا شَرْقَاءَ وَلَا خَرْقَاءَ. وَعَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ سُئِلَ: مَاذَا يُتَّقَى مِنَ الضَّحَايَا؟ فَأَشَارَ بِيَدِهٖ، فَقَالَ أَرْبَعًا الْعَرْجَاءُ الْبَيِّنُ ظَلْعُهَا، الْعَوْرَاءُ الْبَيِّنُ عَوَرُهَا وَالْمَرِيضَةُ الْبَيِّنُ مَرَضُهَا وَالْعَجْفَاءُ الَّتِي لَا تُنْقِيْ.

عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں، قربانی کا حکم اور اسکے وجوب کا نصاب تحریر کریں، مقابلة، مدابرة، شرقاء، خرقاء کی تعریف کریں

خلاصۂ سوال ..... اس سوال میں تین امور مطلوب ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) قربانی کا حکم اور وجوب کا نصاب (۴) مقابلة، مدابرة، شرقاء، خرقاء کی تعریف۔

الجواب ..... ❶ حدیث پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا۔

❷ عبارت کا ترجمہ:۔ حضرت علیؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے حکم فرمایا کہ ہم (جانور کی) آنکھ اور کان کو غور سے دیکھیں اور جس کے آگے سے یا پیچھے سے کٹا ہوا ہو اس کی قربانی نہ کریں اور نہ اس کی کہ جس کا کان لمبائی میں چیرا گیا ہو اور نہ وہ کہ جو گولائی میں پھٹا ہوا ہو۔ حضرت براء بن عازبؓ سے روایت ہے بیشک رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا گیا کہ کن جانوروں کی قربانی سے بچا جائے؟ فرمایا چار قسم کے ایک لنگڑا جس کا لنگڑا پن ظاہر ہو، دوسرا کانا جس کا کانا پن ظاہر ہو، تیسرا بیمار جس کی بیماری ظاہر ہو، چوتھا ایسا دبلا کہ جس کی ہڈیوں میں گودا نہ ہو۔

❸ قربانی کا حکم اور وجوب کا نصاب:۔ قربانی کا نصاب بعینہٖ زکوٰۃ والا نصاب ہے البتہ فرق یہ ہے کہ اس میں محض مال کا ضروریات سے زائد ہونا ضروری ہے خواہ وہ مال نامی ہو یا نہ ہو۔ نیز اس میں سال گزرنے کی بھی شرط نہیں ہے۔

امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مالدار شخص پر قربانی واجب ہے، امام مالکؒ کی ایک روایت بھی یہی ہے۔ امام شافعیؒ، امام احمدؒ، صاحبینؒ کا قول اور امام مالکؒ کی ایک روایت کے مطابق قربانی سنت ہے۔

❹ امام صاحبؒ کی پہلی دلیل: آیت کریمہ ہے فصل لربك وانحر اس میں امر کا صیغہ ہے اور امر وجوب کیلئے آتا ہے۔

دوسری دلیل: ابن ماجہ کی مرفوع روایت ہے من كان له سعة ولم يضح فلا يقربن مصلانا، اس حدیث میں استطاعت کے باوجود قربانی نہ کرنے والے کے لئے وعید کا ذکر ہے اور وعید ترک واجب پر ہوتی ہے۔

تیسری دلیل: حضرت ابن عمرؓ کی حدیث ہے اقام رسول الله ﷺ بالمدينة عشر سنين يضحي، یہ

حدیث مواظبت پر دال ہے اور مواظبت بالترک وجوب کی دلیل ہے۔

ائمہ ثلاثہ وصاحبین کی پہلی دلیل: دار قطنی کی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ثلاث کتبت علی وھن لکم تطوع، الوتر والنحر وركعتا الفجر، معلوم ہوا کہ قربانی فرض وواجب نہیں ہے۔

امام صاحب کی طرف سے پہلا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے جو کہ قابل حجت نہیں ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ علی تسلیم التسلیم اس حدیث میں کتبت کا لفظ مستعمل ہے جو فرض کے لئے آتا ہے لہٰذا امت کے حق میں فرضیت کی نفی ہے وجوب کی نہیں اور فرض وواجب میں فرق واضح ہے۔

ائمہ ثلاثہ کی دوسری دلیل: یہ ہے کہ حضرت صدیق اکبر وفاروق اعظم رضی اللہ عنہما نے صرف ایک یا دو سال قربانی کی ہے، مستقل قربانی نہیں کی، معلوم ہوا کہ قربانی واجب نہیں ہے۔ جواب یہ ہے کہ قربانی مالدار پر ہوتی ہے اور یہ دونوں حضرات مالدار نہ تھے کیونکہ یہ بیت المال سے بقدر کفایت وظیفہ لیتے تھے۔ (کشف الباری کتاب الاضاحی ص ۳۲۲)

❼ مقابلة، مدابرة، شرقا، خرقا کی تعریف:۔ "مقابلة" وہ جانور جس کا کان آگے کی جانب سے کٹا ہوا ہو۔

"مدابرہ" وہ جانور جس کا کان پیچھے کی جانب سے کٹا ہوا ہو۔ "شرقا" وہ جانور جس کا کان کسی جانب سے لمبائی میں کٹا ہوا ہو۔

"خرقا" وہ جانور جس کا کان کسی جانب سے گولائی میں پھٹا یا کٹا ہوا ہو۔

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۳۸ھ

النص الاول ..... عَنْ اُمِّ عَطِيَّةَ قَالَتْ: دَخَلَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَنَحْنُ نَغْسِلُ ابْنَتَهٗ فَقَالَ اِغْسِلْنَهَا ثَلَاثًا اَوْ خَمْسًا اَوْ اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ اِنْ رَاَيْتُنَّ ذٰلِكَ بِمَاءٍ وَسِدْرٍ وَاجْعَلْنَ فِي الْاٰخِرَةِ كَافُوْرًا اَوْ شَيْئًا مِنْ كَافُوْرٍ فَاِذَا فَرَغْتُنَّ فَاٰذِنَّنِيْ فَلَمَّا فَرَغْنَا اٰذَنَّاهُ فَاَلْقٰى اِلَيْنَا حِقْوَهٗ فَقَالَ اَشْعِرْنَهَا اِيَّاهُ وَفِيْ رِوَايَةٍ اِغْسِلْنَهَا وِتْرًا ثَلَاثًا اَوْ خَمْسًا اَوْ سَبْعًا وَابْدَاْنَ بِمَيَامِنِهَا وَمَوَاضِعِ الْوُضُوْءِ مِنْهَا وَقَالَتْ فَضَفَرْنَا شَعْرَهَا ثَلَاثَةَ قُرُوْنٍ فَاَلْقَيْنَاهَا خَلْفَهَا.

عبارت پر اعراب لگا کر سلیس ترجمہ کریں۔ خواتین کے غسل اور کفنانے کا طریقہ تحریر کریں، حدیث میں آپ ﷺ کی کون سی صاحبزادی کے کفنانے کا ذکر ہے؟

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال میں چار امور مطلوب ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) خواتین کے غسل اور کفنانے کا طریقہ (۴) آپ ﷺ کی کفنائی جانے والی صاحبزادی کی تعیین۔

الجواب ..... ❶ حدیث پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا۔

❷ عبارت کا ترجمہ:۔ حضرت ام عطیہؓ سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ ہمارے پاس رسول اللہ ﷺ آئے جبکہ ہم آپ کی بیٹی کو غسل دے رہی تھیں، آپ ﷺ نے فرمایا تم اسے تین یا پانچ یا اس سے زیادہ مرتبہ غسل دینا اگر تم مناسب سمجھو تو پانی کو بیری کے پتوں کے ساتھ پکالو اور آخر میں کچھ کافور لگا دینا، جب تم فارغ ہو جاؤ تو مجھے اطلاع دینا، جب ہم فارغ ہو گئیں تو ہم نے آپ ﷺ کو اطلاع دی تو آپ ﷺ نے ہمیں اپنا تہبند دیا پس فرمایا اسے اس کے بدن پر لگا دو اور ایک روایت میں ہے کہ تم اسے طاق مرتبہ یعنی تین یا پانچ یا سات مرتبہ غسل دو اور اس کی دائیں طرفوں سے اور وضوء کی جگہوں سے شروع کرو، فرماتی ہیں کہ ہم نے اس کے

Maktaba Tul Ishaat.com Scanned with CamScanner

بالوں کے تین حصے بنا کر انہیں پیچھے ڈال دیا۔

خواتین کے غسل اور کفنانے کا طریقہ: جب قریب المرگ شخص دنیا سے رخصت ہو جائے تو اس کو کسی تخت پر غسل دینے کے لئے لٹا دیا جائے اور اس تخت کو کسی خوشبودار چیز مثلاً لوبان سے تین یا پانچ یا سات دفعہ دھونی دیدی جائے اور اس کو اس طرح لٹائیں کہ پیر قبلہ کی طرف ہو اور سر مشرق کی طرف اور اگر کچھ مشکل ہو تو جس طرف چاہیں لٹائیں چونکہ ستر عورت واجب ہے اس لئے شرمگاہ پر کپڑا ڈال دیا جائے اس کے بعد مکمل صفائی کے پیش نظر پورے کپڑے اتار دیئے جائیں (گو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا خیال ہے کہ کپڑوں میں غسل دیا جائے) اس کے بعد بغیر کلی اور ناک میں پانی ڈالے وضو کرایا جائے (ہاں اگر انتقال جنابت کی حالت میں ہو تو کلی اور ناک میں پانی ڈال کر کپڑے سے پانی نکال لیں) پھر ایسا پانی جسم میت پر ڈالا جائے جس میں بیر کے پتے یا اشنان ڈال کر جوش دیا گیا ہو اگر یہ چیز میسر نہ ہو تو خالص پانی کافی ہے۔ (یہ طریقہ صاحب قدوری نے ذکر کیا ہے دوسرا طریقہ یہ ہے کہ سب سے پہلے جسم پر سادا پانی ڈالا جائے تاکہ میل پھول جائے اسکے بعد بیر یا اشنان ڈال کر پانی استعمال کرائیں تاکہ میل صاف کر دیں اسکے بعد کافور ملا ہوا پانی استعمال کرائیں تاکہ جسم خوشبودار ہو جائے، بیر کے پتے اور کافور دونوں مل کر اچھی صفائی پیدا کرتے ہیں کیونکہ یہ دافع تعفن اور جراثیم کش ہیں سیدنا آدم علیہ السلام کیلئے یہی دوسرا طریقہ اختیار کیا گیا تھا) اور اسکے سر اور داڑھی کو خطمی سے دھویا جائے پھر میت کو بائیں کروٹ پر لٹائیں اور جوش دیئے ہوئے بیر کے پتے والے پانی سے میت کو نہلائیں اور پانی اس قدر ڈالا جائے کہ تخت سے ملے ہوئے جسم کے حصہ تک پانی پہنچ جائے پھر اسی طرح دائیں کروٹ پر لٹا کر پانی ڈالا جائے، اس سے فارغ ہونے کے بعد غسل دینے والا میت کو اپنے بدن کی ٹیک دے کر ذرا بٹھلانے کے قریب کر کے اسکے پیٹ کو اوپر سے نیچے کی طرف نرم ہاتھ سے ملے اور دبائے اگر کچھ فضلہ خارج ہو تو اس کو دھو دے وضو اور غسل دہرانے کی ضرورت نہیں ہے اسکے بعد بدن کو کسی پاک صاف کپڑے سے خشک کر کے پونچھ دیا جائے تاکہ کفن نہ بھیگے پھر اس کو کفن پہنایا جائے، اسکے بعد سر اور داڑھی میں حنوط لگایا جائے (جو چند خوشبودار چیزوں سے مرکب عطر کا نام ہے) اور اسکے اعضاء سجدہ یعنی پیشانی، ناک، ہتھیلیوں، گھٹنوں اور پاؤں پر کافور ملا جائے جیسا کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے اثر سے ثابت ہے۔ (حنبلی، طحطاوی ج ۱ ص ۳۲۶)

عورت کو کفنانے کا طریقہ یہ ہے کہ اولاً چادر بچھائی جائے پھر ازار اس کے بعد کرتہ۔ پھر مردے کو اس پر لٹا کر اولاً کرتہ پہنایا جائے پھر سر کے بالوں کو دو حصوں میں تقسیم کر کے سینے پر کرتہ کے اوپر ڈالا جائے کہ ایک حصہ دائیں جانب اور دوسرا حصہ بائیں جانب ہو، پھر اس کے بعد سربند سر اور بالوں پر ڈالا جائے پھر ازار بند لپیٹا جائے، پہلے دائیں طرف پھر بائیں طرف لپیٹا جائے، اس کے بعد سینہ باندھا جائے اور سب سے آخر میں چادر لپیٹ دی جائے۔ آخر میں احتیاطاً سر، پیر اور کمر کے پاس سے معمولی رسی یا کپڑے کے ساتھ کفن کو باندھ دیا جائے تاکہ راستہ میں کفن کھل نہ جائے (بہشتی زیور)

آپ ﷺ کی کفنائی جانے والی صاحبزادی کی تعیین: قاضی عیاض اور بعض اہل سیر کا قول یہ ہے کہ یہ حضرت ام کلثوم زوجہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہے جبکہ جمہور کی رائے یہ ہے کہ یہ حضرت زینب زوجہ ابوالعاص بن ربیع رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہے دلیل یہ ہے کہ مسلم میں حفصہ بنت سیرین کی روایت میں کما ماتت زینب بنت رسول اللہ ﷺ کی تصریح ہے۔ (نووی)

الشرح الثالث ..... عَنْ أَبِي مَالِكٍ الْأَشْعَرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَرْبَعٌ فِي أُمَّتِي مِنْ أَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ لَا

يَتْرُكْنَهُنَّ الْفَخْرُ فِي الْأَحْسَابِ وَالطَّعْنُ فِي الْأَنْسَابِ وَالْإِسْتِسْقَاءُ بِالنُّجُومِ وَالنِّيَاحَةُ وَقَالَ النَّائِحَةُ إِذَا لَمْ تَتُبْ قَبْلَ مَوْتِهَا تُقَامُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَعَلَيْهَا سِرْبَالٌ مِنْ قَطِرَانٍ وَدِرْعٌ مِنْ جَرَبٍ۔

عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں، مذکورہ حدیث کی تشریح کریں، حسب میں اگر فخر نہیں ہوتا تو سادات کو کیوں فخر حاصل ہے؟

﴿خلاصۂ سوال﴾..... اس سوال میں تین امور مطلوب ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) مذکورہ حدیث کی تشریح (۴) سادات کو فخر حاصل ہونے کی وجہ۔

﴿جواب﴾..... ❶ حدیث پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا۔

❷ عبارت کا ترجمہ:۔ حضرت ابو مالک اشعریؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میری امت میں چار کام جاہلیت کے ہیں کہ وہ ان کو نہیں چھوڑیں گے، نسب پر فخر کرنا، نسب میں طعن کرنا، ستاروں کے ذریعے پانی طلب کرنا اور نوحہ کرنا اور فرمایا نوحہ کرنے والی اگر اپنی موت سے قبل توبہ نہ کرے، اسے روز قیامت کھڑا کیا جائیگا جبکہ اس پر گندھک اور خارش کا کرتا ہوگا۔

❸ مذکورہ حدیث کی تشریح:۔ حدیث کا حاصل یہ ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میری اُمت جاہلیت والے چار کام کرتی رہے گی وہ انکو کبھی ترک نہیں کرے گی، اُن میں سے پہلی چیز حسب ونسب پر فخر کرنا ہے یعنی اپنے حسب ونسب کو مدنظر رکھتے ہوئے دل میں بڑائی کا آنا۔ دوسری چیز حسب ونسب پر طعن کرنا یعنی کسی کے باپ دادا کو کم تر سمجھنا اور خود کو اُن سے بہتر سمجھنا گویا حسب ونسب کی وجہ سے دوسروں کی تحقیر اور اپنی بڑائی ظاہر کرنا۔ تیسری چیز ستاروں کو بارش کے برسنے میں مؤثر سمجھنا یعنی فلاں ستارہ فلاں منزل پر پہنچے گا تو بارش ہوگی اگر نہیں پہنچے گا تو نہیں ہوگی وغیرہ۔ چوتھی چیز میت پر نوحہ اور شور وشغب کرنا، جھوٹی تعریف کرنا، جھوٹی خصلتیں بیان کرنا۔ یہ چاروں امور دورِ جاہلیت سے تعلق رکھتے ہیں، میری اُمت ان اُمور کو ترک نہیں کرے گی۔

❹ سادات کو فخر حاصل ہونے کی وجہ:۔ سادات کو فخر حاصل نہیں ہے کیونکہ فخر اپنے حسب ونسب کو مدنظر رکھتے ہوئے دل میں بڑائی کا پیدا ہونا ہے البتہ سادات کو آپ ﷺ کی آل ہونے کی وجہ سے فضیلت حاصل ہے۔

﴿الورقة الثانية : في الحديث (مشكوة اوّل)﴾

﴿السوال الاول﴾ ۱۴۳۹ھ

المتن الاول..... عن ابی حمید الساعدی استعمل النبی ﷺ رجلا من الأزد یقال له ابن اللتبیة علی الصدقة فلما قدم قال هذا لکم وهذا اهدی لی فخطب النبی ﷺ فحمد الله واثنی علیه وقال اما بعد فانی استعمل رجالا منکم علی امور مما ولانی الله، فیأتی احدکم فیقول هذا لکم وهذا هدیة اهدیت لی، فهلا جلس فی بیت ابیه او بیت امه فینظر ایهدی له ام لا؟ والذی نفسی بیده لا یأخذ احد منه شیئا الا جاء به یوم القیامة یحمله علی رقبته ان کان بعیرا له رغاء، او بقرا له خوار، او شاة تیعر، ثم رفع یدیه حتی رأینا عفرة ابطیه، ثم قال اللهم هل بلغت، اللهم هل بلغت.

حدیث کا ترجمہ وتشریح کریں۔ امام خطابی نے مذکورہ حدیث کی تشریح میں کیا ضابطہ لکھا ہے؟ شریعت میں ہدیہ لینے دینے کے کیا اصول ہیں؟

﴿خلاصۂ سوال﴾..... اس سوال میں دو امور مطلوب ہیں (۱) حدیث کا ترجمہ (۲) حدیث کی تشریح اور شریعت میں ہدیہ لینے

Maktaba Tul Ishaat.com Scanned with CamScanner

دینے کے اصول کی وضاحت۔

ترجمہ ..... ❶ حضرت ابو حمید ساعدیؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ازد قبیلے کے ایک آدمی کو زکوٰۃ کا عامل مقرر کیا جسے ابن اتبیہ کہا جاتا تھا۔ جب وہ واپس آیا تو کہنے لگا یہ تمہاری زکوٰۃ ہے اور یہ مجھے ہدیہ دیا گیا ہے۔ پس نبی کریم ﷺ نے خطبہ دیا اللہ کی حمد و ثنا بیان کی پھر فرمایا اما بعد میں تم سے کچھ آدمیوں کو کچھ امور پر مقرر کرتا ہوں جن کا اللہ نے مجھے والی (حاکم) بنایا ہے ان میں سے کوئی آتا ہے تو کہتا ہے یہ تمہارے لئے ہے اور یہ مجھے تحفہ دیا گیا ہے۔ پس کیوں نہ وہ بیٹھا رہے اپنی ماں کے گھر یہاں وہ دیکھتا کہ اسے تحفہ دیا جاتا ہے یا نہیں؟ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے جو کوئی اس میں سے کوئی چیز لے گا تو قیامت کے دن اسے اپنی گردن پر اٹھائے ہوئے ہوگا اگر اونٹ ہوگا اس کی آواز ہوگی اور گائے ہو تو اس کی آواز ہوگی یا بکری ہو تو وہ آواز نکال رہی ہوگی پھر آپ نے اپنے ہاتھ بلند کئے حتی کہ ہم نے آپ کی بغلوں کی سفیدی دیکھی پھر فرمایا اے اللہ میں نے پہنچا دیا اے اللہ میں نے پہنچا دیا۔

❷ حدیث کی تشریح اور شریعت میں ہدیہ لینے دینے کے اصول کی وضاحت۔ آپ ﷺ نے عبداللہ ازدی ایک شخص کو عامل (زکوٰۃ وصول کرنے والا) بنا کر بھیجا جب وہ واپس آیا اور اموال زکوٰۃ خدمت نبوی ﷺ میں پیش کئے تو کہنے لگا یہ اموال جو بیت المال میں جمع نہ کروایا تھا تحقیق کیا کہ یہ مال مجھے ہدیہ کے طور پر ملا ہے تو آپ ﷺ نے مسلمانوں کو جمع کر کے خطبہ دیا اور فرمایا کہ میں کچھ لوگوں کو مختلف امور پر گورنر وغیرہ مقرر کرتا ہوں جب وہ آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ یہ مال ادا ہے جو ہمیں تحفہ میں ملا ہے تو وہ اپنے گھر میں کیوں نہیں بیٹھ جاتے، میں دیکھتا ہوں کہ کون انہیں تحفہ دیتا ہے پھر فرمایا کہ اس ذات کی قسم جسکے قبضہ میں میری جان ہے جو شخص اس قسم کا ہدیہ لے گا وہ قیامت کے دن اسے اپنی گردن پر اٹھائے ہوئے آئے گا اگر اونٹ ہوگا تو اسکی آواز ہوگی اور اگر گائے یا بکری ہوگی تو وہ اس کی آواز نکال رہی ہوگی اور آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ بلند کئے حتی کہ آپ ﷺ کے بغلوں کی سفیدی دیکھی گئی یعنی اپنے ہاتھوں سے اشارہ کر کے آپ ﷺ نے سمجھایا کہ اس انداز میں وہ مال اپنے کندھوں پر اٹھائے ہوئے آئے گا۔

اس حدیث سے امام خطابی نے دو اصول مستنبط کئے ہیں۔ ① کوئی امر مباح بسا اوقات کسی معصیت کا ذریعہ بن جائے تو پھر وہ امر مباح جائز نہیں رہتا لانوان دیگر ہر وہ چیز جو خود معصیت نہ ہو لیکن اگر وہ معصیت کا ذریعہ بن جائے تو وہ بھی ممنوع ہے جیسے ہدیہ قبول کرنا ہدیہ دینے والے کی رعایت کا ذریعہ بن جاتا ہے اس کی وجہ سے کہ عاملی زکوٰۃ وصول نہیں ہوتی لہٰذا ہدیہ قبول کرنا جائز نہیں۔ عامل کو ہدیہ دینا بذات خود معصیت نہیں لیکن یہ ہدیہ دینے والے سے زکوٰۃ وصول کرنے میں رعایت کا سبب اور ذریعہ ہے اس لئے یہ بھی ممنوع ہے۔ ② جب ایک حکم کا دوسرے حکم کے ساتھ اقتران ہو جائے تو دیکھا جائے گا کہ حالت انفراد اور حالت اقتران دونوں میں ایک ہی حکم ہے یا نہیں، اگر ایک ہی حکم ہے تو پھر جائز اور اگر اقتران کے بعد ایک حکم نہیں تو اقتران سے پہلے بھی وہ عمل جائز نہیں مثلاً اس حدیث میں دیکھا جائے گا کہ مذکورہ عامل کو عامل بننے سے پہلے ہدایا ملتے تھے یا نہیں، اگر نہیں ملتے تھے تو اب عامل بننے کے بعد بھی لینا جائز نہیں ہے اور اگر ملتے تھے تو اب عامل بننے کے بعد بھی لینا جائز ہے۔ (فتح الملہم)

الحدیث الثالث ——— عن عبادة بن الصامت قال قال رسول الله ﷺ وحوله عصابة من أصحابه: بايعوني على أن لاتشركوا بالله شيئا ولاتسرقوا ولاتزنوا ولاتقتلوا أولادكم ولاتأتوا

ببهتان تفترونه بين أيديكم وأرجلكم ولاتعصوا في معروف فمن وفي منكم فأجره على الله ومن أصاب من ذلك شيئا فعوقب في الدنيا فهو كفارة له ومن أصاب من ذلك شيئا ثم ستره الله فهو الى الله ان شاء عفا عنه وان شاء عاقبه فبايعناه على ذلك

حدیث کا ترجمہ کریں، خط کشیدہ کلمات کی صرفی ولغوی تحقیق کریں۔ حدود زواجر ہیں یا سوانح؟ ائمہ کرام کی آراء مع دلائل تحریر کریں۔
کیا آپ ﷺ نے خواتین سے بھی بیعت لی ہے؟ خواتین کی بیعت کا کوئی واقعہ اور خواتین کی بیعت کا طریقہ سپرد قلم کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾..... اس سوال کا خلاصہ تین امور ہیں ① حدیث کا ترجمہ ② خط کشیدہ کلمات کی تحقیق ③ آپ ﷺ کے خواتین سے بیعت لینے کی وضاحت، واقعہ وطریقہ۔

الجواب ..... ① حدیث کا ترجمہ:۔ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اس وقت جب آپ کے گرد حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت موجود تھی، یہ فرمایا کہ مجھ سے بیعت کرو اس بات پر کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کروگے، چوری نہیں کروگے، زنا نہیں کروگے، اپنی نسل کشی نہ کروگے اور نہ عمداً کوئی بہتان باندھو گے اور کسی اچھی بات میں (اللہ کی) نافرمانی نہ کروگے، جو کوئی تم میں سے (اس عہد کو) پورا کرے گا تو اسکا اجر اللہ کے ذمے ہے اور جو کوئی ان (بری باتوں) میں سے کسی میں مبتلا ہو جائے اور اسے دنیا میں سزا دے دی گئی تو یہ سزا اسکے (گناہوں کے) لئے کفارہ ہو جائیگی اور جو کوئی ان میں سے کسی بات میں مبتلا ہو گیا اور اللہ نے اس (گناہ) کو چھپالیا تو وہ (معاملہ) اللہ کے سپرد ہے اگر چاہے معاف کردے اور اگر چاہے سزا دے دے (حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ) پھر ہم سب نے ان (سب باتوں) پر آپ ﷺ سے بیعت کرلی۔

② کلمات مخطوط کی صرفی ولغوی تحقیق:۔ بُهْتَانٌ: اسم ہے بمعنی واضح جھوٹ۔ مصدر بَهْتًا و بُهْتَانًا (فتح) تہمت لگانا، بہکانا کرنا۔
عَصَابَةٌ: یہ عِصْبِيَّةٌ سے مشتق ہے بمعنی قوت وشدت۔ عَصَابَةٌ وہ جماعت جو کہ دس سے چالیس تک افراد پر مشتمل ہو۔
بَايِعُوْا: صیغہ جمع مذکر حاضر فعل امر حاضر معلوم از مصدر مُبَايَعَةٌ (مفاعلہ، اجوف) بمعنی باہم بیع وشراء کرنا۔
تَفْتَرُوْنَ: صیغہ جمع مذکر حاضر فعل مضارع معلوم از مصدر اِفْتِرَاءٌ (افتعال، ناقص) بمعنی تہمت لگانا، جھوٹ باندھنا۔
لَاتَعْصُوْا: صیغہ جمع مذکر حاضر فعل نہی حاضر معلوم از مصدر عَصْيًا و مَعْصِيَةٌ بمعنی نافرمانی کرنا، مخالفت ورشنی کرنا۔

③ آپ ﷺ کے خواتین سے بیعت لینے کی وضاحت، واقعہ وطریقہ:۔ آپ ﷺ نے مردوں کی طرح عورتوں سے بھی متعدد مواقع پر بیعت لی ہے۔ مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ سورہ ممتحنہ کی آیت بیعت (يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا جَاءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ يُبَايِعْنَكَ .....الخ) کی تفسیر کے ضمن میں تحریر کرتے ہیں کہ حضرت امیمہ بنت رقیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ میں نے دوسری چند عورتوں کی معیت میں آپ ﷺ سے بیعت کی تو آپ ﷺ نے احکام شرعیہ کی پابندی کا معاہدہ اس بیعت میں لیا...الخ۔ بخاری شریف میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ عورتوں کی یہ بیعت صرف گفتگو وکلام کے ذریعہ ہوئی، مردوں کی بیعت میں جو ہاتھ پر ہاتھ رکھنے کا دستور ہے عورتوں کی بیعت میں ایسا نہیں کیا گیا اور آپ ﷺ کے دست مبارک نے کبھی کسی غیر محرم کے ہاتھ کو نہیں چھوا۔ روایات حدیث سے ثابت ہے کہ یہ بیعت نساء صرف واقعہ حدیبیہ کے بعد ہی نہیں بلکہ بار بار ہوتی رہی حتی کہ فتح مکہ کے موقع پر آپ ﷺ نے مردوں کی بیعت سے فراغت کے بعد کوہ صفا پر عورتوں سے بیعت لی اور پہاڑ کے دامن میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کی

Maktaba Tul Ishaat.com Scanned with CamScanner

طرف سے آپ ﷺ کے ایفاء کو دیر اکر کے جمع ہونے والی عورتوں کو پہنچا رہے تھے جو اس بیعت میں شریک تھیں۔ (معارف القرآن)

السوال الثانی ۱۴۳۹ھ

الشق الاول ..... عن ابن عباس قال: أقبلت راكبا على أتان و أنا يومئذ قد نلعزت الاحتلام و رسول الله ﷺ يصلي بالناس بمنى الى غير جدار فمررت بين يدى بعض الصف فنزلت و ارسلت الاتان ترتع و دخلت في الصف فلم ينكر ذلك علىّ احد..... عن المقداد بن الاسود قال: ما رأيت رسول الله ﷺ يصلي الى عود و لا عمد و لا شجرة الا جعله على حاجبه الايمن أو الايسر و لا يصمد ذلك صمدا.

مذکورہ دونوں حدیثوں کا ترجمہ کیجیے، خط کشیدہ کلمات کی لغوی وصرفی تحقیق کیجیے، عورت، گدھے اور کتے کے نمازی کے آگے سے گزرنے سے نماز کے فساد وعدم فساد میں ائمہ کی آراء مع دلائل تحریر کیجیے۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے ① احادیث کا ترجمہ ② خط کشیدہ کلمات کی تحقیق ③ مسئلہ میں ائمہ کی آراء مع دلائل۔

الجواب ..... ① احادیث کا ترجمہ:۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں ایک دن گدھی پر سوار ہو کر آیا، جب کہ میں بلوغ کے قریب تھا، اور آپ ﷺ لوگوں کے ہمراہ منیٰ میں نماز پڑھ رہے تھے اور آگے کوئی دیوار نہ تھی، میں بعض صفوں کے سامنے سے گزرا پھر میں نے گدھی سے اتر کر اسے چھوڑ دیا کہ وہ چرنے لگی اور میں نماز کے لیے صف میں داخل ہو گیا اور مجھ پر کسی نے نکیر نہیں کی (مجھے کسی نے کچھ نہ کہا)۔ حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ آپ ﷺ لکڑی، ستون اور درخت کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے ہوں مگر یہ کہ یہ چیزیں آپ ﷺ کی دائیں یا بائیں بھنوؤں کے سامنے ہوتی تھیں اور آپ ﷺ بالکل سیدھا ان کا قصد نہ کرتے تھے۔

② مخطوط کلمات کی تحقیق:۔ نَلَعْزَتْ: صیغہ واحد متکلم فعل ماضی معلوم از مصدر مُنَاهَزَةً (مفاعلہ، صحیح) بمعنی قریب ہونا۔

مِنًى: یہ مکہ میں ایک جگہ کا نام ہے جہاں حجاج کرام ۱۰، ۱۱، ۱۲ ذی الحجہ کو وقوف اور جمرات کی رمی کرتے ہیں۔

لَمْ يُنْكِرْ: صیغہ واحد مذکر غائب فعل نفی جحد بلم معلوم از مصدر اِنْكَارٌ (افعال) عیب لگانا، منع کرنا۔ مجرد نَكْرًا، نُكُوْرًا، نَكِيْرًا (سمع) ناواقف ہونا۔ تَرْتَعُ: صیغہ واحد مؤنث غائب فعل مضارع معلوم از مصدر رَتْعًا، رُتُوْعًا (فتح) بمعنی چرنا۔

لَا يَصْمُدُ: صیغہ واحد مذکر غائب فعل منفی مضارع معلوم از مصدر صَمْدًا (نصر وضرب) بمعنی قصد وارادہ کرنا۔

③ مسئلہ میں ائمہ کی آراء مع دلائل:۔ کما مر فی الشق الثانی من السوال الثالث ۱۴۳۷ھ۔

الشق الثانی ..... عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: إِنَّ أَبَا بَكْرٍ دَخَلَ عَلَيْهَا وَ عِنْدَهَا جَارِيَتَانِ فِي أَيَّامِ مِنًى تُدَفِّفَانِ وَ تَضْرِبَانِ، وَ فِي رِوَايَةٍ تُغَنِّيَانِ بِمَا تَقَاوَلَتِ الْأَنْصَارُ يَوْمَ بُعَاثٍ وَ النَّبِيُّ ﷺ مُتَغَشٍّ بِثَوْبِهِ فَانْتَهَرَهُمَا أَبُوْبَكْرٍ فَكَشَفَ النَّبِيُّ ﷺ عَنْ وَجْهِهِ فَقَالَ: دَعْهُمَا يَا أَبَابَكْرٍ فَإِنَّهَا أَيَّامُ عِيْدٍ. وَ فِي رِوَايَةٍ: يَا أَبَابَكْرٍ إِنَّ لِكُلِّ قَوْمٍ عِيْدًا وَ هٰذَا عِيْدُنَا.

حدیث پر اعراب لگا کر ترجمہ اور ایسی تشریح کیجیے کہ غنا کی جائز وممنوع صورتیں واضح ہو جائیں، یوم بعاث کی مراد لکھیے۔

Scanned with CamScanner

﴿خلاصۂ سوال﴾..... اس سوال میں درج ذیل امور پر بحث مطلوب ہے ① حدیث پر اعراب ② حدیث کا ترجمہ ③ حدیث کی تشریح ④ یوم بعاث کی مراد۔

..... ① حدیث پر اعراب: کما مر فی السوال آنفا۔

② حدیث کا ترجمہ:۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ایام منیٰ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ میرے پاس تشریف لائے اس حال میں کہ میرے پاس دو لڑکیاں دف بجا رہی تھیں، اور دوسری روایت میں ہے کہ وہ لڑکیاں وہ اشعار گا رہی تھیں جو انصار نے بعاث کی جنگ کے متعلق کہے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم منہ پر کپڑا ڈالے ہوئے تھے، پس ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان کو جھڑک (ڈانٹ) دیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چہرے سے کپڑا ہٹایا اور فرمایا: اے ابوبکر! ان کو چھوڑ دو کیوں کہ یہ عید کے دن ہیں۔ اور دوسری روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوبکر! ہر قوم کی عید و خوشی کا دن ہوتا ہے اور یہ ہماری عید ہے۔

③ حدیث کی تشریح:۔ حدیث کے ترجمہ سے تشریح و واقعہ واضح ہے کہ ایام منیٰ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آپ صلی اللہ علیہ وسلم منہ پر کپڑا لے کر لیٹے ہوئے تھے اور چھوٹی بچیاں جنگ کے کچھ اشعار گا رہی تھیں اور دف بجا رہی تھیں، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور ان کو ڈانٹ کر منع کر دیا اور شاید یہ سمجھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آرام میں ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا علم نہیں ہے یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم متوجہ نہیں ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کپڑا ہٹا کر اجازت دی اور فرمایا کہ یہ ایام عید ہیں۔

اشعار و غناء کے متعلق تفصیل یہ ہے کہ بعض اشعار پڑھنا مضمون پر موقوف ہے، اگر مضمون اچھا ہے تو اشعار اچھے ہیں اگر مضمون قبیح ہے تو پڑھنا بھی قبیح ہے۔ اگر اشعار کے ساتھ باجے، سارنگیاں، بانسریاں، ستار، رباب، ہارمونیم و میوزک وغیرہ ہو تو یہ حرام ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: الغناء حرام فی الادیان کلها دوسری حدیث میں ہے الغناء ینبت النفاق کما ینبت الماء البقل او الزرع اور اس کا سننا بھی حرام ہے۔ تیسری صورت یہ دف بجانا ہے جس کے ساتھ اشعار ہوں مگر اس میں کوئی جھنکار نہ ہو اور نہ آلات لہو و طرب ہوں تو یہ ایام عید، شادی وغیرہ میں جائز ہے اگرچہ اس سے بھی بچنا بہتر ہے۔ حدیث میں جس کا ذکر ہے یہ سادہ دف تھا اور بجانے والی چھوٹی بچیاں تھیں اور جرأت و بہادری کا سبق دینے والے اشعار تھے اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دی تھی۔ لہٰذا بڑی عورتوں کے رقص و سرود اور گانے باجے وغیرہ کو اس پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ (توضیحات ج ۳)

④ یوم بعاث کی مراد:۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی لمعات میں لکھتے ہیں کہ بعاث مدینہ سے دو دن کی مسافت پر ایک مقام کا نام ہے یا قبیلہ اوس کے کسی قلعہ کا نام ہے یا خزرج کے کسی علاقے کا نام ہے۔ اور یوم بعاث سے مراد ہجرت سے قبل مدینہ کے انصار کے دو قبیلوں (اوس و خزرج) کے درمیان مقام بعاث میں لڑی گئی جنگ ہے جو ایک سو بیس سال تک جاری رہی، اس میں بہت خون ریزی ہوئی تھی، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کے نتیجے میں یہ جنگ ختم ہوئی۔ (توضیحات)

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۳۹ھ

المتن المأول..... عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ قَالَ: لَمَّا تُوُفِّيَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ أَبِي بَكْرٍ بِالْحُبْشِيِّ، وَهُوَ مَوْضِعٌ نُحْمَلُ إِلَى مَكَّةَ فَدُفِنَ بِهَا فَلَمَّا قَدِمَتْ عَائِشَةُ أَتَتْ قَبْرَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ فَقَالَتْ:

وَكُنَّا كَنَدْمَانَيْ جَذِيمَةَ حِقْبَةً ... مِنَ الدَّهْرِ حَتّٰى قِيلَ: لَنْ يَتَصَدَّعَا

Maktaba Tul Ishaat.com Scanned with CamScanner

فَلَمَّا تَفَرَّقْنَا كَأَنِّي وَمَالِكًا لِطُولِ اجْتِمَاعٍ لَمْ نَبِتْ لَيْلَةً مَعًا

ثُمَّ قَالَتْ: وَاللّٰهِ لَوْ حَضَرْتَنِي مَا قُبِرْتُ إِلَّا حَيْثُ مُتُّ وَلَوْ شَهِدْتُكَ مَا وَرَيْتُكَ.

حدیث کا ترجمہ کر کے جواب لکھیے۔ اگر عورت میت کی وفات کے وقت موجود ہو تو کیا اس کے لیے بعد میں قبر کی زیارت کرنا مناسب ہے؟

خلاصۂ سوال ہے..... اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے: ① حدیث مبارک پر اعراب ② حدیث کا ترجمہ ③ وفات کے وقت حاضر عورت کے لیے بعد میں میت کی قبر پر آنے کا حکم۔

الجواب ..... ① حدیث پر اعراب: ہٰذا ما وقع فی السؤال آنفًا۔

② حدیث کا ترجمہ: حضرت ابن ابی ملیکہ رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ جب حضرت عبدالرحمن بن ابوبکر رضی اللہ عنہ کا انتقال (وفات) ہوا (جو مکہ مکرمہ سے ۳ میل کے فاصلہ پر ہے) میں انتقال ہوا تو ان کی میت کو مکہ مکرمہ لایا گیا وہاں دفن کیا گیا، پھر جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا (حج کے لیے مکہ) آئیں تو آپ حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ کی قبر پر بھی آئیں اور یہ اشعار کہے (ترجمہ: ہم دونوں جدائی سے پہلے دونوں ہم نشینوں کی طرح مدت دراز تک ساتھ رہے، جمع ہونے کی کیا پائے گا کہ یہ تو کبھی جدا نہ ہوں گے، پھر جب ہم دونوں یعنی میں اور مالک جدا ہوئے تو طویل زمانے تک ساتھ رہنے کے باوجود گویا ہم ایک رات بھی اکٹھے نہیں رہے۔) پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: بخدا اگر میں موت کے وقت حاضر ہوتی تو تم وہیں دفن کیے جاتے جہاں تمہارا انتقال ہوا اور اگر میں اس وقت حاضر ہوتی تو (آج) تمہاری قبر کی زیارت کے لیے نہ آتی۔

③ وفات کے وقت موجود خواتین کے لیے بعد میں زیارت قبر کا حکم: اگر کوئی عورت اپنے کسی محرم کی تدفین پر موجود ہے تو وہ بعد میں بھی اس کی زیارت کے لیے آسکتی ہے اس سے ممانعت نہیں ہے۔ بعض حضرات نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ اگر محرم کی قبر ہو اور تدفین کے وقت عورت موجود نہ ہو تو صرف اس کو بعد میں زیارت کی اجازت ہے، عمومی اجازت نہیں ہے۔ حضرت تھانوی رحمہ اللہ اس استدلال کی تردید کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ اگر میں آخری وقت میں تمہیں دیکھ لیتی تو اب تمہاری قبر پر آنے کا اتنا اشتیاق نہ ہوتا، اس لیے شاید پھر نہ آتی، اگرچہ اس وقت بھی آنا جانا ہوتا، گویا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا شدت اشتیاق کے بغیر زیارت نہیں کیا کرتی تھیں۔ (اشرف التوضیح)

عن ابن عباس قال قال رسول الله ﷺ: لا يخلون رجل بامرأة ولا تسافرن امرأة إلا ومعها محرم فقال رجل يا رسول الله اكتتبت في غزوة كذا وكذا وخرجت امرأتي حاجة قال: انطلق فحج مع امرأتك

حدیث کا ترجمہ کیجیے۔ محرم کے بغیر سفر حج کرنے میں اختلاف ائمہ مع الدلائل تحریر کریں۔ حج کا ارادہ کرنے والی عورت کا محرم میسر ہو تو کیا شوہر منع کر سکتا ہے؟ عورت کے حق میں محرم کا ساتھ ہونا نفس وجوب حج کی شرط ہے یا وجوب ادا کی؟ وضاحت کیجیے۔

خلاصۂ سوال ہے..... اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے: ① حدیث کا ترجمہ ② محرم کے بغیر سفر حج کرنے میں اختلاف ائمہ مع الدلائل ③ حج کا ارادہ کرنے والی عورت کا محرم میسر ہو تو شوہر کے منع کرنے کا حکم ④ محرم کا ساتھ ہونا کون سی شرط ہے؟

الجواب ..... ① حدیث کا ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نہ خلوت و تنہائی اختیار کرے کوئی مرد کسی عورت کے ساتھ (یعنی مرد و عورت کسی جگہ تنہائی اختیار نہ کریں) اور ہرگز کوئی عورت محرم کے بغیر سفر نہ کرے، ایک آدمی نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! فلاں فلاں غزوہ میں میرا نام لکھا جا چکا ہے حالانکہ میری بیوی کا سفر حج کا ارادہ

ہے (اب میں کیا کروں؟) آپ ﷺ نے فرمایا: تم جاؤ اور اپنی بیوی کے ساتھ حج کرو۔

❷ **محرم کے بغیر سفر حج کرنے میں اختلاف ائمہ مع الدلائل:۔** اگر کسی عورت کے گھر اور مکۃ المکرمہ کے درمیان تین دن یا اس سے زائد کی مسافت ہو تو اس عورت کیلئے محرم یا زوج کے بغیر حج کے سفر پر جانا جائز نہیں ہے البتہ اگر تین دن سے کم مسافت ہو تو پھر زوج اور محرم کے بغیر بھی حج پر جانا جائز ہے۔

دلیل آنحضرت ﷺ کا ارشاد گرامی ہے **لا تحجّنّ امرأة الا و معها محرم۔**

دوسری دلیل یہ ہے کہ محرم اور زوج کے بغیر سفر میں فتنہ کا خوف و اندیشہ ہے۔

امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ عورت اگر ساتھیوں کے ساتھ سفر حج پر جائے اور اس کے ساتھ ثقہ اور قابل اعتماد عورتیں ہوں تو پھر بھی اسکا سفر حج پر جانا جائز ہے اگرچہ اس کے ساتھ محرم اور شوہر نہ ہو، کیونکہ رفاقت کی وجہ سے امن حاصل ہے۔

ہم اس عقلی دلیل کا جواب یہ دیتے ہیں کہ عورت ناقص العقل والدین ہے اور بغیر محرم کے فتنہ کا اندیشہ ہے تو جب یہ عورتیں ایک سے زائد ہو جائیں گی تو اس سے فتنہ میں اضافہ ہی ہوگا۔ کمی واقع نہیں ہوگی۔ اسی وجہ سے مرد کا اجنبیہ عورت کے ساتھ جمع ہونا حرام ہے۔ اگرچہ اس کے ساتھ دوسری عورت بھی ہو۔

❸ **حج کا ارادہ کرنے والی عورت کو محرم میسر ہو تو شوہر کے منع کرنے کا حکم:۔** اگر حج کا ارادہ کرنے والی عورت کو محرم میسر ہو تو شوہر اس کو سفر حج سے منع کر سکتا ہے یا نہیں؟

ہمارے نزدیک شوہر عورت کو فریضہ حج ادا کرنے سے منع نہیں کر سکتا اور امام احمد کا بھی یہی مذہب ہے۔

امام شافعی فرماتے ہیں کہ زوج عورت کو سفر حج سے منع کر سکتا ہے انکی دلیل یہ ہے کہ عورت کے سفر حج پر جانے سے زوج کا حق فوت ہوتا ہے اور حق العباد حق اللہ پر مقدم ہوتا ہے۔ اس لیے شوہر اپنی عورت کو فریضہ حج سے منع کر سکتا ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ شوہر کا حق فرائض کے حق میں ظاہر نہیں ہوگا چنانچہ شوہر کو یہ اختیار نہیں ہے کہ وہ اپنی بیوی کو نماز پڑھنے یا رمضان کے روزے رکھنے سے منع کرے۔ پس حج بھی فرائض دین سے ہے اس لیے شوہر کو یہ اختیار نہیں کہ عورت کو اس کی ادائیگی سے منع کرے۔

❹ **محرم کی معیت کیسی شرط ہے؟** عورت کے لیے بغیر محرم سفر کرنا شرعاً جائز نہیں، اس لیے وہ حج پر قادر اس وقت سمجھی جائے گی جب اس کے ساتھ کوئی محرم حج کرنے والا ہو (معارف القرآن) پس معلوم ہوا کہ عورت کے لیے محرم کا ہونا حج کے نفس وجوب کی شرط ہے۔

الشق الثانی ..... **عن سويد بن قيس قال: جلبت أنا ومخرفة العبدي بزا من هجر فأتيناه به مكة فجاءنا رسول الله ﷺ يمشي فساومنا بسراويل فبعناه و ثم رجل يزن بالأجر فقال له رسول الله ﷺ: زن و ارجح**

حدیث کا ترجمہ کیجیے، "ربا" کی تعریف کرنے کے بعد قرض کی ادائیگی میں حسن قضاء اور سود کا فرق واضح کیجیے، کیا رسول اللہ ﷺ نے شلوار استعمال فرمائی ہے؟ وضاحت کیجیے۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے: ① حدیث کا ترجمہ ② "ربا" کی تعریف ③ حسن قضاء اور سود میں فرق ④ آپ ﷺ کے شلوار استعمال فرمانے کی وضاحت۔

جواب ..... ① **حدیث کا ترجمہ:۔** حضرت سوید بن قیس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں اور مخرفہ عبدی نے مقام ہجر سے کپڑا خریدا

Maktaba Tul Ishaat.com Scanned with CamScanner

اور اسے لے کر مکہ آگئے، پس آپ ﷺ پیدل چلتے ہوئے ہمارے پاس تشریف لائے اور ہم سے ایک یا دو شلوار کا سودا کیا، پھر نائی نے وہ شلوار آپ ﷺ کو فروخت کر دی، اور وہیں پر ایک آدمی تھا جو اجرت پر لوگوں کے سامان وغیرہ اٹھاتا تھا، آپ ﷺ نے اس سے فرمایا: (میری چاندی کا) وزن کر دے اور کچھ زیادہ ہی وزن کر دینا (مقررہ چاندی سے زیادہ دے دینا)۔

❶ ربا کی تعریف:۔ ① هو فضل خال عن العوض شرط لاحد العاقدين (وہ زیادتی جو عوض سے خالی ہو عاقدین میں سے کسی ایک کے لیے اس کی شرط لگائی گئی ہو)۔ ② هو مبادلة المال بالمال مع الفضل بلا عوض (مال کا مال سے تبادلہ کرنا بلا عوض زیادتی کو لازم کرنے کے ساتھ)۔ (توضیحات)

❷ حسن تقاضا اور سوء میں فرق:۔ قرض کی ادائیگی میں سوء یہ ہے کہ قرض خواہ قرض دیتے وقت کہے کہ میں تمہیں رقم بطور قرض دیتا ہوں مگر شرط یہ ہے کہ تم اضافہ کے ساتھ واپسی کرو گے، گویا اس میں واپسی پر اضافہ کی شرط لگا دی گئی۔ اور حسن تقاضا یہ ہے کہ قرض کی ادائیگی کے وقت قرض سے زائد یا اچھا ادا کرے مگر یہ زیادتی و بہتری کسی شرط و معاہدہ کے بغیر ہو۔ یہ حسن تقاضا قرض خواہ قرض خواہ دونوں کیلئے جائز ہے یعنی مقروض کیلئے دینا جائز ہے اور قرض خواہ کیلئے لینا جائز ہے جیسا کہ آپ ﷺ نے بہتر اونٹ دیا تھا۔

❸ آپ ﷺ کے شلوار استعمال کرنے سے متعلق وضاحت:۔ اس حدیث سے آپ ﷺ کا شلوار خریدنا ثابت ہوا مگر کسی روایت میں پہننے کی تصریح نہیں ہے۔ البتہ جمع الفوائد میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے آپ ﷺ سے پوچھا کہ کیا آپ شلوار پہنتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں میں سفر و حضر میں دن رات میں شلوار پہنتا ہوں اور پھر شلوار کی تعریف بھی فرمائی کہ اس میں ستر بندی کی نسبت زیادہ ستر ہے۔ حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے اس حدیث کی سند پر ضعف کا حکم لگایا ہے۔ بہر حال شلوار خریدنا ثابت ہے پہننے میں محدثین کا اختلاف ہے، ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ظاہر یہی ہے کہ جب آپ ﷺ نے خریدی ہے تو پہنی بھی ہے۔ (توضیحات، الدر المنضود)

﴿الورقة الثانية : في الحديث (مشكوة اوّل)﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ۱۴۴۰ھ

المتن الاوّل .....عن ابی هريرة قال قال رسول الله ﷺ : احتج آدم و موسٰی عند ربهما فحج آدم موسٰی قال موسٰی: انت آدم الذی خلقك بيده ونفخ فيك من روحه و اسجد لك ملائكته و اسكنك فی جنته ثم اهبطت الناس بخطيئتك الی الارض ؟ فقال آدم : انت موسٰی الذی اصطفاك الله برسالته وبكلامه و اعطاك الالواح فيها تبيان كل شيء وقربك نجيًا ، فبكم وجدت الله كتب التوراة قبل ان اخلق ؟ قال موسٰی بأربعين عامًا قال آدم فهل وجدت فيها "وعصٰی آدم ربه فغوٰی" ؟ قال نعم ، قال افتلومنی علی ان عملت عملًا كتبه الله علیّ ان اعمله قبل ان يخلقنی بأربعين سنة؟ قال رسول الله ﷺ : فحج آدم موسٰی. (صحیح مسلم)

تقدیر کی لغوی و اصطلاحی تعریف کریں، نیز تقدیر کی دونوں اقسام (مبرم و معلق) کی تعریف کریں۔ حدیث میں مذکور مکالمہ کی مکمل وضاحت کریں، نیز واضح کریں کہ کیا انسان اپنے کسی جرم پر تقدیر کو بطور عذر پیش کر سکتا ہے؟ یہ مکالمہ کب اور کہاں ہوا؟

پہلا خلاصہ سوال ہے — اس سوال میں چار امور طلب ہیں (۱) تقدیر کی تعریف، اقسام کی وضاحت (۲) مکالمہ کی وضاحت (۳) تقدیر سے استدلال کی وضاحت (۴) جواب دینا۔

الجواب — ❶ **تقدیر کی تعریف و اقسام کی وضاحت:** قدر کا لغوی معنی اندازہ کرنا اور قضاء کا لغوی معنی فیصلہ کرنا ہے اور اصطلاح میں اللہ تعالیٰ کے علم ازلی و قضاء ازلی کو کہتے ہیں اور اس علم کی نسبت مخلوقات کی طرف تقدیر کہتے ہیں اور بعض حضرات نے دونوں کو مترادف کہا ہے۔ حضرت مولانا مفتی محمود صاحب نے فرمایا کہ مسئلہ قضاء و قدر پر کلام اصول کا اہم مقدمہ ہے اور علم تقدیر علم قضاء ہے۔ علامہ قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ قضاء و قدر دونوں میں لازم و ملزوم ہیں اس لئے کہ قدر اصل بنیاد کے ہے اور قضاء اس کی تفصیل و جزئیات کے ہے۔ قضاء و قدر کی مثال ایسی ہی ہے جس طرح ایک انجینئر یا معمار مکان بنانے سے پہلے اس کا ایک نقشہ اور خاکہ اپنے ذہن میں تیار کرتا ہے پھر اس نقشہ کی کاغذ پر بناتا ہے پھر اسی کے مطابق خارج میں مکان تیار کرتا ہے اسی طرح خالق کائنات نے ان کائنات کے وجود سے قبل اپنے علم ازلی میں اور پھر لوح محفوظ میں ایک نقشہ تیار فرمایا ہے پھر اسی کے مطابق کائنات میں مختلف ادوار و قرون پیدا ہوتے رہتے ہیں تو تقدیر کی بنیاد علم الٰہی اور قدرت باری پر ہے اور اقرار تقدیر سے ان دونوں کا اقرار لازم آئے گا اور اللہ کی طرف عمل و مجرمی نسبت لازم آئے گی۔ (احسن الدرس ۱/۱۰۱)

تقدیر کی دو اقسام ہیں ① مبرم ② معلق۔ تقدیر مبرم: جو قطعی طور پر متعین ہو اس میں تغیر و تبدل کا امکان نہ ہو۔

تقدیر معلق: جس میں تغیر و تبدل کا امکان ہو، مثلاً فلاں آدمی نے حج کیا تو اتنے سال زندہ رہے گا اور اگر حج نہ کیا تو اتنے سال زندہ رہے گا۔ فی الحقیقت علم الٰہی کے اعتبار سے تقدیر مبرم ہی ہے۔ یہ تعلق صرف لوح محفوظ کے اعتبار سے ہے۔ (فتح الملہم)

❷ **مکالمہ کی وضاحت:** حدیث کا حاصل یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے درمیان ایک مکالمہ و مناظرہ ہوا اس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت آدم علیہ السلام کو اکل شجرہ ممنوعہ پر ملامت کرنی چاہی اور کہا کہ آپ ہی کی وجہ سے جنت سے نکلوایا گیا تو انکے جواب میں حضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا کہ اے موسیٰ کیا تم ہی وہ ہو جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنی ہم کلامی کا شرف عطا کیا، نبوت و رسالت عطا کی تم پر تورات نازل کی؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ جی ہاں، آدم علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میری تخلیق سے چالیس سال قبل تقدیر میں لکھ دیا تھا وَعَصٰى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى کہ آدم سے یہ لغزش ہوگی تو جب یہ سب کچھ لکھا ہوا تھا تو تم اس پر مجھے ملامت کیوں کرتے ہو؟ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ اس جواب کے ذریعہ حضرت آدم علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام پر غالب آگئے۔

❸ **تقدیر سے استدلال کی وضاحت:** بظاہر اس حدیث سے جبریہ کی تائید ہوتی ہے اس لئے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے معاصی کے عذر میں تقدیر کو پیش کیا اس طرح تو ہر عاصی و کافر اپنی معصیت و کفر پر ملامت سے بچنے کیلئے تقدیر کو بطور عذر پیش کر سکتا ہے؟ علماء نے اس کے متعدد جوابات دیئے ہیں۔ ① عالم کی دو قسمیں ہیں (۱) عالم تکلیف (۲) عالم ارواح۔ حضرت آدم علیہ السلام نے تقدیر پر سہارا عالم ارواح میں لیا اس دنیا میں تقدیر پر سہارا لیا جائے تو نہیں عالم ارواح میں جائز ہے۔ ② حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ سے پہلے کا واقعہ ہے کیونکہ معصیت عصمت کے منافی ہے۔ ③ معصیت پر تقدیر کا سہارا لینا توبہ کی قبولیت کے بعد ہوا اور توبہ کی قبولیت کے بعد ہو جاتا ہے۔ ④ حضرت آدم علیہ السلام نے معصیت پر تقدیر پیش نہیں کی بلکہ موسیٰ علیہ السلام کو خاموش کرانے کیلئے الزامی طور پر تقدیر کو

Maktaba Tul Ishaat.com Scanned with CamScanner

پیش کیا۔ ② حضرت موسیٰ علیہ السلام کا حضرت آدم علیہ السلام کو ملامت کرنا ان مصائب کی وجہ سے تھا جو ان کی اولاد پر آئے اور حضرت آدم علیہ السلام کا تقدیر پیش کرنا اخروی مصائب پر تسلی دینے کے لئے تھا کہ اپنا تقدیر میں جو کچھ لکھا ہے وہ ہو کر رہے گا، گویا تسلی علی المصائب بسبب اعتذار عن المصائب نہیں۔ (تحفہ درخواست مسلم ج ۲ ص ۲۲۲)

④ مکالمہ کا وقت و مقام: اس میں متعدد اقوال ہیں ① یہ مناظرہ عالم ارواح میں ہوا ② لیلۃ المعراج میں جب تمام انبیاء علیہم السلام بیت المقدس میں جمع ہوئے وہاں یہ مناظرہ ہوا۔ راجح یہی ہے ③ یہ مناظرہ عالم آخرت میں ہوگا۔

پہلا اعتراض: حضرت آدم و موسیٰ علیہما السلام کے درمیان طویل مدت کا فاصلہ ہے پھر ان کے درمیان مناظرہ کیسے ہوا؟ اس کے مختلف جوابات دیئے گئے ہیں۔ ① حضرت آدم و موسیٰ علیہما السلام کا مناظرہ عالم ارواح میں ہوا جو عنقریب معلوم ہوگا ② ممکن ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی حیات میں ان کی روح کھینچ لی گئی ہو اور وہاں مناظرہ ہوا ہو۔

دوسرا اعتراض: زیر بحث والی حدیث میں تقدیر لکھے جانے کی مقدار پچاس ہزار سال پہلے ہے اور اس حدیث میں ہے کہ آدم علیہ السلام کی پیدائش سے چالیس سال قبل تقدیر لکھی گئی تو دونوں احادیث میں تعارض ہے۔

جواب: اولاً تقدیر پچاس ہزار سال پہلے لکھی گئی ہے پھر اس کو دوبارہ نقل کیا گیا حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے چالیس سال پہلے۔ پھر ہر شخص کی تقدیر اس کی روح پھونکنے سے چالیس دن پہلے لکھ دی جاتی ہے۔

الحدیث الثالث ..... عن معاوية بن ابي سفيان ان النبي ﷺ قال انما العينان وكاء السه فاذا نامت العين استطلق الوكاء. قال رسول الله ﷺ وكاء السه العينان فمن نام فليتوضأ. (ص ۳۰ خ ۱)

قال الشيخ الامام محيي السنة هذا في غير القاعد لما صح عن انس قال كان اصحاب رسول الله ﷺ ينتظرون العشاء حتى تخفق رؤوسهم ثم يصلون و لا يتوضأون.

احادیث و عبارت کا ترجمہ کریں، نیند کے ناقض وضو ہونے میں اختلاف مع الدلائل تحریر کریں۔ امام محی السنہ کے قول کی وضاحت کریں۔ سیدنا امیر معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کی عظمت اور ان سے مروی احادیث کی تعداد بھی تحریر کریں۔

خلاصۂ سوال: ..... اس سوال کا حاصل چار امور ہیں (۱) احادیث کا ترجمہ (۲) نیند کے ناقض وضو ہونے میں اختلاف مع الدلائل (۳) امام محی السنہ کے قول کی وضاحت (۴) سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی عظمت و مرویات کی تعداد۔

الجواب ..... **① احادیث کا ترجمہ:** حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ آنکھیں سُرین کا سربند ہیں پس جب آنکھ سو جائے تو سربند کھل جاتا ہے۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ آنکھیں سُرین کا سربند ہیں پس جو شخص سو جائے تو اسے چاہئے کہ وضو کرے۔ امام محی السنہ فرماتے ہیں کہ یہ ارشاد بیٹھ کر سونے والے کے علاوہ دیگر لوگوں کے متعلق ہے، اسلئے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے صحیح حدیث میں مروی ہے کہ آپ ﷺ کے اصحاب نماز عشاء کا انتظار کرتے تھے حتی کہ ان کے سر جھک جاتے تھے پھر وہ نماز پڑھتے تھے اور وضو بھی نہ کرتے تھے۔

② نیند کے ناقض وضو ہونے میں اختلاف مع الدلائل: احناف رحمہم اللہ کا اس بات پر اجماع ہے کہ نوم اپنی ذات کے اعتبار سے ناقض للوضو نہیں ہے بلکہ خروج ریح کے احتمال کی وجہ سے ناقض ہے چونکہ خروج ریح امر باطنی ہے تو اس کے سبب یعنی نیند کو

اس کے تمام کردیا گیا ہے۔ البتہ کوئی نیند ناقض وضو ہے اس میں ائمہ کرام کا اختلاف ہے۔ اس کا خلاصہ تین اقوال ہیں۔

نوم مطلقاً غیر ناقض ہے یہ مسلک حضرت ابن عمر، حضرت ابوموسیٰ اشعری اور حضرت شعبہ رحمہم اللہ سے منقول ہے۔ ① نوم مطلقاً ناقض ہے خواہ قلیل ہو یا کثیر یہ قول حضرت حسن بصری، امام زہری اور امام اوزاعی سے منقول ہے۔ ② نوم غالب ناقض ہے اور نوم غیر غالب غیر ناقض ہے یہ مسلک ائمہ اربعہ اور جمہور کا ہے اور پھر ائمہ اربعہ کا آپس میں اختلاف ہے امام ابوحنیفہ کے ہاں نماز کی ہیئت پر نوم ناقض وضو نہیں اور جس نوم میں استرخاء مفاصل ہو اور متعدد کا زمین پر تمکن نہ رہے وہ ناقض وضو ہے اور امام مالک کے ہاں نوم قلیل مطلقاً ناقض ہے اور نوم خفیف ناقض نہیں اور امام احمد کے ہاں نوم کثیر ناقض ہے اور نوم قلیل ناقض نہیں اور امام شافعی کا مشہور مسلک یہ ہے کہ نوم بلوس کی حالت میں جب کہ تمکن علی الارض باقی ہو ناقض نہیں خواہ قلیل ہو یا کثیر اس کے ماسوا سب ناقض ہے۔

احناف کے دلائل: ① ترمذی کی روایت میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سجدے کی حالت میں سو گئے خراٹے لینے لگے پھر کھڑے ہوئے اور نماز پڑھنی شروع کردی تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ آپ ﷺ تو سو گئے تھے تو پھر آپ ﷺ نے بغیر وضوء کے نماز پڑھی؟ فرمایا **انما الوضوء علی من نام مضطجعا** احناف کہتے ہیں کہ اس حدیث کے پہلے حصے سے پہلے جز کا اثبات ہوا کہ جو نوم پر ہیئت صلاتیہ پر ہو وہ ناقض وضو نہیں اور دوسرے حصے سے دوسرے جز کا اثبات ہوا کہ جو نوم مضطجعا ہو وہ ناقض وضوء ہے کیونکہ وہ استرخاء مفاصل کا سبب ہے۔

باقی ائمہ کی دلیل **عن انس کان اصحاب رسول اللہ ﷺ ینامون ثم یقومون فیصلون ولا یتوضؤن** (ترمذی) مالکیہ کہتے ہیں کہ یہ نوم خفیف تھی، حنابلہ کے نزدیک یہ نوم قلیل تھی، شوافع کے نزدیک اس نوم میں متعدد کا تمکن علی الارض باقی تھا۔

جوابات: ① یہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی عادتہ نوم ہی نہیں تھی بلکہ نعاس تھی اس کا اثر آنکھوں اور سر پر ہوتا تھا دل و دماغ پر اثر نہیں ہوتا تھا جبکہ نوم کا اثر دل و دماغ پر بھی ہوتا ہے ② یہ نوم ایسی نہیں تھی جو استرخاء مفاصل کا سبب ہو ③ حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما راجح ہے اس میں استرخاء مفاصل کو سبب قرار دینا اور معیار بنانا منصوص ہے اور نوم قلیل و کثیر کو معیار اور سبب بنانا منصوص نہیں تو اسکو سبب و معیار بنانا جو منصوص ہو اولیٰ ہے اسکو سبب بنانے سے جو منصوص نہ ہو۔

احادیث بظاہر مختلف ہیں بعض احادیث مطلقاً نقض وضوء پر دال ہیں جیسے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے **من نام فلیتوضأ** اور بعض احادیث مطلقاً عدم نقض پر دال ہیں جیسے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے **کان اصحاب رسول اللہ ﷺ ینامون ثم یقومون ویصلون ولا یتوضؤن** اور بعض احادیث میں تفصیل ہے اور ائمہ کرام مختلف احادیث میں تطبیق دیتے ہیں۔

الحمدللہ حنفی مسلک سب سے واضح روایات اور مسئلہ نوم کے تمام گوشوں کو جامع ہے امام مالک مختلف احادیث کو قلیل و خفیف پر محمول کرتے ہیں، امام احمد مختلف احادیث کو کثیر و قلیل پر محمول کرتے ہوئے تطبیق دیتے ہیں۔ (درس ترمذی ص ۲۹۲، الکوکب الدراری ص ۱۵۹)

② **امام محی السنہ کے قول کی وضاحت:** امام محی السنہ کے قول کا حاصل یہ ہے کہ نیند کے ناقض وضو ہونے والی احادیث کا مصداق بیٹھ کر سونے والے کے علاوہ دوسرے لوگ ہیں، اگر کوئی شخص بیٹھ کر سو رہا ہے تو اسکی نیند ناقض وضو نہیں ہے دلیل یہ ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے صحیح حدیث میں مروی ہے کہ آپ ﷺ کے اصحاب نماز عشاء کا انتظار کرتے ہوئے بیٹھے بیٹھے سو جاتے تھے پھر وہ وضو کی تجدید کے بغیر ہی عشاء کی نماز پڑھ لیتے تھے۔

Maktaba Tul Ishaat.com Scanned with CamScanner

⑦ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی منقبت و مرویات کی تعداد:۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی منقبت میں سب سے بڑی فضیلت یہ ہے کہ وہ آپ ﷺ کے چچا کے علاوہ صحابی ہیں اور ان کو کاتب وحی ہونے کا شرف بھی حاصل ہے۔

آپ ﷺ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا اللھم علمه الکتاب والحساب وقه العذاب۔ ایک مرتبہ فرمایا اللھم علّمه الکتاب ومکّن له فی البلاد وقه العذاب۔ ایک مرتبہ ارشاد فرمایا اللھم اجعله هادیا مهدیا واهد به۔ حضرات شیخین رضی اللہ عنہما سے فرمایا احضروه امرکم واشهدوه امرکم فانه قوی امین۔ ایک مرتبہ آپ ﷺ نے سواری اپنے پیچھے بٹھایا اور پوچھا کہ مجھے تیری کیا چیز لگ رہی ہے؟ تو آپ رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ بطن لگ رہا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا اللھم املأه علما وفی بعض الروایة وحلما۔

اس کے علاوہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور محدثین سے بھی فضیلت و منقبت معاویہ رضی اللہ عنہ میں متعدد اقوال منقول ہیں بلکہ صرف ارشادات نبوی ﷺ پر اکتفاء کیا گیا ہے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے کل (۱۳۰) احادیث مروی ہیں ان میں سے ۴ متفق علیہ ہیں جبکہ چار احادیث میں امام بخاری اور پانچ احادیث میں امام مسلم منفرد ہیں۔ (کشف الباری ج ۳ ص ۵۰۰)

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۴۰ھ

السؤال الاول ---- عن عدی بن ثابت عن ابیه عن جده رفعه قال: العطاس والنعاس والتثاؤب فی الصلوة والحیض والقیئ والرعاف من الشیطان۔ وعن مطرف بن عبد الله بن الشخیر عن ابیه قال اتیت النبی ﷺ وهو یصلی ولجوفه ازیز کازیز المرجل ..... وفی روایة قال رأیت النبی ﷺ یصلی وفی صدره ازیز کازیز الرحا من البکاء۔ (ص ۹۰ ج ۱)

پہلی حدیث کی تشریح کریں۔ آواز یا بلا آواز رونے سے نماز ٹوٹتی ہے یا نہیں؟ بیان کیجئے۔ قال رسول الله ﷺ الاختصار فی الصلوة راحة اهل النار کا مطلب واضح کریں۔ دو کشیدہ کلمات کی لغوی و صرفی تحقیق کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے۔ ① پہلی حدیث کی تشریح ② آواز یا بلا آواز رونے سے نماز ٹوٹنے کا حکم ③ الاختصار فی الصلوة راحة اهل النار کا مطلب ④ دو کشیدہ کلمات کی لغوی و صرفی تحقیق۔

الجواب ..... ① پہلی حدیث کی تشریح:۔ آپ ﷺ کے ارشاد کا حاصل یہ ہے کہ نماز میں کثرت سے چھینک آنا، ہچکی آنا، حیض آنا، قئی آنا اور تکسیر پھوٹنا ان سب اعمال میں شیطانی اثر کا عمل دخل ہوتا ہے اور نماز میں ان اعمال سے شیطان خوش ہوتا ہے۔ (توضیحات)

② آواز یا بلا آواز رونے سے نماز ٹوٹنے کا حکم:۔ خوف خدا یا جنت یا دیدار کے شوق میں رونے سے یعنی جہنم یا دیگر کسی عذاب کے خوف سے نماز میں رونے سے نماز فاسد ہوگی، البتہ اگر کوئی شخص کسی جسمانی درد میں مبتلا ہونے کی وجہ سے روئے اور اسکے منہ سے آواز بھی نکل جائیں تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ (ایضاً)

③ الاختصار فی الصلوة راحة اهل النار کا مطلب:۔ نماز میں کولہے پر ہاتھ رکھنا اہل جہنم کے آرام لینے کی صورت ہے، اسلئے کہ میدان محشر میں جہنمی لوگ اسی شکل میں کھڑے ہونگے۔ اہل نار سے مراد یہود ہیں وہ لوگ دنیا میں اسی طرح

کو کہ پر ہاتھ رکھ کر کھڑے ہوتے ہیں۔ یہ انتہائی متکبرانہ حالت ہے اسلئے نماز کو اس سے روکا گیا ہے۔ (ابتدا)

② ربط کشدہ کلمات کی لغوی وصرفی تحقیق:۔ اَلْوَغَاقُ: یہ اسم ہے بمعنی کثیر بارش۔ مصدر وَغْقًا (ض) بمعنی کثیر ہونا۔ اَلْفَلَسُ: یہ اسم ہے بمعنی اونگھ، جو اس کی سستی و ابتدائی نیند۔ مصدر فَلْسًا (نصر و ض) بمعنی اونگھنا۔

اَلتَّلَوُّبُ: یہ باب تفعل (مہموز) کا مصدر ہے بمعنی جمائی لینا۔ اَلْقَلْقَلَةُ: یہ باب نصر بضرب کا مصدر ہے بمعنی پھینکنا۔

اَلزَّجَلُ: یہ مفرد ہے کی جمع زَوَاجِلُ ہے بمعنی ریگ و کنکی۔ اَلزَّبَدُ: یہ اسم ہے بمعنی پانی کی گرج و ریگ کی سنسناہٹ۔

ترجمہ الحدیث ..... عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ فِيمَا سَقَتِ السَّمَاءُ وَ الْعُيُونُ أَوْ كَانَ عَثَرِيًّا الْعُشْرُ وَمَا سُقِيَ بِالنَّضْحِ نِصْفُ الْعُشْرِ. وَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ اَلْعَجْمَاءُ جُرْحُهَا جُبَارٌ وَالْبِئْرُ جُبَارٌ وَ الْمَعْدِنُ جُبَارٌ وَ فِي الرِّكَازِ الْخُمُسُ. (ص ۱۰۰ ج ۱ قدیمی)

حدیث پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں، زمین کی پیداوار میں عشر واجب ہونے کیلئے کیا کوئی نصاب مقرر ہے یا نہیں؟ ائمہ کا اختلاف مع دلائل تحریر کریں۔ دوسری حدیث میں مذکور احکام کو مختصر انداز میں بیان کریں۔

خلاصۂ سوال ..... اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے۔ ① حدیث پر اعراب ② حدیث کا ترجمہ ③ زمین کی پیداوار میں وجوب عشر کیلئے نصاب میں اختلاف مع دلائل ④ احکام کی تشریح۔

جواب ..... ① حدیث پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفاً۔

② حدیث کا ترجمہ:۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ آپ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جس چیز کو بارش و چشمے سیراب کریں یا وہ زمین سرسبز و شاداب ہو تو اس میں عشر ہے اور جس زمین کو پانی کھینچ کر سیراب کیا جائے اس میں نصف عشر ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جانور کا زخمی کرنا معاف ہے اور کنویں میں گر کر ہلاک ہونے والا معاف ہے، کان کو کھودتے ہوئے گر کر ہلاک ہونے والے کا خون معاف ہے اور ہر وہ چیز جو زمین میں گاڑی یا دفن کی گئی ہو اس میں خمس لازم ہے۔

③ زمین کی پیداوار میں وجوب عشر کیلئے نصاب میں اختلاف مع دلائل:۔ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک زمین کی پیداوار خواہ کم ہو یا زیادہ ہو ایک سال تک باقی رہنے والی ہو یا باقی رہنے والی نہ ہو۔ زمین کو نہر کے جاری پانی سے سیراب کیا جائے یا بارش کے پانی سے بہر صورت اس پیداوار پر عشر واجب ہے، صرف زعفران، بید، گھاس کی لکڑی اور گھاس پر عشر واجب نہیں ہے۔

صاحبینؒ کے نزدیک عشر کے واجب ہونے کی دو شرطیں ہیں پہلی شرط یہ کہ وہ پیداوار بغیر کسی علاج کے ایک سال تک باقی رہ سکتی ہو جیسے چاول گندم چنے وغیرہ دوسری شرط یہ کہ وہ پیداوار پانچ وسق (بارہ سو من) سے کم نہ ہو۔ اگر پیداوار پانچ وسق یا اس سے زائد ہے اور ایک سال تک باقی بھی رہ سکتی ہے تو پھر اس میں عشر واجب ہے۔

صاحبینؒ کی پہلی دلیل یہ حدیث ہے لیس فیما دون خمسة اوسق صدقة "کہ پانچ وسق سے کم میں صدقہ (عشر) نہیں ہے۔ دوسری دلیل یہ حدیث ہے لیس فی الخضروات صدقة "صدقہ سے مراد عشری ہے کیونکہ سبزیاں اگر تجارت کیلئے ہوں تو ان پر بالاتفاق زکوٰۃ لازم ہے اور عشر کے لازم نہ ہونے کی علت عدم بقا ہے پس جو چیز بغیر کیمیکل

Maktaba Tul Ishaat.com Scanned with CamScanner

دلائل علاج کے سوال تک نہ رہنے کے اسیر نہیں ہے۔ تیسری دلیل عقلی یہ ہے کہ عشر بھی زکوٰۃ کی مانند ہے کیونکہ جس طرح زکوٰۃ بھی زمین کے نامی کے ساتھ ہے جیسا کہ زکوٰۃ کے وجوب کیلئے نما (بڑھنا) کی شرط ہے نیز زکوٰۃ کی طرح عشر بھی کافر پر واجب نہیں ہے۔ نیز عشر کا مصرف بھی وہی ہے جو صدقات (زکوٰۃ وغیرہ) کا مصرف ہے پس معلوم ہوا کہ عشر زکوٰۃ کی مانند ہے اور زکوٰۃ کی نصاب کا ہونا شرط ہے تاکہ تونگری اور غنی متحقق ہو جائے۔ پس عشر کیلئے بھی نصاب کی شرط ہوگی تاکہ غنی اور تونگری متحقق ہو جائے۔

امام ابو حنیفہ کی پہلی دلیل قول باری تعالیٰ "انفقوا من طیبات ما کسبتم ومما اخرجنا لکم من الارض" کا عموم ہے کہ اس میں زمین کی مطلق پیداوار پر خواہ قلیل ہو یا کثیر باقی رہنے والی ہو یا نہ ہو اتفاق کا حکم ہے۔

دوسری دلیل ارشاد نبوی مبارک "ما اخرجت الارض ففیہ العشر" کا عموم ہے۔

صاحبین کی پہلی دلیل کا جواب یہ ہے کہ "لیس فیما دون خمسة اوسق صدقة" میں زکوٰۃ تجارت مراد ہے یعنی مال تجارت میں زکوٰۃ کے وجوب کیلئے "خمسة اوسق" کی شرط ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اس وقت لوگ وسق کے حساب سے خرید و فروخت کرتے تھے اور ایک وسق کھجور کی قیمت چالیس درہم ہوتی تھی تو پانچ وسق کی قیمت دو سو درہم ہوئی اور دو سو درہم زکوٰۃ کا نصاب ہے۔ معلوم ہوا کہ پانچ وسق کی شرط زکوٰۃ کیلئے ہے نہ کہ عشر کیلئے۔

دوسری دلیل کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث عاشر (عشر وصول کرنے والے) کے متعلق ہے کہ اگر کوئی شخص عاشر کے پاس سے سبزیاں لیکر گزرے اور عشر کی قیمت دینے سے انکار کرے تو عاشر سبزیوں سے عشر وصول نہ کرے۔ کیونکہ عاشر کے شور سے اور سبزیوں کی وجہ سے ان سبزیوں کے خراب ہونے کا اندیشہ ہے کہ بڑی بڑی خراب ہو جائیں گی۔ اس وجہ سے وہ سبزیوں سے عشر وصول نہ کرے۔ بلکہ مالک کو چاہیے کہ وہ خود عشر نکال کر مستحقین میں تقسیم کر دے۔

تیسری عقلی دلیل کا جواب یہ ہے کہ عشر میں مالک معتبر نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ عشر مکاتب بچے اور مجنون کی زمین میں بھی واجب ہے اور موقوف زمین میں بھی واجب ہے حالانکہ موقوف زمین کا کوئی مالک نہیں ہوتا پس جب عشر میں مالک کا اعتبار نہیں تو اس کی صفت غنی اور تونگری کا بھی اعتبار نہیں ہے اس لیے اس میں حولان حول کی بھی شرط نہیں ہے کیونکہ یہ شرط نما حاصل کرنے کیلئے ہوتی ہے اور زمین کی کل پیداوار ہی نما ہے۔ پس زمین کی پیداوار خواہ قلیل ہو یا کثیر ہو باقی رہنے والی ہو یا باقی رہنے والی نہ ہو ہر صورت اس پر عشر واجب ہے۔

احکام کی تشریح: "العجماء جرحها جبار" اس جملہ کا حاصل یہ ہے کہ اگر کوئی حیوان کسی انسان کو زخمی کر دے تو حنفیہ کے نزدیک اس کے ساتھ کوئی سائق (ہانکنے والا) نہ ہو تو کسی پر اس کی دیت یا تاوان لازم نہیں ہے، یہ زخم معاف ہے اور اگر اس کے ساتھ سائق موجود ہو اور اس کی غفلت ثابت ہو جائے تو پھر اس پر ضمان لازم ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر دن کو زخمی کیا تو ضمان لازم نہیں ہے اور اگر رات کے وقت زخمی کیا تو پھر مالک پر ضمان لازم ہے کیونکہ رات کے وقت جانور کو باندھ کر رکھنا مالک کی ذمہ داری و فرض ہے۔

حدیث کا عموم حنفیہ کی تائید کرتا ہے اس لیے کہ اس میں دن رات کا کوئی فرق نہیں ہے۔

"البئر جبار" اگر کوئی شخص کسی کی مملوکہ زمین میں موجود کنویں میں گر کر ہلاک یا زخمی ہو جائے تو اس کا خون معاف ہے۔

"المعدن جبار" حنفیہ فرماتے کے نزدیک مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی کان کو کھودتے ہوئے گر کر ہلاک یا زخمی ہو جائے تو اس کا خون معاف ہے۔ شافعیہ فرماتے کے نزدیک مطلب یہ ہے کہ معدن پر کوئی خمس وغیرہ لازم نہیں ہے۔

"و فی الرکاز الخمس" ہر وہ چیز جو زمین میں گاڑی یا دفن کی گئی ہو اس میں مدفون خزانہ یا ٹوٹی داخل ہے چنانچہ اگر کسی شخص کو کوئی مدفون خزانہ ہاتھ آجائے تو اس کا خمس بیت المال کو دینا واجب ہے۔ (درس ترمذی ج ۲ ص ۲۹۳)

السوال الثالث ۱۴۴۰ھ

السؤال الاول ..... عن ام هانئ قالت لما كان يوم الفتح فتح مكة جاءت فاطمة فجلست على يسار رسول الله ﷺ و ام هانئ عن يمينه فجاءت الوليدة بانا فيه شراب فناولته فشرب منه ثم ناوله فشربت منه فقالت يا رسول الله لقد افطرت و كنت صائمة فقال لها اكنت تقضين شيئا ؟ قالت لا، قال فلا يضرك ان كان تطوعا. (ص ۱۸۰ ج ۱)

حدیث کا ترجمہ کریں۔ اگر کوئی شخص نفل روزہ رکھ کر توڑ دے تو اس پر قضاء ہے یا نہیں؟ اختلاف ائمہ مع دلائل ذکر کریں۔ حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا کا مختصر تعارف بیان کریں۔ حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا نے روزہ افطار کرنے سے پہلے آپ ﷺ کو آگاہ کیوں نہ کیا؟

خلاصۂ سوال ..... اس سوال کا حل چار امور ہیں: ① حدیث کا ترجمہ ② نفل روزہ توڑنے کی قضاء میں اختلاف ائمہ مع الدلائل ③ حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا کا تعارف ④ حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا کے افطار سے پہلے آپ ﷺ کو آگاہ نہ کرنے کی وجہ۔

حل ..... ① **حدیث کا ترجمہ:** حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ فتح مکہ کے دن حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آئیں اور آپ ﷺ کے بائیں جانب بیٹھ گئیں اور ام ہانی آپ ﷺ کے دائیں جانب بیٹھی ہوئی تھیں پس اسی دوران ایک لونڈی برتن لیکر آئی جس میں پینے کی کوئی چیز تھی، اس نے وہ برتن آنحضرت ﷺ کو دیا اور آپ ﷺ نے اس میں سے کچھ پیا، پھر آپ ﷺ نے ام ہانی کو دیا اور انہوں نے بھی اس میں سے کچھ پیا، پھر عرض کیا اے اللہ کے رسول! میں نے افطار کر لیا حالانکہ میں روزہ سے تھی، آپ ﷺ نے ان سے پوچھا کہ کیا تو کسی چیز کی قضاء کر رہی تھی؟ انہوں نے کہا کہ نہیں، آپ ﷺ نے فرمایا اگر نفل روزہ تھا تو پھر تجھے کوئی نقصان نہیں ہے۔

② **نفل روزہ توڑنے کی قضاء میں اختلاف ائمہ مع الدلائل:** امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے ہاں نفلی روزہ شروع کرنے سے واجب ہو جاتا ہے اور توڑنے کی صورت میں اس کی قضاء واجب ہو جاتی ہے، امام مالک اور امام احمد رحمہما اللہ کی ایک روایت بھی یہی ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ کے ہاں قضاء لازم نہیں، امام مالک اور امام احمد رحمہما اللہ کی ایک ایک روایت بھی یہی ہے۔

وجوب قضاء کی دلیل آیت قرآنیہ "ولا تبطلوا اعمالکم" ہے اس آیت کا مقتضی یہ ہے کہ کسی عبادت کو شروع کر کے ضائع نہیں کرنا چاہیے اسے صحیح طریقے سے ادا کرنا چاہیے اور دوسری دلیل وہ حدیث ہے جس میں آپ ﷺ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے مسئلہ پوچھنے پر قضاء کرنے کا حکم دیا تو اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ نفل روزہ توڑنے کی وجہ سے قضاء لازم ہے۔

عدم وجوب قضاء کی دلیل حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا کی حدیث الباب ہے جس کے آخر میں انہوں نے کہا تھا "انی اذنبت فاستغفرلی قال ماذاك ؟ قالت كنت صائمة فافطرت قال امن القضاء كنت تقضينه ؟ قالت لا قال فلا تضرك" اس سے معلوم ہوا کہ اگر قضاء وغیرہ کا روزہ نہ ہو تو اس کے توڑنے سے قضاء لازم نہیں ہوتی۔

Maktaba Tul Ishaat.com Scanned with CamScanner

احناف رحمہم اللہ کی طرف سے اس کا جواب یہ ہے کہ اولاً تو یہ حدیث ضعیف ہے کیونکہ امام ترمذی رحمہ اللہ نے فرمایا فی اسنادہ مقال، دوسرا ضعف سے قطع نظر یہاں فلا یضرک میں کراہت کی نفی کی گئی ہے کیونکہ سوال میں کراہت کا ذکر ہے لہٰذا قضاء کی نفی اس سے معلوم نہیں ہوتی۔

❷ حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا کا تعارف:۔ آپ رضی اللہ عنہا کا نام فاختہ بنت ابو طالب ہاشمیہ ہے (بعد نام بھی اکثر کیا گیا ہے) حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ہمشیرہ ہیں، نبوت سے قبل آپ رضی اللہ عنہا نے نکاح کا پیغام بھیجا مگر ابو طالب نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ ہبیرہ سے نکاح کر دیا، بعد میں مسلمان ہونے پر نکاح ختم ہوا، آپ رضی اللہ عنہا نے دوبارہ پیغام بھیجا تو بچوں کا عذر پیش کیا، آپ رضی اللہ عنہا نے سکوت فرمایا، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں انتقال ہوا۔ (تقریب اسعد بب، خیر الوفیٰ)

❸ حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا کے افطار سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آگاہ نہ کرنے کی وجہ:۔ حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا نفلی روزہ کی حالت میں تھیں، انہوں نے سوچا کہ روزہ تو پھر بھی رکھا جا سکتا ہے مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیع القدس سے بابرکت مشروب کا علم زندگی میں دوبارہ نصیب ہو یا نہ ہو، اسلئے اصرار کر کیں۔ (اور یہ افطار کا محمول عذر ہے)

السؤال الثالث ..... وعن جابر قال نهى رسول الله ﷺ عن المحاقلة والمزابنة والمخابرة والمعاومة وعن الثنيا ورخص في العرايا. وعنه قال نهى رسول الله ﷺ عن بيع السنين وأمر بوضع الجوائح. (ص ۳۹۰، ج ۱)

المحاقلة، المزابنة، المخابرة، المعاومة، الثنيا کی تعریف اور ممانعت کا سبب بیان کریں۔ عرایا کی تفسیر میں فقہاء کے اقوال تحریر کریں۔ بیع السنین وضع الجوائح کا مفہوم اور حکم ذکر کریں۔ (خیر الوفیٰ ج ۲ ص ۱۵۵)

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال میں تین امور مطلوب ہیں (۱) بیع کی مذکورہ اقسام کی تعریف اور ممانعت کی وجہ (۲) عرایا کی تفسیر (۳) بیع السنین، وضع الجوائح کا مفہوم و حکم۔

الجواب ..... ❶ بیع کی مذکورہ اقسام کی تعریف اور ممانعت کی وجہ:۔ **محاقلہ:** کھیت میں لگی ہوئی گندم وغیرہ کو کٹی ہوئی گندم وغیرہ کے عوض اندازہ سے فروخت کرنا بیع محاقلہ ہے، شریعت نے اس سے منع کیا ہے۔

ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ کٹی ہوئی گندم وغیرہ کا وزن ممکن ہے مگر کھیت میں لگی ہوئی گندم وغیرہ کا وزن ممکن نہیں ہے حالانکہ یہ اشیاء ربویہ میں سے ہے اس میں برابری ضروری ہے اور کمی زیادتی حرام ہے اور اندازہ سے بیچنے کی صورت میں برابری یقینی نہیں ہے بلکہ کمی زیادتی کا احتمال ہے اور یہ کمی زیادتی حرام ہے۔

مزابنہ: درخت پر لگی ہوئی کھجور وغیرہ کو کٹی ہوئی کھجور کے عوض اندازہ سے فروخت کرنا بیع مزابنہ ہے۔

اس سے بھی ممانعت کی وجہ وہی ہے جو اوپر محاقلہ کے ضمن میں ذکر کی گئی ہے۔ فرق ان دونوں میں یہ ہے کہ اگر کھیتی کی بیع اُتری ہوئی کھیتی سے ہو تو محاقلہ ہے اور درخت پر لگے ہوئے پھل کی بیع اترے ہوئے پھل سے ہو تو مزابنہ ہے۔

مخابرہ: (مخابرہ و مزارعہ ایک ہی چیز ہے) اس کی تفصیل یہ ہے کہ کسی زمین کو دوسرے کو کاشت پر دینے کی چند صورتیں ہو سکتی ہیں۔

① مالک اپنی زمین کاشتکار کو کرایہ پر دیدے اور اس سے معین کرایہ وصول کرے، یہ کرایہ نقد کی شکل میں ہو، پیداوار کی شکل میں نہ ہو اور مالک زمین کا پیداوار سے کوئی تعلق نہ ہو، احناف رحمہم اللہ کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ صورت جائز ہے۔ ② زمین دوسرے کو اس شرط پر دینا کہ پیداوار کا کچھ حصہ زمین دار کا ہوگا اور کچھ حصہ کاشتکار کا ہوگا اس کی پھر تین صورتیں ہو سکتی ہیں۔ ① مالک پیداوار کی

ایک معین مقدار اپنے لئے مقرر کرلے مثلاً یہ کہے کہ جتنی پیداوار ہوگی اس میں سے دس من میں لوں گا اور باقی تمہاری ہوگی۔ یہ صورت بالاتفاق ناجائز ہے اسلئے کہ یہ نہیں ہے کہ پیداوار کتنی ہوگی آ ہوسکتا ہے کہ کل بیس من ہی پیداوار ہو اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ بیس من بھی نہ ہو۔ اس صورت میں کاشتکار کو کچھ نہیں ملے گا اسلئے شرعاً یہ صورت جائز نہیں ہے۔

② مالک زمین کے ایک مخصوص حصے کی پیداوار اپنے لئے مقرر کرلے اور یہ کہے کہ اس حصہ میں جو پیداوار ہوگی وہ میری ہوگی اور دوسرے حصہ میں جو پیداوار ہوگی وہ تمہاری ہوگی اور عام طور پر یہ ہوتا تھا کہ اس کھیت میں سے پانی کی جو نالیاں گزر رہی ہوتی تھیں ان نالیوں کے آس پاس کے حصہ کو مالک اپنے لئے مخصوص کر لیتا تھا اور باقی حصہ کی پیداوار کو کاشت کار کیلئے مخصوص کر دیتا تھا یہ صورت بھی بالاتفاق ناجائز ہے اسلئے کہ یہ ممکن ہے کہ پیداوار صرف ان حصوں پر ہو جو پانی کے قریب ہیں اور دوسرے حصوں پر بالکل پیداوار نہ ہو اس طرح کاشتکار کو کچھ بھی نہیں ملے گا۔ اس لئے شرعاً یہ صورت بھی جائز نہیں ہے۔

③ مالک پیداوار کا ایک مناسب حصہ اپنے لئے مقرر کرلے مثلاً یہ کہے کہ جتنی پیداوار ہوگی اس کا ایک چوتھائی میں لوں گا اور تین چوتھائی تمہارا ہوگا یا آدھی پیداوار تمہاری اور آدھی پیداوار میری ہوگی۔ یا ثلث میری اور دو ثلث تمہاری۔ اس صورت کو مزارعة بالثلث او بالربع یا مزارعة بالحصة المشاعة کہتے ہیں۔ اس کے جواز اور عدم جواز میں فقہاء کے درمیان اختلاف ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ صورت بھی مطلقاً ناجائز ہے۔ اور صاحبین اور بہت سے دوسرے فقہاء اس کو جائز کہتے ہیں۔ البتہ بعض فقہاء اس کو علی الاطلاق جائز کہتے ہیں اور بعض فقہاء مساقات کے ضمن میں جائز کہتے ہیں اور تنہا ناجائز کہتے ہیں بہرصورت جمہور فقہاء اس صورت کے جواز کے فی الجملہ قائل ہیں۔

معاومہ: باغ کے پھلوں کی ایک سال تک یا ایک سال سے زیادہ تک بیع کرنا یہ معاومہ ہے اور اسی کو بیع السنین بھی کہتے ہیں مثلاً بائع یہ کہے کہ تین سال تک جو پھل اس باغ میں آئے گا وہ پھل میں آج ہی فروخت کرتا ہوں۔

اس سے ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ یہ بیع المعدوم ہے جو کہ جائز نہیں ہے۔

ثُنیا: یہ لفظ دنیا کے وزن پر مصدر ہے بمعنی استثناء کرنا یعنی بیع کرتے وقت بیع کی کسی چیز یا مقدار کو بیع سے خارج کر دینا۔ اگر کسی چیز کی بیع کی جائے اور اس میں سے چند متعین رطل وغیرہ کا استثناء کر دیا جائے تو اس میں علماء کا اختلاف ہے۔ عندالجمہور یہ استثناء جائز نہیں ہے مثلاً کوئی شخص باغ کا پھل فروخت کرے اور اس میں سے ایک من آم یا ایک ہزار آم کا استثناء کردے تو عندالجمہور جائز نہیں ہے کیونکہ اس استثناء کے بعد بقیہ مقدار مجہول ہے جو کہ مفضی الی النزاع ہونے کی وجہ سے جائز نہیں ہے۔

امام مالکؒ کے نزدیک یہ استثناء جائز ہے ان کی دلیل قیاس ہے کہ جس طرح متعین درختوں کا استثناء باغ میں سے جائز ہے اسی طرح متعین رطل کا استثناء بھی جائز ہے۔ اگر متعین درخت کا استثناء کیا گیا یا حصۂ مشاع مثلاً پیداوار کے نصف ثلث یا ربع کا استثناء کیا گیا تو پھر بالاتفاق یہ بیع اور استثناء جائز ہے۔ (اشرف الہدایہ)

❼ عرایا کی تفسیر: عرایا کی تفسیر میں ائمہ اربعہ کا اختلاف ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ درخت پر لگی ہوئی کھجور کی بیع کٹی ہوئی کھجور کے عوض کرنا بیع مزابنہ ہے اور اگر یہ بیع پانچ وسق سے کم ہو تو یہ عرایا ہے اور یہ جائز ہے گویا بیع مزابنہ میں عقد پانچ وسق سے زائد میں ہوتا ہے اور عرایا میں عقد پانچ وسق سے کم میں ہوتا ہے اور بیع مزابنہ حرام ہے اور عرایا جائز ہے۔ امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ عرایا، عریة کی جمع ہے بمعنی عطیہ اور

Maktaba Tul Ishaat.com Scanned with CamScanner

اس کی تعریف یہ ہے کہ پہلے زمانہ میں لوگ کھجور کا پھل پکنے سے پہلے یا کاٹنے سے پہلے کسی فقیر کو ہبہ کر دیتے تھے اور اسے کہتے تھے کہ اس درخت کا پھل تمہارا ہے۔ وہ فقیر جا نتہ ہوتا تھا وہ چاہتا تھا کہ اس پھل کا نفع یا اس کے عوض کوئی چیز مجھے ابھی مل جائے۔ چنانچہ وہ اس درخت کا پھل کسی تیسرے آدمی کو فروخت کر دیتا تھا اور اس کے عوض کئی ہوئی کھجور یا ان کی قیمت لیکر اپنے اہل پر خرچ کرتا تھا تو اس تیسرے آدمی کو کھجور فروخت کرنے کا نام عرایا ہے اور اصل میں یہ بیع مزابنہ ہی ہے۔ یہ حرام ہونی چاہیے تھی مگر آپ ﷺ نے لوگوں کی ضروریات و حاجات کو سامنے رکھتے ہوئے پانچ وسق سے کم میں اسے جائز قرار دیا ہے۔

امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ بعض اوقات کسی باغ کا مالک اپنے باغ کے ایک درخت کا پھل کسی فقیر اور محتاج کو ہبہ کر دیتا تھا اور پھر پھل کاٹنے کے زمانہ میں مالک اپنے بیوی بچوں سمیت باغ میں قیام کرتا تھا تا کہ پھل بھی کھائیں اور تفریح بھی کریں اور وہ فقیر اپنے درخت کا پھل توڑنے کے لئے بار بار صبح و شام باغ میں آتا جس کی وجہ سے مالک اور اس کے بیوی بچوں کو پریشانی ہوتی اس لئے مالک اس فقیر سے کہتا کہ تم اس درخت کا پھل مجھے فروخت کر دو اور اس کے عوض مجھ سے کئی ہوئی کھجور لے لو، چنانچہ وہ فقیر کئی ہوئی کھجور لیکر چلا جاتا، اس کو بیع العرایا کہتے ہیں اور یہ جائز ہے۔ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک عرایا کی تفسیر تو وہی ہے جو امام مالکؒ کے نزدیک ہے، فرق صرف اتنا ہے کہ امام مالکؒ کے نزدیک یہ بیع ہے اور امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ یہ بیع نہیں بلکہ شئی موہوب کی تبدیلی ہے، گویا مالک نے پہلے درخت پر لگی ہوئی کھجور ہبہ کی تھی اور قبضہ نہ ہونے کی وجہ سے ابھی وہ ہبہ تام نہیں ہوا تھا کہ اس کے عوض دوسری کھجور ہبہ کر دی گئی لہٰذا یہ بیع نہیں بلکہ استبدال ہبہ ہے اور یہ جائز ہے۔ (تقریر ترمذی ج ۱ ص ۲۱۹)

❷ بیع السنین، وضع الجوائح کا مفہوم و حکم:- بیع السنین: باغ کے پھلوں کی کئی سال تک بیع کرنا۔

معدوم چیز کی بیع ہونے کی وجہ سے یہ بیع ممنوع ہے۔

وضع الجوائح: یہ جائحۃ کی جمع ہے بمعنی آفت، اس سے مراد یہ ہے کہ مشتری کے مبیع پر قبضہ کر لینے کے بعد اس پر کوئی آفت آجائے تو بائع ثمن کم کر دے اس صورت میں وضع الجوائح کا امر حنفیہ اور جمہور کے نزدیک استحبابی ہے وجوبی نہیں کیونکہ مشتری کے قبضہ کر لینے کے بعد وہ چیز مشتری کے ضمان میں چلی گئی ہے اور بائع کی ضمان سے نکل چکی ہے۔

اور اگر یہ صورت مشتری کے قبضہ کرنے سے پہلے پیش آجائے تو وضع جوائح ثمن کی کمی واجب ہے کیونکہ مبیع بائع کے ضمان میں ہلاک ہوگئی ہے اس کے ہلاک ہونے کے بعد بیع فسخ ہو جائے گی اور بائع ثمن کا مستحق نہیں رہے گا۔ پہلی صورت میں امام مالکؒ کے نزدیک ثلث ثمن وضع کر دیا جائے گا لیکن امام شافعیؒ کے نزدیک جس قدر ثمر ہلاک ہوگا اسکے اندازہ کے بقدر ثمن وضع کر دیا جائیگا۔ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ثمن بالکل وضع نہیں کیا جائیگا کیونکہ وہ پھل مشتری کے ضمان میں ہلاک ہوا تو بائع پر کچھ واجب نہیں ہے مشتری کو پورا ثمن دینا پڑے گا اور یہی شریعت کا اصول ہے **الغرم بالغنم و الخراج بالضمان۔**

امام احمدؒ کی دلیل یہی حدیث الباب ہے کہ آپ ﷺ نے وضع الجوائح کا امر فرمایا ہے۔

امام ابوحنیفہؒ کی دلیل بخاری شریف کی حدیث ہے کہ ایک مشتری کا پھل ضائع ہو گیا اور بائع کے ثمن دینے کی کوئی صورت نہ تھی تو آپ ﷺ نے چندہ کر کے بائع کا ثمن ادا کیا یہاں آپ ﷺ نے بائع کو وضع ثمن کا حکم نہیں دیا۔ معلوم ہوا کہ یہ قانون نہیں ہے۔

امام احمدؒ کی دلیل کا جواب یہ ہے کہ وہاں مشتری کے حوالہ کرنے سے پہلے کے بارے میں حکم ہے اگر بعد التسلیم کے متعلق امر ہے تو بطور استحباب ہے قضاءً و قانوناً نہیں ہے۔

Scanned with CamScanner



Maktaba Tul Ishaat.com Scanned with CamScanner

﴿الورقة الثالثة: مشکوۃ: ج۲ - خیر الاصول﴾

﴿السوال الاول﴾ ۱۴۳۲ھ

السؤال الاول ..... عن ابی هريرة قال جاء رجل الى النبی ﷺ فقال انی تزوجت امرأة من الأنصار قال فانظر اليها فان فی أعين الأنصار شيئا۔ عن المغيرة بن شعبة قال خطبت امرأة فقال لی رسول الله ﷺ هل نظرت اليها قلت لا قال فانظر اليها فانه احرى ان يؤدم بينكما۔ (ص ۲۶۸۔ امدادیہ)

ما المراد بقوله "شيئا"؟ ترجم الحديثين ما فائدة المشورة بقوله فانظر اليها فان فی أعين الأنصار شيئا ولا يخفى أن المشورة بقوله فان فی أعين الأنصار شيئا لا تفيد شيئا بعد التزوج أجيبی عن هذا الاشكال۔ هل النظر الى المخطوبة جائز ام لا؟ و ما هو الخلاف بين الأئمة فی المسئلة بيّنی بالدلائل۔ كيف عرف النبی ﷺ ان فی أعين نساء الأنصار شيئا مع ان تلك النساء قد كانت محارم للنبی ﷺ۔ وهل يجوز له النظر الى جميع الأعضاء؟ ما هو قول الجمهور؟ (خیر الاصول ج ۲ ص ۳۳)

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال کا خلاصہ چھ امور ہیں (۱) احادیث کا ترجمہ (۲) شیئا کی مراد (۳) نکاح کے بعد مشورہ کا فائدہ (۴) مخطوبہ کو دیکھنے میں ائمہ کا اختلاف مع الدلائل (۵) مخطوبہ کے تمام اعضاء کو دیکھنے میں جمہور کا قول (۶) محارم کے متعلق حضور ﷺ کے ارشاد کی توجیہ۔

الجواب ..... ① احادیث کا ترجمہ:۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کے پاس آیا پس کہا کہ میں ایک انصاری عورت سے نکاح کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کی طرف دیکھ لے کیونکہ بعض انصار کی آنکھوں میں کچھ خلل ہوتا ہے۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے ایک عورت کو پیغام نکاح بھیجا تو مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تو نے اس عورت کو دیکھا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ نہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تو اس کی طرف دیکھ کیونکہ یہ دیکھنا لائق تر ہے اس کے کہ تمہارے درمیان الفت ڈالی جائے۔

② شیئا کی مراد:۔ علامہ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ انکی آنکھیں کبری یا کرنی ہوتی ہیں، عند البعض انکی آنکھ کی سیاہی مکمل نہیں ہوتی بلکہ کچھ پیلاپن ہوتا ہے۔

③ نکاح کے بعد مشورہ کا فائدہ:۔ سوال ہوتا ہے کہ جب سائل کا نکاح ہو چکا تھا تو پھر آپ ﷺ نے بعد میں دیکھنے کا مشورہ کیوں دیا اب یہ مشورہ دینے کا کیا فائدہ ہے۔ جواب یہ ہے کہ حضور ﷺ نے آنیوالے صحابی کو یہ مشورہ اس وقت دیا تھا جب اس نے آپ سے مشورہ طلب کیا اور یہ مشورہ نکاح ہو جانے کے بعد نہ تھا بلکہ ارادۂ نکاح کے بعد تھا اور انی تزوجت کا معنی انی ارید التزوج ہے کیونکہ اگر صحابی رسول ﷺ نکاح کے بعد مشورہ لے رہے ہوں تو یہ سمجھ میں آنے والی بات نہیں ہے لہٰذا صحابی رضی اللہ عنہ کا آپ ﷺ سے مشورہ لینا قبل النکاح تھا لہٰذا آپ ﷺ کا مشورہ دینا درست ہوا۔

④ مخطوبہ کو دیکھنے میں ائمہ کا اختلاف مع الدلائل:۔ نکاح سے پہلے مخطوبہ کو دیکھنے میں ائمہ کا اختلاف ہے۔ بعض حضرات کے نزدیک حرام ہے اور امام مالک کا بھی ایک قول یہی ہے جبکہ امام مالک کا مشہور قول یہ ہے کہ اجازت کے ساتھ دیکھنا جائز ہے۔

Scanned with CamScanner

جمہور فقہاء یعنی امام ابوحنیفہ، امام شافعی، امام احمد، امام اسحٰق اور امام اوزاعی کے ہاں منکوحہ کو مطلقاً دیکھنا جائز بلکہ مستحب ہے خواہ اجازت کے ساتھ ہو یا اجازت کے بغیر ہو۔

امام مالکؒ کے قول اوّل کی دلیل وہ نصوص ہیں جن میں وجہ کو دیکھنے کی حرمت آئی ہے مثلاً حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو اس آدمی پر جو عورت کو دیکھتا ہے اور وہ دکھانے والی پر بھی اللہ کی لعنت ہو۔

امام مالکؒ کے دوسرے قول کی دلیل یہ ہے کہ دکھانا عورت کا حق ہے اسلئے اسکی اجازت سے دیکھنا جائز ہے ورنہ نہیں۔

جمہور کی دلیل یہی حدیث الباب ہے جس میں حضور ﷺ نے فانظر امر کے صیغے کو ذکر فرمایا اور یہ امر کا صیغہ استحباب پر محمول ہے۔ نیز آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اذا خطب احدکم امرأۃ فلا جناح علیہ ان ینظر الیھا۔

قول اوّل کی دلیل کا جواب یہ ہے کہ یہ نہی اس نظر کے متعلق ہے جو ارادۂ نکاح کے بغیر ہو۔ (درس ترمذی ج ۳ ص ۳۵)

⑤ منکوحہ کے تمام اعضاء کو دیکھنے میں جمہور کا قول:۔ جمہور کے نزدیک صرف چہرہ و ہتھیلیوں کو دیکھا جا سکتا ہے کیونکہ چہرہ سے خوبصورتی اور ہتھیلیوں سے جسم کی نزاکت کا اندازہ ہوگا امام اوزاعی کے نزدیک شرمگاہ کے علاوہ جسم کا جو حصہ بھی دیکھنا چاہے دیکھ سکتا ہے۔

⑥ محارم کے متعلق حضور ﷺ کے ارشاد کی توجیہ:۔ سوال ہوتا ہے کہ انصار کی عورتیں آپ کی محرمات تھیں پھر آپ ﷺ نے ان کے متعلق ان فی اعین الانصار شیئا کیسے ارشاد فرمایا؟

اس کے متعدد جوابات و توجیہات کی گئی ہیں۔ ① آپ ﷺ کو بذریعہ وحی اس کا علم ہو گیا تھا ② لوگوں کے بتلانے سے معلوم ہو گیا تھا ③ چونکہ بعض انصاری مردوں کی آنکھوں میں یہ بات تھی تو آپ ﷺ نے عورتوں کو ان مردوں پر قیاس کر لیا کیونکہ عورتیں مردوں کا ایک حصہ ہیں اور انہی کے مثل ہیں۔

السؤال الثالث ..... عن علی ان رسول اللہ ﷺ نھی عن متعۃ النساء یوم خیبر وعن اکل لحوم الحمر الانسیۃ ماسمعتی المتعۃ وماھی حقیقتھا؟ ھل المتعۃ تنعقد بالفاظ المتعۃ أو بالفاظ أخری ؟. ما الفرق بین المتعۃ وبین النکاح الموقت ؟. من یقول بجواز المتعۃ فی ھذا الزمان؟ (ص ۲۲۲ ادلہ الاوجز ج ۳ ص ۱۰)

خلاصۂ سوال ..... اس سوال کا حاصل پانچ امور ہیں (۱) متعہ کا معنی (۲) متعہ کی حقیقت (۳) متعہ کے الفاظ (۴) متعہ اور نکاح موقت میں فرق (۵) جواز متعہ کے قائلین کی نشاندہی۔

الجواب ..... ① متعہ کا معنی:۔ متعہ تمتع سے ماخوذ ہے جس کا لغوی معنی نفع حاصل کرنا اور اصطلاحی معنی یہ ہے کہ کوئی شخص کسی عورت سے کہے اتمتع بک کذا مدۃ بکذا من المال کہ میں آپ سے اتنے مال کے بدلے میں اتنی مدت تک نفع خاص حاصل کرونگا اور عورت اسکو قبول کر لے اس میں نہ نکاح ہوتا ہے اور نہ دو گواہوں کی موجودگی ضروری ہوتی ہے۔

② متعہ کی حقیقت:۔ متعہ درحقیقت نکاح کو ضائع کرنا، زنا کاری، شہوت رانی اور وقتی طور پر جنسی خواہش کو پورا کرنا ہے اس میں اذان ولی، نکاح خوانی، گواہ، بیان و نفقہ، مکنی، وراثت اور ثبوت نسب میں سے کوئی چیز بھی ضروری نہیں حتیٰ کہ سرپرست کو اطلاع بھی ضروری نہیں ہے اس سب کچھ کے باوجود بھی یہ شیعوں کے نزدیک افضل ترین عبادت ہے۔

③ متعہ کے الفاظ:۔ متعہ صرف لفظ متعہ یا اس کے مادہ (م ت ع) سے بننے والے الفاظ مثلاً تمتع، استمتاع وغیرہ سے منعقد ہوتا

Maktaba Tul Ishaat.com Scanned with CamScanner

ہے اس کے بغیر منعقد نہیں ہوتا۔

② متعہ اور نکاح موقت میں فرق:۔ متعہ اور نکاح موقت میں عموماً دو فرق بیان کئے جاتے ہیں۔

① متعہ میں عند العقد ایسا کلمہ بولنا ضروری ہوتا ہے جسکے مادہ میں میم تا اور عین ہو اور نکاح موقت میں یہ شرط نہیں ہے۔

② نکاح موقت میں گواہوں کا ہونا ضروری ہے جبکہ متعہ میں گواہ بھی لازم نہیں ہے۔

③ جواز متعہ کے قائلین کی نشاندہی (وحرمت متعہ کے دلائل):۔ اہل السنۃ والجماعۃ کے نزدیک متعہ حرام ہے۔ روافض (اہل تشیع) کے ہاں متعہ جائز ہے گویا کہ متعہ صرف روافض کے نزدیک حلال ہے باقی تمام امت اس کی حرمت پر متفق ہے البتہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اس کا جواز منقول ہے اور وہ بھی محض اضطرار کے موقع پر جواز کے قائل تھے پھر انہوں نے بھی اس سے رجوع کر لیا تھا۔ حرمت متعہ کے دلائل: ① حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث الباب ان النبی ﷺ نهى عن متعة النساء وعن لحوم الحمر الخ کہ آپ ﷺ نے عورت کے ساتھ متعہ کرنے سے منع فرمایا ② قرآن کریم کی آیت والذين هم لفروجهم حافظون الا على ازواجهم او ماملكت ايمانهم ظاہر ہے کہ متعہ والی عورت نہ منکوحہ کے حکم میں ہے کہ میراث جاری نہیں ہوتی اور بغیر طلاق کے فرقت واقع ہوتی ہے اور نہ ہی مملوکہ کے حکم میں ہے کہ اس کی بیع وغیرہ نہیں ہوتی جبکہ آیت میں صرف دو عورتوں سے نفع کی اجازت ثابت ہے (۱) منکوحہ (۲) باندی ③ متعدد روایات صحیحہ حرمت متعہ پر دال ہیں مثلاً مسلم کی روایت ہے ان الله قد حرم ذالك الى يوم القيامة کہ قیامت تک کیلئے اللہ تعالیٰ نے متعہ کو حرام کر دیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ غزوۂ خیبر کے موقع پر ضرورت شدیدہ کی وجہ سے کچھ دنوں تک اسکی اجازت ہوئی پھر ہمیشہ ہمیشہ کیلئے اسکو حرام کر دیا گیا، نیز خود کتب شیعہ میں متعہ کی حرمت موجود ہے عن علی" قال حرم رسول الله ﷺ لحوم الحمر الاهلية ونكاح المتعة مزید حرمت متعہ کی روایات ان کی کتاب التہذیب میں بھی موجود ہیں۔

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۳۲ھ

السؤال الاول.....عن ابن عمر ان غيلان بن سلمة الثقفي أسلم وله عشر نسوة في الجاهلية فاسلمن معه فقال النبي ﷺ امسك اربعا وفارق سائرهن .عن الضحاك بن فيروز الديلمي عن ابيه قال قلت يا رسول الله اني اسلمت وتحتي اختان قال اختر ايتهما شئت .(ص ۲۷۲۔ادارہ)

ترجمہ الحدیث. ماهوالحكم شرعًا لمن اسلم وعنده أكثر من أربعة نسوة ؟ هل يفارقهن كلهن أو يمسك عنده اربعة ويترك الأخريات . ماهو الخلاف في المسئلة ؟ بيتني بالدلائل مع ترجيح الراجح (خیر الفتاویٰ ج ۳ ص ۸۹)

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) حدیث کا ترجمہ (۲) چار سے زائد عورتوں کو چھوڑنے کی کیفیت میں اختلاف مع الدلائل (۳) راجح کی ترجیح۔

الجواب..... ① حدیث کا ترجمہ:۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت غیلان بن سلمہ ثقفی رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے اس حال میں کہ ان کے پاس زمانہ جاہلیت میں دس عورتیں نکاح میں تھیں۔ وہ ساری ان کے ساتھ اسلام لے آئیں پس نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تو چار عورتوں کو اپنے نکاح میں رکھ اور باقیوں کو اپنے سے جدا کر دے۔

Scanned with CamScanner

ضحاک بن فیروز دیلمی اپنے باپ حضرت فیروز دیلمی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ میں مسلمان ہو گیا ہوں اور میرے نکاح میں دو بہنیں ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا ان دونوں میں سے ایک کو جس کو چاہے اختیار کر۔

② چار سے زائد عورتوں کو چھوڑنے کی کیفیت میں اختلاف مع الدلائل:۔ اگر کسی شخص کے نکاح میں چار سے زائد عورتیں ہوں اور پھر وہ خاوند بیویاں سب کے سب مسلمان ہو جائیں تو اس بات پر تو تمام ائمہ متفق ہیں کہ وہ شخص ان میں سے چار کو اپنے نکاح میں برقرار رکھ سکتا ہے باقی ماسوا باقی کو چھوڑنا ضروری ہے لیکن کس کو رکھے اور کس کو چھوڑے اس میں ائمہ کا اختلاف ہے۔

ائمہ ثلاثہ اور امام محمدؒ کے نزدیک اس کو اختیار ہے جس کو چاہے رکھے اور جس کو چاہے چھوڑ دے۔

شیخینؒ کے نزدیک اسے اختیار نہیں ہے بلکہ جن چار سے پہلے نکاح ہوا تھا ان کو رکھے اور بقیہ کو چھوڑ دے اور یہی اختلاف اس صورت میں بھی ہے جب اسلام لانے سے پہلے نکاح میں دو بہنیں ہوں۔

ائمہ ثلاثہؒ کی دلیل حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہ حدیث الباب ہے جس میں حضرت غیلان بن سلمہ رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کا ذکر ہے کہ وہ اور انکی تمام بیویاں جن کی تعداد دس تھی وہ سب کے سب مسلمان ہو گئے تو آپ ﷺ نے انہیں ان میں سے چار کو باقی رکھنے اور بقیہ کو چھوڑنے کا حکم دیا۔ اسی طرح انکا استدلال حضرت فیروز دیلمی رضی اللہ عنہ کی حدیث باب سے بھی ہے۔ یہ جب اسلام لائے تو انکی دو بیویاں جو آپس میں بہنیں تھیں وہ بھی مسلمان ہو گئیں تو آپ ﷺ نے انہیں ارشاد فرمایا کہ ان دو میں سے ایک کو اختیار کرو اور دوسری کو چھوڑ دو۔

شیخینؒ کی دلیل یہ ہے کہ جو چار نکاح پہلے ہوئے تھے وہ تو اسلام کی نظر میں صحیح ہیں۔ چار کے بعد جو نکاح ہوئے وہ اسلامی نقطۂ نگاہ سے درست ہی نہ تھے اور وہ نکاح منعقد ہی نہیں ہوئے لیکن انکے اسلام لانے سے پہلے ہم نے ان سے تعرض اسلئے نہیں کیا تھا کہ اہل ذمہ کے مذہبی اور شخصی معاملات میں مداخلت نہیں کی جاتی لیکن جب وہ مسلمان ہو گئے ہیں تو اب قواعد شرعیہ کے مطابق فیصلہ ہوگا لہٰذا ابتدائی چار نکاح والی بیویاں حلال ہونگی باقی سے نکاح ہی درست نہ ہونے کی وجہ سے وہ چھوڑ دی جائیں گی۔

③ راجح کی ترجیح:۔ یہاں پر شیخینؒ کا مذہب راجح ہے اور ائمہ ثلاثہؒ کی دلیل کے متعدد جوابات دیے جا سکتے ہیں ① اختیار سے مراد یہ نہیں ہے کہ مجموعہ میں سے جس کو چاہے رکھ لے بلکہ حدیث پاک میں اختر سے مراد اختیار قدیمات ہے یعنی یہ جائز ولوگ ان میں سے قدیمات کونسی ہیں قدیمات چھانٹ کر رکھ لے باقی کو چھوڑ دے۔ لیکن یہ جواب غیر مناسب ہے کیونکہ حضرت غیلان بن سلمہ رضی اللہ عنہ نے خود فرمایا کہ میں نے سب سے پرانی کو چھوڑ دیا تھا۔ اسی طرح حضرت فیروز دیلمی رضی اللہ عنہ کی حدیث میں اختر ایتھما شئت کے الفاظ اس تاویل پر منطبق نہیں ہوتے ② اس حدیث کا مطلب واقعی یہی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ان کو اختیار دیا تھا کہ ان میں سے جس کو چاہو رکھ لو لیکن یہ حق اس وقت کے ساتھ خاص ہے کیونکہ یہ نکاح اس وقت ہوئے تھے جبکہ چار سے زائد عورتوں سے نکاح کرنے کی نہی نازل نہ ہوئی تھی ایسے ہی جمع بین الاختین سے بھی نہی نہیں تھی لہٰذا وہ نکاح جو چار سے زائد عورتوں کے ساتھ اس نہی کے نازل ہونے کے بعد ہوئے وہ تو ہوئے ہی نہیں ان میں حق اختیار کیسے دیا جا سکتا ہے۔

التمرین الثامن .....عن عائشة سمعت رسول الله يقول لاطلاق ولاعتاق في اغلاق .(ص ۲۸۶ ابوداؤد)

ترجمه الحديث . مامعنى الاغلاق . هل طلاق المكره واقع ام لا؟ ان كان هناك اختلاف فبيّن بالدليل مع ترجيح الراجح . (فیوض الشیخ ج ۳ ص ۱۵۱)

Maktaba Tul Ishaat.com Scanned with CamScanner

توضیح طلب سوال ہے..... اس سوال میں چار امور قابل طلب ہیں (۱) حدیث کا ترجمہ (۲) طلاق کا معنی (۳) مکرہ کی طلاق میں اختلاف ائمہ (۴) دلائل کی ترجیح۔

حدیث کا ترجمہ:..... حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اغلاق کی حالت میں نہ طلاق ہے اور نہ ہی عتاق ہے۔

طلاق کا معنی:..... اطلاق کے معنی کی تعبیر میں مختلف اقوال ہیں۔ ① بعض حضرات نے کہا کہ اس سے زوال عقل مراد ہے ② ابوعبید ہروی نے نقل کیا ہے کہ اس سے غضبی نہیں طلاق بدعی مراد ہے کیونکہ غضبی طلاق بدعی مکروہ اپنے اوپر طلاق کو واقع کر رہا ہے ③ ابوعبید نے اغلاق کی تفسیر اکراہ سے کی ہے ④ امام احمد اور ابوداؤد نے اس کی تفسیر غضب اور غصہ سے کی ہے مگر اغلاق سے مطلقاً غضب مراد نہیں ہے بلکہ اس کی تفصیل یہ ہے کہ غضب کی تین اقسام ہیں۔

① وہ غصہ اور غضب جو آدمی کی عقل کو بالکل زائل کر دے اور اس کو اپنی بات کا بالکل شعور نہ ہو تو اس صورت میں بالاتفاق طلاق واقع نہیں ہوتی ② غصہ کی ابتدائی کیفیت جس میں آدمی کو شعور بھی ہوتا ہے اور وہ اپنی بات کو سمجھتا بھی ہے اس صورت میں بالاتفاق طلاق واقع ہو جاتی ہے ③ غصہ میں شدت آ گئی کہ عقل بالکل زائل نہیں ہوئی، البتہ غصہ کی وجہ سے وہ اپنی بات کے مطابق ہم نہیں کر سکتا، اس صورت میں علماء احناف فرماتے ہیں کہ طلاق کا واقع ہو جانا راجح ہے اور علامہ شامی فرماتے ہیں کہ اس صورت میں طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ علامہ عینی فرماتے ہیں کہ صحیح یہ ہے کہ لفظ اغلاق کے مفہوم میں اکراہ، غضب، جنون اور وہ امور داخل ہیں جن کی وجہ سے آدمی کے ہوش و حواس اور عقل سلامت نہ رہے۔ (الجوہر النقی، عون المعبود)

مکرہ کی طلاق میں ائمہ کا اختلاف مع دلائل:..... اگر کسی شخص کو مجبور کیا گیا کہ وہ اپنی منکوحہ کو طلاق دے اور اس نے مجبور ہو کر طلاق دے دی تو ہمارے نزدیک طلاق واقع ہو جائے گی اور امام شافعی کے نزدیک طلاق واقع نہ ہوگی۔

احناف کی دلیل یہ ہے کہ اکراہ اور اختیار دونوں جمع نہیں ہو سکتے اور تصرفات شرعیہ اختیار ہی کے ساتھ معتبر ہوتے ہیں پس جب اختیار نہ ہونے کی وجہ سے مکرہ کی طلاق بھی واقع نہیں ہوگی۔

نیز احناف آیت کریمہ کے ارشاد رفع عن امتی — وما استکرھوا علیہ سے بھی استدلال کرتے ہیں۔

شوافع کی طرف سے اس کا جواب یہ ہے کہ خطا، نسیان و اکراہ کی وجہ سے آخرت میں مواخذہ نہ ہوگا، لیکن دنیا میں خطاء نسیان و اکراہ پر احکام مرتب ہوں گے پس جو کام خطاء سے ہوتا ہے اسی طرح نسیاناً اور اکراہاً بھی جب تک ہونے سے پہلے منع نہ کیا جائے اور اس کا علم نہ ہو تو آخرت میں مواخذہ نہ ہوگا۔

احناف کی دلیل یہ ہے کہ مکرہ نے اپنی منکوحہ پر طلاق کو واقع کرنے کا ارادہ کیا ہے اور اس میں طلاق واقع کرنے کی اہلیت بھی ہے اور وہ طلاق کے محل میں واقع کر رہا ہے لہٰذا قصد طلاق اپنے متعلق اور حکم سے خالی نہ ہوگا کہ علت سے حکم کا تخلف لازم آئے نیز مکرہ کی حاجت رفع ہو جائے اور مکرہ کی حاجت یہ ہے کہ جس چیز سے اس کو ڈرایا گیا ہے اس سے چھٹکارا پایا جائے اور مکرہ کو طلاق پر تو اس لیے مجبور کیا گیا ہے تاکہ جس طرح اپنی رضا اور اختیار سے طلاق دینے کی صورت میں طلاق واقع ہو جاتی ہے اسی طرح مکرہ کے طلاق دینے پر بھی طلاق واقع ہو جائے گی۔ اور مکرہ کا طلاق کا ارادہ کرنا اس طریقہ سے معلوم ہوا کہ اس کے سامنے دو برائیاں تھیں۔

ایک جان کا ضائع ہونا دوسرا بچی کا ضائع ہونا یعنی اگر طلاق دیتا ہے تو بچی جاتی ہے اور طلاق نہیں دیتا تو جان جاتی ہے۔ تو اس نے دو برائیوں میں سے آسان تر کہ طلاق کا واقع ہونا ہے اس کو اختیار کیا ہے۔ لہٰذا دو برائیوں کو چھوڑنا اور ان کو اختیار کرنا یہ قصد وارادہ کی علامت ہے۔ پس ثابت ہو گیا کہ مکرہ نے اپنے ارادے سے طلاق دی ہے لہٰذا واقع ہو گئی۔ البتہ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ مکرہ طلاق دینے پر راضی نہیں تھا مگر ہم کہتے ہیں کہ وقوع طلاق کے حکم پر عدم رضا وقوع طلاق میں مخل نہیں ہے یعنی بغیر رضامندی کے بھی طلاق واقع ہو سکتی ہے جیسے عاقل کی طلاق عدم رضا کے باوجود واقع ہو جاتی ہے۔

❷ راجح کی ترجیح:۔ مذکورہ مسئلہ میں حنفی کا مذہب راجح ہے اس لئے کہ عقلی و نقلی دلائل بھی اس کا تقاضا ہے کہ طلاق واقع ہو جائے گی مکمل تر آنفاذ ای طرح جمہور سلف و خلف تابعین کے مذہب سے بھی حنفی کی تائید ہوتی ہے۔

﴿الورقة الثالثة: فی الحدیث واصوله﴾

﴿السوال الاول﴾ ۱۴۳۲ھ

السؤال الاول ..... عن الربیع بنت معوذ بن عفراء قالت جاء النبی ﷺ فدخل حین بنی علیّ فجلس علی فراشی کمجلسک منی فجعلت جویریات لنا یضربن بالدف ویندبن من قتل من آبائی یوم بدر اذ قالت احداهن وفینا نبی یعلم ما فی غد فقال دعی هذه وقولی بالذی کنت تقولین. (ص ۲۰۸ ج ۱)

ترجمہ الحدیث: کیف جلس النبی ﷺ عند الربیع مع انها اجنبیة وغیر محرمة للنبی. وما هو حکم الدف. وما رأیکم فیمن یقول ان النبی یعلم الغیب جزئیا عند کم (الدیوبندیة) وکلیا عند البریلویة فانتم مشترکون بشرک جزئی والبریلویة مشترکون کلیا أجیبوا عن هذا الایراد. (خیر الوثوق ص ۳۰)

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال کا حاصل چار امور ہیں (۱) حدیث کا ترجمہ (۲) حضور ﷺ کے اجنبیہ کے ساتھ بیٹھنے کی وجہ (۳) دف کا حکم (۴) آپ ﷺ کے عالم الغیب ہونے کی تحقیق۔

الجواب ..... ❶ حدیث کا ترجمہ:۔ حضرت ربیع بنت معوذ بن عفراء رضی اللہ عنہا سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں کہ جب میں اپنے خاوند کے گھر میں لائی گئی تو حضور ﷺ تشریف لائے پس آپ میرے بچھونے پر ایسے بیٹھے جیسے آپ میرے پاس بیٹھے ہیں۔ پس ہماری چند بچیاں دف بجانے لگیں اور بدر کے دن میرے آباؤ اجداد کے مارے جانے پر ان کی خوبیاں بیان کرنے لگیں اچانک ان میں سے ایک نے کہا ہمارے اندر ایک ایسا نبی ہے جو اس چیز کو بھی جانتا ہے جو کل ہونے والی ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ جملہ چھوڑ دے وہی بات کہہ جو پہلے کہہ رہی تھی۔

❷ حضور ﷺ کے اجنبیہ کے ساتھ بیٹھنے کی وجہ:۔ سوال ہوتا ہے کہ حضرت ربیع رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کے لئے اجنبیہ تھیں آپ ﷺ نے ان کے ساتھ کیسے خلوت فرمائی اور کیسے ان کے بستر پر بیٹھے۔

اس کے متعدد جوابات دیئے گئے ہیں۔ ① یہ واقعہ پردہ کا حکم نازل ہونے سے پہلے کا ہے۔ ② اگر یہ واقعہ پردہ کے حکم کے بعد کا ہے تو پھر جواب یہ ہے کہ چہرہ و کلین تمام جسم حجاب سے مستثنیٰ ہیں صرف فتنہ کی وجہ سے اگر چھپانے کا حکم ہے اور آپ ﷺ کے حالات میں فتنہ کا اندیشہ نہیں ہے (درس ترمذی ۱۲) ممکن ہے کہ درمیان میں پردہ حائل ہو۔

Maktaba Tul Ishaat.com Scanned with CamScanner

دف کا حکم: بعض ائمہ کے نزدیک دف مطلقاً حرام ہے البتہ جمہور ائمہ وفقہاء نے خوشی کے موقع پر یعنی عید، نکاح اور ختنہ کے وقت تھوڑی دیر کے لئے بغیر قرار اور جال کے بجانے کی اجازت دی ہے اور امام احمد رحمۃ اللہ نے فرمایا کہ نکاح کا اعلان مستحب ہے اس میں دف بجانا چاہیے تاکہ وہ مشہور ہو جائے۔ (کشف الباری)

آپ ﷺ کے عالم الغیب ہونے کی تشریح: علاوہ بریں کے زندہ یا مردہ کے لئے علم غیب اور تمام کائنات کا علم محیط یعنی کائنات کے ذرہ ذرہ کا علم کوئی چیز بھی اس سے خارج نہ ہو یہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی صفت ہے اس میں کسی مخلوق کا کوئی بھی فرد جن کہ کوئی بھی فرشتہ اور نبی مرسل اس میں شریک نہیں ہے۔ اس میں کسی بھی وجہ سے غیر اللہ کو شریک ٹھہرانا سراسر ناانصافی ہے اور ظلم عظیم ہے اور قرآن کریم واحادیث صحیحہ کی میں بے شمار مقامات پر اسی عقیدۂ توحید کو بیان کیا گیا ہے اور اسی شرک والے گناہ عظیم کے خاتمہ کیلئے قرآن کریم اور انبیاء علیہم السلام کی بعثت ہوئی اور ہر ایک نے اپنے اپنے زمانہ والوں کو ختم کر کے ایک اللہ کی طرف ہی پوری مخلوق کو متوجہ کیا اور یہی توحید کی دعوت دی۔

اس کائنات میں اگر معمولی علم غیب بھی ہوتا تو وہ اللہ کے محبوب پیغمبر کو ہوتا مگر آپ ﷺ کی ساری زندگی دعوت توحید میں ہی گزری ہے اور بے شمار مقامات پر آپ ﷺ کی زندگی سے کھلی طور پر ایسے واقعات صادر ہوئے جن کی وجہ سے آپ کے عالم الغیب ہونے کی نفی ہوتی ہے۔ اگر آپ ﷺ کو علم غیب ہوتا تو آپ ﷺ ہر نفع کی چیز کو حاصل کرتے اور نقصان دہ چیز سے بچتے کبھی بھی تکلیف میں مبتلا نہ ہوتے مگر سب سے زیادہ تکالیف کا سامنا آپ ﷺ کو ہی کرنا پڑا ہے۔

اگر آپ ﷺ کو علم غیب ہوتا تو آپ کو منافقین کے مکروں کا سامنا نہ کرنا پڑتا، غزوہ احد کے موقع پر تیر اندازی دستہ کے ہاتھ سے نیچ کرنا، غزوہ احد میں آپ ﷺ کے دندان مبارک شہید نہ ہوتے، آپ کے چچا کی لاش کے اس طرح بے حرمتی سے نہ ہوتے، یہودی کی پیشکش کی جانب سے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی طرف سے حملہ نہ ہوتا اور مدتوں تکلیف کا سامنا نہ کرنا پڑتا، رعل وذکوان کے موقع پر چودہ صحابہ رضی اللہ عنہم سے دوران حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بدلے بیعت نہ لی جاتی، صلح حدیبیہ کے موقع پر بغیر عمرہ کی ادائیگی کے احرام کھول کر واپس نہ آنا پڑتا اسی طرح اور بھی بے شمار واقعات ایسے ہیں جن سے علم غیب کی نفی ہوتی ہے۔

البتہ انبیاء علیہم السلام کو جو علم دیا جاتا ہے اور خصوصاً آپ ﷺ کو جو علم دیا گیا وہ تمام مخلوقات جن وانس سے بڑھ کر تھا اسی عطا کردہ علم کی وجہ سے آپ نے متعدد غیب کی باتوں کی خبر بھی دی جن کی صداقت اور سچائی کی غیبوں نے بھی گواہی دی اس کی وجہ سے پتہ کہہ سکتے ہیں کہ آپ ﷺ کو متعدد غیب کی چیزوں کا علم دیا گیا تھا مگر اس کی وجہ سے آپ ﷺ کو عالم الغیب نہیں کہہ سکتے۔

الغرض حضور ﷺ کو تمام ماکان ومایکون کا علم نہیں دیا گیا تھا فرقہ بدعتیہ کا یہ نظریہ باطل ہے بہت سی قرآنی آیات اور احادیث اس نظریہ کی تردید کرتی ہیں مثلاً ان الله عنده علم الساعة الآية. وعنده مفاتيح الغيب لا يعلمها الا هو. ومنهم من لم نقصص عليك وغيره۔

سوال ۱۱۲۸: ..... عن جابر قال كنا نعزل والقرآن ينزل. متفق عليه. (مشکوٰۃ ص ۲۸۲)

ترجمہ الحدیث. ماالمعنی العزل وماحکمه شرعًا. مافی شرائط جوازه. (فیض الباری ص ۲۰)

خلاصۂ سوال: ..... اس سوال میں تین امور قابل طلب ہیں (۱) حدیث کا ترجمہ (۲) عزل کا معنی (۳) عزل کا حکم اور شرائط۔

الجواب ..... ❶ حدیث کا ترجمہ:۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہم عزل کیا کرتے تھے اس حال میں کہ قرآن بھی اتر تا تھا۔

❷ عزل کا معنی:۔ عزل کا لغوی معنی کسی چیز کو جدا کرنا، دور کرنا جیسے فاعتزلوا النساء (عورتوں کو جدا کرو) اور شرعی معنی یہ ہے کہ مرد اپنی بیوی یا باندی سے مجامعت کرتے وقت انزال فرج سے باہر کرے۔

❸ عزل کا حکم اور شرائط:۔ علامہ ابن حزم ظاہری فرماتے ہیں کہ عزل حرام ہے وہ حضرت جذامہ بنت وہب اسدی رضی اللہ عنہا کی روایت سے استدلال کرتے ہیں جس کو امام مسلم نے نقل کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عزل کے متعلق فرمایا ذلك الوأد الخفي (وأد کے معنی زندہ درگور کرنے کے ہیں)۔ لیکن جمہور علماء نے احادیث باب کی بناء پر عزل کو جائز قرار دیا ہے اور حضرت جذامہ رضی اللہ عنہا کی روایت کو بعض حضرات نے منسوخ کہا ہے اور بعض نے اسکو کراہت تنزیہی پر محمول کیا ہے کہ عزل جائز تو ہے لیکن مکروہ تنزیہی ہے۔

عزل کے جواز کی شرط یہ ہے کہ عزل کا مقصد بچہ یا بیوی یا باندی کی صحت وتندرستی وغیرہ ہو یا اسی طرح کوئی اور مصلحت ہو، معاشی تنگی، مفلسی کا اندیشہ یا لڑکی کی ولادت کی وجہ سے بدنامی کا خیال یا اس طرح کوئی اور فاسد مقصد ہو تو پھر عزل ناجائز ہے۔ (درس ترمذی، کتاب الباری)

عزل تین قسم کی عورتوں سے ہوسکتا ہے ① اپنی آزاد منکوحہ سے عزل کرنا۔ امام مالک، احمد، ابوحنیفہ اور جمہور علماء کے ہاں جائز ہے بشرطیکہ بیوی سے اجازت لی ہو ② اپنی مملوکہ سے عزل کرنا اس کی اجازت کے بغیر جائز ہے ③ مکاتبہ تو اپنی باندی منکوحہ جو کسی کی باندی ہو اس سے عزل کیلئے اس کا مولیٰ اجازت دے تو عزل کرسکتا ہے۔ صاحبینؒ کے نزدیک یہاں بھی باندی سے اجازت لی جائیگی۔ (کشف الباری)

﴿السوال الثاني﴾ ۱۴۳۳ھ

المتن الاول — عن ام سلمة انها كانت عند رسول الله ﷺ وميمونة اذ أقبل ابن أم مكتوم فدخل عليه فقال رسول الله ﷺ احتجبا منه فقلت يا رسول الله أليس هو اعمى لايبصرنا فقال رسول الله افعميا وان انتما الستما تبصرانه ؟ (ص ۲۹۹ ج ۱ ابوداؤد)

ترجمي الحديث . قد نهى أزواجه من النظر الى الرجل ههنا وقد ورد في حديث آخر تقول عائشة كنت انظر الى الحبشة وهم يلعبون فكيف التوفيق بين الحديثين. (فیض الباری ج ۳ ص ۲۵)

﴿خلاصہ سوال﴾ ..... اس سوال کا حاصل دو امور ہیں (۱) حدیث کا ترجمہ (۲) عورت کے نامحرم مرد کو دیکھنے کی روایات میں تطبیق۔

الجواب ..... ❶ حدیث کا ترجمہ:۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ اور حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھیں کہ اچانک صحابی ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ آئے پس وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر داخل ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم دونوں اس سے پردہ کرو تو میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ کیا وہ نابینا نہیں ہے کہ وہ ہمیں نہیں دیکھ سکے گا؟ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پس کیا تم دونوں بھی اندھی ہو کیا تم اس کو نہیں دیکھتی؟

❷ عورت کے نامحرم مرد کو دیکھنے کی روایات میں تطبیق:۔ بظاہر احادیث میں تعارض ہے کہ اس حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ازواج مطہرات کو مردوں کی طرف دیکھنے سے منع فرمایا ہے جبکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں حبشی نوجوانوں کو نیزہ بازی کرتے ہوئے دیکھتی تھی۔ علماء نے ان احادیث میں تطبیق کی متعدد وجوہ بیان کی ہیں۔

Maktaba Tul Ishaat.com Scanned with CamScanner

① حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا واقعہ آیت حجاب کے نزول سے قبل تھا اور حدیث ابواب پردہ کا حکم نازل ہونے کے بعد پر محمول ہے ② یہ حکم خوف فتنہ علی المرأۃ پر محمول ہے یعنی حدیث مذکور کا حکم اس حالت کے ساتھ خاص ہے جب عورت پر فتنہ میں پڑنے کا خوف ہو اور حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا کا حکم اس حالت پر محمول ہے جب فتنہ کا خوف نہ ہو ③ یہ حدیث ورع اور تقویٰ پر محمول ہے اور حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا جواز پر محمول ہے یعنی اصل تو یہ ہے کہ عورت کو مرد کی طرف بغیر شہوت کے دیکھنا جائز ہے جیسا کہ حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا میں ہے البتہ تقویٰ اور پرہیزگاری یہ ہے کہ اس سے بھی بچا جائے جیسا کہ حدیث ام سلمہ رضی اللہ عنہا میں ہے۔

تخریج الحدیث ..... اخرج المؤلف فی باب الولی فی النکاح واستئذان المرأۃ عن جابر عن النبی ﷺ قال ایما عبد تزوج بغیر اذن سیدہ فھو عاھر. (ص ۱۸۷ ج ۱)

اکتبی التراکیب النحویۃ للحدیث. ترجمی الحدیث ماھو الخلاف بین الائمۃ فی تزوج العبد بغیر اذن سیدہ ھل ینعقد النکاح ام لا، بینی المسئلۃ مع الدلائل. (خیر الفتاح ج ۲ ص ۲۶)

خلاصۂ سوال ..... اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) حدیث کی ترکیب (۲) حدیث کا ترجمہ (۳) مولیٰ کی اجازت کے بغیر غلام کا نکاح منعقد ہونے میں اختلاف مع الدلائل۔

حل عبارت ..... ① حدیث کی ترکیب: ایما مضاف مما زائدہ عبد موصوف تزوج فعل وفاعل ب جارہ بغیر اذن سیدہ تمام مضاف ومضاف الیہ مل کر مجرور، جارہ مجرور مل کر متعلق ہوا فعل کے فعل اپنے فاعل ومتعلق سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر صفت، موصوف وصفت مل کر مبتداء متضمن معنی شرط، ف جزائیہ ھو ضمیر مبتداء عاھر خبر مبتداء خبر مل کر جملہ اسمیہ ہو کر خبر تو تمام جزاء، شرط اپنی جزاء سے مل کر جملہ شرطیہ ہوا۔

② حدیث کا ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو غلام اپنے مالک کی اجازت کے بغیر نکاح کرے گا پس وہ زانی ہے۔

③ مولیٰ کی اجازت کے بغیر غلام کا نکاح منعقد ہونے میں اختلاف مع الدلائل: کسی غلام نے اپنے مولیٰ کی اجازت کے بغیر نکاح کر لیا تو اس کا کیا حکم ہے؟ امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک نکاح بالکل منعقد ہی نہیں ہوگا جبکہ امام ابوحنیفہ اور امام مالک کے نزدیک نکاح تو ہو جائیگا لیکن مولیٰ کی اجازت پر موقوف ہوگا اگر مولیٰ نے جائز رکھا تو نکاح صحیح ہو جائیگا ورنہ نہیں۔

امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کی دلیل یہی حدیث جابر رضی اللہ عنہ ہے کہ اس میں مولیٰ کی اجازت کے بغیر نکاح کرنے والے غلام کو عاہر یعنی زانی کہا گیا ہے پس معلوم ہوا کہ اس کا نکاح نہیں ہوا۔

امام ابوحنیفہ اور امام مالک کی دلیل یہ ہے کہ مرد عاقل بالغ ہونے کی وجہ سے نکاح کا اہل ہے اور عورت نکاح کا محل ہے اور جب کوئی مکلف تصرف کرے تو حتی الامکان اس کے تصرف کو نافذ ہونے سے بچایا جائے گا اور یہاں پر غرض یہ ہے کہ اس غلام نے اپنے مولیٰ سے اجازت نہیں لی لہٰذا اس کا تصرف غلام ہونے کی وجہ سے مولیٰ کی اجازت پر موقوف ہوگا اگر اجازت مل گئی تو نکاح ہو جائے گا ورنہ نہیں۔

امام شافعی اور امام احمد کی دلیل کا جواب یہ ہے کہ آپ ﷺ کا یہ ارشاد بطور زجر وتوبیخ ہے تاکہ غلام عدم سے تجاوز نہ کرے نیز یہ حدیث ہمارے خلاف حجت نہیں ہے اسلئے کہ نکاح کو فی الحال ہم بھی موقوف قرار دے رہے ہیں بالکل جائز قرار نہیں دے رہے۔

Scanned with CamScanner

﴿الورقة الثالثة: مشكوة : ج ۲ - خير الاصول﴾

﴿السوال الاول﴾ ۱۴۳۴ھ

المتن الاول ..... عن البراء بن عازب قال مر بي خالي ابو بردة بن نيار ومعه لواء فقلت اين تذهب؟ قال بعثني النبي ﷺ الى رجل تزوج امرأة أبيه ان اتيه برأسه .(ص ۲۸۴ امدادیہ)

بيّن الاعراب النحوي للحديث (ترکیب کریں) ترجمي الحديث . ماذا رأيك في من ينكح محارمه هل يجب قتله ام لا ؟ بيّن المسئلة بالتوضيح . (خیرالتوضیح ص ۸۷)

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال میں تین امور توجہ طلب ہیں (۱) حدیث کی ترکیب (۲) حدیث کا ترجمہ (۳) محارم سے نکاح کرنے والے کی سزا۔

الجواب ..... ❶ حدیث کی ترکیب:۔ قال فعل وفاعل ملکر جملہ فعلیہ ہوکر قول مؤ فعل بی جار مجرور ملکر متعلق ہوا فعل کے خالی مضاف ومضاف الیہ ملکر مبدل منہ ابو بردۃ بن نیار بدل ،مبدل منہ اپنے بدل سے ملکر ذوالحال واؤ حالیہ معہ لواء مبتداء خبر ملکر جملہ اسمیہ ہوکر حال ،ذوالحال حال ملکر فاعل فعل اپنے فاعل ومتعلق سے مل کر جملہ فعلیہ ہوکر مقول قول مقول ملکر جملہ قولیہ ہوکر معطوف علیہ فانطلقت فعل وفاعل ملکر جملہ فعلیہ ہوکر قول این استفہامیہ تذهب فعل وفاعل ملکر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوکر استفہام قال فعل وفاعل ملکر جملہ فعلیہ ہوکر قول بعث فعل نون وقایہ یاء ضمیر مفعول بہ النبی ﷺ فاعل الی حرف جار رجل موصوف تزوج امرأة ابيه فعل فاعل ومفعول بہ سے ملکر جملہ فعلیہ ہوکر صفت ،موصوف صفت ملکر مجرور ،جار مجرور ملکر متعلق ہوا فعل کے ان آتيه برأسه فعل فاعل مفعول بہ ومتعلق سے ملکر جملہ فعلیہ ہوکر مفعول لہ بعثني کا۔ فعل اپنے فاعل مفعول بہ مفعول لہ اور متعلق سے ملکر جملہ فعلیہ ہوکر مقول قول اپنے مقول سے ملکر جملہ قولیہ ہوکر۔ جواب استفہام ،استفہام اپنے جواب استفہام سے ملکر مقول قول مقول ملکر جملہ قولیہ ہوکر معطوف ،معطوف علیہ اپنے معطوف سے ملکر جملہ معطوفہ ہوا۔

❷ حدیث کا ترجمہ:۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میرے ماموں ابو بردۃ بن نیار رضی اللہ عنہ مجھ پر گزرے اس حال میں کہ ان کے ساتھ ایک جھنڈا تھا تو میں نے کہا آپ کہاں جارہے ہو؟ تو انہوں نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ نے مجھے ایسے شخص کی طرف بھیجا ہے جس نے اپنے باپ کی بیوی سے نکاح کر رکھا ہے کہ میں اس کے سر کو کاٹ کر لاؤں۔

❸ محارم سے نکاح کرنے والے کی سزا:۔ حضرت حسن بصری فرماتے ہیں کہ اگر کسی شخص نے کسی ذی رحم محرم خاتون کے ساتھ نکاح کرلیا اور اس کو معلوم نہیں تھا تو معلوم ہونے کے بعد دونوں کے درمیان تفریق اور جدائی کردی جائے گی۔ اب رہا یہ کہ اس عورت کو کچھ ملے گا یا نہیں تو حضرت حسن بصری کے دو قول ہیں۔ ایک قول تو یہ ہے کہ اس کو صداق کسی ملے گا یعنی نکاح میں جو مہر طے ہوگیا تھا وہی اس کو ملے گا ولها ما أخذت سے یہی مراد ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ اس کو مہر مثلی ملے گا لها صداقها یعنی صداق مثلها یہی دونوں قول جمہور کی طرف بھی منسوب ہیں۔

یہ صورت تو اس وقت ہے جب کسی آدمی نے بے خبری میں کسی محرمہ سے نکاح کرلیا ہو لیکن اگر کسی نے دیدہ ودانستہ اس قسم کی حرکت کا ارتکاب کیا تو ایسے شخص کے حکم میں فقہاء کا اختلاف ہے۔

Maktaba Tul Ishaat.com Scanned with CamScanner

امام مالکؒ، امام شافعیؒ، حضرت حسن بصریؒ اور حنفیہ میں سے امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک ایسے شخص پر حد زنا جاری کی جائیگی۔
امام احمد بن حنبلؒ اور امام اسحاقؒ کے نزدیک ذی رحم محرم خاتون سے شادی کرنیوالے کو قتل کیا جائیگا اور اسکا مال ضبط کرلیا جائیگا۔
ابن حزم ظاہریؒ کے نزدیک باپ کی بیوی سے نکاح کرنے والے کو تو قتل کیا جائے گا لیکن باقی محارم سے نکاح کرنے والے پر حد زنا جاری کی جائے گی۔
امام ابوحنیفہؒ اور حضرت سفیان ثوریؒ کے نزدیک اس پر حد جاری نہیں کی جائے گی بلکہ تعزیراً اس کو سزا دی جائیگی۔
امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں الحدود تندرئ بالشبهات حدود کے لئے قاعدہ یہ ہے کہ وہ شبہات کی وجہ سے ساقط ہو جاتی ہیں اور یہاں شبهة العقد ہے اس لئے حد شرعی جاری نہیں کی جائے گی البتہ سخت سزا دی جائیگی۔
امام احمد سنن ابی داؤد کی روایت سے استدلال کرتے ہیں حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے اپنے چچا (ابو بردہ بن نیار) سے ملاقات ہوئی انکے پاس جھنڈا تھا میں نے پوچھا کہاں کا ارادہ ہے؟ تو وہ کہنے لگے بعثني رسول الله ﷺ الى رجل نكح امرأة ابيه فأمرني أن أضرب عنقه وآخذ ماله ۔اس روایت سے استدلال کرکے امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ ذی رحم محرم سے نکاح کرنیوالے کو قتل کیا جائے گا۔
علامہ ابن حزمؒ نے قتل کے اس حکم کو مورد حدیث کے ساتھ خاص کردیا ہے کہ امراة الاب سے نکاح کرنے کی صورت میں تو قتل کیا جائے گا لیکن دوسری محارم میں قتل نہیں کیا جائے گا بلکہ حد زنا جاری کی جائے گی۔ (کشف الباری، کتاب الطلاق ص ۵۹۳)

المنهج الثاني ..... عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ لَهَا فِيْ بَرِيْرَةَ خُذِيْهَا فَاعْتِقِيْهَا وَكَانَ زَوْجُهَا عَبْدًا فَخَيَّرَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَاخْتَارَتْ نَفْسَهَا وَلَوْكَانَ حُرًّا لَمْ يُخَيِّرْهَا. (ص ۲۷۶، ابوداؤد)

شكلي الحديث وترجميها، اكتبي مسئلة خيار العتق. واذكري اختلاف العلماء مع ادلتهم. عيني محل النزاع بين العلماء في هذه المسئلة. (غیر انتخابی ج ۲ ص ۱۰۲)

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال کا حل چار امور ہیں (۱) حدیث پر اعراب (۲) حدیث کا ترجمہ (۳) خیار عتق میں ائمہ کا اختلاف مع الدلائل (۴) خیار عتق میں نزاع کے محل کی تعیین۔

الجواب ..... ❶ حدیث پر اعراب:۔ کما مرّ في السوال آنفا۔

❷ حدیث کا ترجمہ:۔ حضرت عروہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کے متعلق فرمایا کہ اُن کو خرید لو پھر انہیں آزاد کردو اور اُن کے زوج غلام تھے پس رسول اللہ ﷺ نے انہیں اختیار دیا اور انہوں نے اپنے نفس کو اختیار کیا اور اگر ان کے زوج آزاد ہوتے تو آپ ﷺ انہیں اختیار نہ دیتے۔

❸ خیار عتق میں ائمہ کا اختلاف مع الدلائل:۔ باندی جب کسی کے نکاح میں ہو اور آزاد ہو جائے تو اسے اپنے نکاح کو باقی رکھنے یا ختم کرنے کا اختیار ملتا ہے اس کو خیار عتق کہتے ہیں۔
اس بات میں سب ائمہ کا اتفاق ہے کہ اگر عتق کے وقت خاوند غلام ہو تو آزاد ہونے والی باندی کو خیار عتق ملے گا اگر باندی کی آزادی کے وقت خاوند آزاد ہو تو بیوی کو خیار عتق ملے گا یا نہیں؟

Scanned with CamScanner

عند الاحناف باندی جب آزاد ہو تو اس کو خیار حق ملے گا خواہ اس کا خاوند آزاد ہو یا غلام۔

عند الجمہور باندی جب آزاد ہو تو خاوند کی حالت کا اعتبار ہوگا یعنی اگر خاوند آزاد ہے تو خیار حق نہ ملے گا اور اگر خاوند غلام ہے تو خیار حق ملے گا۔ محل اختلاف یہ ہے کہ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا جب آزاد ہوئیں تو ان کے خاوند آزاد تھے یا غلام۔

عند الجمہور حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کی آزادی کے وقت ان کے خاوند حضرت مغیث رضی اللہ عنہ غلام تھے اور احناف کے نزدیک ان کے خاوند حضرت مغیث رضی اللہ عنہ آزاد تھے۔ احناف کی دلیل حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی وہ روایت ہے جس میں ہے ان زوجها کان حرا۔ جمہور کی دلیل وہ روایات ہیں جن میں ہے ان زوجها کان عبدا۔ نیز واقعہ ایک ہی ہے اور روایات میں یہ بھی ہے کہ لو کان حرا لم یخیرها۔ جواب: جن روایات میں ان زوجها کان عبدا ہے وہ ملکان کے اعتبار سے ہے اور وہ روایات جن میں لو کان حرا لم یخیرها ہے یہ حضرت عروہ کا قول ہے جیسا کہ نسائی شریف میں اس کی تصریح بھی موجود ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول نہیں ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی وہ روایت جو اسود نقل کرتے ہیں جس میں ان زوجها کان حرا حین اعتقت بیا سکو اس وجہ سے ترجیح حاصل ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا صاحب واقعہ ہیں اور وہ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کے حالات کو زیادہ جانتی ہیں دوسرے حضرات سے، پس اگلی اس روایت کو ترجیح ہوگی جس میں نہ تو شک کے الفاظ ہیں اور نہ ہی راوی کی روایت میں تضاد ہے۔ نیز اسود عن عائشہ رضی اللہ عنہا والی روایت تسلیم کرنے کی صورت میں دونوں قسم کی روایات میں تطبیق اور ان میں جمع کرنا ممکن ہے۔ (تفصیل کشف الباری کتاب الطلاق ص ۳۹۳)

❼ **خیار حق میں نزاع کے محل کی تعیین:** مسئلہ مذکورہ میں اختلاف اور نزاع کا محل خیار حق کی علت ہے۔ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک خیار حق کی علت یہ ہے کہ عورت آزاد ہو کر غلام کے گھر میں رہنے کو عار سمجھے گی یعنی دونوں میں کفاءت ومساوات کا ختم ہو جانا علت ہے کہ بیوی آزاد ہو گئی اور خاوند غلام ہی ہے اور یہ علت خاوند کے حر ہونے کی صورت میں موجود نہیں ہے اس لئے خاوند کے آزاد ہونے کی صورت میں خیار حق نہیں ملے گا۔ حنفیہ میں سے صاحب ہدایہ کے نزدیک خیار حق کی علت باندی کا آزادی کے بعد اپنے نفس کا مالک ہونا ہے آزاد ہو جانے کے بعد خاوند کو بیوی پر تین طلاق کا اختیار حاصل ہو گیا جبکہ پہلے اس کو دو طلاقوں کا اختیار تھا۔ امام طحاوی کے نزدیک خیار حق کی علت آزادی کے بعد باندی کا خود مختار ہونا ہے، آزادی سے پہلے اس کا سارا اختیار آقا کے پاس تھا آقا کو اس کی شادی کا مکمل اختیار تھا خواہ آزاد سے کرے یا غلام سے کرے لہٰذا اب آزاد ہونے کے بعد اس کو اختیار ملنا چاہیے خواہ اس کا شوہر غلام ہو یا آزاد ہو۔ (کشف الباری)

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۳۴ھ

السؤال الثانی ..... عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّهٗ طَلَّقَ اِمْرَاَةً لَهٗ وَهِيَ حَائِضٌ فَذَكَرَ عُمَرُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَتَغَيَّظَ فِيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ثُمَّ قَالَ لِيُرَاجِعْهَا ثُمَّ يُمْسِكْهَا حَتّٰى تَطْهُرَ ثُمَّ تَحِيْضَ فَتَطْهُرَ فَاِنْ بَدَالَهٗ اَنْ يُطَلِّقَهَا فَلْيُطَلِّقْهَا طَاهِرًا قَبْلَ اَنْ يَمَسَّهَا فَتِلْكَ الْعِدَّةُ الَّتِيْ اَمَرَ اللّٰهُ اَنْ تُطَلَّقَ لَهَا النِّسَاءُ۔ (ص ۳۸۳ ابداد یہ)

شکل الحدیث المبارک ثم ترجمه الی الأردیة. هل یصح الطلاق فی حالة الحیض ام لا؟ اذکری اقوال العلماء فی هذه المسئلة وادلتهم مع ترجیح الراجح فی ضوء الأدلة۔ (خیر المرجع ج ۳ ص ۳۹۹)

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال میں چار امور حل طلب ہیں (۱) حدیث پر اعراب (۲) حدیث کا ترجمہ (۳) حالت حیض میں

Maktaba Tul Ishaat.com Scanned with CamScanner

طلاق کے وقوع میں اختلاف مع الدلائل (۳) راجح کی تعیین۔

الجواب ..... ❶ حدیث پر اعراب:۔ کما مر فی السوال آنفًا۔

❷ حدیث کا ترجمہ:۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے اپنی بیوی کو حالت حیض میں طلاق دی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اسکا ذکر کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس بارے میں غصے ہوئے پھر فرمایا کہ عبداللہ اس عورت کے ساتھ رجوع کرے پھر اس کو اپنے پاس رکھے یہاں تک کہ وہ پاک ہو پھر حائضہ ہو اور پاک ہو دوسرے حیض سے پھر اسے طلاق دینا چاہے تو اس کو پاکی کی حالت میں صحبت کرنے سے پہلے طلاق دے۔ پس یہ ہے وہ عدت کہ حکم فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ طلاق دی جاویں عورتیں اس عدت کے وقت۔

❸ حالت حیض میں طلاق کے وقوع میں اختلاف مع الدلائل:۔ اگر حیض میں عورت کو طلاق دی گئی تو اس طلاق کا اعتبار کیا جائیگا امام بخاریؒ نے واضح فیصلہ کیا ہے، جمہور اور ائمہ اربعہ کا یہی مسلک ہے کہ حیض میں طلاق دینا حرام ہے لیکن طلاق واقع ہو جائیگی۔

حافظ ابن تیمیہؒ، علامہ ابن قیمؒ، علامہ ابن خزیمہؒ، ابراہیم بن اسماعیل بن علیہؒ اور روافض کا مذہب یہ ہے کہ حیض میں طلاق کا اعتبار نہیں، طلاق واقع نہیں ہوگی۔

یہ حضرات ابوداؤد کی اس روایت سے استدلال کرتے ہیں جو انہوں نے ابوالزبیر عن ابن عمرؓ کے طریق سے نقل کی ہے **طلق عبدالله بن عمر امراته، وهي حائض على عهد رسول الله ﷺ، فسأل عمر رسول الله ﷺ، فقال: ان عبدالله بن عمر طلق امرأته، وهي حائض، قال عبدالله، فردها علي ولم يرها شيئًا** اس حدیث کے آخر میں **ولم يرها شيئًا** سے استدلال کر کے یہ حضرات فرماتے ہیں کہ حیض میں طلاق معتبر نہیں۔

جمہور اس کے مختلف جوابات دیتے ہیں۔ ① پہلا جواب یہ ہے کہ **ولم يرها شيئًا** کا یہ اضافہ ابوالزبیر کا تفرد ہے امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ ابوالزبیر کے علاوہ ان الفاظ کو کسی اور نے روایت نہیں کیا ② ابن عبدالبر نے **ولم يرها شيئًا** کے الفاظ کو منکر قرار دیا ہے ③ اگر ان الفاظ کو درست اور ثابت مانا جائے تو حافظ ابن عبدالبر نے فرمایا کہ اس کا مطلب یہ ہوگا **لم يرها شيئًا مستقيمًا لكونها تقع على السنة** یعنی حیض کے زمانہ میں آپ ﷺ نے طلاق دینے کو صحیح اقدام نہیں سمجھا، علامہ خطابی اور امام شافعی نے بھی ان الفاظ کو ثابت ماننے کی صورت میں اسی طرح کا مطلب بیان کیا ہے ④ حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ نے فرمایا کہ **لم يرها** کی ضمیر رجعۃ کی طرف بھی لوٹائی جا سکتی ہے ای **لم ير الرجعة شيئًا مسنونًا** یعنی طلاق سے رجوع کرنے کو حضور ﷺ نے مسنون نہیں سمجھا۔

جمہور کا استدلال بخاری شریف کی آخری روایت سے ہے اس میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا **حسبت على بتطليقة** اس میں تصریح ہے کہ انہوں نے حیض کے زمانہ میں جو طلاق دی تھی وہ معتبر سمجھی گئی۔ (کشف الباری کتاب الطلاق ص ۳۰۶)

❹ راجح کی تعیین:۔ جمہور اور ائمہ اربعہ کا قول راجح ہے اسلئے کہ طلاق ان چیزوں میں سے ہے جن میں حقیقت بھی حقیقت ہے اور ہنسی مذاق بھی حقیقت ہے۔ حدیث میں آتا ہے **ثلاث جدهن جد وهزلهن جد، النكاح والطلاق والرجعة** جب ہنسی مذاق میں دی گئی طلاق واقع ہو جاتی ہے تو دیدہ دانستہ دی ہوئی طلاق تو بدرجہ اولیٰ واقع ہو جائیگی خواہ عورت پاک ہو یا حیض میں ہو۔

الشق الثاني ..... عن رافع بن خديج قال اصبح رجل من الأنصار مقتولا بخيبر فانطلق اولياؤه

الی النبی ﷺ فذکروا ذلک له فقال لکم شاهدان یشهدان علی قاتل صاحبکم ؟ قالوا یا رسول الله ﷺ لم یکن ثم احد من المسلمین وانما هم یهود وقد یجترؤن علی اعظم من هذا ، قال فاختاروا منهم خمسین فاستحلفوهم فابوا فوداه رسول الله ﷺ من عنده .(ص ۳۰۶ ابوداؤد)

ترجمی الحدیث المبارک الی الأردیة . هذا الحدیث اخرجه "صاحب المشکوة" تحت "باب القسامة" هل تعرفین معنی القسامة لغةً وشرعًا ؟ وهل الأیمان تقسم علی اهل المحلة التی وجد القتیل فیها ام تقسم علی اولیاء المقتول المدعیین اکتبی هذه المسئلة فی ضوء اقوال الأئمة مع الدلائل. الحدیث المذکور صریح فی مأخذ مذهب الأحناف ام لا؟ وضحی الأمر.

﴿خلاصۂ سوال﴾..... اس سوال کا حل چار امور ہیں (۱) حدیث کا ترجمہ (۲) قسامۃ کا لغوی وشرعی معنی (۳) مسئلۂ قسامۃ کی وضاحت (۴) حدیث الباب کے حنفیہ کا ماخذ ہونے کی وضاحت۔

جواب ..... ❶ **حدیث کا ترجمہ:۔** حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک انصاری مرد خیبر میں مقتول پایا گیا تو اسکے وارث رسول ﷺ کے پاس آئے اور انہوں نے آپ ﷺ کے سامنے اسکا ذکر کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تمہارے پاس دو گواہ ہیں جو تمہارے صاحب کے قاتل پر گواہی دیں؟ تو انہوں نے کہا اے اللہ کے رسول وہاں مسلمانوں میں سے کوئی بھی نہیں تھا اور وہ سب تو یہودی ہی ہیں اور تحقیق وہ اس سے بڑے کاموں پر دلیری رکھتے ہیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم ان میں سے پچاس شخصوں کو اختیار کرو پس ان سے قسم لو تو مقتول کے وارثوں نے قسم لینے سے انکار کر دیا پس رسول اللہ ﷺ نے اپنے پاس سے اس مقتول کی دیت دی۔

❷ **قسامۃ کا لغوی وشرعی معنی:۔** یہ قسم سے ماخوذ ہے اس کا لغوی معنی قسم کھانا یا قسم لینا ہے اور کبھی قسم کھانے والی جماعت کو بھی قسامہ کہا جاتا ہے اور شریعت میں قسامۃ ان پچاس قسموں کو کہتے ہیں جو کسی اندھے وناملوم قتل کی وجہ سے اہل علاقہ سے لی جاتی ہیں۔

❸ **مسئلۂ قسامۃ کی وضاحت:۔** قسامت کا نظام زمانۂ جاہلیت میں جاری تھا اسلام نے بھی اسے جاری رکھا کیونکہ اس میں انسانی جان اور امن عامہ کی حفاظت تھی۔

اگر کسی آبادی (محلہ یا قریہ) میں مقتول پایا جائے اور قاتل معلوم نہ ہو یعنی اندھے قتل کی واردات ہو تو امام ابوحنیفہؒ وصاحبینؒ کے ہاں مقتول کا ولی اس آبادی کے پچاس افراد کو نامزد کرے جو ان الفاظ کے ساتھ قسم کھائیں **ماقتلناه ولا علمنا له قاتلا** قسم کھانے کے بعد ان پر دیت واجب ہوگی اگر کوئی مدعیٰ علیہ حلف سے انکار کرے تو اسے جیل میں ڈال دیا جائے گا یہاں تک وہ حلف اٹھائے یا وہیں مر جائے۔ امام شافعیؒ کے ہاں اگر اس بات پر قرینہ موجود ہو کہ میت طبعی موت نہیں مرا بلکہ کسی نے اسے ہلاک کیا ہے قتل وضرب وغیرہ کا کوئی نشان ہو یا میت اور مدعیٰ علیہ میں پہلے سے عداوت ہو تو پہلے مدعی پچاس بار قسم کھائے کہ مدعیٰ علیہ قاتل اور مجرم ہے اسکے قسم کھانے پر مدعیٰ علیہ پر دیت واجب ہوگی اگر وہ قسم نہ کھائے تو پھر مدعیٰ علیہ پر حلف آئیگی اور اسکی حلف پر وہ بری ہو جائے گا دیت واجب نہیں ہوگی۔ امام مالکؒ وامام احمدؒ کا مسلک بھی اس کے قریب قریب ہے۔ البتہ امام مالکؒ کے ہاں بعض صورتوں میں قصاص بھی ہے مگر جمہور کے ہاں قسامۃ میں قصاص نہیں ہے کیونکہ یہاں پر شبہ ہے اور شبہ پر قصاص واجب نہیں ہوتا۔ حاصل اختلاف یہ ہے کہ قسامۃ میں حنفیہ کے ہاں حلف مدعیٰ پر نہیں ہے صرف مدعیٰ علیہ پر ہے۔ ائمہ ثلاثہؒ کے ہاں پہلے مدعی پر حلف ہے پھر مدعیٰ علیہ پر ہے۔

Maktaba Tul Ishaat.com Scanned with CamScanner

حنفیہ کی پہلی دلیل: معروف مرفوع حدیث البینة علی المدعی والیمین علی من انکر (ترمذی) ہے۔ یہ حدیث قاعدہ کلیہ کے درجہ میں ہے کہ بینہ مدعی کے ذمہ ہیں اور یمین صرف مدعیٰ علیہ پر ہے۔

دوسری دلیل: یہ ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے حج کے موقع پر قسامت میں یہی فیصلہ فرمایا تھا کہ صرف مدعیٰ علیہم پر حلف پھیر دیا ہے کسی صحابی سے اس پر انکار و اعتراض منقول نہیں ہے تو اس پر اس وقت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع ہوا۔

فریق ثانی کی پہلی دلیل: عن عمرو بن شعیب عن ابیه عن جده قال قال رسول الله ﷺ البینة علی المدعی والیمین علی من انکر الا فی القسامة (بیہقی) اس کا جواب یہ ہے کہ علامہ عینی عمدۃ القاری ص ۶۰ ج ۲۴ پر لکھتے ہیں هو معلول من خمسة وجوه پھر ان وجوہ علت کو تفصیل سے ذکر کیا ہے (ان شئت فراجع هناك)۔

دوسری دلیل: حضرت سہل بن ابی حثمہ رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے فقال ﷺ لهم اتحلفون خمسین یمینا فتستحقون صاحبکم کہ اس میں پہلے مدعیوں پر حلف کا ذکر ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ واقعہ جزئیہ ہے مذکورہ بالا حدیث کلی والیمین علی من انکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فیصلہ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اجماع کے قرینہ سے واجب التاویل ہے۔ اتحلفون میں استفہام انکاری ہے مدعی کی حلف کا انکار مقصود ہے نہ کہ ثبوت۔ (المسائل والدلائل ص ۵۸۶)

❷ حدیث الباب کے حنفیہ کا ماخذ ہونے کی وضاحت:۔ سوال میں مذکور حدیث کے ٹکڑے سے حنفیہ کی تائید ہو رہی ہے کہ آپ ﷺ نے مقتول کے وارثوں سے فرمایا کہ اہل محلہ میں سے پچاس افراد کو تم متعین کرو ہم ان سے قسم لیں گے تو یہ مدعیٰ علیہم سے قسم کا مطالبہ ہے جو کہ حنفیہ کے مذہب کی تائید کرتا ہے مگر باب کی پہلی حدیث میں مذکور تفصیلی واقعہ میں یہ بھی منقول ہے کہ آپ ﷺ نے مقتول کے ورثاء (مدعی) سے فرمایا کہ تم میں سے پچاس آدمی قسم اٹھائیں تو پھر تم اپنے قاتل کے مستحق و حقدار ہو جاؤ گے یعنی آپ ﷺ نے مدعی سے قسم کا مطالبہ کیا۔ حنفیہ کی طرف سے اس کے متعدد جوابات ہیں۔

① حضور ﷺ نے جو حضرت عبداللہ بن سہل کے ورثاء پر قسمیں پیش کی تھیں وہ ضابطۂ قسامہ بیان کرنے کیلئے نہیں تھیں اس سے مقصد ان کے جوش کو ٹھنڈا کرنا تھا وہ چاہتے تھے کہ یہود سے قصاص لیا جائے تو آپ ﷺ نے فرمایا ہاں بھائی قسمیں کھا کر قاتل کی تعیین تم کر دو تب تمہارا مطالبۂ قصاص پورا ہو سکے گا۔ ان کو چونکہ قاتل کا پتہ نہیں تھا اور آپ ﷺ بھی سمجھتے تھے کہ یہ جھوٹی قسم نہیں کھائیں گے اسلئے انہوں نے قسم نہیں کھائی اب وہ سمجھ گئے کہ جب قاتل متعین نہیں تو کس کو پکڑا جائے تب اصلی حکم شرعی پیش فرمایا کہ یہود جو اہل محلہ ہیں یہ قسمیں کھائیں گے لیکن ان سے قسمیں لینے کیلئے مدعی تیار نہ ہوئے اسلئے یہ مقدمہ بظاہر خارج ہے لیکن آنحضرت ﷺ نے ایک مسلمان کے خون کو ضائع ہونے سے بچانے کیلئے خود دیت ادا کر دی اس سے جوش بھی کافی حد تک ٹھنڈا ہو سکتا ہے۔

② سب سے بہترین جواب یہ ہے کہ ابوداؤد شریف میں اس کی تفصیلی روایت موجود ہے کہ پہلے آپ ﷺ نے اولیاء مقتول سے بینہ طلب کئے جب وہ بینہ پیش نہ کر سکے تو رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ اب یہود سے قسم لی جائے گی انہوں نے کہا کہ کفار کی قسم پر ہم کیسے اعتماد کر سکتے ہیں ہمیں معلوم نہیں کہ وہ سچ بولیں گے یا جھوٹ۔ اس پر آپ ﷺ نے بطور انکار فرمایا کہ پھر تمہارا کیا خیال ہے کہ تم قسم کھا کر اپنا حق ثابت کر دو گے؟ یہ تو قانون شرع کے خلاف ہے بہر حال جس حدیث میں اتنے احتمالات موجود ہوں تو وہ حدیث البینة علی المدعی کے قاعدہ کلیہ کے مقابلہ میں مستدل نہیں بن سکتی۔

Scanned with CamScanner

﴿الورقة الثالثة: مشکوۃ : ج۲ - خیر الاصول﴾

﴿السوال الاول﴾ ۱۴۳۵ھ

النص الاول.....عن جابر عن النبی ﷺ قال من شرب الخمر فاجلدوه فان عاد فی الرابعة فاقتلوه قال : ثم اتی النبی ﷺ بعد ذلك برجل قد شرب فی الرابعة فضربه ولم یقتله . عن انس ان النبی ﷺ کان یضرب فی الخمر بالنعال والجرید اربعین .(ص ۳۱۵ ، ابوداؤد)

هل ذهب احد من اهل العلم الی ان شارب الخمر یقتل ؟ والا فما معنی الحدیث ؟ حد الشرب ثمانون جلدة ام اربعون ؟ اکتبی مذهب جمهور الائمة فی ضوء الدلائل . حدیث انس یدل علی اربعین جلدة ماهو الجواب عنه ؟ (خیر الاصول ج۳ ص ۳۳۸، ۳۳۹)

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں چار امور توجہ طلب ہیں (۱) شراب پینے والے کا حکم اور حدیث کا مطلب (۲) شراب کی حد میں کوڑوں کی تعداد میں اختلاف مع الدلائل (۳) حدیث انس رضی اللہ عنہ کا جواب۔

الجواب..... ❶ شراب پینے والے کا حکم اور حدیث کا مطلب :۔ چوتھی بار شارب خمر کا کیا حکم ہے؟ اس میں ائمہ کا اختلاف ہے۔ عند الجمہور شارب خمر کو کوڑے ہی لگائے جائینگے قتل نہیں کیا جائے گا البتہ احناف کے نزدیک امام سیاسۃً وتعزیراً قتل کرسکتا ہے۔

قاضی عیاض رحمہ اللہ کے نزدیک چوتھی مرتبہ پینے کے بعد قتل کا حکم ہے۔ ان کی دلیل یہی حدیث جابر رضی اللہ عنہ ہے۔

جمہور ائمہ کی دلیل حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی مشہور حدیث لایحل دم امرء مسلم الا باحدی ثلث..... ہے۔

نیز صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اس پر اجماع ہے کہ شارب خمر کو قتل نہیں کیا جائیگا جیسا کہ اسی حدیث کے آخر میں ثم اتی النبی ﷺ بعد ذلك برجل قد شرب فی الرابعة فضربه ولم یقتله ہے اور جن روایات میں قتل کا ذکر ہے ان کا جواب یہ ہے کہ وہ آخر حدیث سے یا اجماع صحابہ سے منسوخ ہیں یا اس سے مراد ضرب شدید ہے کہ اس سے قریب الموت پہنچ جائے یا قتل کا حکم تعزیراً سیاست پر محمول ہے۔ حدود کے اعتبار سے نہیں ہے۔ امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میری کتاب میں دو حدیثیں ایسی ہیں جن پر امت عمل نہیں کرسکی ایک وہ حدیث ہے جس کے اندر مدینہ میں جمع بین الصلوتین کا ذکر ہے اور دوسری حدیث یہی ہے کہ شارب خمر کو قتل کرنے کا حکم دیا گیا حالانکہ شارب خمر کے عدم قتل پر امت کا اجماع ہے۔

❷ شراب کی حد میں کوڑوں کی تعداد میں اختلاف مع الدلائل :۔ اس سے پہلے یہ بات سمجھ لیں کہ دور نبوت میں اس کی سزا متعین نہیں تھی بلکہ پینے والے کے حال کے مناسب سزا دی جاتی تھی کبھی شارب خمر کو کھجور کی ٹہنی سے مارا جاتا اور کبھی جوتے سے اور کبھی کوڑے لگائے جاتے اور کوڑے بعض اوقات چالیس مارے جاتے اور بسا اوقات اسی مارے جاتے یہی سلسلہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور میں رہا اور پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں بعض لوگ کثرت سے شراب پینے لگے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تمام صحابہ رضی اللہ عنہم سے مشورہ کیا تو اکثر صحابہ رضی اللہ عنہم نے اسی کوڑے کی سزا تجویز کی اور خصوصاً حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میرا خیال اسی کوڑے کا ہے وقال ان للرجل اذا سکر و اذا سکر هذی واذا هذی قذف واذا قذف حدثمانین اجعلوه ثمانین اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسی کوڑے کا فیصلہ سنادیا اس پر کسی صحابی نے اختلاف نہیں کیا گویا یہ تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کا اجماع

Maktaba Tul Ishaat.com Scanned with CamScanner

سکوتی ہوگیا اس کے بعد آنے والے علماء میں اس کا اختلاف ہوگیا۔

امام شافعیؒ، امام احمدؒ اور اہل ظواہرؒ کے نزدیک شرب خمر کی حد چالیس کوڑے ہیں مزید چالیس کوڑے بطور تعزیر ہیں۔

امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ اور سفیان ثوریؒ کے نزدیک شرب خمر کی سزا اسی کوڑے ہیں۔

امام شافعیؒ و احمدؒ کی پہلی دلیل یہی حدیث باب ہے کہ اس میں چالیس کوڑے کا ذکر ہے۔ دوسری دلیل صحیح مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے شرب خمر پر چالیس کوڑے لگائے۔

احنافؒ کی پہلی دلیل طبرانی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت ہے ان رسول اللہ ﷺ جلد فی الخمر ثمانین۔

دوسری دلیل شرح معانی الآثار اور مسند ابویعلی میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی مرفوع حدیث ہے من شرب خمر فاجلدوہ ثمانین۔

تیسری دلیل حدیث انس رضی اللہ عنہ ہے اس کے آخر میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی موجودگی میں ان کے مشورے سے اسی کوڑے مقرر فرمائے معلوم ہوا کہ شرب خمر کی حد اسی کوڑے ہونے پر صحابہ رضی اللہ عنہم کا اجماع ہو چکا تھا۔

چوتھی دلیل یہی حدیث انس رضی اللہ عنہ ہے کہ آپ نے دو چھڑیوں سے چالیس کوڑے لگائے اس سے بھی معلوم ہوا کہ کل مجموعہ اسی ہوا۔

پانچویں دلیل اجماع صحابہ رضی اللہ عنہم بھی اسی کوڑوں کا ہے۔

امام شافعیؒ کی دلیل حدیث انس رضی اللہ عنہ کا جواب اوپر دلیل نمبر چار کے ذیل میں گزر چکا ہے کہ دو چھڑیاں تھیں اور مجموعہ اسی بنتا ہے۔

اور دوسری بات یہ ہے کہ آپ ﷺ نے جس کو بھی شرب خمر کی سزا دی اس کو اسی کی تعداد میں کوڑے ہی لگائے خواہ وہ جوتے سے لگوائے ہوں یا چھڑی وغیرہ سے۔ الحاصل تمام ادوار میں کوڑے اسی ہی رہے چالیس نہیں رہے۔

❷ حدیث انس رضی اللہ عنہ کا جواب:۔ کما مرّ آنفًا۔

السؤال الثالث.....عن عائشة ان رسول الله قال ايما امرأة نكحت نفسها بغير اذن وليها فنكاحها باطل فنكاحها باطل فنكاحها باطل فان دخل بها فلها المهر بما استحل من فرجها فان اشتجروا فالسلطان ولى من لا ولى له۔ (ص ۲۷۲ امدادیہ) ترجمی الحدیث واشرحی۔ ان زوجت المرأة نفسها بغير اذن الولى هل يصح ذلك ام لا، اذكرى اختلاف الائمة۔ بيّنى ادلة الائمة ورجّحى فى ضوء الادلة۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا خلاصہ پانچ امور ہیں (۱) حدیث کا ترجمہ (۲) حدیث کی تشریح (۳) ولی کی اجازت کے بغیر عورت کے نکاح میں اختلاف (۴) ائمہ کے دلائل (۵) دلائل کی روشنی میں راجح کی ترجیح۔

الجواب..... ❶ حدیث کا ترجمہ:۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو عورت اپنے ولی کی اجازت کے بغیر اپنا نکاح کرے تو اس کا نکاح باطل ہے اس کا نکاح باطل ہے اس کا نکاح باطل ہے پس اگر شوہر عورت سے جماع کرے تو اس کی شرمگاہ سے فائدہ اٹھانے کے بدلے عورت کے لئے مہر ہے پس اگر وہ آپس میں اختلاف کریں تو اس کا بادشاہ ولی ہے جس کا کوئی ولی نہیں ہے۔

❷ حدیث کی تشریح:۔ اس باب کی مختلف احادیث میں صاحب مشکوٰۃ نے اصلاح معاشرہ کے حوالہ سے نکاح کے متعلق اسلامی تعلیمات کا ذکر کیا ہے کہ ایک طرف اولیاء کو یہ حکم دیا کہ وہ لڑکی کی شادی کرنے میں اسکی رضامندی کو ملحوظ خاطر رکھیں کیونکہ

لڑکی نے زندگی بسر کرنی ہے اگر اس سے زبردستی و جبر کا معاملہ کیا گیا تو زندگی کے اجیرن بن جانے کا خطرہ ہے دوسری طرف اس حدیث میں لڑکی کو تعلیم دی گئی ہے کہ وہ اپنے اولیاء کی اجازت و رضاء کے بغیر شادی کے متعلق کوئی قدم نہ اٹھائے۔ اسلامی تعلیمات کے حوالے سے ایک مسلمان شریف اور معزز عورت کیلئے یہ کام انتہائی نازیبا و نامناسب ہے جب اور جہاں بھی وہ نکاح کرے اپنے بڑوں کی اجازت و رضامندی اور خوشی سے نکاح کرے۔ اسکے بعد فرمایا کہ مباشرت و جماع کی وجہ سے عورت کو جو ادا کرنا تم پر لازم ہے اور یہ تم پر اس کا حق ہے اسکی ادائیگی کرو۔ تیسرے جملہ میں ارشاد فرمایا کہ اگر زوجین میں کوئی اختلاف ہو جائے تو ان میں سے جس کا ولی نہ ہو یا وہ شادی اس کا ولی ہے۔

ولی کی اجازت کے بغیر عورت کے نکاح میں اختلاف:۔ ائمہ ثلاثہؒ کے نزدیک ولی کی اجازت اور عبارت کے بغیر نکاح منعقد نہیں ہوتا اور نہ عبارت نساء سے نکاح صحیح ہوتا ہے۔ انعقاد نکاح کیلئے ولی کی اجازت و تعبیر ضروری ہے خواہ عورت صغیر ہو یا کبیرہ ہو، باکرہ ہو یا ثیبہ ہو۔ امام اعظم ابوحنیفہؒ کے نزدیک نکاح بعبارت النساء ولی کے بغیر منعقد ہو جائے گا بشرطیکہ عورت آزاد، عاقلہ، بالغہ ہو اور کفو میں نکاح کرے، البتہ ولی کا ہونا مستحب ہے اور غیر کفو میں عورت کا نکاح کرنا درست نہیں ہے۔

ائمہ کے دلائل:۔ ائمہ ثلاثہؒ کی پہلی دلیل یہ حدیث ہے **لانکاح الا بولی** کہ ولی کے بغیر نکاح نہیں ہوتا۔

احناف کی طرف سے اس کا جواب یہ ہے کہ اس میں لا نفی کمال کیلئے ہے مطلب یہ ہے کہ ولی کے بغیر نکاح تو ہو جاتا ہے مگر تام تب ہوتا ہے جب ولی بھی شریک ہو۔

ائمہ ثلاثہؒ کی دوسری دلیل یہی حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا **ایما امرأة نکحت بغیر اذن ولیها فنکاحها باطل باطل باطل** کہ ولی کی اجازت کے بغیر نکاح باطل ہے باطل ہے اور باطل ہے۔

احناف کی طرف سے جواب یہ ہے کہ یہ حدیث اس صورت پر محمول ہے جب عورت نے غیر کفو میں نکاح کیا ہو اور یہ ہمارے نزدیک بھی باطل ہے۔ نیز دوسرا جواب یہ ہے کہ باطل بمعنی فاسد نہیں ہے بلکہ باطل بمعنی غیر مفید، ناپائیدار اور تلافی کے ہے جیسا کہ آیت کریمہ **ربنا ماخلقت هذا باطلا** میں باطل کا لفظ اسی معنی میں مستعمل ہے۔

احناف کے دلائل: ① **واذا طلقتم النساء فبلغن اجلهن فلا تعضلوهن ان ینکحن ازواجهن** میں **فلا تعضلوهن** کا لفظ ہے کہ انکو نکاح سے نہ روکو گویا وہ اپنا نکاح خود کر سکتی ہیں۔ ② اسی آیت میں **ان ینکحن ازواجهن** کا لفظ ہے کہ نکاح کی نسبت عورت کی طرف کی گئی ہے معلوم ہوا کہ عورت خود اپنا نکاح کر سکتی ہے۔ ③ **فان طلقها فلا تحل له من بعد حتی تنکح زوجا غیره** اس میں بھی نکاح کی نسبت عورت کی طرف ہے گویا وہ خود نکاح کر سکتی ہے۔ ④ **الایم احق بنفسها من ولیها** کہ ثیبہ اپنے نفس کی اپنے ولی سے زیادہ حقدار ہے۔

دلائل کی روشنی میں راجح کی ترجیح:۔ ائمہ ثلاثہؒ کے دلائل سے نکاح کے معاملہ میں ولی کا ثبوت، وقوع اور اعتبار تو معلوم ہوتا ہے مگر اس کا اشتراط معلوم نہیں ہوتا لہٰذا مذہب احناف راجح ہوا۔ (کشف الباری کتاب النکاح ص ۲۲۹)

السوال الثانی ۱۴۳۵ھ

السؤال الاول ..... عن عائشة کان فیم انزل من القرآن عشر رضعات معلومات یحرمن ثم نسخن بخمس

Maktaba Tul Ishaat.com Scanned with CamScanner

معلومات فتوفی رسول الله ﷺ وهی فیما یقرأ من القرآن. عن عائشة أن النبی ﷺ دخل علیها و عندها رجل فکأنه کره ذلك فقالت: انه أخی فقال: انظرن من اخوانکن فانما الرضاعة من المجاعة (ص ۲۰۳ ج ۱ مصری)

اکتبی اختلاف الائمة فی المقدار المثبت للرضاعة. واذکری ادلة الائمة فی المقدار مع ترجیح مذهب الاحناف. ظاهر الحدیث یدل علی ان اٰیة التحریم خمس رضعات کانت مقروءة فی القرآن الی وفاته ﷺ فهل نسخ بعد وفاته علیه السلام؟ وهذا لایمکن فما هو الجواب؟. اشرحی الجملة التی فوقها خط.

﴿خلاصۂ سوال﴾..... اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے: ① رضاعت محرمہ میں ائمہ کے مذاہب وقول راجح مع وجہ ترجیح ② آپ ﷺ کی وفات کے بعد آیت رضاعت کے نسخ کی وضاحت ③ خط کشیدہ جملے کی تشریح۔

الجواب..... ① رضاعت کے ثبوت کیلئے مقدار رضعات میں اختلاف مع الدلائل اور وجہ ترجیح:۔ اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ دودھ پلانے کی کتنی مقدار محرم (حرمت رضاعت کو ثابت کرتی ہے) ہے تو اس میں چار مذاہب ہیں۔

① رضاعت کی ہر مقدار محرم ہے خواہ قلیل ہو یا کثیر، امام ابوحنیفہؒ، صاحبینؒ، سفیان ثوریؒ، امام مالکؒ، امام اوزاعیؒ اور حسن بصریؒ وغیرہ کا یہی مسلک ہے اور امام احمدؒ کی مشہور روایت بھی اسی کے مطابق ہے نیز صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے حضرت علی، ابن مسعود، ابن عمر اور ابن عباس رضی اللہ عنہم کا بھی یہی قول ہے۔ ② حرمت کم از کم تین رضعات سے ثابت ہوتی ہے، ابوعبیدہ، ثورؒ، ابن المنذرؒ، داؤد ظاہریؒ وغیرہم کا یہی قول ہے امام احمدؒ کی ایک روایت بھی یہی ہے ان حضرات کا استدلال حدیث لاتحرم المصة ولا المصتان سے ہے اس میں مصۃ اور مصتان کو غیر محرم قرار دیا گیا ہے جس کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ تین رضعات محرم ہیں۔

③ پانچ رضعات سے کم میں حرمت نہیں ہوتی اور یہ پانچ رضعات بھی متفرقات (متفرق) اوقات میں ہونی چاہئیں اور ہر رضعات یعنی ان میں سے ہر ایک کا مشبع (سیر کی ہوئی) ہونا ضروری ہے، امام شافعیؒ کا یہی مسلک ہے اور امام احمدؒ کی دوسری روایت اس کے مطابق ہے، ان کا استدلال حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اسی حدیث سے ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ پہلے دس رضعات تھیں پھر پانچ منسوخ ہوگئیں اور پانچ باقی رہ گئیں اور جب آپ ﷺ کی وفات ہوئی تو پانچ رضعات پر ہی معاملہ تھا۔ (اس کا جواب مابعد میں آرہا ہے)

④ دس رضعات سے کم میں حرمت ثابت نہیں ہوتی، یہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کا مسلک ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی مروی ہے۔

جمہورؒ کے دلائل: ① اللہ تعالیٰ کا فرمان وامهتکم اللتی ارضعنکم اس میں مطلق رضاعت کو سبب تحریم قرار دیا گیا ہے قلیل وکثیر کی کوئی تفریق نہیں کی گئی لہٰذا خبر واحد سے کتاب اللہ کی تقیید اور تخصیص نہیں کی جاسکتی ② نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے یحرم من الرضاع مایحرم من النسب (رضاعت سے حرمت ایسے ہی ثابت ہوتی ہے جیسے نسب سے حرمت ثابت ہوتی ہے) اسمیں بھی مطلق رضاعت کو محرم قرار دیا گیا ہے قلیل وکثیر کی کوئی تحدید نہیں کی گئی ③ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت یحرم من الرضاع ما یحرم من النسب قلیله وکثیره یہ روایت جہاں مسلک جمہور پر صریح ہے وہاں اسکے تمام راوی ثقہ اور اثبت ہیں۔

جہاں تک حدیث المصة والمصتان کا تعلق ہے تو وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مذکورہ روایت سے منسوخ ہے، باقی نسخ کی دلیل امام ابوبکر جصاصؒ نے احکام القرآن میں ذکر کی ہے کہ جب حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے سامنے روایت ذکر کی گئی لاتحرم الرضعة والا الرضعتان تو انہوں نے فرمایا قد کان ذلك فلما الیوم فالرضعة الواحدة تحرم کہ یہ بات پہلے

شروع میں تھی اب حکم یہ ہے کہ ایک مرتبہ دودھ بھی حرمت کو ثابت کر دیتا ہے۔

حدیث الباب کا جواب یہ ہے کہ حضور ﷺ کے زمانہ میں ہی یہ آیت رضاعت مع الحکم منسوخ ہو گئی تھی مگر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو اسکا علم نہ تھا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو اسکا علم حضور ﷺ کی وفات کے بعد ہوا۔ چونکہ یہ حکم آپ ﷺ کی وفات سے کچھ ہی دن پہلے منسوخ ہوا تھا اسلئے بعض صحابہ رضی اللہ عنہم آپ ﷺ کی وفات تک اس کو بطور قرآن پڑھتے رہے۔ (درس ترمذی ج ۳ ص ۳۴۰)

❷ آپ ﷺ کی وفات کے بعد آیت رضاعت کے نسخ کی وضاحت:۔ کمامرّ آنفًا۔

❸ خط کشیدہ جملے کی تشریح:۔ "الجاعة" کا لغوی معنی بھوک اور بھوکا ہونا ہے۔ جملے کا مطلب یہ ہے کہ دودھ پینے کے احکام اس وقت جاری ہوتے ہیں جب یہ دودھ بھوک کے وقت بطور غذا جسم میں اترا ہو کیوں کہ اسی زمانے میں دودھ جزو بدن بنتا ہے جبکہ دودھ کے علاوہ دوسری کوئی غذا نہ ہو اور اسی دودھ سے حرمت رضاعت ثابت ہوتی ہے۔ اس واقعہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس شخص کو اپنا دودھ شریک بھائی بنوایا تھا مگر یہ دودھ مدت رضاعت کے بعد پیا گیا تھا اسلئے اس سے رضاعت ثابت نہ ہوئی اور آپ ﷺ کو گوارا ہوئی۔ (توضیحات)

الشرح الاجمالی ..... عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَضٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِیْ جَنِیْنِ اِمْرَاَةٍ مِنْ بَنِیْ لِحْیَانَ سَقَطَ مَیِّتًا بِغُرَّةٍ عَبْدٍ اَوْ اَمَةٍ ثُمَّ اِنَّ الْمَرْاَةَ الَّتِیْ قَضٰی عَلَیْهَا بِالْغُرَّةِ تُوُفِّیَتْ فَقَضٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِاَنَّ مِیْرَاثَهَا لِبَنِیْهَا وَ زَوْجِهَا وَالْعَقْلَ عَلٰی عَصَبَتِهَا۔ (ص ۳۰۲۔ ابوداؤد) (فیض الفتوح ج ۳ ص ۴۷۵)

شکلی الحدیث ترجمی الی الاردیة ۔ بیّنی حکم دیة الجنین. ملخو الخلاف بین الفقهاء فی الدیة.

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال کا خلاصہ چار امور ہیں (۱) حدیث پر اعراب (۲) حدیث کا ترجمہ (۳) جنین کی دیت کا حکم (۴) دیت میں فقہاء کا اختلاف۔

الجواب ..... ❶ حدیث پر اعراب:۔ کمامرّ فی السوال آنفًا۔

❷ حدیث کا ترجمہ:۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بنی لحیان کی ایک عورت کے بچہ کی دیت میں جو مرکر اس کے پیٹ سے ساقط ہو گیا تھا ایک غرّہ یعنی ایک غلام یا لونڈی کو حکم دیا، پھر وہ عورت جس پر غرّہ کا حکم لگایا گیا تھا وہ مر گئی پس رسول اللہ ﷺ نے فیصلہ فرمایا کہ اس کی میراث اسکی اولاد و خاوند کیلئے ہے اور اسکی دیت عصبات پر ہے۔

❸ جنین کی دیت کا حکم:۔ ائمہ اربعہ و اکثر اہل علم کا اتفاق ہے کہ اگر کسی نے حاملہ عورت پر جنایت کی جس کی وجہ سے اس کا حمل ساقط ہو گیا تو اسکی دیت ایک غرّہ ہے اور اس پر بھی اکثر علماء کا اتفاق ہے کہ غرّہ کا مصداق غلام یا لونڈی ہے۔

البتہ بعض علماء کے نزدیک فرس و بغل بھی غرّہ میں داخل ہے۔ جمہور کی دلیل اس باب کی متعدد احادیث ہیں جن میں غرّہ کی تفسیر عبد او امة سے کی گئی ہے۔ باقی شارحین نے اس بات میں اختلاف کیا ہے کہ یہ تفسیر راوی کی طرف سے ہے یا حدیث مرفوع کا حصہ ہے۔ اس میں دونوں قول ہیں لیکن راجح یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ حدیث کا ہی حصہ ہے، اس کا قرینہ یہ ہے کہ مجمع الزوائد میں یہ حدیث تقریباً آٹھ صحابہ سے نقل کی گئی ہے اور سب میں یہی تفسیر راجح ہے۔

بعض علماء کی دلیل حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے قضی رسول اللہ ﷺ فی الجنین بغرة عبد او امة او فرس او بغل۔ ان کی دلیل کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث کثیر اسانید سے مروی ہے مگر کسی میں بھی فرس اور بغل کا ذکر نہیں ہے صرف عیسیٰ بن

Maktaba Tul Ishaat.com Scanned with CamScanner

یونس نے اس کو نقل کیا ہے۔ دراصل یہ حدیث کا حصہ نہیں ہے بلکہ حضرت طاؤس کا قول ہے۔

(نوٹ) اگر حاملہ عورت پر جنایت کے نتیجہ میں بچہ پیدا ہو کر مر گیا تو پھر پوری دیت واجب ہوگی۔

(۲) دیت میں فقہاء کا اختلاف:۔ امام ابوحنیفہؒ اور امام شافعیؒ کے درمیان اس بات پر اتفاق ہے کہ قتل خطا کی دیت اگر اونٹوں سے دی جائے تو اس کی مقدار سو اونٹ ہیں جس میں پانچ قسم کے اونٹ ہونگے اور ہر قسم کے بیس اونٹ ہونگے لیکن احناف اور شوافع کا ان اقسام میں تھوڑا سا اختلاف ہے۔ احنافؒ کے نزدیک ترتیب یہ ہے ① بیس بنت مخاض ② بیس ابن مخاض ③ بیس بنت لبون ④ بیس حقے ⑤ بیس جذعے۔ لیکن امام شافعیؒ کے نزدیک ترتیب یہ ہے ① بیس بنت مخاض ② بیس بنت لبون ③ بیس ابن لبون ④ بیس حقے ⑤ بیس جذعے۔ دونوں اقوال میں فرق یہ ہے کہ امام شافعیؒ بیس ابن مخاض کی جگہ بیس ابن لبون کو واجب قرار دیتے ہیں۔ علامہ خطابیؒ فرماتے ہیں کہ میں امام شافعیؒ کے علاوہ کسی کا یہ قول نہیں جانتا کہ اس نے قتل خطا کی دیت میں ابن لبون کو واجب کیا ہو۔

امام شافعیؒ نے شرح السنۃ کی اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے خیبر کے مقتولوں کی صدقہ کے اونٹوں سے دیت ادا کی اور ان میں ابن مخاض نہ تھا بلکہ ابن لبون تھا تو معلوم ہوا کہ دیت میں ابن مخاض کی جگہ ابن لبون ہے۔

احنافؒ کی دلیل حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت ہے جس میں اس بات کا ذکر ہے کہ حضور ﷺ نے ایک مقتول خطاء کے بارے میں پانچ قسم کے سو اونٹوں کو احناف کے مسلک کے مطابق دیت میں دینے کا فیصلہ فرمایا۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ چونکہ خاطی معذور ہوتا ہے اور اس کی دیت میں تخفیف ہونی چاہیے اور تخفیف اسی طریقہ میں ہے لہٰذا دیت ابن مخاض کے ساتھ ہونی چاہیے نہ کہ ابن لبون کے ساتھ۔

﴿الورقة الثالثة: مشكوة : ج ۲ - خير الاصول﴾

﴿السوال الاول﴾ ۱۴۳۶ھ

السؤال الاول ..... عن ابن عمر ان رسول الله ﷺ اسهم للرجل ولفرسه ثلاثة اسهم سهماله و سهمين لفرسه .(ص ۳۳۸ ـ الماديہ) هل ترك ابوحنيفة" العمل بهذا الحديث لرأيه ؟ ماهو الاختلاف بين الفقهاء في تقسيم الغنيمة ؟ بيّن الفرق بين الغنيمة والنفل والفيء .

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) امام ابوحنیفہؒ کے مذکورہ حدیث کو اپنی رائے سے چھوڑنے کی وضاحت (۲) مال غنیمت کی تقسیم میں فقہاء کا اختلاف (۳) غنیمت نفل و فیئ میں فرق۔

الجواب ..... **(۱) امام ابوحنیفہؒ کے مذکورہ حدیث کو اپنی رائے سے چھوڑنے کی وضاحت:۔** امام ابوحنیفہؒ نے اس حدیث کو اپنی رائے سے نہیں چھوڑا بلکہ دیگر نصوص واحادیث صحیحہ اور خارجی قرائن کی وجہ سے چھوڑا ہے جیسا کہ اس کی مکمل تفصیل ابھی امر ثانی میں آجائے گی۔

(۲) مال غنیمت کی تقسیم میں فقہاء کا اختلاف:۔ راجل کے لئے بالاتفاق ایک حصہ ہے اس میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں ہے البتہ فارس کے حصہ میں اختلاف ہے۔

امام مالک، امام شافعی، امام احمد، عمر بن عبدالعزیز، حسن بصری، ابن سیرین، ثوری، لیث بن سعد، اسحاق، ابوثور، اوزاعی، ابن

حزم ظاہری اور صاحبین رحمہم اللہ کے نزدیک فارس (سوار) کیلئے تین حصے ہوتے ایک حصہ سوار کیلئے اور دو حصے گھوڑے کیلئے ہوتے۔

حضرت عمر، علی بن ابی طالب، ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہم، امام ابوحنیفہؒ اور امام زفرؒ کے نزدیک سوار کے لئے دو حصے ہوں گے ایک سوار کے لئے اور دوسرا گھوڑے کے لئے۔ ائمہ ثلاثہؒ وصاحبینؒ کی دلیل: حدیث الباب ہے۔

امام ابوحنیفہؒ کی دلیل: ①عن ابن عمر ان رسول اللہ ﷺ جعل للفارس سهمين وللراجل سهما ②عن ابن عمر ان رسول اللہ ﷺ كان يقسم للفارس سهمين وللراجل سهما ③امام ابوحنیفہؒ کی تیسری دلیل غزوۂ خیبر کے مال غنیمت کی تقسیم ہے کہ کل مال کے اٹھارہ سو حصے بنائے گئے لشکر کی تعداد پندرہ سو تھی بارہ سو پیدل اور تین سو سوار تھے، پیدل چلنے والوں کو ایک ایک حصہ اور سواروں کو دو دو حصے ملے اس طرح اٹھارہ سو حصوں میں وہ مال تقسیم ہوا۔

ائمہ ثلاثہؒ وصاحبینؒ کی دلیل کا جواب: یہ ہے کہ ممکن ہے یہ غزوۂ خیبر سے پہلے کا واقعہ ہو جو خیبر کی تقسیم سے منسوخ ہو گیا۔ نیز قانون وضابطہ تو یہی ہے جو خیبر میں ہوا اگر کبھی آپ ﷺ بطور نفل استحقاق سے زیادہ بھی دے دیتے تھے اور یہ تقسیم بطور نفل تھی۔

نیز مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ فرماتے ہیں بسا اوقات عربی کتابت میں الف کو حذف کر دیا جاتا ہے اور یہاں بھی اسی طرح ہوا ہے اصل میں للفارس سهمين تھا تو الف حذف کر کے للفرس سهمين ذکر کر دیا گیا۔

نیز اگر فرس کے لئے دو حصے ہوں تو حیوان کی انسان پر فضیلت لازم آئے گی کہ انسان کے لئے ایک حصہ اور فرس کے لئے دو حصے ہیں لہٰذا امام صاحب کا مذہب راجح اور موافق قیاس ہے۔

② غنیمت نفل وفیٔ میں فرق:۔ ''غنیمت'' اس مال کو کہتے ہیں جو جنگ وآرائی کے ذریعہ حاصل ہو۔

''نفل'' اس انعام کو کہتے ہیں جو بادشاہ یا امیر کسی مجاہد کو کسی خاص کارنامہ پر عطاء کرے۔

''فیٔ'' اس مال کو کہتے ہیں جو کافروں سے قتل وقتال کے بغیر حاصل ہو۔ (خیر الوضیح ج ۲ ص ۵۳۲)

الشرح الثالث ..... عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ حِيْنَ تَزَوَّجَ أُمَّ سَلَمَةَ وَأَصْبَحَ عِنْدَهَا قَالَ لَهَا لَيْسَ بِكِ عَلٰى أَهْلِكِ هَوَانٌ إِنْ شِئْتِ سَبَّعْتُ عِنْدَكِ وَسَبَّعْتُ عِنْدَهُنَّ وَإِنْ شِئْتِ ثَلَّثْتُ عِنْدَكِ وَدُرْتُ قَالَتْ ثَلِّثْ وَفِيْ رِوَايَةٍ أَنَّهُ قَالَ لَهَا لِلْبِكْرِ سَبْعٌ وَلِلثَّيِّبِ ثَلٰثٌ۔ (ص ۲۹۰ ج ۱ امدادیہ)

شكّلي الحديث المبارك وترجمي. بيّني مسئلة القسم بين النساء والفرق بين البكر والثيب وهل القسم كان واجبًا على النبي ﷺ۔ (خیر الوضیح۔ ج ۲ ص ۱۲۲)

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال کا خلاصہ چار امور ہیں (۱) حدیث پر اعراب (۲) حدیث کا ترجمہ (۳) متعدد ازواج کے درمیان وقت کی تقسیم میں اختلاف (۴) آپ ﷺ پر وقت کی تقسیم کے حکم کی وضاحت۔

الجواب ..... ① حدیث پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا۔

② حدیث کا ترجمہ:۔ حضرت ابوبکر بن عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے جب حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا اور ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کے پاس رات گزاری تو آپ ﷺ نے فرمایا تو اپنے اہل پر ذلت والی نہیں اگر تو چاہے تو میں تیرے پاس سات دن رہتا ہوں اور میں تمام کے ساتھ سات سات دن رہوں گا اگر تو چاہے تو تین دن تیرے پاس رہتا ہوں اور

Maktaba Tul Ishaat.com Scanned with CamScanner

میں دور کروں گا۔ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ تین دن ہے ایک روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ باکرہ کیلئے سات راتیں اور ثیبہ کیلئے تین راتیں ہیں۔

(۱۶) متعدد ازواج کے درمیان وقت کی تقسیم میں اختلاف:۔ امام ابوحنیفہؒ امام حمادؒ وغیرہ کا مذہب یہ ہے کہ دوسرا نکاح کرنے والا نئی بیوی کے پاس باکرہ کی صورت میں سات دن اور ثیبہ کی صورت میں تین دن ٹھہر سکتا ہے اور یہ دن تقسیم باری میں سے شمار نہ ہونگے۔

ائمہ ثلاثہؒ امام اسحاقؒ اور ابوثورؒ کا مذہب یہ ہے کہ یہ ایام تقسیم باری سے خارج ہوں گے۔

امام ابوحنیفہؒ کی دلیل وہ نصوص ہیں جن میں تقسیم و برابری کو فرض قرار دیا گیا ہے مثلاً **فان خفتم ان لا تعدلوا فواحدة او ما ملكت ايمانكم** نیز **لن تستطيعوا ان تعدلوا بين النساء و لو حرصتم فلا تميلوا كل الميل فتذروها كالمعلقة** نیز ارشاد نبوی ﷺ ہے **اذا كان عند الرجل امرأتان فلم يعدل بينهما جاء يوم القيامة و شقه ساقط** ان نصوص میں بیویوں کے درمیان عدل کو لازم کیا گیا ہے اور ان میں ابتدائی و انتہائی ایام کا کوئی فرق نہیں کیا گیا۔ (درس ترمذی ج ۳ ص ۳۳۹)

ائمہ ثلاثہؒ وغیرہ کی دلیل حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے "**من السنة اذا تزوج الرجل البكر على الثيب اقام عندها سبعا و قسم و اذا تزوج الثيب على البكر اقام عندها ثلاثا ثم قسم** (بخاری)۔

حنفیہ کی طرف سے اس کا جواب یہ ہے کہ تقسیم میں عدل ہر حال میں واجب ہے لہٰذا حدیث کا مطلب یہ ہے کہ باری کا طریقہ بدل جائے گا، ایک دن کے بجائے باکرہ کیلئے سات دن اور ثیبہ کیلئے تین دن کی باری مقرر کی جائے گی۔

اس مطلب کی تائید حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی حدیث السوال سے بھی ہوتی ہے، اس میں آپ ﷺ نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس تین دن گزارنے کے بعد ارشاد فرمایا کہ تم اپنے شوہر کو ناپسند نہیں ہو اگر تم چاہو تو میں تمہارے پاس سات دن بھی ٹھہر سکتا ہوں اور اگر میں تمہارے پاس سات دن ٹھہرا تو دوسری ازواج کے پاس بھی سات دن ٹھہروں گا۔ پس معلوم ہوا کہ یہ ایام نئی زوجہ کا زائد حق نہیں ہیں بلکہ حدیث میں باری کا طریقہ تبدیل ہونے کا ذکر ہے۔ (تحفہ الفی ج ۳ ص ۵۵)

(۱۷) آپ ﷺ پر وقت کی تقسیم کے حکم کی وضاحت:۔ عندالجمہور حضور ﷺ پر باری واجب تھی اور دلیل یہی حدیث ہے کہ آپ ﷺ نے اس پر مواظبت فرمائی ہے۔

احناف کے نزدیک آپ ﷺ پر باری مقرر کرنا واجب نہیں تھا **لقوله تعالى ترجي من تشاء منهن و تؤوي اليك من تشاء** لیکن آپ ﷺ نے ازواج کی طیب خاطر کیلئے بطور احسان و کرم باری کو مقرر کرلیا تھا مگر اسکے باوجود قلبی میلان حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف زیادہ تھا اور آپ ﷺ یہ دعا فرمایا کرتے تھے **اللهم هذا قسمي فيما املك فلا تلمني فيما تملك و لا املك** اس سے معلوم ہوا کہ محبت و مودت میں برابری ضروری نہیں کیونکہ محبت غیر اختیاری چیز ہے۔ نیز یہ باری صرف حالت اقامت میں واجب تھی وہ بھی صرف رات میں اور باری میں دن رات کے تابع ہوتا ہے نیز امت کی تعلیم کیلئے باری مقرر فرماتے تھے۔ (خیر الوفیق ج ۳ ص ۳۰)

السوال الثانی ۱۴۳۶ھ

السؤال ..... عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَقُولُ لَا طِيَرَةَ وَخَيْرُهَا الْفَأْلُ قَالُوا وَمَا الْفَأْلُ؟ قَالَ الْكَلِمَةُ الصَّالِحَةُ يَسْمَعُهَا أَحَدُكُمْ. وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ لَا عَدْوَى وَلَا طِيَرَةَ وَلَا هَامَةَ

وَلَا صَفَرَ وَفِرَّ مِنَ الْمَجْذُومِ كَمَا تَفِرُّ مِنَ الْأَسَدِ، وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ لَا عَدْوَى وَلَا طِيَرَةَ وَلَا هَامَةَ وَلَا صَفَرَ. فَقَالَ أَعْرَابِيٌّ يَا رَسُولَ اللّٰهِ فَمَا بَالُ الْإِبِلِ تَكُونُ فِي الرَّمْلِ كَأَنَّهَا الظِّبَاءُ فَيُخَالِطُهَا الْبَعِيرُ الْأَجْرَبُ فَيَجْرَبُهَا؟ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ فَمَنْ أَعْدَى الْأَوَّلَ؟ (ص ۴۳۰، ج ۲)

شكّلي الاحاديث وترجميها واكتبي معاني الالفاظ التي فوقها خط. بيّني حكم تعدية المرض. حديث "لاعدوى ولاطيرة" يعارض حديث "فرمن المجذوم كما تفر من الاسد" اذكري كيفية الجمع بين الحديثين ووفّقي بين مفهوميهما و حديث جابر ان رسول الله ﷺ اخذ بيد مجذوم فوضعها معه في القصعة وقال كل ثقة بالله وتوكلا عليه. (شرح الآثار، ج ۴، ص ۴۳۶)

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال کا حاصل چار امور ہیں (۱) احادیث پر اعراب (۲) احادیث کا ترجمہ (۳) الفاظ مخطوط کے معانی (۴) مرض کے تعدیہ کی وضاحت (۵) احادیث تعدیہ مرض اور حدیث جابر میں تطبیق۔

﴿جواب﴾ ..... ❶ احادیث پر اعراب:۔ کما مرّ في السوال آنفا۔

❷ احادیث کا ترجمہ:۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا فرماتے تھے بدشگونی اچھی نہیں اس سے بہتر تو فال ہے، صحابہ کرامؓ نے عرض کیا فال کیا ہے؟ فرمایا اچھا کلمہ جو تم میں سے کوئی سنتا ہے۔ نیز (حضرت ابو ہریرہؓ) سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بیماری کا متعدی ہونا نہیں ہے نہ شگون بد ہے نہ ہامہ اور نہ صفر اور جذام والے سے اس طرح بھاگ جس طرح شیر سے بھاگتا ہے۔ نیز (حضرت ابو ہریرہؓ) سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا نہ تعدی ہے نہ ہامہ نہ صفر، ایک اعرابی نے کہا اے اللہ کے رسول ریگستان میں اونٹ ہرن کی طرح ہوتے ہیں، ایک خارشی اونٹ ان میں آتا ہے جو سب کو خارشی کر دیتا ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا پہلے کو کس نے خارشی کیا ہے؟

❸ الفاظ مخطوط کے معانی:۔ "عدوی" یہ اسم ہے بمعنی بیماری و مرض کا متعدی ہونا آگے بڑھنا۔

"طِيَرَة" یہ اسم ہے بمعنی نحوست و بدشگونی۔ "هَامَة" یہ اسم ہے بمعنی ہر زہریلا کیڑا۔

"صَفَر" یہ باب سمع سے ہے بمعنی خالی ہونا یہ اسلامی مہینہ کا نام ہے۔

❹ مرض کے تعدیہ کی وضاحت:۔ زمانہ جاہلیت میں لوگوں کا یہ اعتقاد تھا کہ ایک کی بیماری دوسرے کو لگتی ہے اس وجہ سے مریض و بیمار کے پاس نہ بیٹھتے تھے کہ کہیں بیماری ہماری طرف منتقل نہ ہو جائے تو اس حدیث میں آپ ﷺ نے اس کی تردید کر دی کہ بیماری از خود بہ حقیقی کے طور پر دوسرے کی طرف منتقل نہیں ہوتی، بیماری میں یہ تاثیر نہیں ہے بلکہ ایک موقع پر جب یہی بات ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ سب سے پہلے اونٹ کو کس نے خارش میں مبتلا کیا ہے؟ یعنی جس طرح اس کو اللہ تعالیٰ نے خارش میں مبتلا کیا ہے اسی طرح باقی اونٹوں کو بھی اسی نے اس بیماری میں مبتلا کیا ہے۔ باقی تفصیل ابھی تطبیق کے ضمن میں آجائے گی۔

❺ احادیث تعدیہ مرض اور حدیث جابر میں تطبیق:۔ اصولی طور پر متعارض احادیث کے مابین رفع تعارض کے تین طریقے ہیں۔ رفع و تنسیخ، ترجیح اور تطبیق۔ یعنی دونوں میں سے ایک کو ناسخ اور دوسری کو منسوخ قرار دیا جائے، یا سند، متن، مدلول، ثبوت، دلالی ہونے میں کسی ایک کو ترجیح دے دی جائے یا پھر مختلف حالات و صور پر محمول کر کے تطبیق دی جائے۔ یہاں سب طریقے صورتاً ممکن ہیں۔

Maktaba Tul Ishaat.com Scanned with CamScanner

① نسخ و تنسیخ: اصحاب مالک میں سے عینی بن دینار نے یہ طریق اختیار کیا ہے اور مجذوم سے فرار والی روایت کو لاعدوی سے منسوخ قرار دیا ہے ② ترجیح: بعض اہل علم نے لاعدوی والی ذاتی حدیث کو ثبت قرار دے کر غیرہ والی احادیث پر ترجیح دی ہے کہ تعدیہ امراض نہ ہونا راجح ہے حاشیہ بذل میں ہے لکن الاحادیث الصحیحة تدلّ علی ان العدوی لیس بشیئ (صحیح و صریح احادیث سے ثابت ہے کہ عدوی کچھ نہیں) ③ تطبیق: اکثر اہل علم نے دونوں احادیث میں تطبیق کی بھرپور کوشش کی ہے۔

پھر انکی متعدد توجیہات کی ہیں۔ ① جن احادیث مبارکہ میں فرار اور بچنے کا حکم ہے یہ استحباب و احتیاط پر مبنی ہیں احتیاطاً بچنا چاہیے اور جن میں نفی ہے اور آنحضرت ﷺ کے ساتھ کھانے کا ذکر ہے اس میں جواز بیان کرنا مقصود ہے یعنی احتیاطاً بچو لیکن بالکل غلط بھی مت سمجھو ② زمانہ جاہلیت میں یہ اعتقاد جڑ پکڑ گیا تھا کہ جذام اور دیگر بعض بیماریوں میں یقیناً و حتماً تعدیہ ہے اور یہ ضرور دوسرے کو لگ جاتی ہیں اور یہ ان کی ذاتی تاثیر ہے تو آنحضرت ﷺ نے لاعدوی فرما کر اس باطل نظریہ اور خیال کی اصلاح فرمائی کہ اس کی کوئی حقیقت نہیں کہ امراض بالذات اور اپنی تاثیر کی وجہ سے متعدی ہوں اور دوسروں کو لگیں، نہیں ہرگز نہیں، پھر اس کی اصلاح کے بعد فرمایا کہ ظاہراً ایک سبب کی حد تک ایک مرض دوسرے کے مرض کا سبب ہو سکتا ہے۔ تو لاعدوی میں نفی سبب حقیقی و تاثیر ذاتی کی ہوئی اور اثبات سبب ظاہری کا ہوا ③ تطبیق کی ایک عمدہ توجیہ یہ بھی ہے کہ حقیقت یہی ہے کہ امراض میں تعدیہ نہیں اور یقیناً نہیں۔ ہاں اگر کوئی ضعیف الایمان اور کمزور عقیدے والا ہو تو اسے توہمات سے بچنے کیلئے بیمار کے پاس زیادہ ٹھہرنے اور کثرت سے آمد و رفت سے اجتناب و احتیاط کرنی چاہیے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ اس کو تکلیف لاحق ہو اور یہ اپنے کچے عقیدے کی وجہ سے تعدیہ کا قائل بن جائے اور مزید عقیدہ خراب ہو جائے تو اسے اس کمزوری کی وجہ سے بچنا چاہیے نہ کہ حقیقتاً امراض میں تعدیہ ہے۔

السؤال الثالث ..... عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : اَلْیَتِیْمَةُ تُسْتَأْمَرُ فِیْ نَفْسِهَا فَاِنْ صَمَتَتْ فَهُوَ اِذْنُهَا وَاِنْ اَبَتْ فَلَا جَوَازَ عَلَیْهَا.

ماهو المراد باليتيمة؟ البالغة ام الصغيرة؟ اختلف العلماء في اليتيمة اذا زوجها غير الأب والجد انكرى هذا الاختلاف في ضوء الحديث المذكور. شكلي الحديث المذكور وترجمي الى الاردية.

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال کا حل چار امور ہیں۔ (۱) یتیمہ کی مراد (۲) باپ دادا کے غیر کا یتیمہ کے نکاح کرنے میں اختلاف مع الدلائل (۳) حدیث پر اعراب (۴) حدیث کا ترجمہ۔

الجواب ..... ① یتیمہ کی مراد:۔ حدیث میں یتیمہ سے مراد وہ بچی ہے جس کا باپ مر چکا ہو اور اس کا اطلاق صغیرہ و کبیرہ دونوں پر ہوتا ہے اگر یہاں پر کبیرہ مراد ہو تو پھر مطلب واضح ہے کہ اس کی اجازت کے بغیر نکاح منعقد ہی نہیں ہوگا اور اگر صغیرہ مراد ہو تو پھر اس سے مراد خیار بلوغ ہے جبکہ امام شافعی فرماتے ہیں کہ صغیرہ ہونے کی وجہ سے یتیمہ کا نکاح ہو ہی نہیں سکتا تاوقتیکہ وہ بالغ نہ ہو جائے وہ نکاح میں خیار کے بھی قائل نہیں ہیں وہ فرماتے ہیں کہ صغیرہ ہونے کی وجہ سے یتیمہ کی اجازت معتبر نہیں ہے اور باپ دادا کی غیر موجودگی میں کسی کو اس پر ولایت اجبار بھی حاصل نہیں ہے۔ الغرض شوافع کے نزدیک اس روایت کو کبیرہ پر محمول کیا جائے گا۔

حنفیہ کہتے ہیں کہ یتیمہ کا لفظ صغیرہ و کبیرہ دونوں پر بولا جاتا ہے بالخصوص صغیرہ پر اسکا اطلاق زیادہ ہوتا ہے لہٰذا صغیرہ کو یتیمہ کے مفہوم سے خارج کرنا درست نہیں ہے اور امام شافعی کی بیان کردہ مشکل کا حل خیار بلوغ میں موجود ہے۔ (درس ترمذی ج ۳ ص ۳۲۸)

Scanned with CamScanner

❷ باپ دادا کے غیر کا تیسرے نکاح کرنے میں اختلاف منع الدلائل:۔ اس حدیث کے تحت میں دو مسئلے بیان کئے جاتے ہیں۔ ① ولایت اجبار کس عورت پر ہے۔ ② ولایت اجبار کا حق کس ولی کو ہے۔

پہلے مسئلہ (ولایت اجبار) میں ائمہ کرام کے درج ذیل مذاہب ہیں۔ ① حضرت حسن بصریؒ اور امام نخعیؒ کے نزدیک ولی کو مطلقاً ولایت اجبار حاصل ہے، عورت چاہے ثیبہ ہو یا کرہ ہو، کبیرہ ہو یا صغیرہ ہو ② ابن شبرمہؒ کے نزدیک ولی کو مطلق ولایت اجبار حاصل نہیں ③ امام شافعیؒ کے نزدیک اس سلسلہ میں مدار عورت کے ثیبہ اور باکرہ ہونے پر ہے، باکرہ پر ولی کو ولایت اجبار حاصل ہے، ثیبہ پر نہیں ④ حضرات حنفیہ کے نزدیک مدار صغر اور کبر پر ہے، صغیرہ پر ولی کو ولایت اجبار حاصل ہے، کبیرہ پر نہیں۔

لہٰذا باکرہ صغیرہ پر باتفاق ائمہ اربعہ ولایت اجبار ہے اور کبیرہ ثیبہ پر بالاتفاق ولایت اجبار نہیں اور کبیرہ باکرہ پر شوافع کے نزدیک ولایت اجبار ہے، حنفیہ کے نزدیک نہیں اور صغیرہ ثیبہ پر حنفیہ کے نزدیک ولایت اجبار ہے، شوافع کے نزدیک نہیں۔

خلاصہ کلام یہ کہ چار صورتوں میں سے دو صورتیں ائمہ اربعہ کے نزدیک اتفاقی ہیں اور دو صورتیں اختلافی۔

امام شافعیؒ کا استدلال اس باب میں حضرت ابن عباسؓ کی معروف روایت سے ہے ان رسول الله ﷺ قال الأيم احق بنفسها من وليها۔ وہ فرماتے ہیں کہ یہاں ایم سے مراد ثیبہ ہے کیونکہ باکرہ کا ذکر اس روایت میں آگے مستقلاً آیا ہے یعنی والبكر تستأذن في نفسها وانهنا صماتها اور جب ایم سے ثیبہ مراد ہوئی تو اس کا مفہوم مخالف یہ ہوا البكر ليست احق بنفسها من وليها اور مفہوم مخالف ان کے نزدیک حجت ہے۔

حنفیہ کے دلائل:۔ ① حضرت ابوہریرہؓ کی مرفوع حدیث لاتنكح الثيب حتى تستأمر ولاتنكح البكر حتى تستأذن وانهنا الصمات اس میں ثیبہ اور باکرہ دونوں کا ایک حکم بیان کیا گیا ہے، فرق صرف طریق اجازت میں ہے۔

② سنن نسائی میں حضرت عائشہؓ کی روایت ہے ان فتاة دخلت عليها فقالت: ان ابي زوجني ابن اخيه ليرفع بي خسيسته وانا كارهة فقالت اجلسي حتى يأتي النبي ﷺ فجاء رسول الله ﷺ فأخبرته فأرسل الى ابيها فدعاه فجعل الأمر اليها فقالت: يا رسول الله اقد أجزت ما صنع ابي ولكن أردت ان أعلم للنساء من الامر شيء اور سنن ابن ماجہ میں ان کے یہ الفاظ مروی ہیں فقالت: قد اجزت ما صنع ابي ولكن اردت ان تعلم النساء ان ليس الى الآباء من الامر شيء۔ بعض شافعیہ نے اس میں تاویل کی ہے کہ یہ عورت ثیبہ تھی لیکن اول تو روایت میں اس پر کوئی دلیل نہیں، دوسرا اس عورت نے یہ کہا کہ میرا مقصد اس مسئلہ کا اعلان تھا کہ آباء کو عورتوں پر ولایت اجبار نہیں اور اس نے یہ اعلان مطلق الفاظ میں کیا جس میں باکرہ اور ثیبہ کی کوئی تفریق نہیں اور آنحضرت ﷺ نے اس پر کوئی نکیر نہیں فرمائی۔

③ سنن ابی داؤد اور سنن ابن ماجہ میں جرير بن حازم عن ايوب عن عكرمة کے طریق سے حضرت ابن عباسؓ کی روایت مروی ہے ان جارية بكرا اتت النبي ﷺ فذكرت ان اباها زوجها وهي كارهة فخيرها النبي ﷺ یہ روایت حنفیہ کے مسلک پر صریح ہونے کے ساتھ صحیح بھی ہے، یحییٰ بن سعید القطانؒ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے اور حافظ ابن حجرؒ نے بھی اس کی صحت کا اعتراف کیا ہے۔

شافعیہ کے استدلال کا جواب یہ ہے کہ ایم سے مراد بے شوہر عورت ہے اور اس کا اطلاق باکرہ اور ثیبہ دونوں پر ہوتا ہے البتہ بکر کا ذکر الگ سے اسلئے فرمایا گیا کہ اس کا طریقہ اجازت دوسرا تھا اور اگر بالفرض ایم سے مراد "ثیبہ" لی جائے تب بھی مفہوم

Maktaba Tul Ishaat.com Scanned with CamScanner

مخالف سے استدلال ہمارے نزدیک درست نہیں بالخصوص جب کہ وہ منطوق کیخلاف ہو اور منطوق یہ ہے الیکر تستأذن فی نفسها۔

دوسرا مسئلہ کہ اجبار کا حق کس ولی کو حاصل ہوگا؟ ہمارے ہاں عصبات علی الترتیب اجبار کے حقدار ہونگے اور مشہور یہ ہے کہ باپ دادا کو اجبار کا حق حاصل ہوتا ہے، یہ دراصل امام شافعی کا مسلک ہے۔

امام مالک: اور امام احمدؒ کے نزدیک اجبار کا حق صرف باپ کو حاصل ہوتا ہے۔ (الفقہ الاسلامی کتاب النکاح ص ۲۷۴ دار الفکر ج ۷ ص ۲۹۹)

❻ حدیث پر اعراب:۔ کعامر فی السوال آنفا۔

❼ حدیث کا ترجمہ:۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یتیم لڑکی سے نکاح کے لئے اجازت طلب کی جائے، اگر وہ خاموش رہے تو یہ اسکی اجازت (رضامندی) ہے اور اگر وہ انکار کردے تو اس پر کوئی جبر نہیں ہے۔

﴿الورقة الثالثة: مشكوة : ج ۲ - خير الاصول﴾

﴿السوال الاول﴾ ۱۴۳۷ھ

السؤال الاول..... وعن ثابت بن الضحاك قال: قال رسول الله ﷺ من حلف على ملة غير الاسلام كاذبا فهو كما قال وليس على ابن آدم نذر فيما لا يملك.

اكتبى معنى اليمين لغة وشرعا واذكرى أقسام اليمين اشرحي الحديث ووضّحيه بالمثال هذا النوع من الكلام هل يسمّى في عرف الشرع يمينا؟ وهل تتعلق الكفارة بالحنث فيه؟ وضّحي المسئلة في ضوء اقوال الأئمة.

﴿خلاصۂ سوال﴾..... اس سوال میں چار امور مطلوب ہیں۔ (۱) یمین کا لغوی وشرعی معنی (۲) یمین کی اقسام (۳) حدیث کی تشریح مع مثال (۴) اس کلام کے قسم ہونے کی وضاحت اور کفارہ کے لزوم کا حکم۔

الجواب..... ❶ یمین کا لغوی وشرعی معنی:۔ یمین لغت میں القوت (مضبوطی) کو کہتے ہیں اور اصطلاح میں بعض نے یوں تعریف کی ہے عقد قوی به عزم الحالف على الفعل او الترك (یعنی ایسا قوی عقد جسکے ساتھ حالف نے فعل کے کرنے یا چھوڑنے کا پختہ عزم وارادہ کرلیا ہو) اور بعض نے یوں تعریف کی ہے تقوية احد طرفي الخبر بذكر الله تعالى او التعليق۔

❷ یمین کی اقسام:۔ یمین کی تین قسمیں ہیں۔ یمین غموس: کسی امر ماضی پر جان بوجھ کر جھوٹ بولتے ہوئے قسم کھانا مثلاً زید کو معلوم ہے کہ بکر نہیں آیا مگر وہ جان بوجھ کر کہتا ہے کہ اللہ کی قسم بکر آیا ہے۔

یمین منعقدہ: کسی امر مستقبل کے کرنے یا نہ کرنے کی قسم کھانا، مثلاً اللہ کی قسم میں ضرور تجھے ماروں گا۔

یمین لغو: کسی امر ماضی پر اپنے گمان میں سچی قسم کھانا حالانکہ وہ جھوٹا ہو مثلاً زید نے رات کو بکر کے آنے کا انتظار کیا مگر بکر نہ آیا تو زید سو گیا اسکے بعد بکر آیا مگر زید کو اس کا علم نہ ہوا چنانچہ زید سے صبح کسی نے بکر کے بارے میں معلوم کیا تو زید نے کہا اللہ کی قسم بکر نہیں آیا حالانکہ وہ آیا ہوا ہے۔

یمین منعقدہ میں کفارہ واجب ہے۔ جبکہ یمین غموس میں اختلاف ہے، احناف، مالکیہ وحنابلہ کے نزدیک صرف توبہ واستغفار ہے جبکہ امام شافعیؒ کے نزدیک یمین غموس میں کفارہ واستغفار دونوں لازم ہیں اور یمین لغو میں غالب امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس قسم کا مواخذہ نہیں کریگے۔

❸ حدیث کی تشریح مع مثال:۔ دین اسلام کے علاوہ کسی اور دین کی قسم کھائی تو اس قسم کی دو صورتیں ہیں ① حروف قسم داخل

کرکے قسم کھائی جائے جیسے واللہ لافعلن کذا یا واللہ مافعلت کذا ② تعلیق کی صورت میں قسم کھائی جائے جیسے ان فعلت کذا فعبدی حرٌ یا ان کنت قد فعلت کذا فعبدی حرٌ۔ یہاں قسم کی دونوں صورتیں مراد ہو سکتی ہیں۔

پہلی صورت کی مثال احلف بالدین الیہودی انی لست سارقًا۔ دوسری صورت کی مثال ان سرقت فانا یہودی۔

پہلی قسم (حرف قسم داخل کرکے قسم کھائی) کا حکم یہ ہے کہ اگر دل سے اسکی تعظیم کرتا ہے مثلاً دین یہودی کی اس وجہ سے قسم کھائی کہ اس دین کو معظم سمجھتا ہے، اس صورت میں تو بلاشبہ کافر ہو جائے گا اور اگر اس دین کو اچھا نہیں سمجھتا مگر غفلت یا جہالت کی بنا پر دین یہودی کی قسم کھائی ہے تو کافر تو نہیں ہوگا مگر کلمہ کفر بولنے کی وجہ سے سخت گنہگار ہوگا۔ پس آنحضرت ﷺ کا ارشاد فھو کما قال پہلی صورت پر محمول ہے یعنی جبکہ دل سے دین یہودی کو معظم سمجھتا ہو۔ دوسری قسم (یمین بطریق تعلیق) میں دیکھا جائیگا کہ جھوٹی قسم کھاتے وقت اس کا ارادہ یہودی بن جانے کا تھا یا نہیں؟ اگر تھا تو کافر ہو جائیگا کیونکہ ارادۂ کفر بھی کفر ہے اور اگر ارادہ نہیں کیا تو کافر نہ ہوگا۔ پس آنحضرت ﷺ کا ارشاد فھو کما قال ارادے کی صورت پر محمول ہے۔ (درس مسلم ص ۳۹۶)

آدمی بوقت نذر جس چیز کا مالک نہیں ہے بالاتفاق اس کی نذر وصیت ماننا صحیح نہیں ہے حتی کہ اگر نذر کے بعد وہ چیز ملک میں آگئی پھر بھی اس نذر کو پورا کرنا لازم نہیں ہے البتہ اگر حق کو ملک کے ساتھ معلق کر دیا تو پھر یہ نذر ہمارے نزدیک درست ہے، دیگر کے نزدیک یہ بھی درست نہیں ہے۔

③ اس کلام کے قسم ہونے کی وضاحت اور کفارہ کے لزوم کا حکم:۔ امام شافعیؒ اور امام مالکؒ کے نزدیک یہ شخص سخت گنہگار ہوگا اور اس پر توبہ لازم ہوگی مگر اس کی یہ کلام یمین نہیں بنے گی خواہ اس میں وہ سچا ہو یا جھوٹا ہو لہٰذا کفارہ بھی لازم نہ ہوگا۔

احناف، امام احمدؒ، اسحاقؒ اور سفیان ثوریؒ کے نزدیک یہ کلام قسم بن جائیگی اور حانث ہونے کی صورت میں کفارہ بھی لازم ہوگا۔

امام مالکؒ و امام شافعیؒ کی دلیل حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا جس شخص نے لات اور عزیٰ کی قسم کھائی تو اسے چاہیے کہ وہ لا الہ الا اللہ پڑھے۔ اس میں صرف توبہ اور تجدید ایمان کا ذکر ہے کفارے کا ذکر نہیں۔

احناف کی دلیل یہ ہے کہ حلال چیز کو حرام کرنے پر قرآن کریم سے کفارے کا لزوم ثابت ہوتا ہے اور مذکورہ صورت میں بھی تحریم حلال ہے، اسی وجہ سے اس کو یمین بھی قرار دیا جائے گا اور حانث ہونے کی صورت میں کفارہ بھی لازم ہوگا۔

جہاں تک شوافع وغیرہ کی دلیل کا تعلق ہے یہ حدیث قسم ہونے اور نہ ہونے اسی طرح کفارہ لازم ہونے یا نہ ہونے کے بارے میں خاموش ہے۔ لہٰذا اس سے استدلال تام نہیں ہے۔ (خیر الوضیح ص ۳۳۲ ج ۲)

السؤال الثالث .....وَعَنْ مَكْحُوْلٍ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : اَلْمُؤْمِنُوْنَ هَيِّنُوْنَ لَيِّنُوْنَ كَالْجَمَلِ الْاٰنِفِ إِنْ قِيْدَ إِنْقَادَ وَإِنْ أُنِيْخَ عَلٰى صَخْرَةٍ إِسْتَنَاخَ. وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: اَلْمُسْلِمُ الَّذِيْ يُخَالِطُ النَّاسَ وَيَصْبِرُ عَلٰى اَذَاهُمْ اَفْضَلُ مِنَ الَّذِيْ لَايُخَالِطُهُمْ وَلَايَصْبِرُ عَلٰى اَذَاهُمْ.

شکل الحدیثین وترجمیھما الی الاردیۃ. الحدیثان المذکوران ماخوذان من ای کتاب. ذھب کثیر الزھاد الی اختیار العزلۃ والحدیث الثانی یدل علی استحباب المخالطۃ، ماھو الرای الصواب فی ضوء اقوال العلماء؟

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا خلاصہ چار امور ہیں۔ (۱) احادیث پر اعراب (۲) احادیث کا ترجمہ (۳) احادیث کی ماخوذ

Maktaba Tul Ishaat.com Scanned with CamScanner

منہ کتاب کی نشاندہی (۴) علیحدگی ومخالطت میں سے افضل کی نشاندہی۔

جواب ..... ❶ احادیث پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا۔

❷ احادیث کا ترجمہ:۔ حضرت محول رحمہ اللہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مؤمن مبارک اونٹ کی مثل نرم مزاج اور نرم زبان ہوتا ہے اگر کھینچا جائے تو کھنچ آئے اور اگر کسی چٹان پر بٹھا دیا جائے تو بیٹھ جائے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا وہ مسلمان شخص جو لوگوں سے مل جل کر رہتا ہے اور اُنکی تکالیف پر صبر کرتا ہے وہ اس شخص سے افضل ہے جو اُنکے ساتھ مل جل کر نہیں رہتا اور اُن کی تکالیف پر صبر نہیں کرتا۔

❸ احادیث کی ماخوذ منہ کتاب کی نشاندہی:۔ یہ دونوں احادیث کتاب الآداب، باب الرفق والحیاء وحسن الخلق سے لی گئی ہیں۔

❹ علیحدگی ومخالطت میں سے افضل کی نشاندہی:۔ خلوت وعلیحدگی کا تعلق آدمی کی انفرادی وذاتی زندگی کیلئے مفید ہے جبکہ مخالطت میل جول وجلوت میں آدمی اپنی اصلاح کے ساتھ دوسروں کی اصلاح کیلئے بھی فکرمند ہوتا ہے اور اسکا فائدہ متعدی ہوتا ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ دنیا میں اچھے دوستوں کا اضافہ کرو کہ قیامت کے دن نیک مؤمن دوست شفاعت کریں گے لہٰذا امر بالمعروف ونہی عن المنکر پر عمل درآمد میں ایک دوسرے کا تعاون اور استحباب اسلام کے اعتبار سے بھی مخالطت ہی افضل وبہتر ہے البتہ اگر اختلاط میں گناہ میں مبتلا ہونے کا خطرہ یا اندیشہ ہو تو پھر خلوت وعلیحدگی مفید ہے۔

السوال الثانی ۱۴۳۷ھ

الشق الاول ..... عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَا تَسْئَلُ الْمَرْاَةُ طَلَاقَ اُخْتِهَا لِتَسْتَفْرِغَ صَحْفَتَهَا وَلْتَنْكِحْ فَاِنَّ لَهَا مَا قُدِّرَ لَهَا. وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ نَهٰى عَنِ الشِّغَارِ.

اعراب کرکے ترجمہ کریں، شغار کا لغوی اور اصطلاحی معنی لکھیں شغار کے جواز وعدم جواز میں ائمہ مجتہدین کا اختلاف مع دلائل تحریر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال میں چار امور مطلوب ہیں (۱) احادیث پر اعراب (۲) احادیث کا ترجمہ (۳) شغار کا لغوی اور اصطلاحی معنی (۴) نکاح شغار کے جواز وعدم جواز میں ائمہ مجتہدین کا اختلاف مع الدلائل۔

جواب ..... ❶ احادیث پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا۔

❷ احادیث کا ترجمہ:۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کوئی عورت اپنی بہن کی طلاق کا سوال نہ کرے تاکہ اُسکے پیالہ کو خالی وفارغ کرے اور خود نکاح کرلے پس بے شک اُس کیلئے وہ ہے جو اُس کیلئے مقرر کیا گیا ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے نکاح شغار سے منع فرمایا۔

❸ شغار کا لغوی اور اصطلاحی معنی:۔ شغار لغت میں شغر البلد من السلطان سے ماخوذ ہے یا سوقت کہا جاتا ہے جب شہر سلطان (بادشاہ) سے خالی ہو جائے، چونکہ یہ نکاح بھی مہر سے خالی ہوتا ہے اسلئے اس کو شغار کہتے ہیں۔

شغار کی اصطلاحی تعریف یہ ہے کہ آدمی اپنی بہن یا بیٹی کا نکاح دوسرے سے اس شرط پر کرے کہ دوسرا اپنی بہن یا بیٹی کا نکاح اس سے کرے گا اس میں مہر مقرر نہیں ہوتا بلکہ ان میں سے ہر ایک کی بضع ہی دوسرے کے مقابلے میں مہر بنتی ہے۔

Scanned with CamScanner

۶ نکاح شغار کے جواز وعدم جواز میں ائمہ مجتہدین کا اختلاف مع الدلائل:۔ امام ابوحنیفہؒ اور صاحبینؒ کے ہاں نکاح شغار اگرچہ جائز نہیں لیکن اگر کیا جائے تو نکاح منعقد ہو جائے گا اور مہر مثل واجب ہوگا۔

جمہور کے نزدیک اس صورت میں نکاح منعقد ہی نہیں ہوتا۔ پہلی دلیل حدیث الباب ہے کہ اس میں آپ ﷺ نے نکاح شغار سے منع فرمایا۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ شغار کی صورت میں یہ بات لازم آتی ہے کہ ہر ایک عورت کا بضع مہر بھی ہو اور منکوح بھی ہو اور یہ درست نہیں۔

حنفیہ کی دلیل یہ ہے کہ ادلہ شرعیہ سے بھی یہ بات ہی عدم کی مشروعیت کا تقاضا کرتی ہے لہٰذا نکاح درست ہے۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ شغار کی صورت میں احد البضعین کو جو دوسرے کا مہر ٹھہرایا گیا ہے یہ تسمیہ فاسد ہے اس لئے کہ بضع مال نہ ہونے کی وجہ سے مہر نہیں بن سکتی اس لئے ایسی صورت میں ہر ایک عورت مہر مثل کی مستحق ہوگی۔

خلاصہ یہ کہ بضع کو مہر قرار دینا شرط فاسد ہے اور نکاح شرط فاسد سے منعقد اور صحیح ہو جاتا ہے اور خود شرط باطل ہو جاتی ہے۔

جمہور کی دلیل کا جواب یہ ہے کہ حدیث میں شغار سے منع کیا گیا ہے، باطل قرار نہیں دیا گیا ہے یعنی یہ حدیث صحت پر محمول ہے نہ کہ ابطال پر۔ عقلی دلیل کا جواب یہ ہے کہ ہمارے نزدیک شغار کی صورت میں مہر مثل کا اعتبار ہے لہٰذا ہر عورت کی بضع محض منکوح کی حیثیت رکھتی ہے، نہ کہ مہر اور منکوح دونوں کی۔ (درس ترمذی ج ۳ ص ۳۱۰)

السوال الثالث ..... عَنْ عِيَاضِ بْنِ حِمَارٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَهْلُ الْجَنَّةِ ثَلٰثَةٌ ذُوْ سُلْطَانٍ مُقْسِطٌ مُتَصَدِّقٌ مُوَفَّقٌ وَرَجُلٌ رَحِيْمٌ رَقِيْقُ الْقَلْبِ لِكُلِّ ذِيْ قُرْبٰى وَ مُسْلِمٍ وَعَفِيْفٌ مُتَعَفِّفٌ ذُوْ عِيَالٍ وَأَهْلُ النَّارِ خَمْسَةٌ الضَّعِيْفُ الَّذِيْ لَا زَبْرَ لَهُ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْكُمْ تَبَعٌ لَا يَبْتَغُوْنَ أَهْلًا وَلَا مَالًا وَالْخَائِنُ الَّذِيْ لَا يَخْفٰى لَهُ طَمَعٌ وَإِنْ دَقَّ إِلَّا خَانَهُ وَرَجُلٌ لَا يُصْبِحُ وَلَا يُمْسِيْ إِلَّا وَهُوَ يُخَادِعُكَ عَنْ أَهْلِكَ وَمَالِكَ وَذَكَرَ الْبُخْلَ أَوِ الْكَذِبَ وَالشِّنْظِيْرَ الْفَحَّاشَ۔ حدیث مبارک پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں، پوری حدیث کی بے غبار تشریح کریں۔

﴿خلاصہ سوال﴾ ..... اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) حدیث پر اعراب (۲) حدیث کا ترجمہ (۳) حدیث کی تشریح۔

الجواب ..... **۱ حدیث پر اعراب:۔** کما مرّ فی السوال آنفا۔

۲ حدیث کا ترجمہ:۔ حضرت عیاض بن حمار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اہل جنت تین قسم کے لوگ ہیں ① عدل کرنے والا، احسان کرنے والا، بھلائیوں کی توفیق دیا گیا حاکم ② وہ شخص جو ہر رشتے دار اور غیر رشتے دار کیلئے رحم دل و نرم دل ہو ③ وہ عیالدار شخص جو پاک دامن ہو سوال سے بچنے والا ہو۔ اہل نار میں پانچ قسم کے لوگ ہیں ① وہ ناقص عقل والا شخص کہ جس عقل اُسے ناکتدا امور سے باز نہ رکھے یہ وہ لوگ ہیں جو تمہارے تابع اور غلام ہیں جو نہ بیوی کی خواہش رکھتے ہیں اور نہ مال کی ② وہ خیانت کرنے والا شخص جس کی کوئی طمع اُس کیلئے پوشیدہ نہیں ہے اگرچہ حقیر چیز ہی کیوں نہ ہو مگر وہ اس میں خیانت کرتا ہے ③ وہ شخص جو صبح شام کرتا مگر وہ تجھے تیرے اہل اور مال میں دھوکہ دیتا ہے ④ آپ ﷺ نے بخل یا جھوٹ کا ذکر کیا ⑤ بداخلاق، فحش گو شخص۔

۳ حدیث کی تشریح:۔ اس حدیث میں آپ ﷺ نے اہل جنت اور اہل جہنم کی اقسام وعلامات ذکر کی ہیں، فرمایا کہ اہل جنت تین قسم کے لوگ ہیں ① وہ بادشاہ جو عدل وانصاف کرنے والا ہو، لوگوں کے ساتھ اچھا برتاؤ واحسان کرنے والا ہو اور لوگوں کے لئے اسباب خیر پیدا کرتا رہتا ہو اور ان کے لئے نیکی کرنے کے دروازے کھولتا ہو ② وہ رحم دل اور نرم دل شخص کو قرابت داری کو لحاظ کرے بلکہ ہر قرابت اور غیر قرابت والے کے ساتھ اچھا سلوک کرے، رحم دلی اور نرم دلی کے ساتھ پیش آئے ③ وہ آدمی جو عفت

Maktaba Tul Ishaat.com Scanned with CamScanner

کی حفاظت کرتا ہو یعنی حرام اور حلال کو جانتے ہوئے اپنے آپ کو حرام سے بچاتا ہو اور ہر قسم کے سوال کرنے اور بھیک مانگنے سے اجتناب کرتا ہو اور اہل وعیال پر مکمل بھروسہ کرنے والا ہو۔

اہل جہنم پانچ قسم کے لوگ ہیں ① ایسا ناقص العقل شخص جو نہ درست رائے رکھتا ہو اور نہ اپنی ناشائستہ حرکتوں سے باز آتا ہو یہ شخص خود غرضی کی غرض سے سب کچھ کرنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے ② وہ خیانت دار شخص جو ہر وقت اپنے دل میں طمع اور لالچ رکھے معمولی سے معمولی وحقیر چیز میں بھی خیانت کرے ③ وہ دھوکہ باز شخص جو صبح شام چھوٹی سے چھوٹی چیز حاصل کرنے کا حریص ہو جس کی وجہ سے دھوکہ دہی کرتا ہو ④ بخل کرنے والا شخص یعنی جو ضرورت کی جگہ پر بھی خرچ کرنے سے گریز کرے یا آپ ﷺ نے بخل کی بجائے جھوٹے شخص کا تذکرہ فرمایا ⑤ بداخلاق اور بدگو شخص یعنی جس کے نہ ہی اخلاق اچھے ہوں اور نہ ہی لوگوں کے ساتھ اس کا میل جول ٹھیک ہو۔ (خیر الواعظین ص ۲۳۰)

السوال الثالث ۱۴۲۷ھ

السؤال الاول ..... خبر واحد کی راوی کے سقوط اور عدم سقوط کے اعتبار سے، منتہی وصیغ ادا کے اعتبار سے کون کونسی اقسام ہیں؟۔ نیز ادائیگی حدیث کے الفاظ درج کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال میں دو امور مطلوب ہیں (۱) خبر واحد کی مذکورہ اقسام کی وضاحت (۲) ادائیگی حدیث کے الفاظ۔

الجواب ..... ❶ **خبر واحد کی مذکورہ اقسام کی وضاحت:۔** خبر واحد کی سند میں راوی کے سقوط اور عدم سقوط کے اعتبار سے سات اقسام ہیں، متصل، مسند، منقطع، معلق، معضل، مرسل، مدلس۔

① متصل: وہ حدیث جس کی سند میں تمام راوی مذکور ہوں۔ ② مسند: وہ حدیث جس کی سند رسول اللہ ﷺ تک متصل ہو۔ ③ منقطع: وہ حدیث جس کی سند متصل نہ ہو بلکہ کہیں نہ کہیں راوی گرا ہوا ہو۔ ④ معلق: وہ حدیث ہے جس کی سند کے شروع میں ایک یا زائد راوی گرے ہوئے ہوں۔ ⑤ معضل: وہ حدیث ہے جس کی سند کے درمیان میں کوئی ایک راوی یا متعدد راوی پے در پے گرے ہوئے ہوں۔ ⑥ مرسل: وہ حدیث ہے جس کی سند کے آخر سے کوئی راوی گرا ہوا ہو۔ ⑦ مدلس: وہ حدیث ہے جس کے راوی کی یہ عادت ہو کہ وہ اپنے شیخ یا شیخ کے شیخ کا نام چھپا لیتا ہو۔

خبر واحد کی منتہی کے اعتبار سے تین اقسام ہیں۔ ① مرفوع: وہ حدیث جس میں آپ ﷺ کے قول، فعل یا تقریر کا ذکر ہو۔ ② موقوف: وہ حدیث جس میں کسی صحابی کے قول، فعل یا تقریر کا ذکر ہو ③ مقطوع: وہ حدیث جس میں کسی تابعی کے قول، فعل یا تقریر کا ذکر ہو۔

خبر واحد کی صیغ ادا کے اعتبار سے دو قسمیں ہیں۔ ① معنعن: وہ حدیث جس کی سند میں لفظ عن ہو اسکو عنعنہ بھی کہتے ہیں۔ ② مسلسل: وہ حدیث جس میں الفاظ ادا وحدیث (مثلاً حدثنی وغیرہ) یا راویوں کی صفات یا راویوں کے حالات ایک طرح کے ہوں۔

❷ **ادائیگی حدیث کے الفاظ:۔** محدثین حدیث کو ادا کرتے وقت درج ذیل الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ حدثنی، اخبرنی، انبأنی، حدثنا، اخبرنا، انبأنا، قرأت، قال لی فلان، ذکر لی فلان، روی لی فلان، کتب الیّ فلان، عن فلان، قال فلان، ذکر فلان، روی فلان، کتب فلان۔

السؤال الثانی ..... آپ نے جرح وتعدیل کے جو الفاظ کتاب میں پڑھے ہیں وہ الفاظ تحریر کریں۔

Scanned with CamScanner

﴿خلاصۂ سوال﴾..... اس سوال میں فقط الفاظ جرح وتعدیل کی وضاحت مطلوب ہے۔

الجواب..... **الفاظ جرح وتعدیل کی وضاحت:۔** الفاظ جرح : دجال، کذاب، وضاع، یضع الحدیث، متهم بالکذب، متفق علی ترکه، متروك، لیس بثقة، سکتوا عنه، ذاهب الحدیث، فیه نظر، هالك، ساقط، لیس بشیئ، ضعیف جدا، ضعفوه، ضعیف واه، یضعف، لیس بالقوی، لیس بحجة، فیه مقال، تکلم فیه، سیئ الحفظ، لایحتج به، اختلف فیه وغیرها۔ الفاظ تعدیل: ثبت حافظ، ثبت حجة، ثقة متقن، ثقة ثبت، ثقة ثقة، ثقة صدوق، لابأس به، لیس به بأس، محله الصدق، جید الحدیث، صالح الحدیث، شیخ وسط، شیخ حسن الحدیث، صدوق ان شاء الله، صویلح وغیرها۔

﴿الورقة الثالثة: فی الحدیث واصوله﴾

﴿السوال الاول﴾ ۱۴۳۸ھ

السوال الاول..... عَنْ اَبِیْ قَتَادَةَ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ خَیْرُ الْخَیْلِ الْاَدْهَمُ الْاَقْرَحُ الْاَرْثَمُ ثُمَّ الْاَقْرَحُ الْمُحَجَّلُ طَلْقُ الْیَمِیْنِ فَاِنْ لَمْ یَکُنِ الْاَدْهَمُ فَکُمَیْتٌ عَلٰی هٰذِهِ الشِّیَةِ۔

حدیث مبارک پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں، خط کشیدہ جملوں کی تحقیق کرتے ہوئے حدیث مبارک کا مطلب واضح کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾..... اس سوال کا خلاصہ چار امور ہیں (۱) حدیث پر اعراب (۲) حدیث کا ترجمہ (۳) مخطوطہ جملوں کی تحقیق (۴) حدیث کا مطلب۔

الجواب..... ❶ **حدیث پر اعراب:۔** کما مرّ فی السوال آنفا۔

❷ **حدیث کا ترجمہ:۔** حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بہترین گھوڑا وہ ہے جو سیاہ رنگ کا ہو اس کی پیشانی اور ہونٹ سفید ہوں پھر وہ گھوڑا جس کی پیشانی اور پاؤں سفید ہوں مگر اگلا دایاں پاؤں آزاد ہو پس اگر سیاہ نہ ہو تو انہی علامات کے مطابق کمیت (سرخ سیاہی مائل) ہو۔

❸ **مخطوطہ جملوں کی تحقیق:۔** "ادھم" بمعنی سیاہ "اقرح" بمعنی سفید پیشانی "ارثم" بمعنی سفید ہونٹ "محجل" بمعنی سیاہ ٹانگیں "طلق الیمین" بمعنی دائیں پاؤں کے علاوہ۔

پہلے جملے کا مطلب یہ ہے کہ پورا گھوڑا سیاہ ہو البتہ اس کی پیشانی اور ہونٹوں پر سفیدی ہو۔

دوسرے جملے کا مطلب یہ ہے کہ پورا گھوڑا سیاہ ہو، اسکی پیشانی اور اگلے دائیں پاؤں کے علاوہ بقیہ تین پاؤں بھی سفید ہوں۔

❹ **حدیث کا مطلب:۔** اس حدیث میں آپ ﷺ نے بہترین گھوڑوں کی رنگ کے اعتبار سے علامات ونشانیاں بیان کی ہیں کہ سب سے بہترین وہ سیاہ گھوڑا ہے جو مکمل سیاہ ہو صرف اس کی پیشانی اور ہونٹوں پر سفیدی ہو، پھر دوسرے درجے میں وہ سیاہ گھوڑا ہے جس کی پیشانی سفید ہو اور اگلے دائیں پاؤں کے علاوہ بقیہ تین پاؤں بھی سفید ہوں، پھر وہ گھوڑا جس کا رنگ سرخ سیاہی مائل ہو صرف اس کی پیشانی اور ہونٹوں پر سفیدی ہو، پھر وہ گھوڑا جس کا رنگ سرخ سیاہی مائل ہو البتہ اس کی پیشانی سفید ہو اور اگلے دائیں پاؤں کے علاوہ بقیہ تین پاؤں بھی سفید ہوں۔

Maktaba Tul Ishaat.com Scanned with CamScanner

السؤال الثالث ..... عَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَیْسٍ اَنَّ اَبَا عَمْرِو بْنَ حَفْصٍ طَلَّقَهَا اَلْبَتَّةَ وَهُوَ غَائِبٌ فَاَرْسَلَ اِلَیْهَا وَكِیْلُهُ الشَّعِیْرَ فَسَخِطَتْهُ فَقَالَ وَاللّٰهِ مَا لَكِ عَلَیْنَا مِنْ شَیْءٍ فَجَاءَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَذَكَرَتْ ذٰلِكَ لَهٗ فَقَالَ لَیْسَ لَكِ نَفَقَةٌ فَاَمَرَهَا اَنْ تَعْتَدَّ فِیْ بَیْتِ اُمِّ شَرِیْكٍ ثُمَّ قَالَ تِلْكَ امْرَاَةٌ یَغْشَاهَا اَصْحَابِیْ اِعْتَدِّیْ عِنْدَ ابْنِ اُمِّ مَكْتُوْمٍ فَاِنَّهٗ رَجُلٌ اَعْمٰی تَضَعِیْنَ ثِیَابَكِ فَاِذَا حَلَلْتِ فَاٰذِنِیْنِیْ قَالَتْ فَلَمَّا حَلَلْتُ ذَكَرْتُ لَهٗ اَنَّ مُعَاوِیَةَ بْنَ اَبِیْ سُفْیَانَ وَاَبَا جَهْمٍ خَطَبَانِیْ فَقَالَ وَاَمَّا اَبُوْ الْجَهْمِ فَلَا یَضَعُ عَصَاهُ عَنْ عَاتِقِهٖ وَاَمَّا مُعَاوِیَةُ فَصُعْلُوْكٌ لَا مَالَ لَهٗ، اِنْكِحِیْ اُسَامَةَ بْنَ زَیْدٍ فَكَرِهْتُهٗ ثُمَّ قَالَ اِنْكِحِیْ اُسَامَةَ فَنَكَحْتُهٗ، فَجَعَلَ اللّٰهُ فِیْهِ خَیْرًا وَاغْتَبَطْتُ وَفِیْ رِوَایَةٍ عَنْهَا فَاَمَّا اَبُوْ جَهْمٍ فَرَجُلٌ ضَرَّابٌ لِلنِّسَاءِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَفِیْ رِوَایَةٍ اَنَّ زَوْجَهَا طَلَّقَهَا ثَلَاثًا فَاَتَتِ النَّبِیَّ ﷺ فَقَالَ لَا نَفَقَةَ لَكِ اِلَّا اَنْ تَكُوْنِیْ حَامِلًا.

حدیث کا سلیس ترجمہ کریں، طلاق کی اقسام تحریر کرتے ہوئے طلاق بتہ کی مراد واضح کریں، معتدہ کا نفقہ کس کے ذمے ہے؟ اور مذکورہ صحابیہ کے لیے کس بنا پر نفقہ کا فیصلہ نہیں کیا گیا؟

خلاصۂ سوال ..... اس سوال میں چار امور مطلوب ہیں (۱) حدیث کا ترجمہ (۲) طلاق کی اقسام اور طلاق بتہ کی مراد (۳) معتدہ کے نفقہ کی وضاحت (۴) مذکورہ صحابیہ کے لئے عدم نفقہ کے فیصلے کی وجہ۔

الجواب ..... ① حدیث کا ترجمہ:۔ حضرت ابو سلمہؒ حضرت فاطمہ بنت قیسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ابو عمرو بن حفصؓ نے فاطمہ بنت قیس کو تین طلاقیں دیں اور ابو عمرو خود غائب تھے۔ ابو عمرو کے وکیل نے فاطمہ کے پاس جَو (شعیر) بھیجے تو وہ اس پر ناراض ہوئیں، وکیل نے کہا اللہ کی قسم ہم پر تیرا کچھ حق نہیں۔ فاطمہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئیں اور سارا ماجرا بیان کیا آپ نے فرمایا تیرے لئے کچھ نفقہ نہیں ہے اور حکم فرمایا کہ وہ ام شریک کے گھر عدت گزارے پھر فرمایا وہ (ام شریک) ایسی عورت ہے کہ اس کے گھر آمد و رفت ہے تو ابن ام مکتوم کے گھر عدت گزار کہ وہ شخص نابینا ہے تو اپنے کپڑے رکھے گی، جس وقت تیری عدت پوری ہو جائے تو مجھ کو خبر دینا فاطمہ نے کہا جب میں حلال ہوئی تو میں نے آنحضرت ﷺ کو اطلاع دی کہ معاویہ بن ابی سفیان اور ابو جہم نے نکاح کا پیغام بھیجا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ابو جہم اپنے کندھے سے لاٹھی نہیں اتارتا اور معاویہ مفلس ہے اس کے پاس مال نہیں اسامہ بن زید سے نکاح کر۔ فاطمہ نے کہا میں نے اس کو ناپسند جانا آپ نے فرمایا اسامہ سے نکاح کر لو میں نے اس سے نکاح کر لیا، اللہ نے بھلائی اتاری اور مجھ پر رشک کیا گیا اور انہی سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا ابو جہم عورتوں کو بہت مارنے والا ہے۔ اور مسلم کی روایت میں ہے کہ فاطمہ کے خاوند نے اسکو تین طلاقیں دیدیں وہ نبی کریم ﷺ کے پاس آئی تو آپ نے فرمایا تیرے لئے نفقہ نہیں ہے مگر حاملہ ہونے کی صورت میں۔

② طلاق کی اقسام اور طلاق بتہ کی مراد:۔ طلاق کی تین اقسام ہیں۔ ① طلاق احسن: کہ زوج اپنی بیوی کو ایسے طہر میں طلاق دے جس میں اس کے ساتھ مباشرت نہ کی ہو اور پھر اسے چھوڑ دے یہاں تک کہ اس کی عدت ختم ہو جائے۔

② طلاق سنت: کہ مرد اپنی بیوی کو ایسے تین طہروں میں تین طلاقیں دے جن میں اسکے ساتھ مباشرت نہ کی ہو۔

③ طلاق بدعت: کہ مرد اپنی بیوی کو ایک طہر میں ایک ہی کلمہ سے تین طلاقیں دے۔

طلاق بتہ: بتہ کا معنی پکی طلاق ہے یعنی ایسی طلاق جس سے رشتہ ختم ہو جائے اس کے حکم میں مختلف اقوال ہیں۔

امام شافعیؒ کے نزدیک بتہ کے الفاظ کے ساتھ طلاق دینے کی صورت میں ایک طلاق رجعی ہوگی اور اگر مرد نے دو یا تین کی نیت کی تو پھر دو یا تین واقع ہو جائیں گی۔ احناف کے نزدیک ان الفاظ سے ایک طلاق بائنہ واقع ہوگی اور تین کی نیت کی تو تین بھی واقع ہو جائیں گی۔ البتہ دو کی نیت صحیح نہیں ہے کیونکہ بتہ مصدر ہے اور مصدر کا اطلاق دو پر نہیں ہو سکتا کیونکہ دو عدد مخص ہے اور مصدر کا اطلاق قلیل و کثیر پر تو ہوتا ہے عدد مخص پر نہیں ہوتا۔ امام مالکؒ کے نزدیک نیت کا اعتبار نہ ہوگا لہٰذا تین ہی واقع ہوگی۔ (فتح القدیر)

۴ معتدہ کے نفقہ کی وضاحت:۔ فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ مطلقہ رجعیہ اور متوفیہ عنہا زوجہا حاملہ عدت کے دوران نفقہ اور سکنی دونوں کی مستحق ہوتی ہیں۔ البتہ متوفیہ غیر حاملہ کے بارے میں اختلاف ہے اس بارے میں تین مذاہب ہیں۔ ① امام ابوحنیفہؒ اور ان کے اصحاب کا مسلک یہ ہے کہ متوفیہ غیر حاملہ کا نفقہ اور سکنی بھی مطلقاً شوہر پر واجب ہے، حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا بھی یہی مسلک ہے نیز سفیان ثوریؒ، ابراہیم نخعیؒ، ابن شبرمہؒ، ابن ابی لیلیٰؒ وغیرہ بھی اسی کے قائل ہیں ② امام احمدؒ، امام اسحاقؒ اور اہل ظاہر کا مسلک یہ ہے کہ اس کیلئے نفقہ ہے نہ سکنی۔ حضرت علی، حضرت ابن عباس اور حضرت جابر رضی اللہ عنہم کی طرف بھی یہی قول منسوب ہے نیز حسن بصریؒ، طاؤس، عطاء بن ابی رباح رحمہم اللہ کا بھی یہی مسلک ہے ③ امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک سکنی واجب ہے نفقہ واجب نہیں، فقہاء سبعہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بھی یہی مسلک ہے۔

عدم نفقہ اور عدم سکنی پر امام احمدؒ وغیرہ کا استدلال حضرت فاطمہ بنت قیس کی روایت سے ہے۔

امام شافعیؒ و امام مالکؒ عدم نفقہ پر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے استدلال کرتے ہیں البتہ فرماتے ہیں کہ **اسکنوھن من حیث سکنتم من وجدکم ولاتضاروھن لتضیقوا علیھن** کی آیت سکنی کے بارے میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی روایت کے معارض ہے لہٰذا ہم نے روایت کو ترک کر دیا اور کتاب اللہ کو اختیار کر لیا۔

امام ابوحنیفہؒ کی پہلی دلیل: **وللمطلقت متاع بالمعروف** اس آیت میں متاع سے نفقہ اور سکنی دونوں مراد ہیں اور مطلقات کا لفظ عام ہے جو مطلقہ رجعیہ اور متوفیہ دونوں کو شامل ہے۔ دوسری دلیل: **اسکنوھن من حیث سکنتم من وجدکم ولاتضاروھن لتضیقوا علیھن** امام جصاصؒ نے اس آیت سے تین طریقوں سے مسلک احناف کو ثابت کیا ہے۔ ① جس طرح سکنی ایک مالی حق ہے اور اس آیت کی رو سے واجب ہے اسی طرح نفقہ بھی مالی حق ہونے کی وجہ سے واجب ہوگا ② **ولاتضاروھن** سے مطلقات کو ضرر پہنچانے سے روکا گیا ہے اور ضرر جس طرح عدم سکنی سے لاحق ہوتا ہے اسی طرح عدم نفقہ سے بھی لاحق ہوتا ہے ③ **لتضیقوا علیھن** تنگی اور تضییق جس طرح عدم سکنی میں ہے اسی طرح عدم نفقہ میں بھی ہے۔

تیسری دلیل: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جب فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کی یہ حدیث پہنچی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مطلقہ متوفیہ غیر حاملہ کے لئے سکنی اور نفقہ مقرر نہیں کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم ایک عورت کے قول کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی کتاب اور اپنے نبی کی سنت کو نہیں چھوڑیں گے شاید کہ اس کو یاد ہے یا وہ نفقہ اور سکنی بھول گئی ہے حالانکہ اللہ نے فرمایا **لاتخرجوھن من بیوتھن** (سنن)

جوابات: حدیث فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا حضرت عمر اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی جرح کی وجہ سے مطعون ہے مذکورہ خصوص کے مقابلہ میں حجت نہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے انکار پر کسی صحابی کا انکار منقول نہیں حضرت زید بن ثابت، حضرت اسامہ بن زید، حضرت جابر رضی اللہ عنہم نے

Maktaba Tul Ishaat.com Scanned with CamScanner

بھی اس روایت کو مجروح کیا ہے۔ فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا اپنے شوہر اور گھر والوں کے خلاف زبان درازی کیا کرتی تھیں اسلئے آنحضرت ﷺ نے ان کو شوہر کے گھر سے ہٹا دیا باقی رہا نفقہ اس کا جواب یہ ہے کہ فاطمہ کے خاوند کے وکیل نے کچھ نفقہ پیش کیا تھا فاطمہ نے قلت کی وجہ سے اسے رد کر دیا اور زائد کا مطالبہ کیا آپ ﷺ نے زائد کی نفی فرمائی۔ (تفصیل، ریاض نضرہ ج ۳ ص ۲۸۲، بذل، کل والدارکی ص ۵۳۰)

❷ مذکورہ صحابیہ کیلئے عدم نفقہ کے فیصلے کی وجہ:۔ اس کی وجہ ابھی گزر چکی کہ فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا اپنے شوہر اور گھر والوں کے خلاف زبان درازی کیا کرتی تھیں اس لئے آنحضرت ﷺ نے ان کو شوہر کے گھر سے بنا دیا۔ باقی نفقہ نہ ہونے کا جواب یہ ہے کہ فاطمہ کے خاوند کے وکیل نے کچھ نفقہ پیش کیا تھا فاطمہ نے قلت کی وجہ سے اسے رد کر دیا اور زائد کا مطالبہ کیا آپ ﷺ نے زائد کی نفی فرمائی۔

﴿السوال الثاني﴾ ۱۴۳۸ھ

السؤال الاول ..... وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ سَيَخْرُجُ قَوْمٌ فِيْ آخِرِ الزَّمَانِ حُدَثَاءُ الْاَسْنَانِ سُفَهَاءُ الْاَحْلَامِ يَقُوْلُوْنَ مِنْ خَيْرِ قَوْلِ الْبَرِيَّةِ لَا يُجَاوِزُ اِيْمَانُهُمْ حَنَاجِرَهُمْ يَمْرُقُوْنَ مِنَ الدِّيْنِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ فَاَيْنَمَا لَقِيْتُمُوْهُمْ فَاقْتُلُوْهُمْ فَاِنَّ فِيْ قَتْلِهِمْ اَجْرًا لِمَنْ قَتَلَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.

حدیث پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں حدیث مذکور کی تشریح کریں، مذکورہ حدیث اور ممانعت قتل اہل قبلہ کے درمیان ظاہری تعارض کو حل کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾..... اس سوال میں چار امور مطلوب ہیں (۱) حدیث پر اعراب (۲) حدیث کا ترجمہ (۳) حدیث کی تشریح (۴) حدیث اور ممانعت قتل اہل قبلہ کے درمیان ظاہری تعارض کا حل۔

الجواب ..... ❶ حدیث پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا۔

❷ حدیث کا ترجمہ:۔ حضرت علیؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا فرماتے تھے آخر زمانہ میں ایک قوم نکلے گی جو نوجوان اور کم عقلوں والے ہونگے۔ لوگوں کو اچھی باتیں کریں گے ایمان انکی گردنوں کے حلقوم سے تجاوز نہیں کرے گا۔ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جس طرح تیر شکار سے پار ہو جاتا ہے تم ان کو جہاں بھی ملو قتل کر دو۔ ان کے قتل کرنے سے قیامت کے دن اجر ملے گا۔

❸ حدیث کی تشریح:۔ ارشاد نبوی ﷺ کا حاصل یہ ہے کہ آخر زمانہ میں ایک ایسی قوم ہوگی جو کم عقل ہوگی، لوگوں کو اچھی باتیں کریں گے مگر حقیقت میں ایمان اور اعمال سے اُن کا تعلق نہ ہوگا وہ دین سے اس طرح سے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے۔ بلکہ فرمایا کہ اُس میں خون کا نشان تک نہ ہوگا یعنی بالکل وہ لوگ ایمان سے خالی ہوں گے۔ ان کے متعلق فرمایا کہ جہاں بھی ملو ان کو قتل کر دو اور اُن کو قتل کرنا اجر کا باعث ہے۔

❹ حدیث اور ممانعت قتل اہل قبلہ کے درمیان ظاہری تعارض کا حل:۔ ایک قول کے مطابق اس حدیث کا مصداق فرقہ سبائیہ زنادقہ ہے اور یہ لوگ ملحد و بے دین ہونے کی وجہ سے اہل قبلہ کا مصداق ہی نہیں ہیں کیونکہ جو شخص ضروریات دین میں سے کسی ایک چیز کا انکار کرتا ہے وہ اہل قبلہ میں سے نہیں ہے۔ لہٰذا اس حدیث اور اہل قبلہ کے قتل سے ممانعت میں کوئی تعارض نہیں ہے۔

السؤال الثاني ..... وَعَنْهُ قَالَ حَدَّثَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ حَدِيْثَيْنِ رَاَيْتُ اَحَدَهُمَا وَاَنَا اَنْتَظِرُ الْاٰخَرَ حَدَّثَنَا اَنَّ الْاَمَانَةَ نَزَلَتْ فِيْ جَذْرِ قُلُوْبِ الرِّجَالِ ثُمَّ عَلِمُوْا مِنَ الْقُرْاٰنِ ثُمَّ عَلِمُوْا مِنَ السُّنَّةِ وَحَدَّثَنَا عَنْ رَفْعِهَا قَالَ

يَنَامُ الرَّجُلُ النَّوْمَةَ فَتُقْبَضُ الْاَمَانَةُ مِنْ قَلْبِهٖ فَيَظَلُّ اَثَرُهَا مِثْلَ اَثَرِ الْوَكْتِ ثُمَّ يَنَامُ النَّوْمَةَ فَتُقْبَضُ فَيَبْقٰى اَثَرُهَا مِثْلَ اَثَرِ الْمَجْلِ كَجَمْرٍ دَحْرَجْتَهٗ عَلٰى رِجْلِكَ فَنَفِطَ فَتَرَاهُ مُنْتَبِرًا وَلَيْسَ فِيْهِ شَيْءٌ وَيُصْبِحُ النَّاسُ يَتَبَايَعُوْنَ وَلَا يَكَادُ اَحَدٌ يُؤَدِّي الْاَمَانَةَ فَيُقَالُ اِنَّ فِيْ بَنِيْ فُلَانٍ رَجُلًا اَمِيْنًا وَيُقَالُ لِلرَّجُلِ مَا اَعْقَلَهٗ وَمَا اَظْرَفَهٗ وَمَا اَجْلَدَهٗ وَمَا فِيْ قَلْبِهٖ مِثْقَالُ حَبَّةِ بْنِ خَرْدَلٍ مِنْ اِيْمَانٍ.

عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں، خط کشیدہ الفاظ کی لغوی وصرفی تحقیق کریں؟

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) الفاظ مخطوط کی تحقیق۔

الجواب ..... ❶ **عبارت پر اعراب:** کما مرّ فی السوال آنفا۔

❷ **عبارت کا ترجمہ:** حضرت حذیفہؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم کو دو حدیثیں بیان کیں ان میں سے ایک کو میں نے دیکھ لیا ہے اور دوسری کا انتظار کر رہا ہوں، ہمیں آپ ﷺ نے حدیث بیان کی کہ امانت لوگوں کے دلوں کی جڑ میں اتاری گئی پھر انہوں نے قرآن سے اور سنت سے اسکو جانا پھر اسکے اٹھ جانے کے متعلق آپ ﷺ نے بیان فرمایا کہ آدمی سوئے گا کہ اسکے دل سے امانت اٹھالی جائے گی اس کا نشان اسکے دل میں تل (خال) کی طرح رہ جائے گا پھر جب وہ دوبارہ سوئے گا تو اسکی امانت کا وہ ناقص حصہ بھی نکال دیا جائے گا پس اسکا اثر انگارہ کے اثر کے برابر بچے گا جسے تو اپنے پاؤں پر ڈال دے پس وہ آبلہ ہو جائے وہ پھول جائے اس کو تو ابھرا ہوا دیکھے گا اور اس میں کچھ بھی نہ ہوگا پھر لوگ صبح اٹھیں گے تو حسب معمول لوگ بیع وشراء کریں گے اور کوئی بھی شخص ایسا نہیں ہوگا جو امانت ادا کرے۔ کہا جائے گا کہ فلاں قبیلے میں ایک امانت دار آدمی ہے اور کہا جائے گا فلاں آدمی کس قدر عقلمند اور خوشگوار ہے کس قدر چست و چالاک ہے حالانکہ اس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان نہیں ہوگا۔

❸ **الفاظ مخطوط کی لغوی وصرفی تحقیق:** "فَنَفِطَ" ناقص یائی ہے اور "نَفَطَ نَفْطًا" مصدر سے ماضی کا صیغہ ہے بمعنی آبلہ پڑنا۔

"اَلْوَكْتُ" کسی چیز کا باقی ماندہ نشان وصبہ۔ "اَلْمَجْلُ" وَالْمَجْلَةُ یہ مفرد ہے اس کی جمع مِجَالٌ ہے بمعنی آبلہ۔

"مُنْتَبِرًا" باب افتعال سے اسم مفعول کا صیغہ ہے بمعنی پھولا ہوا، ابھرا ہوا۔

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۳۸ھ

السؤال الاول ..... کتب حدیث کی مندرجہ ذیل اقسام کی تعریف کریں اور مثالیں دیں۔ مسند، معجم، غریب، مستدرک، مستخرج، سنن، جامع، مفرد، جزء۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں فقط کتب حدیث کی مذکورہ اقسام کی تعریف ومثال مطلوب ہے۔

الجواب ..... **کتب حدیث کی مذکورہ اقسام کی تعریف ومثال:** مسند: وہ کتاب جس میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ترتیب وار یا ترتیب حروف تہجی یا تقدم وتاخر اسلامی کے لحاظ سے احادیث مذکور ہوں جیسے مسند احمد۔ معجم: وہ کتاب جس میں جمع احادیث میں ترتیب اساتذہ کا لحاظ رکھا گیا ہو جیسے معجم طبرانی۔ غریب: وہ کتاب جس میں ایک محدث کے متفردات جو کسی شخص سے منقول ہیں وہ مذکور ہوں۔ مستدرک: وہ کتاب جس میں دوسری کتاب کی شرط کے موافق اگلی رہی ہوئی احادیث کو پورا کیا جائے جیسے مستدرک حاکم۔ مستخرج: وہ کتاب ہے جس میں دوسری کتاب کی زائد مسند

Maktaba Tul Ishaat.com Scanned with CamScanner

کا اقتران ہو جیسے مستخرج ابوعوانہ۔ سنن: وہ کتاب جس میں احکام کی احادیث ابواب فقہ کی ترتیب کے موافق ہوں جیسے سنن ابی داؤد۔ جامع: وہ کتاب جس میں تفسیر، عقائد، آداب، احکام، مناقب، سیر، فتن، علامات قیامت وغیرہ تمام قسم کی احادیث مذکور ہوں جیسے جامع بخاری و ترمذی۔ مفرد: وہ کتاب جس میں صرف ایک شخص کی تمام مرویات مذکور ہوں۔ جزء: وہ کتاب جس میں صرف ایک منتخب احادیث جمع ہوں جزء القراءۃ، جزء رفع الیدین للبخاری۔

السؤال الثالث ..... اذکری اقسام الجرح والتعدیل وعرفی کل قسم منهما وحکم التعارض بینهما اذکری اسماء المحدثین المتعصبین والمتشددین والمتعنتین فی الجرح.

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال کا خلاصہ چار امور ہیں (۱) جرح وتعدیل کی اقسام مع تعریفات (۲) جرح وتعدیل میں تعارض کی صورتیں وحکم (۳) جرح میں متعصب، متشدد، متعنت محدثین کے نام۔

الجواب ..... ❶ جرح وتعدیل کی اقسام مع تعریفات:۔ جرح وتعدیل کی دو دو اقسام ہیں۔

① جرح وتعدیل مبہم: جس میں کوئی سبب جرح وتعدیل کا راوی میں مذکور نہ ہو۔

② جرح وتعدیل مفسر: جس میں کوئی سبب جرح وتعدیل کا راوی میں مذکور ہو

❷ جرح وتعدیل میں تعارض کی صورتیں وحکم:۔ ایک راوی میں جرح وتعدیل کے تعارض کی بظاہر چار صورتیں ہیں ① جرح مبہم وتعدیل مبہم ② جرح مبہم وتعدیل مفسر ③ جرح مفسر وتعدیل مبہم ④ جرح مفسر وتعدیل مفسر۔

پہلی اور دوسری صورت میں جرح غیر معتبر اور تعدیل معتبر ہے۔ تیسری اور چوتھی صورت میں جرح معتبر اور تعدیل غیر معتبر ہے۔ بشرطیکہ جرح کرنے والا جرح کرنے میں متعصب متشدد یا متعنت نہ ہو۔

جرح مفسر وتعدیل مفسر دونوں بالاتفاق مقبول ہیں۔ البتہ جرح مبہم وتعدیل مبہم کے مقبول ہونے میں اختلاف منقول ہے صحیح قول کے مطابق جرح مبہم بالکل مقبول نہیں اور تعدیل مبہم مقبول ہے۔ البتہ جرح مفسر کی موجودگی میں تعدیل مفسر مقبول نہ ہوگی۔

❸ جرح میں متعصب، متعنت ومتشدد محدثین کے اسماء:۔ جرح میں متعصب محدثین میں سے بعض کے نام یہ ہیں۔ ابن جوزی، عمر بن بدر موصلی، رضی صغانی بغوی، جوزقانی، ابن جیبہ عراقی، مجد الدین لغوی۔

جرح میں متعصب محدثین میں سے بعض کے نام یہ ہیں۔ دارقطنی، خطیب بغدادی۔

جرح میں متشدد محدثین میں سے بعض یہ ہیں۔ ابوحاتم رازی، ابن معین، ابن قطان، یحیی قطان، ابن حزم۔

﴿الورقة الثالثة مشكوة ج:۲ و خير الاصول﴾

﴿السوال الاول﴾ ۱۴۳۹ھ

السؤال الاول ..... عن ابی هريرة قال اقتتلت امراتان من هزيل فرمت احدهما الاخرى بحجر فقتلها وما فی بطنها فقضی رسول الله ﷺ ان دية جنينها غرة عبد او وليدة وقضی بدية المرأة علی عاقلتها وورثها ولدها ومن معهم۔ (ص ۲۸۳ ج ۱) حدیث کا ترجمہ کیجئے۔ غرہ کے مصداق میں علماء کے اقوال مع دلائل تحریر کریں۔ عاقلہ سے کون مراد ہیں مدلل بیان کریں۔ نیز کشیدہ جملہ کی سے قبار تخریج کریں۔

Scanned with CamScanner

﴿خلاصۂ سوال﴾..... اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے: ① حدیث کا ترجمہ ② غرۃ کا مصداق مع الدلائل ③ عاقلہ کی مراد مع الدلائل ④ ورثها ولدها ومن معهم کی تشریح۔

الجواب..... ① حدیث کا ترجمہ:۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ قبیلہ ہذیل کی دو عورتیں آپس میں بھڑ پڑیں، چنانچہ ان میں سے ایک عورت نے دوسری عورت کو پتھر مارا اور اس عورت کو اور اسکے بیٹے کو مار ڈالا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ دیا کہ مقتولہ عورت کے مقتول بچہ کی دیت ایک غرۃ یعنی ایک غلام یا لونڈی ہے اور فیصلہ دیا کہ مقتولہ عورت کی دیت قاتل عورت کے خاندان برادری والوں پر ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکی میراث کا وارث اسکی اولاد کو اور اسکے ساتھ وراثت میں شریک لوگوں کو قرار دیا۔

② غرۃ کا مصداق مع الدلائل:۔ اکثر علماء کا اتفاق ہے کہ غرۃ کا مصداق غلام یا لونڈی ہے۔ البتہ بعض علماء کے نزدیک فرس وبغل بھی غرۃ میں داخل ہے۔ جمہور کی دلیل اس باب کی متعدد احادیث ہیں جن میں غرۃ کی تفسیر عبد او امۃ سے کی گئی ہے۔

باقی شارحین نے اس بات میں اختلاف کیا ہے کہ یہ تفسیر راوی کی طرف سے ہے یا حدیث مرفوع کا حصہ ہے؟ اس میں دونوں قول ہیں لیکن راجح یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ حدیث کا ہی حصہ ہے، اس کا قرینہ یہ ہے کہ مجمع الزوائد میں یہ حدیث تقریباً آٹھ صحابہ سے نقل کی گئی ہے اور سب میں یہی تفسیر راجح ہے۔

بعض علماء کی دلیل حضرت ابوہریرہ کی روایت ہے "قضى رسول الله ﷺ في الجنين بغرة عبد او امة او فرس او بغل"۔ جواب یہ ہے کہ یہ حدیث کثیر اسانید سے مروی ہے مگر کسی میں بھی فرس اور بغل کا ذکر نہیں ہے صرف عیسیٰ بن یونس رحمہ اللہ نے اس کو نقل کیا ہے۔ دراصل یہ حدیث کا حصہ نہیں ہے بلکہ حضرت طاؤس رحمہ اللہ کا قول ہے۔

③ عاقلہ کی مراد مع الدلائل:۔ دیت چونکہ نصرت کی بناء پر ہوتی ہے اور نصرت جس طرح خاندان سے متحقق ہوتی ہے اسی طرح اہل دیوان (کمپنی وفوج) وغیرہ سے بھی ہوتی ہے اسلئے احناف کے نزدیک دیت اہل دیوان یعنی عاقلہ پر ہوگی نہ کہ خاندان پر۔ جبکہ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک اہل دیوان پر دیت واجب نہ ہوگی بلکہ دیت کا وجوب خاندان کے لوگوں پر ہوگا۔

امام شافعی رحمہ اللہ کی دلیل: ① آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں دیت صرف خاندان وقبیلہ پر ہی واجب ہوتی تھی اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا تو یہ حکم منسوخ بھی نہیں ہوسکتا۔ ② دیت ایک صلہ ہے اور صلہ کے حقدار اقارب ہی ہوا کرتے ہیں لہٰذا دیت بھی اقارب پر واجب ہوگی۔

احناف کی دلیل کا حاصل یہ ہے کہ اہل دیوان پر دیت کے واجب ہونے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع ہے اسلئے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جب رجسٹروں کو مدون کیا تو اہل دیوان پر دیت مقرر فرمادی اور آپ رضی اللہ عنہ نے یہ کام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی موجودگی میں کیا جس پر کسی نے کوئی نکیر نہیں فرمائی۔ امام شافعی رحمہ اللہ کا اس کو نسخ کہنا غیر مناسب ہے بلکہ یہ حکم اصلی کا اثبات اور اسکی تقریر ہے، اسلئے کہ دیت کا وجوب اہل نصرت پر ہے اور اہل نصرت کی چند قسمیں ہیں ① قرابت ② حلیف جسے ولاء والموالات کہتے ہیں ③ کبھی نصرت دار عقاد کی وجہ سے ہوتی ہے ④ کبھی نصرت کسی قوم میں رہنے کی وجہ سے ہوتی ہے۔ نصرت کی یہ مختلف انواع ہیں اور حضرت عمر کے زمانہ میں نصرت دیوان کی وجہ سے ہوگئی تو یہ اہل دیوان پر دیت کا وجوب نسخ نہیں ہے بلکہ حکم اصلی کے معنی کا لحاظ ہے۔ (اشرف الہدایہ)

④ ورثها ولدها ومن معهم کی تشریح:۔ جملہ کا مطلب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقتولہ عورت کی دیت قاتلہ عورت کے عاقلہ پر لازم کی مگر جب قاتلہ عورت کی میراث میں اختلاف ہوا تو قاتلہ عورت کی میراث کا حقدار ووارث اسکی اولاد کو اور جو

Maktaba Tul Ishaat.com Scanned with CamScanner

اکے ساتھ دیکر لوگ تھے انکو قرار دیا۔ دوسری حدیث میں وضاحت ہے کہ لاوارث شوہر کو وارث قرار دیا۔

السؤال ۱۱ ..... عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ قَالَ: مَا أَكَلَ النَّبِيُّ ﷺ عَلَى خِوَانٍ وَ لَا فِي سُكُرُّجَةٍ وَ لَا خُبِزَ لَهُ مُرَقَّقٌ قِيلَ لِقَتَادَةَ: عَلَى مَا يَأْكُلُونَ؟ قَالَ: عَلَى السُّفَرِ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ. وَ عَنْ أَنَسٍ قَالَ: مَا أَعْلَمُ النَّبِيَّ ﷺ رَأَى رَغِيفًا مُرَقَّقًا حَتَّى لَحِقَ بِاللّٰهِ، وَ لَا رَأَى شَاةً سَمِيطًا بِعَيْنِهِ قَطُّ.

احادیث پر اعراب لگا کر ترجمہ کیجیے خط کشیدہ کلمات کی لغوی وصرفی تحقیق کیجیے احادیث کی روشنی میں کھانے کے آداب پر جامع نوٹ لکھئے

خلاصۂ سوال ..... اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے: ① احادیث پر اعراب ② احادیث کا ترجمہ ③ خط کشیدہ کلمات کی تحقیق ④ کھانے کے آداب۔

الجواب ..... ① **احادیث پر اعراب:** کما مر فی السوال آنفًا.

② **احادیث کا ترجمہ:** حضرت قتادہؒ حضرت انسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے کبھی خوان (میز) پر کھانا نہیں کھایا اور نہ کبھی طشتری (ڈش وغیرہ) میں کھایا ہے اور نہ کبھی آپ ﷺ کیلئے چپاتی پکائی گئی حضرت قتادہؒ سے پوچھا گیا کہ پھر وہ کس چیز پر کھاتے تھے؟ فرمایا کہ دسترخوان پر۔ حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ میں نہیں جانتا کہ کبھی آپ ﷺ نے پکی ہوئی چپاتی دیکھی ہو حتیٰ کہ آپ ﷺ کی اللہ تعالیٰ سے ملاقات ہوگئی اور نہ کبھی آپ ﷺ نے اپنی آنکھوں سے سالم بھنی ہوئی بکری دیکھی۔

③ **خط کشیدہ کلمات کی تحقیق:** سَمِيطًا: یہ صفت کا صیغہ ہے از مصدر سَمْطًا (ضرب) بمعنی بال صاف کر کے بھوننا۔

خِوَانٌ: مفرد ہے اسکی جمع اَخْوِنَةٌ، خُوَنٌ ہے بمعنی دسترخوان وغیرہ۔ یہاں میز چوکی مراد ہے۔

مُرَقَّقٌ: صیغہ واحد مذکر، بحث اسم مفعول از مصدر تَرْقِيقٌ (تفعیل، مضاعف) پتلا کرنا۔ مجرد رَقْقًا (ضرب) نازک بننا۔

اَلسُّفَرُ: یہ جمع ہے اسکا مفرد سُفْرَةٌ ہے بمعنی دسترخوان وزادِ سفر۔ سُكُرُّجَةٌ: اسم ہے بمعنی چھوٹی پیالی، طشتری وپلیٹ۔

④ **کھانے کے آداب:** آپ ﷺ کھانے سے پہلے ہاتھ دھوتے اور سیدھے ہاتھ سے اپنے سامنے سے کھانا نوش فرماتے۔ آپ ﷺ ٹیک لگا کر کھانا نوش نہ فرماتے بلکہ دوزانو بیٹھتے یا بدن کے نچلے حصے کو زمین پر ٹیک کر دونوں زانو کھڑے کر کے بیٹھتے، یا آگے دوں بیٹھتے۔ آپ ﷺ نے میز و کرسی پر کبھی کھانا نوش نہیں فرمایا بلکہ زمین پر دسترخوان بچھایا جاتا اور آپ کھانا تناول فرماتے۔ آپ ﷺ اکثر تین انگلیوں سے کھانا نوش فرماتے (شہادت کی انگلی، انگوٹھا اور درمیانی انگلی)۔ کھانے کے بعد انگلیاں چاٹ لیتے، پہلے بیچ کی انگلی چاٹتے، اس کے بعد شہادت والی اور پھر انگوٹھا۔ بہت گرم کھانا تناول نہ فرماتے بلکہ ٹھنڈا ہونے کا انتظار کرتے اور گرم کھانے کے متعلق فرماتے کہ اللہ نے ہمکو آگ نہیں کھلائی اور کبھی فرماتے کہ گرم کھانے میں برکت نہیں ہوتی۔ آپ ﷺ کھانے کو سونگھتے نہیں تھے اور سونگھنے کو برا جانتے تھے۔ آپ ﷺ کھانا بیٹھ کر ہی نوش فرماتے مگر میوہ یا پھل وغیرہ کھڑے کھڑے بھی نوش فرمایا کرتے تھے۔ کھانے کی چیز میں پورا ہاتھ انگلیوں کی جڑوں تک نہیں بھرتے تھے۔ آپ ﷺ پکا ہوا گوشت کبھی چھری سے کاٹ کر بھی نوش فرماتے۔ آپ ﷺ ران کے نیچے کا حصہ پسند فرماتے اور اکثر اس کو بعد میں پی جاتے۔ گھر میں گوشت لا کر دیتے تو ہدایت فرماتے کہ اس میں شوربہ رکھنا تاکہ پڑوسیوں کو دیا جاسکے آپ ﷺ کھانا شروع کرتے وقت تین لقموں تک ہر لقمہ پر بسم اللہ پڑھ کر لقمہ لیتے۔ جو شخص بغیر بسم اللہ پڑھے کھانا شروع کرتا آپ ﷺ اس کا ہاتھ پکڑ لیتے اور بسم اللہ پڑھنے کی تاکید فرماتے اور اگر کوئی الٹے ہاتھ سے کھانا کھاتے دکھائی دیتا تو آپ ﷺ اس کے ہاتھ کو ایسا جھٹکتے کہ لقمہ گر جاتا اور پھر فرماتے کہ کھانا سیدھے ہاتھ سے کھاؤ۔ اگر ایک ہی قسم کا کھانا ہوتا تو اپنے سامنے سے تناول فرماتے اور

Scanned with CamScanner

اگر مختلف قسم کا کھانا ہوتا تو بلا تامل دسترخوان کی جانب بھی ہاتھ بڑھا دیتے۔ کھانے کے بعد ہاتھ دھوتے اور ہاتھوں میں جو تری ہوتی اس کو اپنے ہاتھوں، چہرے اور سر مبارک پر مل کر خشک کر لیا کرتے۔ کھانے سے فارغ ہونے کے بعد **الحمدلله الذي اطعمنا و سقانا و جعلنا من المسلمين** پڑھتے اور اگر کسی کے ہاں مدعو ہوتے تو ان الفاظ میں دعا فرماتے **اللهم بارك لهم فيما رزقتهم واغفرلهم وارحمهم**۔

آپ ﷺ پانی چوس کر بغیر آواز کے نوش فرماتے، غٹ غٹ کر کے گھونٹوں کی آواز سے کبھی نہ پیتے، کھڑا پانی پینے کا بہت شوق تھا، ازواج مطہرات میں سے حضرت عائشہؓ سے خصوصی انس تھا اسلئے عادت تھی کہ حضرت عائشہؓ جس برتن سے اور جس رخ سے پانی پیتیں آپ ﷺ اسی جگہ سے پانی نوش فرماتے۔ آپ ﷺ مشک یا ڈول کو بھی منہ لگا کر پانی پیا کرتے تھے۔ آپ ﷺ اپنے احباب کو کوئی مشروب پلاتے تو خود سب سے آخر میں نوش فرماتے۔ آپ ﷺ عام استعمال کا ہوں مثلاً گھروں، مدینوں یا تالابوں سے پانی منگوا کر نوش فرماتے تاکہ عام مسلمانوں کے ہاتھوں کی برکت حاصل فرمائیں۔ آپ ﷺ نے کانچ، مٹی، تانبے اور لکڑی کے برتن میں پانی نوش فرمایا۔ آپ ﷺ پینے کے تین سانس میں اس طرح پانی نوش فرماتے کہ ہر بار برتن منہ سے لگاتے وقت **بسم الله** پڑھتے اور جب برتن منہ سے ہٹاتے تو **الحمدلله** پڑھتے اور آخر میں **الحمدلله** کے ساتھ **والشكر لله** بھی فرماتے۔ (نبوی کامل وجہاں)

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۳۹ھ

السؤال الاول ..... عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: يَخْرُجُ فِي آخِرِ الزَّمَانِ رِجَالٌ يَخْتِلُوْنَ الدُّنْيَا بِالدِّيْنِ يَلْبَسُوْنَ لِلنَّاسِ جُلُوْدَ الضَّأْنِ مِنَ اللِّيْنِ أَلْسِنَتُهُمْ أَحْلَى مِنَ السُّكَّرِ وَقُلُوْبُهُمْ قُلُوْبُ الذِّئَابِ يَقُوْلُ اللّٰهُ: أَبِيْ يَغْتَرُّوْنَ أَمْ عَلَيَّ يَجْتَرِءُوْنَ؟ فَبِيْ حَلَفْتُ لَأَبْعَثَنَّ عَلٰى أُولٰئِكَ مِنْهُمْ فِتْنَةً تَدَعُ الْحَلِيْمَ فِيْهِمْ حَيْرَانًا

حدیث پر اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے، خط کشیدہ کلمات کی لغوی وصرفی تحقیق کیجئے۔ ریاء نمود کی مذمت پر احادیث کی روشنی میں نوٹ لکھئے

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال کا حل چار امور میں ہے ① اعراب ② ترجمہ ③ خط کشیدہ کلمات کی تحقیق ④ "ریاء نمود" کی مذمت پر نوٹ

الجواب ..... ① **حدیث پر اعراب:** کما مرّ فی السوال آنفًا۔

② **حدیث کا ترجمہ:** حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ آخر زمانہ میں ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو دین کے ذریعہ دنیا کے طلبگار ہوں گے لوگوں کیلئے بطور نرمی و تواضع بھیڑ کی کھال کا لباس پہنیں گے انکی زبانیں شکر سے زیادہ میٹھی ہوں گی مگر انکے دل بھیڑیوں کے دلوں کی طرح ہوں گے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ کیا یہ لوگ مجھے ہی دھوکہ دیتے ہیں یا مجھ پر ہی جرأت و دلیری کرتے ہیں؟ مجھے میری ذات کی قسم میں ان پر انہی میں سے ایسا فتنہ مسلط کروں گا جو بڑے بڑے علم و فہیم لوگوں کو حیران و پریشان کر دے گا۔

③ **خط کشیدہ کلمات کی تحقیق:** اَلذِّئَابُ: یہ جمع ہے اس کا مفرد ذِئْبٌ ہے بمعنی بھیڑیا۔

يَخْتِلُوْنَ: صیغہ جمع مذکر غائب فعل مضارع معلوم از مصدر خَتْلًا خَتْلًا (نصر وضرب) بمعنی دھوکہ دینا۔

يَغْتَرُّوْنَ: صیغہ جمع مذکر غائب فعل مضارع معلوم از مصدر اِغْتِرَارًا (افتعال۔ مضاعف) بمعنی دھوکہ دینا۔

يَجْتَرِءُوْنَ: صیغہ جمع مذکر غائب فعل مضارع معلوم از مصدر اِجْتِرَاءً (افتعال۔ مہموز) بمعنی جری و دلیر ہونا۔

اَلْحَلِيْمَ: یہ صفت کا صیغہ ہے اسکی جمع حُلَمَاءُ آتی ہے۔ از مصدر حِلْمًا (کرم) بمعنی بردبار ہونا۔

④ **"ریاء نمود" کی مذمت پر نوٹ:** ریاء نمود کا مطلب یہ ہے کہ آدمی اپنی عبادت و ریاضت اور نیکی کا سکہ لوگوں میں بٹھانے کیلئے اور اپنی قدر و منزلت پیدا کرنے کیلئے کوئی عمل کرے، یہ شرک کی ہی قسم ہے جو انتہائی قبیح و مذموم عمل ہے۔

Maktaba Tul Ishaat.com Scanned with CamScanner

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔ نیز فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں و اموال کو نہیں دیکھتے بلکہ تمہارے اعمال و قلوب کو دیکھتے ہیں، گویا اعمال میں اخلاص کے ذریعہ وزن پیدا ہوتا ہے۔ نیز ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن عالم، مفتی و مجاہد کو لایا جائے گا اور انکا حساب و کتاب ہوگا تو وہ اپنے نیک اعمال پیش کریں گے، حکم ہوگا کہ جہنم میں ڈال دیا جائے اسلئے کہ سب اعمال شہرت و ریاکاری کیلئے تھے۔ نیز ارشاد فرمایا کہ جس نے ریاکاری کیلئے نماز پڑھی یا روزہ رکھا یا صدقہ کیا اس نے شرک کیا، گویا اسکے اعمال ضائع و برباد ہیں، اسکے اعمال کا اسے کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ حدیث قدسی ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں شرک کے معاملہ میں تمام شرکاء سے بے نیاز ہوں، کوئی شخص ایسا عمل کرے جسمیں میرے ساتھ کسی دوسرے کو شریک ٹھہرائے تو میں اس شخص کو اسکے عمل سمیت ٹھکرا دیتا ہوں۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو مخاطب ہیں کہ اے پیغمبر اگر آپنے شرک کیا تو آپکے اعمال ضائع ہو جائیں گے۔

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۳۹ھ

السؤال الاول ..... (۱) صحاح ستہ سے کونسی کتابیں مراد ہیں (۲) صحاح ستہ کے مراتب و مذاہب بیان کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) کتب صحاح ستہ (۲) مراتب صحاح ستہ (۳) اصحاب صحاح ستہ کے مذاہب۔

جواب ..... ❶ کتب صحاح ستہ:۔ صحیح بخاری، صحیح مسلم، جامع ترمذی، سنن نسائی، سنن ابوداؤد، سنن ابن ماجہ۔

❷ مراتب صحاح ستہ:۔ ① بخاری ② مسلم ③ ابوداؤد ④ نسائی ⑤ ترمذی ⑥ ابن ماجہ۔

❸ اصحاب صحاح ستہ کے مذاہب:۔ امام بخاری مجتہد یا شافعی ہیں، امام ابوداؤد حنبلی یا شافعی ہیں، بقیہ چاروں ائمہ امام مسلم، امام نسائی، امام ترمذی، امام ابن ماجہ شافعی ہیں۔

السؤال الثانی ..... خبر واحد کی کتنی تقسیمات ہیں؟ مفتی کے اعتبار سے خبر واحد کی کتنی اور کون سی اقسام ہیں؟ عدد رواۃ کے اعتبار سے خبر واحد کی اقسام لکھیں۔ صیغ کے اعتبار سے خبر واحد کی اقسام بیان کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال میں چار امور مطلوب ہیں (۱) خبر واحد کی تقسیمات کی تعداد (۲) مفتی کے اعتبار سے خبر واحد کی تعداد و شاخ بندی (۳) عدد رواۃ کے اعتبار سے خبر واحد کی اقسام (۴) صیغ کے اعتبار سے خبر واحد کی اقسام۔

جواب ..... خبر واحد کی تقسیمات و اقسام کی تعداد:۔ خبر واحد کی پانچ تقسیمات ہیں۔ ① خبر واحد مفتی کے اعتبار سے تین قسم پر ہے۔ مرفوع، موقوف، مقطوع۔ ② عدد رواۃ کے اعتبار سے تین قسم پر ہے۔ مشہور، عزیز، غریب۔ ③ راویوں کی صفات کے اعتبار سے سولہ قسم پر ہے۔ صحیح لذاتہ، حسن لذاتہ، ضعیف، صحیح لغیرہ، حسن لغیرہ، موضوع، متروک، شاذ، محفوظ، منکر، معروف، معلل، مضطرب، مقلوب، مصحف، مدرج۔ ④ ضبط و عدم ضبط راوی کے اعتبار سے سات قسم پر ہے۔ متصل، مسند، منقطع، معلق، معضل، مرسل، مدلس۔ ⑤ صیغ کے اعتبار سے دو قسم پر ہے۔ معنعن، مسلسل۔

﴿الورقة الثالثة: مشکوۃ: ج ۲ - خیر الاصول﴾

﴿السوال الاول﴾ ۱۴۴۰ھ

السؤال الاول ..... عن ابی سلمة قال سألت عائشة: کم کان صداق النبی ﷺ؟ قالت کان صداقه لازواجه اثنتی عشرة اوقیة و نش، قالت اتدری ما النش؟ قلت لا، قالت نصف اوقیة فتلك خمس مائة درهم ....

عن عمر بن الخطاب قال الا لاتغلوا صدقة النساء فانها لو كانت مكرمة في الدنيا و تقوى عند الله لكان اولاكم بها نبي الله ﷺ، ما علمت رسول الله ﷺ نكح شيئا من نسائه ولا انكح شيئا من بناته على اكثر من اثنتي عشرة اوقية۔ احادیث کا ترجمہ کریں۔ روایات میں ہے کہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا مہر چار سو دینار یا چار ہزار درہم تھا، یہ مقدار مذکورہ روایت کے خلاف ہے، تطبیق دیجئے۔ نیز نش کی مقدار بیان کریں۔ کیا نکاح میں زیادہ مہر مقرر کرنا جائز ہے؟۔

﴿خلاصۂ سوال﴾..... اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے: ① احادیث کا ترجمہ ② مہر کی روایات میں تطبیق ③ نش کی مقدار ④ نکاح میں زیادہ مہر مقرر کرنے کا حکم۔

الجواب..... ① احادیث کا ترجمہ:۔ حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ آپ ﷺ کا (اپنی ازواج کو دیا گیا) مہر کتنا تھا؟ انہوں نے فرمایا کہ آپ ﷺ کا اپنی ازواج کو عطاء کردہ مہر بارہ اوقیہ اور ایک نش تھا، پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا کہ کیا تمہیں نش کی مقدار کا علم ہے؟ میں نے کہا کہ نہیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ ایک نش آدھے اوقیہ کے برابر ہوتا ہے، اور یہ کل مہر پانچ سو درہم ہو گئے۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپؓ نے فرمایا کہ خبردار! عورتوں کے زیادہ مہر مقرر نہ کرو، اسلئے کہ اگر زیادہ مہر دنیا میں عزت اور اللہ کے نزدیک تقوی کا موجب وسبب ہوتا تو یقیناً اللہ کے رسول ﷺ اس کے زیادہ حقدار تھے، اور میں نہیں جانتا کہ آپ ﷺ نے اپنی ازواج واولاد میں سے کسی کا بارہ اوقیہ سے زیادہ پر نکاح کیا ہو۔

② مہر کی روایات میں تطبیق:۔ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا مہر چار سو دینار یا چار ہزار درہم تھا مگر وہ آپ ﷺ نے ادا نہ کیا تھا بلکہ بادشاہ حبشہ نجاشی نے مقرر کیا تھا اور خود ہی ادا بھی کیا تھا۔ لہٰذا آپ ﷺ کی مہر مقرر کرنے وادا کرنے کی روایات میں کوئی تعارض نہیں ہے۔

③ نش کی مقدار:۔ نش کی مقدار نصف اوقیہ ہے اور ایک اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے، اس اعتبار سے نش بیس درہم کا ہوا۔

④ نکاح میں زیادہ مہر مقرر کرنے کا حکم:۔ تمام فقہاء متفق ہیں کہ مہر کی زیادہ سے زیادہ کوئی حد مقرر نہیں ہے، البتہ مستحب یہ ہے کہ مہر میں غلو اور اس قدر زیادتی نہ ہو کہ لوگوں کیلئے ادائیگی مشکل ہو جائے اور وہ نکاح کے قابل ہی نہ رہیں۔ (توضیحات)

السؤال الثاني..... عن عمرو بن شعيب عن ابيه عن جده عبدالله بن عمروؓ ان امراة قالت يا رسول الله! ان ابني هذا كان بطني له وعاء و ثديي له سقاء و حجري له حواء وان اباه طلقني و اراد ان ينزعه مني، فقال رسول الله ﷺ انت احق به مالم تنكحي۔ عن ابي هريرة ان رسول الله ﷺ خير غلاما بين ابيه و امه۔

حدیث کا ترجمہ کریں۔ شوہر و بیوی کی علیحدگی کے بعد بچے کی پرورش کا حق کس کو ہے؟۔ خط کشیدہ کلمات کی لغوی وصرفی تحقیق کریں۔ مذکورہ دونوں روایات میں بظاہر تعارض ہے، تطبیق دیجئے۔

﴿خلاصۂ سوال﴾..... اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے: ① حدیث کا ترجمہ ② علیحدگی کے بعد بچے کی پرورش کا حقدار کون؟ ③ خط کشیدہ کلمات کی لغوی وصرفی تحقیق ④ روایات میں تطبیق۔

الجواب..... ① حدیث کا ترجمہ:۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک عورت نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! میرا یہ بیٹا کہ (ایک مدت تک) میرا پیٹ اس کا برتن رہا اور میری چھاتی اس کا مشکیزہ رہی اور اور میری گود اس کا مسکن رہی، اب اس کے والد نے مجھے طلاق دیدی ہے اور یہ بچہ مجھ سے چھیننا چاہتا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب تک تم کسی دوسرے مرد سے نکاح نہ کرو تم اسکی پرورش کی زیادہ حقدار ہو۔

Maktaba Tul Ishaat.com Scanned with CamScanner

❻ علیحدگی کے بعد بچے کی پرورش کا حقدار کون؟:۔ چھوٹے بچے کی پرورش کا حق سب سے پہلے بچہ کی والدہ کو ہے خواہ اُسے طلاق دیدی گئی ہو یا اگر طلاق کے بعد والدہ پرورش سے انکار کردے تو پھر اُسے مجبور نہیں کیا جائے گا البتہ اگر بچہ کی پرورش کیلئے کوئی بھی نہ ہو تو پھر بچہ کی ماں کو دودھ پلانے کیلئے مجبور کیا جائے گا۔ ماں کی غیر موجودگی میں پرورش کا حق نانی اور پرنانی کو ہوگا۔ ان کی غیر موجودگی میں پرورش کا حق دادی و پردادی کو ہوگا اور ان کی غیر موجودگی میں پرورش کا حق حقیقی بہن کو اور اس کے بعد سوتیلی بہن کو یہ حق حاصل ہوگا ان کے بعد خالہ اور پھر پھوپھی کو یہ حق حاصل ہوگا۔ اگر والدین میں سے ایک مسلمان اور دوسرا غیر مسلم ہے تو پرورش کا حق مسلمان کو حاصل ہوگا۔ (توضیحات ج ۵ ص ۳۰۲)

❼ خط کشیدہ کلمات کی لغوی وصرفی تحقیق:۔ وعاء: یہ مفرد ہے اسکی جمع أَوْعِيَةٌ ہے بمعنی برتن۔ مصدر وَعْيًا (ضرب۔ الیف) بمعنی جمع کرنا۔ سِقَاءٌ: یہ مفرد ہے اسکی جمع أَسْقِيَةٌ، أَسْقِيَاتٌ، أَسْقٍ ہے بمعنی مشکیزہ۔ مصدر سَقْيًا (ضرب۔ ناقص) بمعنی پلانا۔

حِجْرِي: یہ اسم ہے بمعنی گود ۔ مصدر اِحْتِجَارًا (افتعال) بمعنی گود میں لینا، پناہ لینا۔

حولہ: یہ مفرد ہے اسکی جمع أَحْوِيَةٌ ہے بمعنی گرد، گھیرا، قریب قریب گھروں کا مجموعہ۔

احق: صیغہ واحد مذکر بحث اسم تفضیل از مصدر حَقًّا (ضرب۔ مضاعف) بمعنی لائق ولازم ہونا۔

❽ روایات میں تطبیق:۔ بظاہر دونوں روایات میں تعارض ہے کہ پہلی روایت میں پرورش کا حقدار والدہ کو قرار دیا گیا ہے اور دوسری روایت میں لڑکے کو اختیار دیا گیا ہے۔

تطبیق وجواب کا حاصل یہ ہے کہ اصل قانون وضابطہ تو وہی ہے جو پہلی روایت میں بیان کیا گیا ہے۔ باقی دوسری روایت میں بچہ کو کیوں اختیار دیا گیا؟ ① وہ بالغ یا مراہق یعنی قریب البلوغ تھا اور ایسے بچہ کو اختیار دینے میں کسی کا بھی اختلاف نہیں ہے کیونکہ بالغ خود مختار ہے۔ ② یہاں مجبوری کے تحت بچہ کو اختیار دیا گیا کیونکہ بچہ کا والد کافر تھا اور آپ ﷺ یہ چاہتے تھے کہ بچہ والدہ کی پرورش میں چلا جائے مگر از خود اسلئے فیصلہ نہیں دیا کہ لوگ یہ اعتراض نہ کریں کہ مسلمان کی طرف داری کی گئی ہے، لہٰذا آپ ﷺ نے بچہ کو اختیار دیا اور دعا فرمائی اللهم اهده (اے اللہ! اسکی راہنمائی فرما) چنانچہ بچہ نے والدہ کو اختیار کیا۔ (توضیحات)

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۴۰ھ

السؤال الاول — عن ابی بکر بن محمد بن عمرو بن حزم عن ابیه عن جده ان رسول الله ﷺ کتب الی اهل الیمن، وکان فی کتابه ان من اعتبط مؤمنا قتلا فانه قود یده الا ان یرضی اولیاء المقتول، و فیه: فی النفس الدیة مائة من الابل و علی اهل الذهب الف دینار وفی الانف اذا اوعب جدعه الدیة مائة من الابل و فی الاسنان و فی الشفتین الدیة و فی البیضتین الدیة و فی الذکر الدیة و فی الصلب الدیة و فی العینین الدیة وفی الرجل الواحدة نصف الدیة و فی المأمومة ثلث الدیة و فی الجائفة ثلث الدیة و فی المنقلة خمس عشرة من الابل و فی کل اصبع من اصابع الید و الرجل عشر من الابل و فی السن خمس من الابل.

حدیث کا ترجمہ کریں۔ دیت کی لغوی واصطلاحی تعریف کریں۔ دیت کن کن چیزوں سے واجب ہے ہر نوع کی مقدار بیان کریں

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے: ① حدیث کا ترجمہ ② دیت کی لغوی واصطلاحی

تعریف ۴ دیت والی اشیاء اور ان کی مقدار۔

جواب ..... ❶ **حدیث کا ترجمہ:۔** حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اہل یمن کو خط لکھا اور اس خط میں لکھا تھا کہ جو شخص قصداً کسی مسلمان کو ناحق قتل کردے تو اس کے ہاتھوں کے قصاص کا قصاص ہے مگر یہ کہ مقتول کے ورثاء راضی ہو جائیں، اور اس خط میں یہ بھی لکھا تھا کہ جان کی دیت خون بہا سو اونٹ ہیں اور سونے والے پر ہزار دینار ہیں، اور ناک کی دیت جبکہ وہ مکمل کاٹی گئی ہو سو اونٹ ہیں، اور مکمل دانتوں میں پوری دیت ہے اور ہونٹوں میں پوری دیت ہے اور خصیتین میں پوری دیت ہے اور ذکر کی حشفہ میں پوری دیت ہے اور پیٹھ کی ہڈی توڑ دینے میں پوری دیت ہے اور دونوں آنکھیں پھوڑنے میں پوری دیت ہے اور ایک پاؤں کاٹنے پر نصف دیت ہے اور سر کی جلد زخمی کرنے پر تہائی دیت ہے اور پیٹ میں زخم پہنچانے پر تہائی دیت ہے اور ایسا زخم جس میں ہڈی سرک گئی ہو پندرہ اونٹ ہیں اور ہاتھ و پاؤں میں سے ہر انگلی پر دس اونٹ ہیں اور ہر دانت پر پانچ اونٹ ہیں۔

❷ **دیت کی لغوی و اصطلاحی تعریف:۔** دیت کا لغوی معنی مالی معاوضہ کی ادائیگی کرنا ہے اور اصطلاح میں دیت وہ مالی معاوضہ ہے جو کسی جان یا عضو کو ختم کرنے کے بدلہ میں دیا جائے۔

❸ **دیت والی اشیاء اور ان کی مقدار:۔** ① اونٹ: اکی مقدار سو (۱۰۰) ہے۔ ② دینار: ان کی مقدار ایک ہزار (۱۰۰۰) ہے۔ ③ اور ہم: ان کی مقدار احناف کے نزدیک دس ہزار اور شوافع کے نزدیک بارہ ہزار ہے۔

السؤال الثالث ..... عن العرباض بن سارية أن رسول الله ﷺ نهى يوم خيبر عن كل ذي ناب من السباع و عن كل ذي مخلب من الطير و عن لحوم الحمر الاهلية و عن المجثمة و عن الخليسة و ان توطأ الحبالى حتى يضعن ما في بطونهن. و عن ابن عباس و ابي هريرة ان رسول الله ﷺ نهى عن شريطة الشيطان.

مذکورہ روایات میں جن چیزوں سے منع کیا گیا ہے ان کی وضاحت کریں۔ "من قتل وزغا في اول ضربة كتب له مائة حسنة" میں وزغا سے کیا مراد ہے اور اس کے قتل پر ثواب کیوں ہے؟۔ قال رسول الله ﷺ: ما سالمناهم منذ حاربناهم، و من ترك شيئا منهم خيفة فليس منا کا مطلب واضح کریں اور هم ضمیر کا مرجع متعین کریں اگر ضمیر کا مرجع محبات (صاحب) ہو تو یہ غیر ذوی العقول کی جمع ہے اس کیلئے جمع مذکر کی ضمیر لانے کی وجہ بیان کریں۔

﴿خلاصہ سوال﴾ ..... اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے: ① مجموعہ چیزوں کی وضاحت ② وزغا کی مراد اور قتل پر ثواب کی وجہ ③ ارشاد نبوی ﷺ کا مطلب ④ هم ضمیر کا مرجع اور جمع مذکر کی ضمیر لانے کی وجہ۔

جواب ..... ❶ **مجموعہ چیزوں کی وضاحت:۔** ذي ناب من السباع و ذي مخلب من الطير: ذی ناب (کچلی والے یعنی جن کے پہاڑی دانتوں کے پاس لمبے لمبے نوکدار دانت ہوں) درندے اور ذی مخلب (پنجے والے) پرندے حرام ہیں رسول اللہ ﷺ نے ہر کچلی والے درندے اور ہر پنجے والے پرندے کے کھانے سے منع فرمایا ہے، درندوں میں ذی ناب اور کچلی والے جیسے شیر، بھیڑیا، چیتا، لومڑی، جنگلی بلی، نیولا، سنجاب (یہ چوہے سے ذرا بڑا ہوتا ہے) بندر، ہاتھی یہ سب بالاتفاق حرام ہیں سوائے بجو کے اس میں امام شافعی کا اختلاف ہے، پرندوں میں ذی مخلب جیسے باز، شکرہ، شاہین، چیل، عقاب، کوا، گدھ، وغیرہ ناپاک یہ بھی سب حرام ہیں۔

حمر الاهلية: جمہور اہل علم کے نزدیک گھریلو گدھا حرام ہے اور اس کا گوشت کھانا جائز نہیں، علامہ ابن عبدالبر نے گدھے کی حرمت پر اجماع کا دعوی کیا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور امام مالک رحمہ اللہ سے اباحت کا قول منقول ہے (انعام المعبود)

Maktaba Tul Ishaat.com Scanned with CamScanner

المجثمة: وہ زندہ جانور جسے باندھ کر نشانہ بنایا جائے، اس کا گوشت کھانا ممنوع ہے کیونکہ یہاں ذبح اختیاری ممکن ہے، لہٰذا ذبح اضطراری جائز نہیں ہے۔ **الخلیسة:** وہ حلال جانور جسے کسی درندے نے شکار کیا اور کسی انسان نے اُسے پھر اپایا مگر وہ جانور مر چکا تھا تو اسکے مردار ہونے کی وجہ سے اُسے کھانا حرام ہے۔ **ولن توطأ الحبالی الخ:** اس سے جہاد میں ہاتھ آنے والی حاملہ عورت مراد ہے اگر وہ حاملہ ہے تو استبراء رحم کیلئے وضع حمل تک اس سے مباشرت جائز نہیں ہے، اگر وہ غیر حاملہ ہو تو پھر حیض آنے کا انتظار کیا جائے گا۔ (توضیحات)

❷ **وزغا کی مراد اور قتل پر ثواب کی وجہ:۔** اس سے مراد چھپکلی ہے جو انتہائی زہریلا حیوان ہے، یہ طبعی طور پر انتہائی شرارتی و ایذا رساں جانور ہے، اس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر نمرود کی طرف سے لگائی گئی آگ میں پھونک مار کر انسان سے اپنی عداوت و دشمنی کا اظہار کیا۔ انسان سے اسکی اسی عداوت کی وجہ سے اسکے مارنے پر ثواب کا اعلان کیا گیا ہے۔ (ایضا)

❸ **ارشاد نبوی ﷺ کا مطلب:۔** آپ ﷺ کے اس ارشاد کا حاصل یہ ہے کہ طبعی طور پر انسان و سانپ ایک دوسرے کے دشمن ہیں، دونوں ایک دوسرے کے متعلق یہی خیال کرتے ہیں کہ اگر اُسے موقع مل گیا تو وہ فوراً مجھے مار ڈالے گا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب سے ہم نے سانپوں سے لڑائی شروع کی ہے اس وقت سے اب تک ہم نے ان سے مصالحت و صلح نہیں کی ہے۔ لہٰذا جو شخص ان سانپوں کے خوف و بدلہ کی وجہ سے ان کو نہ مارے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ (ایضا)

❹ **لھم ضمیر کا مرجع اور جمع مذکر کی ضمیر لانے کی وجہ:۔** لھم ضمیر کا مرجع حیات ہی ہے مگر غیر ذوی العقول ہونے کے باوجود صلح کی اضافت کی وجہ سے جمع مذکر کی ضمیر لائی گئی ہے کیونکہ یہ عقلاء کے افعال میں سے ہے۔ (حاشیہ)

السوال الثالث ۱۴۴۰ھ

السؤال الاول ..... علم اصول حدیث کی تعریف، موضوع اور غرض وغایت بیان کریں۔ حدیث کی تعریف اور اس کی اقسام بیان کریں۔ راویوں کی تعداد کے اعتبار سے خبر واحد کی کتنی اقسام ہیں؟ وضاحت کریں۔ حدثنی اور أخبرني میں فرق واضح کریں۔

خلاصۂ سوال ..... اس سوال میں چار امور حل طلب ہیں (۱) علم اصول حدیث کی تعریف، موضوع، غرض وغایت (۲) حدیث کی تعریف واقسام (۳) راویوں کی تعداد کے اعتبار سے خبر واحد کی اقسام مع تعریفات (۴) حدثنی اور أخبرني میں فرق۔

جواب ..... ❶ **علم اصول حدیث کی تعریف، موضوع، غرض وغایت:۔** علم اصول حدیث: وہ علم ہے جس کے ذریعہ حدیث کے احوال معلوم کئے جائیں۔ موضوع: علم اصول حدیث کا موضوع حدیث ہے۔ غرض وغایت: علم اصول حدیث کی غرض وغایت یہ ہے کہ حدیث کے احوال معلوم کر کے مقبول پر عمل کیا جائے اور غیر مقبول سے بچا جائے۔

❷ **حدیث کی تعریف واقسام:۔** رسول اللہ ﷺ، صحابہ کرامؓ اور تابعین کے قول، فعل و تقریر کو حدیث کہتے ہیں۔ اور حدیث کی دو قسمیں ہیں، خبر واحد، خبر متواتر۔ خبر متواتر: وہ حدیث ہے جس کو نقل کرنے والے ہر زمانہ میں اس قدر کثیر ہوں کہ عقل سلیم ان سب کے جھوٹ پر اتفاق کر لینے کو محال قرار دے۔ خبر واحد: وہ حدیث ہے جس کو نقل کرنے والے اس قدر کثیر نہ ہوں۔

❸ **راویوں کی تعداد کے اعتبار سے خبر واحد کی اقسام:۔** راویوں کی تعداد کے اعتبار سے خبر واحد کی تین اقسام ہیں۔

خبر مشہور: وہ حدیث ہے جسکے راوی ہر زمانہ میں تین یا تین سے زائد ہوں۔ کسی بھی زمانہ میں تین سے کم نہ ہوں۔

خبر عزیز: وہ حدیث ہے جس کے راوی کسی بھی زمانہ میں دو سے کم کہیں نہ ہوں دو یا دو سے زائد ہی ہوں۔

Scanned with CamScanner

خبر غریب: وہ حدیث ہے جس کا راوی کہیں نہ کہیں کسی زمانہ میں ایک ہو۔

❷ حدثنی اور اخبرنی میں فرق:۔ متقدمین کے نزدیک ان میں کوئی فرق نہیں ہے اور متاخرین کے نزدیک اگر استاد پڑھے اور شاگرد سنے تو حدثنی کہا جاتا ہے اور اگر شاگرد پڑھے اور استاد سنے تو اخبرنی کہا جاتا ہے۔

السؤال الثانی ..... راویوں کی صفات کے اعتبار سے خبر واحد کی اقسام مع تعریف ذکر کریں اور انمیں سے متقابلین کی تعیین کریں۔

﴿خلاصہ سوال﴾ ..... اس سوال کا حل دو امور میں (۱) راویوں کی صفات کے اعتبار سے خبر واحد کی اقسام (۲) متقابلین کی تعیین۔

الجواب ..... ❶ راویوں کی صفات کے اعتبار سے خبر واحد کی اقسام:۔ خبر واحد اپنے راویوں کی صفات کے اعتبار سے سولہ قسم پر ہے ① صحیح لذاتہ ② حسن لذاتہ ③ ضعیف ④ صحیح لغیرہ ⑤ حسن لغیرہ ⑥ موضوع ⑦ متروک ⑧ شاذ ⑨ محفوظ ⑩ منکر ⑪ معروف ⑫ معلل ⑬ مضطرب ⑭ مقلوب ⑮ مصحف ⑯ مدرج۔

صحیح لذاتہ: وہ حدیث ہے جس کے کل راوی عادل کامل الضبط ہوں اور اسکی سند متصل ہو، معلل وشاذ ہونے سے محفوظ ہو۔

حسن لذاتہ: وہ حدیث ہے جسکے راوی میں صرف ضبط ناقص ہو باقی سب شرائط صحیح لذاتہ کی اس میں موجود ہوں۔

ضعیف: وہ حدیث ہے جس کے راوی میں حدیث صحیح وحسن کی شرائط نہ پائی جائیں۔

صحیح لغیرہ: اس حدیث حسن لذاتہ کو کہا جاتا ہے کہ جس کی سندیں متعدد ہوں۔

حسن لغیرہ: اس حدیث ضعیف کو کہا جاتا ہے جس کی سندیں متعدد ہوں۔

موضوع: وہ حدیث ہے جس کے راوی پر حدیث نبوی لفظ میں جھوٹ بولنے کا طعن موجود ہو۔

متروک: وہ حدیث ہے جس کا راوی متہم بالکذب ہو یا وہ روایت قواعد معلومہ فی الدین کے خلاف ہو۔

شاذ: وہ حدیث ہے جس کا راوی خود ثقہ ہو مگر ایک ایسی جماعت کثیرہ کی مخالفت کرتا ہو جو اس سے زیادہ ثقہ ہیں۔

محفوظ: وہ حدیث ہے جو شاذ کے مقابل ہو یعنی اسکو ایسی جماعت نے نقل کیا ہو جن کی مخالفت ان سے کم درجہ کے ثقہ راوی نے کی ہو۔

منکر: وہ حدیث ہے جس کا راوی باوجود ضعیف ہونے کے جماعت ثقات کے مخالف روایت کرے۔

معروف: وہ حدیث ہے جو منکر کے مقابل ہو یعنی اسکو ایسی جماعت نے نقل کیا ہو جن کی مخالفت کسی ضعیف راوی نے کی ہو۔

معلل: وہ حدیث جس میں کوئی ایسی علت خفیہ ہو جو صحت حدیث میں نقصان دیتی ہے اس کو معلوم کرنا ماہرفن کا کام ہے۔

مضطرب: وہ حدیث ہے جس کی سند یا متن میں ایسا اختلاف واقع ہو کہ اس میں ترجیح یا تطبیق نہ ہو سکے۔

مقلوب: وہ حدیث ہے جس میں بھول سے متن یا سند کے اندر تقدیم وتاخیر واقع ہو گئی ہو یعنی لفظ مقدم کو مؤخر اور مؤخر کو مقدم کیا گیا ہو، یا بھول کر ایک راوی کی جگہ دوسرا راوی رکھا گیا ہو۔ مدرج: وہ حدیث ہے جس میں کسی جگہ راوی اپنا کلام درج کردے۔

مصحف: وہ حدیث ہے جسمیں باوجود صورت خطی باقی رہنے کے نقطوں، حرکتوں وسکونوں کے تغیر کی وجہ سے لفظ میں غلطی واقع ہو جائے۔

❷ متقابلین کی تعیین:۔ مذکورہ اصطلاحات میں سے محفوظ وشاذ اور منکر ومعروف آپس میں ایک دوسرے کے متقابل ہیں۔

﴿جزی اللہ عنا سیدنا و مولنا محمدا ما ھو اھلہ﴾

Maktaba Tul Ishaat.com Scanned with CamScanner



Scanned with CamScanner

﴿الورقة الرابعة: فی الفقه (هدایه اوّل)﴾

﴿السوال الاول﴾ ۱۴۲۰ھ

السوال الاول ..... المعانی الناقضة للوضوء ..... والغلبة علی العقل بالاغماء والجنون والقهقهة فی الصلوٰة ذات رکوع وسجود.

بے ہوشی دجنون سے وضو کیوں ٹوٹتا ہے۔ ضحک، تبسم وقہقہہ میں کیا فرق ہے۔ قہقہہ سے وضو ٹوٹنے کا حکم دلائل کے ساتھ تحریر کریں؟ نماز جنازہ میں قہقہہ سے وضو ٹوٹنے کی وجہ کیا ہے؟ نماز میں قہقہہ لگائے بغیر صرف ہنسنے کا کیا حکم ہے؟

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال کا خلاصہ پانچ امور ہیں (۱) بے ہوشی دجنون سے وضو ٹوٹنے کی وجہ (۲) ضحک، تبسم وقہقہہ میں فرق (۳) قہقہہ سے وضو ٹوٹنے کا حکم مع الدلائل (۴) نماز جنازہ میں قہقہہ سے وضو ٹوٹنے کی وجہ (۵) نماز میں صرف ہنسنے کا حکم۔

جواب ..... ❶ **بے ہوشی وجنون سے وضو ٹوٹنے کی وجہ:۔** بے ہوشی سے عقل عارضی طور پر مغلوب ہوتی ہے اور جنون عقل سے عقل سلب ہو جاتی ہے۔ جس کی وجہ سے اعضاء وجوڑ بالکل ڈھیلے پڑ جاتے ہیں۔ اس وجہ سے یہ ناقض وضو ہیں اور کروٹ پر لیٹ کر سونا بھی اسی وجہ سے ناقض وضو ہے۔

❷ **ضحک، تبسم وقہقہہ میں فرق:۔** قہقہہ: وہ ہنسی جو آدمی کو خود بھی سنائی دے اور ساتھ والے کو بھی سنائی دے خواہ دانت ظاہر ہوں یا نہ ہوں یہ مفسد صلوٰۃ بھی ہے اور ناقض وضو بھی ہے۔

ضحک: وہ ہنسی ہے جو خود آدمی کو سنائی دے ساتھ والے کو سنائی نہ دے یہ مفسد صلوٰۃ ہے مگر ناقض وضو نہیں ہے۔

تبسم: جو کسی کو بھی سنائی نہ دے محض چہرہ دیکھنے سے ہی معلوم ہو یہ مفسد صلوٰۃ بھی نہیں ہے اور ناقض وضو بھی نہیں ہے۔

❸ **قہقہہ سے وضو ٹوٹنے کا حکم مع الدلائل:۔** رکوع وسجود والی نماز میں قہقہہ مار کر ہنسنا ناقض وضو ہے یا نہیں؟ تو اس بارے میں ہمارا مذہب یہ ہے کہ قہقہہ سے نماز فاسد ہو جاتی ہے اور وضو ٹوٹ جاتا ہے جبکہ ائمہ ثلثہ کے نزدیک قہقہہ ناقض وضو نہیں ہے اور قیاس بھی یہی ہے کہ ناقض وضو نہ ہو۔

ائمہ ثلثہ کی دلیل یہ ہے کہ قہقہہ میں خروج نجاست نہیں پایا گیا۔ حالانکہ خروج نجاست ہی ناقض وضو ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قہقہہ نماز جنازہ، سجدۂ تلاوت اور خارج نماز میں ناقض وضو نہیں ہے۔

ہماری دلیل حدیث مشہور ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ نماز پڑھا رہے تھے کہ ایک کنور دیہاتی والا اعرابی آیا اور گر پڑا جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نماز میں شریک تھے وہ ہنس پڑے تو آپ ﷺ نے نماز سے فراغت کے بعد ارشاد فرمایا "الا من ضحك منكم قهقهة فليعد الوضوء والصلوٰة" یعنی تم میں سے جو شخص قہقہہ لگا کر ہنسا وہ اپنی نماز اور وضو کا اعادہ کرے اور حدیث مشہور کی وجہ سے قیاس کو چھوڑ دیا جاتا ہے۔ چونکہ یہ حدیث خلاف قیاس ہے اور صلوٰۃ کاملہ یعنی رکوع وسجود والی نماز کے بارے میں وارد ہوئی ہے اس لیے اسی پر اکتفاء کیا جائے گا۔ یہ حکم صلوٰۃ کاملہ سے متجاوز ہو کر نماز جنازہ، سجدۂ تلاوت اور خارج صلوٰۃ ہونے کی صورت میں جاری نہ ہوگا۔ کیونکہ خلاف قیاس حکم اپنے مورد سے متجاوز نہیں ہوتا۔

(نوٹ) قہقہہ سے وضو ٹوٹ جاتا ہے اور قہقہہ کے ناقض وضو ہونے کی دو شرطیں ہیں۔ ① وہ نماز میں ہو ② وہ رکوع سجود والی نماز

Maktaba Tul Ishaat.com Scanned with CamScanner

ہو لہٰذا اگر کسی نے خارج صلوٰۃ ہونے کی صورت میں قہقہہ لگایا، یا نماز جنازہ اور سجدہ تلاوت وغیرہ میں قہقہہ لگایا تو یہ ناقض وضو نہیں ہے۔

❷ نماز جنازہ میں قہقہہ سے وضو نہ ٹوٹنے کی وجہ:۔ قہقہہ کی وجہ سے وضو کا نہ ٹوٹنا خلاف قیاس ہے۔ قہقہہ میں آپ ﷺ کے فرمان کی وجہ سے وضو ٹوٹ جاتا ہے اور یہ فرمان نماز کامل کے بارے میں جاری ہوا تھا۔ لہٰذا یہ خلاف قیاس ہونے کی وجہ سے اپنے مورد پر منحصر رہے گا۔ نماز جنازہ کی صورت میں وضو نہیں ٹوٹے گا۔

❸ نماز میں صرف سننے کا حکم:۔ اگر نمازی آدمی نماز میں بلا آواز و بلا قہقہہ ہنسا تو اس سے نماز فاسد ہو جائے گی۔ البتہ اس کا وضو برقرار رہے گا۔

السؤال الثالث ..... ویجلس بین الاذان والاقامة الا فی المغرب.

عبارت بالا کی تشریح بطرز شارح کریں۔ نیز مسئلہ مذکورہ میں امام ابوحنیفہؒ و صاحبینؒ کے اختلاف کی وضاحت کرنے کے بعد بتلائیں کہ ایک یا کئی نمازیں اگر فوت ہو جائیں تو ان کی قضا کرتے وقت اذان و اقامت کا کیا حکم ہے؟

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال کا حاصل تین امور ہیں (۱) عبارت کی تشریح (۲) اختلاف ائمہ کی وضاحت (۳) قضاء نمازوں میں اذان و اقامت کا حکم۔

الجواب ..... ❶ عبارت کی تشریح:۔ اس بات پر تمام علماء کا اتفاق ہے کہ اذان و اقامت کے درمیان وصل مکروہ ہے۔ کیونکہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا کہ "اجعل بین اذانك واقامتك قدر ما یفرغ الآکل من اکله" یعنی اے بلال! اپنی اذان و اقامت کے درمیان اس قدر فصل کر کہ کھانے والا اپنے کھانے سے فارغ ہو جائے۔

حاصل یہ کہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مغرب کے علاوہ تمام نمازوں میں اذان و اقامت کے درمیان جلسہ کرے اور صاحبینؒ کے نزدیک دیگر نمازوں کی طرح مغرب میں بھی جلسہ کرے۔

❷ اختلاف ائمہ کی وضاحت:۔ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مغرب کے علاوہ بقیہ تمام نمازوں میں اذان و اقامت کے درمیان جلسہ کرے۔ البتہ مغرب کی نماز کے بارے میں دو روایتیں ہیں ایک یہ کہ مغرب کی اذان و اقامت کے درمیان سکوت کے ساتھ اتنی مقدار فصل کرنا مستحب ہے جس میں چھوٹی تین آیات یا بڑی ایک آیت پڑھ سکے۔

دوسری روایت یہ کہ اس قدر فصل کرے جس میں تین قدم چلنا ممکن ہو۔ صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ مغرب میں بھی جلسہ کرے گا مگر دو خطبوں کے درمیان والے جلسہ کی مثل مختصر جلسہ کرے گا۔

صاحبینؒ کی دلیل یہ ہے کہ یہ بات طے شدہ ہے کہ اذان و اقامت کے درمیان وصل مکروہ اور فصل ضروری ہے مگر سکوت کے ساتھ فصل واقع نہیں ہوتا کیونکہ سکوت تو اذان کے کلمات کے درمیان بھی پایا جاتا ہے۔ اس لیے بیٹھ کر فصل کرے۔ اگرچہ دو خطبوں میں بیٹھنے کی طرح مختصر ہی فصل کرے۔

امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ مغرب میں تاخیر کرنا مکروہ ہے۔ اسی وجہ سے ہم نے کہا کہ غروب کے بعد اور فرض سے پہلے نفل بھی نہ پڑھے۔ پس ادنیٰ فصل یعنی سکتہ پر اکتفاء کرے تاکہ تاخیر سے بھی احتراز ہو جائے اور اذان و اقامت میں فصل بھی ہو جائے۔

صاحبینؒ کی دلیل کا جواب یہ ہے کہ دو خطبوں کے فصل پر اذان و اقامت کو قیاس کرنا صحیح نہیں ہے اس لئے کہ ان دونوں میں فرق ہے بایں طور کہ اذان و اقامت میں آواز، جگہ اور ہیئت تینوں مختلف ہوتے ہیں جبکہ دونوں خطبوں میں آواز، جگہ اور ہیئت تینوں

متحد ہوتے ہیں لہٰذا قیاس کرنا درست نہ ہوا۔

❷ قضاء نمازوں میں اذان واقامت کا حکم:۔ ہمارے نزدیک اگر ایک فوت شدہ نماز کی قضاء ہے تو اس کے لئے اذان وتکبیر دونوں کہے اور دلیل لیلۃ التعریس کا واقعہ ہے اور اگر متعدد نمازیں ہوں تو پہلی نماز کیلئے اذان واقامت کہے اور بقیہ نمازوں میں چاہے تو اذان واقامت دونوں کہے تاکہ قضاء بھی ادا کے طرز پر ہو جائے اور اگر چاہے تو صرف تکبیر کہے کیونکہ اذان کا مقصد اشتہار ہے اور وہ پہلے سے ہے۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اگر ایک نماز ہو تب بھی محض اقامت پر اکتفا کرنا کافی ہے۔ اذان کی حاجت نہیں ہے۔

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۳۰ھ

المتن الاول ..... وتضم قيمة العروض الى الذهب والفضة حتى يتم النصاب. ويضم الذهب الى الفضة ثم تضم بالقيمة عند ابى حنيفة وعندهما بالاجزاء وهو رواية عنه.

مذکورہ بالا عبارت کی واضح تشریح کریں۔ امام ابوحنیفہؒ وصاحبینؒ کے اختلاف کو مثال کے ذریعہ واضح کریں۔ فریقین کے اختلاف کی بنیاد ذکر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال میں تین امور توجہ طلب ہیں (۱) عبارت کی تشریح (۲) اختلاف ائمہ کی وضاحت مع الامثال (۳) فریقین کے اختلاف کی بنیاد۔

جواب ..... ❶ عبارت کی تشریح:۔ اس عبارت میں اولاً سامان تجارت کے متعلق مسئلہ بیان کیا کہ اگر کسی کے پاس سامان تجارت بقدر نصاب نہ ہو البتہ اس کے پاس کچھ سونا یا چاندی ہے تو نصاب کو پورا کرنے کیلئے سامان تجارت کی قیمت کو سونا وچاندی کی طرف ملایا جائے گا مثلاً کسی کے پاس سو درہم چاندی کی مالیت کا سامان ہو اور سو درہم ہوں تو اس پر نصاب مکمل ہونے کی وجہ سے دو سو درہم چاندی کی زکوٰۃ لازم ہوگی یا مثلاً اس کے پاس دس مثقال سونا ہے اور دس مثقال کی مالیت کا سامان تجارت ہے تو دونوں کا مجموعہ نصاب کو پہنچتا ہے لہٰذا اس پر بیس مثقال سونے کی زکوٰۃ واجب ہوگی۔

دوسرا مسئلہ سونا وچاندی کے متعلق بیان کیا کہ اگر کسی شخص کے پاس نہ سونے کا مکمل نصاب ہے اور نہ چاندی کا مکمل نصاب ہے البتہ دونوں کو ملانے سے نصاب مکمل ہو جاتا ہے تو دونوں کو ملا کر مکمل نصاب پر زکوٰۃ لازم کر دی جائے گی۔ البتہ اس بارے میں اختلاف ہے کہ سونا وچاندی کو ایک دوسرے کی طرف اجزاء کے اعتبار سے ملائیں گے یا قیمت کے اعتبار سے۔ امام صاحب فرماتے ہیں کہ قیمت کے اعتبار سے ملائیں گے۔ جبکہ صاحبین کے نزدیک اجزاء کے اعتبار سے ملائیں گے۔

❷ اختلاف ائمہ کی وضاحت مع الامثال:۔ ابھی تشریح کے ضمن میں گزر چکا کہ اگر کسی کے پاس سونا چاندی میں سے کوئی نصاب بھی مکمل نہ ہو تو پھر نصاب کو مکمل کرنے کیلئے ان میں سے ایک کو دوسرے کی طرف ملایا جائے گا تاکہ نصاب مکمل ہو جائے اور زکوٰۃ لازم ہو جائے اور ایک دوسرے کی طرف ملانا امام صاحب کے نزدیک قیمت کے اعتبار سے ہوگا یعنی اگر قیمت دونوں کی بیس مثقال سونے یا دو سو درہم چاندی کو پہنچتی ہے تو امام صاحب کے نزدیک زکوٰۃ لازم ہوگی۔ اگرچہ اجزاء کے اعتبار سے دو بیس مثقال یا دو سو درہم مکمل نہ ہوں جبکہ صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ دونوں کو ملا کر بیس مثقال سونا یا دو سو درہم چاندی بنتی ہو اگرچہ ان کی قیمت دو سو درہم چاندی یا بیس مثقال سونے سے کم ہو۔

ثمرۂ اختلاف اس مثال میں ظاہر ہوگا کہ ایک شخص کے پاس ایک سو درہم چاندی ہے اور پانچ مثقال سونا ہے اور پانچ مثقال

Maktaba Tul Ishaat.com Scanned with CamScanner

سونے کی قیمت سو درہم کو پہنچتی ہے تو اس صورت میں امام صاحب کے نزدیک دوسو درہم کی قیمت مکمل ہونے کی وجہ سے زکوۃ لازم ہوگی جبکہ صاحبین کے نزدیک اجزاء کے اعتبار سے نصاب مکمل نہیں ہے اس وجہ سے زکوۃ لازم نہ ہوگی۔

اور اگر کسی کے پاس ایک سو درہم چاندی ہے اور دس مثقال سونا ہے اور دس مثقال سونے کی قیمت پچاس درہم ہے تو امام صاحب کے نزدیک اجزاء کے اعتبار نصاب مکمل نہیں ہے لہذا زکوۃ لازم نہ ہوگی اور صاحبینؒ کے نزدیک اجزاء کے اعتبار سے دوسو درہم چاندی کا نصاب مکمل ہے۔ اس وجہ سے زکوۃ لازم ہوگی۔

❷ فریقین کے اختلاف کی بنیاد:۔ فریقین کے اختلاف کی بنیاد اجزاء اور مالیت ہے امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ اصل چیز مالیت ہے جب دوسو درہم چاندی یا بیس مثقال سونے کی مالیت مکمل ہوگئی تو زکوۃ لازم ہے

اور صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ اصل چیز اجزاء ہیں تو بیس مثقال سونا یا دوسو درہم چاندی کا ہونا ضروری ہے۔

المتن الثانی ..... مندرجہ ذیل اصطلاحات کی تشریح کریں۔ حج تمتع، رمل، اضطباع، طواف قدوم، دم شکر۔

نیز مندرجہ ذیل عبارت کی وضاحت کریں۔

ولا بأس بان یاکل المحرم لحم صید اصطاده حلال وذبحه اذا لم یدل علیه ولا امره بصیده.

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال کا نچوڑ دو امر ہیں (۱) مذکورہ اصطلاحات کی تعریف (۲) عبارت کی وضاحت۔

جواب ..... ❶ اصطلاحات کی تعریف:۔ حج تمتع: کہ آدمی میقات سے فقط عمرہ کا احرام باندھے۔ افعال عمرہ ادا کرنے کے بعد حلال ہو جائے مگر حرم میں ہی رہے پھر آٹھ ذوالحجہ کو یا اس سے قبل حرم سے ہی حج کا احرام باندھ لے اور افعال حج ادا کرے۔

رمل: اکڑ کر سینہ تان کر دونوں بازو کھول کر مجاہدین کی طرح چلنا۔

اضطباع: چادر کو کندھے کی بجائے دائیں بغل سے نکال کر بائیں کندھے پر ڈالنا۔

طواف قدوم: کہ آدمی جس وقت مکہ میں داخل ہوتا ہے تو سب سے پہلے جو طواف کرتا ہے اسکو طواف قدوم کہتے ہیں۔

دم شکر: قران اور تمتع میں دو عبادتوں (حج وعمرہ) کے جمع ہونے کی وجہ سے جو دم ادا کیا جاتا ہے اس کو دم شکر کہتے ہیں۔

❷ عبارت کی وضاحت:۔ اس عبارت میں اکل صید کے مسئلہ کو ذکر فرمارہے ہیں اگر محرم آدمی نے شکار کی طرف دلالت ورہنمائی بھی نہیں کی اور شکار کرنے کا حکم بھی نہیں دیا بلکہ حلال آدمی نے خود ہی اسے شکار کیا اور خود ہی ذبح کیا تو محرم کیلئے اس شکار کا گوشت کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ بلا کراہت محرم آدمی اس گوشت کو استعمال کرسکتا ہے۔

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۳۰ھ

المتن الاول ..... **ومن طاف الزیارة علی غیر وضوء وطواف الصدر فی آخر ایام التشریق طاهرًا فعلیه دم فان کان طاف طواف الزیارة جنبا فعلیه دمان عندابی حنیفةؒ وقالا علیه دم واحد.**

صورت مسئلہ کو واضح طور پر لکھیں۔ نیز امام ابوحنیفہ وصاحبین کے دلائل ذکر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال میں دو امر توجہ طلب ہیں (۱) صورت مسئلہ کی وضاحت (۲) ائمہ احناف کے دلائل۔

جواب ..... ❶ صورت مسئلہ کی وضاحت:۔ اس عبارت میں دو مسئلوں کا ذکر ہے۔ اول یہ کہ محرم آدمی نے طواف

Scanned with CamScanner

زیارت بے وضو کیا اور پھر ایام تشریق کے آخر میں طواف صدر باوضو کیا تو ائمہ احناف کے نزدیک طواف زیارت بے وضو کرنے کی وجہ سے بالاتفاق اس شخص پر ایک ہی دم واجب ہے۔ دوم مسئلہ یہ کہ محرم آدمی نے طواف زیارت جنبی (بے غسل) کیا اور پھر ایام تشریق کے آخر میں طواف صدر باوضو کیا تو اس صورت میں ائمہ احناف کا اختلاف ہے۔ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس صورت میں دو دم واجب ہوں گے اور صاحبینؒ کے نزدیک اس صورت میں ایک ہی دم واجب ہوگا۔

❶ ائمہ احناف کے دلائل:۔ پہلی صورت میں طواف صدر کو طواف زیارت کی طرف منتقل نہیں کیا جائے گا کیونکہ طواف صدر واجب ہے اور طواف زیارت کا اعادہ حدث اصغر کی وجہ سے غیر واجب بلکہ مستحب ہے۔ اس لئے طواف صدر کو طواف زیارت کی طرف منتقل کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے بلکہ طواف زیارت اپنی جگہ پر رہے گا اور طواف صدر اپنی جگہ پر رہے گا البتہ طواف زیارت بے وضو کرنے کی وجہ سے ایک دم واجب ہو جائیگا۔

دوسری صورت میں جبکہ طواف زیارت بحالت جنابت کیا ہے طواف صدر کو طواف زیارت کی طرف منتقل کیا جائیگا، کیونکہ طواف زیارت مع الجنابت بمنزل عدم کے ہے اس لئے اس کا اعادہ واجب ہے۔ پس جب طواف زیارت مع الجنابت عدم کے مرتبہ میں ہے تو طواف صدر جو آخر ایام تشریق میں کیا گیا ہے اس کو طواف زیارت کی طرف منتقل کر کے یہ کہیں گے کہ یہ طواف زیارت کا اعادہ ہے۔ اب گویا اس شخص نے دو کام کئے ایک تو طواف صدر ترک کر دیا اور دوسرا طواف زیارت کو ایام نحر سے موخر کر دیا، پس ایک دم تو واجب ہوگا طواف صدر کو ترک کرنے کی وجہ سے، اور اس میں سب کا اتفاق ہے اور دوسرا دم واجب ہوگا طواف زیارت کو موخر کرنے کی وجہ سے، لیکن یہ دوسرا دم فقط امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک واجب ہوگا۔ پس امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس شخص پر دو دم واجب ہوں گے ایک دم طواف زیارت کو موخر کرنے کی وجہ سے اور ایک دم طواف صدر کو ترک کرنے کی وجہ سے جبکہ صاحبینؒ کے نزدیک فقط ایک دم واجب ہوگا طواف صدر کو ترک کرنے کی وجہ سے۔

المتن العربی ..... وَالدَّمُ وَالْقَيْحُ إِذَا خَرَجَا مِنَ الْبَدَنِ فَتَجَاوَزَا إِلَى مَوْضِعٍ يَلْحَقُهُ حُكْمُ التَّطْهِيرِ وَالْقَيْءُ مِلْءُ الْفَمِ ..... فَإِنْ قَلَّ بَلْغَمًا فَغَيْرُ نَاقِضٍ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَمُحَمَّدٍ وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ نَاقِضٌ إِذَا قَاءَ مِلْءَ الْفَمِ وَالْخِلَافُ فِي الْمُرْتَقِيِّ مِنَ الْمَجْوَفِ. أَمَّا النَّازِلُ مِنَ الرَّأْسِ فَغَيْرُ نَاقِضٍ بِالْإِتِّفَاقِ.

عبارت پر اعراب لگا کر مطلب بیان کریں۔ خارج من غیر السبیلین کے ناقض وضوء ہونے میں ائمہ کا اختلاف مع الدلائل ذکر کریں، نیز امر تعبدی جو فقہی اصطلاح ہے اس کا معنی بتائیں۔

❷ خلاصۂ سوال:..... اس سوال میں چار امور توجہ طلب ہیں (۱) عبارت کا ترجمہ (۲) عبارت کا مطلب (۳) خارج من غیر السبیلین کے ناقض وضوء ہونے میں ائمہ کا اختلاف مع الدلائل (۴) امر تعبدی کا معنی۔

الجواب ..... ❶ عبارت پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا۔

❷ عبارت کا مطلب:۔ زندہ آدمی کے بدن سے خون یا پیپ نکلے اور ظاہر ہو کر ایسے مقام کی طرف تجاوز کر جائے جس کو غسل یا وضو میں پاک کرنے کا حکم ہے تو وضو ٹوٹ جائیگا یعنی غیر سبیلین سے نجاست کا صرف ظاہر ہونا کافی نہیں ہے بلکہ سیلان (بہنا) شرط ہے لہٰذا اگر خون یا پیپ زخم کے سر پر چڑھ آئے مگر بہے نہیں تو اس سے وضو نہیں ٹوٹے گا۔

اگر کسی شخص نے خالص بلغم کی قئی کی جس میں کھانے وغیرہ کی آمیزش نہیں ہے تو اس کی دو صورتیں ہیں۔ ① دماغ سے وہ قئی

Maktaba Tul Ishaat.com Scanned with CamScanner

اتری ہو ② جوف معدہ سے دو قئی چڑھی ہو، اگر دماغ سے دو قئی اتری ہو تو یہ بالاتفاق ناقض وضو نہیں ہے اور اگر جوف معدہ سے قئی چڑھی ہو تو اس میں حضرات ائمہ کا اختلاف ہے۔

❸ خارج من غیر السبیلین کے ناقض وضو ہونے میں ائمہ کا اختلاف مع الدلائل:۔ حنفیہ کے نزدیک کوئی نجاست جسم کے کسی بھی حصہ سے خارج ہو وہ ناقض وضو ہے خواہ خروج نجاست عادتاً ہو یا بیماری کی وجہ سے امام احمد بن حنبلؒ اور امام اسحٰقؒ کا یہی مسلک ہے۔

اس کے برعکس امام مالک کا مسلک یہ ہے کہ صرف اس نجاست کا خروج ناقض ہوتا ہے جو خود بھی معتاد ہو اور اس کا مخرج بھی معتاد ہو جیسے بول و براز۔ لہٰذا قئی، رعاف اور خون ان کے نزدیک ناقض نہیں کیونکہ انکا مخرج معتاد نہیں اور اگر سبیلین سے بول و براز، منی، مذی، ودی اور ریح کے علاوہ کوئی اور چیز خارج ہو تو وہ بھی ان حضرات کے نزدیک ناقض نہیں کیونکہ مخرج تو معتاد ہے لیکن خارج ہونے والی چیز معتاد نہیں، البتہ دم استحاضہ اگرچہ خارج غیر معتاد ہے لیکن امام مالکؒ کے نزدیک اس سے قیاساً تو وضو ٹوٹنا چاہیے مگر وہ امر تعبدی کے طور پر اس کو ناقض وضو مانتے ہیں۔

امام شافعیؒ کے نزدیک مخرج کا معتاد ہونا تو ضروری ہے لیکن خارج کا معتاد ہونا ضروری نہیں لہٰذا اگر سبیلین سے غیر معتاد یعنی بول و براز کے علاوہ کوئی اور چیز خارج ہو تو وہ ان کے نزدیک ناقض ہے لہٰذا غیر سبیلین سے کسی نجاست کے خروج سے نہ مالکیہ کے نزدیک وضو ٹوٹتا ہے اور نہ ہی امام شافعیؒ کے نزدیک وضو ٹوٹتا ہے جبکہ حنفیہ کے نزدیک جسم کے کسی بھی حصے سے کسی بھی قسم کی نجاست وغیرہ کے نکلنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

احناف کی دلیل یہ حدیث ہے کہ آپ ﷺ نے قئی کرنے کے بعد وضو فرمایا معلوم ہوا کہ غیر سبیلین سے بھی نجاست کا خروج ناقض وضو ہے۔ نیز حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مرفوع حدیث ہے **من اصابه قیئ اور عاف اوقلس اومذی فلینصرف فلیتوضاء**۔ اس میں واضح طور پر قئی اور رعاف کو ناقض وضو قرار دیا ہے۔

امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کی دلیل غزوہ ذات الرقاع میں حضرت عباد بن بشر رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہے کہ انکو تیر لگتے رہے خون جاری رہا مگر پھر بھی انہوں نے نماز جاری رکھی، معلوم ہوا کہ غیر سبیلین سے نجاست کا خروج ناقض وضو نہیں ہے۔

احناف کی طرف سے پہلا جواب یہ ہے کہ یہ صحابی کا انفرادی عمل ہے جو احادیث مرفوعہ کے مقابلہ میں حجت نہیں۔

نیز اس واقعہ سے خون کا پاک ہونا بھی لازم آتا ہے کہ خون کپڑوں پر لگنے کے باوجود نماز جاری رہی، حالانکہ خون کے پاک ہونے کے تم بھی قائل نہیں ہو۔

❹ امر تعبدی کا معنی:۔ امر تعبدی ہر وہ کام جو خلاف قیاس ہو یعنی مدرک بالعقل نہ ہو جیسے وضو میں اعضاء اربعہ کا دھونا، کہ خروج نجاست و ریح شرمگاہ سے ہے مگر اس کی وجہ سے اعضاء اربعہ کو دھونے کا حکم ہے۔

﴿الورقة الرابعة: فی الفقه (هدایه اوّل)﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ۱۴۳۱ھ

الشق الاوّل .....وسور سباع البهائم نجس.....وسور الهرة طاهر مکروه.

سباع بہائم کونسی چیزیں کہلاتی ہیں۔ ان کا سور جب نجس ہے تو سور ہرۃ نجس کیوں نہیں حالانکہ حدیث میں "الهرة سبع" فرمایا

گیا ہے۔ عقلی ونقلی دلائل کے ساتھ مسئلہ مدلل کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال کا خلاصہ دو امر ہیں (۱) سباع بہائم کی مراد (۲) سور سباع بہائم اور سور حمرہ میں فرق مع الدلائل۔

الجواب ..... ❶ سباع بہائم کی مراد:۔ سباع بہائم سے مراد چیر پھاڑ کرنے والے خونخوار درندے ہیں جیسے شیر، چیتا، بھیڑیا، باگھ وغیرہ۔

❷ سور سباع بہائم اور سور حمرہ میں فرق مع الدلائل:۔ عندالاحناف درندوں کا جوٹھا ناپاک ہے۔ جبکہ بلی کا جوٹھا عندالطرفین پاک ہے مگر مکروہ ہے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک بلی کا جوٹھا بلا کراہت پاک ہے۔

جس طرح سور سباع بہائم ناپاک ہے اسی طرح سور حمرہ بھی نجس ہونا چاہیے تھا کیونکہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "الھرۃ سبع" کہ بلی ایک درندہ ہے لہٰذا اس کا جوٹھا بھی دوسرے درندوں کی طرف ناپاک ہونا چاہیے تھا۔ مگر چند دلائل عقلی ونقلی کی وجہ سے ہم نے اس کے پاک ہونے کا حکم لگا دیا۔

پہلی دلیل یہ ہے "ان النبی ﷺ کان یصغی لھا الاناء فتشرب منہ ثم یتوضأ منہ" کہ آپ ﷺ بلی کیلئے برتن کو جھکا دیتے تھے۔ پس وہ اس میں پانی پی لیتی پھر آپ ﷺ اس سے وضو کر لیتے اسی حدیث کی وجہ سے امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ "کیف اکرہ مع ھذا الحدیث" کہ اس حدیث کے ہوتے ہوئے میں کیسے بلی کے جوٹھے کو مکروہ قرار دوں۔

دوسری دلیل یہ حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا ہے "سمعت رسول اللہ یقول الھرۃ لیست بنجسۃ انما ھی من الطوافین والطوافات علیکم فما لکن لا تأکلن" کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ بلی نجس نہیں ہے۔ وہ تمہارے پاس چکر لگاتی رہتی ہے۔ تمہیں کیا ہو گیا تم کیوں نہیں کھاتی۔

تیسری دلیل بھی حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا ہے "قالت کنت اتوضأ انا ورسول اللہ ﷺ فی اناء واحد قد اصابت منہ الھرۃ قبل ذلک" کہ میں اور آپ ﷺ ایک ہی برتن سے وضو کرتے حالانکہ اس سے پہلے بلی اس پانی میں سے استعمال کر چکی ہوتی تھی۔

عقلی دلیل یہ ہے کہ بلی بکثرت گھروں میں آتی جاتی ہے۔ اگر اس کے جوٹھے کو ناپاک قرار دیا جائے تو اس میں حرج عظیم ہے اور تکلیف مالا یطاق ہو گی۔ ان مذکورہ دلائل کی وجہ سے ہم نے کہا کہ بلی کا جوٹھا ناپاک نہیں ہے۔ البتہ حدیث "الھرۃ سبع" کی وجہ سے ہم نے کہا کہ اس میں کراہت باقی ہے۔

السؤال الثامن ..... ویسجد للسھو فی الزیادۃ والنقصان سجدتین بعد السلام ثم یتشھد ثم یسلم.

عبارت مذکورہ کا ترجمہ ومطلب بیان کرنے کے بعد بتائیں کہ سجدۂ سہو کن کن صورتوں میں لازم ہوتا ہے، سجدۂ سہو کے حکم اور وقت میں فقہاء کا اختلاف دلائل کے ساتھ ذکر کریں نیز مقتدی کی غلطی کی صورت میں امام پر سجدۂ سہو لازم ہے یا نہیں؟ واضح کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال میں چھ امور توجہ طلب ہیں (۱) عبارت کا ترجمہ (۲) عبارت کا مطلب (۳) سجدۂ سہو کے لزوم کی صورتیں (۴) سجدۂ سہو کے حکم میں اختلاف (۵) سجدۂ سہو کے وقت میں اختلاف مع الدلائل (۶) مقتدی کی غلطی کی صورت میں امام پر سجدۂ سہو کا حکم۔

الجواب ..... ❶ عبارت کا ترجمہ:۔ سجدے کرے گا (مصلی) سہو کی وجہ سے زیادتی ونقصان کی صورت میں دو سجدے سلام کے بعد پھر تشہد پڑھے، پھر سلام پھیر دے۔

❷ عبارت کا مطلب:۔ اس عبارت میں سجدۂ سہو کے وجوب کے متعلق ذکر کر رہے ہیں کہ اگر نماز میں کوئی فعل کم یا زیادہ کر دیا تو

Maktaba Tul Ishaat.com Scanned with CamScanner

اسکی وجہ سے دو سجدے لازم ہیں اور وہ سجدے سلام پھیرنے کے بعد کریگا، پھر سجدوں کے بعد دوبارہ مکمل تشہد پڑھے گا اور پھر سلام پھیرے گا۔

۴ سجدۂ سہو کے لزوم کی صورتیں:۔ صاحب قدوری فرماتے ہیں کہ سجدۂ سہو ہر اس فعل کو زیادہ کرنے سے لازم ہوگا جو فعل نماز کی جنس سے ہے مگر نماز کا جز نہیں ہے، مثلاً ایک رکوع کی جگہ دو رکوع کرنا، دو سجدوں کی جگہ تین سجدے کرنا ان میں ایک رکوع اور سجدہ جو زائد ہے وہ اگرچہ نماز کی جنس سے ہے مگر نماز کا جز نہیں ہے، نیز سجدۂ سہو اس وقت لازم ہوگا جب سہواً کوئی واجب چھوٹ گیا، جیسے سہواً قعدۂ اولیٰ چھوٹ گیا یا کسی واجب کو ادا کرنے میں تاخیر ہوگئی، جیسے سہواً پانچویں رکعت میں کھڑا ہوگیا تو سلام ہو کر واجب تھا اس میں تاخیر ہوگئی، یا کسی رکن (فرض) کی ادائیگی میں تاخیر ہوگئی مثلاً قعدۂ اولیٰ میں تشہد کے بعد درود شریف شروع کردیا تو تیسری رکعت کا قیام جو فرض تھا اس میں تاخیر ہوگئی، تو ان تمام صورتوں میں سجدۂ سہو لازم ہے۔

۵ سجدۂ سہو کے حکم میں اختلاف:۔ احناف، امام مالکؒ، و امام احمدؒ کے نزدیک سجدۂ سہو واجب ہے اور یہی قول صحیح ہے۔

بعض علماء احناف مثلاً امام ابوالحسن کرخیؒ فرماتے ہیں کہ سجدۂ سہو سنت ہے۔

قول صحیح کی دلیل یہ ہے کہ سجدۂ سہو عبادت کے اندر پیدا ہونے والے نقصان کو پورا کرنے کیلئے واجب ہوا ہے چنانچہ اگر سجدۂ سہو سے نقصان کو پورا نہ کیا جائے تو نماز کا اعادہ واجب ہے تاکہ نقصان پورا ہو جائے۔ پس جب نقصان کو پورا کرنے کیلئے نماز کا اعادہ واجب ہے تو سجدۂ سہو بھی واجب ہوگا۔ تاکہ نقصان پورا ہو جائے۔

۶ سجدۂ سہو کے وقت میں اختلاف مع الدلائل:۔ کسی نمازی پر کسی زیادتی یا نقصان کی وجہ سے سہو واجب کے دو سجدے واجب ہوگئے تو وہ شخص یہ سجدے سلام سے پہلے کرے یا بعد میں، جواز پر تمام ائمہ متفق ہیں کہ جب بھی سجدے کریگا جائز ہے خواہ سلام سے پہلے یا بعد میں۔

البتہ اولیٰ و افضل ہونے میں اختلاف ہے۔ احناف کے نزدیک سلام کے بعد اولیٰ ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک سلام سے پہلے اولیٰ ہے اور امام مالک کے نزدیک اگر سجدۂ سہو کسی نقصان کی وجہ سے واجب ہوا ہے تو سلام سے پہلے اولیٰ ہے اور اگر کسی زیادتی کی وجہ سے لازم ہوا ہے تو سلام کے بعد اولیٰ ہے۔

امام شافعیؒ کی دلیل صحاح ستہ میں حضرت عبداللہ بن مالک رضی اللہ عنہ کی وہ حدیث ہے جس میں ذکر ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ظہر کی نماز پڑھی اور پہلی دو رکعت کے بعد قعدہ کے بغیر کھڑے ہو گئے اور لوگ بھی آپ ﷺ کے ساتھ کھڑے ہو گئے حتیٰ کہ جب نماز ختم ہونے لگی تو لوگ سلام کے انتظار میں تھے کہ آپ ﷺ نے تکبیر کہی اور سلام سے پہلے سجدے میں چلے گئے۔ پس اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سجدۂ سہو سلام سے پہلے ہے۔

احناف کی پہلی دلیل آنحضرت ﷺ کا یہ قول ہے لکل سهو سجدتان بعد السلام۔

دوسری دلیل وہ حدیث ہے جس کے یہ الفاظ ہیں روی انه سجد سجدتي السهو بعد السلام۔

ہماری دوسری دلیل اور امام شافعیؒ کی دلیل فعلی احادیث ہیں جو آپس میں متعارض ہیں اور ہماری پہلی دلیل قولی حدیث ہے یعنی آنحضرت ﷺ کا عمل نہیں بلکہ قول اور فرمان ہے۔ لہٰذا قولی حدیث کی وجہ سے ہمارا مذہب راجح ہے۔

نیز ہمارے مذہب کے راجح ہونے پر دلیل عقلی بھی موجود ہے وہ دلیل عقلی یہ ہے کہ سجدۂ سہو میں تکرار نہیں ہوتا۔ مگر تمہارے مذہب پر عمل کی صورت میں تکرار سجدۂ سہو کا احتمال ہے وہ یہ کہ سلام سے پہلے اس نے سجدۂ سہو کرلیا۔ پھر سلام کے قریب اسے رکعت میں شک ہوگیا کہ تین رکعتیں ہوئی ہیں یا چار؟ تو اسی سوچ میں رہا یہاں تک کہ سلام میں تاخیر ہوگئی اور پھر یاد آیا کہ چار ہوگئی ہیں تو

اس تاخیر کی وجہ سے اگر سجدۂ سہو دوبارہ کرتا ہے تو یہ بالاجماع مفسد نماز شروع ہے اور اگر دوبارہ سجدۂ سہو نہیں کرتا تو نماز میں نقص باقی رہ جاتا ہے۔ لہٰذا سلام کے بعد ہی سجدۂ سہو کریں گے تاکہ ان دونوں خرابیوں میں سے کوئی خرابی نہ پائی جائے۔

❶ مقتدی کی غلطی کی صورت میں امام پر سجدۂ سہو کا حکم:۔ اگر مقتدی سے نماز میں کوئی غلطی یا سہو ہو گیا مثلاً قعدہ اولیٰ میں تشہد نہیں پڑھا تو اس کی وجہ سے نہ مقتدی پر سجدۂ سہو لازم ہے اور نہ امام پر۔ اس لئے کہ صحت اور فساد کے اعتبار سے امام کی نماز مقتدی کی نماز پر مبنی نہیں ہے۔ اس لئے مقتدی کی نماز ناقص ہونے سے امام کی نماز ناقص نہ ہوگی اور جب امام کی نماز ناقص نہ ہوئی تو اس پر سجدہ بھی لازم نہ ہوا اور جب امام پر سجدہ لازم نہ ہوا تو مقتدی پر بھی لازم نہ ہوگا۔

السوال الثانی ۱۴۳۱ھ

السؤال الاول..... وهذا الضرب من الصوم يتأدى بمطلق النية وبنية النفل وبنية واجب آخر.

هذا الضرب سے صوم کی جس قسم کی طرف اشارہ ہے اس کی تعیین کرتے ہوئے متن مذکورہ کا ترجمہ و مطلب بیان کریں۔ نیز نیت صوم کے بارے میں حضرات فقہاء کا جو اختلاف ہے۔ اسے دلائل کے ساتھ مفصل لکھیں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾..... اس سوال کا حاصل چار امور ہیں (۱) هذا الضرب کے مشار الیہ کی تعیین (۲) عبارت کا مطلب (۳) نیت صوم کے وقت میں اختلاف ائمہ مع الدلائل۔

الجواب..... ❶ هذا الضرب کے مشار الیہ کی تعیین:۔ روزہ کی ابتدائی طور پر دو قسمیں ہیں واجب اور نفل پھر واجب کی بھی دو قسمیں ہیں پہلی قسم وہ واجب ہے جو معین زمانہ کے ساتھ متعلق ہے یعنی جس کا زمانہ اور تاریخ وغیرہ متعین ہو جیسے رمضان کے روزوں کی تاریخ متعین ہے اسی طرح متعین تاریخ میں روزہ کی نذر ماننا۔ دوسری قسم وہ واجب ہے جو معین زمانہ کے ساتھ متعلق نہ ہو یعنی جس کا زمانہ اور تاریخ وغیرہ متعین نہ ہو جیسے قضاء رمضان کے روزوں کی تاریخ متعین نہیں ہے اسی طرح مطلق روزہ کی نذر ماننا اور کفارے کے روزے۔ هذا الضرب سے واجب روزہ کی قسم اول یعنی واجب معین کی طرف اشارہ ہے، جو کسی معین زمانہ کے ساتھ متعلق ہو جیسے رمضان کا روزہ اور نذر معین کا روزہ۔

❷ عبارت کا مطلب:۔ اس عبارت میں روزہ کی ایک خاص قسم واجب معین کی نیت کے متعلق بیان کر رہے ہیں کہ روزہ کی یہ قسم مطلق نیت سے بھی ادا ہو جاتی ہے۔ مثلاً کل میں روزہ رکھوں گا اور نفلی روزہ کی نیت سے بھی ادا ہو جاتی ہے۔ مثلاً کل میں نفلی روزہ رکھوں گا اور واجب آخر کی نیت سے بھی ادا ہو جاتی ہے۔ مثلاً کل میں گزشتہ رمضان کا قضاء روزہ رکھوں گا ان تمام صورتوں میں واجب معین کا ہی روزہ ہوگا۔ موجودہ نیت والا روزہ نہ ہوگا۔

(وضاحت) مصنف کی اس عبارت میں معمولی سا مجہول ہے۔ بایں طور کہ مصنف کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ رمضان کا روزہ اور نذر معین کا روزہ مطلق نیت، نفلی روزہ کی نیت اور واجب آخر کی نیت سے ادا ہو جاتے ہیں۔

حالانکہ رمضان کا روزہ تو ان تمام نیتوں سے ادا ہو جاتا ہے جبکہ نذر معین کا روزہ مطلق نیت اور نفلی روزہ کی نیت سے تو ادا ہوتا ہے۔ مگر واجب آخر کی نیت سے ادا نہیں ہوتا بلکہ رات کو واجب آخر کی نیت کرنے سے واجب آخر کا ہی روزہ ادا ہوگا نہ کہ نذر معین کا۔

❸ نیت صوم کے وقت میں اختلاف ائمہ مع الدلائل:۔ واجب کی پہلی قسم جو معین زمانہ کے ساتھ متعلق ہو مثلاً رمضان

Maktaba Tul Ishaat.com Scanned with CamScanner

وغیر معین کا روزہ ہمارے نزدیک آدھی رات کو بھی ہو سکتی ہے اور اگر رات کو نیت نہ کی تو پھر زوال سے پہلے پہلے نیت کرنے سے یہ روزہ صحیح ہو جائیگا جبکہ امام شافعیؒ کے نزدیک رات کو ہی نیت کرنا ضروری ہے صبح ہونے کے بعد نیت کرنا صحیح نہ ہوگا۔

امام شافعیؒ کی پہلی دلیل یہ حدیث ہے "لا صیام لمن لم ینو الصیام من اللیل" کہ جس شخص نے رات سے روزہ کی نیت نہیں کی اسکا روزہ نہیں ہے۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ روزہ کا جزء اول شرط (نیت) کے نہ ہونے کی وجہ سے فاسد ہو گیا اور قاعدہ ہے کہ فاسد پر جو چیز مبنی ہو وہ بھی فاسد ہوتی ہے لہٰذا فاسد روزے پر باقی روزہ کے مبنی ہونے کی وجہ سے پورا روزہ فاسد ہوا جب رات سے عدم نیت کی وجہ سے روزہ فاسد ہو گیا تو رات سے ہی نیت کرنا ضروری اور شرط ہوگا۔

ہماری پہلی دلیل سلمہ بن اکوعؓ کی بخاری و مسلم میں موجود یہ حدیث ہے "انه امر رجلا من اسلم اذن فی الناس ان من اکل فلیصم بقیة یومه ومن لم یکن اکل فلیصم فان الیوم یوم عاشوراء" یعنی رسول اللہ ﷺ نے قبیلہ اسلم کے ایک آدمی کو حکم دیا کہ لوگوں میں اعلان کر دے کہ جس نے کچھ کھا پی لیا ہو وہ بقیہ دن کا روزہ رکھے اور جس نے نہیں کھایا وہ روزہ رکھ لے یعنی روزہ کی نیت کر لے اس لیے کہ یہ عاشوراء کا دن ہے یہ واقعہ اس وقت کا ہے جب عاشوراء کا روزہ فرض تھا اور رمضان کی وجہ سے منسوخ نہ ہوا تھا معلوم ہوا کہ فرض روزہ کی نیت دن میں کرنا بھی جائز ہے۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ رمضان کا دن اور نذر معین کا دن روزہ کیلئے متعین ہے کیونکہ اس دن میں روزہ فرض ہے جب یہ دن روزہ کیلئے متعین ہے تو دن کے اول حصہ میں جو امساک یعنی کھانے پینے اور جماع سے رکنا پایا گیا ہے وہ اس نیت پر موقوف ہوگا جو نیت مؤخر ہے اور دن کے اکثر حصہ کے ساتھ مقترن ہے پس اگر اس نے آئندہ روزہ کی نیت دوپہر سے پہلے کر لی تو کہا جائے گا کہ دن کے اول حصہ کا امساک بھی روزہ ہے اور اگر آئندہ افطار کی نیت کی تو کہا جائے گا کہ دن کے اول حصہ کا امساک بھی صوم نہ تھا پس معلوم ہوا کہ دن کے اول حصہ کا امساک آئندہ کی نیت پر موقوف ہوتا ہے۔

امام شافعیؒ کی پیش کردہ حدیث کا جواب یہ ہے کہ اس میں اصل صوم کی نفی نہیں ہے بلکہ فضیلت اور کمال کی نفی ہے یعنی اگر اس نے رات کو روزہ کی نیت نہ کی تو اس کا روزہ افضل و اکمل نہ ہوگا البتہ نفس صوم ادا ہو جائے گا جیسا کہ "لا دین لمن لا امانة له" میں کمال دین کی نفی ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اس شخص کا روزہ نہیں ہے جس نے دن میں نیت کی ہے مگر یہ نیت نہیں کی کہ میرا یہ روزہ رات یعنی صبح صادق سے ہے بلکہ جس وقت نیت کی ہے اسی وقت سے روزہ کی نیت کی ہے ظاہر ہے کہ یہ روزہ درست نہ ہوگا کیونکہ روزہ تو وہی معتبر ہے جو صبح صادق سے ہو۔

المتن الثانی ..... والزکوة عند ابی حنیفةؒ وابی یوسفؒ فی النصاب دون العفو.

متن مذکورہ میں بیان کردہ مسئلہ کو وضاحت و تفصیل کے ساتھ ذکر کرتے ہوئے ائمہ احناف کا اختلاف دلائل کے ساتھ تحریر کریں اور ثمرۂ اختلاف واضح کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال کا خلاصہ تین امور ہیں (۱) مسئلہ کی وضاحت (۲) اختلاف ائمہ مع الدلائل (۳) ثمرۂ اختلاف۔

جواب ..... ❶ مسئلہ کی وضاحت:۔ مسئلہ کی تشریح سے قبل ایک بات ذہن نشین کر لیں کہ مال کا ایک نصاب ہوتا ہے اور ایک عفو ہوتا ہے۔ مثلاً پانچ اونٹ پر ایک بکری زکوۃ واجب ہے اور نو تک ایک ہی بکری ہے اور پھر دس پر دو بکریاں ہیں تو پانچ اونٹ اور دس اونٹ نصاب ہیں اور درمیان میں چھ سے نو تک عفو ہے۔

تو اب مسئلہ کی تشریح یہ ہے کہ حضرات شیخینؒ کے نزدیک زکوٰۃ کا تعلق صرف نصاب کے ساتھ ہے عفو کے ساتھ نہیں ہے اور امام محمدؒ وزفرؒ کے نزدیک زکوٰۃ کا تعلق نصاب اور عفو دونوں کے ساتھ ہے۔

❶ اختلاف ائمہ مع الدلائل:۔ حضرات شیخینؒ اور امام محمدؒ وزفرؒ کے مذاہب کا ذکر ہو گیا اور دلائل کا حاصل یہ ہے کہ امام محمدؒ وزفرؒ فرماتے ہیں کہ زکوٰۃ نعمت مال کا شکر ادا کرنے کیلئے واجب ہوئی ہے اور مال سارا کا سارا خواہ نصاب ہو یا عفو ہو وہ نعمت ہے لہٰذا زکوٰۃ کا تعلق پورے مال کے ساتھ ہوگا اور زکوٰۃ کی مقدار واجب کل مال کا شکرانہ ہوگی۔

حضرات شیخینؒ کی دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "فی خمس من الابل السائمة شاة وليس فی الزيادة شيئ حتى يبلغ عشرا" یعنی جنگل میں چرنے والے پانچ اونٹوں پر ایک بکری زکوٰۃ ہے اور زیادتی پر کچھ نہیں ہے یہاں تک کہ دس ہو جائیں تو پھر ان میں دو بکریاں ہیں۔ اس حدیث میں واضح طور پر ذکر کر دیا گیا کہ پانچ اونٹ جو کہ نصاب ہیں ان میں زکوٰۃ ہے اور عفو میں زکوٰۃ نہیں ہے۔

❷ ثمرۂ اختلاف:۔ ثمرۂ اختلاف اس صورت میں ظاہر ہوگا کہ مثلاً ایک شخص کے پاس اسی بکریاں ہیں ان میں سے سال کے بعد چالیس بکریاں ہلاک ہو گئیں تو شیخینؒ کے نزدیک بقیہ چالیس بکریاں مکمل نصاب ہے۔ لہٰذا ان میں جو ایک بکری زکوٰۃ لازم ہوئی تھی وہ لازم ہی رہے گی اور امام محمدؒ وزفرؒ کے نزدیک زکوٰۃ کا تعلق نصاب اور عفو دونوں کے ساتھ ہوتا ہے تو انکے نزدیک ایک بکری اسی بکریوں پر لازم ہوئی اور حولان حول کے بعد آدھی بکریاں ہلاک ہو گئیں تو انکی مقدار کے مطابق آدھا واجب بھی ساقط ہو جائیگا یعنی اس پر بکری کی آدھی قیمت لازم ہوگی۔

السوال الثالث ۱۴۲۱ھ

السؤال الاول.....ثم يأتي من يومه ذلك مكة او من الغد او من بعد الغد فيطوف بالبيت سبعة اشواط.

عبارت مذکورہ کا ترجمہ و مطلب بیان کرنے کے بعد بتائیں کہ حج میں کتنے فرائض ہیں اور ان کی کیا ترتیب ہے۔ نیز طواف کی کتنی قسمیں ہیں اور عبارت مذکورہ میں کونسے طواف کا ذکر ہے اور اس کا کیا حکم ہے اور اس کا وقت کب تک رہتا ہے اور وقت نکل جانے کے بعد کیا واجب ہوتا ہے۔

﴿خلاصہ سوال﴾.....اس سوال میں چھ امور توجہ طلب ہیں (۱) عبارت کا ترجمہ (۲) عبارت کا مطلب (۳) فرائض حج کی تعداد و ترتیب (۴) طواف کی اقسام (۵) طواف کی تعیین اور حکم (۶) طواف کا وقت اور بعد از وقت کفارہ کی تفصیل۔

الجواب.....❶ عبارت کا ترجمہ:۔ پھر آئے وہ اسی دن مکہ میں یا اگلے دن (گیارہ ذوالحجہ) یا اس سے بھی اگلے دن (بارہ ذوالحجہ) پس طواف کرے بیت اللہ کا سات چکر۔

❷ عبارت کا مطلب:۔ اس عبارت میں مصنفؒ طواف زیارت کے متعلق ذکر فرماتے ہیں کہ یوم نحر میں منیٰ میں رمی، حلق اور قربانی کے بعد اسی دن یا اس سے اگلے دن یا اس سے بھی اگلے دن یعنی دسویں، گیارہویں یا بارہویں ذی الحجہ میں سے کسی ایک دن میں مکہ المکرمہ آ کر بیت اللہ کا سات چکر طواف (طواف زیارت) کرے۔

❸ فرائض حج کی تعداد و ترتیب:۔ حج کے تین فرائض ہیں۔ ① احرام ② وقوف عرفہ ③ طواف زیارت۔ اور یہی اس کی ترتیب ہے۔

❹ طواف کی اقسام:۔ طواف کی تین اقسام ہیں۔ ① طواف قدوم ② طواف زیارت ③ طواف صدر۔

Maktaba Tul Ishaat.com Scanned with CamScanner

طواف قدوم:۔ محرم آدمی مکۃ المکرمہ میں داخل ہونے کے بعد سب سے پہلے مسجد حرام میں داخل ہو کر جو طواف کرتا ہے اسے طواف قدوم کہتے ہیں۔

طواف زیارت:۔ یوم نحر میں رمی حلق اور قربانی کے بعد حاجی آدمی جو طواف کرتا ہے اسے طواف زیارت کہتے ہیں۔

طواف صدر:۔ حاجی آدمی حج کے اعمال سے فارغ ہونے کے بعد بیت اللہ سے رخصت ہوتے وقت جو طواف کرتا ہے اسے طواف صدر کہتے ہیں اس کے علاوہ علماء نے عمرہ کا طواف اور نذر کا طواف اور نفلی اعتکاف کو بھی اعتکاف کی اقسام میں شمار کیا ہے مگر حاجی کے لئے عمومی طور پر یہی اوپر والی تین اقسام ہیں۔

❽ طواف کی تعیین وحکم:۔ عبارت مذکورہ میں طواف سے مراد طواف زیارت ہے اور یہ حج کا رکن ہے اور حج میں فرض ہے کیونکہ "ولیطوفوا بالبیت العتیق" میں اسی طواف کا حکم ہے۔

❾ طواف کا وقت اور بعد از وقت کفارہ کی تفصیل:۔ طواف زیارت کا وقت قربانی کے ایام ہیں یعنی دس، گیارہ، بارہ ذوالحجہ اور ان میں سے افضل پہلا دن یعنی دس ذوالحجہ ہے۔ اگر کسی نے طواف زیارت کو وقت مقرر سے مؤخر کر دیا یعنی ایام نحر گزر گئے تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس پر دم واجب ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک اس پر صرف قضاء ہے۔ کوئی کفارہ نہیں ہے۔

المتن الثانی ..... وَيَجُوْزُ الطَّهَارَةُ بِمَاءٍ خَالَطَهُ شَيْئٌ طَاهِرٌ فَغَيَّرَاَحَدَ اَوْصَافِهِ كَمَاءِ الْعُدِّ وَالْمَاءِ الَّذِيْ اِخْتَلَطَ بِهِ الزَّعْفَرَانُ اَوِالصَّابُوْنُ اَوِالْاُشْنَانُ قَالَ اَجْرِيَ فِي الْمُخْتَصَرِ مَاءُ الزُّرْدُقِ مَجْرَى الْعَرَقِ وَالْمَرْوِيُّ عَنْ اَبِيْ يُوْسُفَ اَنَّهُ بِمَنْزِلَةِ مَاءِ الزَّعْفَرَانِ هُوَالصَّحِيْحُ.

مذکورہ عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں ماء زعفران سے وضو کرنا امام شافعیؒ کے نزدیک درست نہیں ہے جبکہ احناف کے نزدیک درست ہے جانبین کے دلائل تلمبند کریں، خط کشیدہ عبارت کی وضاحت کریں اور بتائیں کہ "المختصر" سے کیا مراد ہے۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال میں پانچ امور توجہ طلب ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) ماء زعفران سے وضو میں اختلاف ائمہ مع الدلائل (۴) عبارت مخطوطہ کی وضاحت (۵) المختصر کی مراد۔

جواب ..... ❶ عبارت پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفًا۔

❷ عبارت کا ترجمہ:۔ اور جائز ہے پاکی حاصل کرنا ایسے پانی کے ساتھ جس میں کوئی پاک چیز مل گئی ہو پس اس نے تبدیل کر دیا ہو پانی کے اوصاف میں سے کسی ایک کو جیسے سیلاب کا پانی اور وہ پانی جس میں زعفران یا صابن یا اشنان مل گئے ہوں مصنفؒ فرماتے ہیں کہ مختصر القدوری میں امام قدوریؒ نے زروق کے پانی کو شوربہ کی مانند قرار دیا ہے اور امام ابو یوسفؒ سے مروی ہے کہ وہ زعفران کے مرتبہ میں ہے اور یہی صحیح ہے۔

❸ ماء زعفران سے وضو میں اختلاف ائمہ مع الدلائل:۔ ہمارے نزدیک ماء زعفران سے وضو کرنا جائز ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک زعفران اور اسکی مانند دوسری چیزیں جو زمین کی جنس سے نہیں ہیں انکے پانی سے وضو کرنا جائز نہیں ہے۔

دلیل یہ ہے کہ ماء زعفران ماء مطلق نہیں بلکہ ماء مقید ہے چنانچہ اسکو آب زعفران یعنی زعفران کا پانی کہا جاتا ہے اور اضافت موجب تقید ہے جیسے ماء ثمر اور ماء شجر لہٰذا ماء زعفران بھی ماء مقید ہوا نہ کہ ماء مطلق اور ماء مطلق کے نہ ہونے کی صورت میں تیمم کا حکم ہوتا ہے پس ماء زعفران سے وضو کرنا جائز نہیں ہے اور اسکی موجودگی میں تیمم کرنا جائز ہے۔

Scanned with CamScanner

جاری ہونے کی دلیل یہ ہے کہ پانی کا نام مطلق الاطلاق باقی ہے اس کا علیحدہ کوئی نام نہیں ہے اور زعفران کی طرف اس کی نسبت و اضافت ایسے ہے جیسے کنویں اور چشمہ کی طرف نسبت کرنا تو جیسے کنویں اور چشمہ کا پانی مطلق ہے اسی طرح زعفران کا پانی بھی مطلق ہے لہٰذا اس سے وضو کرنا جائز ہے۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ معمولی آمیزش ایسی چیز ہے جس کا اعتبار نہیں کیونکہ اس سے احتراز ممکن نہیں ہے جیسے زمین کے اجزاء کا احتراز ممکن نہیں ہے پس لامحالہ اجزاء کے اعتبار سے غالب کا اعتبار ہوگا نہ کہ رنگ بدلنے کے اعتبار سے۔

❷ عبارت مخطوطہ کی وضاحت:۔ اس عبارت میں ایک اختلافی مسئلہ کی طرف اشارہ ہے وہ مسئلہ یہ ہے کہ زردک (گاجر) کے پانی سے وضو کرنا جائز ہے یا نہیں تو مصنف فرماتے ہیں کہ امام قدوری نے زردک کے پانی کو شوربہ کے مانند قرار دیا ہے یعنی جس طرح شوربہ سے وضو کرنا جائز نہیں ہے اسی طرح زردک کے پانی سے بھی وضو کرنا جائز نہیں ہے۔

امام ابو یوسفؒ سے مروی ہے کہ زردک کا پانی زعفران کے مرتبہ میں ہے یعنی ایک وصف متغیر ہونے کی صورت میں دونوں سے وضو کرنا جائز ہے امام طحاوی اور امام سرخسی نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے۔

❸ المختصر کی مراد:۔ عبارت میں مذکور لفظ "المختصر" سے مراد فقہ کی مشہور کتاب مختصر القدوری ہے۔

﴿الورقة الرابعة: فی الفقه (هدایه اوّل)﴾

﴿السوال الاول﴾ ۱۴۳۲ھ

السؤال الاول ..... وَالْمُسْتَحَاضَةُ وَمَنْ بِهِ سَلَسُ الْبَوْلِ وَالرُّعَافُ الدَّائِمُ وَالْجَرِيحُ الَّذِي لَا يَرْقَأُ يَتَوَضَّؤُونَ لِوَقْتِ كُلِّ صَلٰوةٍ فَيُصَلُّونَ بِذٰلِكَ الْوُضُوءِ فِي الْوَقْتِ مَا شَاؤُا مِنَ الْفَرَائِضِ وَالنَّوَافِلِ وَقَالَ الشَّافِعِيُّ "تَتَوَضَّأُ الْمُسْتَحَاضَةُ لِكُلِّ مَكْتُوبَةٍ".

عبارت مذکورہ پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ حضرات احناف و شوافع کے درمیان اختلاف دلائل کے ساتھ ذکر کریں۔ احناف و شوافع کے درمیان اختلاف فقط مستحاضہ کے بارے میں ہے یا دیگر معذورین کے بارے میں بھی اختلاف ہے۔ واضح کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال کا حاصل چار امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) اختلاف مذاہب مع الدلائل (۴) محل اختلاف کی نشاندہی۔

الجواب ..... ❶ عبارت پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفًا۔

❷ عبارت کا ترجمہ:۔ مستحاضہ عورت اور جس شخص کو سلس البول کا مرض ہو اور جس شخص کو دائمی نکسیر ہو اور جس شخص کو ایسا زخم ہو جو نہیں بھرتا تو یہ سب لوگ وضو کریں گے ہر نماز کے وقت کیلئے پس نماز پڑھیں یہ اس وضو کے ساتھ وقت کے اندر فرائض و نوافل میں سے جو چاہیں اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ وضو کرے مستحاضہ ہر فریضہ کیلئے۔

❸ اختلاف مذاہب مع الدلائل:۔ مستحاضہ عورت، سلس البول والی، نکسیر اور جاری زخم والے معذورین کے بارے میں ہمارا مذہب یہ ہے کہ ایک نماز کیلئے وضو کریں گے پھر اس نماز کے وقت میں جتنے مرضی فرض و نوافل نمازیں ادا کریں اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ معذور آدمی ایک وضو سے ایک ہی فرض ادا کر سکتا ہے متعدد فرض ادا نہیں کر سکتا۔

Maktaba Tul Ishaat.com Scanned with CamScanner

امام شافعیؒ کی پہلی دلیل یہ حدیث ہے "المستحاضة تتوضأ لكل صلوة" کہ مستحاضہ عورت ہر نماز کیلئے وضو کرے۔
دوسری دلیل یہ ہے کہ معذور کی طہارت کا اعتبار ادا فرض کی وجہ سے ہے۔ لہٰذا فرض سے فراغت کے فوراً بعد طہارت ختم ہو جائیگی۔
ہماری پہلی دلیل ارشاد نبوی ﷺ ہے "المستحاضة تتوضأ لوقت كل صلوة" کہ مستحاضہ ہر نماز کے وقت کیلئے وضو کرے۔
دوسری دلیل حدیث عائشہؓ ہے "ان النبی ﷺ قال لفاطمة بنت ابی حبیش و توضئ لوقت كل صلوة" کہ اے فاطمہ وضو کر تو ہر نماز کے وقت کیلئے پس دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ مستحاضہ ہر نماز کے وقت کیلئے وضو کرے گی۔
امام شافعیؒ کی پیش کردہ دلیل کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں لام وقت کے معنی میں ہے۔ جیسے "اقم الصلوة لدلوك الشمس" اور "ان للصلوة اولا و آخرا" میں لام وقت کے معنی میں ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ امام شافعیؒ کی پیش کردہ حدیث از قبیل نص ہے اور ہماری پیش کردہ حدیث مفسر ہے اور تعارض کے وقت مفسر کو نص پر ترجیح ہوتی ہے۔
امام شافعیؒ کی عقلی دلیل کا جواب یہ ہے کہ اگرچہ معذور کی طہارت کا اعتبار ادا فرض کی وجہ سے ہے مگر آسانی کے پیش نظر وقت کو ادا کے قائم مقام کر دیا گیا ہے۔ لہٰذا حکم کا مدار وقت پر ہوگا نہ کہ ادا پر۔ لہٰذا ایک ہی وقت میں جتنے مرضی چاہے فرائض و نوافل ادا کر سکتا ہے۔

❷ **محل اختلاف کی نشاندہی:۔** احناف و شوافع کا مذکورہ اختلاف تمام معذورین کے بارے میں ہے۔

السؤال الثالث ..... ليس فى اقل من خمس ذود صدقة.
اونٹ کی زکوٰۃ کا نصاب تفصیل سے لکھیں۔ مندرجہ ذیل الفاظ کی وضاحت کریں۔
ذود، حقة، جذعة، حملان، فصلان، سائمة، علوفة، عوامل، حوامل۔

﴿خلاصہ سوال﴾ ..... اس سوال کا حاصل دو امر ہیں (۱) اونٹ کی زکوٰۃ کا نصاب (۲) مذکورہ الفاظ کی وضاحت۔

جواب ..... ❶ **اونٹ کی زکوٰۃ کا نصاب:۔** چار اونٹ تک کچھ بھی واجب نہیں ہے۔ پانچ سے نو تک ایک بکری ہے، دس سے چودہ تک دو بکریاں ہیں، پندرہ سے انیس تک تین بکریاں ہیں، بیس سے چوبیس تک چار بکریاں ہیں، پچیس سے پینتیس تک ایک بنت مخاض ہے (بنت مخاض اونٹ کا وہ بچہ جو دوسرے سال میں ہو) چھتیس سے پینتالیس تک ایک بنت لبون ہے (بنت لبون اونٹ کا وہ بچہ جو تیسرے سال میں ہو) چھیالیس سے ساٹھ تک ایک حقہ ہے (حقہ اونٹ کا وہ بچہ جو چوتھے سال میں ہو) چھہتر سے نوے تک دو بنت لبون ہیں اکانوے سے ایک سو بیس تک دو حقے ہیں پھر ایک سو اکیس سے ایک سو چالیس تک تین بنت لبون اور ایک بکری ہے آگے ہر پانچ پر ایک بکری بڑھتی جائیگی ایک سو چوالیس تک پھر ایک سو پینتالیس سے ایک سو انچاس تک دو حقے اور ایک بنت مخاض ہے اور ایک سو پچاس پر تین حقے ہیں اس کے بعد پھر از سر نو حساب شروع ہوگا یعنی ہر پانچ پر ایک بکری ہوگی پھر چھیالیس سے پچاس تک ایک حقہ ہو جائیگا، پھر ہر پچاس میں اسی طرح حساب ہوگا جو ایک سو پچاس سے دو سو تک ہے۔

❷ **مذکورہ الفاظ کی وضاحت:۔** "حقة" اونٹ کا وہ بچہ جو تین برس مکمل ہونے کے بعد چوتھے برس میں ہو۔
"جذعة" اونٹ کا وہ بچہ جو چار برس مکمل ہونے کے بعد پانچویں برس میں ہو۔ ذود اونٹ کو کہتے ہیں۔
"حملان" حمل کی جمع ہے بکری کا وہ بچہ جو ابھی پہلے سال میں ہو۔
"فصلان" فصیل کی جمع ہے اونٹنی کا وہ بچہ جو ابھی پہلے سال میں ہو۔
"سائمة" وہ جانور جو سال کا اکثر حصہ مباح سرکاری جنگلوں میں چر کر گزارہ کرتے ہیں۔

Scanned with CamScanner

"علوفۃ" وہ جانور جن کو سال بھر یا سال کا اکثر حصہ باندھ کر چارہ وغیرہ ڈالا جائے۔
"عوامل" عاملۃ کی جمع ہے وہ جانور جو کام وغیرہ کیلئے ہوں۔
"حوامل" حامل کی جمع ہے وہ جانور جو سامان وغیرہ لادنے کیلئے ہوں۔

السوال الثانی) ۱۴۳۲ھ

السؤال الاول..... متدرجہ ذیل الفاظ کی تشریح کریں۔ میقات، آفاق، رفث، فسوق، جدال، شوط، عج، ثج، اضطباع، رمل، یوم الترویہ، یوم عرفہ، یوم نحر، طواف قدوم، طواف زیارت، طواف صدر، اشعار، ھدی، احصار۔

﴿خلاصۂ سوال﴾..... اس سوال میں متدرجہ الفاظ کی تشریح مطلوب ہے۔

الجواب..... ❶ **مذکورہ الفاظ کی تشریح:** "آفاق" میقات سے باہر کے علاقوں کو آفاق کہا جاتا ہے۔
"میقات" وہ خاص اور متعین مقام ہے کہ جہاں سے بغیر احرام باندھے مکہ میں داخل ہونا جائز نہیں ہے۔
"رفث" اس سے مراد مباشرت اور اس کے دواعی مثلاً بوس وکنار اور مباشرت کی گفتگو ہیں۔
"فسوق" یہ فسق کی جمع ہے بدکاری اور گناہ کو فسق کہتے ہیں۔ "جدال" لڑائی، جھگڑا، ہم نزاع کو کہتے ہیں۔
"شوط" اس کا معنی چکر ہے اور مراد بیت اللہ کا چکر لگانا ہے۔ "عج" خون وپانی بہانے کو کہتے ہیں۔
"ثج" خون بہانے اور چلانے کو کہتے ہیں۔ "اضطباع" چادر کو کندھے کی بجائے دائیں بغل سے نکال کر بائیں کندھے پر ڈالنا۔
"رمل" سینہ تان کر دائیں شانے کو ہلا کر قوت وطاقت کا مظاہرہ کرنے کیلئے تیز چلنا۔ "یوم نحر" دس ذوالحجہ کو کہتے ہیں۔
"یوم ترویہ" آٹھ ذوالحجہ کو کہتے ہیں۔ "طواف قدوم" حرم آدمی مکہ میں داخل ہونے کے بعد جب سے پہلے طواف کرتا ہے۔
"یوم عرفہ" نو ذوالحجہ کو کہتے ہیں۔ "طواف زیارت" یوم نحر میں رمی حلق وقربانی کے بعد حاجی آدمی جو طواف کرتا ہے۔
"طواف صدر" افعال حج سے فراغت کے بعد بیت اللہ سے رخصت ہوتے ہوئے حاجی آدمی جو آخری طواف کرتا ہے۔
"اشعار" ھدی کے جانور کی اطلاع دینے کے لئے اس کے کوہان کو خون آلود کرنا۔
"ھدی" وہ جانور جو حاجی آدمی قربانی کرنے کے لئے اپنے ساتھ لے کر جاتا ہے۔
"احصار" کہ کوئی شخص حج یا عمرہ کا احرام باندھنے کے بعد حج یا عمرہ سے کسی وجہ سے روک دیا جائے۔

السؤال الثانی..... ویبدأ بتکبیر التشریق بعد صلوٰۃ الفجر من یوم عرفۃ ویختم عقب صلوٰۃ العصر من یوم النحر عند ابی حنیفۃؒ وقالا یختم عقیب صلوٰۃ العصر من آخر ایام التشریق۔

عبارت مذکورہ کا ترجمہ کریں۔ امام صاحب کے نزدیک تکبیرات تشریق کونسی نمازوں کے بعد ہیں اور صاحبین کے نزدیک کونسی نمازوں کے بعد؟ واضح طور پر لکھیں۔ ہر قول کی دلیل ذکر کریں۔ مفتی بہ قول کونسا ہے۔

﴿خلاصۂ سوال﴾..... اس سوال میں تین امور توجہ طلب ہیں (۱) عبارت کا ترجمہ (۲) تکبیرات تشریق کی مدت میں اختلاف مع الدلائل (۳) مفتی بہ قول کی نشاندہی۔

الجواب..... ❶ **عبارت کا ترجمہ:** اور شروع کرے تکبیر تشریق عرفہ کے دن فجر کی نماز کے بعد اور ختم کرے یوم نحر کو عصر کی

Maktaba Tul Ishaat.com Scanned with CamScanner

نماز کے بعد امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ ختم کرے ایام تشریق کے آخری دن کی عصر کی نماز کے بعد۔

❶ تکبیرات تشریق کی مدت میں اختلاف مع الدلائل:۔ احناف کے نزدیک بالاطلاق تکبیرات تشریق کی ابتداء یوم نحر (نویں ذوالحجہ) کی فجر کی نماز کے بعد ہے اور انتہاء کے بارے میں اختلاف ہے۔

امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک تکبیرات تشریق کی انتہا یوم نحر (دس ذوالحجہ) کی عصر کی نماز کے بعد ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک تکبیرات تشریق کی انتہاء ایام تشریق میں سے آخری دن (تیرہ ذوالحجہ) کی عصر کی نماز کے بعد ہے گویا امام صاحبؒ کے نزدیک تکبیرات تشریق آٹھ نمازوں کے بعد ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک تیئس نمازوں کے بعد ہے۔

امام صاحب کی دلیل یہ ہے کہ باواز بلند تکبیر کہنا بدعت ہے کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے "واذکر ربك فی نفسك تضرعا وخیفة ودون الجهر" اور ایک حدیث میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ایک قوم کو دیکھا کہ وہ دعا کے وقت اپنی آوازوں کو بلند کرتے ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم نہ بہرے کو پکار رہے ہو اور نہ غائب کو اس لئے باواز بلند پکارنے کی قطعاً ضرورت نہیں ہے۔ معلوم ہوا کہ دعا اور ذکر میں اصل اخفاء ہے اور جہر خلاف اصل و بدعت ہے۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ تکبیر کی ابتداء ایسے دن میں ہے۔ جس میں حج کا ایک رکن وقوف عرفہ ادا کیا جاتا ہے۔ لہٰذا اس کی انتہا بھی ایسے دن میں ہونی چاہیے۔ جس میں حج کا دوسرا رکن طواف زیارت ادا کیا جاتا ہے تاکہ تکبیر کی ابتداء و انتہا برابر ہو جائے۔

صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ تکبیرات تشریق عبادت ہیں اور عبادات کے اندر احتیاط اسی میں ہے کہ اکثر کو لیا جائے تاکہ اقل کی صورت میں کمی باقی نہ رہ جائے۔

❷ مفتی بہ قول کی نشاندہی:۔ احتیاط کی بناء پر فتویٰ صاحبینؒ کے قول پر ہے۔ یعنی نویں ذوالحجہ کی فجر سے لیکر تیرہ ذوالحجہ کی عصر کی نماز تک تکبیرات تشریق کہی جائیں۔

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۳۲ھ

الشق الاول..... الاعتکاف مستحب والصحیح انه سنة مؤکدة.

اعتکاف کا لغوی و اصطلاحی معنی بیان کریں۔ اعتکاف مستحب، سنت اور واجب کی تعریف کریں۔ معتکف کیلئے مسجد سے نکلنا کب جائز ہے۔ اعتکاف کن چیزوں سے فاسد ہو جاتا ہے۔ عورتوں کے اعتکاف کی کیا صورت ہوتی ہے۔

﴿خلاصہ سوال﴾..... اس سوال میں پانچ امور محل طلب ہیں۔ (۱) اعتکاف کا لغوی و اصطلاحی معنی (۲) اعتکاف کی اقسام ثلاثہ کی تعریف (۳) معتکف کیلئے مسجد سے نکلنے کی اجازت (۴) مفسدات اعتکاف اشیاء (۵) عورتوں کے اعتکاف کی صورت۔

جواب..... ❶ اعتکاف کا لغوی و اصطلاحی معنی:۔ اعتکاف کا لغوی معنی ٹھہرنا ہے اور اصطلاح میں اعتکاف مسجد میں روزہ کے ساتھ بہ نیت اعتکاف ٹھہرنے کو کہتے ہیں۔

❷ اعتکاف کی اقسام ثلاثہ کی تعریف:۔ اعتکاف کی تین قسمیں ہیں واجب، سنت اور مستحب۔

واجب: اعتکاف واجب یہ ہے کہ آدمی نذر اور منت مان کر اپنے اوپر اعتکاف کو لازم کرلے۔

سنت: رمضان المبارک کے اخیر عشرہ کا اعتکاف سنت ہے۔ مستحب: مذکورہ دونوں قسموں کے علاوہ بقیہ تمام اقسام مستحب ہیں۔

❸ معتکف کیلئے مسجد سے نکلنے کی اجازت:۔ معتکف آدمی کیلئے مسجد سے نکلنے کی اجازت نہیں ہے۔ مگر دو ضرورتوں کیلئے

Scanned with CamScanner

ہے ① ضرورت طبعی جیسے قضائے حاجت کی ضرورت ② ضرورت دینی جیسے جمعہ اور غسل جنابت وغیرہ۔ اس کے علاوہ مسجد سے باہر نکلنا جائز نہیں ہے۔

❷ مفسد اعتکاف اشیاء:۔ اعتکاف میں مسجد سے باہر نکلنا۔ عورت سے وطی کرنا، چھونا، بوسہ لینا یہ تمام امور ممنوع ہیں لہٰذا معتکف اگر بلاضرورت مسجد سے باہر نکلا یا عورت سے وطی کی یا چھوا اور بوسہ لیا جس کے نتیجہ میں انزال ہو گیا تو اعتکاف فاسد ہو جائے گا۔

❸ عورت کے اعتکاف کی صورت:۔ ہمارے نزدیک عورت کیلئے افضل یہ ہے کہ گھر میں نماز کیلئے جو جگہ مقرر کر رکھی ہے اسی میں اعتکاف کرے اور اگر جگہ مقرر نہیں ہے تو پھر بھی ایک جگہ مقرر کرلے اور پھر اعتکاف کی حالت میں بلاضرورت اس جگہ سے نہ نکلے۔

الدرس الثامن ..... فَإِنِ افْتَتَحَ الصَّلٰوةَ بِالْفَارِسِيَّةِ أَوْ قَرَأَ فِيْهَا بِالْفَارِسِيَّةِ أَوْ ذَبَحَ وَسَمّٰى بِالْفَارِسِيَّةِ وَلَمْ يُحْسِنِ الْعَرَبِيَّةَ أَجْزَأَهُ عِنْدَ أَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ وَقَالَا لَا يُجْزِئُهُ إِلَّا الذَّبِيْحَةَ وَإِنْ لَمْ يُحْسِنِ الْعَرَبِيَّةَ أَجْزَأَهُ

شكل العبارة ثم ترجمها. اشرح العبارة واذكر مسئلة القراءة بالفارسية مع اختلاف الائمة بكل وضوح. هل الاختلاف في اللغة الفارسية فقط.

خلاصۂ سوال ..... اس سوال کا خلاصہ پانچ امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) عبارت کی تشریح (۴) مسئلہ قراءت بالفارسی میں اختلاف ائمہ (۵) اختلاف کی نشاندہی۔

جواب ..... ❶ عبارت پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفاً۔

❷ عبارت کا ترجمہ:۔ پس اگر نماز شروع کی فارسی زبان میں یا نماز میں قراءت کی فارسی زبان میں یا جانور ذبح کیا اور تسمیہ فارسی میں کہا حالانکہ یہ شخص عربی ادا کرسکتا ہے تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک یہ جائز ہو جائے گا اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ یہ جائز نہیں ہوگا مگر ذبیحہ میں اور اگر وہ عربی میں ادا نہیں کرسکتا تو جائز ہوگا۔

❸ عبارت کی تشریح:۔ اس عبارت میں فارسی زبان میں قراءت بغیر تحریمہ اور ذبیحہ پر فارسی زبان میں تسمیہ کہنے کا حکم بیان فرمایا ہے۔ تو فرمایا کہ اگر کسی نے فارسی زبان میں تکبیر تحریمہ کہی یا نماز میں قراءت کی یا فارسی زبان میں تسمیہ کہہ کر جانور کو ذبح کیا تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک عربی پر قدرت کے باوجود یہ سب کچھ جائز ہے۔

صاحبینؒ کے نزدیک عربی پر قدرت کی صورت میں یہ جائز نہیں ہے اور اگر عربی پر قدرت نہ ہو تو پھر یہ جائز ہے البتہ عربی پر قدرت کے باوجود فارسی زبان میں تسمیہ کہہ کر جانور ذبح کرنا صاحبینؒ کے نزدیک بھی جائز ہے۔

❹ مسئلہ قراءت بالفارسی میں اختلاف ائمہ:۔ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک نماز کے اندر فارسی زبان میں قراءت کرنا جائز ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک عربی زبان پر قدرت کی صورت میں فارسی میں قراءت کرنا جائز نہیں ہے۔

صاحبینؒ کی دلیل یہ ہے کہ جس چیز کا نماز میں حکم کیا گیا ہے وہ قراءت قرآن ہے اور قرآن اس کلام عربی کا نام ہے جو معنی پر دلالت کرے اور مصاحف میں مکتوب ہے اور ہماری طرف نقل تواتر کے ساتھ منقول ہے اور ارشاد باری ہے "انا جعلناہ قرآنا عربیا" لہٰذا قرآن عربیا غیر ذی عوج" الغرض مامور بہ قراءت قرآن ہے اور وہ عربی میں ہے لہٰذا عربی زبان میں قراءت کرنا فرض ہے البتہ حالت عجز میں معنی پر اس وجہ سے اکتفاء کیا تاکہ تکلیف مالا یطاق لازم نہ آئے جیسے رکوع وسجود پر عدم قدرت والے شخص کیلئے اشارہ کرنا ہی کافی ہے جس پر رکوع وسجود ضروری نہیں ہے۔

Maktaba Tul Ishaat.com Scanned with CamScanner

امام ابوحنیفہؒ کی پہلی دلیل آیت کریمہ "وانہ لفی زبر الاولین" ہے۔ یعنی قرآن کریم پہلی کتابوں میں موجود ہے اور یہ متعین ہے کہ پہلی کتابوں میں قرآن نظم عربی کے ساتھ موجود نہ تھا پس معلوم ہوا کہ اس کے معنی پہلی کتابوں میں موجود تھے۔ اور ثابت ہوگیا کہ قرآن کریم معنی کا نام ہے نہ کہ نظم کا۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ اہل فارس نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ انہیں فارسی زبان میں سورت فاتحہ لکھ کر بھیج دیں۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے فارسی زبان میں فاتحہ لکھ کر بھیج دی اور وہ لوگ اسے نماز میں پڑھتے رہے حتی کہ انہوں نے عربی زبان سیکھ لی اور حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے فاتحہ لکھ کر حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کی تھی اور آپ ﷺ نے اس پر کوئی نکیر نہیں فرمائی تھی۔ معلوم ہوا کہ فارسی زبان میں قراءت کرنا جائز ہے۔

❺ اختلافی لغت کی نشاندہی:۔ صاحب ہدایہ کے قول کے مطابق فارسی کی طرح تمام زبانوں میں امام صاحب کے نزدیک قراءت کرنا جائز ہے اور یہی قول صحیح ہے۔

﴿الورقة الرابعة: في الفقه (هدايه اوّل)﴾

﴿السوال الاول﴾ ۱۴۲۳ھ

الشق الاول.....ولا يجوز للرجال ان يقتدوا بامرأة اوصبي اما المرأة لقولهٗ اخروهن من حيث اخرهن الله فلا يجوز تقديمها واما الصبي فلانه متنفل.

اشرحي العبارة بوضوح ۔ ماهو حكم صلوة المفترض خلف المتنفل ۔ ماهوالقول المختار في امامة الصبي في صلوة التراويح اشرحي حسب بيان صاحب الهدايه ۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا حاصل تین امور ہیں (۱) عبارت کی تشریح (۲) متنفل کے پیچھے مفترض کی نماز کا حکم (۳) نماز تراویح میں بچہ کی امامت کا حکم۔

جواب..... ❶ عبارت کی تشریح:۔ اس عبارت میں عورت اور بچہ کے پیچھے مردوں کی اقتداء کا حکم ذکر فرما رہے ہیں تو فرمایا کہ مردوں کیلئے عورت اور بچہ کی اقتداء کرنا جائز نہیں ہے اور دلیل ارشاد نبوی ﷺ ہے "اخروهن من حيث اخرهن الله" جو استدلال یہ ہے کہ حیث تعلیل کیلئے ہے۔ ترجمہ یہ ہوگا کہ عورتوں کو مؤخر کرو اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے انکو مؤخر کیا ہے مطلب یہ کہ اگر شہادت، وراثت، سلطنت اور تمام ولایت میں مؤخر کیا ہے جب اللہ تعالیٰ نے عورت کو مؤخر کیا تو تم بھی امامت میں اسکو مقدم نہ کرو۔ اور بچہ کے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہیں ہے کہ وہ نفل ادا کرنے والا ہے اور مرد کی نماز فرض ہے اور فرض پڑھنے والے کی اقتداء نفل پڑھنے والے کے پیچھے جائز نہیں ہے۔

❷ متنفل کے پیچھے مفترض کی نماز کا حکم:۔ فرض پڑھنے والا نفل پڑھنے والے کی اقتداء نہیں کرسکتا، اس لیے کہ اقتداء بناء کرنے کا نام ہے اور بناء ایک شخص کا دوسرے شخص کی اس کے افعال مع صفات کے اتباع کرنا ہے جو کہ امر وجودی ہے اور امام کے حق میں فرضیت وصف معدوم ہے لہٰذا امر وجودی والے کی اتباع امر عدمی والے کے پیچھے جائز نہیں ہے۔

❸ نماز تراویح میں بچہ کی امامت کا حکم:۔ تراویح اور سنن مطلقہ میں بچہ کی اقتداء کے بارے میں اختلاف ہے۔ مشائخ بلخ کے

نزدیک تراویح اور سنن مطلقہ میں نابالغ بچہ کی اقتداء جائز ہے اور ہمارے مشائخ (مشائخ بلخ اور ابو نصر بخارا و سمرقند) نے اسکو بھی ناجائز کہا ہے۔

مشائخ بلخ نے اسکو منذورہ نماز پر قیاس کیا ہے منذورہ نماز یہ ہے کہ کسی آدمی نے واجب متروک کی نیت سے نماز شروع کی اور درمیان میں مفسد کے پیش آنے سے نماز ٹوٹ گئی پھر معلوم ہوا کہ نماز واجب ہی نہ تھی تو اب ائمہ ثلاثہ کے نزدیک قضاء واجب نہیں ہے پس جب نفل ادا کرنے والا بالغ آدمی اس منذورہ نماز ادا کرنے والے کی اقتداء کرے تو جائز ہے اسی طرح نفل پڑھنے والا بچہ کی اقتداء بھی کرے تو یہ جائز ہے۔

ہمارے مشائخ کے نزدیک بالغ مرد کا بچہ کی اقتداء کرنا کسی بھی نماز میں جائز نہیں ہے دلیل یہ ہے کہ بچہ کی نفل نماز بالغ کی نفل نماز سے ادنی و کمتر ہے کیونکہ بچہ نفل شروع کر کے فاسد کر دے تو بالاتفاق اسپر قضاء واجب نہیں ہے اور اگر بالغ آدمی نفل شروع کر کے فاسد کر دے تو اس پر قضاء واجب ہے۔ اور قاعدہ ہے کہ قوی کی بناء ضعیف پر نہیں کی جاتی پس بالغ کے نفل کی اقتداء بھی بچہ کے نفل کے پیچھے جائز نہیں ہے۔

صاحب ہدایہ مشائخ بلخ کے اس قیاس کا جواب دیتے ہیں کہ بالغ کے بچہ کی اقتداء کرنے کو منذورہ نماز کی اقتداء پر قیاس کرنا فاسد ہے۔ اس لئے کہ منذورہ کی نماز مختلف فیہ ہے۔ چنانچہ امام زفرؒ کے نزدیک منذور کی نماز فاسد ہونے کی صورت میں قضاء لازم ہے اور بچہ کی نماز کی بالاجماع قضاء لازم نہیں ہے۔ نیز طفولیت (بچپن) ایسا امر ہے جو بالغ ہونے تک بہر حال باقی رہے گا پس بالغ کی نماز اس کی نماز سے متحد نہ ہوگی کیونکہ فاسد کر دینے کی صورت میں بالغ پر قضاء لازم ہوتی ہے اور نابالغ پر نہیں ہوتی جبکہ منذور کا عین ایک عارضی چیز ہے لہٰذا اس کو معدوم سمجھا جائے گا۔ پس اب اگر نفل پڑھنے والے نے منذور آدمی کی اقتداء کی تو دونوں کی نماز متحد ہو سکتی ہے بالخصوص امام زفرؒ کے نزدیک اسلئے کہ فساد کی صورت میں دونوں پر قضاء لازم ہے۔ الغرض بالغ اور نابالغ کی نماز غیر متحد ہے اور بالغ و منذور کی نماز متحد ہے۔

السؤال الثالث ..... وَيُعْتَبَرُ فِي الْمَرْأَةِ أَنْ يَكُوْنَ لَهَا مَحْرَمٌ تَحُجُّ بِهٖ أَوْ زَوْجٌ وَلَا يجوز لَهَا أَنْ تَحُجَّ بِغَيْرِهِمَا فَإِنْ كَانَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ مَكَّةَ مَسِيْرَةُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ وَإِذَا وَجَدَتْ مَحْرَمًا لَمْ يَكُنْ لِلزَّوْجِ مَنْعُهَا.

عبارت پر اعراب لگائیں۔ دونوں مسئلوں میں ائمہ کا اختلاف مع الدلائل ذکر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال میں تین امور مطلوب ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) مسائل میں اختلاف ائمہ مع الدلائل۔

الجواب ..... ❶ عبارت پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا۔

❷ مسائل میں اختلاف ائمہ مع الدلائل:۔ کما مرّ فی الورقة الثانية الشق الثاني من السوال الثالث ۱۴۳۹ھ

﴿السوال الثاني﴾ ۱۴۳۳ھ

السؤال الأول ..... ويجوز الطهارة بماء خالطه شيئ طاهر فغير احد اوصافه.

اگر پاک چیز پانی میں مل جائے تو اس کا کیا حکم ہے؟ پانی کے اوصاف کیا ہیں اور ان کے تغیر کا کیا حکم ہے اگر مائع چیز پانی میں مل جائے جیسے پٹرول، مٹی کا تیل وغیرہ تو اس وقت کیا حکم ہے۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال کا لب لباب تین امور ہیں (۱) پاک چیز کے پانی میں ملنے کا حکم (۲) پانی کے اوصاف اور تغیر کا

Maktaba Tul Ishaat.com Scanned with CamScanner

حکم (۳) پنڈول وغیرہ کے پانی میں ملنے کا حکم۔

الجواب ..... ❶ پاک چیز کے پانی میں ملنے کا حکم :۔ اگر پانی میں کوئی پاک چیز گری اور اس نے پانی کے تینوں اوصاف رنگ، بو، مزہ میں سے کسی ایک وصف کو متغیر کر دیا تو اس پانی سے وضو کرنا جائز ہے جیسے زعفران یا صابن یا اشنان ملا ہوا پانی۔

اگر پانی کے ساتھ دوسری چیز مل کر پانی پر غالب آگئی یہاں تک کہ اس نے پانی کو اس کی طبیعت سے نکال دیا تو ایسے پانی سے وضو کرنا شرعاً معتبر نہیں ہے جیسے شربت، سرکہ، شوربا وغیرہ

❷ پانی کے اوصاف اور تغیر کا حکم :۔ پانی کے تین وصف ہیں۔ رنگ، بو اور مزہ، اور پاک چیز کے ملنے کی صورت میں تغیر کا حکم ابھی گزر چکا ہے اور اگر کوئی ناپاک چیز نجاست وغیرہ پانی میں گر جائے خواہ قلیل ہو یا کثیر ہو تو پانی نجس ہو جائے گا اس سے وضو جائز نہیں ہے۔

❸ پنڈول وغیرہ کے پانی میں ملنے کا حکم :۔ پنڈول اور مٹی کا تیل پانی میں مل جائے تو پانی پاک ہی رہے گا کیونکہ یہ دونوں چیزیں پاک ہیں۔

السؤال الثاني ..... ومن تصدق بجميع ماله لاينوي الزكوة سقط فرضها عنه استحسانا.

مذکورہ عبارت کی تشریح کریں، استحسان کا لغوی و اصطلاحی معنی بیان کریں۔ یہاں استحسان کا تقاضا کیا ہے۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال میں تین امور توجہ طلب ہیں (۱) عبارت کی تشریح (۲) استحسان کا لغوی و اصطلاحی معنی (۳) تقاضائے استحسان کی نشاندہی۔

الجواب ..... ❶ عبارت کی تشریح :۔ اگر کسی نے زکوٰۃ کی نیت کے بغیر اپنا پورا مال صدقہ کر دیا تو استحساناً اس سے فرض زکوٰۃ ساقط ہو گیا۔ یعنی اب سال کا چالیسواں حصہ جو زکوٰۃ لازم ہوتی ہے وہ اس کے ذمہ سے ساقط ہو گئی اب اس کے ذمہ لازم نہیں ہے۔

❷ استحسان کا لغوی و اصطلاحی معنی :۔ لغوی معنی اچھا ہونا اور اصطلاح میں وہ حکم جو خلاف قیاس ہو یعنی باوجود علت کے پائے جانے کے نص یا اجماع یا ضرورۃ کی وجہ سے حکم جاری نہ ہو مثلاً قیاس کی وجہ سے بیع سلم جائز نہیں کیونکہ یہ معدوم چیز کی بیع ہے مگر استحساناً بیع سلم جائز ہے۔

❸ تقاضائے استحسان کی نشاندہی :۔ یہاں استحسان کا تقاضا یہ ہے کہ کل مال کے صدقہ کر دینے کی وجہ سے اس سے فرض زکوٰۃ ساقط ہو جائے مزکوٰۃ کی ادائیگی اس کے ذمہ باقی نہ رہے۔

﴿السؤال الثالث﴾ ۱۴۳۲ھ

السؤال الأول ..... ولا بأس بالسواك الرطب بالغداة والعشي للصائم.....

عبارت میں مذکور مسئلہ کی وضاحت کریں، اس مسئلہ میں ائمہ کا جو اختلاف ہے اسے تفصیل سے بیان کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال کا حاصل دو امر ہیں (۱) مسئلہ کی وضاحت (۲) اختلاف ائمہ کی تفصیل۔

الجواب ..... ❶ مسئلہ کی وضاحت :۔ عند الاحناف روزہ دار کیلئے تر اور پانی میں بھیگی ہوئی مسواک صبح و شام بلا کراہت استعمال کرنا جائز ہے۔ امام شافعیؒ کے نزدیک شام کے وقت روزہ دار کیلئے مسواک کرنا مکروہ ہے۔

امام شافعیؒ کی پہلی دلیل طبرانی و دار قطنی کی یہ حدیث ہے انه عليه الصلوة والسلام قال اذا صمتم فاستاكوا

بالغداۃ ولا تستاکوا بالعشی فان الصائم اذا یبست شفتاہ کانت لہ نورا یوم القیامۃ" کہ جب تم روزہ رکھو تو صبح کو مسواک کرو اور شام کو مسواک نہ کرو۔ کیونکہ جب روزہ دار کے ہونٹ خشک ہو جائینگے تو قیامت کے دن اس کیلئے نور ہوگا۔

دوسری دلیل یہ کہ حدیث میں روزہ دار کے منہ کی بو کو اللہ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے بہتر کہا گیا ہے اور مسواک کی صورت میں اس بو کا زائل کرنا لازم آتا ہے اس وجہ سے اس کو باقی رکھنے کیلئے شام کو مسواک کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

احناف کی پہلی دلیل ابن ماجہ کی حدیث ہے "خیر خلال الصائم السواک" کہ روزہ دار کی بہترین خصلت مسواک کرنا ہے۔ اس حدیث میں صبح و شام اور خشک و تر کی کوئی تفصیل نہیں ہے۔ دوسری دلیل مسند احمد کی یہ حدیث ہے "صلوٰۃ بسواک افضل عند اللہ تعالیٰ من سبعین صلوٰۃ بغیر مسواک" کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مسواک کر کے نماز پڑھنا بغیر مسواک ستر نمازیں پڑھنے سے افضل ہے۔ اس میں روزہ دار کی ظہر و عصر کی نماز بھی آ گئی۔

تیسری دلیل یہ حدیث ہے "لولا ان اشق علی امتی لامرتھم بالسواک عند کل صلوٰۃ" کہ اگر میں اپنی امت پر گراں اور شاق نہ سمجھتا تو میں انکو ہر نماز کے وقت مسواک کرنے کا حکم کرتا یہ حدیث اگرچہ عدم وجوب پر دال ہے مگر ہر نماز کے وقت مسواک کے مسنون ہونے پر دال ہے اور ہر نماز کے عموم میں ظہر و عصر مغرب تمام نمازیں شامل ہیں۔

مسئلہ نمبر ۱۱ ..... القراءۃ فی الفرض واجبۃ فی الرکعتین و قال الشافعیؒ فی الرکعات کلھا.

مسئلہ مذکورہ میں حضرات ائمہ کا اختلاف دلائل کے ساتھ تحریر کریں۔

خلاصہ سوال ہے ..... اس سوال میں فقط قراءت فی الفرض میں اختلاف ائمہ مع الدلائل مطلوب ہے۔

جواب ..... ❶ قراءت فی الفرض میں اختلاف ائمہ مع الدلائل ۔۔۔ نماز فرض کی قراءت کے بارے میں پانچ اقوال ہیں۔

① احناف کے نزدیک فرض کی صرف پہلی دو رکعتوں میں قراءت فرض ہے اور دلیل ارشاد باری تعالیٰ ہے "فاقرؤا ما تیسر من القرآن" اس میں اقرؤا امر کا صیغہ ہے اور امر تکرار کا تقاضا نہیں کرتا۔ پس ایک رکعت میں قراءت کی فرضیت عبارت النص سے ثابت ہوگئی اور رکعت ثانیہ من کل الوجوہ رکعت اولیٰ کے مشابہ ہے کہ سفر کی وجہ سے آخری دو رکعتیں ساقط ہوتی ہیں پہلی دو ساقط نہیں ہوتیں۔ نیز پہلی دو رکعتوں میں قراءت یا الجھر ہے اور آخری دو رکعتوں میں قراءت بالسر ہے۔ نیز پہلی دو رکعتوں میں سورت فاتحہ کے ساتھ سورت کا ملانا واجب ہے اور آخری دو رکعتوں میں فاتحہ کے ساتھ سورت کا ضم نہیں ہوتا۔ جب رکعت ثانیہ من کل الوجوہ رکعت اولیٰ کے مشابہ ہوئی تو دلالت النص سے رکعت ثانیہ میں بھی قراءت کو واجب کر دیا گیا۔

② امام شافعیؒ کے نزدیک فرض کی تمام رکعتوں میں قراءت فرض ہے اور دلیل ارشاد نبوی ہے "لا صلوٰۃ الا بقراءۃ" کہ بغیر قراءت کے نماز نہیں ہوتی اور ہر رکعت نماز ہے لہٰذا ہر رکعت میں قراءت فرض ہے اور ہر رکعت کے نماز ہونے کی دلیل یہ ہے کہ اگر کسی نے نماز نہ پڑھنے کی قسم کھائی اور پھر ایک رکعت نماز پڑھ لی تو وہ حانث ہو جائیگا۔ معلوم ہوا کہ ہر رکعت میں قرآت فرض ہے۔

③ امام مالکؒ کے نزدیک تین رکعتوں میں قراءت فرض ہے اور دلیل یہی امام شافعیؒ والی حدیث ہے مگر تین رکعت چار رکعت کا اکثر ہیں تو اکثر کل کے قائم مقام کرتے ہوئے تین رکعت میں ہی قراءت فرض کر دی گئی۔

④ حسن بصریؒ کے نزدیک صرف ایک رکعت میں ہی قراءت فرض ہے اور دلیل ارشاد باری تعالیٰ ہے "فاقرؤا ما تیسر من القرآن" اس میں اقرؤا امر کا صیغہ ہے اور امر تکرار کا تقاضا نہیں کرتا لہٰذا ایک ہی رکعت میں قراءت کرنے سے فرض پورا ہو گیا۔

Maktaba Tul Ishaat.com Scanned with CamScanner

③ ابوبکر اصم کے نزدیک نماز میں قراءت کرنا مسنون ہے فرض نہیں ہے اور دلیل دیگر اذکار پر قیاس کرتا ہے کہ جس طرح رکوع، سجدہ کی تسبیحات اور ثناء وغیرہ مسنون ہیں اسی طرح قراءت بھی مسنون ہے۔

امام مالکؒ، امام شافعیؒ کی پیش کردہ دلیل کا جواب یہ ہے کہ لا صلوٰۃ الا بقراءۃ میں صلوٰۃ سے مراد صلوٰۃ کامل ہے اور فرض میں صلوٰۃ کامل کا اطلاق دو رکعت پر زائد ہے پس اس حدیث سے فقط دو رکعتوں میں قراءت کا ثبوت ہوگا نہ کہ چار رکعت میں۔

ابوبکر اصم کی دلیل کا جواب یہ ہے کہ آیت قرآن کے مقابلے میں قیاس سے استدلال کرنا درست نہیں۔

الورقة الرابعة: في الفقه (هدايه اوّل)

السوال الاول ۱۴۳۴ھ

المتن الاول ..... الزكوة واجبة على العاقل البالغ الحر المسلم اذا ملك نصابا ملكا تاما وحال عليه الحول

وجوب زکوٰۃ اداکل سے ثابت کریں۔ وجوب کی جن شرائط کو عبارت میں ذکر کیا گیا ہے۔ انکی تشریح کریں حولان حول سے کیا مراد ہے۔ وجوب سے مراد وجوب علی الفور ہے یا وجوب علی التراخی؟

خلاصہ سوال ..... اس سوال کا جواب چار امور میں (۱) وجوب زکوٰۃ مع الدلائل (۲) شرائط وجوب کی تشریح (۳) حولان حول کی مراد (۴) وجوب کی وضاحت۔

الجواب ..... ❶ **وجوب زکوٰۃ مع الدلائل:** متن میں وجوب زکوٰۃ سے مراد فرضیت ہے اور زکوٰۃ کی فرضیت کتاب اللہ احادیث رسول اللہ ﷺ اور اجماع امت تینوں سے ثابت ہے۔

① ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ اقیموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ دوسری جگہ ارشاد ہے خذ من اموالهم صدقة تطهرهم وتزكيهم بها وصل عليهم۔ ② ارشاد نبوی ﷺ ہے حجۃ الوداع کے موقع پر اتقوا الله وصلوا خمسكم وصوموا شهركم واديوا زكوٰة اموالكم، نیز ارشاد ہے بنی الاسلام على خمس شهادة ان لا اله الا الله وان محمدا رسول الله واقام الصلوٰة وايتاء الزكوٰة وحج البيت وصوم رمضان۔ ③ فرضیت زکوٰۃ اجماع امت سے بھی ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ سے لے کر آج تک کسی نے بھی اس کے وجوب کا انکار نہیں کیا۔

❷ **شرائط وجوب کی تفصیل:** وجوب زکوٰۃ کی پہلی شرط یہ ہے کہ وہ آزاد ہو لہٰذا غلام، مدبر، ام الولد اور مکاتب پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔ یہ شرط اس لیے لگائی کہ کامل ملکیت آزادی کے ساتھ ہی متحقق ہوتی ہے اور مذکورہ حضرات یا تو بالکل مالک ہی نہیں یا مالک تو ہوتے ہیں مگر ملک کامل نہیں ہوتی بلکہ ناقص ہوتی ہے۔

دوسری شرط یہ ہے کہ وہ عاقل ہو لہٰذا دیوانہ مجنون آدمی پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔

تیسری شرط یہ ہے کہ وہ بالغ ہو لہٰذا بچہ پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔ یہ دونوں شرطیں اس لیے لگائی کہ زکوٰۃ عبادت ہے اور عبادت بغیر اختیار کے ادا نہیں ہوتی اور عقل کے معدوم ہونے کی وجہ سے ان دونوں کیلئے کوئی اختیار نہیں ہے۔

چوتھی شرط یہ ہے کہ وہ مسلمان ہو لہٰذا کافر پر زکوٰۃ نہیں ہے یہ شرط اس لیے لگائی کہ زکوٰۃ عبادت ہے اور کافر سے کوئی عبادت متحقق نہیں ہوتی۔ کیونکہ وہ ثواب حاصل کرنے کا اہل نہیں ہے۔

Scanned with CamScanner

پانچویں شرط یہ ہے کہ وہ مقدار نصاب کا مالک ہو۔ لہٰذا جس کے پاس مال بقدر نصاب نہ ہو اس پر زکوٰۃ نہیں ہے یہ شرط اس لیے ہے کہ مال مالک کو مستغنی کر دینے کا سبب ہے آپ ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے فرمایا فاعلمهم ان الله تعالى فرض عليهم صدقة تؤخذ من اغنيائهم وترد على فقرائهم۔ یعنی اے معاذ! لوگوں کو خبردار کر دینا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر صدقہ (زکوٰۃ) فرض کیا ہے جو ان کے مالداروں سے لیکر ان کے فقراء کو دیدیا جائے۔ اس حدیث میں مالدار کو غنی سے تعبیر کیا گیا ہے اور ایک دوسری حدیث میں مقدار نصاب بیان فرمائی کہ لیس فیما دون خمسة اوسق صدقة کہ پانچ وسق سے کم میں زکوٰۃ نہیں ہے لہٰذا نصاب کا مالک ہونا زکوٰۃ کے وجوب کیلئے شرط ہے۔

چھٹی شرط یہ ہے کہ حولان حول ہو یعنی مال نصاب پر سال گزرنا ضروری ہے۔ لہٰذا سال سے پہلے زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔ یہ شرط اس لیے لگائی کہ زکوٰۃ مال نامی (بڑھنے والا) میں لازم ہوتی ہے اور نمو (بڑھنا) کو دریافت کرنے کیلئے اتنی مدت ضروری ہے جس میں نمو کا تحقق ہو اور شریعت نے اس مدت کو ایک سال کے ساتھ مقید کیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے لا زكوة في مال حتى يحول عليه الحول کہ سال گزرنے سے قبل زکوٰۃ لازم نہیں ہے۔

پس جس وقت یہ تمام شرائط پائی جائیں گی اس وقت زکوٰۃ لازم ہوگی۔

❶ **حولان حول کی مراد:۔** حولان حول سے مراد یہ ہے کہ مال نصاب پر سال گزر جائے اور اس کی حکمت یہ ہے کہ ایک سال کی مدت نمو اور مال کے بڑھنے پر قدرت دیتی ہے یعنی ایک سال میں آدمی مال کو بڑھا سکتا ہے کیونکہ سال مختلف فصلوں (موسم سردی، گرمی، بہار، خزاں) پر مشتمل ہوتا ہے اور ان فصلوں میں نرخوں (قیمت) میں تفاوت ہوتا ہے یعنی ایک ہی چیز ایک موسم میں سستی اور دوسرے موسم میں مہنگی ہوتی ہے۔ اس طرح آدمی تجارت میں نفع حاصل کر کے مال بڑھا سکتا ہے لہٰذا اب وجوب زکوٰۃ کا مدار سال پر ہے خواہ اس میں نمو متحقق ہو یا نہ ہو۔

❷ **وجوب کی وضاحت:۔** سال گزرنے کے بعد زکوٰۃ واجب ہوتو اسے فی الفور ادا کرنا واجب ہے یا تاخیر بھی جائز ہے؟

امام محمدؒ و امام کرخیؒ کا قول یہ ہے کہ زکوٰۃ واجب ہونے کے بعد فی الفور اس کا ادا کرنا واجب ہے امام ابو یوسفؒ اور ابو بکر رصاص رازی کا قول یہ ہے کہ سال گزرنے کے بعد زکوٰۃ کا مؤخر کرنا جائز ہے کیونکہ تمام عمر اس کی ادا کا وقت ہے۔ یعنی اگر فی الفور زکوٰۃ ادا نہ کی تو جب بھی زندگی میں زکوٰۃ دیگا وہ ادا ہوگی قضا نہ ہوگی۔ معلوم ہوا کہ زکوٰۃ کی ادائیگی کا وقت موت تک ہے لہٰذا تاخیر سے گنہگار نہ ہوگا۔

الفقہ النافع ..... اَلصَّوْمُ ضَرْبَانِ وَاجِبٌ وَنَفْلٌ وَالْوَاجِبُ ضَرْبَانِ مِنْهُمَا مَا يَتَعَلَّقُ بِزَمَانٍ بِعَيْنِهٖ كَصَوْمِ رَمَضَانَ وَالنَّذْرِ الْمُعَيَّنِ فَيَجُوْزُ بِنِيَّةٍ مِنَ اللَّيْلِ وَاِنْ لَمْ يَنْوِ حَتّٰى اَصْبَحَ اَجْزَتْهُ النِّيَّةُ مَا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الزَّوَالِ وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: لَا يُجْزِيْهِ وَالضَّرْبُ الَّذِيْ مَا ثَبَتَ فِي الذِّمَّةِ كَقَضَاءِ شَهْرِ رَمَضَانَ وَالنَّذْرِ الْمُطْلَقِ وَصَوْمِ الْكَفَّارَةِ فَلَا يَجُوْزُ اِلَّا بِنِيَّةٍ مِنَ اللَّيْلِ وَالنَّفْلُ كُلُّهٗ يَجُوْزُ بِنِيَّةٍ قَبْلَ الزَّوَالِ۔

عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ روزے میں نیت کب تک معتبر ہے؟ اور اس میں کیا اختلاف ہے نذر معین و غیر معین میں حکم کے اعتبار سے کیا فرق ہے؟

﴿خلاصہ سوال﴾ ..... اس سوال کا خلاصہ چار امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) روزے کی نیت کے وقت میں اختلاف کی وضاحت (۴) نذر معین و غیر معین کے حکم میں فرق۔

Maktaba Tul Ishaat.com Scanned with CamScanner

جواب ..... ❶ عبارت پر اعراب: کما مرّ فی السوال آنفا۔

❷ عبارت کا ترجمہ:۔ روزہ کی دو قسمیں ہیں واجب اور نفل اور واجب کی دو قسمیں ہیں ان میں سے ایک قسم وہ ہے جو معین وقت اور زمانہ کے ساتھ متعلق ہے۔ جیسے رمضان اور نذر معین کا روزہ پس (روزہ کی یہ قسم) جائز ہے ایسی نیت کے ساتھ جو رات سے ہو اور اگر نیت نہ کی یہاں تک کہ صبح ہوگئی تو کافی ہو جائے گا اس کو صبح اور زوال کے درمیان نیت کرنا۔ اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ کفایت نہیں کرے گا اور دوسری قسم جو ذمہ میں لازم ہو جیسے قضاء رمضان، نذر مطلق اور کفارے کا روزہ پس یہ رات سے نیت کے بغیر جائز نہیں ہیں اور نفلی روزے تمام کے تمام زوال سے پہلے نیت کرنے سے جائز ہو جائیں گے۔

❸ روزے کی نیت کے وقت میں اختلاف کی وضاحت:۔ رمضان اور نذر معین کے روزوں کی رات کو نیت کرنے سے یہ جائز ہو جائیں گے اور اگر رات کو نیت نہ کی یہاں تک کہ صبح ہوگئی تو زوال سے پہلے نیت کرنے سے بھی یہ جائز ہو جائیں گے۔

امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اگر رمضان اور نذر معین کے روزوں کی نیت رات کو نہ کی اور صبح ہوگئی تو اب نیت کرنا جائز نہیں ہے۔ اور امام احمدؒ کا بھی یہی قول ہے۔ امام مالکؒ کے نزدیک فرض و نفل تمام روزوں میں رات کو نیت کرنا شرط ہے اگر صبح کے بعد نیت کی تو وہ معتبر نہ ہوگی۔

اس کے علاوہ نذر معین کے روزے کفارے کے روزے اور قضاء رمضان کے روزے ان سب میں رات کو ہی نیت کرنا ضروری ہے صبح ہونے کے بعد نیت معتبر نہ ہوگی۔ احناف امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک نفلی روزہ کی نیت صبح کے بعد کرنا بھی صحیح و معتبر ہے جبکہ امام مالکؒ کے نزدیک رات کو ہی نیت کرنا ضروری ہے۔

❹ نذر معین و غیر معین کے حکم میں فرق:۔ ابھی مذکورہ امر کے ضمن میں اس کی تفصیل گزر چکی ہے کہ نذر معین کے روزہ کی نیت رات کو کرنا بھی جائز ہے اور اگر رات کو نیت نہ کی اور صبح ہوگئی تو زوال تک نیت کرنا صحیح و معتبر ہوگا۔

اور نذر غیر معین کے روزہ کی نیت رات کو کرنا ہی ضروری ہے۔ صبح ہونے کے بعد نیت صحیح و معتبر نہ ہوگی۔

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۳۴ھ

الشق الاول ..... ویستحب للمتوضی ان ینوی الطهارة۔ وضوء میں نیت واجب ہے یا سنت؟ حضرات فقہاء کا اختلاف دلائل کے ساتھ بیان کریں تیمم میں نیت شرط ہے یا نہیں؟ وضوء اور تیمم میں نیت کے اعتبار سے فرق کیوں ہے؟

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال میں تین امور توجہ طلب ہیں (۱) نیت وضوء میں اختلاف ائمہ مع الدلائل (۲) تیمم میں نیت کا حکم (۳) وضوء اور تیمم کی نیت میں فرق کی وجہ۔

جواب ..... ❶ نیت وضوء میں اختلاف ائمہ مع الدلائل:۔ علماء احناف کے نزدیک وضوء میں نیت کرنا مسنون ہے اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک وضوء میں نیت کرنا فرض ہے۔

ائمہ ثلاثہ کی پہلی دلیل یہ حدیث مبارک ہے "انما الاعمال بالنیات" یعنی اعمال نیتوں پر موقوف ہیں اور وضوء بھی ایک عمل ہے لہٰذا یہ بھی نیت پر موقوف ہوگا۔ دوسری دلیل یہ کہ وضوء ایک عبادت ہے اور عبادت بغیر نیت کے صحیح نہیں ہوتی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے "وما امروا الا لیعبدوا اللہ مخلصین له الدین" اور اخلاص نیت کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ اس لیے کوئی عبادت بغیر نیت کے معتبر نہیں ہے۔

تیسری دلیل یہ کہ تیمم میں بالاتفاق نیت فرض ہے اور تیمم میں تم بھی نیت کو فرض ہی کہتے ہو۔ جب تیمم میں نیت فرض ہے

Scanned with CamScanner

وضو میں بھی نیت فرض ہوگی۔

ہماری پہلی دلیل آیت کریمہ "یا ایھا الذین آمنوا اذا قمتم الی الصلوٰۃ الخ" ہے کہ اس میں فرائض وضو کا ذکر ہے جن میں نیت مذکور نہیں ہے۔ دوسری دلیل یہ کہ وضو نماز کی شرط ہے اور نماز کی جنس شرائط نیت کی محتاج نہیں ہیں لہٰذا وضو بھی نیت کا محتاج نہ ہوگا۔ تیسری دلیل یہ کہ آپ ﷺ سے وضو کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ نے وضو کی تعلیم دیتے ہوئے نیت کو ذکر نہیں کیا۔ معلوم ہوا کہ نیت فرض نہیں ورنہ آپ ﷺ موقع تعلیم میں ضرور اس کی تعلیم دیتے۔

امام شافعیؒ کی پہلی دلیل کا جواب یہ ہے کہ اس میں اعمال (ثواب) محذوف ہے تقدیر عبارت ثواب الاعمال ہے مطلب یہ کہ اعمال کا ثواب نیت پر موقوف ہے نفس عمل نیت پر موقوف نہیں ہے۔

دوسرا جواب یہ کہ اعمال سے مراد عبادات بلکہ طاعات مستقلہ ہیں اور وضو طاعت مستقلہ نہیں بلکہ نماز کیلئے وسیلہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بہت سے مباحات شرعاً بغیر نیت کے معتبر ہوتے ہیں۔ مثلاً نکاح، طلاق وغیرہ۔

دلیل دوم باری تعالیٰ "وما امروا الا لیعبدوا اللہ الخ" کا جواب یہ ہے کہ وضو بغیر نیت کے عبادت نہیں ہو سکتا البتہ مفتاح للصلوٰۃ ہو سکتا ہے کیونکہ نماز کی مفتاح عبادت ہے اور عبادت نیت کے ساتھ اور نیت کے بغیر دونوں طرح متحقق ہو جاتی ہے۔ اس لیے کہ پانی اپنی ذات کے اعتبار سے پاک کرنے والا ہے باری تعالیٰ کا قول ہے "انزلنا من السماء ماء طھورا" یعنی پاک کرنے والے پانی کے استعمال سے وضو کا طہارت ہونا واقع ہو گیا خواہ نیت کرے یا نہ کرے۔

تیسری قیاسی دلیل کا جواب یہ ہے کہ وضو کو تیمم پر قیاس کرنا بھی درست نہیں ہے کیونکہ وضو پانی سے ہوتا ہے اور پانی بذات پاک کرنے والا ہے اور مٹی بذات پاک کرنے والی نہیں ہے۔ مگر پانی پر عدم قدرت کے وقت ادائے صلوٰۃ کی حالت میں پاک کرنے والی ہے یہی مٹی سے پاکی حاصل کرنا امر تعبدی (خلاف قیاس) ہے اور امور تعبدیہ نیت کے محتاج ہوتے ہیں لہٰذا تیمم پر قیاس کرنا درست نہیں ہے۔

نیز دوسرا جواب یہ ہے کہ تیمم کا لغوی معنی قصد وارادہ ہے اور امور شرعیہ میں معنی لغوی ملحوظ ہوتے ہیں اس لیے تیمم میں نیت اور قصد کی شرط لگائی گئی ہے۔

❶ تیمم میں نیت کا حکم:۔ تیمم میں بالاتفاق نیت فرض ہے جیسا کہ ابھی گزر چکا۔

❷ وضو اور تیمم کی نیت میں فرق کیجیے:۔ اختلاف کی تشریح میں اس فرق کی بھی وضاحت گزر چکی ہے۔

سوال ۱۱ ص ۱۱۳ ..... وَاِنْ صَلّٰی اَرْبَعًا وَلَمْ یَقْرَأْ فِیْھِنَّ شَیْئًا اَعَادَ رَکْعَتَیْنِ وَھٰذَا عِنْدَ اَبِیْ حَنِیْفَةَؒ وَمُحَمَّدٍؒ وَعِنْدَ اَبِیْ یُوْسُفَؒ یَقْضِیْ اَرْبَعًا وَھٰذِہِ الْمَسْئَلَةُ عَلٰی ثَمَانِیَةِ اَوْجُہٍ۔

عبارت پر اعراب لگائیں۔ حضرات فقہاء کے اختلاف کی وضاحت کریں۔ مذکورہ مسئلہ کی تمام صورتیں ذکر کریں۔

خلاصہ سوال:۔ اس سوال کا حاصل تین امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) فقہاء کا اختلاف (۳) مسئلہ کی صورتیں۔

الجواب ..... ❶ عبارت پر اعراب:۔ کما مر فی السوال آنفا۔

❷ فقہاء کا اختلاف:۔ اگر کسی نے نفل کی چار رکعتیں پڑھیں اور کسی رکعت میں بھی قرأت نہیں کی تو طرفینؒ کے نزدیک دو رکعت کی قضاء کرنا واجب ہے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک چار رکعت کی قضاء کرنا واجب ہے اس اختلاف سے قبل اصول ائمہ کو سمجھ لیں۔

اصول ائمہ:۔ امام محمدؒ کی اصل یہ ہے کہ پہلی دو رکعت میں یا کسی ایک رکعت میں قرأت نہ کرنا تحریمہ کو باطل کر دیتا ہے۔ کیونکہ

Maktaba Tul Ishaat.com Scanned with CamScanner

تحریمہ افعال کیلئے منعقد کیا جاتا ہے اور افعال ترک قرأت کی وجہ سے فاسد ہو جاتے ہیں لہٰذا تحریمہ جو افعال کیلئے منعقد کیا جاتا ہے وہ بھی فاسد ہو جائے گا۔

امام ابو یوسفؒ کی اصل (ضابطہ) یہ ہے کہ شفع اوّل میں قراءت کو ترک کرنا تحریمہ کو باطل نہیں کرتا بلکہ ادا کو فاسد کرتا ہے کیونکہ قرأت ایک رکن زائد ہے چنانچہ گونگے کے حق میں نماز بلا قرأت ہے۔ البتہ بغیر قرأت کے ادا صحیح نہیں ہوتی اور فساد ادا ترک ادا سے کم درجہ ہے مثلاً حدث ہو گیا وضو کیلئے گیا تو اس صورت میں اس نے ادا چھوڑ دی مگر تحریمہ باطل نہیں ہوئی۔ پس جب ترک ادا سے تحریمہ باطل نہیں ہوتی تو فساد ادا سے بطریق اولیٰ تحریمہ باطل نہ ہوگی۔

امام ابو حنیفہؒ کی اصل یہ ہے کہ پہلی دو رکعتوں میں قرأت چھوڑنا تحریمہ کو باطل کر دیتا ہے اور ایک رکعت میں قراءت کو ترک کرنا تحریمہ کو باطل نہیں کرتا۔

پہلی بات کی دلیل یہ ہے کہ نفل کا ہر شفع مستقل نماز ہے۔ پس اس میں قرأت کو چھوڑنا نماز کو قرأت سے خالی کرنا ہے اور قرأت سے خالی ہونے کی صورت میں نماز اس طرح فاسد ہو جاتی ہے کہ اسکی قضاء واجب ہوتی ہے اور تحریمہ بھی باطل ہو جائیگی۔

دوسری بات کی دلیل یہ ہے کہ ایک رکعت میں بھی ترک قرأت سے قیاساً تحریمہ باطل اور نماز فاسد ہونی چاہیے جیسا کہ نماز فجر میں ایک رکعت کی ترک قرأت سے نماز فاسد ہو جاتی ہے مگر ایک رکعت میں ترک قرأت کی وجہ سے نماز کا فاسد ہونا مختلف فیہ ہے پس ہم نے احتیاط پر عمل کرتے ہوئے کہا کہ ایک رکعت میں ترک قرأت سے نماز تو فاسد ہو جائیگی اور قضاء بھی واجب ہوگی، مگر شفع ثانی کے لزوم کے حق میں تحریمہ باقی رہے گی۔

اس تفصیل کے بعد مسئلہ کا حاصل یہ ہے کہ جب مصلی نے چاروں رکعتوں میں قرأت نہیں کی تو طرفین کے نزدیک شفع اول میں ترک قرأت کی وجہ سے تحریمہ باطل ہو گئی جب تحریمہ باطل ہو گئی تو شفع ثانی کا شروع کرنا درست نہ ہوا۔ پس گویا کہ اس نے دو رکعت کی ہی نیت باندھی تھی اور انہی کو فاسد کر دیا اس لیے صرف دو رکعت کی قضاء واجب ہے۔

امام ابو یوسفؒ کے نزدیک تحریمہ باطل نہیں ہے لہٰذا شفع ثانی کو شروع کرنا بھی صحیح ہوا مگر ترک قرأت کی وجہ سے چاروں رکعتیں فاسد ہیں لہٰذا چاروں رکعتوں کی قضاء واجب ہے۔

❷ مذکورہ مسئلہ کی صورتیں:۔ مذکورہ مسئلہ کی آٹھ صورتیں ہیں۔ ① چاروں میں قرأت کو ترک کر دیا گیا ہو ② شفع ثانی میں ترک کر دیا گیا ہو ③ شفع اول میں ترک کیا گیا ہو ④ شفع ثانی کی کسی ایک رکعت میں ترک کیا گیا ہو ⑤ شفع اول کی کسی ایک رکعت میں ترک کیا گیا ہو ⑥ شفع اول کی کسی ایک رکعت میں اور شفع ثانی کی کسی ایک رکعت میں ترک کیا گیا ہو ⑦ شفع ثانی کی دونوں رکعتوں اور شفع اول کی کسی ایک رکعت میں ترک کیا گیا ہو ⑧ شفع اول کی دونوں رکعتوں اور شفع ثانی کی کسی ایک رکعت میں ترک کیا گیا ہو۔ الخ

﴿الورقة الرابعة: في الفقه (هدايه اوّل)﴾

﴿السوال الاول﴾ ۱۴۳۵ھ

الشق الاول ..... اَلسَّفَرُ الَّذِیْ یَتَغَیَّرُ بِهِ الْاَحْکَامُ اَنْ یَقْصِدَ مَسِیْرَةَ ثَلَاثَةِ اَیَّامٍ وَلَیَالِیْهَا بِسَیْرِ الْاِبِلِ وَمَشْیِ الْاَقْدَامِ وَالسَّیْرُ الْمُذَکَّرُ هُوَ الْوَسَطُ وَلَا یُعْتَبَرُ السَّیْرُ فِی الْفُلْکِ وَفَرْسَخٌ

المسافر في الرّباعيّة ركعتان لا يزيد عليهما.

عبارت پر اعراب لگائیں، صاحب ہدایہ کے طرز پر عبارت کی تشریح کریں، قصر واجب ہے یا سنت؟ دلائل کیساتھ تحریر کریں۔

خلاصہ سوال ہے..... اس سوال میں تین امور توجہ طلب ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کی تشریح (۳) قصر کا حکم مع الدلائل۔

جواب..... ❶ عبارت پر اعراب:۔ کما مرّ في السؤال آنفا۔

❷ عبارت کی تشریح:۔ اس عبارت میں سفر اور قصر نماز کے احکام کو ذکر فرمارہے ہیں تو فرمایا کہ وہ سفر جس سے احکام تبدیل ہوتے ہیں (مثلاً قصر نماز، مدت مسح وغیرہ) وہ یہ ہے کہ انسان تین دن اور تین رات کے چلنے کا ارادہ کرے اور چلنے سے مراد انسان کا پیدل چلنا یا اونٹ کی درمیانی چال ہے اور یہی رفتار اوسط درجہ کی رفتار ہے جس کی مسافت اڑتالیس میل ہے۔ اور تین دن و تین رات کی دلیل فرمان نبوی ﷺ ہے "يمسح المقيم كمال يوم وليلة والمسافر ثلثة ايام ولياليها" طریقہ استدلال یہ ہے کہ اس فرکا اف ذ م استغراق کا ہے یعنی مسح کی رخصت ہر مسافر کو شامل ہوگی لہٰذا ہر مسافر تین دن اور تین رات تک مسح کر سکتا ہے اور یہ اسی وقت ہو سکتا ہے جبکہ اقل مدت سفر تین دن اور تین رات ہو۔ اگر اقل مدت سفر تین دن و تین رات سے کم ہو تو پھر ہر مسافر کا تین دن اور تین رات تک مسح پر قادر ہونا ممکن نہیں رہیگا۔ حالانکہ حدیث سے ہر مسافر کیلئے تین دن اور تین رات مسح کرنے کی قدرت ثابت ہے پس معلوم ہوا کہ سفر کی کم از کم مدت تین دن اور تین راتیں ہیں۔ اور یہی رفتار اوسط درجہ کی رفتار ہے جس کی مسافت ۴۸ میل ہے۔

امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اقل مدت سفر دو دن مکمل اور تیسرے دن کا اکثر حصہ ہے امام شافعیؒ کے نزدیک ایک دن ایک رات ہے۔

امام احمدؒ امام مالکؒ کے نزدیک اقل مدت سفر چار فرسخ (بارہ میل) ہے جبکہ ہماری پیش کردہ حدیث ان تمام اقوال کے خلاف حجت ہے۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ دریائی سفر میں خشکی کی رفتار معتبر ہوگی۔ مثلاً ایک مقام تک پہنچنے کے دو راستے ہیں ایک دریا کا، دوسرا خشکی کا، خشکی کے راستے سے اس مقام تک تین دن و تین رات کی مسافت نہیں ہے اور دریائی راستے سے تین دن و تین رات کی مسافت ہے تو اگر کوئی شخص دریائی راستے سے سفر کرے گا تو اس میں خشکی کا اعتبار نہ ہوگا بلکہ بحری سفر کا ہی اعتبار ہوگا لہٰذا اس کو رخصت سفر ہوگی۔ جیسا کہ پہاڑی راستہ میں پہاڑی مسافت کی معتبر ہے۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ مسافر کی رباعی نماز (چار رکعت والی نماز) دو رکعت ہے یعنی وہ فرض نماز کی دو رکعتیں ہی پڑھے گا ان پر اضافہ نہیں کر سکتا۔ امام شافعی فرماتے ہیں کہ اسکو قصر یعنی دو پڑھنے کی اجازت ہے مگر چار رکعت کا پڑھنا اولیٰ و افضل ہے۔

امام شافعی کی پہلی دلیل روزہ پر قیاس ہے کہ جس طرح مسافر کیلئے رمضان میں افطار کی اجازت ہے مگر روزہ رکھنا افضل ہے اسی طرح رباعی نماز میں قصر کی اجازت ہے مگر اتمام اولیٰ و افضل ہے۔

دوسری دلیل یہ آیت کریمہ ہے "فليس عليكم جناح ان تقصروا من الصلوٰة" یعنی تم پر نماز کا قصر کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور لا جناح کا لفظ اباحت کیلئے آتا ہے نہ کہ وجوب کیلئے یعنی قصر کرنا مباح ہے واجب نہیں ہے۔

تیسری دلیل حدیث عمر رضی اللہ عنہ ہے "انها صدقة تصدق الله بها عليكم فاقبلوا صدقته" یعنی حضرت عمر فرماتے ہیں کہ آیت قصر "ان خفتم" مجھ پر مشتبہ ہوگئی تو میں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ کیا ہم قصر کریں حالانکہ ہم بالکل مامون ہیں ہمیں کسی چیز کا خوف نہیں ہے اور قصر کی اجازت خوف کی صورت میں تھی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قصر نماز اللہ تعالیٰ کی طرف سے صدقہ ہے تم اس کے صدقہ کو قبول کرو اس حدیث میں قصر کا نام صدقہ رکھا گیا ہے اور قاعدہ ہے کہ جس پر صدقہ کیا جائے اسکو

Maktaba Tul Ishaat.com Scanned with CamScanner

صدقہ قبول کرنے میں اختیار ہوتا ہے صدقہ قبول کرنا اس پر لازم نہیں ہوتا۔

احناف کی پہلی دلیل یہ ہے کہ مسافر اگر قصر کرے اور آخری دو رکعتوں کو ترک کر دے تو مقیم ہونے کے بعد ان کی قضاء ہے اور ان کے چھوڑنے پر وہ گنہگار ہے اور قضاء کا واجب نہ ہونا اور گنہگار نہ ہونا شارع عالی کے نفل ہونے کی علامت ہے معلوم ہوا کہ مسافر پر باقی نماز میں فقط دو رکعتیں ہی واجب ہیں۔

دوسری دلیل حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا ہے "فرضت الصلوٰۃ رکعتین رکعتین فاقرت صلوٰۃ السفر وزیدت فی الحضر" کہ شروع میں نماز دو دو رکعت فرض تھی پھر سفر کی نماز کو اسی حال پر برقرار رکھا گیا اور حضر کی نماز میں اضافہ کر دیا گیا۔

تیسری دلیل حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما ہے "افترض رسول اللہ رکعتین فی السفر کما افترض فی الحضر اربعا" کہ رسول اللہ ﷺ نے سفر میں دو رکعتیں فرض کی ہیں جیسا کہ حضر میں چار رکعت فرض ہیں۔

چوتھی دلیل حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہ ہے "صحبت رسول اللہ ﷺ فی السفر لم یزد علی رکعتین حتی قبضہ اللہ و صحبت عمر فلم یزد علی رکعتین حتی قبضہ اللہ و صحبت عثمان فلم یزد علی رکعتین حتی قبضہ اللہ وقد قال اللہ تعالی لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ" کہ حضرت ابن عمر فرماتے ہیں کہ میں سفر میں باترتیب رسول اللہ ﷺ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ساتھی ہوا اور سب نے سفر میں دو رکعت نماز ہی پڑھی وہاں تک کہ اسی حال پر انکا وصال ہوتا چلا گیا کسی نے بھی دو رکعت پر اضافہ نہیں کیا اور اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ کو ہمارے لیے بہترین نمونہ بنایا ہے ان تمام احادیث سے سفر میں دو رکعت کا ہونا ثابت ہوا اگر نماز سفر چار رکعت پڑھنا افضل ہوتا تو پھر آنحضرت ﷺ اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کبھی بھی اس فضیلت کو ترک نہ کرتے۔

امام شافعی کی پہلی دلیل (روزہ پر قیاس) کا جواب یہ ہے کہ سفر کی نماز کو روزہ پر قیاس کرنا صحیح نہیں ہے اس لیے کہ مسافر کیلئے ترک روزہ کی اجازت ہے مگر بعد میں اس کی قضاء واجب ہے جبکہ مسافر پر دو رکعت پڑھنے کی صورت میں آخری دو رکعت کی قضاء لازم نہیں ہے لہٰذا کسی چیز کے ترک پر بدل واجب ہونا وہ گناہ ہونا یا اس چیز کے نفل ہونے کی علامت ہے۔

امام شافعی کی دوسری دلیل (لیس علیکم جناح) کا جواب یہ ہے کہ آیت میں اصل نماز کا قصر مراد نہیں بلکہ اس کا قصر مراد ہے یعنی دشمن کے خوف کی وجہ سے قیام کو چھوڑ کر تھوا اختیار کرنا اور رکوع و سجود کو چھوڑ کر اشارہ کے ساتھ نماز پڑھنا مباح ہے واجب نہیں ہے اور دوسرا جواب یہ ہے کہ اگر اصل نماز کا قصر مراد ہو تو پھر لیس علیکم جناح "اباحت کیلئے نہیں بلکہ وجوب کیلئے ہے جیسا کہ "فمن حج البیت او اعتمر فلا جناح علیہ ان یطوف بھما" میں لاجناح کا لفظ بالاتفاق سعی بین الصفا والمروۃ کے وجوب کیلئے ہے۔ امام شافعی کی تیسری دلیل حدیث عمر رضی اللہ عنہ (انھا صدقۃ) کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں "اقبلوا صدقتہ" امر کا صیغہ ہے اور امر وجوب کیلئے آتا ہے نہیں یا احناف کی دلیل ہوئی نہ کہ شوافع کی دلیل ہوئی۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ صدقہ کی دو قسمیں ہیں۔ ① تملیکات جیسے مال کا صدقہ کرنا ② اسقاطات یعنی ساقط کرنا جیسے آزاد کرنا قصاص کو معاف کرنا تو قاعدہ ہے کہ تملیکات والا صدقہ رد کرنے سے رد ہو جاتا ہے۔ جبکہ اسقاطات والا صدقہ رد کرنے سے رد نہیں ہوتا۔ اور قصر نماز کا تعلق اسقاطات سے ہے لہٰذا یہ صدقہ رد کرنے سے رد نہیں ہوگا۔ پس ثابت ہوا کہ قصر واجب ہے۔

② قصر کا حکم مع الدلائل۔ اس کی تشریح کے ضمن میں اس کی تفصیل گزر چکی ہے۔

المتن المأمور ..... وَمَنْ قَتَلَهُ أَهْلُ الْحَرْبِ أَوْ أَهْلُ الْبَغْيِ أَوْ قُطَّاعُ الطَّرِيقِ فَبَاغِيٌ شَقِيٌّ قَتَلُوهُ لَمْ يُغَسَّلْ وَإِذَا اسْتُشْهِدَ الْجُنُبُ غُسِّلَ عِنْدَهُمَا خِلَافًا لِأَبِي حَنِيفَةَ وَقَالَا لَا يُغَسَّلُ.

عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں، شہید کی تعریف کریں شہید کے غسل میں حضرات فقہاء کا اختلاف دلائل کے ساتھ تحریر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال کا حاصل چار امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) شہید کی تعریف (۴) شہید کے غسل میں اختلاف فقہاء مع الدلائل۔

الجواب ..... ❶ عبارت پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا۔

❷ عبارت کا ترجمہ:۔ اور جس شخص کو قتل کیا ہو اہل حرب نے یا باغیوں نے یا ڈاکوؤں نے خواہ کسی بھی چیز سے قتل کیا ہو اسے غسل نہیں دیا جائیگا۔ اور جب جنبی آدمی شہید ہو تو اسکو غسل دیا جائیگا امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اور صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ غسل نہیں دیا جائیگا۔

❸ شہید کی تعریف:۔ شہید وہ شخص ہے جسکو مشرکین نے قتل کر ڈالا ہو یا وہ میدان جنگ میں مارا ہوا پایا گیا اور اسکے جسم پر قتل کے آثار ہیں یا اسکو کسی مسلمان نے ظلماً قتل کیا ہو اور اسکے قتل کی وجہ سے دیت واجب نہ ہوئی ہو۔

❹ شہید کے غسل میں اختلاف فقہاء مع الدلائل:۔ اگر کوئی مسلمان حالت جنابت میں شہید ہو گیا تو امام ابوحنیفہؒ امام احمد کے نزدیک اسکو غسل دیا جائیگا اور صاحبینؒ و امام شافعیؒ کے نزدیک اسکو غسل نہیں دیا جائیگا۔

صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ جو غسل جنابت کی وجہ سے واجب ہوا تھا وہ موت سے ساقط ہو گیا کیونکہ موت کی وجہ سے وہ غسل کا مکلف ہی نہ رہا اور دوسرا غسل شہادت کی وجہ سے واجب نہیں ہوا کیونکہ شہادت وجوب غسل سے مانع ہے۔

امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ شہادت میت والے غسل سے مانع تو ہے مگر پہلے سے واجب شدہ غسل کو رفع کرنے والی نہیں ہے۔ چنانچہ شہید کے کپڑے پر لگی ہوئی نجاست کو دھونا ضروری ہے مگر بدن کے خون کو دھونا ضروری نہیں ہے۔ پس شہادت رافع نہ ہونے کی وجہ سے جنابت کو بھی دور نہ کرے گی۔ لہٰذا شہید جنبی کو غسل دینا واجب ہے اور اسکی تائید حضرت حنظلہؓ کی شہادت کے واقعہ سے بھی ہوتی ہے کہ جب وہ جنبی ہونے کی حالت میں شہید ہوئے تو فرشتوں نے انکو غسل جنابت دیا تھا پس معلوم ہوا کہ شہید جنبی کو غسل دینا واجب ہے۔

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۲۵ھ

المتن المأمور ..... ولا یجب فی العمر الا مرۃ واحدۃ.

دلائل کی روشنی میں مسئلہ مذکورہ کی وضاحت کریں۔ حج واجب علی الفور ہے یا واجب علی التراخی؟ ائمہ کا اختلاف دلائل کے ساتھ تحریر کریں۔ احناف کے نزدیک حج کی کونسی قسم افضل ہے؟

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال کا خلاصہ تین امور ہیں (۱) مسئلہ مذکورہ کی وضاحت مع الدلائل (۲) وجوب حج علی الفور و علی التراخی میں اختلاف ائمہ مع الدلائل (۳) حج کی افضل قسم کی نشاندہی۔

الجواب ..... ❶ مسئلہ مذکورہ کی وضاحت مع الدلائل:۔ حج زندگی میں فقط ایک ہی مرتبہ فرض ہے ہر سال فرض نہیں ہے اور اسکی پہلی دلیل وہ حدیث ہے جسکے یہ الفاظ ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا گیا کہ حج ہر سال ہے یا زندگی میں فقط ایک ہی مرتبہ ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ حج زندگی میں صرف ایک ہی مرتبہ ہے پس جو شخص زیادہ حج کرے گا وہ نفل ہے۔

Maktaba Tul Ishaat.com Scanned with CamScanner

دوسری دلیل یہ ہے کہ حج کا سبب بیت اللہ ہے یہی وجہ ہے کہ حج کو بیت اللہ کی طرف مضاف کر کے حج بیت اللہ کہا جاتا ہے اور اضافت سبب ہونے کی علامت ہے معلوم ہوا کہ حج کا سبب بیت اللہ ہے اور سبب یعنی بیت اللہ متعدد و مکرر نہیں ہے بلکہ ایک ہی ہے پس مسبب یعنی حج بھی زندگی میں صرف ایک ہی مرتبہ فرض ہے۔

❼ **وجوب حج علی الفور وعلی التراخی میں اختلاف ائمہ مع الدلائل:۔** جب کسی شخص میں حج فرض ہونے کی تمام شرائط پائی جائیں تو اس پر اسی سال حج علی الفور واجب ہے یا علی التراخی واجب ہے؟ تو امام ابوحنیفہؒ، امام ابو یوسفؒ، امام احمدؒ، امام کرخیؒ کے نزدیک اسی سال حج علی الفور واجب ہے۔ اگر بلا عذر حج کو مؤخر کر دیا تو گنہگار ہوگا۔

امام محمدؒ و امام شافعیؒ کے نزدیک حج علی التراخی واجب ہے۔ چنانچہ اگر اس نے پہلے سال حج نہ کیا بلکہ اسکو مؤخر کر دیا تو گنہگار نہ ہوگا۔ پھر امام محمدؒ کے نزدیک تاخیر کی اجازت ہے بشرطیکہ موت کی وجہ سے حج فوت نہ ہو جائے چنانچہ اگر اس نے حج کو مؤخر کیا اور بغیر حج کیے مر گیا تو گنہگار ہوگا اور امام شافعیؒ کے نزدیک تاخیر کی وجہ سے گنہگار نہ ہوگا اگرچہ وہ فوت ہو جائے۔

حضرات امام محمدؒ و امام شافعیؒ کی دلیل یہ ہے کہ فریضۂ حج کا وقت پوری زندگی ہے اور فریضۂ حج کیلئے پوری زندگی ایسی ہے جیسا کہ نماز کا وقت، پس جس طرح نماز کو آخر وقت تک مؤخر کرنا جائز ہے اسی طرح حج کو بھی آخر عمر تک مؤخر کرنا جائز ہے۔

حضرات شیخین کی دلیل یہ ہے کہ حج ایک خاص وقت یعنی اشہر حج (شوال، ذیقعدہ، ذی الحجہ) کے ساتھ مخصوص ہے اور جو چیز کسی خاص وقت کے ساتھ مخصوص ہو اگر وہ فوت ہو جائے تو اسکو اسی وقت معینہ میں ہی ادا کرنا ہوتا ہے۔ اب حج کا وقت فوت ہونے کے بعد دوبارہ ایک سال کے بعد آئے گا اور سال بھر کی مدت طویل ہے اس مدت میں موت و حیات دونوں برابر ہیں اس مدت میں موت کا آنا کوئی بعید نہیں ہے۔ بلکہ موت آسکتی ہے اس لیے احتیاط اسی میں ہے کہ حج کا وقت تنگ کر دیا جائے اور یہ کہا جائے کہ جس سال شرائط جمع ہو جائیں اسی سال حج فرض ہے اور حج کی ادائیگی میں جلدی کرنا بالاتفاق افضل ہے۔

بخلاف نماز کے وقت کے کہ اتنی دیر میں موت کا آنا بعید ہے۔ اس لیے نماز کو اسکے وقت میں مؤخر کرنا خلاف احتیاط کام نہ ہوگا۔

❽ **حج کی افضل قسم کی نشاندہی:۔** ہمارے نزدیک حج قران حج تمتع و افراد سے افضل ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک حج افراد تمتع اور قران سے افضل ہے امام مالک کے نزدیک حج تمتع، حج افراد و قران سے افضل ہے۔

المتن الثانی ..... فَصْلٌ فِي الْاِسْتِنْجَاءِ اَلْاِسْتِنْجَاءُ سُنَّةٌ لِاَنَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَاظَبَ عَلَيْهِ وَيَجُوْزُ فِيْهِ الْحَجَرُ وَمَا قَامَ مَقَامَهُ يَسْتَنْجِيْ حَتّٰى يُنَقِّيَهُ لِاَنَّ الْمَقْصُوْدَ هُوَ الْاِنْقَاءُ فَيُعْتَبَرُ مَا هُوَ الْمَقْصُوْدُ وَلَيْسَ فِيْهِ عَدَدٌ مَسْنُوْنٌ.

عبارت پر اعراب لگا کر وضاحت کریں۔ استنجاء میں احجار کے عدد کے بارے میں ائمہ کرام کے اختلاف کو دلائل کی روشنی میں بیان کریں۔

خلاصۂ سوال: ..... اس سوال کا حاصل تین امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کی وضاحت (۳) عدد احجار فی الاستنجاء میں اختلاف ائمہ مع الدلائل۔

الجواب ..... ❶ **عبارت پر اعراب:۔** کما مرّ فی السوال آنفا۔

❷ **عبارت کی وضاحت:۔** اس عبارت میں استنجاء کے احکام کا ذکر ہے تو اولاً استنجاء کی شرعی حیثیت بیان کی کہ آنحضرت ﷺ کے استنجاء پر مواظبت فرمانے کی وجہ سے یہ سنت ہے۔

Scanned with CamScanner

اس کے بعد فرمایا کہ استنجاء میں پتھر اور جو اس کے قائم مقام ہو نجاست کو صاف کرنے میں اس کا استعمال کرنا جائز ہے اور اس کی کیفیت یہ ہو کہ استنجاء کی جگہ اس قدر صاف کرے کہ وہ پاک ہو جائے گویا پتھر وغیرہ میں کوئی عدد مسنون نہیں ہے بلکہ پاکی حاصل کرنا مقصود ہے لہٰذا مقصود کا ہی اعتبار ہوگا۔

❷ **عدد احجار فی الاستنجاء میں اختلاف ائمہ مع الدلائل:-** احناف کے نزدیک استنجاء میں پتھروں کی کوئی تعداد مسنون نہیں ہے۔ بلکہ پاکی حاصل کرنا مقصود ہے خواہ وہ تین پتھروں سے حاصل ہو یا کم زیادہ سے، اور امام شافعیؒ کے نزدیک تین پتھروں کا استعمال ضروری ہے۔ امام شافعیؒ کی دلیل حدیث ابوہریرہؓ ہے جس کے آخر میں ہے "لیستنج بثلاثة احجار" کہ جب تم میں سے کوئی قضاء حاجت کیلئے جائے تو قبلہ کی طرف نہ کرے اور نہ پیٹھ کرے اور تین پتھروں سے استنجاء کرے، اس حدیث میں "لیستنج" امر کا صیغہ ہے اور امر وجوب کیلئے ہے پس معلوم ہوا کہ تین پتھروں کا استعمال ضروری ہے۔

ہماری دلیل بھی حدیث ابوہریرہؓ ہے جس میں یہ الفاظ ہیں "من استجمر فلیوتر من فعل فقد احسن ومن لا فلا حرج" کہ تم میں سے جو بھی استنجاء کیلئے پتھر استعمال کرے پس اس کو چاہیے کہ طاق پتھر استعمال کرے، جس نے طاق پتھر استعمال کیے اس نے بہت اچھا کیا اور جس نے نہیں کیا اس پر کوئی گناہ نہیں ہے اور ایثار (طاق) جس طرح تین کے عدد میں پایا جاتا ہے اسی طرح ایک، پانچ اور سات کے عدد سے بھی متحقق ہو جاتا ہے لہٰذا تین کا عدد ضروری نہیں ہے۔

نیز فرمایا کہ جس نے ایثار نہ کیا اس پر کوئی گناہ نہیں ہے معلوم ہوا کہ ترک استنجاء میں کوئی گناہ نہیں ہے اور جس چیز کے ترک پر کوئی گناہ نہ ہو وہ چیز فرض یا واجب نہیں ہوتی پس معلوم ہوا کہ استنجاء کرنا فرض نہیں بلکہ سنت ہے۔

امام شافعیؒ کی دلیل کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث متروک الظاہر ہے اس لیے کہ اگر کسی نے ایسے پتھر سے استنجاء کیا جس کے تین کونے ہوں یہ بالاتفاق جائز ہے معلوم ہوا کہ تین کا عدد شرط نہیں ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ امر کا صیغہ وجوب کیلئے نہیں بلکہ استحباب کیلئے ہے۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ جب ابن مسعودؓ نے حضور ﷺ سے استنجاء کیلئے پتھر مانگے تو دو پتھر اور ایک لید کا ٹکڑا لے آئے۔ پس آپ ﷺ نے پتھر لے لیے اور لید کو نجس کہہ کر پھینک دیا اور تیسرا پتھر نہیں منگوایا، اس سے بھی معلوم ہوا کہ تین پتھر ضروری نہیں ہیں۔ ورنہ آپ ﷺ ضرور تیسرا پتھر منگواتے۔

السوال الثالث ۱۴۳۵ھ

السؤال الثالث ..... باب الامامة: الجماعة سنة مؤكدة لقوله الجماعة من سنن الهدى لا يختلف عنها الامناق واولى الناس بالامامة اعلمهم بالسنة.

عبارت مذکورہ کی وضاحت کریں، اتق بالامامۃ کی تفصیل کتاب کے مطابق بیان کریں۔

خلاصہ سوال ..... اس سوال کا خلاصہ دو امر ہیں (۱) عبارت کی وضاحت (۲) اتق بالامامۃ کی تفصیل۔

الجواب ..... ❶ **عبارت کی وضاحت:-** اس عبارت میں اولاً جماعت کی شرعی حیثیت کا ذکر ہے کہ جماعت سنت مؤکدہ ہے اور اس کے سنت ہونے کی دلیل ارشاد نبوی ﷺ ہے "الجماعة من سنن الهدى لا يتخلف عنها الامناق" کہ

Maktaba Tul Ishaat.com Scanned with CamScanner

جماعت سنن ھدیٰ میں سے ہے اس سے صرف منافق ہی پیچھے رہتا ہے۔ اور سنن ھدیٰ وہ سنت ہے جس پر آنحضرت ﷺ نے بطریق عبادت مواظبت فرمائی ہو مگر کبھی اسکو ترک بھی کر دیا ہو۔ یہی سنت شعائر اسلام میں سے ہوتی ہے۔ اسکا ترک کرنا ضلالت ہوتا ہے۔ اسکے مقابلہ میں سنن زائدہ وہ سنت ہے جس پر آپ ﷺ نے بطریق عادت مواظبت فرمائی ہو اس کے ترک کی گنجائش ہے جیسے تہجد کی نماز وغیرہ۔ اسکے بعد احق بالامامت کی تفصیل ہے جو کہ ماقبل میں مذکور ہے۔

❷ احق بالامامت کی تفصیل :۔ امامت کا سب سے زیادہ مستحق وہ شخص ہے جو سنت یعنی ان احکام شرعیہ کا جاننے والا ہو جو نماز کے ساتھ متعلق ہیں مثلاً نماز کی شرائط، ارکان، سنتیں اور آداب نماز کو جاننے والا ہو بشرطیکہ اتنی قراءت پر بھی قادر ہو جس سے نماز ہو جاتی ہے اور امام ابو یوسفؒ کی ایک روایت یہ ہے کہ سب سے زیادہ مستحق بالامامت وہ ہوگا جو سب سے اچھا قاری قرآن ہو بشرطیکہ بقدر ضرورت علم رکھتا ہو۔ اگر علم میں سب برابر ہوں تو پھر جو سب سے اچھا قاری قرآن ہو۔ اگر سب برابر ہوں تو پھر جو سب سے زیادہ سنت کا جاننے والا ہو۔ اگر سب برابر ہوں تو پھر جو سب سے زیادہ متقی و پرہیزگار ہو اگر سب برابر ہوں تو پھر جو سب سے زیادہ عمر رسیدہ ہو وہ امامت کا زیادہ مستحق ہے۔

باب السجود ..... باب في سجدة التلاوة: قال سجود التلاوة في القرآن اربعة عشر۔

قرآن کریم میں سجدوں کی تفصیل بیان کریں، سجدۂ تلاوت کس کے ذمہ میں واجب ہوتا ہے اور سجدہ کرنے کا طریقہ کیا ہے؟ پوری تفصیل بیان کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال میں دو امر مطلوب ہیں (۱) سجدۂ تلاوت کی تفصیل (۲) سجدۂ تلاوت کا وجوب اور طریقہ۔

الجواب ..... ❶ سجدۂ تلاوت کی تفصیل :۔ قرآن پاک میں چودہ آیات سجدہ ہیں: ① سورۂ اعراف کے آخر میں (ان الذین عند ربك لا یستکبرون عن عبادته ویسبحونه وله یسجدون) پ۹ ع۱۲، ② سورۂ رعد میں ہے (ولله یسجد من فی السموات والارض طوعا وکرها وظلالهم بالغدو والاصال) پ۱۳ رکوع ۸، ③ سورۂ نحل میں ہے (یخافون ربهم من فوقهم ویفعلون ما یؤمرون) پ۱۴ ع۱۲، ④ سورۂ بنی اسرائیل میں ہے (ویخرون للاذقان یبکون ویزیدهم خشوعا) پ۱۵ ع۱۲، ⑤ سورۂ مریم میں ہے (اذا تتلی علیهم ایات الرحمٰن خروا سجدا وبکیا) پ۱۶ ع۷، ⑥ سورۂ حج کا پہلا سجدہ ہے (ومن یهن الله فما له من مکرم ان الله یفعل ما یشاء) پ۱۷ ع۹، ⑦ سورۂ فرقان میں ہے (واذا قیل لهم اسجدوا للرحمٰن قالوا وما الرحمٰن انسجد لما تامرنا وزادهم نفورا) پ۱۹ ع۳، ⑧ سورۂ نمل میں ہے (ما تخفون وما تعلنون الله لا اله الا هو رب العرش العظیم) پ۱۹ ع۱۴، ⑨ سورۂ سجدہ (الم تنزیل) میں ہے (انما یؤمن بایاتنا الذین اذا ذکروا بها خروا سجدا وسبحوا بحمد ربهم وهم لا یستکبرون) پ۲۱ ع۱۵، ⑩ سورۂ ص میں ہے (فغفرنا له ذالك وان له عندنا لزلفی وحسن مآب) پ۲۳ ع۱۱، ⑪ سورۂ حم سجدہ میں ہے (یسبحون له باللیل والنهار وهم لا یسئمون) پ۲۴ ع۱۹، ⑫ سورۂ النجم میں ہے (فاسجدوا لله واعبدوا) پ۲۷ ع۷، ⑬ سورۂ انشقاق میں ہے (واذا قرئ علیهم القرآن لا یسجدون) پ۳۰ ع۹، ⑭ سورۂ علق میں ہے (واسجد واقترب) پ۳۰ ع۱۹۔

صاحب ہدایہ نے ان چودہ مواضع سجدہ پر مصحف عثمان رضی اللہ عنہ سے استدلال کیا ہے اور مصحف عثمان رضی اللہ عنہ ہی معتبر ہے۔

Scanned with CamScanner

❷ سجدۂ تلاوت کا وجوب وطریقہ:۔ مذکورہ چودہ آیات کے پڑھنے والے اور سننے والے دونوں پر خواہ اس نے قرآن کریم سننے کا ارادہ کیا ہو یا نہ کیا ہو۔ ان دونوں پر سجدۂ تلاوت واجب ہے اور دیگر تینوں ائمہؒ کے نزدیک سجدۂ تلاوت سنت ہے۔

سجدۂ تلاوت کا طریقہ یہ ہے کہ جب سجدۂ تلاوت کرنے کا ارادہ ہو تو دونوں ہاتھوں کو اٹھائے بغیر تکبیر کہہ کر سجدہ کرے اور پھر تکبیر کہہ کر اپنا سر زمین سے اٹھالے اور اس پر دلیل نماز کے سجدہ پر قیاس ہے۔ گویا سجدۂ تلاوت کرنے والے پر نہ تحریمہ ہے اور نہ تشہد وسلام ہے اور تکبیرات کا کہنا بھی مسنون ہے واجب نہیں ہے۔

﴿الورقة الرابعة: في الفقه (هدايه اوّل)﴾

﴿السوال الاول﴾ ۱۴۳۶ھ

السؤال الاول ..... بَابُ صَدَقَةِ الْفِطْرِ: قَالَ صَدَقَةُ الْفِطْرِ وَاجِبَةٌ عَلَى الْحُرِّ الْمُسْلِمِ إِذَا كَانَ مَالِكًا لِمِقْدَارِ النِّصَابِ فَاضِلًا عَنْ مَسْكَنِهِ وَثِيَابِهِ وَأَثَاثِهِ وَفَرَسِهِ وَسِلَاحِهِ وَعَبِيدِهِ.

عبارت پر اعراب لگائیں، صاحب کتاب کے انداز میں عبارت مذکورہ کی وضاحت کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال میں دو امر حل طلب ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کی وضاحت۔

الجواب ..... ❶ عبارت پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا۔

❷ عبارت کی وضاحت:۔ اس عبارت میں صدقۂ فطر کے وجوب کے متعلق شرائط کا ذکر ہے تو فرمایا کہ صدقۂ فطر واجب ہے اس شخص پر جو آزاد مسلمان ہو جبکہ وہ مقدار نصاب کا مالک ہو جو اسکے مسکن (رہائش) کپڑوں، گھریلو سامان، گھوڑے، ہتھیار اور خدمت کے غلاموں کے علاوہ ہو یعنی ان چیزوں کے علاوہ اسکے پاس مال بقدر نصاب موجود ہے۔

صدقۂ فطر کا وجوب آپ ﷺ کے اس فرمان سے ثابت ہے "ادوا عن کل حرو عبد صغیر او کبیر نصف صاع من بر او صاعا من شعیر" یعنی ادا کرو یہ آزاد وغلام کی طرف سے خواہ صغیر ہو یا کبیر ہو۔ نصف صاع گیہوں یا ایک صاع جو کا یہ حدیث خبر واحد ہونے کی وجہ سے دلیل ظنی ہے اور دلیل ظنی سے وجوب تو ثابت ہو سکتا ہے مگر فرضیت ثابت نہیں ہو سکتی۔

آزاد ہونے کی شرط اس لئے لگائی کہ صدقۂ فطر کی ادائیگی کیلئے تملیک یعنی دوسرے کو مالک بنانا ضروری ہے اور غلام خود اپنی ذات کا مالک نہیں تو اس کی ملک میں مال کہاں سے ہوگا؟ جب اس کی ملک میں ہی مال نہیں تو وہ دوسرے کو بھی مالک نہیں بنا سکتا۔ اسی وجہ سے غلام پر صدقۂ فطر واجب نہیں ہے بلکہ اس کی طرف سے اسکے مولیٰ پر واجب ہے۔

مسلمان ہونے کی شرط اسلئے لگائی کہ صدقۂ فطر عبادت وقربت ہے اور کوئی عبادت کافر کی طرف سے متحقق نہیں ہو سکتی۔

صاحب نصاب (مالدار) ہونے کی شرط اسلئے لگائی کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا "لا صدقة الا عن ظهر غنى" کہ صدقۂ فطر واجب نہیں ہے مگر مالدار پر اور شریعت میں مالدار اسی کو کہتے ہیں جو مقدار نصاب کا مالک ہو یہ حدیث ائمہ ثلاثہؒ کے خلاف ہماری دلیل ہے کیونکہ وہ فرماتے ہیں کہ صدقۂ فطر ہر اس شخص پر واجب ہے جو اپنی اور اپنے اہل وعیال کی ایک دن رات کی روزی سے زائد کا مالک ہو۔

نصاب (مال) کے مذکورہ حاجات اصلیہ سے زائد ہونے کی شرط اس لیے لگائی کہ اگر مال موجود ہے مگر حاجات اصلیہ یعنی ضروریات کے ساتھ گھرا ہوا ہے تو وہ معدوم شمار ہوگا جیسا کہ پینے کا پانی حالت سفر میں مقیم کے حق میں معدوم شمار ہوتا ہے۔ اس کے

Maktaba Tul Ishaat.com Scanned with CamScanner

لیے ختم کرنا جائز ہوتا ہے۔

اسکے بعد فرمایا کہ وجوب صدقہ کے نصاب میں نمو (بڑھنا) کی شرط نہیں ہے۔ چنانچہ اگر کسی کے پاس غیر نامی مال بقدر نصاب ہو جیسے تو اس پر بھی صدقہ فطر واجب ہے اور جو شخص اس نصاب کا مالک ہے اس کیلئے صدقہ لینا حرام ہے اور اس پر قربانی و صدقہ فطر واجب ہے۔

الفصل الثالث ..... باب القران: القران افضل من التمتع والافراد.

وجوہ ترجیح کی تعریف کریں حج افراد حج قران، حج تمتع، نیز حج کی اقسام ثلاثہ میں سے کونسی قسم افضل ہے؟ اس کے بارے میں ائمہ کرام کے اختلاف کو دلائل کی روشنی میں بیان کریں۔

خلاصہ سوال ..... اس سوال کا حاصل دو امر ہیں (۱) حج کی اقسام ثلاثہ کی تعریف (۲) حج کی افضل قسم میں اختلاف ائمہ مع الدلائل۔

جواب ..... ❶ **حج کی اقسام ثلاثہ کی تعریف:۔** ① حج افراد یہ ہے کہ آدمی یہاں سے صرف حج کی نیت کرکے جائے اور صرف حج کرکے ہی واپس آجائے۔ ② حج تمتع یہ ہے کہ آدمی میقات سے صرف عمرہ کا احرام باندھے افعال عمرہ ادا کرنے کے بعد حلق یا قصر کے ذریعہ حلال ہو جائے پھر آٹھ ذوالحجہ کو حرم سے ہی حج کا احرام باندھ لے۔ ③ حج قران یہ ہے کہ آدمی میقات سے ہی حج و عمرہ کا اکٹھا احرام باندھے پہلے افعال عمرہ ادا کرے پھر احرام کھولے بغیر ہی افعال حج ادا کرے۔

❷ **حج کی افضل قسم میں اختلاف ائمہ مع الدلائل:۔** ہمارے نزدیک حج قران افضل ہے حج تمتع اور افراد سے، امام شافعی کے نزدیک حج افراد افضل ہے اور امام مالک کے نزدیک حج تمتع افضل ہے۔

امام مالک کی دلیل یہ ہے کہ حج تمتع کا قرآن کریم میں ذکر ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے "فمن تمتع بالعمرة الى الحج" اور یہ مسلم ہے کہ جو چیز قرآن کریم میں مذکور ہے وہ بہتر ہے اس سے جو قرآن کریم میں مذکور نہیں ہے۔

امام شافعی کی دلیل حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا "القران رخصة" ہے یعنی حج قران رخصت ہے اور افراد عزیمت ہے اور ظاہر ہے کہ عزیمت کو اختیار کرنا اولیٰ ہے بہ نسبت رخصت کو اختیار کرنے کے، نیز حج افراد میں تلبیہ، سفر اور حلق کی زیادتی ہے بایں طور کہ قارن حج و عمرہ دونوں کیلئے ایک ہی سفر کریگا ایک ہی تلبیہ کہے گا اور ایک ہی حلق کریگا اور مفرد حج کیلئے جدا سفر کریگا جدا تلبیہ کہے گا اور جدا حلق کرے گا، گویا قران میں تینوں چیزیں حج و عمرہ میں منضم ہو جاتی ہیں اور افراد میں منضم نہیں ہوتیں۔

ہماری پہلی دلیل ارشاد نبوی ﷺ ہے کہ اے آل محمد تم حج و عمرہ کا اکٹھا احرام باندھو (قران کرو) اس میں آپ ﷺ نے اپنی اولاد کو قران کا حکم دیا ہے اور ظاہر ہے کہ پیغمبر اپنی اولاد کو مفضول کا حکم دیتا ہے نہ کہ مفضول کا معلوم ہوا کہ قران افضل ہے۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ قران کی صورت میں دو عبادتیں (حج و عمرہ) جمع ہو جاتی ہیں اور یہ ایسا ہو گیا جیسے کوئی شخص روزہ اور اعتکاف کو جمع کرے اور جہاد کے میدان میں تہجد بھی پڑھے اور لشکر اسلام کی حفاظت بھی کرے۔

امام شافعی کی دلیل کا جواب یہ ہے کہ حدیث میں قران کی رخصت اور افراد کی عزیمت کو بیان کرنا مقصود نہیں ہے بلکہ اہل جاہلیت کے باطل عقیدہ کی تردید کرنا مقصود ہے۔ ان کا عقیدہ تھا کہ اشہر حج میں عمرہ کی اجازت نہیں ہے تو اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ یہ عقیدہ غلط ہے بلکہ قران رخصت استاط ہے اور رخصت استاط اس شریعت میں عزیمت ہے پس جب قران کی اجازت ہے تو گویا اشہر حج میں عمرہ کی اجازت ہے۔

Scanned with CamScanner

عقلی دلیل کا جواب یہ ہے کہ تکبیر کی کوئی مقدار مقرر نہیں ہے۔ لہٰذا قارن کو چاہیے کہ وہ مفرد کے مقابلہ میں زیادہ تکبیر کہے اور سفر مقصود نہیں ہے بلکہ مقصود حج ہے سفر اسکا وسیلہ ہے اور حج بالقصد عبادت نہیں بلکہ عبادت سے خروج ہے اسلئے یہ بھی وجہ ترجیح نہیں ہے۔

امام مالک کی دلیل کا جواب یہ ہے کہ قران کا ذکر بھی قرآن کریم میں موجود ہے اور امر کے صیغہ کے ساتھ ہے "اتموا الحج والعمرة لله" کہ اپنے گھروں سے ہی حج وعمرہ دونوں کا اکٹھا احرام باندھو۔

ہمارا مذہب راجح ہے اس لئے کہ قران کی صورت میں حج کے احرام میں تقلیل ہے کیونکہ حج کا احرام ساتھ ہی باندھ لیا جاتا ہے اور تقلیل صفت محمودہ ہے۔

نیز قران میں حج وعمرہ دونوں کا احرام میقات سے لیکر دونوں کے افعال سے فراغت تک برابر باقی رہتا ہے بخلاف تمتع کے کہ اس میں افعال عمرہ کی ادائیگی کے بعد محرم آدمی احرام سے نکل جاتا ہے اور احرام میں استدامت بھی محمود ہے لہٰذا قران تمتع سے اولیٰ وافضل ہے۔

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۳۶ھ

السؤال الاول ..... القدير العظيم الذي لايتحرك احد طرفيه بتحريك الطرف الآخر انما وقعت نجاسة في احدجانبيه جاز الوضوء من الجانب الآخر.

عبارت کا مطلب خیز ترجمہ کریں۔ قدیر عظیم کی تعریف اور حکم فقہاء حنفیہ کے اقوال کی روشنی میں بیان کریں۔

﴿خلاصہ سوال﴾..... اس سوال میں دو امر مطلوب ہیں (۱) عبارت کا ترجمہ (۲) قدیر عظیم کی تعریف وحکم۔

الجواب ..... ❶ عبارت کا ترجمہ: بڑا تالاب وہ ہے کہ نہ حرکت کرے اس کا ایک کنارہ دوسرے کنارے کو حرکت دینے کی وجہ سے، جب گر جائے نجاست اس کی ایک جانب میں تو جائز ہے وضو کرنا دوسری جانب سے۔

❷ قدیر عظیم کی تعریف وحکم: قدیر عظیم وہ بڑا تالاب ہے کہ جس کے ایک کنارہ پر پانی کو حرکت دینے سے دوسرے کنارہ کا پانی حرکت نہ کرے۔

پھر حرکت دینے میں فقہاء حنفیہ کے اقوال مختلف ہیں۔ امام ابوحنیفہؒ سے ایک روایت ہے کہ ادنیٰ درجہ کے غسل کرنے کی حرکت مراد ہے یعنی ایک کنارہ پر ادنیٰ درجہ کا غسل کرنے سے دوسرے کنارہ کا پانی حرکت نہ کرے اور غسل کے ساتھ حرکت کا اعتبار اس وجہ سے کیا کہ تالاب پر عموماً غسل کی حاجت ہی پیش آتی ہے۔ یہی امام ابو یوسفؒ کا مذہب بھی ہے۔

امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ وضو کرنے کی حرکت معتبر ہے یعنی ایک کنارہ پر وضو کرنے سے دوسرے کنارہ کا پانی حرکت نہ کرے اور وجہ یہ ہے کہ یہ غسل کے ذریعہ اور ہاتھ کے ذریعہ حرکت دینے کے حساب سے اوسط درجہ کی حرکت ہے اس وجہ سے اس کا اعتبار کیا۔

علماء متاخرین میں سے بعض نے کہا کہ قدیر عظیم کا اندازہ مساحت سے ہوگا اور وہ دس مربع گز ہے صاحب ہدایہؒ فرماتے ہیں کہ متاخرین کے اسی قول پر فتویٰ ہے۔

قدیر عظیم کا حکم یہ ہے اگر اس کے ایک کنارہ پر نجاست واقع ہو جائے تو دوسرے کنارہ سے وضو وغیرہ جائز ہے وہ پانی ناپاک نہ ہوگا۔ دلیل یہ ہے کہ حرکت کا اثر نجاست کے اثر سے زیادہ ہے جب حرکت کا اثر دوسرے کنارہ پر نہیں پہنچا تو نجاست کا اثر بھی نہیں پہنچے گا لہٰذا دوسرے کنارہ سے وضو غسل کرنا جائز ہے۔

Maktaba Tul Ishaat.com Scanned with CamScanner

السؤال الثانی ..... اقل الحیض ثلثة ایام ولیالیها وما نقص من ذلك فهو استحاضة .

حیض واستحاضہ کے فرق کو واضح کریں، اقل مدت حیض اور اکثر مدت حیض کو اختلاف ائمہ کے ساتھ مدلل بیان کریں۔

﴿خلاصہ سوال﴾ ..... اس سوال کا حاصل دو امر ہیں (۱) حیض واستحاضہ میں فرق (۲) اقل واکثر مدت حیض میں اختلاف مع الدلائل۔

الجواب ..... ❶ **حیض واستحاضہ میں فرق:۔** حیض وہ خون ہے جسکو ہر بالغ عورت کا رحم پھینکے جو بیمار بھی نہ ہو اور صغیرہ بھی نہ ہو اور وہ خون بچہ کی ولادت کا بھی نہ ہو۔

استحاضہ: وہ خون ہے جو عورت کو حیض ونفاس کے علاوہ آئے اسے بیماری کا خون کہا جاتا ہے، دونوں کی تعریف سے فرق واضح ہو گیا کہ حیض عادت کے مطابق مدت عورت کے خون کو کہتے ہیں اور استحاضہ عادت سے ہٹ کر بیماری کے خون کو کہتے ہیں۔

❷ **اقل واکثر مدت حیض میں اختلاف ائمہ مع الدلائل:۔** ہمارے نزدیک اقل مدت حیض تین دن اور تین راتیں ہیں اگر خون اس مدت سے کم آئے تو وہ استحاضہ ہے۔ دلیل یہ حدیث ہے جسکو متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے روایت کیا ہے اقل الحیض للجاریة البکر والثیب ثلثة ایام ولیالیها واکثره عشرة ایام۔

امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ دن مکمل اور تیسرے دن کا اکثر حصہ اقل مدت حیض ہے اور انکا استدلال اکثر حکم الکل کے قاعدہ سے ہے کہ انہوں نے اکثر کو کل کے قائم مقام کرتے ہوئے اس پر کل کا حکم جاری کر دیا۔

امام شافعی فرماتے ہیں کہ اقل مدت حیض ایک دن اور ایک رات ہے کیونکہ خون کے بہانے نے جب دن رات کی تمام ساعتوں کو گھیر لیا تو معلوم ہوا کہ یہ خون رحم سے ہونے کی وجہ سے حیض ہی ہے۔ ہماری طرف سے اسکا جواب یہ ہے کہ شریعت نے اقل مدت حیض تین دن مقرر کی ہے اگر اس مدت سے کمی کا اعتبار کیا جائے تو یہ تقدیر شرع سے کم کرنا ہے جو کہ ناجائز ہے۔

اکثر مدت حیض ہمارے نزدیک دس دن ہیں اور جو اس سے زائد ہو وہ استحاضہ ہے اور ہماری دلیل وہی حدیث ہے جو اقل مدت حیض میں ابھی گزر چکی ہے۔ امام شافعی فرماتے ہیں کہ اکثر مدت حیض پندرہ دن ہے اور اسکی دلیل حضور کا یہ ارشاد گرامی ہے "تقعد احداهن شطر عمرها لاتصوم ولا تصلی" یعنی عورت اپنی عمر کا نصف حصہ بیٹھی رہتی ہے نماز پڑھتی ہے اور نہ روزہ رکھتی ہے۔ اس حدیث میں شطر بمعنی نصف ہے اور اس سے مراد حیض کا زمانہ ہے طریق استدلال یہ ہے کہ عمر کا اندازہ سالوں سے اور سالوں کا اندازہ مہینوں کے ساتھ ہوتا ہے اور مہینہ کا نصف پندرہ یوم ہیں معلوم ہوا کہ عورت حیض کی وجہ سے پندرہ دن نہ نماز پڑھتی ہے اور نہ روزہ رکھتی ہے۔ پس اکثر مدت حیض پندرہ دن ہوئی۔

ہماری طرف سے اسکا جواب یہ ہے کہ امام نووی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث باطل ہے اور اگر اس کی صحت کو تسلیم کر لیں تو پھر جواب یہ ہے کہ شطر سے اس کی حقیقت یعنی پورا نصف مراد نہیں بلکہ وہ عدد مراد ہے جو نصف کے قریب ہے اور وہ دس دن ہیں۔ کیونکہ مہینہ عمل اور ریاض کا زمانہ بقیناً اس سے متعلق ہے پس نصف تقریبی ہی مراد ہے۔

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۳۶ھ

السؤال الاول ..... لاتجوز الصلوة عند طلوع الشمس ولا عند قیامها فی الظهیرة ولا عند غروبها ولا صلوة جنازة ولا سجدة تلاوة الا عصر یومه۔

عبارت پر اعراب لگائیں، عبارت میں مذکورہ مسائل کو صاحب ہدایہ کے طرز پر بیان کریں

خلاصہ سوال ..... اس سوال کا حل چار امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) طلوع شمس اور غروب شمس کے وقت نماز پڑھنے کی وضاحت۔

جواب ..... ❶ عبارت پر اعراب:۔ کما مر فی السوال آنفا۔

❷ طلوع شمس اور غروب شمس کے وقت نماز پڑھنے کی وضاحت:۔ اس عبارت میں مصنف نماز کے اوقات مکروہہ کو ذکر فرما رہے ہیں تو فرمایا کہ ہمارے نزدیک سورج کے طلوع ہونے کے وقت، غروب ہونے کے وقت، یعنی استواء کے وقت جب سورج بالکل سر پر ہو ان تین اوقات میں نماز پڑھنا جائز نہیں ہے۔

نماز کے عدم جواز کی دلیل حدیث عقبہ بن عامر ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا ہمیں ان تین اوقات میں نماز پڑھنے اور جنازہ پڑھنے سے البتہ مردہ کو دفن کرنا مکروہ نہیں۔

امام شافعی فرماتے ہیں کہ ان تین اوقات میں فرائض کا پڑھنا ممنوع نہیں ہے۔ اسی طرح مکہ کے اندر کسی بھی وقت کوئی نماز مکروہ نہیں ہے گویا وہ فرائض اور مکہ کو خاص کرتے ہیں۔

امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ جمعہ کا دن اس سے خارج ہے۔ جمعہ کے دن زوال کے وقت نوافل کا پڑھنا صحیح اور جائز ہے۔

ہم کہتے ہیں کہ یہ حدیث اپنے اطلاق اور عموم کی وجہ سے امام شافعی و امام ابو یوسف کے خلاف حجت ہے کیونکہ اس میں کسی قسم کی تخصیص وتقیید نہیں ہے۔ اسی مذکورہ حدیث کی وجہ سے ان اوقات میں نماز جنازہ پڑھنے کی بھی ممانعت ہے۔

اسی طرح ان اوقات میں سجدۂ تلاوت بھی نہیں کرسکتا۔ کیونکہ یہ نماز کے حکم میں ہے اور نماز سے ان اوقات میں نہی وارد ہے البتہ فرق یہ ہے کہ ان اوقات میں فرض نماز بالکل ممنوع ہے اور نماز جنازہ و سجدۂ تلاوت صرف مکروہ ہیں لہٰذا اگر کسی نے ان اوقات میں نماز جنازہ پڑھ لی یا سجدۂ تلاوت کرلیا تو جائز ہو جائیگا کیونکہ وہ جیسا لازم ہوا تھا ویسے ہی ادا ہو گیا۔

البتہ اگر اسی دن کی عصر کی نماز کسی شخص کی ذمہ ہے ابھی اس نے نہیں پڑھی تو پھر غروب کے وقت وہ نماز پڑھی جاسکتی ہے۔ کیونکہ اس نماز کا سبب وقت کا وہ جزء ہے جو قائم و متصل ہے جب جب بھی وقت ہے تو اس شخص پر جس نماز واجب ہوئی تھی اس نے وہی ادا کی اس لیے اسی دن کی عصر کی نماز بوقت غروب پڑھی جاسکتی ہے

اس کے برخلاف دوسری نمازیں جو اس دن کی عصر کی نماز کے علاوہ ہیں وہ غروب کے وقت ادا نہ ہوں گی۔ کیونکہ وہ نمازیں صفت کمال کے ساتھ واجب ہوئی تھیں۔ اب اگر اس وقت انکو پڑھے گا تو ناقص وقت ہونے کی وجہ سے صحیح نہ ہوں گی۔

السوال الثالث ..... قَالَ اَبُوْ حَنِيْفَةَ فِيْ قَلِيْلِ مَا اَخْرَجَتْهُ الْاَرْضُ وَكَثِيْرِهٖ الْعُشْرُ سَوَاءٌ سَقَتْهُ السَّمَاءُ اَوْ سَقَتْهُ الْاَنْهَارُ اِلَّا الْقَصَبَ وَالْحَطَبَ وَالْحَشِيْشَ.

عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں، ائمہ احناف کے اختلاف کو دلائل کے ساتھ بیان کریں، عشری اور خراجی زمین کا فرق واضح کریں۔

خلاصہ سوال ..... اس سوال کا خلاصہ چار امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) ائمہ احناف کا اختلاف مع دلائل (۴) عشری و خراجی زمین میں فرق۔

جواب ..... ❶ عبارت پر اعراب:۔ کما مر فی السوال آنفا۔

❷ عبارت کا ترجمہ:۔ امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا کہ زمین کی پیداوار میں خواہ کم ہو یا زیادہ عشر واجب ہے برابر ہے کہ جاری پانی سے سینچی

Maktaba Tul Ishaat.com Scanned with CamScanner

گئی ہو یا بارش کے پانی سے سیراب کی گئی ہو مگر نرکل (گاجا) یا چھ ماہ کی بکری اور گھاس (ان میں عشر واجب ہے)

❼ ائمہ احناف کا اختلاف مع الدلائل:۔ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک زمین کی پیداوار خواہ کم ہو یا زیادہ ہو ایک سال تک باقی رہنے والی ہو یا باقی رہنے والی نہ ہو۔ زمین کو نہر کے جاری پانی سے سیراب کیا جائے یا بارش کے پانی سے ہر صورت اس پیداوار پر عشر واجب ہے۔ صرف نرکل، چھ ماہ کی بکری اور گھاس پر عشر واجب نہیں ہے۔

صاحبینؒ کے نزدیک عشر کے واجب ہونے کی دو شرطیں ہیں پہلی شرط یہ کہ وہ پیداوار بغیر کسی علاج کے ایک سال تک باقی رہ سکتی ہو جیسے چاول گندم چنے وغیرہ دوسری شرط یہ کہ وہ پیداوار پانچ وسق (بارہ سو من) سے کم نہ ہو۔ اگر پیداوار پانچ وسق یا اس سے زائد ہے اور ایک سال تک باقی بھی رہ سکتی ہے تو پھر اس میں عشر واجب ہے۔

صاحبین کی پہلی دلیل یہ حدیث ہے **لیس فیما دون خمسة اوسق صدقة** "کہ پانچ وسق سے کم میں صدقہ (عشر) نہیں ہے۔ دوسری دلیل یہ حدیث ہے **لیس فی الخضروات صدقة** "صدقہ سے مراد عشری ہے کیونکہ سبزیاں اگر تجارت کیلئے ہوں تو ان پر بالاتفاق زکوٰۃ لازم ہے اور عشر کے لازم نہ ہونے کی علت عدم بقا ہے پس جو چیز بغیر کیمیکل دوائی علاج کے سال تک نہ رہ سکے اس پر عشر نہیں ہے۔ تیسری دلیل عقلی یہ ہے کہ عشر بھی زکوٰۃ کی مانند ہے کیونکہ عشر کا تعلق بھی زمین کے نما کے ساتھ ہے جیسا کہ زکوٰۃ کے وجوب کیلئے نما (بڑھنا) کی شرط ہے نیز زکوٰۃ کی طرح عشر بھی کافر پر واجب نہیں ہے۔ نیز عشر کا مصرف بھی وہی ہے جو صدقات (زکوٰۃ وغیرہ) کا مصرف ہے پس معلوم ہوا کہ عشر زکوٰۃ کی مانند ہے اور زکوٰۃ کیلئے نصاب کا ہونا شرط ہے تاکہ تونگری اور غنی متحقق ہو جائے۔ پس عشر کیلئے بھی نصاب کی شرط ہوگی تاکہ غنی اور تونگری متحقق ہو جائے۔

امام ابوحنیفہؒ کی پہلی دلیل قول باری تعالیٰ "**انفقوا من طیبات ما کسبتم ومما اخرجنا لکم من الارض**" کا عموم ہے کہ اس میں زمین کی مطلق پیداوار پر خواہ قلیل ہو یا کثیر، باقی رہنے والی ہو یا نہ ہو انفاق کا حکم ہے۔

دوسری دلیل ارشاد نبوی ﷺ "**ما اخرجت الارض ففیه العشر**" کا عموم ہے۔

صاحبین کی پہلی دلیل کا جواب یہ ہے کہ **لیس فیما دون خمسة اوسق صدقة** "میں زکوٰۃ تجارت مراد ہے یعنی مال تجارت میں زکوٰۃ کے وجوب کیلئے "**خمسة اوسق**" کی شرط ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اس وقت لوگ وسق کے حساب سے خرید و فروخت کرتے تھے اور ایک وسق کھجور کی قیمت چالیس درہم ہوتی تھی تو پانچ وسق کی قیمت دو سو درہم ہوئی اور دو سو درہم زکوٰۃ کا نصاب ہے۔ معلوم ہوا کہ پانچ وسق کی شرط زکوٰۃ کیلئے ہے نہ کہ عشر کیلئے۔

دوسری دلیل کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث عاشر (عشر وصول کرنے والے) کے متعلق ہے کہ اگر کوئی شخص عاشر کے پاس سے سبزیاں لیکر گزرے اور عشر کی قیمت دینے سے انکار کرے تو عاشر سبزیوں سے عشر وصول نہ کرے۔ کیونکہ عاشر کے شہر سے دور رہنے کی وجہ سے ان سبزیوں کے خراب ہونے کا اندیشہ ہے کہ بڑی بڑی خراب ہو جائیں گی۔ اس وجہ سے وہ سبزیوں سے عشر وصول نہ کرے۔ بلکہ مالک کو چاہیے کہ وہ خود عشر نکال کر مستحقین میں تقسیم کر دے۔

تیسری عقلی دلیل کا جواب یہ ہے کہ عشر میں مالک معتبر نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ عشر مکاتب بچے اور مجنون کی زمین میں بھی واجب ہے اور موقوف زمین میں بھی واجب ہے حالانکہ موقوف زمین کا کوئی مالک نہیں ہوتا پس جب عشر میں مالک کا اعتبار نہیں تو اس

کی صفت غنی اور تونگری کا بھی اعتبار نہیں ہے اس لیے اس میں حولان حول کی بھی شرط نہیں ہے کیونکہ یہ شرط نما حاصل کرنے کیلئے ہوتی ہے اور زمین کی کل پیداوار ہی نما ہے۔ پس زمین کی پیداوار خواہ قلیل ہو یا کثیر ہو باقی رہنے والی ہو یا باقی رہنے والی نہ ہو۔ ہر صورت اس پر عشر واجب ہے۔

عشری اور خراجی زمین میں فرق:۔ جو زمین یا علاقہ کفار سے لڑائی کے ذریعہ حاصل کیا جائے اور مسلمان بادشاہ اس زمین کو مسلمانوں میں بطور غنیمت تقسیم کردے یہ عشری زمین ہے۔ اور اگر کفار تسلیم ہو جائیں اور صلح کرلیں یا مسلمان فتح حاصل کرلیں مگر وہ مسلمانوں میں تقسیم نہ کی جائے بلکہ کفار کے قبضہ میں ہی رہنے دی جائے یہ خراجی زمین ہے۔

﴿الورقة الرابعة: في الفقه (هدايه اوّل)﴾

﴿السوال الاول﴾ ۱۴۳۷ھ

السؤال الاول ..... وَسُؤْرُ الْحِمَارِ وَالْبَغْلِ مَشْكُوْكٌ فَإِنْ لَمْ يَجِدْ غَيْرَهُمَا يَتَوَضَّأُ بِهِمَا وَيَتَيَمَّمُ وَيَجْمَعُ بَيْنَهُمَا نَدْبًا.

عبارت کا ترجمہ کرکے اعراب لگائیں۔ عبارت کی تشریح صاحب ہدایہ کے طرز پر کریں۔ فان لم یجد غیر هما الخ میں امام زفر کا اختلاف دیگر ائمہ حنفیہ کے ساتھ مدلل تحریر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال کا خلاصہ چار امور ہیں (۱) عبارت کا ترجمہ (۲) عبارت پر اعراب (۳) عبارت کی تشریح (۴) سور الحمار و البغل کے استعمال میں اختلاف ائمہ مع الدلائل۔

الجواب ..... ❶ **عبارت کا ترجمہ:۔** گدھے اور خچر کا جھوٹا مشکوک ہے پس اگر نہ پائے (متوضی) ان دونوں کے علاوہ پانی تو وضو کرے ان دونوں سے اور تیمم کرے اور جائز ہے ان میں سے جس کو بھی مقدم کرے۔

❷ **عبارت پر اعراب:۔** کما مرّ فی السوال آنفًا۔

❸ و ❹ **عبارت کی تشریح و اختلاف ائمہ مع الدلائل:۔** اس عبارت میں گدھے اور خچر کے جھوٹا کے بارے میں مسئلہ بیان فرمارہے ہیں تو فرمایا کہ پاک تو گدھے اور خچر کا جھوٹا مشکوک ہے۔

پھر مشائخ کا اختلاف ہے کہ شک کس چیز میں ہے؟ طاہر ہونے میں یا مطہر ہونے میں بعض مشائخ کہتے ہیں کہ اس کے طاہر ہونے میں شک ہے۔ دلیل یہ ہے کہ اگر لعاب حمار پاک ہوتا و پھر جس پانی میں وہ ملتا ہے لعاب کے غلبہ تک وہ پانی پاک ہی رہتا۔ حالانکہ بغیر غلبہ کے بھی اس سے طہارت حاصل کرنا کافی نہیں ہے۔ معلوم ہوا کہ اس کے طاہر ہونے میں ہی شک ہے۔

دیگر مشائخ کہتے ہیں کہ گدھے کے لعاب کے پاک ہونے میں کوئی شک نہیں وہ پاک ہی ہے۔ اس کے مطہر (پاک کرنے والا) ہونے میں شک ہے۔ دلیل یہ ہے کہ اگر کسی نے گدھے کے جھوٹے سے سر کا مسح کیا پھر ماء مطلق مل گیا تو اس پر سر کا دھونا واجب نہیں ہے پس معلوم ہوا کہ طاہر ہونے میں شک نہیں بلکہ مطہر ہونے میں شک ہے اور مصنف فرماتے ہیں کہ یہی قول باقی سے زیادہ درست و صحیح ہے۔

اس کے بعد دوسرا مسئلہ ماء مشکوک کے استعمال میں ہے کہ اگر کسی کے پاس ماء مشکوک کے علاوہ دوسرا پانی موجود نہیں ہے تو وہ تیمم کرے یا ماء مشکوک کو استعمال کرے؟ تو حکم یہ ہے کہ ماء مشکوک سے وضو بھی کرے اور تیمم بھی کرے اور جس کو مرضی مقدم و مؤخر کرے یعنی خواہ وضو پہلے اور تیمم بعد میں کرے اور خواہ تیمم پہلے اور وضو بعد میں کرے۔ امام زفر کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے۔ وہ

Maktaba Tul Ishaat.com Scanned with CamScanner

فرماتے ہیں کہ وضو کو مقدم کرنا لازم ہے اور دلیل یہ ہے کہ ماءِ مشکوک ماءِ مطلق کے نہ ہونے کی صورت میں واجب الاستعمال ہے لہٰذا یہ ماءِ مطلق کے مشابہ ہو گیا اور ماءِ مطلق کے ہوتے ہوئے اسی سے وضو کرنا لازم ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ ماءِ مشکوک اور تیمم میں سے ایک چیز سے طہارت حاصل ہوگی۔ پس اگر ماءِ مستعمل سے طہارت حاصل ہوگی تو مٹی کا استعمال بے فائدہ ہے اور اگر مٹی سے طہارت حاصل ہوگی تو پانی کا استعمال بے فائدہ ہے۔ پس دونوں میں سے ایک چیز مطہر ہے تو ان دونوں کو جمع کرنا مفید ہے خواہ جس کو مرضی مقدم و مؤخر کرے۔

المتن الثانی ..... وَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعِ الْقُعُوْدَ اسْتَلْقَى عَلٰى ظَهْرِهٖ وَجَعَلَ رِجْلَيْهِ إِلَى الْقِبْلَةِ وَأَوْمَى بِالرُّكُوْعِ وَالسُّجُوْدِ وَإِنِ اسْتَلْقَى عَلٰى ظَهْرِهٖ إِلَى الْقِبْلَةِ جَازَ.

عبارت کا مطلب خیز ترجمہ کریں، عبارت پر اعراب لگائیں، حنفیہ کے نزدیک استلقاء علی الظہر زیادہ اولیٰ ہے یا استلقاء علی الجنب، امام شافعیؒ کا اس میں کیا اختلاف ہے، پورے مسئلہ کو مدلل تحریر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال میں چار امور توجہ طلب ہیں (۱) عبارت کا ترجمہ (۲) عبارت پر اعراب (۳) استلقاء علی الظہر اور علی الجنب میں سے اولیٰ کی وضاحت (۴) ائمہ احناف و شوافع کا اختلاف مع الدلائل۔

الجواب ..... ① عبارت کا ترجمہ:۔ اور اگر نہ طاقت و قدرت رکھے (مریض) بیٹھنے کی تو اپنی پشت پر لیٹ جائے اور اپنے پاؤں قبلہ کی طرف کر دے اور اشارہ کرے رکوع و سجدہ کا، اور اگر لیٹ جائے وہ کروٹ پر اور اس کا چہرہ قبلہ کی طرف ہو تو بھی جائز ہے۔

② عبارت پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفًا۔

③ استلقاء علی الظہر اور علی الجنب میں سے اولیٰ کی وضاحت:۔ ائمہ احناف کے نزدیک پشت پر لیٹ کر نماز پڑھنا کروٹ پر لیٹ کر نماز پڑھنے سے اولیٰ و افضل ہے۔

④ ائمہ احناف و شوافع کا اختلاف مع الدلائل:۔ ائمہ احنافؒ کے نزدیک پشت پر لیٹ کر نماز پڑھنا اولیٰ و افضل ہے اور حضرات شوافع کے نزدیک کروٹ پر لیٹ کر نماز پڑھنا اولیٰ ہے۔ اور دلیل شوافع حدیث عمران بن حصینؓ ہے کہ اگر قیام و قعود کی استطاعت نہ ہو تو پھر پہلو (کروٹ) کے بل لیٹ کر اشارے سے نماز پڑھے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ کروٹ پر لیٹ کر نماز پڑھنے کی صورت میں اشارہ قبلہ کی طرف نہیں ہوگا بلکہ پاؤں کی طرف ہوگا اور پشت پر لیٹنے کی صورت میں اشارہ فضاء کعبہ کی طرف ہوگا اور نماز فضاء کعبہ کی طرف اشارہ کی صورت میں ادا ہوتی ہے۔

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۳۷ھ

المتن الاول ..... وَلَا يَدْفَعُ الْمُزَكِّيْ زَكٰوةَ مَالِهٖ إِلٰى أَبِيْهِ وَجَدِّهٖ وَإِنْ عَلَا وَلَا إِلٰى وَلَدِهٖ وَوَلَدِ وَلَدِهٖ وَإِنْ سَفَلَ وَلَا إِلٰى امْرَأَتِهٖ وَلَا تَدْفَعُ الْمَرْأَةُ إِلٰى زَوْجِهَا وَلَا إِلٰى عَبْدٍ قَدْ أُعْتِقَ بَعْضُهٗ.

عبارت کا سلیس ترجمہ کریں، عبارت پر اعراب لگائیں، آیا شوہر بیوی کو اور بیوی شوہر کو زکوٰۃ دے سکتے ہیں؟ اختلاف فقہاء و دلیل کی روشنی میں لکھیں۔ غلام مکاتب البعض کو زکوٰۃ دینے میں امام ابوحنیفہ صاحبین کا قول دلیل کے ساتھ ذکر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال کا حاصل چار امور ہیں (۱) عبارت کا ترجمہ (۲) عبارت پر اعراب (۳) شوہر و بیوی کو زکوٰۃ

Scanned with CamScanner

دینے میں ائمہ کا اختلاف مع الدلائل (۴) غلام مشترک البعض کو زکوٰۃ دینے میں اقوال ائمہ مع الدلیل۔

ترجمہ ..... ❶ عبارت کا ترجمہ:۔ اور نہ دے زکوٰۃ دینے والا اپنے مال کی زکوٰۃ اپنے باپ کو اور دادا کو اگرچہ اوپر درجہ کا ہو اور نہ دے اپنے بیٹے کو اور پوتے کو اگرچہ نیچے درجہ کا ہو اور نہ دے (شوہر) اپنی بیوی کو اور نہ دے عورت اپنے خاوند کو اور نہ دے (مولیٰ) اپنے ایسے غلام کو جس کا بعض حصہ آزاد ہو گیا ہو۔

❷ عبارت پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفًا۔

❸ شوہر و بیوی کو زکوٰۃ دینے میں ائمہ کا اختلاف مع الدلائل:۔ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک شوہر و بیوی کا ایک دوسرے کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں ہے۔ اور صاحبینؒ کے نزدیک شوہر و بیوی ایک دوسرے کو زکوٰۃ دے سکتے ہیں۔

امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ عادۃً میاں بیوی کے درمیان منافع مشترک ہوتے ہیں ہر ایک کا مال دوسرے کا مال شمار ہوتا ہے چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ (ووجدك عائلا فاغنى) کہ تجھ کو مفلس پایا پھر غنی (بے پرواہ) کر دیا تفسیر میں ہے کہ حضرت خدیجہؓ کے مال کے ذریعہ آپ کو غنی اور مالدار کیا گیا، معلوم ہوا کہ میاں بیوی میں سے کسی ایک کے مالدار ہونے سے دوسرا بھی مالدار شمار ہوتا ہے، پس جب معاملہ اس طرح ہے تو ایک کا دوسرے کو زکوٰۃ دینا گویا ایک جیب سے نکال کر دوسری جیب میں ڈالنا ہے، ظاہر ہے کہ اس طرح زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی۔

صاحبینؒ کی دلیل حدیث زینب امرأۃ ابن مسعود رضی اللہ عنہ ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ خاوند کو زکوٰۃ دینے کی صورت میں تمہارے لیے دو اجر ہیں ایک صلہ رحمی و قرابت کا اجر ہے اور دوسرا صدقہ کا اجر ہے پس معلوم ہوا کہ عورت کا اپنے خاوند کو زکوٰۃ دینا جائز ہے اسی طرح اس کے برعکس بھی یعنی مرد بھی اپنی عورت کو زکوٰۃ دے سکتا ہے۔

امام صاحبؒ کی طرف سے اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ارشاد صدقات نافلہ پر محمول ہے یعنی نفلی صدقہ شوہر کو دینے کی صورت میں دوہرا اجر ہے اور اس پر قرینہ یہ ہے کہ آپ نے بچوں کو دینے کے بارے میں بھی یہی ارشاد فرمایا اور بچوں کو زکوٰۃ دینا بالاتفاق جائز نہیں ہے، پس معلوم ہوا کہ صدقات نافلہ ہی مراد ہیں۔

❹ غلام مشترک البعض کو زکوٰۃ دینے میں اقوال ائمہ مع الدلیل:۔ ایک غلام دو آدمیوں کے درمیان مشترک تھا ان میں سے ایک نے اپنا حصہ آزاد کر دیا، اور یہ آزاد کرنے والا تنگدست ہے تو دوسرے شریک نے غلام سے اپنے حصہ کی قیمت کا مطالبہ کر دیا تو اب امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک یہ دوسرا شخص اس غلام مشترک البعض کو زکوٰۃ نہیں دے سکتا اور صاحبینؒ کے نزدیک یہ شخص اپنے غلام مشترک البعض کو زکوٰۃ دے سکتا ہے۔

امام صاحبؒ کی دلیل یہ ہے کہ غلام اس شخص کے حق میں بمنزلہ مکاتب کے ہے اور مکاتب کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں ہے پس غلام مشترک البعض کو بھی زکوٰۃ دینا درست نہ ہوا صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ یہ غلام پورا آزاد ہو چکا ہے اس طرح نہیں ہو سکتا کہ کچھ غلام آزاد ہو اور کچھ غلامی پر برقرار ہو تو ایک کے آزاد کرنے سے مکمل آزاد ہو گیا البتہ دوسرے مالک کا یہ قرضدار ہو گیا اور قرضدار کو زکوٰۃ دینا شرعاً جائز ہے پس غلام مشترک البعض کو زکوٰۃ ادا کرنا جائز ہوا۔

السؤال الثالث ..... فَإِنْ وَدَعَهُ الْقَيِّمُ لَمْ يَضْمَنْ فَإِنِ اسْتَهْلَكَهُ عَمْدًا يَلْزَمُهُ فَعَلَيْهِ الْقِصَاصُ

Maktaba Tul Ishaat.com Scanned with CamScanner

عبارت کا ترجمہ کر کے اعراب لگائیں، مصنف کے طرز پر تشریح کرتے ہوئے امام ابو یوسفؒ و امام محمدؒ کا اختلاف بھی واضح کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾..... اس سوال میں تین امور مطلوب ہیں (۱) عبارت کا ترجمہ (۲) عبارت پر اعراب (۳) عبارت کی تشریح۔

جواب..... ❶ **عبارت کا ترجمہ:۔** پس اگر روزہ دار کو خود بخود قے آ گئی تو اس کا روزہ افطار نہیں ہوا اور اگر قے کی اس نے جان بوجھ کر منہ بھر کر تو اس پر قضاء لازم ہے۔

❷ **عبارت پر اعراب:۔** کما مرّ فی السوال آنفًا۔

❸ **عبارت کی تشریح (بطرز مصنفؒ):۔** اگر کسی روزہ دار کو خود بخود قئی آ گئی تو اس کا روزہ نہیں ٹوٹا، کیونکہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے مَنْ قَاءَ فَلَا قَضَاءَ عَلَيْهِ کہ جس کو قئی آ گئی اس پر قضاء لازم نہیں یعنی اس کا روزہ افطار نہیں ہوا اور اگر اس نے جان بوجھ کر قئی کی خواہ منہ بھر کر یا اس سے کم تو اس پر قضاء لازم ہے۔

پھر اگر وہ قئی خود بخود اندر چلی گئی اور منہ بھرنے کی مقدار تھی تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک روزہ فاسد ہو گیا کیونکہ اس کے خارج ہونے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے جب وضو ٹوٹ گیا تو معلوم ہوا کہ وہ خارج ہے اور خارج چیز کے اندر جانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ پس اسکا روزہ ٹوٹ گیا۔

امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ اسکا روزہ فاسد نہیں ہوا کیونکہ افطار کی صورت یعنی نکلنا نہیں پایا گیا کیونکہ وہ خود بخود اندر گئی ہے اور افطار کا معنی بھی نہیں پایا گیا کیونکہ افطار غذا سے ہوتا ہے اور عادۃً قئی سے غذا حاصل نہیں کی جاتی۔

اگر اس نے قئی کو جان بوجھ کر لوٹایا تو بالاتفاق روزہ فاسد ہو جائے گا اس لیے کہ خروج کے بعد داخل کرنا پایا گیا ہے لہٰذا افطار کی صورت متحقق ہو گئی اور روزہ فاسد ہو گیا۔ اگر قئی منہ بھرنے سے کم مقدار میں ہو اور پھر خود بخود واپس لوٹ جائے تو اس سے روزہ فاسد نہ ہوگا کیونکہ وہ نہ تو خارج ہے اور نہ صائم کے فعل کو اس میں دخل ہے۔

اگر قئی منہ بھرنے سے کم مقدار میں ہو اور جان بوجھ کر اس کو نگل لیا تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اب بھی روزہ فاسد نہ ہوگا کیونکہ خروج متحقق نہیں ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک روزہ فاسد ہو جائے گا کیونکہ اس کو نگلنے میں اس کے فعل کو دخل ہے۔

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۳۷ھ

المتن الاول..... وَالتَّلْبِيَةُ أَنْ يَقُوْلَ لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ إِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ وَإِذَا لَبّٰى فَقَدْ أَحْرَمَ۔ عبارت پر اعراب لگائیں "اِنَّ الحمد" میں ان کو کسرہ کے ساتھ پڑھیں گے یا فتحہ کے ساتھ، اس سے عبارت کے مفہوم میں کیا فرق آئے گا، تلبیہ میں زیادتی جائز ہے یا نہیں؟ دلیل سے لکھیں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾..... اس سوال میں تین امور حل طلب ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) اِنَّ کا اعراب اور عبارت کا مفہوم (۳) تلبیہ میں زیادتی کا حکم مع الدلیل۔

جواب..... ❶ **عبارت پر اعراب:۔** کما مرّ فی السوال آنفًا۔

❷ **اِنَّ کا اعراب اور عبارت کا مفہوم:۔** "اِنَّ الحمد" ہمزہ کے کسرہ کے ساتھ ہے فتحہ کے ساتھ نہیں ہے اس لیے کہ فتحہ کے ساتھ پڑھنے کی صورت میں اس کی ماقبل پر بناء ہوگی کیونکہ اَنَّ فتحہ کے ساتھ ماقبل والے کلمہ کی صفت واقع ہوتا ہے اور اِنَّ کو کسرہ کے ساتھ پڑھنے کی صورت میں یہ جملہ کی ابتداء ہوگی۔ یعنی حمد و ثناء کی ابتداء ہو رہی ہے۔

Scanned with CamScanner

❻ تکبیر میں زیادتی کا حکم مع الدلیل:۔ تکبیر کے الفاظ میں کمی کرنا جائز نہیں ہے ائمہ احناف تکبیر میں زیادتی جائز ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک زیادتی بھی جائز نہیں ہے اور دلیل یہ ہے کہ جس طرح اذان وتشہد کے کلمات میں تغیر وکمی زیادتی جائز نہیں ہے اسی طرح تکبیر کے الفاظ میں بھی جائز نہیں ہے کیونکہ تکبیر بھی اذان وتشہد کی طرح کلمات مخصوص کے ساتھ مرتب ہے۔

ہماری پہلی دلیل یہ ہے کہ بڑے بڑے جلیل القدر صحابہ کرامؓ مثلاً ابن عباسؓ، ابن مسعودؓ، ابو ہریرہؓ سے تکبیر ماثورہ پر اضافہ منقول ہے کہ یہ حضرات الفاظ تکبیر میں اضافہ فرماتے تھے۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ تکبیر سے مقصود ثناء وحمد باری تعالیٰ اور اپنی بندگی کا اظہار ہے اور کلمات تکبیر میں زیادتی مقصد سے مانع نہ ہوگی، بلکہ مقصد میں اضافہ کا باعث ہوگی۔

المتن الثانی ..... وَاِنْ لَبِسَ ثَوْبًا مُخِيْطًا اَوْ غَطّٰى رَاْسَهٗ يَوْمًا كَامِلًا فَعَلَيْهِ دَمٌ وَاِنْ كَانَ اَقَلَّ مِنْ ذٰلِكَ فَعَلَيْهِ صَدَقَةٌ.

عبارت کا ترجمہ کرکے اعراب لگائیں مذکورہ مسئلہ میں ائمہ کا اختلاف مع دلائل ذکر کریں، حج کا لغوی وشرعی معنی بیان کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال کا خلاصہ چار امور ہیں (۱) عبارت کا ترجمہ (۲) عبارت پر اعراب (۳) مذکورہ مسئلہ میں اختلاف ائمہ مع الدلائل (۴) حج کا لغوی وشرعی معنی۔

الجواب ..... ❶ عبارت کا ترجمہ:۔ اور اگر محرم نے سلا ہوا کپڑا پہنا یا اپنا سر ڈھانپا پورا ایک دن تو اس پر دم واجب ہے اور اگر اس سے کم ہے تو اس پر صدقہ واجب ہے

❷ عبارت پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفًا۔

❸ مذکورہ مسئلہ میں اختلاف ائمہ مع الدلائل:۔ سوال میں ذکر کردہ مسئلہ امام ابوحنیفہؒ کا مذہب ہے کہ اگر محرم نے سلا ہوا کپڑا پورا دن پہنا تو اس پر دم واجب ہے اور اگر ایک دن سے کم پہنا تو صدقہ واجب ہے۔

امام ابو یوسفؒ کا مذہب اور امام ابوحنیفہؒ کا قول قدیم یہ ہے کہ اگر نصف دن سے زیادہ پہن لیا تب بھی دم ہی لازم ہے اور نصف دن یا اس سے کم پہننے پر صدقہ لازم ہے اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ سلا ہوا کپڑا پہننے ہی دم لازم ہو جائیگا۔ خواہ ایک گھڑی ہی پہنا ہو۔

امام شافعیؒ کی دلیل یہ ہے کہ دم کا تردم سلے ہوئے کپڑے سے راحت والا نفع حاصل کرنے کی وجہ سے ہے اور یہ نفع بدن پر کپڑا پہننے ہی حاصل وکامل ہو جائیگا لہٰذا دم واجب ہے۔ امام ابو یوسفؒ "لا کثر حکم الکل" کے تحت اکثر یوم پر پورے یوم کا حکم جاری کرتے ہیں۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ پہننے سے مقصود راحت ہے۔ اور اس میں ایک مدت کا اعتبار ضروری ہے تاکہ راحت علی سبیل الکمال حاصل ہو جائے اور وہ مدت ایک دن ہے کیونکہ عادۃً دن میں لباس پہنا جاتا ہے اور پھر اتار دیا جاتا ہے۔ لہٰذا ایک دن سے کم میں جنایت قاصر ہونے کی وجہ سے صرف صدقہ واجب ہے اور پورا ایک دن پہننے میں جنایت کامل ہونے کی وجہ سے دم لازم ہے۔

❼ حج کا لغوی وشرعی معنی:۔ حج کا لغوی معنی کسی معظم اور بڑی چیز کا ارادہ کرنا ہے اور اصطلاح شریعت میں حج مخصوص مکان کا مخصوص فعل کے ساتھ مخصوص زمانہ میں ارادہ ونیت کرنا ہے۔

﴿الورقة الرابعة : فی الفقه﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ۱۴۳۸ھ

المتن الاول — فان باشرت فيها شاة نزح الماء كله عند ابی حنيفة وابی يوسف وقال محمد: ينزح

Maktaba Tul Ishaat.com Scanned with CamScanner

الا اذا غلب على الماء فيخرج من ان يكون طهورًا واصله ان بول مايؤكل لحمه طاهر عنده نجس عندهما

علاج اور تداوی کے طور پر پیشاب کے استعمال کے بارے میں صاحب ہدایہ کے طرز پر وضاحت کریں۔ ائمہ مجتہدین کے اقوال کی روشنی میں عبارت کی وضاحت کریں۔ (اشرف الہدایہ ج ۱ ص ۱۷۸)

﴿خلاصۂ سوال﴾..... اس سوال میں دو امور توجہ طلب ہیں (۱) علاج اور دواء کے طور پر پیشاب کے استعمال کی وضاحت (۲) عبارت کی وضاحت۔

الجواب..... ❶ علاج اور دواء کے طور پر پیشاب کے استعمال کی وضاحت:۔ ماکول اللحم جانوروں کے پیشاب کے بارے میں صاحب ہدایہ شیخینؒ اور امام محمدؒ کے درمیان اختلاف نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک پیشاب وغیرہ کو علاج اور دواء کے طور پر بھی استعمال کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ واقعہ عرینین میں آپ ﷺ کو بذریعہ وحی بتلایا گیا تھا کہ ان لوگوں کی شفاء پیشاب میں ہے اس وجہ سے اُن کو پیشاب پینے کا حکم دیا گیا تھا۔ اب چونکہ علم نہ ہونے کی وجہ سے پیشاب میں شفاء کا ہونا یقینی نہیں ہے اس لئے اس کو حرام ہی سمجھا جائے گا۔

امام ابو یوسفؒ اسی واقعہ سے استدلال کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ علاج اور دواء کے طور پر پیشاب پینا جائز ہے۔

امام محمدؒ مطلقاً ماکول اللحم جانوروں کے پیشاب کی طہارت کے قائل ہیں خواہ علاج ودواء کے طور پر ہو یا ویسے ہی ہو۔

❷ عبارت کی وضاحت:۔ اگر کنویں میں بکری نے پیشاب کر دیا تو اس صورت میں شیخینؒ کے نزدیک پورے کنویں کا پانی نکالا جائے گا اور امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ پانی نکالنا ضروری نہیں اور اگر بکری کا پیشاب پانی پر غالب آجائے تو اس صورت میں پانی مطہر تو نہیں رہے گا البتہ طاہر پھر بھی رہے گا گویا اُن کے نزدیک پانی ناپاک نہیں ہوگا۔ اور اس اختلاف کا منشاء وہی مذکورہ مسئلہ ہے کہ ماکول اللحم جانوروں کا پیشاب پاک ہے یا نہیں۔ اس کی مکمل وضاحت اوپر گزر چکی ہے۔

السؤال الثالث..... ومن لم يجد الماء وهو مسافر او خارج المصر بينه وبين المصر ميل او اكثر يتيمم بالصعيد

تیمم کا لغوی اور اصطلاحی معنی لکھیں، تیمم کے جواز کی دلیل قرآن وحدیث سے ذکر کریں، نیز یہ بتائیں کہ پانی کے ہوتے ہوئے کن کن صورتوں میں تیمم کرنا جائز ہے۔ (اشرف الہدایہ ج ۱ ص ۲۰۲)

﴿خلاصۂ سوال﴾..... اس سوال میں تین امر مطلوب ہیں (۱) تیمم کا لغوی اور اصطلاحی معنی (۲) تیمم کے جواز کی دلیل (۳) پانی کی موجودگی میں تیمم کے جواز کی صورتیں۔

الجواب..... ❶ تیمم کا لغوی اور اصطلاحی معنی:۔ تیمم لغت میں قصد کرنے کو کہتے ہیں اور شریعت کی اصطلاح میں پاک مٹی سے بہ نیت طہارت چہرہ اور ہاتھوں کا مسح کرنا۔

❷ تیمم کے جواز کی دلیل:۔ تیمم کے جواز کی پہلی دلیل ارشاد باری تعالیٰ فلم تجدوا ماءً فتيمموا صعيدًا طيبًا (اگر پانی نہ پاؤ تو پاک مٹی سے تیمم کرو) ہے۔ دوسری دلیل آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے التراب طهور المسلم ولو الى عشر حجج مالم يجد الماء (پاکیزہ مٹی مسلمان کی طہارت کا ذریعہ ہے اگرچہ دس سال تک اُسے پانی میسر نہ ہو)۔

تیسری دلیل آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے فضلنا على الناس بثلث خصال..... وجعلت لنا طهورا اذا لم نجد

الحدیث (ہمیں دیگر امتوں پر تین چیزوں کے ساتھ فضیلت دی گئی ہے ۔۔۔ زمین کی مٹی کو ہمارے لئے طہارت کا ذریعہ بنایا گیا ہے جس وقت پانی دستیاب نہ ہو)۔

❻ پانی کی موجودگی میں تیمم کے جواز کی صورتیں:۔ ① پانی موجود ہے مگر پانی کے استعمال سے مرض کے بڑھنے کا اندیشہ ہے یا پانی کے استعمال سے شفاء میں تاخیر کا امکان ہے تو اس صورت میں تیمم جائز ہے۔ ② پانی موجود ہے مگر فروخت کرنے والا زائد قیمت مانگ رہا ہے تو اس صورت میں زیادتی ثمن کے ضرر کو دور کرنے کے لئے تیمم جائز ہے۔ ③ بھی آدمی کو سردی کی شدت کی وجہ سے یہ خوف ہو کہ غسل کرنے سے ہلاک ہو جاؤں گا یا بیمار ہو جاؤں گا تو اس صورت میں بھی تیمم کرنا جائز ہے۔ ④ قریب میں پانی موجود ہے مگر دشمن یا درندہ وغیرہ کی وجہ سے حصول مشکل ہے تو پھر بھی تیمم جائز ہے۔ ⑤ پانی موجود ہے مگر معمولی ہونے کی وجہ سے وضوء کے لئے استعمال کرنے کی صورت میں بعد میں پیاس سے تکلیف ہوگی۔ ⑥ کنواں موجود ہو مگر ڈول ورسی نہ ہو یا پانی موجود ہو مگر اٹھ کر اسے لینے کی طاقت نہ ہو اور دوسرا آدمی بھی موجود نہ ہو تو ان تمام صورتوں میں تیمم کرنا جائز ہے۔

السوال الثانی ۱۴۳۸ھ

السؤال الاول ..... وَمَنْ فَاتَتْهُ صَلَاةٌ قَضَاهَا إِذَا تَذَكَّرَهَا وَقَدَّمَهَا عَلَى فَرْضِ الْوَقْتِ وَلَوْ خَافَ فَوْتَ الْوَقْتِ يُقَدِّمُ الْوَقْتِيَّةَ ثُمَّ يَقْضِيهَا وَلَوْ فَاتَتْهُ صَلَوَاتٌ رَتَّبَهَا فِي الْقَضَاءِ كَمَا وَجَبَتْ فِي الْأَصْلِ إِلَّا أَنْ تَزِيدَ الْفَوَائِتُ عَلَى سِتِّ صَلَوَاتٍ فَيَسْقُطُ التَّرْتِيبُ فِيمَا بَيْنَ الْفَوَائِتِ وَإِنْ فَاتَتْهُ أَكْثَرُ مِنْ صَلَاةِ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ أَجْزَأَتْهُ الَّتِي بَدَأَ بِهَا وَلَوْ قَضَى بَعْضَ الْفَوَائِتِ حَتَّى قَلَّ مَا بَقِيَ عَادَ التَّرْتِيبُ عِنْدَ الْبَعْضِ.

عبارت پر اعراب لگا کر سلیس ترجمہ کریں، عبارت میں مذکورہ مسائل کی تشریح کریں، قضاء اور ادا نماز کے ترتیب کے وجوب واستحباب کے بارے میں ائمہ کا اختلاف تحریر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال میں چار امور مطلوب ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) مذکورہ مسائل کی وضاحت (۴) قضاء اور ادا نماز کی ترتیب کے وجوب واستحباب میں ائمہ کا اختلاف۔

الجواب ..... ❶ عبارت پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا۔

❷ عبارت کا ترجمہ:۔ اور جس شخص کی نماز فوت ہو جائے تو وہ اس کی قضاء کرے جب اس کو یاد آئے اور فوت شدہ نماز کو وقتی نماز پر مقدم کرے اور اگر اسے وقتی نماز کے فوت ہونے کا خوف ہو تو پھر وہ وقتی کو مقدم کرے اور فوت شدہ کی قضاء بعد میں کرے اور اگر اس کی کئی نمازیں فوت ہو جائیں تو پھر وہ ان کی قضاء میں بھی ترتیب قائم رکھے جیسا کہ وہ اصل میں واجب ہوئی ہیں البتہ اگر فوت شدہ نمازیں چھ سے زائد ہو جائیں تو پھر فوت شدہ نمازوں کے درمیان ترتیب ساقط ہو جائے گی اور اگر اس کی ایک دن رات سے زائد کی نمازیں فوت ہو جائیں تو پھر کسی بھی نماز کو شروع کرنا اس کو کفایت کر جائے گا۔ اور اگر اس نے بعض فوت شدہ نمازوں کی قضاء کی حتی کہ بقیہ نمازیں (چھ سے) کم رہ گئیں تو بعض کے نزدیک ترتیب لوٹ آئے گی۔

❸ مذکورہ مسائل کی وضاحت:۔ اس عبارت میں فوت شدہ نماز کے احکامات بیان فرما رہے ہیں۔ قضاء نماز انسان کے ذمہ پر باقی ہے اور اس سے عہدہ برآ ہونے کے لئے ضروری ہے کہ فوت شدہ کی قضاء کی جائے لہٰذا انسان کو جب یاد آجائے کہ اس پر کوئی

Maktaba Tul Ishaat.com Scanned with CamScanner

نماز باقی ہے تو اسے چاہیے کہ اسے ادا کرلے۔ قضاء نمازوں کے سلسلے میں ایک حکم بہت اہم ہے اور وہ یہ ہے کہ ترتیب کا خیال رکھا جائے، یہاں دو ترتیبیں مراد ہیں۔

① پہلی ترتیب فوت شدہ اور وقتی نماز میں ہے اسے مصنفؒ نے "وقدمها على صلوة الوقت" میں بیان کیا ہے مثلاً زید کسی بھی وجہ سے ظہر، عصر اور مغرب کی نماز نہیں پڑھ سکا تو وہ عشاء کی نماز اگر عشاء کے وقت میں پڑھنا چاہے تو اسے پہلے ظہر، عصر اور مغرب کی قضاء کرنا ہوگی پھر وہ عشاء پڑھ سکتا ہے۔ یہ ترتیب بعض صورتوں میں ساقط ہو جاتی ہے۔

پہلی صورت: نمازی کو وقتی نماز کے فوت ہو جانے کا ڈر ہو، یعنی گزشتہ مثال کے اعتبار سے عشاء کا وقت اس قدر کم باقی رہ جائے کہ زید کو یہ خوف ہو کہ اگر میں ظہر، عصر اور مغرب کی قضاء میں مشغول ہوا تو عشاء کا وقت جاتا رہے گا، اس صورت میں زید کو اس بات کی اجازت ہے کہ وہ پہلے عشاء کی نماز وقت میں ادا کرے اور پھر فوت شدہ کی قضاء کرلے۔

دوسری صورت: نمازی کا صاحب ترتیب نہ ہونا ہے یعنی فوت شدہ نمازوں کی تعداد اس قدر ہو جائے کہ وہ تکرار میں داخل ہو جائیں مثلاً زید آج فجر، ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور پھر آئندہ کل کی فجر نہ پڑھے تو فوت شدہ نمازیں اب تکرار میں داخل ہو چکی ہیں کیونکہ اس پر دو فجر کی قضاء لازم ہو گئی ہے اسلئے اب اگر زید ظہر کی نماز ظہر کے وقت میں پڑھنا چاہے تو وہ ایسا کر سکتا ہے اس صورت کا ذکر مصنف نے ترتیب ثانی کے ضمن میں کیا ہے ان صورتوں کے علاوہ فوت شدہ اور وقتی نماز میں ترتیب احناف کے نزدیک ضروری ہے۔

② دوسری ترتیب خود فوت شدہ نمازوں کی آپس میں ہے گزشتہ مثال کے تناظر میں زید کیلئے ضروری ہے کہ وہ پہلے ظہر کی قضاء کرے پھر عصر کی اور پھر مغرب کی اس کیلئے درست نہیں کہ وہ جیسے مرضی قضاء نمازیں پڑھے۔

یہ دوسری ترتیب بھی احناف کے یہاں پہلی کی طرح ضروری ہے اور پہلی ترتیب کی طرح یہ بھی ساقط ہو جاتی ہے۔

اور اگر فوت شدہ نمازیں کثیر ہونے کی صورت میں ان کی قضاء شروع کی اور قضاء شدہ نمازیں کم ہوتے ہوتے چھ سے کم نمازیں رہ گئیں تو بعض حضرات کے نزدیک پھر ان میں ترتیب لازم ہو جائے گی۔

⑦ قضا اور ادا نماز کے ترتیب کے وجوب و استحباب کے بارے میں ائمہ کا اختلاف: ہمارے نزدیک فوت شدہ اور وقتی نمازوں کے درمیان ترتیب واجب و لازم ہے یعنی فوت شدہ نمازوں کو وقتی نمازوں پر مقدم کرنا لازم ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک یہ ترتیب مستحب ہے اور دلیل یہ ہے کہ ہر نماز بذات خود اصل ہے لہٰذا وہ کسی دوسری نماز کے لیے شرط نہیں ہو سکتی کیونکہ شرط تابع ہوتی ہے اور اصل و تابع میں منافات نہیں۔ پس ترتیب واجب نہیں ہے۔ ہماری دلیل آپ ﷺ کا ارشاد ہے "من نام عن صلوة او نسيها الخ" ہے کہ اگر کسی کی نماز فوت ہو گئی اور وہ امام کے ساتھ وقتیہ میں شریک ہو گیا درمیان میں اسے فوت شدہ نماز یاد آئی تو وہ پہلے امام کے ساتھ نماز مکمل کرے پھر فوت شدہ نماز پڑھے اور پھر امام والی نماز کا اعادہ کرے، معلوم ہوا کہ امام والی نماز کے فوت شدہ نماز سے مقدم ہونے کی وجہ سے اعادہ کا حکم دیا گیا ہے پس ترتیب لازم و واجب ہوئی۔

التمرین الثالث ..... اَلزَّكَاةُ وَاجِبَةٌ عَلَى الْحُرِّ الْعَاقِلِ الْبَالِغِ الْمُسْلِمِ إِذَا مَلَكَ نِصَابًا مِلْكًا تَامًّا وَحَالَ عَلَيْهِ الْحَوْلُ وَلَيْسَ عَلَى الصَّبِيِّ وَالْمَجْنُوْنِ زَكَاةٌ وَلَيْسَ عَلَى الْمُكَاتَبِ زَكَاةٌ

عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ بچے اور مجنون پر زکوٰۃ کے وجوب و عدم وجوب میں امام شافعیؒ کا اختلاف مدلل ذکر کریں۔

﴿خلاصہ سوال﴾ ..... اس سوال میں تین امور مطلوب ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) بچے اور مجنون پر زکوۃ کے وجوب میں امام شافعی کا اختلاف۔

السؤال الأول ..... ❶ **عبارت پر اعراب:** یکمامرّ فی السوال آنفا۔

❷ **عبارت کا ترجمہ:** زکوۃ واجب ہے آزاد، عاقل، بالغ، مسلمان پر جبکہ وہ نصاب کا مالک ہو مکمل تام کے طور پر اور اس پر سال گزر جائے، بچے اور مجنون پر زکوۃ نہیں ہے اور مکاتب پر بھی زکوۃ نہیں ہے۔

❸ **بچے اور مجنون پر زکوۃ کے وجوب میں امام شافعی کا اختلاف:** ائمہ ثلاثہ اس بات کے قائل ہیں کہ نابالغ کے مال میں زکوۃ واجب ہے جبکہ امام ابوحنیفہ سفیان ثوری اور عبداللہ بن المبارک رحمہم اللہ کے نزدیک بچے کے مال پر زکوۃ نہیں ہے۔

حنفیہ کا استدلال نسائی اور ابوداؤد وغیرہ کی معروف روایت سے ہے **رفع القلم عن ثلاث عن النائم حتی یستیقظ وعن الصغیر حتی یکبر وعن المجنون حتی یعقل او یفیق** اس میں نابالغ و مجنون کو صراحۃً غیر مکلف قرار دیا گیا ہے لہذا اس میں نماز وغیرہ دوسرے واجبات کی طرح زکوۃ بھی واجب نہ ہوگی نیز امام محمد رحمہ اللہ نے کتاب الآثار میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا یہ قول نقل کیا ہے **لیس فی مال الیتیم زکوۃ۔**

عقلی دلیل یہ ہے کہ زکوۃ ایک عبادت ہے اور عبادات بغیر اختیار کے ادا نہیں ہوتیں۔ اور اختیار عقل و دانش کے بغیر ثابت نہیں ہوتا اور چونکہ بچے اور مجنون کو عقل و دانش نہیں ہے اسلئے ان کو عبادت کا اختیار بھی نہیں ہے۔ پس دیگر عبادات کی طرح زکوۃ بھی ان پر فرض نہیں ہے۔

ائمہ ثلاثہ کے دلائل: ① **ان النبی ﷺ خطب الناس فقال الا من ولی یتیما له مال فلیتجر فیه ولا یترکه حتی تاکله الصدقة** ۔ ② زکوۃ بیوی کے نفقہ اور زمین کے عشر و خیرات کی طرح غرامت مالی ہے اور غرامت کی حقیقت یہ ہے کہ انسان اپنے اوپر اس چیز کو لازم کرے جو اس کے اوپر لازم نہ ہو گویا زکوۃ صاحب مال پر ایک مالی حق ہے اور مالی حق واجب ہوتا ہے اس لئے جو شخص بقدر نصاب مال کا مالک ہوگا اس پر یہ مالی حق یعنی زکوۃ لازم ہوگی۔

پہلی دلیل کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں یتیم سے مراد وہ لڑکا ہے جو بالغ تو ہو چکا ہو لیکن سمجھ بوجھ کی کمی کی وجہ سے مال اس کے حوالے نہ کیا گیا ہو اس جیسی دوسری احادیث کا بھی یہی جواب ہے۔ دوسری دلیل کا جواب یہ ہے کہ زکوۃ کو خراج وغیرہ پر قیاس کرنا درست نہیں اس لئے کہ زکوۃ محض ایک عبادت ہے اور خیرات و عشر زمین کی مؤنت ہے۔ خراج میں تو مؤنت ہی کی معنی پایا جاتا ہے اور عشر میں بھی مؤنت کا معنی غالب ہے اور عبادت والا معنی تابع ہے۔ اور شریعت میں غالب کا اعتبار ہوتا ہے، تابع کا اعتبار نہیں ہوتا۔ پس جب زکوۃ اور خراج و عشر میں فرق ہے تو دونوں پر ایک ہی حکم لاگو کرنا درست نہیں ہے۔ (اشرف الہدایہ ج ۳)

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۳۸ھ

السؤال الأول ..... قَالَ اَبُوْحَنِيْفَةَ وَمُحَمَّدٌ رحمهما الله إِذَا دَفَعَ الزَّكَاةَ إِلٰى رَجُلٍ يَظُنُّهُ فَقِيْرًا ثُمَّ بَانَ اَنَّهُ غَنِيٌّ اَوْ هَاشِمِيٌّ اَوْ كَافِرٌ اَوْ دَفَعَ بِنِيَّةِ ظُلْمَةٍ فَبَانَ اَنَّهُ اَبُوْهُ اَوْ اِبْنُهُ فَلَا اِعَادَةَ عَلَيْهِ. وَقَالَ اَبُوْيُوْسُفَ عَلَيْهِ الْاِعَادَةُ وَلَوْ دَفَعَ اِلٰى شَخْصٍ ثُمَّ عَلِمَ اَنَّهُ عَبْدُهُ اَوْ مُكَاتَبُهُ لَا يُجْزِئُهُ وَلَا يَجُوْزُ دَفْعُ الزَّكَاةِ اِلٰى مَنْ يَمْلِكُ نِصَابًا مِنْ اَيِّ مَالٍ كَانَ وَيَجُوْزُ دَفْعُهَا اِلٰى مَنْ يَمْلِكُ اَقَلَّ مِنْ ذٰلِكَ وَاِنْ كَانَ صَحِيْحًا مُكْتَسِبًا.

Maktaba Tul Ishaat.com Scanned with CamScanner

عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں، عبارت میں مذکورہ مسائل کی تشریح کریں۔ زکوٰۃ کا لغوی اور اصطلاحی معنی لکھیں، یہ بتائیں کہ زکوٰۃ کا مصرف کون کون لوگ ہیں؟

﴿خلاصۂ سوال﴾..... اس سوال میں پانچ امور مطلوب ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) مذکورہ مسائل کی وضاحت (۴) زکوٰۃ کا لغوی و اصطلاحی معنی (۵) زکوٰۃ کے مصارف۔

﴿جواب﴾..... (۱) عبارت پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا۔

(۲) عبارت کا ترجمہ:۔ امام ابو حنیفہؒ و محمدؒ فرماتے ہیں کہ جب کسی شخص نے ایسے آدمی کو زکوٰۃ ادا کی جسے وہ فقیر سمجھتا تھا پھر ظاہر ہوا کہ وہ غنی ہے یا ہاشمی ہے یا کافر ہے یا اُس نے تاریکی زکوٰۃ ادا کی پھر ظاہر ہوا کہ وہ اس کا والد یا بیٹا تھا تو اُس پر زکوٰۃ کا اعادہ نہیں ہے اور امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ اُس پر اعادہ لازم ہے اور اگر کسی شخص کو زکوٰۃ ادا کی پھر معلوم ہوا کہ وہ اُس کا غلام تھا یا مکاتب تھا تو یہ جائز نہیں ہے اور ایسے شخص کو زکوٰۃ ادا کرنا بھی جائز نہیں ہے جو نصاب کا مالک ہو خواہ وہ کسی بھی قسم کا مال ہو اور جائز ہے زکوٰۃ ادا کرنا ایسے شخص کو جو نصاب سے کم کا مالک ہو اگرچہ وہ تندرست کمانے والا ہے۔

(۳) مذکورہ مسائل کی وضاحت:۔ اگر کسی شخص نے کسی کو زکوٰۃ کا مصرف سمجھ کر زکوٰۃ دے دی پھر بعد میں معلوم ہوا کہ وہ زکوٰۃ کا مصرف نہیں ہے یعنی وہ مالدار ہے یا ہاشمی ہے یا کافر ہے یا زکوٰۃ دینے والے کا باپ یا بیٹا ہے تو اس صورت میں طرفین کے نزدیک زکوٰۃ ادا ہو جائے گی دوبارہ زکوٰۃ دینا لازم نہیں ہے اور امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ اس صورت میں زکوٰۃ ادا نہ ہوگی بلکہ دوبارہ زکوٰۃ ادا کرنا لازم ہوگا۔

امام ابو یوسفؒ کی دلیل یہ ہے کہ زکوٰۃ دینے والے کو جب یقینی طور پر معلوم ہو گیا کہ میں نے زکوٰۃ ادا کرنے میں غلطی کی ہے اور غیر مصرف میں زکوٰۃ دی ہے تو مصرف نہ ہونے کی وجہ سے زکوٰۃ ادا نہ ہوئی، جب زکوٰۃ ادا نہ ہوئی تو اعادہ لازم ہے۔ اور یہ بالکل ایسے ہی ہے جیسے پاک برتن ناپاک برتنوں کے ساتھ مل گئے کسی نے تحری کر کے ایک برتن کے پانی سے وضو کر لیا پھر واضح ہوا کہ اس برتن کا پانی ناپاک تھا تو اس صورت میں وضو کا اعادہ لازم ہے۔ اسی طرح اگر پاک کپڑے ناپاک کپڑوں کے ساتھ مل گئے اور کسی علامت کے ذریعے اُن کا پاک یا ناپاک ہونا معلوم نہیں ہو رہا تو کسی شخص نے تحری کر کے اُن میں سے کوئی کپڑے پہن کر نماز پڑھ لی بعد میں معلوم ہوا کہ یہ کپڑے ناپاک ہیں تو اس شخص پر نماز کا اعادہ لازم ہے۔ جیسے ان دونوں صورتوں میں نماز کا اعادہ لازم ہے اسی طرح مذکورہ صورت میں زکوٰۃ کا اعادہ بھی لازم ہے۔

طرفین کی دلیل حضرت معن بن یزید رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ میرے باپ یزید نے کچھ اشرفیاں نکالیں تاکہ ان کو صدقہ کرے پس ان کو مسجد میں ایک شخص کے پاس رکھ دیا، میں ان اشرفیوں کو لیکر چلا آیا تو میرے باپ نے کہا واللہ میں نے تیری نیت نہیں کی تھی، میں یہ مسئلہ دربار رسالت میں لے گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے یزید! تیرے واسطے وہ اجر ہے جس کی تو نے نیت کی اور اے معن رضی اللہ عنہ تیرے لئے یہ اشرفیاں ہیں جو تو نے لے لیں، اس حدیث میں یزید رضی اللہ عنہ کو اعادہ کا اور معن رضی اللہ عنہ کو مال واپس کرنے کا حکم نہیں دیا۔ حالانکہ معن رضی اللہ عنہ کو اسکے والد کے وکیل نے والد کا صدقہ دیا تھا۔ پس معلوم ہوا کہ غیر مصرف میں زکوٰۃ ادا کرنے کا علم ہونے کے باوجود اعادہ لازم نہیں ہے۔

امام ابو یوسفؒ کی دلیل کا جواب یہ ہے کہ "مذکورہ چیزوں پر واقفیت حاصل کرنا ممکن ہے" یہ بات مسلم ہے لیکن ان چیزوں میں حکم کی بنیاد اسی اجتہاد اور ظن غالب پر ہوگی جو اسکے نزدیک واقع ہوگا۔ حتی کہ اگر اس کے نزدیک یہ اجتہاد واقع ہوا کہ یہ شخص فقیر

ہے تو اس کو زکوٰۃ دینے سے اللہ تعالیٰ کے حکم کی اطاعت ہوگئی اور زکوٰۃ ادا ہوگئی۔ اور یہ ایسے ہی ہے جیسے نماز پڑھنے والے پر جہت قبلہ مشتبہ ہو جائے اور وہ تحری کر کے غلط جہت میں نماز پڑھ لے اور بعد میں اس کو غلطی کا علم ہو تو اس پر نماز کا اعادہ لازم نہیں ہے۔

اگر کسی شخص کو زکوٰۃ ادا کی پھر معلوم ہوا کہ وہ زکوٰۃ ادا کرنے والے کا اپنا ہی غلام یا مکاتب تھا تو اس صورت میں یہ زکوٰۃ ادا کرنا جائز نہیں ہے اس پر زکوٰۃ کا اعادہ لازم ہے۔ اسلئے کہ ان میں ملک کی اہلیت نہ ہونے کی وجہ سے تملیک نہیں پائی جارہی، جو کہ زکوٰۃ کا رکن لازم ہے۔ اگر کوئی شخص کسی بھی قسم کے مال میں نصاب کا مالک ہے تو اس کو زکوٰۃ ادا کرنا جائز نہیں ہے البتہ اگر وہ نصاب سے کم کا مالک ہے تو پھر اس کو زکوٰۃ ادا کرنا جائز ہے اگرچہ وہ جسمانی طور پر صحیح وتندرست ہو اور کمائی کرنے والا ہو، کیونکہ یہ فقیر ہونے کی وجہ سے زکوٰۃ کا مصرف ہے۔

④ زکوٰۃ کا لغوی واصطلاحی معنی:۔ زکوٰۃ کا لغوی معنی بڑھنا، طہارت و پاکیزگی ہے۔ اصطلاحی طور پر متعدد معانی بیان کئے گئے ہیں۔ ① مخصوص مال میں سے ایک مخصوص حصے کا اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے کسی مخصوص شخص کو مالک بنانا۔ ② مال نصاب میں سے شرائط کے پائے جانے کی صورت میں چالیسواں حصہ کسی مستحق کو دینا۔ (خیر الفتاویٰ)

⑤ زکوٰۃ کے مصارف:۔ زکوٰۃ کے آٹھ مستحقین ہیں کما قال اللہ تعالی انما الصدقات ① للفقراء ② والمساکین ③ والعاملین علیها ④ والمؤلفة قلوبهم ⑤ وفی الرقاب ⑥ والغارمین ⑦ وفی سبیل الله ⑧ وابن السبیل ۔ یعنی فقراء، مساکین، حکومت کی جانب سے صدقات وصول کرنے والے عامل، مؤلفۃ القلوب یعنی جنکے اسلام لانے کی امید ہو یا وہ اسلام میں کمزور ہوں (اب یہ قسم منسوخ ہے) غلام کا بدل کتابت ادا کرنا، آفت یا حادثہ میں مقروض ہونے والا، مجاہدین جو اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے ہیں اور وہ مسافر جس کے پاس سفر میں رقم نہ ہو اگرچہ اس کے پاس گھر میں رقم موجود ہو۔ الغرض مؤلفۃ القلوب کے منسوخ ہونے کی وجہ سے اب صدقات وزکوٰۃ کے سات مصارف ہیں۔

السؤال الثالث ..... ویعتبر فی المرأة ان یکون لها محرم تحج به او زوج ولا یجوز لها ان تحج بغیرهما اذا کان بینها وبین مکة مسیرة ثلاثة ایام، وقال الشافعی یجوز لها الحج، واذا وجدت محرما لم یکن للزوج منعها، وقال الشافعی له ان یمنعها ولها ان تخرج مع کل محرم الا ان یکون مجوسیا واذا بلغ الصبی بعد ما احرم او اعتق العبد فمضیا لم یجزهما عن حجة الاسلام ولو جدد الصبی الاحرام قبل الوقوف ونوی حجة الاسلام جاز، والعبد لو فعل ذلك لم یجز.

عبارت کا ترجمہ کریں، امام شافعیؒ کے اختلاف کو دلائل سے مزین کرتے ہوئے عبارت کی تشریح کریں۔

﴿خلاصہ سوال﴾ ..... اس سوال کا حل دو امور ہیں (۱) عبارت کا ترجمہ (۲) امام شافعیؒ کے اختلاف کی وضاحت وعبارت کی تشریح۔

الجواب ..... ① عبارت کا ترجمہ:۔ اور اعتبار کیا جائے گا عورت کے معاملہ میں یہ کہ اس کے لئے محرم ہو جس کے ساتھ وہ حج کرے یا اس کا زوج ہو اور عورت کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ محرم یا زوج کے بغیر حج کرے جبکہ عورت اور مکہ کے درمیان تین دن کی مسافت ہو اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ عورت کے لئے حج کرنا جائز ہے اور جب عورت کو محرم میسر ہو تو زوج کے لئے اس کو حج سے منع کرنا جائز نہیں ہے اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ زوج کے لئے عورت کو منع کرنا جائز ہے۔ اور عورت کے لئے جائز ہے کہ وہ ہر

Maktaba Tul Ishaat.com Scanned with CamScanner

محرم کے ساتھ حج کے لئے نکل سکتی ہے مگر یہ کہ وہ مجوسی ہو اور جب بچہ احرام باندھنے کے بعد بالغ ہو جائے یا غلام آزاد ہو جائے اور وہ افعال حج ادا کرتے رہیں تو یہ حج اُن دونوں کے لئے حج اسلام سے کفایت نہیں کرے گا اور اگر بچے نے وقوف عرفہ سے پہلے احرام کی تجدید کر لی اور حج اسلام کی نیت کر لی تو جائز ہے اور اگر غلام یہی کام کرے تو جائز نہیں ہے۔

❷ امام شافعیؒ کے اختلاف کی وضاحت وعبارت کی تشریح:۔ عورت اگر حج پر جانا چاہتی ہے اور اُس کو کوئی بھی محرم مرد میسر ہے تو اُس کیلئے حج پر جانا جائز ہے البتہ اگر اُس کا محرم مجوسی ہو تو پھر عورت کیلئے اُسکے ساتھ سفر حج کیلئے جانا جائز نہیں ہے کیونکہ مجوسیوں کے نزدیک محرمات سے نکاح جائز ہے۔ (مزید تفصیل واختلاف کیلئے دیکھئے الورقة الثانية الشق الثاني من السوال الثالث ۱۴۳۹ھ)

بچہ حالت احرام میں تھا اسی دوران وہ بالغ ہو گیا یا غلام حالت احرام میں تھا اُسے آزاد کر دیا گیا اور وہ دونوں بدستور اپنے افعال حج ادا کرتے رہے تو یہ ان دونوں کی طرف سے حج اسلام سے کفایت نہیں کرے گا بلکہ ان دونوں کو علیحدہ سے حج اسلام ادا کرنا پڑے گا۔ البتہ اگر بچے نے وقوف عرفہ سے پہلے پہلے اپنے احرام کی تجدید کر لی اور اپنے حج اسلام کی نیت کر لی تو اس صورت میں بچے کی طرف سے حج اسلام ادا ہو جائے گا۔ اور اگر یہی کام غلام کرے تو غلام کی طرف سے حج اسلام ساقط نہیں ہوگا بلکہ اُس کے ذمے حج اسلام باقی ہے۔

﴿الورقة الرابعة: في الفقه (هدايه اوّل)﴾

﴿السوال الاول﴾ ۱۴۳۹ھ

الشق الاول ..... فقہ کی لغوی واصطلاحی تعریف، موضوع اور غرض وغایت بیان کیجیے، صاحب ہدایہ کے حالات زندگی مختصراً لکھیے، کتاب کے مقدمے کی روشنی میں ہدایہ کی ترتیب وتدوین اور خصوصیات پر مختصر نوٹ لکھیے۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے: ① فقہ کی تعریف، موضوع، غرض وغایت ② صاحب ہدایہ کے حالات زندگی ③ ہدایہ کی ترتیب وتدوین اور خصوصیات پر مختصر نوٹ۔

جواب ..... **❶ فقہ کی تعریف، موضوع، غرض وغایت:۔** فقہ کا لغوی معنی جاننا اور سمجھنا ہے اور اصطلاح میں فقہ ان احکام شرعیہ فرعیہ کا علم ہے جو ادلہ تفصیلیہ سے حاصل ہوں۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ فقہ حلال وحرام اور جائز وناجائز کو جاننا ہے۔ حضرات صوفیاء کے نزدیک فقہ علم وعمل کے مجموعے کا نام ہے۔ فقہ کا موضوع حلال وحرام کے اعتبار سے مکلف کے افعال ہیں۔

فقہ کی غرض وغایت فوز سعادت دارین یعنی دونوں جہانوں کی کامیابی ہے۔ (اشرف الہدایہ)

❷ صاحب ہدایہ کے حالات زندگی:۔ آپ کا نام علی، کنیت ابوالحسن، لقب برہان الدین، والد کا نام ابوبکر ہے۔

پورا نام ونسب یہ ہے: شیخ الاسلام الامام برہان الدین ابوالحسن علی بن ابی بکر بن عبدالجلیل الفرغانی المرغینانی۔ آپ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے ہیں۔ آپ کی ولادت ۱۵ رجب ۵۱۱ھ میں اور وفات ۱۲ ذوالحجہ ۵۹۳ھ میں ہوئی۔

آپ کے چند مشہور اساتذہ کے نام یہ ہیں: مفتی الثقلین نجم الدین ابوحفص عمر النسفی، امام صدر الشہید حسام الدین عمر بن عبدالعزیز، امام ضیاء الدین محمد بن حسین ہندوانی، امام قوام الدین احمد بن عبدالرشید البخاری (والد صاحب خلاصۃ الفتاویٰ) رحمہم اللہ۔

آپ کے فضل وکمال اور تبحر علمی کا اعتراف آپ کے معاصر علماء ومشائخ نے بھی کیا ہے، مولانا عبدالحی رحمہ اللہ نے آپ کے فضل وکمال اور زہد وورع کا تذکرہ جن الفاظ میں کیا ہے اس کا ترجمہ یہ ہے: آپ امام وقت، فقیہ دوراں، حافظ عصر، محدث زماں، مفسر

قرآن، جامع علوم، ضابط فنون، ماہر علم، محقق و بالغ النظر، باریک بین، عابد و زاہد، فائق و فاضل، ماہر فنون، اصولی، ادیب و شاعر تھے۔ علم و ادب میں آپ کا ثانی نہیں دیکھا گیا، آپ کو اختلاف ائمہ و مذاہب کے سلسلہ میں بڑی دسترس حاصل تھی۔

❷ ہدایہ کی ترتیب و تدوین اور خصوصیات:۔ صاحب ہدایہؒ فرماتے ہیں کہ میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ فقہ میں کوئی ایسی کتاب ہونی چاہیے جو عبارت کے اعتبار سے ہر قسم کے سائل پر حاوی ہو، حسن اتفاق کہ میں نے مختصر القدوری کو موافق پایا اور میں نے دیکھا کہ اساطین امت جامع صغیر کے حفظ و ضبط کا حد درجہ اہتمام کرتے ہیں، تو میں نے ان دونوں کتابوں کا انتخاب کرتے ہوئے جامع صغیر کی ترتیب کے مطابق ایک کتاب بدایۃ المبتدی لکھی، پھر اس کی شرح کرتے ہوئے اسی جلدوں پر مشتمل ایک جامع کتاب کفایۃ المنتہی لکھی، پھر اندیشہ ہوا کہ طوالت کی وجہ سے لوگ اصل کتاب بدایۃ المبتدی کو ہی نہ چھوڑ دیں، اسلئے میں نے زوائد کو چھوڑتے ہوئے، طول بیانی سے بچتے ہوئے عمدہ روایات اور مضبوط دلائل عقلیہ سے مزین کرتے ہوئے کفایۃ المنتہی کا اختصار شرح المختصر المعروف ہدایہ لکھنے کا ارادہ کیا۔ یہ کتاب اختصار کے باوجود ایسے اصول پر حاوی ہے جن سے کثیر فروع متفرع ہو سکتی ہیں۔

ہدایہ کی ترتیب و خصوصیات کے متعلق مولانا محمد اسلام صاحب اشرف الہدایہ کے مقدمہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ صاحب ہدایہ کی عادت ہے کہ اقوال نقل کرتے وقت قوی قول کو مقدم کرتے ہیں اور مذہب مختار کی دلیل مؤخر کرتے ہیں تاکہ یہ دلیل دیگر دلائل کا جواب بھی ہو جائے۔ فی دیارنا سے مراد ماوراء النہر کا علاقہ (بخارا و ثمرقند) اور مشائخنا سے مراد علماء ماوراء النہر ہوتے ہیں۔ اور قال محمدؒ سے مراد خود صاحب ہدایہ ہوتے ہیں۔ آیت سابق کی طرف اشارے کیلئے بما کونا، عقلی دلیل کی طرف اشارہ کیلئے بما ذکرنا اور ما رویناہ حدیث سابق کی طرف اشارے کیلئے بما رویناہ ذکر کرتے ہیں اور بسا اوقات سب کیلئے لما بینا کہہ دیتے ہیں۔ بسا اوقات دلیل عقلی کو وفقہ فیہ سے تعبیر کرتے ہیں۔ فی اصل سے مراد امام ابو عبداللہ محمد بن حسن الشیبانی کی مبسوط، المختصر سے مراد مختصر القدوری اور الکتاب سے مراد جامع صغیر ہوتی ہے۔ اگر قدوری اور جامع صغیر کی عبارت میں کچھ اختلاف ہو تو وفی الجامع الصغیر سے صراحت کرتے ہیں۔ لفظ قالوا اس بات کی علامت ہے کہ اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے۔ عن فلان سے مراد فلاں کی روایت ہوتی ہے اور عند فلان سے مراد فلاں کا مذہب ہوتا ہے۔ (اشرف الہدایہ)

السوال الثالث ـــ وَلَوْ قَاءَ دَمًا وَهُوَ عَلَقٌ يُعْتَبَرُ فِيْهِ مِلْءُ الْفَمِ لِأَنَّهُ سَوْدَاءُ مُحْتَرِقَةٌ وَلَوْ نَزَلَ مِنَ الرَّأْسِ إِلَى مَا لَانَ مِنَ الْأَنْفِ نَقَضَ بِالْإِتِّفَاقِ۔ عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں، عبارت میں مذکورہ مسائل کی وضاحت کریں۔

خلاصہ سوال ـــ اس سوال میں تین امور مطلوب ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) مذکورہ مسائل کی وضاحت۔

الجواب ..... ❶ عبارت پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا۔

❷ عبارت کا ترجمہ:۔ اور اگر خون کی قے کی اور وہ جما ہوا خون ہے تو اس میں بھی منہ بھرنے کی مقدار معتبر ہوگی کیونکہ وہ جلا ہوا سودا ہے اور اگر خون سر سے ناک کے نرم حصے تک اتر آیا تو اس نے بالاتفاق وضو توڑ دیا۔

❸ مذکورہ مسائل کی وضاحت:۔ اگر کسی شخص نے خون کی قے کی تو اس کی دو صورتیں ہیں: (۱) وہ جما ہوا خون ہوگا (۲) پتلے والا خون ہوگا۔ اگر وہ جما ہوا خون ہے تو اس میں منہ بھرنے کی مقدار معتبر ہے کیونکہ یہ جلا ہوا سودا ہے جو کہ معدے سے نکلتا ہے اور معدے سے نکلنے والی چیز ناقض وضو ہے بشرطیکہ منہ بھر ہو۔ اور اگر وہ پتلے والا خون ہے تو امام محمدؒ کے نزدیک پھر بھی یہی منہ بھرنے کی مقدار

Maktaba Tul Ishaat.com Scanned with CamScanner

شرط ہے اور دوسرے ہر قسم کی قے پر قیاس کرتے ہیں کہ سب میں منہ بھرنے کی مقدار شرط ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک اگر خون اگل کر اپنی قوت سے بہہ پڑا تو وضو ٹوٹ جائے گا اگرچہ وہ قلیل ہو کیونکہ مقدار خون کی نجاست میں ہے۔ لہٰذا یہ خون پیٹ کے کسی زخم سے نکلا ہوگا پس اسکو اس خون پر قیاس کیا جائے گا جو ظاہر زخم سے نکلا ہو اور اس میں محض بہنا شرط ہے اگرچہ وہ قلیل ہو۔ اگر خون سر سے اترا اور ناک کے نرم حصے تک پہنچ گیا تو بالاتفاق وضو ٹوٹ جائے گا اس لیے کہ خون ایسی جگہ تک پہنچ گیا ہے جس کو غسل میں پاک کرنے کا حکم ہے۔

﴿السوال الثاني﴾ ۱۴۳۹ھ

السوال الثاني ..... وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ السَّجْدَةِ الثَّانِيَةِ فِي الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ افْتَرَشَ رِجْلَهُ الْيُسْرَى فَجَلَسَ عَلَيْهَا وَ نَصَبَ الْيُمْنَى نَصْبًا وَ وَجَّهَ أَصَابِعَهُ نَحْوَ الْقِبْلَةِ وَ وَضَعَ يَدَيْهِ عَلَى فَخِذَيْهِ وَ بَسَطَ أَصَابِعَهُ وَ تَشَهَّدَ وَ إِنْ كَانَتِ امْرَأَةً جَلَسَتْ عَلَى إِلْيَتِهَا الْيُسْرَى وَ أَخْرَجَتْ رِجْلَيْهَا مِنْ جَانِبِ الْأَيْمَنِ لِأَنَّهُ أَسْتَرُ لَهَا وَ التَّشَهُّدُ۔ الخ

عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کیجیے، تشہد ابن مسعودؓ روایت کے ساتھ ذکر کیجیے، تشہد ابن مسعودؓ کی افضلیت کے دلائل تحریر کیجیے۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے: ① عبارت پر اعراب ② عبارت کا ترجمہ ③ تشہد ابن مسعودؓ مع روایت ④ تشہد ابن مسعودؓ کی افضلیت کے دلائل۔

الجواب ..... ① عبارت پر اعراب:۔ کما مر فی السوال آنفًا۔

② عبارت کا ترجمہ:۔ اور جب نمازی دوسری رکعت میں دوسرے سجدے سے اپنا سر اٹھائے تو اپنا بایاں پاؤں بچھائے اور اس پر بیٹھ جائے اور دایاں پاؤں بالکل کھڑا رکھے اور اپنی انگلیوں کو قبلہ کی طرف متوجہ کرے اور اپنے دونوں ہاتھ اپنی رانوں پر رکھے اور اپنے ہاتھوں کی انگلیوں کو بچھا دے اور تشہد پڑھے۔ اگر نمازی عورت ہو تو وہ اپنی بائیں سرین پر بیٹھے اور اپنے دونوں پاؤں دائیں جانب نکال دے، کیوں کہ یہ صورت عورت کے لیے زیادہ ستر و پردہ کا باعث ہے۔

③ تشہد ابن مسعودؓ مع روایت:۔ عن عبدالله بن مسعود قال كنا اذا صلّينا مع النبي ﷺ قلنا السلام على الله قبل عباده السلام على جبرائيل السلام على ميكائيل السلام على فلان، فلما انصرف النبي ﷺ اقبل علينا بوجهه قال لا تقولوا السلام على الله فان الله هو السلام فاذا جلس احدكم في الصلوة فليقل "التحيات لله والصلوات والطيبات السلام عليك ايها النبي ورحمة الله وبركاته السلام علينا وعلى عباد الله الصالحين (فانه اذا قال ذلك اصاب كل عبد صالح في السماء و الارض) اشهد ان لا اله الا الله و اشهد ان محمدا عبده و رسوله" ثم ليتخير من الدعاء اعجبه اليه فيدعوه۔

④ تشہد ابن مسعودؓ کی افضلیت کے دلائل:۔ تشہد کے الفاظ چوبیس صحابہ کرامؓ سے مروی ہیں اور ان سب کے الفاظ میں تھوڑا تھوڑا فرق ہے، اس پر اتفاق ہے کہ ان میں سے جو صیغہ بھی پڑھ لیا جائے جائز ہے البتہ افضلیت میں اختلاف ہے۔

حنفیہ و حنابلہ نے حضرت ابن مسعودؓ کے معروف تشہد کو ترجیح دی ہے عن عبدالله بن مسعود قال: علّمنا رسول الله ﷺ اذا قعدنا في الركعتين ان نقول "التحيات لله والصلوات والطيبات الخ۔

امام مالکؒ نے حضرت عمر فاروقؓ کے تشہد کو ترجیح دی ہے التحيات لله الزاكيات لله الطيبات الصلوات لله

السلام علیك الخ۔ امام شافعی رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے تشہد کو ترجیح دی ہے قال کان رسول اللہ ﷺ یعلمنا التشهد كما يعلمنا القرآن فكان يقول التحيات المباركات الصلوات الطيبات لله سلام عليك ايها النبي ورحمة الله وبركاته سلام علينا الخ۔

تشہد ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی افضلیت کے دلائل ① حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت صحیح بخاری باب ہے کما صرح به الترمذی۔ ② یہ ان چند روایات میں سے ہے جو تمام صحاح ستہ میں مروی ہیں اور کمال یہ ہے کہ اس تشہد کے الفاظ میں کہیں معمولی اختلاف نہیں ہے جبکہ دوسرے تمام تشہد کے الفاظ میں اختلاف موجود ہے وذلك نادر جدا ③ اس میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے تصریح کی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے مجھے اس تشہد کی تعلیم میرا ہاتھ پکڑ کر دی تھی جو بہت اہتمام پر دال ہے بلکہ یہ روایت مسلسل باخذ الید بھی ہے۔ ④ امام محمد نے موطا میں کہا ہے کہ كان عبدالله بن مسعود يكره ان يزاد فيه حرف او ينقص منه حرف۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس تشہد کو کتنے اہتمام سے یاد کیا تھا اور ان کی نظروں میں اس کی کتنی اہمیت تھی۔ ⑤ اس کا ثبوت صیغۂ امر کے ساتھ ہوا ہے چنانچہ احادیث میں اس کیلئے فاقبل، قولوا اور فقولوا کے الفاظ آئے ہیں جبکہ دیگر روایات محض حکایت واقعہ ہیں۔ ان کے علاوہ بھی بہت سی وجوہ ترجیح موجود ہیں جن کے بیان کی یہاں گنجائش نہیں۔ (درس ترمذی ج ۲ ص ۵۸)

السؤال الثالث ـــ إِذَا كَانَتِ الْخَيْلُ سَائِمَةً ذُكُورًا وَ إِنَاثًا فَصَاحِبُهَا بِالْخِيَارِ: إِنْ شَاءَ أَعْطَى عَنْ كُلِّ فَرَسٍ دِينَارًا وَ إِنْ شَاءَ قَوَّمَهَا وَ أَعْطَى عَنْ كُلِّ مِائَتَيْنِ خَمْسَةَ دَرَاهِمَ ... وَ لَا شَيْءَ فِي الْبِغَالِ وَ الْحَمِيرِ إِلَّا أَنْ تَكُونَ لِلتِّجَارَةِ ... وَ لَيْسَ فِي الْفُصْلَانِ وَ الْعَجَاجِيلِ وَ الْحَمَلَانِ صَدَقَةٌ ... الخ

عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں، گھوڑوں پر وجوب زکوۃ کے متعلق ائمہ کی آراء مع دلائل بیان کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے: ① عبارت پر اعراب ② عبارت کا ترجمہ ③ گھوڑوں کی زکوۃ میں ائمہ کا اختلاف مع دلائل۔

الجواب ..... ① عبارت پر اعراب:۔ كما مر في السوال آنفًا۔

② عبارت کا ترجمہ:۔ جب گھوڑے سائمہ ہوں مذکر اور مادہ دونوں ہوں تو ان کے مالک کو اختیار ہے اگر چاہے تو ہر گھوڑے سے ایک دینار دیدے، اور اگر چاہے تو تمام گھوڑوں کی قیمت لگائے اور ہر دو سو درہم پر پانچ درہم ادا کرے۔ خچر اور گدھوں پر زکوۃ نہیں ہے البتہ اگر تجارت کیلئے ہوں (تو پھر زکوۃ لازم ہے) اور اونٹوں کے بچوں، گائے بھینس کے بچوں اور بکری کے بچوں پر زکوۃ نہیں ہے۔

③ گھوڑوں کی زکوۃ میں ائمہ کی آراء و دلائل:۔ جو گھوڑے اپنی سواری کیلئے ہوں ان پر بالاتفاق زکوۃ نہیں اور جو گھوڑے تجارت کیلئے ہوں ان پر باجماع زکوۃ ہے (جو قیمت کے اعتبار سے ادا کی جائے گی) البتہ جو گھوڑے نسل کیلئے ہوں اور سائمہ (چرنے والے) ہوں ان کے بارے میں اختلاف ہے۔

ائمہ ثلاثہ کے نزدیک ان پر زکوۃ نہیں وہ اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں لیس على المسلم في فرسه ولا عبده صدقة نیز ان کا استدلال حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث مرفوع قد عفوت عن صدقة الخيل والرقيق سے بھی ہے۔ (ترمذی)

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک ایسے گھوڑوں پر زکوۃ واجب ہے۔ دلائل:۔ ① مسلم کی مشہور حدیث ہے الخيل ثلاثة الخ۔

Maktaba Tul Ishaat.com Scanned with CamScanner

اس میں آپ ﷺ نے گھوڑوں کی تین قسمیں بیان فرمائیں، ایک وہ جو آدمی کیلئے وبال ہے، دوسری وہ جو آدمی کیلئے ستر ہے اور تیسری وہ جو آدمی کیلئے باعث اجر وثواب ہے۔ دوسری قسم کی تشریح میں فرمایا کہ یہ وہ گھوڑے ہیں جن کو آدمی اللہ کے راستے پالے پھر ایسے گھوڑوں کے بارے میں وہ حقوق کا ذکر ہے ایک حق گھوڑوں کی ظہور (پیٹھ) میں ہے کہ کسی شخص کو سواری کیلئے عاریۃً دے دیا جائے اور دوسرا حق رقاب میں ہے جو سوائے زکوٰۃ کے اور کیا ہو سکتا ہے۔ ① حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ میں گھوڑوں پر زکوٰۃ مقرر کی تھی اور ہر گھوڑے سے ایک دینار وصول کرتے تھے۔ (عینی) ② حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے قال رسول الله ﷺ في الخيل السائمة في كل فرس دينار تؤديه. (دارقطنی)

اگر ثلاثہ رحمہم اللہ کے دلائل کا جواب یہ ہے کہ یہاں پر فرس سے سواری والے گھوڑے مراد ہیں اور ایسے گھوڑوں پر ہم بھی زکوٰۃ کے قائل نہیں ہیں۔ اسی قسم کی تفسیر حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے بھی منقول ہے۔ (درس ترمذی ج ۲ ص ۲۳۲)

السوال الثالث ۱۴۳۹ھ

القسم الاول ..... اذا أكل الصائم أو شرب أو جامع ناسيا لم يفطر و القياس أن يفطر و هو قول زفر و لا فرق بين الفرض و النفل لأن النص لم يفصل ..... مسئلہ مذکورہ میں ائمہ کے اقوال درج کیجئے، ثلاثہ کے دلائل اس طرح بیان کیجئے کہ قیاس اور استحسان کی وضاحت ہو جائے، خط کشیدہ عبارت کی وضاحت کیجئے۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال کا حل دو امور ہیں ① مذکورہ مسئلہ میں ائمہ کے اقوال و دلائل ② خط کشیدہ عبارت کی وضاحت

الجواب ..... ① **بھول کر کھانے پینے سے روزہ کا حکم مع دلائل:۔** کسی روزہ دار نے بھول کر کھا پی لیا یا جماع کر لیا تو ہمارے نزدیک اس کا روزہ نہیں ٹوٹے گا، امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک روزہ ٹوٹ جائے گا۔

امام مالک رحمہ اللہ کی دلیل قیاس ہے کہ کھانا پینا اور جماع کرنا روزہ کی ضد ہے اور ہر چیز کی ضد چیز کو معدوم کر دیتی ہے ورنہ اجتماع ضدین لازم آئے گا، نیز جیسے نماز میں بھول کر کلام کرنا نماز کو فاسد کر دیتا ہے اسی طرح بھول کر کھانا پینا روزہ کو فاسد کر دے گا۔

ہماری دلیل واستحسان ہے اور استحسان کی وجہ یہ حدیث ہے کہ ایک صحابی نے بھول کر کھا پی لیا تھا، تو آپ نے فرمایا کہ اپنے روزے کو پورا کر اسلئے کہ تجھے اللہ تعالیٰ نے ہی کھلایا اور پلایا ہے۔ نیز ایک حدیث میں آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ جس نے رمضان میں بھول کر افطار کر لیا تو اس پر نہ قضاء ہے اور نہ کفارہ ہے۔ پس ان احادیث سے معلوم ہوا کہ بھول کر کھانے پینے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

امام مالک رحمہ اللہ کی جانب سے نماز پر قیاس کا جواب یہ ہے کہ یہ قیاس مع الفارق ہے، اسلئے کہ نماز کی حالت میں ہر وقت یاد رہتا ہے کہ میں نماز میں ہوں، کیوں کہ نماز کی حالت غیر نماز سے مختلف ہے، پس نماز میں نسیان و بھول کا غلبہ نہیں ہو سکتا، بخلاف روزہ دار کے کہ اس کی حالت اور غیر روزہ دار کی حالت برابر ہوتی ہے، کیوں کہ روزہ کا تعلق صرف باطن سے ہے اور روزہ کی حالت میں بھول و نسیان کا غلبہ لیکن بکثرت واقع ہے۔ لہٰذا بھول کر کلام کرنے سے نماز فاسد ہو گی لیکن بھول کر کھانے پینے سے روزہ فاسد نہ ہوگا۔

② **عبارت مخطوط کی وضاحت:۔** صاحب ہدایہ فرماتے ہیں کہ روزہ نفل ہو یا فرض دونوں صورتوں میں بھول کر کھانے پینے اور جماع سے روزہ فاسد نہیں ہوتا، ہر صورت روزہ کا یہی حکم ہے کیوں کہ حدیث میں فرض و نفل روزہ میں کوئی فرق نہیں کیا گیا (مزید تشریح ان شاء اللہ)

القسم الثاني ..... ان قدم الرمي في هذا اليوم يعني اليوم الرابع قبل الزوال بعد طلوع الفجر جاز عنه

ـ و هذا الاستحسان ـ الخ مسئلہ مذکورہ میں ائمہ کے اقوال درج کیجیے، جانبین کے دلائل اس طرح بیان کیجیے کہ قیاس اور استحسان کی وضاحت ہو جائے، یوم النحر اور گیارہ، بارہ ذوالحجہ میں رمی جمار کے مستحب، جائز اور مکروہ اوقات بیان کیجیے۔

﴿خلاصۂ سوال﴾..... اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے: ① مذکورہ مسئلے میں ائمہ کے اقوال و دلائل ② یوم النحر اور گیارہ، بارہ ذوالحجہ میں رمی جمار کے مستحب، جائز اور مکروہ اوقات۔

الجواب..... ❶ **تیرہ ذوالحجہ کی رمی کے وقت میں اقوال بالدلائل:۔** تیرہ ذوالحجہ کو طلوع فجر کے بعد اور زوال سے پہلے رمی کرنے میں ائمہ احناف کا اختلاف ہے: امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک یہ رمی قبل الزوال جائز ہے اور استحسان بھی یہی ہے۔ حضرات صاحبین و امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ تیرہ تاریخ کو بھی زوال سے پہلے رمی جائز نہیں ہے۔ صاحبینؒ کی دلیل قیاس ہے، وہ اسے دوسرے ایام پر قیاس کرتے ہیں کہ جیسے گیارہ و بارہ ذوالحجہ کو زوال سے پہلے رمی جائز نہیں اسی طرح تیرہ ذوالحجہ کو بھی زوال سے پہلے رمی جائز نہیں، البتہ ان میں فرق یہ ہے کہ تیرہ تاریخ کو رمی کے بغیر کوچ کی اجازت ہے، حاجی نے جب اس اجازت و رخصت سے فائدہ نہیں اٹھایا تو یہ دن بھی دیگر ایام کے ساتھ لاحق ہو گیا لہٰذا جو حکم دیگر ایام کا ہے وہی حکم تیرہ تاریخ کا بھی ہوگا۔ امام ابوحنیفہؒ کی پہلی دلیل حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ تیرہ تاریخ کو جب سورج بلند ہو جائے تو رمی جائز ہے۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ جب تیرہ تاریخ کو رمی چھوڑنے کی اجازت ہے تو تمام اوقات میں رمی کرنا بطریق اولیٰ جائز ہوگا۔ پس دیگر ایام میں حکم اپنی اصل پر قائم رہے گا کہ زوال سے پہلے رمی جائز نہیں ہے اور تیرہ تاریخ میں زوال سے پہلے بھی رمی جائز ہوگی۔

❷ **یوم النحر اور گیارہ، بارہ ذوالحجہ میں رمی جمار کے اوقات:۔** یوم النحر (دس ذوالحجہ) کو طلوع فجر کے بعد رمی کرنا جائز اور طلوع شمس کے بعد رمی کرنا افضل ہے، البتہ غروب آفتاب کے بعد مکروہ ہے۔ گیارہ اور بارہ ذوالحجہ کو زوال شمس سے پہلے رمی جائز نہیں ہے، زوال کے بعد غروب شمس تک مسنون و افضل ہے اور غروب شمس کے بعد صبح صادق تک جائز ہے لیکن مکروہ ہے۔

﴿الورقة الرابعة في الفقه﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ۱۴۴۰ھ

السؤال الاول..... الماء المستعمل لا يطهر الاحداث خلافا لمالكؒ والشافعيؒ هما يقولان ان الطهور ما يطهر غير مرة بعد اخرى كالقطوع وقال زفر وهو احد قولي الشافعيؒ ان كان المستعمل متوضيا فهو طهور وان محدثا فهو طاهر غير طهور۔ عبارت کی تشریح کریں۔ ماء مستعمل کی تعریف اور ائمہ احناف کے اقوال درج کریں۔ پانی کب مستعمل ہوتا ہے ائمہ کا اختلاف ذکر کریں۔ جنبی شخص کنویں میں ڈول نکالنے کیلئے اترے تو کیا حکم ہے؟

﴿خلاصۂ سوال﴾..... اس سوال کا حل پانچ امور ہیں (۱) عبارت کی تشریح (۲) ماء مستعمل کی تعریف (۳) ماء مستعمل کے متعلق ائمہ احناف کے اقوال (۴) پانی کے مستعمل ہونے کے وقت میں اختلاف ائمہ (۵) جنبی شخص کا کنویں میں ڈول نکالنے کیلئے اترنے کا حکم۔

الجواب..... ❶ **عبارت کی تشریح:۔** اس عبارت میں ماء مستعمل کے حکم کا ذکر ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ احناف کے نزدیک ماء مستعمل احداث کو پاک نہیں کرتا اور امام مالکؒ و امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ وہ طاہر و مطہر ہے اور دلیل یہ کہ قرآن کریم میں پانی کو طہور (بصیغۂ مبالغہ) کہا گیا ہے ارشاد باری ہے "انزلنا من السماء ماء طهورا" اور طہور مبالغہ کا صیغہ ہے بمعنی بار بار پاک کرنا

Maktaba Tul Ishaat.com Scanned with CamScanner

جیسے اصوع یعنی بار بار کا خاص معلوم ہوا کہ پانی بار بار پاک کرنے والا ہے یا اسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ ماء مستعمل طاہر و مطہر ہو۔

امام زفر کا مذہب اور امام شافعیؒ کا ایک قول یہ ہے کہ اگر پانی استعمال کرنے والا پہلے پاک ہے صرف ثواب کی نیت سے دوبارہ وضو کر رہا ہے تو پھر یہ پانی طاہر و مطہر دونوں ہے اور اگر وہ پہلے محدث (بے وضو) ہے تو پھر یہ پانی طاہر ہے مگر مطہر نہیں ہے۔

❶ ماء مستعمل کی تعریف:۔ شیخین کے نزدیک وہ پانی جو حدث دور کرنے کیلئے یا قربت و ثواب کی نیت سے استعمال کیا جائے۔

امام محمدؒ کے نزدیک ماء مستعمل کا سبب فقط نیت قربت ہے یعنی ماء مستعمل وہ پانی ہے جو قربت و ثواب کی نیت سے استعمال کیا جائے۔

امام شافعیؒ و امام زفرؒ کے نزدیک ماء مستعمل وہ پانی ہے جو فقط حدث کے زائل کرنے کیلئے استعمال ہو۔

❷ ماء مستعمل کے متعلق ائمہ احناف کے اقوال:۔ ماء مستعمل تین قسم پر ہے۔

پہلی قسم وہ پانی جو پاک چیزوں (مثلاً غلیظ جات، جڑیاں، پاک کپڑے) دھونے کیلئے استعمال کیا گیا ہو۔ یہ پانی بالاتفاق پاک ہے۔

دوسری قسم وہ پانی جو نجاست حقیقیہ کو دور کرنے کیلئے استعمال کیا گیا ہو (مثلاً استنجاء کرنا یا نجس کپڑا دھونا) یہ پانی بالاتفاق نجس ہے۔

تیسری قسم وہ پانی جو نجاست حکمیہ کو دور کرنے کیلئے یا ثواب و قربت کے ارادے سے استعمال کیا گیا ہو۔ اس میں اختلاف ہے۔

امام شافعیؒ و مالکؒ کے نزدیک وہ ظاہر و مطہر ہے یعنی خود پاک ہے اور دوسرے کو پاک کرنے والا بھی ہے امام زفرؒ کے نزدیک اگر باوضو آدمی نے ثواب و قربت کیلئے دوبارہ وضو کیلئے پانی استعمال کیا ہو تو پانی طاہر و مطہر ہے اور اگر بے وضو ہونے کی حالت میں استعمال کیا تو یہ طاہر ہے مگر مطہر نہیں ہے اور یہی امام محمدؒ کا مذہب ہے۔ حضرات شیخین کے نزدیک ماء مستعمل نجس ہے۔

امام حسن بن زیادؒ کے نزدیک ماء مستعمل نجس نجاست غلیظہ ہے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک نجس نجاست خفیفہ ہے۔

❸ پانی کے مستعمل ہونے کے وقت میں اختلاف ائمہ:۔ اس بات پر تو علماء احناف متفق ہیں کہ پانی جب تک عضو پر رہے استعمال کا حکم نہیں لگایا جا سکتا۔ البتہ جب عضو سے جدا ہو گیا مگر کسی مکان یا برتن میں ٹھہرا نہیں تو اس کے مستعمل ہونے میں اختلاف ہے۔ سفیان ثوریؒ و ابراہیم نخعیؒ اور بعض مشائخ بلخ کے نزدیک جب تک کسی جگہ ٹھہر نہ جائے اس وقت تک مستعمل نہیں ہوگا اسی قول کو امام طحاویؒ نے اختیار کیا ہے۔ احناف کا مذہب یہ ہے کہ پانی جونہی بدن سے جدا ہوا تو وہ مستعمل ہو گیا۔ اس کا کسی جگہ جمع ہونا اور قرار پکڑنا مستعمل ہونے کیلئے شرط نہیں ہے حتیٰ کہ پانی بدن سے جدا ہونے کے بعد اگر کپڑے پر لگ گیا تو شیخین کے نزدیک وہ کپڑا ناپاک ہو گیا۔ دلیل یہ ہے کہ بدن سے جدا ہونے سے پہلے پانی پر استعمال کا حکم ضرورت کی وجہ سے نہیں لگایا اور جدا ہونے کے بعد کوئی ضرورت نہیں رہی۔ اس لئے جدا ہونے کے فوراً بعد استعمال کا حکم لگا دیا جائے گا۔

مفتی بہ قول یہ ہے کہ عضو سے جدا ہونے کے فوراً بعد پانی مستعمل ہو جائیگا کیونکہ استعمال تو وہ عضو کو لگنے کے فوراً بعد ہو گیا مگر جب تک عضو سے جدا نہیں ہوا اس وقت تک ضرورت ہے اور عضو سے جدا ہونے کے بعد کوئی ضرورت نہیں ہے۔

❹ جنبی شخص کا کنویں میں ڈول نکالنے کیلئے اترنے کا حکم:۔ وہ جنبی شخص جس کے بدن پر کوئی حقیقی نجاست نہ ہو اور وہ دو در وہ سے کم کنویں میں ڈول نکالنے کیلئے اترا تو امام صاحبؒ کے نزدیک پانی بھی ناپاک ہو گیا گویا دونوں ناپاک ہیں۔ امام ابو یوسفؒ کے نزدیک دونوں اپنے حال پر ہیں یعنی آدمی ناپاک اور پانی پاک ہے۔ امام محمدؒ کے نزدیک آدمی اور پانی دونوں پاک ہیں۔

المتن المترجم — وَالنَّجَاسَةُ إِذَا أَصَابَتِ الْمِرْآةَ أَوِ السَّيْفَ اكْتَفَى بِمَسْحِهَا، وَإِنْ أَصَابَتِ الْأَرْضَ

نَجَاسَةٌ فَجَفَّتْ بِالشَّمْسِ وَذَهَبَ أَثَرُهَا جَازَتِ الصَّلٰوةُ عَلٰى مَكَانِهَا، وَقَالَ زُفَرُ" وَالشَّافِعِيُّ" لَا تَجُوْزُ وَقَدْرُ الدِّرْهَمِ وَمَادُوْنَهُ مِنَ النَّجَسِ الْمُغَلَّظِ كَالدَّمِ وَالْبَوْلِ وَالْخَمْرِ وَخِرْءِ الدَّجَاجِ وَبَوْلِ الْجَمَّالِ جَازَتِ الصَّلٰوةُ مَعَهٗ، وَإِنْ زَادَ لَمْ تَجُزْ، وَقَالَ زُفَرُ" وَالشَّافِعِيُّ" قَلِيْلُ النَّجَاسَةِ وَكَثِيْرُهَا سَوَاءٌ۔

اعراب لگا کر ترجمہ کریں، مسائل مذکورہ کی تشریح کرتے ہوئے دونوں جگہ ائمہ کا دلائل اختلاف تحریر کریں، "ذهب اثرها" میں اثر سے کیا مراد ہے؟ نیز نجاست غلیظہ خفیفہ کی تعریف اور مثالیں ذکر کر کے بتائیں کہ نجاست خفیفہ کی کتنی مقدار کے ساتھ نماز پڑھنا جائز ہے؟

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال میں چھ امور مطلوب ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) مسائل کی تشریح (۴) اثر کی مراد (۵) نجاست غلیظہ خفیفہ کی تعریف مع امثلہ (۶) نجاست غلیظہ خفیفہ کی مقدار معاف۔

﴿جواب﴾ ..... ❶ عبارت پر اعراب:۔ کما مر فی السوال آنفا۔

❷ عبارت کا ترجمہ:۔ اور نجاست جب کسی شیشے یا تلوار کو لگ جائے تو ان دونوں چیزوں کو صاف کرنے پر اکتفاء کیا جائے گا اور اگر نجاست زمین کو لگ جائے اور وہ سورج کی تپش کے نتیجہ میں خشک ہو جائے اور اس کا اثر زائل ہو جائے تو اس جگہ نماز پڑھنا جائز ہے اور امام زفرؒ و امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ جائز نہیں ہے۔ اور درہم اور اس سے کم مقدار نجاست غلیظہ کی جیسے خون اور پیشاب اور شراب اور مرغی کی بیٹ اور گدھے کا پیشاب، ان نجاسات کے ساتھ نماز پڑھنا جائز ہے اور اگر درہم سے زائد ہو جائے تو جائز نہیں ہے اور امام زفرؒ و امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ نجاست تھوڑی اور زیادہ برابر ہے (یعنی دونوں کا ایک ہی حکم ہے)۔

❸ مسائل کی تشریح:۔ اس عبارت میں دو مسئلے بیان کئے گئے ہیں۔ پہلا مسئلہ یہ ہے کہ شیشے اور تلوار وغیرہ پر ذی جرم (جسم دار) نجاست لگ جائے تو اس کو صاف کر دینا کافی ہے گویا صاف کر دینے سے یہ شیشہ اور تلوار وغیرہ پاک ہو جائیں گے اسی طرح اگر زمین پر کسی نے نجاست کر دی ہے یا نجاست لگ گئی اور دھوپ سے خشک ہو گئی تو زمین بھی پاک ہو جائے گی گویا اس جگہ نماز پڑھنا جائز ہے جبکہ امام زفرؒ اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اس جگہ پر نماز پڑھنا جائز نہیں ہے۔

دلائل:۔ امام زفرؒ اور امام شافعیؒ کی دلیل یہ ہے کہ اس جگہ پر نجاست کا لگنا یقینی ہے اور اس کو زائل کرنے والی کوئی چیز نہیں پائی گئی اس لئے وہ زمین ناپاک ہی رہے گی اور اس پر نماز پڑھنا جائز نہ ہوگا، یہی وجہ ہے کہ اس سے تیمم کرنا بالاتفاق ناجائز ہے۔

احناف کی دلیل آپ ﷺ کا ارشاد ہے ذکاۃ الارض یبسھا (زمین کی پاکی اس کا خشک ہو جانا ہے)۔

امام شافعیؒ کی دلیل کا جواب یہ ہے کہ آپ کا یہ کہنا کہ نجاست کو زائل کرنے والی کوئی چیز نہیں پائی گئی، یہ غلط ہے بلکہ نجاست کو زائل کرنے والی چیز موجود ہے اور وہ حرارت ہے۔ کیونکہ جس طرح آگ سے جلانا پاک کرتا ہے اسی طرح حرارت بھی پاک کرتی ہے خواہ کم ہو زیادہ ہو۔

تیمم کے عدم جواز پر قیاس کرنے کا جواب یہ ہے کہ تیمم کے لئے مٹی کے پاک ہونے کی شرط نص قرآنی سے ثابت ہے اور جو حکم نص قرآنی سے ثابت ہو وہ قطعی ہوگا لہٰذا تیمم کے لئے مٹی کا قطعی اور یقینی طور پر طاہر ہونا ضروری ہے۔ اور یہاں پر زمین کی طہارت خبر واحد سے ثابت ہوئی ہے جو کہ غیر قطعی اور ظنی ہے، پس تیمم جس کے لئے مٹی کا پاک ہونا قطعی الثبوت ہے وہ اس مٹی سے ادا نہ ہوگا جس کی طہارت ظنی الثبوت ہے۔

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ اگر نجاست غلیظہ ایک درہم یا اس سے کم مقدار میں کپڑے وغیرہ کو لگ جائے جیسے خون، پیشاب، شراب وغیرہ تو اس نجاست کے کپڑے پر موجود ہونے کی حالت میں بھی نماز پڑھنا جائز ہے اور اگر ایک درہم سے زائد مقدار ہو تو پھر جائز

Maktaba Tul Ishaat.com Scanned with CamScanner

نہیں ہے۔ جبکہ امام زفر اور امام شافعی فرماتے ہیں کہ قلیل اور کثیر نجاست کا ایک ہی حکم ہے۔ گویا ان کے نزدیک نجاست غلیظہ خواہ کم ہو یا زیادہ ہو اس کی موجودگی میں نماز پڑھنا جائز نہیں ہے۔

دلائل: امام زفر اور امام شافعی کی دلیل آیت کریمہ وثیابك فطهر ہے جس نے نجاست سے پاک کرنا واجب کیا ہے اور قلیل وکثیر کی کوئی تفصیل ذکر نہیں کی بلکہ مطلقاً نجاست سے پاکی کا حکم ہے لہذا قلیل وکثیر سب سے پاکی حاصل کرنا لازم ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ قلیل نجاست سے بچاؤ ممکن نہیں ہے کیونکہ مکھیاں نجاست پر بیٹھنے کے بعد پھر انسان پر بیٹھ جاتی ہیں اسی طرح مچھروں کے خون سے بچنا ممکن نہیں، پس جب نجاست کی قلیل مقدار سے بچنا ممکن نہیں تو اس کو معاف کر دیا گیا ہے۔ باقی مقدار قلیل وکثیر کا معیار ایک درہم کی مقدار ہے جسے موضع استنجاء پر قیاس کیا گیا ہے۔

⑦ اثر کی مراد:۔ نجاست کے اثر سے مراد رنگ و بو وغیرہ ہے۔

⑧ نجاست غلیظہ وخفیفہ کی تعریف مع امثلہ:۔ نجاست حقیقیہ کی دو قسمیں ہیں: ① سخت اور بڑی ناپاکی کو نجاست غلیظہ کہتے ہیں جیسے آدمی کا پیشاب و پاخانہ، جانوروں کا پاخانہ حرام جانوروں کا پیشاب، آدمی اور جانوروں کا بہتا ہوا خون، شراب، مرغی اور بطخ کی بیٹ وغیرہ۔ ② ہلکی اور چھوٹی نجاست کو نجاست خفیفہ کہتے ہیں جیسے حلال جانوروں کا پیشاب اور حرام پرندوں کی بیٹ وغیرہ۔

⑨ نجاست غلیظہ وخفیفہ کی مقدار معاف:۔ نجاست غلیظہ اگر گاڑھے جسم والی ہو جیسے پاخانہ وغیرہ تو ساڑھے تین ماشہ وزن تک معاف ہے اور اگر پتلی ہو جیسے شراب وغیرہ تو وہ انگریزی روپیہ کے پھیلاؤ کے برابر معاف ہے۔ (معاف ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اگر اتنی نجاست بدن یا کپڑے پر لگی ہو اور نماز پڑھ لی تو نماز ہو جائے گی مگر مکروہ ہوگی اور جان بوجھ کر اتنی نجاست بھی کپڑے یا جسم پر چھوڑنا جائز نہیں ہے) نجاست خفیفہ اگر چوتھائی کپڑے یا چوتھائی عضو سے کم ہو تو معاف ہے اگر چوتھائی کپڑے یا چوتھائی عضو کے برابر یا اس سے زیادہ ہو تو معاف نہیں ہے۔

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۴۰ھ

القسم الاول ..... وَيُكْرَهُ لِلْمُصَلِّيْ اَنْ يَّعْبَثَ بِثَوْبِهٖ اَوْ بِجَسَدِهٖ .... وَلَا يُقَلِّبُ الْحَصٰى .... اِلَّا اَنْ لَّا يَتَمَكَّنَ مِنَ السُّجُوْدِ فَيُسَوِّيْهِ مَرَّةً ..... وَلَا يَفْتَرِعُ اَصَابِعَهٗ ..... وَلَا يَتَخَصَّرُ .... وَلَا يَلْتَفِتُ .... وَلَوْ نَظَرَ بِمُؤَخِّرِ عَيْنَيْهِ يَمْنَةً وَيَسْرَةً مِنْ غَيْرِ اَنْ يَّلْوِيَ عُنُقَهٗ لَا يُكْرَهُ .... وَلَا يُقْعِيْ وَلَا يَفْتَرِشُ ذِرَاعَيْهِ .... وَلَا يَرُدُّ السَّلَامَ بِلِسَانِهٖ .... وَلَا بِيَدِهٖ .... وَلَا يَتَرَبَّعُ اِلَّا مِنْ عُذْرٍ .... وَلَا يَعْقِصُ شَعْرَهٗ .... وَلَا يَكُفُّ ثَوْبَهٗ .... وَلَا يَسْدُلُ ثَوْبَهٗ .... الخ

عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں، عبارت میں ذکر کردہ مکروہات صلوٰۃ کی واضح تشریح کریں۔ تخصر، اقعاء، افتراش، تربع، عقص الشعر، کف الثوب، سدل الثوب کی وضاحت کیجئے۔

﴿خلاصہ سوال﴾ ..... اس سوال میں چار امور مطلوب ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) مکروہات صلوٰۃ کی تشریح (۴) مذکورہ الفاظ کی وضاحت۔

جواب ..... ① عبارت پر اعراب:۔ كما مرّ في السوال آنفا۔

② عبارت کا ترجمہ:۔ اور مکروہ ہے نمازی کیلئے یہ کہ کھیلے اپنے کپڑے یا جسم کے ساتھ ..... اور نہ بنائے وہ کنکریوں کو ..... مگر یہ کہ نہ ممکن ہو ان پر سجدہ کرنا تو ہموار کرے ان کو صرف ایک مرتبہ ..... اور نہ چٹخائے انگلیوں کو ..... اور نہ کولہے (کوکھ) پر ہاتھ رکھے ..... اور

د نماز میں التفات کرے ... اور اگر آنکھ کے کنارے سے گردن موڑے بغیر دائیں بائیں دیکھے تو پھر مکروہ نہیں ہے ... اور نہ کتے کی طرح بیٹھے اور نہ کلائیوں کو بچھا کر بیٹھے ... اور سلام کا جواب نہ اپنی زبان سے دے ... اور نہ ہاتھ سے جواب دے ... اور چہار زانو نہ بیٹھے مگر کسی عذر کی وجہ سے ... اور نہ گوندھے یا سمیٹے اپنے بالوں کو ... اور نہ اپنے کپڑے کو سمیٹے ... اور نہ اپنا کپڑا لٹکائے۔

مکروہات صلوٰۃ کی تشریح: اس عبارت میں نماز کے مکروہات کا ذکر ہے کہ نمازی کیلئے اپنے کپڑے یا بدن سے کھیلنا مکروہ ہے اسلئے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے تین چیزیں مکروہ کی ہیں: ان میں سے ایک نماز میں کھیلنا ہے۔ نماز کی حالت میں کنکریاں ہٹانا بھی مکروہ ہے البتہ اگر اس کے بغیر سجدہ کرنے میں دشواری ہو تو ایک مرتبہ موضع سجدہ کو برابر کر سکتا ہے۔ اسلئے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے ابوذر! ایک مرتبہ بنالو ورنہ چھوڑ دو۔ اسی طرح انگلیاں چٹخانا بھی مکروہ ہے۔ اسلئے کہ آپ ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے۔ حالت نماز میں کولہے پر ہاتھ رکھنا مکروہ تحریمی ہے۔ اسلئے کہ آپ ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے یہ اہل جہنم کے کھڑے ہونے کا طریقہ ہے، نیز اس طریقہ سے مسنون طریقہ کو چھوڑنا لازم آئے گا۔ حالت نماز میں دائیں بائیں دیکھنا مکروہ تحریمی ہے، اسلئے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر نمازی کو معلوم ہو جائے کہ وہ کس سے مناجات کر رہا ہے تو وہ دائیں بائیں التفات نہ کرے، البتہ گردن گھمائے بغیر دائیں بائیں دیکھنا مکروہ نہیں ہے، اسلئے کہ آپ ﷺ نماز میں اپنے اصحاب کو ملاحظہ کرتے تھے۔ نماز میں کتے کی ہیئت میں بیٹھنا اور لومڑی کی طرح کلائیوں کو بچھا کر بیٹھنا بھی مکروہ ہے، اسلئے کہ حضرت ابوذرؓ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے مجھے کتے کی طرح اقعاء کرنے اور لومڑی کی طرح بازو بچھانے سے منع فرمایا ہے۔ کتے کی طرح اقعاء کرنے کی صورت امام طحاویؒ نے یہ بیان کی ہے کہ دونوں سرین پر بیٹھ کر رانوں کو کھڑا کر کے گھٹنے چھاتی سے لگالے اور دونوں ہاتھ زمین پر رکھ لے اور امام کرخیؒ نے اس کی صورت یہ بیان کی ہے کہ دونوں پاؤں کو کھڑا کر کے انکی ایڑیوں پر بیٹھنا اور دونوں ہاتھ زمین پر رکھ لینا۔ نماز کی حالت میں زبان سے سلام کا جواب دینا مفسد نماز ہے کیونکہ یہ کلام ہے اور کلام مفسد نماز ہے اور ہاتھ سے جواب دینا مکروہ تنزیہی ہے کیونکہ یہ بھی معنی سلام ہے۔ نماز کی حالت میں بلا کسی عذر کے چہار زانوں بیٹھنا مکروہ ہے اسلئے کہ اس میں مسنون طریقہ کے مطابق قعود کو ترک کرنا ہے۔ نماز کی حالت میں سر کے بالوں کو معقوص کرنا بھی مکروہ ہے اسلئے کہ آپ ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے، بالوں کو معقوص کرنے کی تین صورتیں لکھی ہیں ① عورتوں کی مثل سر کے گرد بالوں کی مینڈھیاں بنا کر باندھنا ② پیشانی پر بال جمع کر کے دھاگے سے باندھنا ③ کسی گوند وغیرہ سے بالوں کو چپکانا۔ کپڑے کو مٹی سے بچانے کیلئے آگے یا پیچھے سے کپڑے سمیٹنا مکروہ ہے اسلئے کہ اس میں ایک طرح سے تکبر پایا جاتا ہے۔ اور نماز میں کپڑا لٹکانا مکروہ تحریمی ہے اسلئے کہ آپ ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے، اسکی صورت یہ ہے کہ چادر وغیرہ سر اور کندھوں پر ڈال کر اسکی جوانب کو لٹکتا ہوا چھوڑ دے۔

السؤال الخامس..... و من له علی آخر دین فجحده سنین ثم قامت له به بینة لم یزکّه لما مضی، معناه صارت له بینة بأنّ الفقر عند الناس و هی مسئلة مال الضمار و فیه خلاف زفر و الشافعیؒ و من جملته المال المفقود والآبق و الضالّ و المغصوب اذا لم یکن علیه بینة.....

عبارت کا ترجمہ کریں۔ مسئلہ مذکورہ میں ائمہ کا اختلاف دلائل کے ساتھ تحریر کریں۔ و من اشتری جاریة للتجارة و نواها للخدمة بطلت عنها الزکوٰة و ان نواها للتجارة بعد ذلك لم تکن للتجارة حتی یبیعها دونوں مسئلوں

Maktaba Tul Ishaat.com Scanned with CamScanner

میں فرق کی وجہ بتائیں۔ بکری میں زکوۃ واجب ہونے کا نصاب بیان کریں۔

خلاصۂ سوال:..... اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے۔ ① عبارت کا ترجمہ ② مسئلہ مذکورہ میں ائمہ کا اختلاف مع الدلائل ③ مذکورہ مسئلوں میں فرق کی وجہ ④ بکری میں زکوۃ واجب ہونے کا نصاب۔

الجواب..... ① عبارت کا ترجمہ:۔ جس شخص کا دوسرے کے ذمہ دین ہے اور اس نے کئی برس اس کا انکار کیا پھر اس پر بینہ قائم ہو گیا تو یہ گزشتہ سالوں کی زکوۃ نہ دے گا۔ اس کا معنی یہ ہے کہ اس کے لئے گواہ ہو گئے بایں طور کہ مدیون نے لوگوں کے سامنے اقرار کر لیا۔ اور یہ مال ضمار کا مسئلہ ہے اور مال ضمار میں امام زفر و امام شافعی کا اختلاف ہے اور منجملہ مال ضمار میں سے وہ مال ہے جو مفقود ہو گیا ہو اور بھاگا ہوا غلام اور وہ جانور و غلام جو بہک کر گم ہو گیا اور وہ غلام جو کسی نے غصب کر لیا بشرطیکہ غصب پر بینہ نہ ہو.....

② مسئلہ مذکورہ میں ائمہ کا اختلاف مع الدلائل:۔ اس عبارت میں مال ضمار کا مسئلہ ذکر کیا گیا ہے، مال ضمار وہ مال ہے جو غائب ہو اور اس کے ملنے کی امید نہ ہو یا وہ مال جو ذاتاً موجود ہو مگر مالک اس سے فائدہ اٹھانے پر قادر نہ ہو، اس عبارت میں اسکی متعدد صورتیں ذکر کی گئی ہیں ① ایک شخص کا دوسرے کے ذمہ دین ہے اور اس نے کئی برس اس کا انکار کیا ② گم شدہ مال ③ بھاگا ہوا غلام ④ وہ جانور و غلام جو بہک کر گم ہو گیا ⑤ وہ غلام جو کسی نے غصب کر لیا بشرطیکہ غصب پر بینہ نہ ہو ⑥ وہ مال جو سمندر میں گر گیا ⑦ وہ مال جسے جنگل میں دفن کیا اور جگہ بھول گیا ⑧ وہ مال جسے بادشاہ نے مالک سے جدا کر لیا ہو۔

مال ضمار میں احناف کے نزدیک گزشتہ سالوں کی زکوۃ وصدقۃ الفطر لازم نہیں ہے۔ امام زفر و امام شافعی کے نزدیک گزشتہ سالوں کی زکوۃ وصدقۃ الفطر لازم ہے۔

امام زفر و امام شافعی کی دلیل یہ ہے کی زکوۃ لازم ہونے کا سبب (مال نامی بقدر نصاب کا مالک ہونا) موجود ہے لہٰذا زکوۃ لازم ہے بالبتہ زیادہ سے زیادہ یہ بات ہے کہ مال ضمار میں مال پر مالک کا قبضہ نہیں ہے اور قبضہ کے فوت ہونے سے زکوۃ ساقط نہیں ہوتی، جیسا کہ مسافر کا مال حالت سفر میں اس کے قبضہ میں نہیں ہے مگر پھر بھی اس پر بالاتفاق زکوۃ وصدقۃ الفطر لازم ہے۔

حنفیہ کی پہلی دلیل حضرت علیؓ کا ارشاد ہے لازکوۃ فی مال الضمار (مال ضمار میں زکوۃ لازم نہیں ہے)۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ مال ضمار کے تصرف پر قدرت نہ ہونے کی وجہ سے مال کے نامی ہونے والی شرط مفقود ہے لہٰذا زکوۃ لازم نہیں ہے۔

باقی مسافر کے مال پر قیاس کا جواب یہ ہے کہ یہ قیاس فاسد ہے اسلئے کہ مال ضمار پر مالک کو نہ بذات خود تصرف کی قدرت ہے اور نہ بذریعہ نائب قدرت ہے، جبکہ مسافر کو بذریعہ نائب تصرف کی قدرت حاصل ہے، چنانچہ بیع کی صورت میں مسافر بذریعہ نائب قبضہ دینے پر قادر ہے، لہٰذا مال ضمار کو مسافر کے مال پر قیاس کرنا صحیح نہیں ہے۔

③ مذکورہ مسئلوں میں فرق کی وجہ:۔ سوال میں مذکور باندی کو تجارت و خدمت کیلئے خرید کر ارادہ بدلنے کی صورت میں حکم کے فرق کی وجہ یہ ہے کہ جس چیز کا تعلق افعال جوارح سے ہو وہ محض نیت سے متحقق نہیں ہوتی بلکہ اس میں نیت کا عمل کے ساتھ متصل ہونا ضروری ہوتا ہے اور جس چیز کا تعلق ترک سے ہو اس میں محض نیت کافی ہے۔ اب پہلی صورت میں اس نے تجارت کی نیت سے باندی خرید کر خدمت کی نیت کی ہے یعنی ترک تجارت کی نیت کی ہے اسلئے محض نیت معتبر ہوگی اور دوسری صورت میں اس نے خدمت کی نیت سے باندی خرید کر تجارت کی نیت کی ہے اسلئے محض نیت معتبر نہ ہوگی جب تک کہ اس کے ساتھ تجارت والا عمل متصل

Scanned with CamScanner

نہ ہوگا یعنی جب تک اس کو نچ نہ دے تب تک اس کی ملکیت پر زکوۃ لازم نہ ہوگی۔

❷ بکری میں زکوۃ واجب ہونے کا نصاب:۔ چالیس بکریوں میں ایک بکری ایک سو بیس تک، ایک سو اکیس میں دو بکریاں دو سو تک، دو سو ایک میں تین بکریاں تین سو نانوے تک، چار سو میں چار بکریاں چار سو نانوے تک، پانچ سو میں پانچ بکریاں پانچ سو نانوے تک، اسی طرح اوپر ہر سو میں ایک بکری لازم ہے۔

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۴۰ھ

الشق الاول ..... وَلَا يَصُوْمُوْنَ يَوْمَ الشَّكِّ اِلَّا تَطَوُّعًا..... وهذه المسئلة على وجوه۔

صوم کا لغوی و اصطلاحی معنی لکھیں۔ یوم الشک کسے کہتے ہیں؟ صوم یوم الشک کے بارے میں صاحب ہدایہ نے جو چند وجوہ ذکر کی ہیں۔ ان میں سے صرف تین وجوہ کی تفصیل مطلوب ہے۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال میں تین امور مطلوب ہیں (۱) صوم کا لغوی و اصطلاحی معنی (۲) یوم الشک کی وضاحت (۳) صوم یوم الشک کی تین وجوہ کی تفصیل۔

جواب ..... ❶ صوم کا لغوی و اصطلاحی معنی:۔ صوم کا لغوی معنی مطلقاً امساک (رکنا) اور اصطلاحی معنی صبح صادق سے غروب آفتاب تک روزہ کی نیت سے کھانے پینے اور جماع سے رکنا ہے۔

❷ یوم الشک کی وضاحت:۔ یوم الشک سے مراد شعبان کا آخری دن یعنی تیس تاریخ ہے، جس میں شعبان کی تیس تاریخ کا بھی احتمال ہو اور رمضان کی یکم تاریخ کا بھی احتمال ہو۔

❸ صوم یوم الشک کی تین وجوہ کی تفصیل:۔ ① یوم الشک میں رمضان کے روزہ کی نیت کرے۔ یہ مکروہ ہے اس حدیث کی وجہ سے " لایصام الیوم الذی یشك فیه انه من رمضان الا تطوعا " کہ جس دن کے بارے میں رمضان ہونے کا شک ہو اس میں صرف نفلی روزہ ہی رکھو۔ نیز یوم الشک میں رمضان کی نیت سے روزہ رکھنا یہود و نصاریٰ کے ساتھ مشابہت ہے۔ بایں طور کہ وہ اپنے روزوں کی تعداد میں اضافہ کر دیا کرتے تھے۔

الحاصل اگر کسی نے بنیت رمضان روزہ رکھ لیا پھر بعد میں معلوم ہوا کہ وہ رمضان کا ہی دن تھا تو اس کا یہ روزہ رمضان کا روزہ شمار ہوگا اور اس پر اس دن کے روزہ کی قضا لازم نہ ہوگی اور اگر بعد میں معلوم ہوا کہ وہ شعبان کا دن تھا تو یہ نفلی روزہ شمار ہوگا۔

اگر اس نے روزہ توڑ دیا پھر بعد میں معلوم ہوا کہ وہ شعبان کا دن تھا تو اس پر اس کی قضا لازم نہیں ہے کیونکہ یہ شخص مفلوں کے حکم میں ہے۔

② دوسری وجہ یہ ہے کہ وہ یوم الشک میں کسی دوسرے واجب کی نیت کرے۔ مذکورہ حدیث کی وجہ سے یہ بھی مکروہ ہے۔

الحاصل کسی نے واجب آخر کی نیت سے روزہ رکھ لیا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ رمضان کا دن ہے تو یہ روزہ رمضان کا ہی ہوگا۔ کیونکہ رمضان کے روزہ میں کسی بھی روزہ کی نیت کرنے سے رمضان کا ہی روزہ شمار ہوتا ہے۔

اور اگر معلوم ہوا کہ شعبان کا دن ہے تو یہ روزہ نفلی شمار ہوگا کیونکہ اس روزہ سے منع کیا گیا ہے۔ صرف نفلی روزہ کی اجازت ہے۔ لہٰذا نفلی روزہ ہی ہوگا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ جس واجب روزہ کی نیت کی ہے۔ وہی روزہ ہوگا اور یہی قول زیادہ صحیح ہے۔ کیونکہ حدیث میں رمضان پر رمضان کے روزہ کو مقدم کرنے سے منع کیا گیا ہے اور یہ رمضان کا روزہ نہیں ہے بلکہ واجب آخر کا روزہ ہے۔

Maktaba Tul Ishaat.com Scanned with CamScanner

③ تیسری وجہ یہ ہے کہ وہ یوم الشک میں نیت کو روزہ رکھنے اور نہ رکھنے کے درمیان دائر کرے۔ بایں طور کہ یوم الشک میں یہ نیت کرے کہ اگر کل رمضان ہوا تو میرا روزہ ہے اور اگر شعبان ہوا تو میرا روزہ نہیں ہے۔ اس نیت کے ساتھ روزہ معتبر نہ ہوگا کیونکہ اس صورت میں اس کی نیت قطعی و حتمی نہیں ہے بلکہ اصل نیت میں تردد ہے اور اصل نیت میں تردد کی صورت میں روزہ معتبر نہیں ہوتا۔ جیسے کسی شخص نے یہ نیت کی کہ اگر کل کھانا میسر آ گیا تو افطار کر دوں گا ورنہ روزہ رکھوں گا تو اس صورت میں بھی روزہ درست نہ ہوگا۔

البتہ اگر یوم الشک کے دن زوال سے پہلے رمضان کا چاند ثابت ہو گیا اور اس نے نیت قطعی کر لی تو رمضان کا روزہ ادا ہو جائے گا اور اگر زوال کے بعد چاند کا ثبوت ہوا تو نیت میں تردد کی وجہ سے معتبر نہ ہوگا۔

السؤال الثالث — والمواقيت التي لا يجوز ان يجاوزها الانسان الّا محرما خمسة : لاهل المدينة ذو الحليفة و لاهل العراق ذات عرق و لاهل الشام جحفة و لاهل نجد قرن و لاهل اليمن يلملم .

حج کا لغوی و اصطلاحی معنی بیان کریں۔ عبارت کی تشریح کریں۔ میقات کے اندر رہنے والے شخص کیلئے حج و عمرہ کا میقات کیا ہے؟۔ کیا جو شخص میقات کے اندر حدود حرم سے باہر رہتا ہو وہ بغیر احرام مکہ میں داخل ہو سکتا ہے؟

﴿خلاصہ سوال﴾..... اس سوال کا حل چار امور ہیں (۱) حج کا لغوی و اصطلاحی معنی (۲) عبارت کی تشریح (۳) میقات کے اندر رہنے والے شخص کیلئے حج و عمرہ کے میقات کی وضاحت (۴) میقات کے اندر حدود حرم سے باہر رہنے والے شخص کیلئے بغیر احرام مکہ میں داخلہ کا حکم۔

الجواب..... ❶ حج کا لغوی و اصطلاحی معنی:۔ حج کا لغوی معنی: قصد و ارادہ کرنا، اصطلاحی معنی: مخصوص افعال کے ساتھ مخصوص زمانہ میں مخصوص مقام کا ارادہ کرنا۔

❷ عبارت کی تشریح:۔ مواقیت الحج ان مقام و جگہوں کو کہا جاتا ہے جہاں سے حاجی یا معتمر کا بغیر احرام گزرنا جائز نہیں ہے۔ مواقیت الحج پانچ ہیں ① ذوالحلیفہ: یہ اہل مدینہ کا میقات ہے ② ذات عرق: یہ اہل عراق کا میقات ہے ③ جحفہ: یہ اہل شام اور اہل مصر کا میقات ہے ④ قرن: یہ اہل نجد کا میقات ہے ⑤ یلملم: یہ اہل یمن کا میقات ہے۔

❸ میقات کے اندر رہنے والے شخص کیلئے حج و عمرہ کے میقات کی وضاحت:۔ جو شخص میقات کے اندر رہنے والا ہے اس کیلئے حج و عمرہ کا احرام باندھنے کی جگہ حل یعنی وہ جگہ ہے جو آفاقی لوگوں کے میقات اور حرم مکہ کے درمیان ہے اسلئے کہ حاجی و معتمر کا اپنے وطن سے احرام باندھنا جائز ہے اور اس کا وطن میقات کے اندر ہی ہے اسلئے اسکے واسطے حل سے احرام باندھنا جائز ہے۔

❹ میقات کے اندر حدود حرم سے باہر رہنے والے شخص کیلئے بغیر احرام مکہ میں داخلہ کا حکم:۔ جو شخص میقات کے اندر حدود حرم سے باہر رہتا ہو وہ اپنی کسی ضرورت کیلئے بغیر احرام مکہ میں داخل ہو سکتا ہے کیونکہ اس کا دخول مکہ میں بکثرت واقع ہوتا ہے اور احرام لازم کرنے میں حرج لازم آئے گا پس یہ شخص اہل مکہ کی مانند ہو گیا اور اہل مکہ کیلئے مکہ سے نکلنا اور پھر مکہ میں داخل ہونا مباح ہے۔

﴿وصلی اللہ علی النبی الامی الکریم﴾

Scanned with CamScanner



Maktaba Tul Ishaat.com Scanned with CamScanner

الورقة الخامسة: في الخلق و التربية

السوال الاول ۱۴۳۵ھ

السؤال الاول ..... مثالی شادی اور تربیت سے اس کا ربط و تعلق تحریر کریں، نکاح کے چند قومی و معاشرتی فوائد نوٹ کریں، شادی کو خوب تر بنانے کے احکام و قواعد مختصر سپرد قلم کریں۔ (منتخب الجواب ص ۲۲۲)

خلاصۂ سوال ..... اس سوال کا حل تین امور ہیں۔ (۱) مثالی شادی اور تربیت سے اس کا ربط و تعلق (۲) نکاح کے چند قومی و معاشرتی فوائد (۳) شادی کو خوب تر بنانے کے احکام و قواعد۔

الجواب ..... ❶ مثالی شادی اور تربیت سے اس کا ربط و تعلق:۔ شادی انسانی فطرت، معاشرتی ضرورت، خوب سے خوب تر کے انتخاب کا نام ہے۔ دین اسلام نے تجرد و تبتل کی زندگی کو ناپسندیدہ ممنوع قرار دیا ہے اس لئے کہ رہبانیت فطرت انسانی کے خلاف اور خواہشات و جذبات سے متصادم ہے۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رہبانیت کے بدلے ہمیں آسان دین مستقیم عطا فرمایا اور فرمایا کہ جو شخص نکاح کر سکتا ہو اور پھر بھی نکاح نہ کرے وہ مجھ سے نہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے معاشرے کی گمراہی، بے جا اور نفس انسانی کے علاج کے سلسلہ میں انسانی حقیقت کو پہچانا اور اس طرح اتنمی تربیت کی کہ معاشرے کا کوئی فرد انتہائی حد سے تجاوز نہ کرے اور ہر گز ایسا قدم نہ اٹھائے جو اس کی طاقت و قوت سے باہر ہو۔

❷ نکاح کے چند قومی و معاشرتی فوائد:۔ اسلام کا جاری کردہ نظام نکاح بے شمار منافع اور قومی و معاشرتی فوائد کو جامع ہے جن میں سے چند فوائد درج ذیل ہیں۔

① نسل نوع انسانی کا بقاء: نکاح بنی نوع انسانی کی بقاء کا ذریعہ ہے۔ تربیت کے سلسلہ میں جو قواعد متعین کئے گئے ہیں اُن کا مقصد بھی یہی ہے کہ نسل انسانی کو اخلاقی و جسمانی طور پر محفوظ رکھا جائے۔

② نسب کی حفاظت: اگر نکاح نہ ہوتا تو مجہول النسب بچوں کی بھرمار ہوتی جو اخلاقی انحطاط اور فساد پھیلانے کا ذریعہ بنتے، اس کے برخلاف نکاح کی وجہ سے پیدا ہونے والے بچے والدین کے لئے باعث سکون، خوردار اور معزز و مکرم ہوتے ہیں۔

③ معاشرے کا اخلاقی گراوٹ سے محفوظ رہنا: جس معاشرے میں صنف نازک کیلئے میدان کے تقاضے نکاح کے ذریعے جائز طریقے سے پورے ہوں وہ معاشرہ قوم اور افراد کے لحاظ سے مثالی اور کامیاب ہوتا ہے۔ اپنی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ اور ملک وملت کے لئے مفید فعال بنتا ہے۔ شادی کرنے سے نگاہ کو پست رکھنے اور شرمگاہ کی حفاظت میں مدد ملتی ہے جو شادی کی قدرت نہ رکھتا ہو اسے روزے رکھنے کا حکم دیا گیا تاکہ شہوانی خواہشات کا خاتمہ ہو۔

④ معاشرے کا بیماریوں سے محفوظ رہنا: زنا سے متعدی قسم کے متعدد مہلک امراض پیدا ہوتے ہیں، بے حیائی کا دور دورہ اور حرام کاری کا بازار گرم ہوتا ہے جبکہ نکاح کی وجہ سے معاشرہ نسل انسانی کو تباہ کرنے والے مہلک امراض سے محفوظ رہتا ہے۔

⑤ روحانی اور نفسیاتی سکون: شادی زوجین میں الفت و محبت کی روح بیدار کرتی ہے۔ دن بھر کا تھکا ہوا شوہر شام کو بیوی بچوں سے مل کر تمام پریشانیاں بھول جاتا ہے یہی حال کام کاج میں مصروف تھکی ہوئی عورت کا ہوتا ہے کہ شوہر کے استقبال سے اس کی ساری تھکاوٹ دور ہو جاتی ہے گویا نکاح کے ذریعے میاں بیوی نفسیاتی سکون اور باہمی الفت و محبت کی روح محسوس کرتے ہیں۔

③ خاندان کی تعمیر اور بچوں کی تربیت میں باہمی تعاون: نکاح کی وجہ سے میاں بیوی خاندان کی تعمیر اور بچوں کی تربیت کی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے میں ایک دوسرے سے تعاون کرتے ہیں، بیوی گھر کا کام کاج سنبھالتی اور بچوں کی تربیت و دیکھ بھال کرتی ہے جبکہ باہر کی ذمہ داریاں کمائی دھندہ مرد کرتا ہے اور باہمی تعمیر و تربیت کا یہ جذبہ پروان چڑھتا ہے اور ایسی قوم وجود میں آتی ہے جو مہذب اور نیک ہوتی ہے۔

④ ماں باپ ہونے کے جذبے کا بیدار ہونا: نکاح کے ذریعے ماں باپ میں نیک جذبات اُبھرتے ہیں جو بچوں کی دیکھ بھال، ضرورت لئے تگ و دو، پُرسکون زندگی کی تلاش اور روشن مستقبل کی جدوجہد کی شکل میں نمودار ہوتے ہیں۔ بچوں کی تربیت خاندان کی اصلاح اور معاشرے کی بناوٹ میں ان فوائد کا بڑا گہرا اثر ہے اسی وجہ سے شریعت نے نکاح کا حکم دیا ہے اور اس کی ترغیب دی ہے اور نیک عورت کو دنیاوی عیش و عشرت کا سب سے بہتر سامان قرار دیا ہے۔

⑤ شادی کو خوب تر بنانے کے احکام و قواعد: دین اسلام کے مقرر کردہ قواعد و ضوابط پر عمل کرنے سے شادی کامیاب ترین بن جاتی ہے۔ یہ الفت و محبت اور اتفاق و اتحاد کا بہترین ذریعہ ہے اس سے وجود میں آنے والی اولاد کامل مؤمن، صحت مند، اعلیٰ اخلاق اور پختہ عقل کی مالک بن سکتی ہے چنانچہ وہ قواعد و ضوابط درج ذیل ہیں۔

① شادی میں انتخاب کا معیار دین ہونا چاہیے: اسلام کی صحیح اور حقیقی سمجھ اور عمل و کردار کو اسلام کے بتائے ہوئے اعلیٰ اخلاق اور برتر آداب و فرائض کے مطابق ڈھالنا اور شریعت اسلامیہ کے نظام کو مکمل طریقے سے اپنانا دین ہے۔ زوجین جب اس معیار پر پورے اتریں گے اور اس کے مطابق زندگی گزاریں گے تو انہیں دیندار کہا جائے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے شادی کرنے والوں کو دیندار کا انتخاب کرنے کا حکم دیا تاکہ ایک دوسرے کا حق ادا کر سکیں، بچوں کی صحیح اسلامی تربیت کر سکیں، گھر کا نظم و نسق صحیح چل سکے۔ دین کے فساد اور اخلاق کے بگاڑ کے لئے اس سے بڑھ کر اور کیا فتنہ ہوگا کہ دیندار لڑکی کسی آزاد خیال، ملحد اور بددین شوہر کے نکاح میں ہو جس کے نزدیک غیرت، عزت، آبرو، شرافت کی کوئی حیثیت نہ ہو۔

② شادی میں انتخاب کا معیار شرافت اور حسب و نسب ہونا چاہیے: اس لئے کہ اچھے حسب و نسب کا اولاد پر بھی اثر پڑتا ہے، اچھائی اور برائی کے اعتبار سے لوگ معدن اور کان کی طرح ہیں جو زمانہ جاہلیت میں بہتر تھے وہ زمانہ اسلام میں بھی بہتر ہیں بشرطیکہ دین کی سمجھ پیدا کریں۔ حسین و جمیل عورت جو گندے خاندان میں پیدا ہوئی ہے گندگی کے سبزہ سے تشبیہ دی گئی ہے اس سے بچنا چاہیے اپنے نطفہ اور اولاد کے لئے اچھی عورت کا انتخاب کریں۔

③ دوسرے خاندان سے عورت کا انتخاب ہونا چاہیے: اچھے حسب و نسب والی غیر رشتے دار عورت کو فوقیت دی جائے تاکہ اولاد فرمانبردار ہو اور متعدی امراض و خاندانی بیماریوں سے محفوظ ہو اور تعلقات کا دائرہ بھی وسیع ہو۔

④ شادی کیلئے غیر شادی شدہ عورت کو ترجیح دی جائے: اس میں بہت سی حکمتیں اور فوائد ہیں جن میں خاندان کو لڑائی جھگڑے، عداوت و دشمنی کی بے کیف زندگی گزارنے سے محفوظ رکھنا بھی شامل ہے۔ غیر شادی شدہ لڑکی سے شادی کرنے میں ازدواجی محبت قوی اور مضبوط ہوتی ہے اور ایسی لڑکیاں عموماً شوہروں سے بھی محبت کرتی ہیں اور ان سے مانوس رہتی ہیں۔

⑤ خوب بچے جننے والی عورت کا انتخاب کیا جائے۔ اسلئے کہ شادی کا مقصد امت محمدیہ میں اضافہ ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ زیادہ بچے جننے والی اور خوب محبت کرنے والی عورت سے شادی کرو اسلئے کہ میں تمہاری کثرت کے ساتھ بقیہ امتوں پر فخر کروں گا۔

Maktaba Tul Ishaat.com Scanned with CamScanner

الجواب الصحیح ..... بچہ کی پیدائش کے متعلق عمومی احکام کا خلاصہ اختصار کے ساتھ ملاحظہ فرمائیں۔ (فتاویٰ رحیمیہ، ص ۳۲)

﴿خلاصہ سوال﴾ ..... اس سوال میں فقط بچہ کی پیدائش کے متعلق عمومی احکام کا خلاصہ مطلوب ہے۔

الجواب ..... بچہ کی پیدائش کے متعلق عمومی احکام کا خلاصہ: بچہ کی پیدائش کے متعلق عمومی احکام کو چار عناوین میں تقسیم کیا گیا ہے۔

① بچہ پیدا ہونے پر مبارکباد دینا چاہئے: مستحب یہ ہے کہ بچہ کی پیدائش پر مبارکباد دی جائے اور مسلمان بھائی کی خوشی میں شرکت کی جائے اس سے باہم خاندانوں میں محبت کی فضا قائم ہوتی ہے۔ اگر مبارکباد دینے والے کو نومولود کے لئے دعا کرے۔ بچے کو غسل دینے کے بعد اس کے کان میں اذان و اقامت کہی جائے۔ حضرت فاطمہ بنت منذر نقل کرتی ہیں کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی پیدائش پر آپ ﷺ نے اُن کے کان میں اذان و اقامت کہی۔ اس اذان کی برکت سے بچے کو ام الصبیان کی بیماری نہ ہوگی۔ اس اذان و اقامت کے الفاظ کی ہدایت شیطان دور بھاگتا ہے۔ بچہ کو ابتداء ہی سے اسلام اور عبادت الٰہیہ کی طرف دعوت دی جاتی ہے اور شیطان کی دعوت سے پہلے رحمان کی دعوت دی جاتی ہے تاکہ عقیدۂ توحید ایمان کی حفاظت ہو۔ بچہ کی پیدائش پر کھجور وغیرہ چبا کر بچے کے منہ میں ڈالی جائے (اسے تحنیک کہتے ہیں) اگر کھجور موجود نہ ہو تو کوئی بھی میٹھی چیز مصری، شہد وغیرہ اُس کے تالو میں لگانا چاہیے تاکہ سنت پر عمل ہو منہ کی رگیں اور پٹھے مضبوط ہوں، ماں کی چھاتی سے دودھ چوسنے کی استعداد و صلاحیت پیدا ہو۔ ساتویں دن بچے کے سر کے بال مونڈے جائیں اور ان بالوں کے برابر چاندی فقراء و غرباء میں صدقہ کرنا مستحب ہے۔ کچھ بال کاٹنا اور کچھ چھوڑنا ممنوع ہے یہ عمل شکل و صورت کو بگاڑنے، نامناسب ہیئت بنانے اور غیر مسلموں کی وضع قطع بنانے کا باعث ہے۔

② بچے کا نام اور دیگر احکام: بچے کو دوسرے بچوں سے ممتاز کرنے اور تعارف کے لئے بچے کا نام رکھا جائے۔ دین اسلام نے اس سلسلہ میں احکام بیان کئے کہ ساتویں دن جب عقیقہ کیا جائے اُس وقت نام رکھا جائے اور نام پیارا اور اچھا بھی ہونا چاہیے کیونکہ قیامت کے دن انسان کو اپنے اور والدین کے نام سے پکارا جائے اس لئے اچھا نام رکھنا چاہیے اور اللہ تعالیٰ کو سب سے پسندیدہ نام "عبداللہ" اور "عبدالرحمٰن" ہیں۔ ایسا نام رکھنا منع ہے جس سے بچے کی شخصیت متاثر ہو اور وہ مذاق کا سبب بنے۔ رسول اللہ ﷺ ایسے نام تبدیل کر دیا کرتے تھے۔ نیز بچہ کی کنیت یعنی ابوفلاں وغیرہ رکھنا بھی سنت ہے، اس سے بچے کے دل میں اکرام و احترام کا شعور بڑھتا ہے اور معاشرتی طور پر اُس کی شخصیت کو ابھارتا ہے۔

③ عقیقہ اور اس کے احکام: ساتویں دن جب بچے کے بال کاٹے جائیں اور اُس کا نام رکھا جائے تو اُس کی طرف سے بکرا یا بکری ذبح کی جائے تاکہ وہ آگ سے محفوظ رہے اور یہ عقیقہ کرنا مستحب ہے، فرض یا واجب نہیں ہے۔ عقیقے کا مستحب وقت ساتواں دن ہے اگر ساتویں دن نہ کر سکے تو چودھویں یا اکیسویں دن کرے۔ عقیقہ کے جانور کی بھی وہی شرائط ہیں جو کہ قربانی کے جانور کی ہیں یعنی وہ ہر قسم عیوب سے پاک ہو اور عقیقہ کا گوشت عزیز و اقارب و ہمسایوں میں تقسیم کرنا چاہیے۔

④ ختنہ اور اس کے احکام: ختنے کا معنی وہ کھال کاٹنا ہے جو آلۂ تناسل کے سر پر ہوتی ہے۔ ختنہ کرنے کو فطرت سلیمہ کا حصہ قرار دیا گیا ہے۔ حنفیہ کے نزدیک ختنہ کرنا سنت ہے۔ ختنہ بلوغ سے قبل کر دینا چاہیے بہتر یہ ہے کہ عقیقہ کے ساتھ ہی کر دیا جائے اس سے بچے کو زیادہ تکلیف بھی نہیں ہوتی اور حیاء کا مسئلہ بھی درپیش نہیں آتا۔ آپ ﷺ نے حضرت حسن و حسین رضی اللہ عنہما کا عقیقہ و ختنہ ساتویں دن کیا تھا۔ ختنہ کرنا فطرت سلیمہ کی اساس، اسلام کا شعار، شریعت ربانیہ کا عنوان اور ملت حنفیہ کی تکمیل ہے۔ ختنہ مسلمانوں کو دوسرے مذاہب کے پیروکاروں سے ممتاز کرتا ہے اور عبودیت و امر الٰہی کے سامنے گردن جھکانا متحقق ہوتا ہے۔ نظافت، طہارت اور ظاہری تحسین کا باعث ہے، بہت سے امراض اور آفات سے بچاتا ہے۔

Scanned with CamScanner

السوال الثانی ۱۴۳۵ھ

السؤال الاول ..... میاں بیوی کے ایک دوسرے کے ذمہ جو حقوق ہیں ان کو بالتفصیل تحریر کریں۔ (اکمل الطیب۔ ص ۴۹)

خلاصۂ سوال ..... اس سوال میں فقط میاں بیوی کے ایک دوسرے کے ذمہ حقوق کی تفصیل مطلوب ہے۔

الجواب ..... میاں بیوی کے ایک دوسرے کے ذمہ حقوق کی تفصیل:۔ اسلام نے میاں بیوی میں سے ہر ایک کے حقوق بیان کئے، اگر ہر ایک دوسرے کے حق کو ادا کرے اور اپنے فرائض و واجبات کو انجام دے تو ایسی صورتحال ہی پیدا نہ ہو جسکا انجام براء، قابل ملامت اور طلاق کی صورت میں سامنے آئے۔ وہ حقوق درج ذیل ہیں۔

① بیوی شوہر کی فرمانبرداری و اطاعت کرے، عورتوں نے آپ ﷺ کے پاس پیغام بھیجا کہ مرد جہاد کرتے ہیں، اگر مر جائیں تو شہید، زندہ رہیں تو غازی، اجر و ثواب بھی ملا اور غنیمت بھی، ہم اُن کی خدمت کرتی ہیں ہمیں کیا ملے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ شوہر کی فرمانبرداری اور اُس کے حق کا اعتراف جہاد کے اجر و ثواب کے برابر ہے لیکن تم میں سے بہت کم عورتیں ایسا کرتی ہیں۔

② عورت شوہر کے مال اور اپنے نفس و آبرو کی حفاظت کرے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ دنیا کی بہترین چیز نیک صالح عورت ہے کہ اگر شوہر اس کی طرف دیکھے تو اُسے خوش کرے، اگر وہ موجود نہ ہو تو اُس کے مال اور اپنی عزت و آبرو کی حفاظت کرے۔

③ شوہر ہمبستری کیلئے بلائے تو انکار نہ کرے، اس لئے کہ ارشاد نبوی ہے کہ جب مرد اپنی بیوی کو بلائے اور وہ اس کے پاس جانے سے انکار کرے اور شوہر تمام رات ناراض ہو کر رات گزارے تو فرشتے ایسی عورت پر صبح تک لعنت بھیجتے ہیں۔

④ شوہر کے ذمے بیوی بچوں کا نان و نفقہ لازم ہے، ارشاد ربانی ہے کہ عورتوں کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو، اس لئے کہ تم نے اسے اللہ تعالیٰ کی امان کے ذریعے حاصل کیا اور اللہ تعالیٰ کے کلمہ کے ذریعے اُن کی شرمگاہوں کو حلال کیا، دستور کے موافق تمہارے ذمے اُن کا نان و نفقہ اور کپڑا لازم ہے۔

⑤ گھر کے معاملات میں شوہر کو بیوی سے مشورہ کرنا چاہیے، فرمایا کہ بچوں کی شادی کے سلسلے میں عورتوں سے مشورہ کر لیا کرو۔

⑥ ایک دوسرے کی کمزوریوں اور عیوب سے درگذر کرنا چاہیے، فرمایا کہ کوئی مؤمن مرد کسی مؤمن عورت سے بغض نہ رکھے اس لئے کہ اگر اس کی کوئی بات ناپسند ہوگی تو اُس کے بدلے دوسری بات پسند ہوگی۔

⑦ بیوی سے دل لگی اور ہنسی مذاق کرنا چاہیے، ارشاد نبوی ہے کہ تم میں سے بہتر وہ ہے جو اپنے گھر والوں سے اچھا برتاؤ کرے، اور میں اپنے گھر والوں کے ساتھ تم سب سے بہتر ہوں۔ رسول اللہ ﷺ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے ساتھ ہنسی مذاق کیا کرتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مرد کو بیوی کے ساتھ نرمی و ملاطفت میں بچے کے طرح ہونا چاہیے۔

⑧ گھر کے کام کاج میں بیوی کا ہاتھ بٹانا چاہیے، رسول اللہ ﷺ گھر کے کام کاج کیا کرتے تھے۔

السؤال الثانی ..... ایمانی تربیت کی ذمہ داری کے حوالے سے جامع نوٹ لکھیں۔ نیز اخلاق و کردار کے حوالے سے بچوں کی تربیت کی اہم نصائح و ہدایات کا خلاصہ لکھیں۔ خوش خلقی و اچھے برتاؤ کے متعلق چند آیات و احادیث یا انکا ترجمہ تحریر کریں۔ (الطیب۔ ص ۱۵۰۶)

خلاصۂ سوال ..... اس سوال میں تین امور مطلوب ہیں۔ (۱) ایمانی تربیت کی ذمہ داری کے حوالے سے جامع نوٹ (۲) اخلاق و کردار کے حوالے سے بچوں کی تربیت کے سلسلہ میں اہم نصائح و ہدایات (۳) خوش خلقی و اچھے برتاؤ کے متعلق چند آیات و احادیث۔

Maktaba Tul Ishaat.com Scanned with CamScanner

جنت میں دو خواتین کی پیاری آواز نہیں سن سکے گا۔ نیز گانا سننے والے کے کان میں سیسہ پگھلا کر ڈالا جائے گا۔ نیز گانا سننا اخلاق کو خراب کرنے اور شہوت پرستی میں ڈالنے کا باعث ہے۔ ② ہیجڑوپن اور عورتوں کی مشابہت سے روکا جائے اسلئے کہ ایسے مردوں پر لعنت بھیجی گئی ہے جو ہیجڑے بنتے ہیں اور ان عورتوں پر بھی لعنت بھیجی گئی ہے جو مردوں کی شکل وصورت اختیار کرتی ہیں۔ ریشم اور سونے کے استعمال سے بچایا جائے اس لئے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ دونوں چیزیں میری اُمت کے مردوں پر حرام ہیں۔ نیز ایسے لباس اور وضع قطع سے بھی بچایا جائے جو عریاں اور بہت چست ہو، جو باعث گناہ اور حرام ہے۔ ③ بے پردگی بن سنور کر نکلنا مرد وعورت کا اختلاط اور اجنبی عورتوں کی طرف دیکھنا یہ بھی مردوں کیلئے ممنوع ہے۔ مردوں اور عورتوں کو نگاہ نیچی رکھنے اور جسم واعضا چھپانے کا حکم دیا گیا ہے۔ نیز عورت کو بلا ضرورت گھر سے نکلنے سے منع کیا گیا ہے تاکہ وہ غیروں کی نگاہ سے محفوظ رہے خود بھی گناہ میں نہ پڑے اور دوسروں کو بھی گناہ میں نہ ڈالے۔ ④ بن سنور کر اور اس کے اظہار سے بھی منع کیا گیا ہے جو عورتیں عریاں وباریک لباس پہنتی ہیں مٹک مٹک کر چلتی ہیں ناز وانداز کے ذریعے مردوں کو اپنی طرف مائل کرتی ہیں کوہان کی طرح جوڑا بنا کر سر پر بال رکھتی ہیں وہ جنت میں داخل نہ ہوں گی اور نہ اس کی خوشبو سونگھیں گی۔

❷ **خوش خلقی واچھے برتاؤ کے متعلق چند آیات واحادیث:۔** بچوں کو حسن اخلاق، نرم مزاجی، لوگوں کے ساتھ اچھے معاملہ کی ترغیب دینی چاہیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا مجھے مکارم اخلاق کی تکمیل کیلئے بھیجا گیا ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ نے حسن اخلاق اختیار کرنے کا حکم دیا۔ نیز لوگوں کے ساتھ صلح رحمی، عفو ودرگزر حسن اخلاق میں سے ہے۔ نیز قیامت کے روز ترازو میں سب سے بھاری چیز حسن اخلاق ہوں گے۔ نیز اچھے اخلاق والے کو کامل الایمان قرار دیا گیا ہے۔ حسن اخلاق دین کا عظیم جزو ہے۔ لہٰذا والدین کو چاہیے کہ بچوں کی تعلیم وتربیت واخلاقی تربیت کے حوالے سے بالکل کوتاہی نہ کریں۔ وگرنہ بچے آزاد، بے راہ وبداخلاق بنیں گے۔

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۳۵ھ

الشق الاول..... جسمانی تربیت کی ذمہ داری کے متعلق عملی طریقہ کار کے اہم نقاط سپرد قلم کریں۔ (مکتبۃ الحبیب۔ ص ۲۰۰)

﴿خلاصہ سوال﴾..... اس سوال میں فقط جسمانی تربیت کی ذمہ داری کے متعلق عملی طریقہ کار کے اہم نقاط مطلوب ہیں۔

جواب..... **جسمانی تربیت کی ذمہ داری کے متعلق عملی طریقہ کار کے اہم نقاط:۔** بچے کو ہمیشہ چاق وچوبند اور تندرست وتوانا رہنا چاہیے، والدین کی ذمہ داری ہے کہ اس کی صحت وتندرستی کا خصوصی خیال رکھیں چنانچہ جسمانی تربیت کے سلسلہ میں عملی طریقہ کار کے اہم نقات درج ذیل ہیں۔

① بیوی بچوں کے اخراجات کا واجب ہونا: مرد پر بیوی بچوں کا نان ونفقہ لازم ہے، بیوی بچوں پر خرچ کرنے کا ثواب جہاد فی سبیل اللہ اور صدقہ کئے جانے والے پیسے سے زیادہ ہے۔ اہل وعیال کا حق ادا نہ کرنا اور ان پر تنگی کرنا گناہ ہے۔

② کھانا پینے وسونے میں صحت کے متعلق ضروری باتوں کا خیال رکھنا: حد سے زیادہ پیٹ بھر کر اور ضرورت سے زائد کھانے سے منع کیا گیا ہے۔ اتنا کھاؤ کہ کمر سیدھی رہے، پیٹ کا ایک حصہ کھانے کیلئے، ایک پانی کے لئے اور ایک سانس کیلئے رکھا گیا ہے۔ پانی بیٹھ کر بسم اللہ پڑھ کر تین سانس میں پینا چاہیے۔ پانی پی کر الحمد للہ کہنا چاہیے۔ سوتے وقت قبلہ رُخ ہو کر دائیں کروٹ پر دعا پڑھ کر سونا چاہیے۔ بائیں کروٹ پر لیٹنا دل کو نقصان پہنچاتا ہے۔

③ متعدی اور سرایت کرنے والے امراض سے بچنا: چھوٹے بچوں کو احتیاطاً متعدی بیماریوں کے شکار حضرات سے دور رکھا

Scanned with CamScanner

جائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ کوئی متعدی بیماری والا شخص کسی تندرست کے پاس نہ جائے۔ ایک بیماری والے سے فرمایا کہ تم واپس چلے جاؤ ہم نے تمہیں بیعت کرلیا ہے۔ ⑤ بیماری کا علاج کرنا: علاج کرنا سنت نبوی ﷺ ہے۔ ہر بیماری کی کوئی نہ کوئی دوا ہوتی ہے اور جب وہ دوا بیماری کے مطابق پہنچتی ہے تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے شفاء حاصل ہوتی ہے۔

⑥ نہ نقصان اٹھاؤ اور نہ نقصان پہنچاؤ: حدیث میں نقصان اٹھانے اور پہنچانے سے منع کیا گیا ہے۔ اس اصول کی رُو سے والدین پر لازم ہے کہ اپنے بچوں کو صحت کے لئے ضروری طبی اصولوں کا پابند بنائیں اور صحت کے لئے نقصان دہ اُمور سے بچنے کا عادی بنائیں۔ کچے پھل، بغیر دھلی ہوئی سبزی و پھل اور بھوک سے قبل کھانا نہ کھائیں۔ کھانے سے پہلے اور بعد میں ہاتھ دھوئیں، گرم کھانا یا مشروب پھونک کر ٹھنڈا نہ کریں۔ ⑦ بچوں کو ریاضت، ورزش اور شہسواری کا عادی بنانا: آپ ﷺ نے فرمایا کہ طاقتور مؤمن کمزور مؤمن سے زیادہ بہتر اور اللہ تعالیٰ کا زیادہ محبوب ہے۔ نیز آپ ﷺ نے تیراکی، تیراندازی، گھڑسواری اور جنگ میں کام آنے والی چیزوں کو سیکھنے کا حکم دیا۔ ⑧ بچے کو سادگی اور عیش وعشرت میں نہ پڑنے کا عادی بنانا: اگر بچہ سادگی اختیار نہیں کرے گا اور عیش وعشرت میں پڑ جائے گا تو بڑا ہو کر فریضۂ جہاد اور دین کی دعوت کا کام سرانجام نہیں دے سکے گا۔

⑨ بچے کو حقیقت پسندانہ و مردانہ زندگی کا عادی بنانا: بچے کو اُبالی پن، سستی، آزادی اور بے راہ روی سے بچنے کا پابند بنائیں۔

پس مربیان جب ان امور کا خیال رکھیں گے جو اسلام نے بچوں کی جسمانی تربیت کے حوالے سے بیان کئے ہیں تو اس کے نتیجہ میں معاشرہ کو صالح اور صحت مند بنانے میں مدد ملے گی۔ اور وہ جہان کی سرفروئی نصیب ہوگی۔

اشتباہ الجواب ..... منشیات کے استعمال کے نقصانات، شریعت کا حکم اور اس کا علاج تحریر کریں۔ نیز بچوں کی حفاظت کے سلسلہ میں حوادث سے روک تھام کی احتیاطی تدابیر سپردِ قلم کریں۔ (منتخبہ الجیب۔ ص ۸۲، ۸۳)

خلاصۂ سوال ..... اس سوال کا خلاصہ دو امور ہیں۔ (۱) منشیات کے استعمال کے نقصانات، شریعت کا حکم اور اس کا علاج (۲) بچوں کی حفاظت کے سلسلہ میں حوادث سے روک تھام کی احتیاطی تدابیر۔

الجواب ..... ① منشیات کے استعمال کے نقصانات، شریعت کا حکم اور اس کا علاج:۔ نقصانات: سگریٹ نوشی و دیگر منشیات کا استعمال آج کل بہت عام ہے اس میں ہر چھوٹا بڑا، جوان بوڑھا سب گرفتار ہیں۔ سگریٹ نوشی پھیپھڑوں میں سرطان پیدا کرتی ہے، حافظہ و شہوت کو کم کرتی ہے، چہرے و دانتوں کو زرد کرتی ہے، سانس لینے میں دشواری پیدا کرتی ہے، جسم میں عمومی انحطاط کا ذریعہ ہے، اخلاق کو بگاڑنے، قوتِ ارادی کو کمزور کرنے اور سستی و کاہلی پیدا کرنے کا ذریعہ ہے، جو لوگ سگریٹ پیتے ہیں اُن میں سگریٹ نہ پینے والے کی نسبت شرح اموات اڑھائی فیصد زیادہ ہے۔ ایک محدود آمدنی والا اپنی کمائی کا ایک چوتھائی حصہ یا اس سے بھی زائد سگریٹ نوشی و دیگر منشیات کے استعمال میں اُڑا دیتا ہے جس کی وجہ سے مال کا ضیاع، گھر بار کا نقصان اور دیگر نقصانات رونما ہوتے ہیں۔

حکم: فقہاء اس بات پر متفق ہیں کہ جو چیز تباہی و ہلاکت میں ڈالے اس سے بچنا واجب اور اختیار کرنا جرم ہے۔ سگریٹ نوشی جسمانی لحاظ سے سخت مضر اور صحت کیلئے تباہ کن ہے لہٰذا اس سے بچنا واجب اور اس کا استعمال ممنوع ہے۔ نیز عقل و فہم سلیم رکھنے والے کے یہاں سگریٹ غلیظ اور گندی چیزوں کے زمرہ میں ہے اس لئے کہ یہ جسم کے لئے مضر اور منہ میں بدبو پیدا کرتی ہے۔ نیز تمباکو نوشی عقل میں خلل اور جسم میں فتور پیدا کرتی ہے اور آپ ﷺ نے فتور پیدا کرنے والی چیزوں سے منع فرمایا۔ پس معلوم ہوا کہ سگریٹ نوشی ممنوع ہے اور اس سے بچنا واجب ہے۔

Maktaba Tul Ishaat.com Scanned with CamScanner

علاج: حکومت اس کے نقصان دہ اثرات کو ذرائع ابلاغ میں بیان کرے، اس کے خلاف ہر محاذ میں جنگ کرے، اس پر ٹیکس بڑھائے، اس کی قیمت میں اضافہ کرے، عمومی مقامات اور پُر ہجوم جگہوں پر اسے ممنوع قرار دے۔ سگریٹ نوشی کرنے والوں کو بھی چاہیے کہ اپنے اندر خوف خدا پیدا کریں، قوت ارادی اور عزم مصمم کے ذریعے اس سے اجتناب کریں اور والدین کو بھی چاہیے کہ بچپن سے ہی اپنے بچوں پر کڑی نظر رکھیں تاکہ وہ اس بیماری میں گرفتار ہو کر اپنی صحت برباد نہ کریں۔

❷ بچوں کی حفاظت کے سلسلہ میں حوادث سے روک تھام کی احتیاطی تدابیر:۔ بچوں کی حفاظت کرنا اور ان کو مصائب و حوادث سے محفوظ رکھنا والدین کی ذمہ داری ہے۔ بچوں کو بڑا ہونے پر ان خطرناک چیزوں سے بچنے کی تعلیم دینی چاہیے، انہیں سمجھایا جائے تاکہ وہ آگ، ہیٹر، گرم برتن، استری وغیرہ کو نہ چھوئیں، اسی طرح کھیل کود کے میدان میں ضرر رساں اور نقصان دہ اشیاء سے بچیں۔ زہریلی اور تیز دواؤں کو الماری میں بند رکھا جائے۔ اس کی شیشی پر اس کا نام واضح لکھ کر علیحدہ رکھا جائے اور کھانے پینے کی چیزوں کے ساتھ نہ رکھا جائے۔ ضرورت سے زائد دوائیں ضرورت مندوں کو دے دیں یا ضائع کر دیں انہیں بچوں کی دسترس سے دور رکھیں۔ ماچس، چائے دانی، کیتلی، سالن کی دیگچی وغیرہ کو اونچی جگہ پر یا اپنی نظروں کے سامنے رکھا جائے۔ بجلی کا سامان، چھری، قینچی، بلیڈ، چینی اور شیشے کے برتن بھی محفوظ جگہ پر رکھیں، بچوں کو ہرگز ایسے کھیل کی اجازت نہ دیں جو خطرے کا سبب ہوں مثلاً رسی سے کھیلنا، یا اسے گردن میں ڈالنا، یا پلاسٹک کی تھیلی منہ پر چڑھانا وغیرہ۔ کھانے پینے کی چیز منہ میں رکھ کر دوڑنے اور ہنسنے وغیرہ اچھال کر کھانے سے روکیں تاکہ وہ ہوا کی نالی میں جا کر دم گھٹنے کا باعث نہ بنیں۔ ماں اپنے بچے کو احتیاط کے ساتھ اپنے ساتھ سلائے تاکہ وہ دب کر دم گھٹنے کا باعث نہ بنے۔ دودھ پلاتے وقت بھی خیال رکھیں کہیں ایسا نہ ہو کہ بچہ چھاتی منہ میں لے کر سو جائے اور دم گھٹ جائے۔ اوپر کی منزلوں میں کھڑکیوں میں جالی وغیرہ لگائیں تاکہ بچہ پھلانگ کر باہر نہ جا سکے، قیمہ پیسنے، کپڑے دھونے یا کباب بنانے والی مشین کے استعمال کے وقت بچے کی طرف سے ہوشیار رہیں کہ کہیں جلدی میں وہ اس میں ہاتھ نہ ڈال دے۔ گھر کے دروازے بند رکھیں، دروازے بند کرتے وقت خیال رکھیں کہ بچے کی انگلی نہ دب جائے۔

الورقة الخامسة: فی التربیة

السوال الاول ۱۴۲۶ھ

الشق الاول ..... بچے میں دینی سمجھ بوجھ پیدا کرنے کے راستے و طریقے لکھیں۔ نیز عقل و حافظہ اور جسم و بدن پر اثر انداز ہونے والی خرابیوں کی نشاندہی کریں۔ (مکتبۃ الحبیب۔ ص ۹۶، ۱۰۰)

خلاصۂ سوال ..... اس سوال میں دو امور توجہ طلب ہیں۔ (۱) بچے میں دینی سمجھ بوجھ پیدا کرنے کے راستے و طریقے (۲) عقل و حافظہ اور جسم و بدن پر اثر انداز ہونے والی خرابیوں کی نشاندہی۔

الجواب ..... ❶ بچے میں دینی سمجھ بوجھ پیدا کرنے کے راستے و طریقے:۔ بچے کو سب سے پہلے قرآن کریم، احادیث مبارکہ، سلف صالحین کی کہانیاں اور دینی مسائل سکھائیں۔ قرآن کریم حفظ کرا دیا جائے تو سب سے بہتر ہے اور بچے میں دینی سمجھ بوجھ پیدا کرنے کے مختلف طریقے و راستے ہیں۔

① بھرپور توجہ و رہنمائی: والدین بچے کو اسلام کی حقیقت سے روشناس کرائیں، انہیں وہ احکام، قوانین و بنیادی اصول بتلائیں جن پر اسلام مشتمل ہے۔ بچوں کو یہ باور کرایا جائے کہ اسلام ہمیشہ باقی رہنے والا منفرد دین ہے اس میں ہر دور کے ساتھ چلنے کی

صلاحیت ہے۔ اسی میں عزت ہے اور اس پر عمل کے بغیر کامیابی ناممکن ہے۔ قوت و طاقت، عزت و سربلندی صرف اور صرف شریعت محمدی ﷺ پر عمل کرنے میں ہے۔ بچوں کو یہود و استعمار، سامراج، کمیونسٹ وغیرہ کی چال و مکر و فریب سے باخبر رکھیں جن کے ذریعے وہ اسلام کو ختم کرنے، اسلامی تعلیمات کو بگاڑنے، روح جہاد کو ختم کرنے اور معاشرہ میں آزادی، گمراہی و الحاد پھیلانا چاہتے ہیں۔

④ عمدہ و بہترین عملی نمونہ پیش کرنا: بچے کا ایسے مخلص، سمجھدار، دیندار، اسلام کے اسرار و رموز سے واقف استاد سے تعلق جوڑا جائے جو اسلام کی طرف سے مدافعت کرنے والا، غیرت و حمیت رکھنے والا، دین کے لئے جہاد کرنے اور اس کے احکام کو نافذ کرنے والا ہو جسے دین کے سلسلہ میں کسی ملامت کی پرواہ نہ ہو۔ ⑤ وسیع مطالعہ: بچے کے سن شعور کو پہنچتے ہی اس کیلئے ایسا کتب خانہ مہیا کیا جائے جس میں مسلمان قائدین کے کارنامے، سلف صالحین و نیک لوگوں کے حالات و واقعات جمع کئے گئے ہوں جس میں عقیدہ، اخلاق، اقتصادیات اور سیاست کے بارے میں اسلامی نقطۂ نظر پیش کیا گیا ہو۔ ⑥ اچھے و سمجھدار ساتھی کا انتخاب: اولاد کے لئے ایسے ساتھی کا انتخاب کیا جائے جو نیک، صالح و دین دار ہو، پختہ اسلامی سمجھ، فکری بیداری اور کامل اسلامی تہذیب سے آراستہ ہونے میں دوسروں سے ممتاز ہو اسلئے کہ بچہ اگر ادراک و شعور کی منزل میں قدم رکھتے ہی ذہنی و فطری طور پر بے وقوفوں کے ساتھ رہے گا تو وہ بھی بیوقوف بن جائے گا۔ ساتھیوں کا صرف نیک ہونا کافی نہیں بلکہ مہذب، تربیت یافتہ اور ذہین و ذکی ہونا بھی ضروری ہے۔

⑦ عقل و حافظہ اور جسم و بدن پر اثر انداز ہونے والی خرابیوں کی نشاندہی:۔ بچوں کی ذہنی صحت و تندرستی اور عقل کو درست رکھنے کے لئے ضروری ہے کہ انہیں ان مفاسد سے دور رکھا جائے جو معاشرے میں عام ہیں، جن کا عقل حافظہ اور انسانی جسم پر اثر پڑتا ہے۔ اطباء اس بات پر متفق ہیں کہ عقل و حافظہ اور جسم و بدن پر اثر انداز ہونے والی خرابیوں درج ذیل ہیں۔

① شراب نوشی: جو صحت کی دشمن ہے۔ ② مشت زنی: جو دق و سیلان پیدا کرتی ہے اور حافظہ کو کمزور کرتی ہے۔ ③ تمباکو نوشی: جو عقل پر اثر انداز ہو کر اعصاب میں ہیجان پیدا کرتی ہے اور حافظہ کو متاثر کرتی ہے۔ ④ جنسی جذبات بھڑکانے والی چیزیں مثلاً گندی و فحش فلمیں، فحش لٹریچر، ننگی تصویریں جو ذہنی پراگندگی اور حافظہ کے ختم کرنے کا ذریعہ ہیں اور دل و دماغ کو ماؤف کرتی ہیں۔

سوال الثانی ..... احساس کمتری کا نقصان اور اسکے اسباب و عوامل تحریر کریں۔ (سکھ الجیب۔ ص ۱۰۰)

خلاصہ سوال ..... اس سوال میں فقط احساس کمتری کا نقصان اور اسکے اسباب و عوامل کی وضاحت مطلوب ہے

جواب ..... احساس کمتری کا نقصان اور اسکے اسباب و عوامل:۔ احساس کمتری ایسی نفسیاتی حالت ہے جو بعض بچوں میں پیدائشی یا بیماری یا تربیت یا اقتصادی حالت کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے یہ عادت بچے کو جامد اور منفرد بنا دیتی ہے۔ رذالت و بدبختی و محرومانہ زندگی کی جانب دھکیل دیتی ہے اور اس کے عوامل درج ذیل ہیں۔

① تحقیر و ہتک آمیز سلوک: پہلی مرتبہ ہی غلطی کرنے پر شور مچانا اور بچے کو اس غلطی کے ساتھ مشہور کرنا مثلاً ایک آدھ مرتبہ جھوٹ بولنے پر ہمیشہ جھوٹا کہنا، مکار کہنا، معمولی تاخیر پر سست کہنا یا رشتے دار و ساتھیوں کے سامنے ناپسندیدہ کلمات و برے القاب سے پکارنا جس سے وہ اپنے آپ کو مجرم و نکما سمجھے اور دوسروں کو حسد کی نگاہ سے دیکھے یہ عمل انتہائی غلط کن ہے۔ اسلامی تعلیم یہ ہے کہ اسے نرمی سے سمجھایا جائے، دلیل سے سمجھایا جائے اگر اس کی کوئی حرکت غلط ہے اور وہ معمولی تنبیہ سے نہیں سمجھتا تو پھر سزا دے کر سمجھایا جائے۔

② ضرورت سے زائد ناز و نخرے برداشت کرنا: اس عمل کی وجہ سے بچہ اپنے اندر کمی و نقص محسوس کرتا ہے اس کا نتیجہ شرمندگی، فروتنی، ہچکچاہٹ، مردانگی اور بہادری کے فقدان، اپنے اوپر عدم اعتماد، بے راہ روی کی طرف بڑھنا اور ساتھیوں سے پیچھے رہنے کی شکل میں نمودار

Maktaba Tul Ishaat.com Scanned with CamScanner

ہوتا ہے۔ اس لئے کہ جب وہ دوسروں کو آگے بڑھتا دیکھتا ہے تو اُن کو بہادر اور خود کو بزدل محسوس کرتا ہے۔ لوگ محنت میں لگے ہوتے ہیں یہ محرومی اور خاموشی کا شکار ہوتا ہے۔ لوگ ایک دوسرے سے ملتے ہیں یہ تنہائی کا شکار ہوتا ہے۔ معمولی پریشانی پر آہ و بکا کرتا ہے ایسا بچہ کامل و مکمل انسان نہیں بن سکتا اور معاشرہ کے لئے فائدہ مند ثابت نہیں بن سکتا۔ اس بیماری کی روک تھام کے لئے اولاد کے بچے کا عقیدہ مضبوط بنایا جائے کہ سب بیماری و تندرستی، نعمت و آسائش، اولاد و دولت، فقر و فاقہ سب اللہ کی طرف سے ہے اس کے حکم کے بغیر کچھ نہیں۔ نیز اللہ تعالیٰ آزمائش کے لئے خوف، بھوک، مال و اولاد کی کمی میں بھی مبتلا فرماتے ہیں۔ ثانیاً بچے کو ہر مرحلہ پر نصیحت کی جائے اگر نصیحت کافی ہو تو ٹھیک ورنہ اصلاح و تربیت کے حوالہ سے حدود اور انسانیت کے دائرے میں رہتے ہوئے ڈانٹ ڈپٹ و مار بھی جا سکتا ہے۔ ثالثاً بچے کو شروع سے ہی جفاکشی، خود اعتمادی، ذمہ داری نبھانے، جرأت و اظہار حق کی تربیت دینی چاہیے تاکہ وہ اپنی حیثیت و وجود کو محسوس کرے اور فرائض کا احساس کرے۔

② بچوں میں مساوات اور برابری نہ کرنا: بچوں میں مساوات اور برابری نہ کرنا ایک دوسرے پر فوقیت دینا یہ احساس کمتری کا ایک بڑا سبب ہے جس کا بچے کے کردار اور نفسیات پر بہت برا اثر پڑتا ہے اس سے رقابت، حسد کا مرض پیدا ہوتا ہے اس کی وجہ سے بچے میں خوف، الگ تھلگ رہنے اور بلاوجہ رونے کا مرض پیدا ہوتا ہے لڑائی جھگڑا اور ظلم و زیادتی کا دروازہ کھلتا ہے۔ آپ ﷺ نے اولاد میں مساوات کا حکم دیا اگر کوئی بچہ پیدائشی طور پر کسی نقص کا شکار ہو یا بعد میں ہو جائے تو اس میں اُس کا کوئی قصور نہیں نہ ہی کند ذہنی یا بدصورتی اُس کی اپنی طرف سے ہے۔ اسلئے اُسکے ساتھ حسن معاملہ میں کوتاہی نہ کیجئے اور حسن سلوک سے اُسے اپنا مطیع و فرمانبردار بنا کر دعائے نبوی کے مستحق بنیں۔

③ جسم کے کسی عضو کا نہ ہونا یا ناقص ہونا: یہ بھی احساس کمتری کا ایک بڑا سبب ہے اس صورت میں بچے کے ساتھ محبت، الفت اور نرمی کا برتاؤ کرنا چاہیے اسلئے کہ جو اہل زمین پر رحم کرتا ہے اُس پر عرش بریں والا مہربان ہوتا ہے۔ اُسے بھینگا، کانا، اندھا یا لنگڑا لولا نہ کہا جائے، اسکے ساتھ شفقت سے پیش آئیں، اُس کی دیکھ بھال رکھیں اور دوسروں کو بھی اس کی تذلیل و تحقیر سے روکیں۔ اس قسم کے معذور بچوں کیلئے ایسے ساتھیوں کا انتخاب کیا جائے جو اچھے اخلاق و عادات کے مالک ہوں تاکہ وہ پیار و محبت کے ساتھ اُن کا خیال رکھیں۔

④ بچے کا یتیم ہونا: بچے کا یتیم ہونا بھی احساس کمتری کا ایک بڑا سبب ہے، اسلام نے یتیم کا بہت زیادہ خیال رکھا ہے۔ اس کی تربیت اور ضروریات کو پورا کرنے کا اہتمام کیا تاکہ وہ معاشرے کا مفید فرد بنے اور اپنی ذمہ داریاں پوری کرے۔ آپ ﷺ نے یتیم کو ڈانٹنے اور جھڑکنے سے منع فرمایا، یتیم کی کفالت پر ابھارا اور اُس کی دیکھ بھال کو واجب قرار دیا۔ یتیم کی کفالت کرنے والوں کو جنت میں اپنا ساتھی بتایا۔ اُس کے سر پر ہاتھ پھیرنے والوں کو نیکیوں کا مستحق قرار دیا۔ اُن کی حق تلفی کو گناہ قرار دیا۔

⑤ فقر و فاقہ اور غربت: یہ بھی احساس کمتری کا ایک اہم سبب ہے جب بچہ دیکھتا ہے کہ اُس کے رشتے دار اور پڑوسی عیاشیاں کر رہے ہیں اور مجھے پیٹ بھر کر روٹی بھی نصیب نہیں تو اُس میں احساس کمتری پیدا ہوتا ہے اور وہ انحراف کا شکار ہو جاتا ہے۔ حتیٰ کہ بعض مرتبہ فقر کفر کا ذریعہ بھی بن جاتا ہے۔ اسلام نے فقر کا علاج انسانی کرامت کے احترام اور باہمی امداد کے اصول کے ذریعے کیا تمام اجناس، اقوام اور الوان و طبقات میں مساوات کی۔ انسان ہونے کے ناطے سب کو برابر قرار دیا۔ فضیلت کا دارومدار تقویٰ اور عمل صالح کو بنایا، غرباء و فقراء کے درجے کو بلند کیا، انہیں ناراض کرنے اور ان کی تحقیر و تذلیل کو اللہ جل شانہ کی ناراضگی کا ذریعہ قرار دیا۔ باہمی امداد کے سلسلہ میں فقر کے مسئلے کا حل زکوٰۃ کے لئے بیت المال مقرر کیا جو غرباء، فقراء و مساکین پر پیسہ خرچ کرے گا۔ انہیں صدقات و خیرات کا مستحق قرار دیا۔ مالداروں پر اتنا مال نکالنا فرض کیا جو فقراء کے لئے کافی ہو اور ایسے شخص کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا جو خود پیٹ بھر کر کھائے اور اس کا پڑوسی بھوکا رہے۔ غرباء کی حاجت روائی و امداد کو اتنا اچھا عمل قرار دیا۔

السوال الثانی ۱۴۳۶ھ

السوال الاول ..... اجتماعی ومعاشرتی تربیت کے عملی وسائل کا خلاصہ تحریر کریں نیز اہم معاشرتی حقوق پر قلم کریں۔ (ص ۱۲۱۱۵)

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال کا حل دو امور ہیں۔ (۱) اجتماعی ومعاشرتی تربیت کے عملی وسائل (۲) اہم معاشرتی حقوق۔

الجواب ..... ❶ **اجتماعی ومعاشرتی تربیت کے عملی وسائل:** بچے کو شروع سے ہی ایسے اعلیٰ معاشرتی آداب وعظیم نفسیاتی اصولوں کا عادی بنایا جائے جو ہمیشہ زندہ وجاوید رہنے والے اسلامی عقائد اور گہرے ایمانی شعور سے پھوٹ کر نکلتے ہیں۔

اجتماعی ومعاشرتی تربیت کے عملی وسائل چار ہیں۔

① نفسیاتی اصول کی تخم ریزی کرنا: مثلاً بچہ میں تقویٰ کی صفت کو پیدا کیا جائے اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ انسان کو اس جگہ نہ دیکھے جہاں سے اُسے منع کیا ہے اور ایسی جگہ سے غائب نہ دیکھے جہاں حاضر ہونے کا حکم دیا ہے۔ تقویٰ ضمیر کے احساس، شعور کے صاف وشفاف، دائمی خوف وخشیت، مستقل احتیاط اور راستہ کے کانٹوں سے بچنے کا نام ہے اور تقویٰ ہی تمام معاشرتی فضائل وکمال کو جمع اور مفاسد وشرور اور گناہوں سے بچنے کا منفرد راستہ ہے۔

نیز بچہ میں اخوت کی صفت پیدا کی جائے یعنی ہر مسلمان شخص کے ساتھ نرمی، محبت اور احترام کا گہرا شعور پیدا کیا جائے اسکی وجہ سے مسلمان کے دل میں تعاون وایثار، شفقت اور قدرت کے باوجود معاف کرنے کے جذبات پیدا ہوتے ہیں۔ اور اخوت ایسے تمام کاموں سے بچنے پر ابھارتی ہے جو لوگوں یا اُن کی عزت وکرامت کو نقصان پہنچائیں۔ اسلام نے اللہ تعالیٰ کے لئے اخوت پیدا کرنے پر زور دیا اور مسلمان کو مسلمان کا بھائی قرار دیا اور باہمی مسلمانوں کو ایک جسم کی مانند قرار دیا کہ ایک کی تکلیف سب کی تکلیف ہے۔

نیز بچہ میں رحمت کی وصف پیدا کی جائے جو دوسروں کے ساتھ نرمی برتنے، اُن کے غم میں شریک ہونے، اُن پر رحم کھانے، اُن کے غموں اور تکالیف میں آنسو بہانے، مسلمانوں کو دوسروں پر ظلم سے بچنے اور جرائم سے باز رہنے کی ترغیب دیتی ہے۔

نیز بچہ میں ایثار کا جذبہ پیدا کیا جائے کہ وہ اچھائیوں، منافع اور شخصی مصالح میں دوسروں کو اپنے اوپر ترجیح دے یہ ایک عظیم نفسیاتی شعور اور بہترین خصلت ہے، اگر ایثار کا مقصد باری تعالیٰ کی رضا ہو تو یہ ایمان کی صداقت اور باطن کی صفائی کی نشانی ہے۔ اجتماعی و معاشرتی امداد باہمی کا بڑا ستون ہے، قرآن کریم نے مسلمانوں میں بھائی چارگی پیدا کی اور ایثار کرنے والوں کو کامیاب لوگ قرار دیا۔

نیز شریعت نے عفو ودرگذر کا سبق دیا جس کی وجہ سے انسان دوسروں سے تسامح اور اپنے حق سے دستبرداری اختیار کرتا ہے ظالم خواہ کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو بشرطیکہ مظلوم بدلہ اور انتقام پر قادر ہو اور زیادتی دین اور اسلام کے شعائر پر نہ ہو رہی ہو۔ ورنہ معاف کرنا ذلت ورسوائی اور عاجزی ہتھیار ڈالنے کے مترادف ہے۔ معاف کرنا اچھی عادت ہے اس کی ترغیب دی گئی ہے اسے محبت اور دوستی بڑھنے کا ذریعہ قرار دیا گیا ہے اسے نیک لوگوں کا وصف بتلایا گیا ہے۔

نیز اسلام نے جرأت اور بہادری کا سبق دیا جو کہ تقدیر پر یقین کامل کی دلیل ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سب سے کامل اور قوی ایمان والے تھے۔ آپ ﷺ کے بعد مختلف مواقع پر انہوں نے جرأت وبہادری کا اظہار کیا۔ حق کے پیش کرنے میں جرأت ایک عظیم جہاد ہے اعلائے کلمۃ اللہ اور کلمہ حق کیلئے شہید ہونے والے کو سید الشہداء قرار دیا گیا اور اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کی مدح سرائی کی ہے۔

Maktaba Tul Ishaat.com Scanned with CamScanner

④ دوسروں کے حقوق کی رعایت و پاسبانی کرنا: بچے کو معاشرے کے حقوق کی رعایت کرنے کا سبق دیا جائے۔ دوسروں کے حقوق میں والدین کے حقوق، رشتہ داروں کے حقوق، پڑوسیوں کے حقوق، اساتذہ کے حقوق، ساتھیوں کے حقوق اور بڑوں کے حقوق شامل ہیں۔

⑤ عمومی معاشرتی آداب کا پابند ہونا: بچے کو شروع سے ہی عمومی معاشرتی آداب کا عادی اور پابند بنایا جائے جس میں کھانے پینے کے آداب، سلام کے آداب، اجازت مانگنے کے آداب، مجلس کے آداب، بات چیت کے آداب، ہنسی مذاق کے آداب، ہمدردی کرنے کے آداب، بیمار پرسی اور عیادت کے آداب، تعزیت کے آداب، چھینک اور جمائی کے آداب شامل ہیں۔

⑥ نگرانی اور معاشرتی تنقید: بچے کی کردار سازی اور تربیت کے حوالے سے شروع سے ہی بچے کے معاشرے پر ضرورت کے مطابق وقتاً فوقتاً موقع بہ موقع تنقید و اصلاح کرتے رہنا چاہیے۔ اس سلسلہ میں بچے کے رائے عامہ کی حفاظت، بچے کو سلف صالحین کے کارناموں اور موقف کے ذریعے نصیحت کرنا شامل ہے۔

⑦ اہم معاشرتی حقوق:۔ اہم معاشرتی حقوق میں والدین کے حقوق، رشتہ داروں کے حقوق، پڑوسیوں کے حقوق، اساتذہ کے حقوق، ساتھیوں کے حقوق اور بڑوں کے حقوق شامل ہیں۔

بچے کو والدین کے ساتھ حسن سلوک، نیکی، اطاعت و فرمانبرداری، خدمت اور اچھے برتاؤ کا حکم دیں۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی رضامندی والدین کی رضامندی میں ہے۔ نیز والدین کے ساتھ نیکی کرنا جہاد فی سبیل اللہ سے مقدم ہے۔ قرآن کریم میں والدین کے لئے دعا کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ والدین کے دوستوں کا اکرام بھی والدین کے ساتھ حسن سلوک میں داخل ہے۔

بچے کو رشتے داروں کے ساتھ یعنی والدین کے والدین، بہن بھائی، چچا چچیاں، بہن بھائی کی اولاد، ماموں، پھوپھی، پھر وہ رشتے دار جن کا درجہ ان کے بعد ہے قریب سے قریب تر کے لحاظ سے ان سب کے ساتھ صلہ رحمی کا حکم دیا گیا ہے۔ صلہ رحمی اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان لانے کی علامت ہے اس سے عمر اور رزق میں برکت ہوتی ہے یہ بری موت سے بچاتی ہے، یہ مغفرت اور غلطیوں کا کفارہ ہے، اس سے حساب و کتاب آسان ہو جاتا ہے اور جنت ملتی ہے۔ بچے کو یہ فضائل ذہن نشین کرائیں تاکہ وہ رشتہ داروں سے محبت کرے اور اُن کے حقوق ادا کرے۔

بچے کو پڑوسی کے حقوق کی ادائیگی کی ترغیب دی جائے، پڑوسی سے ہر وہ شخص مراد ہے جو اوپر نیچے، دائیں بائیں چالیس گھر تک پڑوس میں رہتا ہو، پڑوسی کے حقوق چار قسم پر ہیں۔ اُس کو تکلیف اور ایذا نہ دے، اُس پر ظلم نہ کرے اور اُس کی حفاظت کرے، اُس کے ساتھ حسن سلوک کرے، اُس کی طرف سے ایذا اور سختی کو برداشت کرے۔

بچے کو استاد کے حقوق کی ادائیگی کا بھی عادی بنایا جائے جو استاد اور علماء کا حق نہ پہچانے اُسے آپ ﷺ نے اپنی جماعت سے خارج قرار دیا۔ اساتذہ کے ساتھ تواضع اختیار کرنے کا حکم دیا، اہل علم کا احترام نہ کرنے کو نفاق کی علامت قرار دیا۔ آپ ﷺ نے ایسے زمانے سے پناہ مانگی جس میں علماء کی قدر نہ کی جائے۔ اساتذہ کو عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھا جائے، انہیں کامل سمجھا جائے اُن کے حق کو پہچانا جائے، اُن کے ساتھ ادب و احترام سے بات کی جائے، ان کے فضل و مرتبے کا دل سے اعتراف کیا جائے، ان کے لئے دعا کی جائے، ان کے بچوں، رشتے داروں اور دوستوں کا خیال رکھا جائے، ان کے انتقال کے بعد ان کے لئے صدقہ و خیرات کیا جائے۔ اگر کوئی استاد سخت مزاج ہو تو اُسے بھی برداشت کیا جائے، ہر موقع پر خودی کو تصور وار بھیں اور اُس پر مدافعت کریں۔ استاد کے سامنے تواضع و احترام سے بیٹھیں۔

Scanned with CamScanner

بچے کے لئے اچھے ہم نشین و ساتھی منتخب کرنا بھی ضروری ہے اسلئے کہ بچے کے اخلاق، عادات اور کردار پر اس کا بہت اثر پڑتا ہے اور انسان کو ہمیشہ اپنے دوستوں سے ہی پہچانا جاتا ہے۔ اچھے دوست کو مشک والے کی مثل اور برے ساتھی کو بھٹی والے کی مثل قرار دیا گیا ہے۔ اچھے دوست اختیار کرنے اور برے ساتھیوں سے دور رہنے کا حکم دیا گیا ہے۔

بچے کو بڑوں کے حقوق کی ادائیگی کی ترغیب دی جائے۔ بڑے سے ہر وہ شخص مراد ہے جو عمر، علم، دین و تقویٰ، عزت و شرافت، قدر و منزلت میں بڑا ہو، اُن کا اکرام کیا جائے، اُن کا حق ادا کیا جائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا جو نوجوان کسی عمر رسیدہ کا اس کی عمر کی وجہ سے احترام کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے بڑھاپے میں اس کے اکرام کرنے والے پیدا فرماتا ہے۔ جو شخص بڑوں کی قدر و احترام نہیں کرتا وہ مسلمانوں میں سے نہیں۔ معاملات میں بڑے سے مشورہ لیا جائے، مجلس میں اُسے آگے بڑھایا جائے، ضیافت میں اُس سے ابتداء کی جائے، امامت، بات چیت اور دیگر معاملات میں بڑے کو آگے کیا جائے البتہ جماعت کی نماز میں عقل و سمجھ والوں کو مقدم کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

سوال نمبر ۱۱۱ ..... رفاقت و محبت کے اہم حقوق و بڑوں کے احترام کے دینی و معاشرتی آداب لکھیں۔ (الجیب۔ ص ۱۳۲، ۱۳۳)

خلاصۂ سوال ..... اس سوال کا حل دو امور ہیں (۱) رفاقت و محبت کے اہم حقوق (۲) بڑوں کے احترام کے متعلق دینی و معاشرتی آداب۔

جواب ..... **(۱) رفاقت و محبت کے اہم حقوق:۔** ① ملاقات کے وقت سلام کرنا: اس لئے کہ سلام کرنا باہمی محبت کا ذریعہ ہے اور سلام کرنے و کھانا کھلانے کو اسلامی آداب میں سب سے بہتر قرار دیا گیا ہے۔ ② بیمار پرسی اور عیادت کرنا: مسلمان کے مسلمان کے ذمے جو حقوق ہیں اُن میں بیمار پرسی، جنازے کے ساتھ جانا اور چھینک کا جواب دینا شامل ہیں۔ ③ یرحمک اللہ کے ذریعے چھینک کا جواب دینا۔ ④ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے ملنا: جو شخص اپنے مسلمان بھائی سے اللہ کی خوشنودی کے لئے ملتا ہے تو ایک منادی ندا دیتا ہے تم اچھے رہو تمہارا چلنا مبارک ہو تم نے جنت میں اپنا گھر بنالیا۔ جب کوئی مسلمان بھائی سے ملنے کسی دوسری بستی میں جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُس کے انتظار میں اُس بستی کے سرے پر ایک فرشتہ بٹھادیتے ہیں جو اسے اللہ تعالیٰ کا محبوب ہونے کی بشارت دیتا ہے۔ ⑤ سختی و پریشانی میں مدد کرنا: مسلمان اپنے مسلمان بھائی پر نہ ظلم کرتا ہے نہ اُسے بے یار و مددگار چھوڑتا ہے، اُس کی حاجت پوری کرنے کے درپے رہتا ہے۔ ⑥ مسلمان کی دعوت قبول کرنا: مسلمان کے مسلمان کے ذمے جو پانچ حقوق ہیں اُن میں دعوت قبول کرنا شامل ہے۔ ⑦ مختلف مواقع و مناسبات پر مبارکباد دینا: خوشی کے موقع پر اپنے مسلمان بھائی کو مبارکباد دینی چاہیے۔ حضرت کعب رضی اللہ عنہ کی توبہ قبول ہوئی تو حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے انہیں مبارکباد دی۔ ⑧ مختلف مواقع پر ہدیہ دینا: ہدیہ باہمی محبت پیدا کرنے اور حسد و بغض کو دور کرنے کا ذریعہ ہے۔

(۲) بڑوں کے احترام کے متعلق دینی و معاشرتی آداب:۔ ① حیاء: حیاء انسان کو برائی سے اور بڑوں کے حقوق میں کوتاہی سے روکتی ہے اور شرم و حیاء خیر ہی خیر کا باعث ہے۔ حیاء کو دین اسلام کا طرۂ امتیاز اور ایمان کا شعبہ قرار دیا گیا ہے۔ شرم و حیاء انسان کو زینت بخشتی ہے اور فحش گوئی ندامت و شرمندگی کا ذریعہ ہے۔

② آنے والے کے استقبال میں کھڑا ہونا: مہمان، مسافر، عالم یا بڑے کیلئے کھڑا ہونا چاہیے اور بچوں کو اُس کا حکم دینا چاہیے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کی آمد پر کھڑی ہو جاتیں، اپنی جگہ پر بٹھاتیں اور پیشانی چوما کرتیں۔ آپ ﷺ رضاعی والد اور والدہ کے لئے کھڑے ہوئے اور کپڑا بچھایا۔ البتہ جو کھڑا ہونے کی خواہش رکھتا ہو کہ لوگ اس کے لئے کھڑے ہوں اُس کے لئے کھڑا ہونا منع ہے۔ اسی طرح فاسق و فاجر کیلئے بھی کھڑا ہونا منع ہے۔

Maktaba Tul Ishaat.com Scanned with CamScanner

④ بڑوں کے ہاتھ چومنا: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ ﷺ کے دست مبارک چومتے تھے اسی طرح بعض صحابہ رضی اللہ عنہم سے بڑوں کے ہاتھ چومنا ثابت ہے، البتہ اس میں زیادہ غلو نہیں کرنا چاہیے اور کھڑا ہونے میں جھکیں نہیں تاکہ رکوع کی کیفیت پیدا نہ ہو۔

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۳۶ھ

الشق الاول ..... چند اہم عوامی معاشرتی آداب کی فہرست تلمبند کریں نیز ہر ایک کے تین تین آداب بھی لکھیں۔ (الحبیب ص ۳۳)

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال میں فقط عمومی معاشرتی آداب کی فہرست و آداب کی وضاحت مطلوب ہیں۔

الجواب ..... عمومی معاشرتی آداب کی فہرست و آداب کی وضاحت: بچے کو شروع سے ہی عمومی معاشرتی عادات کا عادی اور پابند بنایا جائے جس میں کھانے پینے کے آداب، سلام کے آداب، اجازت مانگنے کے آداب، مجلس کے آداب، بات چیت کے آداب، ہلکی مذاق کے آداب، مبارکباد دینے کے آداب، بیمار پرسی اور عیادت کے آداب، تعزیت کے آداب، چھینک اور جمائی کے آداب شامل ہیں۔

① کھانے پینے کے آداب میں ہاتھ دھونا، شروع میں بسم اللہ پڑھنا، آخر میں الحمد للہ پڑھنا، عیب نہ نکالنا، دائیں ہاتھ سے کھانا، اپنے سامنے سے کھانا، بغیر سہارے اور ٹیک کے کھانا، میزبان کیلئے دعا کرنا، بیٹھ کر کھانا، سونا چاندی کے برتن میں نہ کھانا، پیٹ کو خالی رکھ کر کھانا شامل ہے۔

② سلام کے آداب: سوار پیدل چلنے والے کو، چلنے والا بیٹھنے والوں کو، کم تعداد والے زیادہ تعداد والوں کو، چھوٹا بڑے کو سلام کرے۔ سلام کرنے میں پہل کرنی چاہیے۔ وضو کرنے والے، قضائے حاجت میں مشغول، کھانا کھانے والے، تلاوت کرنے والے، ذکر اللہ میں مشغول، خطبہ دینے والے تقریر کرنے و سبق پڑھانے والے اور اذان و اقامت کہنے والے کو سلام کرنا مکروہ ہے اگر کسی نے سلام کر لیا تو اس کا جواب دینا لازم نہیں۔

③ اجازت مانگنے کے آداب: جو بچے ابھی بالغ نہ ہوئے ہوں وہ داخلہ کے لئے ان تین اوقات (رات کو عشاء کے بعد سوتے وقت، فجر سے پہلے، دوپہر کے قیلولہ کے وقت) میں اجازت لے کر داخل ہوں۔ کیونکہ ان اوقات میں انسان اپنے گھریلو لباس میں ملبوس ہو سکتا ہے ممکن ہے کہ وہ خود یا اس کی بیوی کسی ایسی کیفیت میں ہوں جس پر بچوں کا مطلع ہونا ناپسند ہے، جو بچے قریب البلوغ ہوں یا بالغ ہو چکے ہوں انہیں ان اوقات کے علاوہ دیگر اوقات میں بھی اجازت طلب کر کے ہی اندر آنا چاہیے۔

اجازت طلب کرتے وقت اپنا نام، کنیت یا لقب ذکر کرنا چاہیے۔ اجازت تین مرتبہ طلب کرنی چاہیے، اگر پھر بھی اجازت نہ ملے تو واپس چلا جائے۔ دوسری مرتبہ اجازت طلب کرنے میں اتنا وقفہ کرنا چاہیے کہ اگر صاحب خانہ نماز میں ہو تو وہ مکمل کر لے، دروازہ زیادہ زور سے نہ کھٹکھٹائیں خصوصاً جب کسی استاد، بزرگ یا والد کے دولت کدے پر اجازت طلب کی جائے۔ اگر صاحب خانہ اجازت نہ دے تو واپس لوٹ جانا چاہیے تنگدل نہیں ہونا چاہیے۔

⑤ مجلس کے آداب: بچوں کو تعلیم دی جائے کہ مجلس میں جس سے ملیں مصافحہ کریں جب دو مسلمان ملتے اور مصافحہ کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کرتے ہوئے اس سے مغفرت طلب کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان دونوں کی مغفرت فرما دیتے ہیں۔ صاحب خانہ جس جگہ بٹھانا چاہے وہاں بیٹھ جائے، اگر لوگ صف میں بیٹھے ہوں تو صف میں بیٹھنا چاہیے، درمیان میں نہیں بیٹھنا

Scanned with CamScanner

چاہیے۔ صف کے درمیان میں بیٹھنے والے پر لعنت وارد ہوئی ہے البتہ اگر مجلس میں جگہ تنگ ہو تو بیٹھ سکتے ہیں۔ دو شخصوں کے درمیان اُن کی اجازت کے بغیر بیٹھنا گناہ ہے۔ مجلس میں جہاں جگہ ملے وہیں بیٹھ جائے البتہ آنے والا شخص عالم یا ذی وجاہت ہو تو حاضرین کو چاہیے کہ اُسے مناسب جگہ پر بٹھائیں۔ مجلس میں اگر تین افراد ہوں تو دو افراد کو باہمی سرگوشی نہیں کرنی چاہیے تاکہ تیسرے کی دل شکنی نہ ہو۔ البتہ اگر تین سے زائد افراد ہوں تو پھر دو افراد باہمی سرگوشی کر سکتے ہیں۔ اگر کوئی شخص مجلس سے کسی کام کے لئے اُٹھے تو وہ واپسی پر اپنی جگہ کا زیادہ حق دار ہے۔ مجلس سے اٹھتے وقت اجازت طلب کرنی چاہیے اور مجلس کے کفارہ کی دعا (سبحانك اللهم وبحمدك اشهد ان لا اله الا انت واستغفرك ونتوب اليك) پڑھنی چاہیے۔

⑤ بات چیت کے آداب: صحیح زبان میں گفتگو کریں، خصوصاً فصیح و بلیغ عربی زبان جو قرآن کریم، رسول اللہ ﷺ، اسلام کے جانثاروں اور اہل جنت کی زبان ہے، بات چیت آرام سے کرنی چاہیے تاکہ سننے والا سمجھ سکے، بات چیت میں تکلف ممنوع ہے، بات چیت لوگوں کی عقل و سمجھ و عمر کے مطابق کرنی چاہیے، گفتگو کرنے والے کی طرف ہمہ تن متوجہ رہنا چاہیے، بات چیت کرنے والے کو سب کی طرف توجہ دینی چاہیے تاکہ ہر شخص یہی سمجھے کہ وہ مخاطب ہے۔

⑥ ہنسی مذاق کے آداب: حقیقت اور واقعیت کے ساتھ دل لگی، خوش طبعی، شیریں کلامی، ضرب الامثال اور پُر حکمت باتوں کا امتزاج بڑا بھلا معلوم ہوتا ہے۔ خوش اخلاقی سے لوگوں کو اپنا گرویدہ بنانا بڑی عمدہ صفت ہے جو دعوت و تبلیغ کے سلسلہ میں بڑی معاون ہے۔ البتہ ہنسی مذاق میں اسلامی حدود اور دین کے دائرے کا خیال رکھنا چاہیے۔ زیادہ ہنسی مذاق سے دل مردہ ہو جاتا ہے اور آپس میں عداوت پیدا ہوتی ہے، چھوٹا بڑے پر جری ہو جاتا ہے، رعب کم ہو جاتا ہے۔ مذاق میں بھی کسی کو ایذاء یا تکلیف نہیں دینی چاہیے، کسی کی توہین و تذلیل نہیں کرنی چاہیے اسلئے کہ یہ سب امور ممنوع ہیں۔ ہنسی مذاق میں جھوٹ اور خلاف واقعہ بات سے بچنا چاہیے۔ کسی کے سامنے جھوٹی بات اس طرح کرنا کہ وہ سچ سمجھے یہ بہت بڑی خیانت ہے۔

⑦ مبارکباد دینے کے آداب: مسلمان کو مبارکباد دینا، اُس کے ساتھ نرم برتاؤ کرنا، اُس کو خوش کرنا اسلام کی نظر میں بہت بڑی نیکی اور فرائض کی ادائیگی کے بعد اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب عمل اور جنت تک پہنچانے کا ذریعہ ہے۔ مسلمان بھائی کو خوش کرنا مغفرت کا ذریعہ ہے۔ بچے کی پیدائش پر کہے کہ اللہ تعالیٰ بچے کو مبارک کرے، والدین کا فرمانبردار اور نیک بنائے اور جوانی کو پہنچائے، جس کو مبارکباد دی جائے وہ یوں کہے اللہ تعالیٰ آپ کو بھی مبارک کرے، اپنی برکتوں سے نوازے اور آپ کو بھی اس جیسی نعمت سے نوازے۔ سفر سے واپس آنے والے سے کہے کہ اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اُس نے آپ کو محفوظ رکھا، کامیاب و کامران رکھا اور اکرام فرمایا، جہاد سے واپس آنے والے سے کہے کہ تمام تعریفیں اُس ذات کے لئے جس نے آپ کی مدد کی، آپ کو عزت دی، آپ کا اکرام کیا، آپ کی حفاظت کی، آپ کو کامیاب و کامران فرمایا۔ حج سے واپس آنے والے سے کہے اللہ تعالیٰ آپ کا حج قبول فرمائے، گناہوں کو معاف فرمائے اور آپ کو اخراجات کا نعم البدل عطا فرمائے۔ شادی پر یوں مبارکباد دے اللہ تعالیٰ تم پر برکتیں نازل فرمائے، تم دونوں کو خیر و عافیت کے ساتھ اکٹھا رکھے، مبارکباد میں ایسے کلمات استعمال نہ کئے جائیں جو غیر مسلموں کے ہاں استعمال ہوتے ہیں۔ مبارکباد دینے کے ساتھ ہدیہ پیش کرنا بھی مستحب ہے۔

⑧ بیمار پرسی اور عیادت کے آداب: بچوں کو دوسروں کے درد اور غم میں شریک ہونے کا عادی بنائیں، بیمار کی عیادت کا پابند بنائیں تاکہ وہ محبت، ایثار اور ہمدردی کے عادی بنیں۔ مسلمان پر مریض کی عیادت کرنے کا حق لازم ہے۔ بیمار پرسی پر جنت ملتی ہے۔ اگر مرض خطرناک ہو تو فوری عیادت کرے اور عام بیماریوں میں تین دن گزرنے کے بعد عیادت کرے، مریض کے پاس

Maktaba Tul Ishaat.com Scanned with CamScanner

اُس کی مرضی کے بغیر زیادہ دیر تک مریض کے پاس جا کر اُس کے لئے دعا کرے، بیمار کے اہل وعیال سے بیمار کی کیفیت پوچھتے رہنا چاہیے، بیمار پرسی کے وقت بیمار کے سرہانے بیٹھیں، بیمار اگر جان کنی کے عالم میں ہو تو لا الہ الا اللہ کی تلقین کریں۔

① تعزیت کے آداب: تعزیت سے غم کم ہو، مصیبت جھیلنا آسان ہو جاتا ہے، جو شخص مصیبت پر اپنے مسلمان بھائی سے تعزیت کرے اللہ تعالیٰ اُسے اعزاز واکرام کا جوڑا پہنائیں گے۔ تعزیت کرنے والے کو بھی اس مصیبت زدہ کے برابر اجر وثواب ملتا ہے۔ میت کے گھر والوں کیلئے کھانے کا بندوبست کیا جائے۔ ورثاء کو صبر کی تلقین کی جائے، مصائب پر صبر سے متعلق آیات واحادیث سنائی جائیں، میت پر غم وملال کا اظہار کریں، اُس کے مناقب بیان کریں، اگر وہاں کوئی خلاف شریعت کام ہو تو بہتر انداز میں اس پر نکیر کریں۔

② چھینک اور جمائی کے آداب: چھینک آئے تو الحمدللہ یا الحمدللہ رب العالمین یا الحمدللہ علی کل حال کہنا چاہیے، سننے والے کو یرحمک اللہ کہنا چاہیے، چھینکنے والے کو جواب میں یھدیکم اللہ ویصلح لکم یا یغفر اللہ لنا ولکم کہنا چاہیے۔ چھینک کے وقت منہ پر ہاتھ یا رومال رکھنا چاہیے۔ اگر کسی کو تین مرتبہ سے زیادہ چھینک آئے تو اُس کا جواب دینا ضروری نہیں کیونکہ وہ نزلہ زکام کا مریض ہے اس کیلئے دعا کرنی چاہیے۔ جوان اجنبی عورت کی چھینک کا جواب نہیں دینا چاہیے۔

جمائی کو حتی الامکان روکا جائے، اللہ تعالیٰ کو چھینک پسند اور جمائی ناپسند ہے کیونکہ یہ شیطانی اثر سے آتی ہے اس پر آواز نکالنے سے شیطان خوش ہوتا ہے۔ جمائی آئے تو منہ پر ہاتھ رکھنا چاہیے تاکہ شیطان داخل نہ ہو۔ جمائی کے وقت آواز بلند کرنا منع ہے۔ جمائی کے وقت اگر رسول اللہ ﷺ کے جمائی نہ آنے کا تصور کر لیا جائے تو جمائی رُک جاتی ہے۔

[illegible] ..... جنسی تربیت کی ذمہ داری کا خلاصہ بیان کریں۔ نیز اجازت طلب کرنے کے آداب تحریر کریں۔ (الجواب ص ۱۰۲)

خلاصۂ سوال: ..... اس سوال میں دو امور مطلوب ہیں۔ (۱) جنسی تربیت کی ذمہ داری (۲) اجازت طلب کرنے کے آداب۔

الجواب: ..... ① جنسی تربیت کی ذمہ داری: جب بچہ ان معاملات کو سمجھنے کے قابل ہو جائے جو جنس سے متعلق ہیں تو بچے کو یہ امور سمجھا دیئے جائیں تاکہ جب وہ جوان ہو تو حلال وحرام سے واقف ہو، اسلام کے ممتاز آداب اور اُمور اُس کی عادت بن جائیں اور وہ شہوت رانی اور آزادی کی راہ میں نہ بھٹکے۔

سات سے دس سال کی عمر میں بچے کو کسی کے گھر جانے کی صورت میں اجازت طلب کرنے اور ادھر اُدھر دیکھنے کے آداب سکھائیں، دس سے چودہ سال کی عمر میں اُسے جذبات بھڑکانے والی چیزوں سے دور رکھیں، چودہ سے سولہ سال کی بلوغ کی عمر میں اگر اُس کی شادی کی تیاری ہو تو اُسے جنسی روابط کے آداب سکھائیں، جوانی میں اگر اس کی فوری شادی نہ کر سکیں تو اسے پاکدامنی کے آداب باور کرائیں۔

② اجازت طلب کرنے کے آداب: بچوں کو اُن اوقات میں گھر والوں کے پاس جاتے وقت اجازت طلب کرنے کے اصول بتلائیں جن میں مرد وعورت ایسی حالت میں ہوتے ہیں جس میں کسی چھوٹے بچے کو بھی سامنے نہیں آنے دینا چاہتے اور یہ ناپسند کرتے ہیں کہ بچے اُن پر مطلع ہوں۔ بچہ جب بالغ ہو جائے تو اُسے ان اوقات کے علاوہ بھی اجازت طلب کر کے داخل ہونا چاہیے تاکہ اُس کی ایسی تربیت ہو کہ وہ شرم وحیاء کا پتلا، بہترین معاشرتی کردار اور شاندار اسلامی آداب کا مالک ہو تاکہ وہ جوانی میں بھی عمدہ اخلاق اور جمیل تعریف کار ناموں کی عمدہ مثال بنے۔ اگر اُس نے بلا اجازت اچانک گھر میں داخل ہو کر والدین کو جنسی فعل کی حالت میں دیکھ لیا تو اُس کا ذہن خراب ہوگا اور ممکن ہے کہ اُسے بھی صنف نازک کی طرف میلان ہو یا وہ اپنے ساتھیوں کے سامنے وہ

کیفیت بیان کرے جو انحراف اور فساد کا باعث ہے لہٰذا بچوں کو گھر میں داخل ہوتے وقت اجازت طلب کرنے کے آداب سکھائیں۔

﴿الورقة الخامسة: في التربية﴾

﴿السوال الاول﴾ ۱۴۳۷ھ

السوال الاول ..... محارم، مگیتر، بیوی، اجنبی عورت، عورت کے عورت، کافرہ کے مسلمان عورت، بے ریش لڑکے، عورت کے اجنبی مرد، چھوٹے بچے کے مستور جسم اور ضرورت و مجبوری میں دیکھنے کے آداب اختصار سے تحریر کریں۔ (کفایۃ الحبیب۔ ص ۱۵۳)

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال میں فقط مذکورہ دیکھنے کے آداب مطلوب ہیں۔

الجواب ..... دیکھنے کے آداب:۔ محارم: وہ مرد و عورت کہلاتے ہیں جن سے ہمیشہ کے لئے نکاح حرام ہو۔ نسب کی وجہ سے سات عورتیں مرد پر حرام ہیں۔ ماں، بیٹی، بہن، پھوپھی، خالہ، بھتیجی، بھانجی۔ رشتۂ ازدواج کی وجہ سے چار عورتیں حرام ہیں۔ والد کی بیوی، بیٹے کی بیوی، بیوی کی والدہ، بیوی کی بیٹی۔ دودھ پینے کی وجہ سے دودھ پلانے والی عورت، اُس کی ماں، دودھ پینے میں شریک بہنیں حرام ہیں۔ لہٰذا نسب کی وجہ سے جو عورتیں حرام ہیں وہ رضاعت کی وجہ سے بھی حرام ہیں۔

مرد کے لئے محرم عورت کا سینہ سے اوپر اور گھٹنوں سے نیچے کا حصہ دیکھنا جائز ہے بشرطیکہ مرد و عورت شہوت و نفسانی خواہش سے محفوظ ہوں۔ اگر شہوت کا خطرہ ہو تو پھر احتیاط ان کو بھی نہ دیکھا جائے لہٰذا محرم کے سر، سر کے بال، گردن، سینہ کے اوپر کا حصہ، کان، بازو، پنڈلی، قدم اور چہرہ دیکھا جا سکتا ہے۔

مگیتر: مگیتر کو حدود و آداب کے دائرے میں خلوت کے بغیر دیکھنے کی اجازت ہے جبکہ نکاح کا پکا ارادہ ہو اور صرف چہرہ و ہاتھ دیکھنا جائز ہے، مجلس میں بات بھی کر سکتے ہیں البتہ مصافحہ کی اجازت نہیں۔

بیوی بیوی کے جسم کے ہر حصہ کو شہوت کے ساتھ اور شہوت کے بغیر دیکھا جا سکتا ہے۔ البتہ اولیٰ یہ ہے کہ شرمگاہ کو نہ دیکھا جائے۔

اجنبی عورت: اجنبیہ کی طرف دیکھنا ناجائز ہے اس لئے کہ بدنظری شیطان کا زہریلا تیر ہے اور اگر کبھی نگاہ پڑ بھی جائے تو نظر ہٹا لینی چاہیے۔ نیز بدنظری آنکھوں کا اور نامحرم کی آواز سننا کانوں کا زنا ہے۔ اور اجنبیہ وہ عورت ہے جس سے نکاح جائز ہو جیسے چچازاد، پھوپھی زاد، ماموں زاد، خالہ زاد بہن، بھابھی، چچی، ممانی، سالی، بیوی کی چچی اور پھوپھی۔

عورت کا عورت کو دیکھنا: عورت کے لئے عورت کے ناف سے گھٹنے تک کے جسم کو دیکھنا جائز نہیں خواہ قریبی رشتے دار ہو یا دور کی، مسلمان ہو یا کافر ہو، خواہ ماں بیٹی، بہن، پڑوسن یا سہیلی ہو کیونکہ اس حصے کو دیکھ کر سفلی جذبات میں گرفتار ہونے اور حرام کاری کی طرف راغب ہونے کا اندیشہ ہے۔

کافرہ کا مسلمان عورت کو دیکھنا: کسی مسلمان عورت کا کافرہ کے سامنے اپنے حسن و جمال کا اظہار یا جسم کے کسی حصے کا کھولنا جائز نہیں صرف ہاتھ، پاؤں اور چہرہ کھول سکتی ہے، بدکار عورتوں کے سامنے جانے کا بھی یہی حکم ہے۔

بے ریش لڑکے کو دیکھنا: چودہ پندرہ سال کے بے ریش لڑکے کو خرید و فروخت، لین دین، علاج معالجہ، تعلیم و تعلم وغیرہ ضروریات کی بنا پر دیکھ سکتے ہیں البتہ اُسکے حسن و جمال سے لطف اندوزی کیلئے دیکھنا حرام ہے اس سے جذبات بھڑکتے ہیں جو فتنے کا ذریعہ ہیں۔

عورت کا اجنبی مرد کو دیکھنا: مسلمان عورت راستے میں چلتے ہوئے یا جائز قسم کے کھیل یا کاروبار میں مشغول مرد کو دیکھ سکتی ہے

Maktaba Tul Ishaat.com Scanned with CamScanner

البتہ اگر دونوں ایک جگہ ہوں یا فتنے کا خوف ہو تو عورت کا بھی مرد کی طرف دیکھنا حرام ہے۔

چھوٹے بچے کا مستور جسم دیکھنا چار سال سے کم عمر بچہ یا بچی کا جسم ستر کے حکم میں نہیں، چار سال کے بعد شرمگاہ اور اس کے اطراف مستور جسم کے حکم میں ہیں اور جب بچہ یا بچی میں شہوت کو سمجھ جائے تو اس کا ستر بالغ کی طرح ہے۔

ضرورت و مجبوری میں دیکھنا جیسے خواہ مخواہ صورت ہی کیوں نہ ہو تب بھی بلا شہوت بھی دیکھنا منع ہے البتہ چند صورتیں مستثنیٰ ہیں ① شادی کی نیت سے دیکھنا اس کا حکم گزر چکا ہے۔ ② تعلیم کی غرض سے دیکھنا اجنبی عورت کے غیر آماستہ وغیر مزین چہرے کو بھی تعلیم کی غرض سے قصداً دیکھنا جائز نہیں ہے پردے کے پیچھے سے پڑھا سکتے ہیں۔ ③ علاج کی غرض سے دیکھنا ضرورت کی وجہ سے معالج اجنبی عورت کے علاج والے مقام کو دیکھ سکتا ہے بشرطیکہ وہ نیک دین دار شریف اور صاحب علم و فن ہو اور عورت کے اتنے ہی حصے کو کھول کر دیکھے جتنے کی ضرورت ہو۔ ④ گواہی یا قانونی فیصلے کے لئے دیکھنا۔ قاضی یا گواہوں کے لئے اجنبیہ کے چہرے اور ہاتھوں کو دیکھنا جائز ہے اس لئے کہ اس کے ذریعے حق کا اثبات اور ظلم کو دور کرنا مقصود ہے لیکن یہ اس وقت ہے جب نقاب ہٹائے بغیر عورت کی شناخت نہ ہو سکتی ہو۔

سوال نمبر ۱۰۱ بچوں کو جنسی جذبات ابھارنے والی چیزوں سے دور رکھنے کی ذمہ داری پر جامع نوٹ لکھیں۔ (الجواب۔ ص ۱۸۱)

خلاصہ سوال اس سوال میں فقط بچوں کو جنسی جذبات ابھارنے والی چیزوں سے دور رکھنے کی ذمہ داری پر جامع نوٹ مطلوب ہے۔

جواب بچوں کو جنسی جذبات ابھارنے والی چیزوں سے دور رکھنے کی ذمہ داری پر جامع نوٹ:۔ بچے کو ان تمام چیزوں سے دور رکھیں جو جنسی جذبات ابھارنے اور اخلاق بگاڑنے کا ذریعہ ہیں۔ بلوغت کے قرب کا زمانہ زندگی کا خطرناک دور ہوتا ہے اس میں بچے کو شہوانی خواہشات ابھارنے اور جذبات بھڑکانے والی چیزوں سے دور رکھنے کا حکم ہے۔ اس عمر کے بچے کو عورتوں کے پاس نہیں جانے دینا چاہیے اس لئے کہ اس عمر میں شہوت انگیز مناظر کی وجہ سے بچے کے دل میں شہوانی خیالات کروٹیں لینے لگتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ کا چہرہ دوسری طرف پھیر دیا تھا جب وہ قریب البلوغ تھے۔

بچے کو جنسی جذبات ابھارنے والی چیزوں سے دور رکھنے کے سلسلہ میں دو ذمہ داریاں ہیں۔

① داخلی نگرانی: اس سے مراد یہ ہے کہ بچہ کو ہر اس چیز سے بچائے جو جنسی جذبات مشتعل کر سکتی ہو اور اسے بتلائے کہ راحت و آرام اور سونے کے اوقات میں بلا اجازت گھر میں داخل نہ ہو، اجنبی عورتوں کے پاس جانے سے روکا جائے، دس سال کی عمر کے بعد بہن بھائیوں کے بستر الگ کئے جائیں، ٹیلیویژن، سینما وغیرہ سے بچایا جائے، ننگی تصاویر، فحش رسالے، عشقیہ ناول پڑھنے کی اجازت نہ دی جائے۔ اس کے کمرے، بستر اور بستے کی تلاشی لی جائے۔ اسے رشتے دار لڑکیوں اور پڑوسنوں سے دور رکھا جائے۔

② خارجی نگرانی: خارجی نگرانی وہ دیکھ بھال ہے جو اخلاق خراب کرنے والے بے شمار وسائل سے بچے کی حفاظت ضروری ہے۔ خارجی طور پر بچے کو سینما، تھیٹر، ڈرامے اور جنسی جذبات برانگیختہ کرنے والے مناظر سے دور رکھا جائے۔ شرمناک، عریاں لباس پہننے والی عورتیں لڑکوں اور جوانوں کو اپنی طرف مبذول کرتی ہیں جن کا مقصد فتنہ انگیزی اور دوسروں کے جذبات ابھارنا ہوتا ہے ان لباسوں کی وجہ سے کتنی ہی عورتیں بے آبرو ہوتی ہیں اور کتنی ہی عورتیں حرام کاری میں لگتی ہیں اس وجہ سے بچوں کو عریاں لباس پہننے والی عورتوں کی طرف دیکھنے سے باز رکھا جائے۔ کھلا اور پوشیدہ قحبہ خانوں اور زنا کے اڈوں سے بچوں کی حفاظت کی جائے اس لئے کہ وہاں ایسے لوگ موجود ہوتے ہیں جن میں شرافت، غیرت اور حمیت نام کی کوئی چیز نہیں ہوتی۔ فحش مناظر، بری صحبت اور مرد و زن کے باہمی اختلاط سے خصوصاً بچے کا خیال رکھا جائے۔

السوال الثانی ۱۴۳۷ھ

السوال الاول ..... بچے کے اخلاق درست کرنے والے وسائل کی تفصیل تحریر کریں۔ (نکتہ الحبیب۔ ص ۱۹۰)

خلاصۂ سوال ..... اس سوال میں فقط بچے کے اخلاق درست کرنے والے وسائل کی تفصیل مطلوب ہے۔

جواب ..... **بچے کے اخلاق درست کرنے والے وسائل کی تفصیل:** اگر بچہ اخلاقی طور پر درست اور جنسی طور پر اپنے تاثر میں ہو تو وہ پاکبازی، عفت، روحانیت اور تقویٰ میں مثال و نمونہ بنے گا۔ اخلاق درست کرنے والے وسائل درج ذیل ہیں۔

① ذہن سازی: اگر بچہ کو شروع سے ہی معاشرتی فساد، اخلاقی آزادی، معاشرے میں پھیلی ہوئی بے حیائی، غیر مسلموں کی استعماری سازشوں کا تجزیہ باور کرایا جائے تو بڑا ہو کر اس میں اتنی پختگی و سمجھ پیدا ہو چکی ہوگی جو اسے شہوات میں پھنسنے سے روک دے گی۔ لہٰذا یہود و ماسونیت، استعمار و نصرانیت، شیوعیت، عمرزائیت، کمیونزم اور مادی مذاہب یہ سب ایک دوسرے کے ہم پیالہ و ہم نوالہ دوست ہیں، یہ سب مختلف راستوں سے اسلامی معاشرے کو ختم کرنا چاہتے ہیں لہٰذا بچوں کو ان فتنوں اور سازشوں سے باخبر رکھیں۔

② ڈرانا اور تنبیہ کرنا: بچے کو حرام سے روکنے اور فواحش سے باز رکھنے کے لئے سب سے کامیاب ترین وسیلہ ڈرانا اور تنبیہ کرنا ہے۔ اس سے بچے کے سامنے ان خطرات کی حقیقی صورت سامنے آئے گی جو شہوات کے سیلاب میں بہنے، آزادی و اباحیت کے جال میں پھنسنے کا لازمی اثر ہے۔ قرآنی آیات اور احادیث کی بیان کردہ تنبیہات و وعیدات بچے کو سنائی جائیں۔ دنیا و آخرت کے نقصانات اس کے سامنے بیان کئے جائیں تاکہ وہ حرام کاری اور فواحش سے بچا رہے۔

③ ربط و تعلق: بچہ اگر عقل و سمجھ کی عمر کو پہنچتے ہی اعتقادی رابطے سے مضبوطی سے منسلک ہو، روحانی، فکری، تاریخی اور معاشرتی رابطے سے مربوط ہو تو وہ واقعتاً ایمان اور تقویٰ میں بڑھے رہے گا، اس کے پاس عقیدۂ ربانی کی ایسی قوت ہوگی جس کی وجہ سے وہ خواہشات پر قابو پا کر ہدایت و صراطِ مستقیم پر گامزن رہے گا۔ اس لئے بچے کا رابطہ عقیدہ سے مضبوط کرنا چاہیے، عبادت سے وابستہ رکھنا چاہیے، کسی مرشد و بزرگ سے اس کا تعلق جوڑنا چاہیے، اچھی صحبت اسے مہیا کی جائے، دینی کام کرنے والوں، ذکر و مراقبہ کرنے والوں سے اس کا رابطہ جوڑا جائے۔

السوال الثانی ..... بچے کے بالغ ہونے سے قبل و بعد کے احکام بالاختصار تحریر کریں۔ غسل کے فرائض، سنتیں اور غسل کا طریقہ تحریر کریں۔

خلاصۂ سوال ..... اس سوال میں دو امور مطلوب ہیں۔ (۱) بچے کے بالغ ہونے سے قبل و بعد کے احکام (۲) غسل کے فرائض، سنتیں اور غسل کا طریقہ۔ (نکتہ الحبیب۔ ص ۱۹۶، ۱۹۷)

جواب ..... ① **بچے کے بالغ ہونے سے قبل و بعد کے احکام:** بچہ جب سمجھدار ہو جائے تو اسے شرعی احکام سکھائے جائیں، دینی تعلیم میں لڑکا اور لڑکی دونوں برابر ہیں اور دونوں شرعاً مکلف ہیں، بالغ ہونے پر بتایا جائے کہ انزال یا احتلام کی صورت میں غسل واجب ہے، جب احتلام یا انزال ہو جائے تو غسل کرے، بچی ہے تو پردہ کرے، تمام فرائض ادا کرے، یہ مسائل نہ بتلانے کی وجہ سے لڑکیاں طویل عرصہ تک ناپاک ہی رہتے ہیں اور اسی حالت میں نماز پڑھ لیتے ہیں جو سخت گناہ ہے۔

بچہ یا بچی کو اگر احتلام یاد ہو لیکن جاگنے کے بعد جسم یا کپڑے پر منی وغیرہ نظر نہ آئے تو اس پر غسل واجب نہیں۔

جاگنے کے بعد اگر کپڑوں پر منی نظر آئے اور احتلام یاد نہ ہو تو غسل واجب ہے۔

Maktaba Tul Ishaat.com Scanned with CamScanner

مرد یا عورت میں سے کسی کو شہوت سے انزال ہو جائے تو غسل واجب ہے۔

عضو تناسل کا سرا اگلے یا پچھلے حصہ میں جانے سے غسل واجب ہے خواہ انزال ہو یا نہ ہو۔

حیض ونفاس کے ختم ہونے پر عورت پر غسل فرض ہے۔

غسل کے فرائض، سنتیں اور غسل کا طریقہ:۔ فرائض: منہ اور ناک میں پانی ڈالنا اور تمام بدن کا ایک مرتبہ دھونا غسل کے فرائض میں شامل ہے۔ جن چیزوں کے دھونے میں مشقت ہو جیسے آنکھ کا اندرونی حصہ اُن کا دھونا فرض نہیں لیکن جن کے دھونے میں مشقت نہ ہو اُن کا دھونا ضروری ہے جیسے منہ اور ناک کا اندرونی حصہ۔

سنتیں وطریقہ: سب سے پہلے ہاتھ اور شرمگاہ دھوئے اور جسم پر موجود نجاست دور کرے پھر وضو کرے اور پھر تمام بدن پر تین مرتبہ پانی بہائے۔ مرد کے سر پر چوٹی ہو تو اسے کھول دے، عورت کیلئے بالوں کا کھولنا ضروری نہیں البتہ بالوں کی جڑوں تک پانی پہنچانا فرض ہے۔ نیت کرنا، بسم اللہ پڑھنا، مسواک کرنا، داڑھی اور انگلیوں کا خلال کرنا اور جسم کو ملنا مستحبات وسنن میں سے ہے۔

اگر کسی پر غسل واجب ہو اور پانی نہ ملے یا پانی کے استعمال سے بیماری بڑھنے، ہلاک ہونے یا دشمن کا خوف یا پیاس سے مرنے کا ڈر ہو تو ایسی صورت میں تیمم کر سکتے ہیں۔

السوال الثالث ۱۴۳۷ھ

السؤال الاول ..... شادی وجنسی تعلقات سے متعلق اسلامی رائے تحریر کریں۔ شادی کا نظام مقرر کرنے کی وجوہات تحریر کریں۔

خلاصۂ سوال ..... اس سوال میں دو امور توجہ طلب ہیں۔ (۱) شادی وجنسی تعلقات سے متعلق اسلامی رائے (۲) شادی کا نظام مقرر کرنے کی وجوہات۔ (مکتبہ الحبیب۔ ص ۱۶۸، ۱۷۰)

الجواب ..... **شادی وجنسی تعلقات سے متعلق اسلامی رائے:۔** اللہ تعالیٰ نے انسان میں بے شمار خواہشات کے ساتھ ایسے جذبات بھی پیدا کئے جو انسان کی نسل کو باقی رکھیں اور ایسے احکام وقوانین نازل فرمائے جو اُن خواہشات وجذبات کی حاجت روائی، اُن کے نمو وبقاء کے ضامن ہیں۔ چنانچہ شادی کا نظام مقرر کیا جو درحقیقت اُس کی فطری خواہش کی تکمیل ہے۔ شادی کی غرض یہ ہے کہ انسان کے جذبات وخواہشات کو پورا کیا جائے تاکہ کوئی شخص اپنی فطری حدود سے نہ پھلانگے اور غیر فطری وغلط راستے پر چلنے کی کوشش نہ کرے۔ دین اسلام نے عبادت کے لئے فراغت اور اللہ کا قرب حاصل کرنے کیلئے شادی سے اعراض کو حرام قرار دیا۔ شادی پر قدرت اور اسباب کے موجود ہونے کی صورت میں رہبانیت سے سختی سے منع کیا، شادی اور ہمبستری کو اعمالِ صالحہ میں شمار کیا اور اس پر اجر کا وعدہ کیا، عورت سے خواہش پوری کرنے پر صدقے کا اجر عطاء کیا۔

شادی کا نظام مقرر کرنے کی وجوہات:۔ شادی بے شمار دینی ومعاشرتی مصلحت وخوبیوں سے مزین ہے، شادی کے فوائد میں نسب کی حفاظت، معاشرے کا اخلاقی بے راہ روی سے محفوظ رہنا، میاں بیوی کا مل کر خاندان کی ذمہ داری اٹھانا، معاشرے کا بہت سی بیماریوں اور آفات سے محفوظ رہنا، نفسیاتی اور روحانی سکون کا ملنا، نیک وصالح اولاد کا پیدا ہونا شامل ہے۔ لہٰذا بچے کو بے راہ روی سے بچانے کیلئے شادی میں اس کی معاونت کی جائے، شادی پر خرچ کرنے کی وجہ سے آپ کو اجر ملے گا اور عزت وآبرو بھی محفوظ ہوگی۔

السؤال الثانی ..... شادی کی قدرت نہ رکھنے والوں کی عفت وپاکدامنی کے لئے راہنما اصول تحریر کریں۔ (مکتبہ الحبیب۔ ص ۱۷۳)

Scanned with CamScanner

﴿خلاصہ سوال﴾.....اس سوال میں فقط شادی کی قدرت نہ رکھنے والوں کی عفت و پاکدامنی کے لئے راہنما اصول مطلوب ہیں۔

الجواب..... شادی کی قدرت نہ رکھنے والوں کی عفت و پاکدامنی کے لئے راہنما اصول:۔ مال، دنیاوی خوش بختی و کامیابی کی بنیاد اور زندگی کی اصل ہے، مال سے سب عقدے کھلتے اور ہر رکاوٹ دور ہوتی ہے۔ بسا اوقات مال ہی کو سب کچھ سمجھا جاتا ہے اور صاحب علم و اخلاق کی کوئی پرواہ نہیں کی جاتی لیکن اگر کسی نوجوان کے پاس مال نہ ہو اور وہ شادی نہ کر سکے تو اس کی عفت اور پاکدامنی کے لئے درج ذیل اصول ہیں۔

① نفلی روزے رکھنا: اس لئے کہ یہ خواہش نفس کو ختم کرتے ہیں ② جنسی جذبات بھڑکانے والی چیزوں سے دور رہنا ③ فارغ اوقات کو مفید مشاغل میں صرف کرنا ④ اچھی صحبت اختیار کرنا ⑤ طبی معلومات حاصل کرنا ⑥ اللہ تعالیٰ کا خوف و ڈر مدنظر رکھنا، ان سب امور کا خلاصہ دو چیزیں ہیں۔

(۱) ممنوع و حرام چیزوں سے نگاہ پست رکھنا اور نامحرموں کو نہ دیکھنا: نامحرم عورتوں کو دیکھنا شیطان کی تیروں میں سے ایک تیر ہے جو اللہ تعالیٰ کے خوف سے اس کام سے بچے گا اُسے ایمانی حلاوت محسوس ہوگی، اگر آدمی ایک مرتبہ بھی غلط نظر سے دیکھے گا تو جنسی کشش و میلان پیدا ہوگا، مسکراہٹ کا اظہار اور سلام و کلام ہوگا، دوبارہ ملاقات کا وعدہ ہوگا اور دوبارہ ملاقات ایسے انجام تک پہنچا دے گی جس کا نتیجہ برا ہوگا۔ بدنظری کی وجہ سے انسان صحیح سوچ سے محروم اور بہت سے فرائض و واجبات سے غافل ہو جاتا ہے اس کی وجہ سے آزادی اور بے راہ روی پیدا ہوتی ہے، اسی لئے قرآن کریم نے مرد و عورت دونوں کو نگاہ نیچی رکھنے کا حکم دیا۔

(۲) دینی دافع اور رکاوٹ کو مضبوط بنانا: یعنی ایسا جذبہ پیدا کرنا جو انسان کو محرمات سے بچنے پر مجبور کرے۔ بچے میں جب اللہ تعالیٰ کا خوف، اس کے حاضر و ناظر ہونے کا یقین، اُس کے ہر چیز پر مطلع ہونے کا ایمان مضبوط ہوگا تو وہ علم و ذکر کی مجالس میں جائے گا، فرائض و نوافل اور تلاوت کی پابندی کرے گا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور سلف صالحین کی سیرت پڑھے گا، موت اور اس کے بعد پیش آنے والے احوال کو یاد کرے گا اور اُس کے اندر خود بخود ایسا داعیہ پیدا ہوگا جس کی وجہ سے وہ گندی جگہوں سے دور، آزادی و بے راہ روی سے کنارہ کش اور پاکدامنی کی معراج پر ہوگا۔

﴿الورقة الخامسة: في التربية﴾

﴿السوال الاول﴾ ۱۴۳۸ھ

السؤال الاول..... بچے کی تربیت کے بنیادی اصول ① ارتباط اور ربط و تعلق ② متنبہ کرنے و چوکنا کرنے کے قانون لکھیں۔

﴿خلاصہ سوال﴾.....اس سوال میں فقط بچے کی تربیت کے بنیادی اصول مطلوب ہیں۔ (مکتبۃ الحبیب۔ ص ۳۳۳)

الجواب..... بچے کی تربیت کے بنیادی اصول:۔ ① ارتباط اور ربط و تعلق: بچہ جب سمجھدار ہو جائے تو اس کا تعلق اعتقادی، فکری، تاریخی، معاشرتی اور ریاضتی روابط سے مضبوط ہو تو وہ بڑا ہو کر بڑا آدمی بنے گا، اُس میں ایمان کی مضبوطی جاہلیت کی چیزوں سے کنارہ کشی اور گمراہ کن باتوں سے براءت پر مجبور کرے گی چنانچہ بچہ کی خیر خواہی کے ضمن اہم روابط یہ ہیں۔ (۱) اعتقادی رابطہ (۲) روحانی رابطہ (اس کے ضمن میں عبادات سے رابطہ، تلاوت سے رابطہ، مسجد سے رابطہ، ذکر سے رابطہ، نوافل (چاشت، اوابین، تحیۃ المسجد، تحیۃ الوضوء، تہجد، تراویح، نماز استخارہ، نماز حاجت) سے رابطہ، نفلی روزوں سے رابطہ، مراقبہ سے رابطہ شامل ہے)۔

Maktaba Tul Ishaat.com Scanned with CamScanner

(۳) فکری ربط وارتباط (۴) معاشرتی ارتباط (شاندار نفسیاتی اصولوں کو بروئے کار لانا، دوسروں کے حقوق کا خیال رکھنا، عمومی معاشرتی آداب کو ملحوظ رکھنا، معاشرتی دیکھ بھال اور تنقید)۔

② متعلم کرنے وچ کنا کرنے کے قانون: یہ قاعدہ ان بنیادی عوامل میں سے ہے جو بچے کے ذہن کو گندے افکار اور باطل وگمراہ کن نظریات سے دھو ڈالتا ہے، اسے قوت ایمانی اور دینی پختگی عطا کرتا ہے، اس کے دل میں شر وفساد کی کراہیت پیدا کرتا ہے اس کے نفس کو زیغ وضلال سے متنفر کرتا ہے اور کفر والحاد، زیغ وضلال اور آزادی و بے راہ روی کو کھول کر بیان کرنا بچے کو شر سے بچانے اور باطل سے کنارہ کش رہنے میں معاون بنتا ہے۔ لوگوں کو شر سے بچانے اور باطل کو کھول کر بیان کرنے کا اسلوب بہت سی آیات اور احادیث میں واضح طور پر ذکر کیا گیا ہے جن میں قتل، افلاس کے خوف سے اولاد کا قتل، زنا سے دوری، قاتل کا قتل، یتیم کا مال کھانا، تکبر سے بچنا، جھوٹ، خرید وفروخت میں کثرت سے قسم کھانا، بدگمانی، تجسس، منافقت، بغض، قطع تعلق، زیادہ ہنسی، بری صحبت، تقابلی قطع رحمی اور بے حیائی سے رکنے وبچنے کا حکم دیا گیا ہے۔

ڈرانے اور مرعوب کرنے کے سلسلہ میں مرتد ہونے سے ڈرانا اور مرعوب کرنا، الحاد سے ڈرانا، حرام کھیل کود سے بچانا، فرد سے کھیلنا، گانے بجانے اور موسیقی کا سننا، بیہودہ تصاویر اور ٹیلی ویژن دیکھنے سے ڈرانا، دھوکا دہی مرعوب کرنا شامل ہے۔

السؤال الثالث ..... دعوت وتبلیغ کے راہنما اصول تحریر کریں۔ (مکتبہ الحبیب۔ ص ۳۰)

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال میں فقط دعوت وتبلیغ کے راہنما اصول مطلوب ہیں۔

الجواب ..... دعوت وتبلیغ کے راہنما اصول:۔ ① جس کام کی دعوت دے یا جس سے روکے اس کے حکم سے واقف ہونا کہ یہ حکم دینا یا روکنا شرعی احکام اور اسلام کے بنیادی اصولوں کے مطابق ہو۔ ② اس کا عمل قول کے مطابق ہونا کہ لوگ اس کے طریقے کو قبول کریں اور اس کی دعوت پر لبیک کہیں۔ ③ جس بات پر نکیر یا اعتراض کیا جائے وہ سب کے نزدیک متفق علیہ طور پر بری ہونا کہ اس کے تعصب کی وجہ سے لوگ فکری، نفسیاتی اور معاشرتی طور پر تشویش وبے چینی اور اضطراب کا شکار نہ ہوں خصوصاً وہ معاملات جن میں قطعی فیصلہ اجتہاد اور اس کی رائے سے ہوتا ہے۔ ④ برائی کے روکنے میں تدریج سے کام لیا جائے تاکہ انجام ایسے شدید سخت نتائج تک نہ پہنچے جو خواب وخیال میں بھی نہ ہو لہٰذا نصیحت وخیر خواہی کرے، اللہ تعالیٰ سے ڈرائے، نرمی وشفقت سے کام لے، اس سے فائدہ نہ ہو تو ہاتھ سے کام لے یہی صحیح طریقہ اور حکمت کا تقاضا ہے۔ ⑤ نرم مزاج اور خوش اخلاق ہونا کہ لوگوں کے دلوں پر حکومت کرے اور لوگ اس کی نصیحت اور اچھی باتوں کو قبول کریں۔ ⑥ تکالیف پر صبر کیا جائے تاکہ متکبروں کی سختی، جاہلوں کی حماقت، مذاق اڑانے سے مایوسی اور تنگدلی نہ ہو۔

﴿السؤال الثانی﴾ ۱۴۲۸ھ

السؤال الاول ..... کھیل کود کی جائز انواع واقسام بیان کریں۔ (مکتبہ الحبیب۔ ص ۴۷۶)

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال میں فقط کھیل کود کی جائز انواع واقسام مطلوب ہیں۔

الجواب ..... کھیل کود کی جائز انواع واقسام:۔ ① بھاگ دوڑ میں مقابلہ کرنا: آپ ﷺ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ دوڑ میں مقابلہ کیا کرتے تھے اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم بھی باہم بھاگنے میں مقابلہ کرتے تھے۔

② کشتی کرنا: آپ ﷺ نے حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ سے کشتی کی اور کئی مرتبہ انہیں پچھاڑا۔

Scanned with CamScanner

④ تیر اندازی کرنا: آپ ﷺ نے صحابہ کرام کو تیر اندازی کرتے ہوئے دیکھا تو ان کی ہمت افزائی کی اور فرمایا کہ تم تیر اندازی کرتے رہو میں تم سب کے ساتھ ہوں۔ البتہ چوپایوں اور جانوروں کو نشانہ بنانے سے منع کیا۔

⑤ نیزہ بازی کرنا: آپ ﷺ نے مسجد نبوی کے ایک حصہ میں اہل حبشہ کو نیزہ بازی کی اجازت دی۔

⑥ شہسواری کرنا: شہسواری اور گھوڑے کی تربیت کو کھیل کود اور غفلت سے مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے۔

⑦ شکار کرنا: بری اور بحری جانوروں کا شکار حلال قرار دیا گیا ہے۔ البتہ شکار کو زخمی کرنے والے آلات تلوار نیزہ یا تیر ہونے چاہئیں یا سکھلائے ہوئے کتے، چیتے اور باز شکرے ہونے چاہئیں۔

السؤال الثانی ..... کھانے پینے کی حرام اشیاء کی تفصیل اور کمائی وروزگار میں حرام اشیاء کی وضاحت کریں (الجیب۔ ص ۲۸۶، ۲۸۷)

﴿خلاصہ سوال﴾ ..... اس سوال کا حل دو امور ہیں۔ (۱) کھانے پینے کی حرام اشیاء کی تفصیل (۲) کمائی وروزگار میں حرام اشیاء کی وضاحت۔

الجواب ..... ① **کھانے پینے کی حرام اشیاء کی تفصیل:۔** مردار جانور، خون، خنزیر، غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا گیا جانور، غیر مذبوح جانور، سینگ مار کر یا بلندی سے گرا کر مارا گیا جانور، کسی درندے کا کھایا ہوا یا بتوں کے نام پر ذبح کیا گیا جانور، یہ سب حرام ہیں۔ شہری گدھے، چیر پھاڑ کرنے والے درندے، پنجوں سے پھاڑنے والے پرندے، گدھ، باز، شکرا اور چیل وغیرہ کا گوشت حرام ہے۔ غیر شرعی طریقہ مثلاً بجلی کے جھٹکے یا کسی ملحد، مجوسی یا بت پرست کا ذبح کیا ہوا جانور حرام ہے۔

② **کمائی وروزگار میں حرام اشیاء کی وضاحت:۔** ① حرام چیزوں کی خرید وفروخت ناجائز اور ان سے کمایا ہوا پیسہ حرام ہے جیسے شراب، جاندار مورتیاں، گانے بجانے کے آلات، لاٹری وغیرہ۔ ② دھوکے والی بیع حرام ہے یعنی وہ بیع جس کے انجام کا پتہ نہ ہو کہ وہ ہو سکتی ہے یا نہیں جیسے ان مچھلیوں کی بیع جو سمندر میں ہوں پتہ نہیں وہ پکڑی جا سکیں گی یا نہیں یا ہوا میں اڑتے ہوئے پرندے کی بیع۔ ③ ثمن اور قیمت بڑھانے کی بنیاد پر فروخت حرام ہے۔ ④ ذخیرہ اندوزی کی بنیاد پر فروخت حرام ہے، ذخیرہ اندوزی کرنے والے کو ملعون اور گناہگار قرار دیا گیا ہے۔ ⑤ چوری اور ڈاکے کا مال خریدنا اور بیچنا گناہ ہے، اگر خریدنے یا بیچنے والے کو علم ہو تو وہ بھی اس گناہ میں شریک ہے۔ ⑥ سود اور جوئے کے ذریعے کمانا حرام ہے، اس کا کھانے، کھلانے، لکھنے اور گواہی دینے والے سب پر لعنت ہے اور سود کی تمام اقسام حرام ہیں، سود میں محنت اور پھل کے درمیان توازن نہیں رہتا۔

﴿السؤال الثالث﴾ ۱۴۳۸ھ

السؤال الثالث ..... لباس، زیب وزینت اور شکل وصورت میں حرام اشیاء کی تفصیل تحریر کریں۔ (مکتبۃ الحبیب۔ ص ۲۸۶)

﴿خلاصہ سوال﴾ ..... اس سوال میں فقط لباس، زیب وزینت اور شکل وصورت میں حرام اشیاء کی تفصیل مطلوب ہے۔

الجواب ..... **لباس، زیب وزینت اور شکل وصورت میں حرام اشیاء کی تفصیل:۔** اسلام نے مسلمان کے لئے مناسب وضع قطع اور شکل وصورت بنانے کو مباح قرار دیا ہے، لباس وغیرہ کو انسان کے لئے پیدا کیا گیا ہے البتہ ان کے استعمال میں میانہ روی کا حکم دیا گیا ہے۔ زیب وزینت اور لباس پوشاک کے حوالے سے حرام امور درج ذیل ہیں۔

① مردوں پر سونا اور ریشم حرام قرار دیا گیا ہے، چاندی کے برتن میں کھانے سے منع کیا گیا ہے، خالص ریشم صرف مردوں پر حرام ہے مصنوعی ریشم حرام نہیں، البتہ ضرورت کے وقت خالص ریشم بھی جائز ہے۔ ② عورتوں کے لئے مردوں کی مشابہت اختیا

Maktaba Tul Ishaat.com Scanned with CamScanner

رکھنا اور مردوں کے لئے عورتوں کے مشابہت اختیار کرنا حرام ہے۔ ④ ریا، کاری، دکھاوا اور تکبر کے لئے کپڑے پہننا حرام ہے۔ ⑤ اللہ تعالیٰ کی خلقت کو بدلنا حرام ہے اور ایسے لوگوں پر لعنت کی گئی ہے۔ ⑥ داڑھی کاٹنا حرام ہے، مونچھیں کاٹنے اور داڑھی بڑھانے کا حکم دیا گیا ہے۔ ⑦ تصویروں اور مورتیوں کی شدید حرمت ہے، اُن کے بنانے والوں کو قیامت کے دن سخت عذاب دیا جائے گا۔ ⑧ کیمرے وغیرہ کی بنائی ہوئی تصاویر اور فوٹو گرافی قطعی اور شرعی نصوص کی وجہ سے حرام اور ناجائز ہے۔

السؤال الثالث..... زمانۂ جاہلیت کے حرام و ناجائز عقیدے تحریر کریں۔ (مکتبۃ الحبیب۔ ص ۳۸۵)

﴿خلاصۂ سوال﴾..... اس سوال میں فقط زمانۂ جاہلیت کے حرام و ناجائز عقیدے مطلوب ہیں۔

الجواب..... زمانۂ جاہلیت کے حرام و ناجائز عقیدے:۔ ① غیب کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں، غیب کا دعویٰ کرنے والا جھوٹا ہے، کاہنوں اور غیب کا علم جاننے کا دعویٰ کرنے والوں کے پاس جانا ناجائز ہے، ایسے شخص کی چالیس دن کی نماز قبول نہیں ہوتی اور ایسے شخص کو دینِ محمدی ﷺ کا منکر قرار دیا گیا ہے۔ ② تیروں سے فال نکالنا ناجائز ہے، عرب لوگ زمانۂ جاہلیت میں تیروں سے فال نکالتے تھے، اس کے مقابلہ میں شرعی طریقہ یہ ہے کہ استخارہ کیا جائے۔ ③ سحر اور جادو حرام ہیں، سحر اور جادو کرنے اور کرانے والوں کو مسلمانوں کی جماعت سے خارج اور جنت سے محروم بتلایا گیا ہے۔ اس سے بچنے کے لئے معوذتین پڑھنے کا حکم ہے۔ ④ غیر اللہ کے نام کے تعویذ گنڈے حرام ہیں، اگر تعویذ میں کفریہ یا شرکیہ کلمات ہوں یا غیر اللہ سے مدد طلب کی گئی ہو یا مبہم کلمات ہوں، یا گھونگے اور کوڑیاں اس عقیدہ سے ڈالی جائیں کہ یہ بیمار کو شفا دیں گی یا نظر بد سے بچائیں گی، یا اُلا بلا سے محفوظ رکھیں گی، یہ سب حرام و ناجائز ہے۔ البتہ اگر تعویذ میں قرآنی آیات یا منقول دعائیں لکھی ہوئی ہوں تو اُن کو پہننا یا اُن کے ذریعے دم کرنا جائز ہے۔ ⑤ بدشگونی حرام ہے، اہلِ عرب دورِ جاہلیت میں پرندوں کی آوازوں اور اُن کے دائیں سے بائیں اڑنے سے بدشگونی لیا کرتے تھے، آپ ﷺ نے اسے بے فائدہ اور بے ضرر چیز قرار دیا۔

﴿الورقة الخامسة: فی التربیة﴾

﴿السؤال الاول﴾ ۱۴۳۹ھ

السؤال الاول..... دورِ جاہلیت کی ناجائز و حرام عادات کی تفصیل تحریر کریں۔ (مکتبۃ الحبیب۔ ص ۳۸۸)

﴿خلاصۂ سوال﴾..... اس سوال میں فقط دورِ جاہلیت کی ناجائز و حرام عادات کی تفصیل مطلوب ہے۔

الجواب..... دورِ جاہلیت کی ناجائز و حرام عادات کی تفصیل:۔ آج کل مسلمانوں میں دورِ جاہلیت کی بہت سی ناجائز، ناپسندیدہ و حرام عادتیں اور خصلتیں سرایت کر گئی ہیں ان سے بچنا ضروری ہے۔

① عصبیت کی بنیاد پر مدد کرنا۔ یعنی قوم اور رشتہ دار کی ہر صورت میں مدد کرنا خواہ وہ حق پر ہو یا باطل ہو، یہ اسلامی تعلیمات کے خلاف ہے، عصبیت کی طرف دعوت دینے والا، اُس کیلئے لڑنے مرنے والا مسلمانوں میں سے نہیں۔ اسلامی تعلیمات یہ ہیں کہ ظالم اگر تمہارا بھائی بھی ہو تو اُسے ظلم سے روکو، اس کی مدد نہ کرو۔ ② حسب و نسب پر فخر کرنا۔ یہ اُن لوگوں کا کام ہے جن کا خیر و بھلائی میں وافر حصہ نہیں ہے۔ آپ ﷺ نے اس پر سخت وعید سنائی ہے اور ایسے لوگوں کو ذلیل ترین گردانا ہے۔ اسلام میں فضیلت کا معیار تقویٰ اور پرہیزگاری ہے۔ ③ مردہ پر نوحہ کرنا۔ یعنی موت کی خبر سن کر چہرے پیٹنا، گریبان پھاڑنا، نوحہ و ماتم کرنا یہ سب دورِ جاہلیت کی

Scanned with CamScanner

عادات ہیں ایسے شخص کو مسلمانوں سے خارج شمار کیا گیا ہے۔ البتہ چیخ و پکار اور جزع فزع کے بغیر غم کا اظہار کرنا اور آنسو بہانا جائز ہے۔

اسی طرح دوسروں کی مشابہت اور اندھی تقلید میں میت کی نعش اور قبر پر پھولوں کی چادر چڑھانا بھی ممنوع ہے یہ غیر مسلموں کا عمل ہے اس میں مال کا ضیاع ہے البتہ قبر پر پھول دار درخت یا پودے لگا سکتے ہیں بشرطیکہ غیروں کی مشابہت نہ ہو۔ اسی طرح میت کی نعش کے پاس یا تعزیت کے گھر میں غم ناک موسیقی اور گانا بجانا بھی حرام ہے اس میں بھی کافروں سے مشابہت اور حرام کا ارتکاب ہے۔ قبر کو پختہ بنانا، اس پر عمارت یا گنبد بنانا بھی حرام ہے۔ البتہ قبر پر نشانی کے لئے کتبہ لگا سکتے ہیں۔ میت کے ایصالِ ثواب کے لئے مسجد، مدرسہ، ہسپتال، سرائے وغیرہ تعمیر کر سکتے ہیں۔ ⑥ خوشی کے موقع پر گانا بجانا، رقص و سرود اور شراب کی محفلیں سجانا بھی گناہ اور حرام ہے۔ بچے کو باپ کے علاوہ کسی اور کی طرف منسوب کرنا بھی حرام ہے، ایسے شخص پر جنت حرام ہے۔ البتہ کسی لاوارث یا یتیم بچے کو دیکھ بھال کے لئے متبنیٰ بنا سکتے ہیں بشرطیکہ اس کی نسبت اس کے باپ کی طرف ہی کی جائے۔

⑦ لڑکیوں کا مہر ہضم کرنا اور انہیں میراث سے محروم کرنا یہ بھی جاہلی رسموں میں سے ہے، مہر عورت کا حق ہے، بھائی باپ شوہر یا کسی اور کا اسے حقِ مہر و میراث سے محروم کرنا جائز نہیں، ایسا شخص سخت گناہگار ہوگا۔

سوال ۱۱۱ ..... غصہ کے فوائد اور نقصانات لکھ کر بتائیں کہ کن صورتوں میں غصہ جائز اور کن میں ناپسندیدہ اور مبغوض ہے؟ بچوں کے اندر کن اسباب کی وجہ سے غصہ پیدا ہوتا ہے اور انہیں غصہ سے بچانے کیلئے کیا طریقہ اختیار کرنا چاہیے؟ غصہ کی تسکین کا نبوی طریقہ تحریر کریں۔ (مکتبۃ الحبیب۔ ص ۱۱۳)

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال میں چار امور مطلوب ہیں (۱) غصہ کے فوائد اور نقصانات (۲) غصہ کی جائز اور مبغوض صورتیں (۳) بچوں میں غصہ کے اسباب اور بچنے کا طریقہ (۴) غصہ کی تسکین کا نبوی طریقہ۔

جواب ..... ① غصہ کے فوائد اور نقصانات:۔ غصہ ایک نفسیاتی اور انفعالی مرض ہے اس سے کچھ فوائد حاصل ہوتے ہیں مثلاً نفس کی حفاظت، دین کی حفاظت، عزت و آبرو کی حفاظت، وطن کی حفاظت چنانچہ ایک مرتبہ ایک صحابی آپ ﷺ کے پاس کسی سزا کی سفارش کے لئے حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے غصے کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ سابقہ لوگ اسی وجہ سے ہلاک ہوئے کہ وہ کمزوروں پر حد قائم کرتے تھے اور معزز لوگوں کو چھوڑ دیتے تھے، بخدا ایک میری بیٹی فاطمہ بھی چوری کرے گی تو میں اس کا بھی ہاتھ کاٹ دوں گا۔ آپ ﷺ نے اپنی ذات کے لئے کبھی کسی سے انتقام نہیں لیا البتہ جب اللہ کے کسی حکم کی خلاف ورزی ہوتی تو آپ ﷺ سب سے زیادہ غضبناک ہوتے۔

نیز آپ ﷺ نے فرمایا کہ غصہ پینے والے کو قیامت کے دن اسکا بدلہ حوروں کے انتخاب کی شکل میں دیا جائیگا نیز آپ ﷺ نے غصہ پینے والے کو پہلوان قرار دیا۔ قرآن کریم میں غصہ پینے والے کو اللہ تعالیٰ کا نیک بندہ قرار دیا گیا ہے اور اس کی تعریف کی گئی ہے۔

غصہ کے نقصانات میں سے یہ ہے کہ اس کے نتیجہ میں لڑائی جھگڑے پیدا ہوتے ہیں، وحدت پارہ پارہ ہوتی ہے نیز آپ ﷺ نے فرمایا کہ غصہ ایک انگارہ ہے جو انسان کے دل میں سلگتا ہے اور فرمایا کہ کیا تم غصہ ہونے والے شخص کی رگوں کو پھولتے ہوئے اور آنکھوں کو سرخ ہوتے ہوئے نہیں دیکھتے؟ لہٰذا جو شخص ایسی کوئی چیز محسوس کرے تو اسے زمین پر لیٹ جانا چاہیے۔

② غصہ کی جائز اور مبغوض صورتیں:۔ اگر اوپر ذکر کی گئی صورتوں مثلاً نفس، دین، عزت و آبرو، وطن وغیرہ کی حفاظت کے لئے غصہ کرنا جائز بلکہ پسندیدہ ہے اور ذاتی مصلحت یا انانیت کی وجہ سے کیا جانے والا غصہ انتہائی مذموم اور خطرناک نتائج تک پہنچنے

Maktaba Tul Ishaat.com Scanned with CamScanner

کا باعث ہوتا ہے جس سے آپس کی محبتیں لڑائی جھگڑے اور اختلافات کی صورت اختیار کر جاتی ہیں۔

② بچوں میں غصہ کے اسباب اور بچنے کا طریقہ:۔ بچہ کو جن اسباب کی وجہ سے غصہ آتا ہو بچے کو ان اسباب سے دور رکھنا چاہیے مثلاً اگر بچے کے غصے کا سبب بھوک ہو تو بچہ کو مقررہ وقت پر کھانا دیا جائے، اگر غصے کا سبب بیماری ہو تو اس کا علاج کیا جائے، اگر غصے کا سبب بلاوجہ توہین اور ڈانٹ ڈپٹ ہو تو مربی کو اس سے بچنا چاہیے، اگر غصے کا سبب والدین کا دیکھ کر غصہ کرنا ہو تو وہ پھر والدین اپنے مزاج کو بدلیں، اگر غصے کا سبب ناز نخرے برداشت کرنا ہو تو والدین ناز نخرے برداشت کرنے میں اعتدال سے کام لیں اور اگر غصے کا سبب مذاق اڑانا ہو یا برے القاب سے یاد کرنا ہو تو اس سے بھی اجتناب کیا جائے کیونکہ قرآن کریم نے مذاق اڑانے اور برے ناموں کے ساتھ پکارنے سے منع کیا ہے۔

③ غصہ کی تسکین کا نبوی طریقہ:۔ احادیث میں غصہ کی تسکین اور اس کے علاج کے لئے متعدد طریقے بیان کئے گئے ہیں۔ ① ہیئت بدلنا یعنی اگر کسی کو کھڑا ہونے کی حالت میں غصہ آئے تو وہ بیٹھ جائے اور اگر بیٹھا ہے تو لیٹ جائے۔ ② وضو کیا جائے اس لئے کہ غصہ شیطانی اثر ہے اور شیطان کو آگ سے پیدا کیا گیا ہے اور پانی آگ کو بجھاتا ہے لہٰذا جب غصہ آئے تو وضو کر لینا چاہیے۔ ③ غصہ کے وقت خاموشی اختیار کی جائے۔ ④ غصہ کے وقت اللہ تعالیٰ کے ذریعے شیطان مردود سے پناہ مانگی جائے۔

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۳۹ھ

السؤال الاول ..... درج ذیل امور کا جواب دیں: (۱) عقیقہ کسے کہتے ہیں؟ عقیقے کا مستحب وقت کیا ہے؟ (۲) عقیقے کی مشروعیت کے بارے میں فقہاء کرام کی رائے تحریر کریں۔ (۳) عقیقے اور قربانی کے جانور کا حکم ایک ہے یا الگ الگ؟

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال میں تین امور مطلوب ہیں (۱) عقیقہ کی تعریف اور مستحب وقت (۲) عقیقے کی مشروعیت کے متعلق فقہاء کرام کی رائے (۳) عقیقے اور قربانی کے جانور میں فرق۔

الجواب ..... ① عقیقہ کی تعریف اور مستحب وقت:۔ بچہ کے پیدا ہونے پر ساتویں دن بچے کا ختنہ وغیرہ کیا جاتا ہے اور اس کے سر کے بال وغیرہ صاف کئے جاتے ہیں اور اس موقع پر اس کی طرف سے بکرا یا بکری ذبح کئے جاتے ہیں۔ اس جانور ذبح کرنے کے عمل کو عقیقہ کہا جاتا ہے۔ عقیقے کا مستحب وقت ساتواں دن ہے کیونکہ آپ ﷺ نے حضرت حسن وحسین رضی اللہ عنہما کی طرف سے ساتویں دن عقیقہ کیا تھا، اگر ساتویں دن نہ کر سکے تو چودھویں یا اکیسویں دن کرے۔

② عقیقے کی مشروعیت کے متعلق فقہاء کرام کی رائے:۔ ائمہ ثلاثہ، اسحاق، ابوثور وغیرہ کے نزدیک عقیقہ سنت و مستحب ہے۔ حنفیہ استحباب کے قائل ہیں۔ حضرت حسن بصریؒ اور لیث بن سعدؒ کے نزدیک واجب ہے۔

③ عقیقے اور قربانی کے جانور میں فرق:۔ عقیقہ اور قربانی کے جانور میں کوئی فرق نہیں ہے جس جانور کی قربانی جائز ہے اس کا عقیقہ بھی جائز ہے اور جس جانور کی قربانی جائز نہیں ہے اس کا عقیقہ بھی جائز نہیں ہے۔

السؤال الثانی ..... صبح کے وقت مربی کو کیا نظام اپنانا چاہیے؟ شام کے وقت مربی کو کیا نظام اپنانا چاہیے؟ (ص ۲۹۹، ۳۰۶)

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال میں دو امور مطلوب ہیں (۱) صبح کے وقت مربی کا نظام (۲) شام کے وقت مربی کا نظام۔

الجواب ..... ① صبح کے وقت مربی کا نظام:۔ مربی اور اس کا بچہ صبح کے وقت جب اٹھیں تو سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کا نام لیتے

Scanned with CamScanner

ہوئے یہ دعا پڑھیں **الحمد للہ الذی احیانا بعد ما امتنا والیہ النشور**۔ پھر بچے کو بیت الخلاء میں جانے اور استنجاء کے آداب سکھائے۔ بیت الخلاء میں داخل ہونے اور باہر نکلنے کی دعا سکھائی جائے۔ بیت الخلاء سے نکلنے کے بعد صابن اور پانی سے دونوں ہاتھ خود بھی دھوئے اور بچے کو بھی تعلیم دے۔ پھر بچے کو وضو کرنے کا طریقہ سکھائیں اور بتائیں کہ اس سے گناہ معاف ہوتے ہیں۔ وضو کے شروع اور درمیان اور آخر کی دعا سکھائی جائے۔ پھر تحیۃ الوضوء کے دو نفل پڑھنے کی ترغیب دی جائے اور بتلایا جائے کہ اس سے جنت واجب ہوتی ہے۔ تہجد کا وقت ہو تو تہجد پڑھنے کی ترغیب دی جائے۔ پھر نماز فجر مسجد میں جا کر پڑھے اور بچے کو بھی ساتھ لے کر جائے اور اسے اذان کے کلمات، اذان کا جواب اور اذان کے بعد کی دعا بھی سکھائے۔ اسے جماعت سے نماز پڑھنے کی فضیلت سکھائی جائے کہ مسجد میں نماز کے لئے جانے والوں کو قیامت کے دن کامل نور ملے گا اور گھر سے وضو کر کے مسجد جانے والے کا ہر قدم پر ایک گناہ معاف ہوتا ہے اور ایک درجہ بلند ہوتا ہے اور جماعت سے نماز پڑھنے پر ستائیس درجے ثواب ملتا ہے۔ بچے کو نماز سے فارغ ہونے کے بعد کی تسبیحات پڑھنے اور دعا کرنے کا طریقہ سکھائیں۔

❷ **شام کے وقت مربی کا نظام:۔** شام کے نظام الاوقات کے حوالہ سے مربی کو چاہیے کہ مغرب و عشاء جماعت کے ساتھ ادا ہو، صاف ستھرے کپڑے پہن کر مسجد جائیں۔ لہسن، پیاز اور بدبودار چیزیں کھا کر مسجد میں نہ جائیں، مسجد میں سکون اور وقار کے ساتھ داخل ہوں۔ مسجد پہنچ کر مسجد میں داخل ہونے کا طریقہ بتایا جائے اور مسجد میں داخل ہونے کے بعد بیٹھنے سے پہلے دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھنے کا اہتمام کیا جائے۔ باجماعت نماز سے فارغ ہونے کے بعد بچوں کے ساتھ مسنون دعائیں اور وظائف وغیرہ پڑھے جائیں پھر مسجد سے باہر نکلنے کا طریقہ اور دعا سکھائی جائے۔ کوشش کی جائے کہ رات کو ہی لکھنے پڑھنے کا کام صحیح طریقے سے پورا ہو جائے اور بچا اچھے طریقہ سے سبق یاد کر لے اور اسے علم پر ابھارنے والی آیات سنائی جائیں۔ بچے کو خیر خواہی اور نصیحت کے کلمات سکھائے جائیں کہ انسان کا مرتبہ علم سے بڑھتا ہے، علم عظیم دولت ہونے کے ساتھ انسان کو بھی عظیم بناتا ہے جس سے لوگوں کی نظروں کی عزت و عظمت کا درجہ پیدا ہوتا ہے۔ بچوں کو رات کو جلدی سونے کا عادی بنائیں۔ آپ ﷺ نے عشاء کے بعد بلاوجہ باتیں کرنے سے منع فرمایا البتہ ضرورت کی بات کر سکتے ہو دینی تعلیم دے سکتے ہیں اور گھر والوں سے بات چیت بھی کر سکتے ہیں۔ بچوں کو رات کو نیند پوری کرنے کا پورا موقع دیا جائے اور ان کی صحت کا خیال رکھا جائے اور بچوں کے دن رات میں کم از کم آٹھ گھنٹے سونے کا نظام بنایا جائے۔ دوپہر کو بچے آرام کریں تا کہ رات کو تہجد میں اٹھنا آسان ہو، بچوں کو سونے سے پہلے ماں باپ کو سلام کرنے اور سونے سے پہلے تہجد اور فجر کی نماز کے لئے اٹھنے کا عزم کر کے دعا پڑھ کر سونے کا عادی بنائیں۔ بچے بستر پر جا کر اسے جھاڑیں پھر باوضو دائیں کروٹ پر لیٹیں اور سونے کی دعا اور دیگر دعائیں اور وظائف وغیرہ پڑھنے کی ترغیب دی جائے۔

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۳۹ھ

السؤال الاول..... بچوں کے سلسلہ میں نفسیاتی شعور و احساسات پر جامع مضمون تحریر کیجیے۔

﴿خلاصہ سوال﴾..... اس سوال میں صرف "بچوں سے متعلق نفسیاتی شعور و احساسات پر مضمون مطلوب ہے۔

الجواب..... **بچوں سے متعلق نفسیاتی شعور و احساسات:۔** بچوں کی محبت، ان کی دیکھ بھال، ان کی حفاظت اور ان سے شفقت و رحمت کا برتاؤ والدین میں نفسیاتی طور پر موجود ہوتا ہے۔ قرآن کریم نے بچوں کو دنیا کی زینت قرار دیا، اگر اولاد نیک ہو تو اسے آنکھوں کی ٹھنڈک قرار دیا۔ ایک مرتبہ آپ ﷺ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو چوما تو ایک صحابی نے کہا کہ میرے دس بچے ہیں میں نے آج تک کسی کو ایسا پیار نہیں کیا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو رحم نہیں کرتا اس پر بھی رحم نہیں کیا جائیگا۔ ایک روایت میں ہے کہ اللہ

Maktaba Tul Ishaat.com Scanned with CamScanner

بچوں پر رحم اور شفقت میں اسلام نے ذکر و
تعالیٰ اپنے اُن بندوں پر رحم کرتا ہے جو دوسروں پر رحم کرتے ہیں۔
مؤنث کا فرق نہیں کیا، زمانہ جاہلیت کے بہت سے اثرات آج تک ہمارے معاشرے میں موجود ہیں جن میں سے ایک بیٹوں کو پسند اور بیٹیوں کو ناپسند کرنا ہے، جب کہ مؤمن کو اللہ تعالیٰ کے ہر فیصلے پر راضی رہنا چاہیے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص دو بچیوں کی بالغ ہونے تک کفالت کرے گا وہ قیامت کے دن ایسے آئے گا کہ وہ اور اللہ کا رسول ایک ساتھ ہوں گے۔

بچہ جب تعلیم و تربیت کی عمر کو پہنچ جائے تو والدین کو اسکی اصلاح کے تمام تر وسائل اپنانے چاہئیں تاکہ وہ مکمل اسلامی عادات و اخلاق اور بلند و بالا معاشرتی آداب سے آراستہ ہو، بچے کو پہلے پیار سے سمجھانا چاہیے، اگر اس سے فائدہ نہ ہو تو قطع تعلق اور اعراض سے کام لینا چاہیے، اگر اس سے بھی فائدہ نہ ہو تو بقدر ضرورت، حدود کے دائرے میں رہتے ہوئے مارنا بھی جائز ہے۔

مؤمن کا یہ کامل یقین ہے کہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے چنانچہ اسی یقین کی بدولت وہ حوادث، آفات اور مصائب کو خوش دلی سے برداشت کرتا ہے، مصیبت پر صبر سے راحت محسوس ہوتی ہے، بچے کے انتقال پر صبر کرنے اور خط تعالیٰ کی حمد بیان کرنے والا جنت میں "بیت الحمد" نامی محل میں ہوگا۔ صبر جنت میں پہنچاتا ہے اور دوزخ سے بچاتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا جس کے دو یا تین بچے مر جائیں اور وہ صبر کرے تو اُسے جہنم سے بچایا جاتا ہے۔ نیز آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایسا بچہ قیامت کے دن والدین کی سفارش کرے گا جس کے مرنے پر والدین صبر کریں اور وہ اپنے والدین کو جنت میں داخل کرانے سے پہلے خود جنت میں داخل نہ ہوگا اور چھوٹے بچے اپنے والدین کے کپڑوں کا کنارہ یا ہاتھ پکڑ کر اس وقت تک دامن نہ چھوڑیں گے جب تک اللہ تعالیٰ اُن کے والدین کو جنت میں داخل نہ فرمائیں گے۔

السؤال الثالث ..... پڑوسی کے حقوق بیان کیجیے، نداق کے آداب ذکر کیجیے۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے: ① پڑوسی کے حقوق ② نداق کے آداب۔

الجواب ..... ① **پڑوسی کے حقوق:** پڑوسی سے ہر وہ شخص مراد ہے جو ہر جانب چالیس گھر تک پڑوس میں رہتا ہے۔

پڑوسی کے حقوق کا محور چار بنیادی اصول ہیں: ① پڑوسی سے تکلیف دایذاء کو دور رکھنا: مثلاً زنا، چوری، بدکلامی، برا بھلا کہنا، کوڑا کرکٹ ڈالنا سب ایذاء میں شامل ہے۔ پڑوسی کو شر سے محفوظ رکھنا ایمان کا ذریعہ قرار دیا گیا ہے، اسکی عزت و آبرو کی حفاظت کو قابل فخر کارنامہ سمجھا جاتا تھا اور پڑوسی کی بیوی سے زنا کو دس عورتوں کے زنا سے بڑا جرم قرار دیا گیا ہے۔ ② پڑوسی کی حفاظت کرنا اور اس پر ظلم نہ کرنا: اسکی حفاظت پاکیزگی نفس کے اثرات اور مکارم اخلاق میں سے ہے، پڑوسی کی حفاظت و حمایت اہل عرب کے مفاخر و کارناموں میں سے ہے۔ ③ پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک کرنا: اس میں یہ بات بھی شامل ہے کہ خوشی کے موقع پر اسے مبارک باد دے، مصیبت کے وقت تعزیت کرے، بیماری میں عیادت کرے، سلام میں پہل کرے، دین و دنیا کے معاملات میں اسکی رہنمائی کرے، پڑوسی کیلئے اپنے گھر کے دروازے بند نہ کرے یہ ایمان کی کمی کی علامت ہے، پڑوسی کی مدد کرے، اسکو قرضہ دے، حاجت روائی کرے، موت پر جنازہ میں شریک ہو، اپنا مکان اس سے اونچا نہ بنائے، اسے ہدیہ دے، اس کا اکرام کرے، عاریۃً دی جانے والی چیزوں سے انکار نہ کرے۔ ④ پڑوسی کی ایذاء رسانی کو برداشت کرنا: اسکی غلطیوں سے چشم پوشی اور اسکی کوتاہیوں سے صرف نظر کرنا، اسکی زیادتیوں کو معاف کرنا، زیادتی کرنے والے کے ساتھ بردباری سے پیش آنا، ظالم کو معاف کرنے اور صلہ رحمی کرنے کو درجات بلند کرنے والا بتلایا گیا ہے۔

Scanned with CamScanner

❻ مذاق کے آداب:۔ حقیقت کے ساتھ دل لگی، خوش طبعی، مزاح وشیریں کلامی، ضرب الامثال اور حکمت سے بھرپور باتوں کا مزاج بڑا بھلا معلوم ہوتا ہے، شیریں انداز سے دلوں پر قبضہ اور خوش خلقی سے نفوس کو اپنا گرویدہ بنانا محمود وصفت ہے۔ البتہ مزاح و مذاق اور دل لگی میں آداب کا خیال رکھنا چاہیے، افراط اور حد سے تجاوز نہیں کرنا چاہیے، زیادہ ہنسی مذاق سے دل مردہ ہو جاتا ہے، آپس میں عداوت پیدا ہوتی ہے، رعب کم ہو جاتا ہے، چھوٹا بڑے پر جری ہو جاتا ہے۔ لہٰذا مذاق کرتے ہوئے کسی کو تکلیف نہ دیں، مذاق میں کسی کے ساتھ برائی نہ کریں، کسی کی توہین وتذلیل نہ کریں، کسی کی کوئی چیز نہ چھپائی جائے، ڈرایا یا دہشت زدہ نہ کیا جائے کیوں کہ یہ بہت بڑا ظلم ہے۔ مذاق میں جھوٹ اور خلاف واقع بات سے بچا جائے۔

﴿الورقة الخامسة: فی التربیة﴾

﴿السوال الاول﴾ ۱۴۴۰ھ

السؤال الاول ..... بچوں سے محبت اور شفقت کے متعلق مضمون لکھیں، بچے کی موت پر صبر کے فوائد و اجر وثواب تحریر کریں۔ بچوں کو سزا دینے کا اسلامی طریقہ کار بالتفصیل قلمبند کریں۔ (مکتبۃ الحبیب۔ ص ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۸)

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال میں تین امور مطلوب ہیں: (۱) بچوں سے محبت اور شفقت کے متعلق مضمون (۲) بچے کی موت پر صبر کے فوائد اور اجر وثواب (۳) بچوں کو سزا دینے کا اسلامی طریقۂ کار۔

الجواب ..... ❶ بچوں سے محبت اور شفقت کے متعلق مضمون:۔ بچوں کی محبت، اُن کی دیکھ بھال، اُن کی حفاظت اور اُن سے شفقت ورحمت کا برتاؤ والدین میں نفسیاتی طور پر موجود ہوتا ہے۔ قرآن کریم نے بچوں کو دنیا کی زینت قرار دیا، اگر اولاد نیک ہو تو اُسے آنکھوں کی ٹھنڈک قرار دیا۔ ایک مرتبہ آپ ﷺ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو چوما تو ایک صحابی نے کہا کہ میرے دس بچے ہیں میں نے آج تک کسی کو ایسا پیار نہیں کیا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو رحم نہیں کرتا اُس پر بھی رحم نہیں کیا جائیگا۔

ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے اُن بندوں پر رحم کرتا ہے جو دوسروں پر رحم کرتے ہیں۔

❷ بچے کی موت پر صبر کے فوائد اور اجر وثواب:۔ مؤمن کا یہ کامل یقین ہے کہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے چنانچہ اسی یقین کی بدولت وہ حوادث، آفات اور مصائب کو خوش دلی سے برداشت کرتا ہے، مصیبت پر صبر سے راحت محسوس ہوتی ہے، بچے کے انتقال پر صبر کرنے اور اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرنے والا جنت میں "بیت الحمد" نامی محل میں ہوگا۔ صبر جنت میں پہنچاتا ہے اور دوزخ سے بچاتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا جس کے دو یا تین بچے مر جائیں اور وہ صبر کرے تو اُسے جہنم سے بچایا جاتا ہے۔ نیز آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایسا بچہ قیامت کے دن والدین کی سفارش کرے گا جس کے مرنے پر والدین صبر کریں اور وہ اپنے والدین کو جنت میں داخل کرانے سے پہلے خود جنت میں داخل نہ ہوگا اور چھوٹے بچے اپنے والدین کے کپڑوں کا کنارہ یا ہاتھ پکڑ کر اُس وقت تک دامن نہ چھوڑیں گے جب تک اللہ تعالیٰ اُن کے والدین کو جنت میں داخل نہ فرمائیں گے۔

❸ بچوں کو سزا دینے کا اسلامی طریقۂ کار:۔ بچے کے ساتھ نرمی و پیار کا برتاؤ کرنے کا حکم دیا گیا ہے مگر بسا اوقات پیار سے کام نہیں چلتا تو پھر شریعت نے سزا دینے کا حکم دیا ہے۔ سزا کے معاملہ میں نرمی و پیار کا برتاؤ کیا جائے، خطاوار کو سزا دینے میں اس کی طبیعت کی رعایت کی جائے، سزا دینے میں تدریج (رفتہ رفتہ) سے کام لیا جائے۔

Maktaba Tul Ishaat.com Scanned with CamScanner

رسول اللہ ﷺ سے اس سلسلہ میں درج ذیل طریقہ منقول ہے۔ ① رہنمائی اور صحیح بات بتانے کے ذریعے غلطی کی اصلاح کرنا ② غلطی پر نرمی سے تنبیہ کرنا ③ غلطی کی جانب اشارۃً متوجہ کرنا ④ غلطی پر ڈانٹ کر متوجہ کرنا ⑤ قطع تعلق کے ذریعے غلطی پر تنبیہ کرنا ⑥ مار پیٹ کے ذریعے غلطی پر تنبیہ کرنا ⑦ مؤثر ترین سزا کے ذریعے غلطی پر تنبیہ کرنا۔

جب تنبیہ کے دیگر وسائل کام نہ آئیں اور مارنے کی ضرورت پیش آئے تو سخت غصہ کی حالت میں مارنے سے پرہیز کیا جائے، ایسی جگہ مارا جائے جس سے نقصان کا اندیشہ نہ ہو، چہرے سینے اور پیٹ پر نہ مارا جائے، شروع میں آہستہ آہستہ مارا جائے، اگر کام نہ چلے تو پھر زور سے مارا جائے، پہلی غلطی پر توبہ کا موقع دیا جائے اور عذر کو قبول کیا جائے، بلا وجہ جرم کی تشہیر نہ کی جائے، اگر مارنا ہو تو خود مارا جائے بہن بھائی ساتھی وغیرہ کو مارنے کا حکم نہ دیا جائے کیونکہ اس سے بغض وحسد پیدا ہوتا ہے، ضرورت کے بقدر مارا جائے کیونکہ ہر چیز بقدر ضرورت ہی اچھی معلوم ہوتی ہے۔

السؤال الثامن ..... بچوں میں انحراف پیدا ہونے کے اسباب اور انکا علاج مختصراً سپرد قلم کریں۔ (مکتوب الحبیب۔ ص ۴۸)

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال میں فقط بچوں میں انحراف پیدا ہونے کے اسباب اور انکا علاج مطلوب ہے۔

الجواب ..... بچوں میں انحراف پیدا ہونے کے اسباب اور انکا علاج:۔ بچہ میں انحراف پیدا ہونے کے مختلف اسباب ہیں۔

① غربت اور فقر وفاقہ: جب بچہ کو گھر میں ضرورت کے مطابق روٹی، کپڑا نہ ملے گا اور وہ ضروریات زندگی کے حصول سے عاجز ہوگا اور اسے اردگرد فقر وفاقہ، محرومی اور نامرادی کے سوا کچھ نظر نہ آئے گا تو وہ روزی کمانے کے لئے باہر نکلے گا، اس موقع پر مجرم وبدکار لوگ اسے اپنی گرفت میں لے لیتے ہیں اور وہ بھی مجرم بن جاتا ہے۔ شریعت اسلامی نے فقر وفاقہ کو دور کرنے کے لئے ایسے قوانین وضع کئے کہ ہر شخص کو روٹی، کپڑا اور مکان ملے، فقر وفاقہ کا خاتمہ ہو، کام کاج کے مواقع فراہم کئے، معذور حضرات کے لئے بیت المال سے وظائف مقرر کئے۔ ② والدین میں لڑائی جھگڑا اور اختلافات: جب بچہ گھر میں والدین کے درمیان لڑائی دیکھتا ہے تو وہ اس تاریک فضاء سے بھاگتا ہے اور اپنے ہم پیشہ دوستوں کے ساتھ وقت گزارتا ہے۔ یہ دوست اگر گندے اخلاق کے مالک ہوں تو وہ بھی خراب ہو کر ملک وقوم کے لئے خطرہ کی گھنٹی بنتا ہے اسی وجہ سے اسلام نے صحیح لڑکا اور اچھی لڑکی منتخب کرنے کا حکم دیا تاکہ زوجین الفت ومحبت سے سرشار، مفاہمت اور باہمی تعاون کی زندگی گزاریں۔

③ طلاق اور اس کے نتیجہ میں پیدا ہونے والا فقر وفاقہ: طلاق کی وجہ سے بھی بچے بگڑ جاتے ہیں۔ جب بچے کو ماں کی شفقت نگرانی ودیکھ بھال اور ضرورت پوری کرنے والا والد نہیں ملتا تو وہ جرائم اور برائیوں کی طرف مائل ہو جاتا ہے۔ مطلقہ عورت دوسری شادی کر لے تو عام طور سے اولاد خراب ہو جاتی ہے کیونکہ عموماً طلاق کے بعد غربت کی وجہ سے عورت کام کاج کیلئے چلی جاتی ہے اور چھوٹے بچے بے یار ومددگار ادھر ادھر پھرتے اور گندے ماحول وفضاء کی وجہ سے مجرم بن جاتے ہیں۔ چنانچہ شریعت نے ایسے حقوق بیان کئے جن کے ذریعے طلاق سے بچا جا سکتا ہے کہ بیوی شوہر کی فرمانبرداری واطاعت کرے۔ عورت شوہر کے مال اور اپنے نفس وآبرو کی حفاظت کرے، شوہر ہمبستری کیلئے بلائے تو انکار نہ کرے، شوہر کے ذمے بیوی بچوں کا نان ونفقہ لازم ہے، گھر کے معاملات میں شوہر کو بیوی سے مشورہ کرنا چاہیے، ایک دوسرے کی کمزوریوں اور عیوب سے درگذر کرنا چاہیے، بیوی سے دل لگی اور ہنسی مذاق کرنا چاہیے، گھر کے کام کاج میں بیوی کا ہاتھ بٹانا چاہیے۔

Scanned with CamScanner

⑤ بچوں اور قریب البلوغ لڑکوں کا فارغ و بیکار وقت گزارنا: یہ عمل بھی بچوں کے انحراف اور خراب ہونے کا ذریعہ ہے، بچے کو مفید اور کارآمد امور کا پابند بنائیں، نماز کی ترغیب دیں جو ایک عظیم ترین بنیادی عبادت، جسمانی ورزش اور نظافت وطہارت کا ذریعہ ہے۔ بچوں کو جہاد کی مشقت، شاہسواری، تیراندازی، تیراکی، چھلانگ لگانا، کشتی وغیرہ کرنا سکھائیں، اچھی کتابوں کا مطالعہ کرنے کا عادی بنائیں، ورزش اور تقریر وتحریر کی مشق کرائیں۔ ⑥ بُری صحبت اور بُرے ساتھی ودوست: بچوں کے انحراف، بگاڑ اور خراب ہونے کا سبب سے بڑا سبب بُری صحبت اور بُرے دوست ہیں، خصوصاً جب بچہ سیدھا سادھا، لاابالی اور کمزور عقیدے والا ہو تو بری صحبت سے بہت جلد متاثر ہو کر اُن کے رنگ میں رنگا جاتا ہے۔ پھر اس کو راہِ راست پر لانا انتہائی مشکل ہو جاتا ہے۔

⑦ بچے کے ساتھ والدین کا نامناسب برتاؤ: والدین اگر بچے کے ساتھ سخت اور ترش رویہ اختیار کریں گے، مار پیٹ یا ڈانٹ ڈپٹ کر اس کو آداب سکھائیں گے تو وہ ہمیشہ ذلت ورسوائی کا نشانہ بنا رہے گا اور اُس کی تحقیر وتذلیل کی جاتی رہے گی اور اُس کا نتیجہ ردِ عمل اُس کے اخلاق وعادات میں ظاہر ہوگا، اس کے کام میں خوف کی جھلک نمایاں ہوگی، بعض اوقات والدین کے ساتھ لڑائی جھگڑے، قتل اور خودکشی کی نوبت بھی آسکتی ہے۔ وہ سختی سے بچنے کے لئے گھر سے بھاگ کر مجرم معاشرے کا جز بن سکتا ہے۔

⑧ بچوں کا جنس اور جرائم پر مشتمل فلمیں دیکھنا: سینما، ٹیلیویژن، وی سی آر، موبائل وانٹرنیٹ پر مجرمانہ واقعات، حیاء سوز مناظر، گندی فلمیں، آبرو باختہ عورتوں کا مردوں سے اختلاط، لڑکوں اور لڑکیوں کی کج روی اخلاقی دیوالیہ پن اور گمراہی کا بنیادی سبب ہے۔ اسی طرح جنسی ڈائجسٹ، ناول اور رسالے جو شہوت انگیز قصوں پر مشتمل ہوں یہ بھی اخلاقی گراوٹ کا باعث ہیں، بچوں کو ایسی چیزوں سے بچانا والدین کی ذمہ داری ہے۔

⑨ معاشرہ میں بے روزگاری اور بیکاری کا پھیلنا: جس شخص کے بیوی بچے ہوں اور کام کاج کے مواقع میسر نہ ہوں اور نہ ہی ذریعہ آمدنی ہو اور نہ دولت و جائیداد ہو تو ایسا خاندان تباہ وبرباد ہو جاتا ہے، اس خاندان کے بچے مجرمانہ زندگی کی طرف مائل ہو جاتے ہیں بلکہ بعض اوقات اس گھر کے افراد حرام طریقے سے کمائی کی تدبیریں سوچتے ہیں، چوری، ڈاکہ، رشوت خوری تجویز کرتے ہیں جو قوم کی تباہی کا باعث ہے۔ اسلام نے اس بیکاری کا علاج دو طریقوں سے کیا۔ (۱) حکومت پر لازم کیا کہ وہ لوگوں کیلئے کمائی کے راستے اور اسباب مہیا کرے۔ (۲) ایسے مشکل حالات میں معاشرہ اور قوم پر ایسے شخص کی امداد کو لازم کیا۔

⑩ والدین کی بچوں کی تربیت سے کنارہ کشی: اولاد کی تربیت والدین کی ذمہ داری ہے اس سلسلہ میں ماں پر سب سے بڑی ذمہ داری عائد ہوتی ہے وہ ایک مدرسہ بھی ہے اور ایک مسئول وذمہ دار بھی ہے، بچہ پیدائش سے جوانی تک اُس کے ساتھ رہتا ہے اس وجہ سے اُس کی تربیت کی ذمہ داری بھی ماں پر سب سے زیادہ ہے۔ اگر والدین اولاد کی تربیت میں کوتاہی کریں گے تو دردناک عذاب کے مستحق ہوں گے۔ آپ ﷺ نے مرد کو گھر کا نگہبان اور عورت کو شوہر کے گھر کا رکھوالا قرار دیا۔

⑪ یتیم ہونا: یہ بھی بچوں کے انحراف کا بنیادی سبب ہے جس میں سر پر ہاتھ رکھنے، تربیت اور دیکھ بھال کرنے والا کوئی نہیں ہوتا جس کی وجہ سے بچہ بگڑ جاتا ہے، اسلام نے ایسے بچہ کی کفالت کی ترغیب دی، اُس کے ساتھ ظلم سے روکا اور اچھے برتاؤ کا حکم دیا تاکہ وہ باکمال فرد بنے اور بگڑنے سے بچے۔ یتیم بچے کے سر پر ہاتھ پھیرنے سے ہر بال کے بدلے ایک نیکی ملتی ہے۔ یتیم کی کفالت کرنے والا جنت کا مستحق بنتا ہے اور اُسے آپ ﷺ کی معیت بھی نصیب ہوگی۔ لہٰذا عموماً مسلمانوں کو یتیم بچوں کی پرورش، تربیت اور دیکھ بھال کا خصوصی اہتمام کرنا چاہیے۔

Maktaba Tul Ishaat.com Scanned with CamScanner

السوال الثانی ۱۴۴۰ھ

السؤال الاول..... نفسیاتی تربیت کی ذمہ داری تفصیل سے تحریر کریں، غصہ کی بیماری کی تفصیل اور اسکی تسکین کا نبوی طریقہ تحریر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾..... اس سوال میں دو امور مطلوب ہیں (۱) نفسیاتی تربیت کی ذمہ داری (۲) غصہ کی بیماری کی تفصیل اور اس کی تسکین کا نبوی طریقہ۔

الجواب..... ① **نفسیاتی تربیت کی ذمہ داری:** بچہ جب عقل مند اور ہوشیار ہو جائے تو اس کو جرأت، حق کے سلسلہ میں بے باکی، صداقت، شجاعت و بہادری اور دوسروں کیلئے خیر و بھلائی پسند کرنے اور نفسیاتی و اخلاقی فضائل و کمالات سے آراستہ ہونے کی تربیت دی جائے تاکہ اسکی شخصیت بنے اور وہ اپنے اوپر عائد ہونے والی ذمہ داریوں کو بحسن و خوبی ادا کر سکے۔ مربیوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ بچہ کو صحت کے وہ نفسیاتی اصول سکھائیں جو اس کی عقل کو پختہ کریں، صحیح فکر، عمدہ تصرفات اور بلند ارادے والا بنائیں اور اُن چیزوں سے دور رکھیں جو اسکی عزت و کرامت اور شخصیت کو مجروح کریں چنانچہ وہ اہم عوامل جن سے بچے کو بچانا ضروری ہے وہ یہ ہیں۔

① شرمیلا پن کا مرض: بچوں میں فطرتاً شرمیلا پن ہوتا ہے اس کے کم و زیادہ ہونے میں ماحول کا بڑا اثر ہے۔ اس کا علاج یہ ہے کہ بچوں کو لوگوں کے ساتھ میل جول کا عادی بنائیں اس سے اُن میں یہ مرض بھی کم ہوگا اور خود اعتمادی بھی پیدا ہوگی۔

② خوف و ڈر: یہ ایک نفسیاتی حالت ہے جو ہر عمر کے عورتوں اور مردوں کو پیش آتی ہے، یہ عادت اگر حدود کے دائرہ میں ہو تو کامل تعریف ہے لیکن اگر حد سے بڑھ جائے اور فطری حدود سے تجاوز کر جائے تو اس سے بچہ میں نفسیاتی بے چینی پیدا ہوتی ہے جو ایک نفسیاتی مسئلہ ہے جس کا دور کرنا نہایت ضروری ہے۔ ماں کا بچے کو سائے، تاریکی یا جن، بھوت، چڑیل وغیرہ سے ڈرانا، زیادہ ناز و نخرے اٹھانا وغیرہ امور بچوں میں خوف و ڈر بڑھانے میں معاون ہیں۔ اس کا علاج اللہ تعالیٰ پر ایمان، اُس کی عبادت اور ہر پیش آنے والی چیز پر اللہ تعالیٰ کے سامنے گردن جھکانے کی تربیت دینا، روحانی و بدنی عبادات کا عادی بنانا، بچے کو تصرفات کی آزادی دینا، اُس پر اس کی عمر کے مطابق ذمہ داری ڈالنا اور جن، بھوت، چڑیل، شیر، کتا، ڈاکو وغیرہ سے نہ ڈرانا، بچے کو عقلمند اور سمجھدار ہونے پر لوگوں کے سامنے اٹھنے بیٹھنے اور میل جول کا عادی بنانا، بچے کو رسول اللہ ﷺ کے غزوات اور سلف صالحین و بہادر کے کارنامے سنانا وغیرہ امور شامل ہیں۔

③ احساسِ کمتری: کمی اور نقص کا شعور ایک ایسی نفسیاتی حالت ہے جو بچوں میں پیدائشی یا بیماری یا تربیت یا اقتصادی حالت کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے یہ عادت بچے کو جامد اور منفرد بنا دیتی ہے اور بچے کو بدبختی و مجرمانہ زندگی کی جانب دھکیل دیتی ہے اور اسکے عوامل تحقیر و اہانت آمیز سلوک، ضرورت سے زیادہ نخرے برداشت کرنا، بچوں کو ایک دوسرے پر ترجیح دینا، جسمانی امراض و بیماریاں، یتیمی، فکر و فاقہ اور غربت ہیں۔ چنانچہ اگر بچہ سے کوئی غلطی سرزد ہو جائے تو تحقیر و اہانت کی بجائے اُسے نرمی سے متنبہ کیا جائے اور دلیل سے سمجھایا جائے کہ اس قسم کی حرکت کوئی سمجھدار پسند نہیں کرتا۔ اگر اُسے سمجھ آجائے تو ٹھیک وگرنہ معمولی سزا دی جا سکتی ہے۔

ضرورت سے زیادہ نخرے برداشت کرنا بھی بچے کی اخلاقی تربیت میں نقصان دہ ہے۔ والدین کو یہ عقیدہ مضبوط کرنا چاہیے کہ سب اللہ تعالیٰ کے حکم و فیصلے سے ہوتا ہے، اُن پر یا ان کی اولاد پر بیماری، صحت، مصیبت و تکالیف، تنگی و آسانی یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہی ہے۔ بچے کو نصیحت کرنے میں مرحلہ وار قدم اٹھایا جائے۔ بچے کو شروع سے ہی جفاکشی، خود اعتمادی، ذمہ داری نبھانے، جرأت و اقدام اور اظہارِ حق کی تربیت دی جائے۔

Scanned with CamScanner

بچوں میں مساوات اور برابری نہ کرنا اور ایک دوسرے پر فوقیت دینا یہ نفسیاتی انحراف پیدا کرنے کا بہت بڑا سبب ہے۔ جس سے بچے کے کردار اور نفسیات پر برا اثر پڑتا ہے اس سے رقابت وحسد کا مرض پیدا ہوتا ہے، اس سے بچے میں خوف، ڈر اور الگ تھلگ رہنے اور بلاوجہ رونے کا مرض پیدا ہوتا ہے، لڑائی جھگڑا اور ظلم وستم کا دروازہ کھلتا ہے اس لئے آپ ﷺ نے اولاد میں مساوات کا حکم دیا۔ اگر کوئی بچہ پیدائشی طور پر کسی نقص کا شکار ہو یا بعد میں ہو جائے تو اس میں بچے کا کوئی قصور نہیں، اس لئے اُس کے ساتھ حسن معاملہ میں کوتاہی نہ کی جائے اور حسن اخلاق کے ذریعے اسے اپنا مطیع وفرمانبردار بنا کر دعاء نبوی ﷺ کے مستحق بنیں۔

جسم کے کسی عضو کا نہ ہونا یا کسی عضو کا ماؤف ہونا یہ بھی بچے کے انحراف وکجی پیدا کرنے کا بڑا عامل ہے۔ ایسا بچہ عموماً احساس کمتری کا شکار ہوتا ہے، ایسی صورت میں والدین، بہن بھائی، رشتہ دار اور عزیز واقارب کو اس کے ساتھ محبت والفت اور نرمی کا برتاؤ کرنا چاہیے۔ اس کے قسم کے معذور بچوں کے لئے اچھے اخلاق وعادات والے ساتھیوں کا انتخاب کیا جائے جو ان بچوں کے ساتھ پیار ومحبت کا سلوک کریں۔

بچے کا یتیم ہونا بھی نفسیاتی انحراف کا خطرناک سبب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یتیم کو ڈانٹنے اور جھڑکنے سے منع فرمایا، آپ ﷺ نے بھی اس کا بہت خیال رکھا اور اس کی کفالت کی ترغیب دی اور اس کی دیکھ بھال کو واجب قرار دیا۔ اُس کی کفالت کرنے والے کو جنت میں اپنا ساتھی بتایا اور اُسکے سر پر ہاتھ پھیرنے والے کو نیکیوں کا مستحق قرار دیا اور اُن کی حق تلفی کرنے والے کو گناہ گار قرار دیا۔

فکر وفاقہ اور غربت بھی نفسیاتی انحراف کا سبب ہے۔ جب بچہ دیکھتا ہے کہ اس کے میل جول والے مزے کر رہے ہیں اور اُسے پیٹ بھر روٹی بھی نصیب نہیں تو اس میں احساس کمتری پیدا ہوگا اور وہ انحراف کا شکار ہوگا اور بعض مرتبہ یہ فکر وفاقہ کفر کا ذریعہ بن جاتا ہے۔ اس لئے اسلام نے دو بنیادی امور سے فکر کا علاج کیا (انسانی کرامت کا احترام اور امداد باہمی کے اصولوں کا تقرر)۔

فکر کے مسئلہ کے حل کے لئے اسلام نے زکوٰۃ کا حکم دیا اور سرکاری محکمہ بیت المال مقرر کر کے اس مسئلے کو حل کیا۔

⑤ بغض وحسد: یہ انتہائی بری چیز ہے کہ دوسرے کی نعمت کے زائل ہونے کی تمنا کی جائے۔ والدین کو چاہیے کہ اس معاملے میں بچے کا انتہائی خیال رکھیں اور حسد پیدا ہونے کے اسباب درج ذیل ہیں۔

بچے کا یہ سمجھنا کہ مثلاً نئے بچے کی پیدائش وغیرہ پر وہ اپنا مقام کھو بیٹھے گا۔ اولاد میں برابری نہ کرنا، ایک کو غبی اور دوسرے کو ذہین کہنا، ایک کا بہت زیادہ خیال رکھنا اور دوسرے کی بالکل پرواہ نہ کرنا، ایک کی بڑی سے بڑی بات پر درگزر سے کام لینا اور دوسرے کی معمولی غلطی بھی برداشت نہ کرنا۔ حسد کے علاج کے سلسلہ میں بنیادی اسلامی اصول درج ذیل ہیں۔

۱..... بچے کو محبت محسوس کرانا: آنحضرت ﷺ نے خود بھی ایسا کیا اور اس کا حکم بھی دیا، آپ ﷺ منبر پر تھے، حضرت حسن وحسین رضی اللہ عنہما کو گرتے پڑتے دیکھ کر فوراً منبر سے اُترے اور انہیں گود میں اٹھالیا۔ نئے بچے کی پیدائش پر اس سے پہلے بچے میں حسد پیدا ہونے کے امکان بہت ہوتے ہیں اس لئے بڑے بچے کو نومود کی پیدائش سے پہلے ہی دوسرے پلنگ پر لٹانا شروع کر دیں۔ نئے بچے کے کام میں بڑے بچے سے مدد لیں اس سے بڑے بچے کو دل لگی کا موقع ملے گا۔ ماں جب نومولود کو دودھ پلائے تو باپ بڑے بچے کو اٹھالے اور اُس سے پیار کرے تاکہ وہ حسد کا شکار نہ ہو۔

۲..... بچوں میں برابری اور عدل وانصاف کیا جائے۔ اگر برابری وعدل وانصاف نہیں ہوگا تو بچے حسد کا شکار ہوں گے۔

۳..... اُن اسباب کا ازالہ کرنا جو حسد کا ذریعہ ہیں۔ نئے بچے کی آمد سے پہلے ہی بڑے بچے کے ساتھ ایسا معاملہ کیا جائے

Maktaba Tul Ishaat.com Scanned with CamScanner

کہ اُسے یہ احساس ہو کہ وہ اب بھی والدین کا منظورِ نظر ہے۔ ⑤ غصہ و غضب : کما مرّ فی الشق الثانی من السوال الاول ۱۴۳۹ھ۔

السؤال الثانی ..... بچے کی تربیت و شخصیت سازی کے مفید وسائل اور مؤثر اصول و قواعد تحریر کریں۔ (مکتبۃ الحبیب۔ ص ۱۹۶)

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال میں فقط بچے کی تربیت و شخصیت سازی کے مفید وسائل اور مؤثر اصول و قواعد مطلوب ہیں۔

الجواب ..... بچے کی تربیت و شخصیت سازی کے مفید وسائل اور مؤثر اصول و قواعد :۔ بچے کی تربیت اور شخصیت سازی کے مفید وسائل اور اسے بہترین فرد بنانے کے کامیاب و مؤثر اصول درج ذیل ہیں۔

① اسوۂ حسنہ کے ذریعے تربیت کرنا: یعنی بچے کے سامنے کوئی شخصیت، پیشوا و مقتداء ہونا چاہیے بچہ جس کے چال چلن اور اخلاق کی شعوری و غیر شعوری طور پر نقل اتارے، یعنی اس کے نفس اور شعور میں پیشوا کی قولی، فعلی، حسی اور معنوی صورت منقش ہو جائے۔ اور اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام علیہم السلام کو اعلیٰ ترین نفسیاتی، اخلاقی اور عقلی کمالات سے متصف فرمایا۔ آپ ﷺ بہترین نمونہ، مقتداء اور پیشوا ہیں، اخلاق، عبادات، جود و کرم، زہد و ورع، تعاون و ایثار، تواضع اور حلم و بردباری، جسمانی قوت اور شجاعت و بہادری میں آپ کا کوئی ہمسر نہ تھا۔ آپ ﷺ حسنِ تدبیر اور سیاست میں بھی ضرب المثل تھے۔ اپنے مؤقف پر ثابت قدمی آپ ﷺ کی بڑی نمایاں صفت تھی۔

② اچھی عادات کے ذریعے تربیت کرنا: قرآنی تعلیمات کے مطابق بچہ خالص توحید، دینِ متین اور ایمان باللہ پر پیدا کیا گیا ہے لہٰذا شروع سے ہی اسے توحید، مکارم اخلاق، نفسیاتی فضائل اور شریعت کے شاندار آداب کا عادی بنائیں۔ اگر بچہ شاندار اسلامی تربیت اور نیک و اچھے ماحول میں پرورش پائے گا تو وہ شروع ہی سے ذاتِ باری پر ایمان، اسلامی اخلاق سے آراستہ، نفسیاتی فضائل اور ذاتی مکارم کی چوٹی پر پہنچے گا۔ اچھا ماحول انسان میں صلاح و تقویٰ کی صفت پیدا کرنے میں بڑا معاون بنتا ہے اور یہ ایمان و عقیدہ اور اخلاقِ فاضلہ پر نشو و نما پانے کا بڑا ذریعہ ہے۔

③ وعظ و نصیحت کے ذریعے تربیت کرنا: بچے کی ایمانی تربیت، نفسیاتی، معاشرتی اور اخلاقی تیاری میں وعظ و نصیحت اور خیر خواہی بنیادی حیثیت رکھتی ہے۔ اسلئے بچے کو اشیاء کی حقیقت سمجھانے، اچھے کاموں میں لگانے، مکارمِ اخلاق سے آراستہ کرنے اور اسلام کی بنیادی مہمات سے آشنا کرنے میں وعظ و نصیحت کا بڑا دخل ہے۔ قرآن کریم نے اس طریقہ کو اپنایا ہے اور اسکے ذریعے نفوس کو خطاب کیا ہے اور بے شمار آیات میں اسے دہرایا ہے۔ قرآن کریم متعدد آیات میں کبھی تقویٰ اختیار کرنے کی نصیحت کرتا ہے، کبھی نصیحت کرنے کے اجر و ثواب کو بیان کرتا ہے، کبھی وعظ و نصیحت سے عبرت حاصل کرنے کی تعلیم دیتا ہے، کبھی سیدھے راستے کی پیروی کا حکم دیتا ہے، کبھی ڈرانے دھمکانے کا اسلوب اختیار کرتا ہے۔ اسلئے وعظ و نصیحت کے سلسلے میں یہی قرآنی اسلوب اپنانا چاہیے۔

④ دیکھ بھال کے ذریعے تربیت کرنا: بچے کے عقیدے و اخلاق کے بنانے کی فکر ہونی چاہیے، اس کی نفسیاتی و معاشرتی شخصیت سازی، جسمانی تربیت اور حصولِ علم کے بارے میں نظر رکھی جائے تاکہ وہ کامل اور متوازن انسان بنے، اپنی ذمہ داریاں پوری کرے، ہر صاحبِ حق کا حق ادا کرے، فرائض و واجبات کی ادائیگی میں سستی کا مظاہرہ نہ کرے۔ مدرسہ و سکول میں سکھائے جانے والے افکار و عقائد کی نظر رکھی جائے۔ بچے کے جھوٹ بولنے کی اصلاح کی جائے۔ بچے کی جسمانی دیکھ بھال کی جائے۔ اس کے لئے اچھی غذاء، صاف ستھرا مکان اور لباس و پوشاک کا انتظام کیا جائے۔ کچے پھل کھانے، بغیر دھوئے پھل و سبزیاں استعمال کرنے، بیش و عشرت، منشیات و سگریٹ نوشی وغیرہ سے منع کیا جائے۔ اس کے نفسیاتی پہلو کی دیکھ بھال کی جائے، بچے میں شرمندگی کی عادت ہو تو اسے مجلس

میں لے جائے اور اس میں جرأت پیدا کرے، لوگوں کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے کی تلقین کرے، اُس کی خوف وڈر والی عادت پر نظر رکھے، خوف، بزدلی اور حادثات کے سامنے شکست خوردہ بننے اور مشکلات سے بھاگنے کی عادت کو دور کرے، اُس میں خود اعتمادی اور خندہ پیشانی سے مشکلات کا مقابلہ کرنے کی عادت پیدا کرے۔ بچے کی معاشرتی زندگی پر نظر رکھی جائے کہ وہ دوسروں کے حقوق ادا کرتا ہے یا نہیں، اگر اس میں کوتاہی کرتا ہے تو اس کے انجام بد سے ڈرایا جائے، دوسروں کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے، ملنے کے آداب سکھائے جائیں۔ کھانے پینے، ہنسی مزاح، بات چیت، چھینک، کھانسی، مبارکباد یا تعزیت جیسے معاشرتی آداب میں کوتاہی پر تنبیہ کی جائے۔ دوسروں کے ساتھ اچھے جذبات کی تلقین کی جائے، تکبر، بغض وحسد وغیرہ نکالنے کی کوشش کرے، حلال وحرام سے آشنا کرے، روحانی پہلو کی دیکھ بھال کرے کہ بچہ میں اللہ تعالیٰ کے مراقبہ کے پہلو پر نظر رکھی جائے اور اس کو باور کرایا جائے کہ اللہ تعالیٰ اس کو دیکھ رہا ہے، سن رہا ہے، وہ اس کی آنکھوں کی خیانت اور دل کے بھید کو جانتا ہے، آسمان وزمین کی کوئی چیز اس سے مخفی نہیں، اور یہ اسی وقت ممکن ہے جب بچے کی رہنمائی اللہ تعالیٰ کی ذات پر ایمان اور اس کی قدرت کاملہ وپیش آمدہ صورتحال پر اس کے سامنے گردن جھکانے کی طرف کی جائے۔ بچے کو شروع سے ہی نماز، صدقہ خیرات، ذکر وعبادت، دینی مجالس، تلاوت کا عادی بنایا جائے۔ اہل اللہ کے واقعات سنائے جائیں، امر بالمعروف، نہی عن المنکر، جہاد بالنفس، جہاد بالاعداء کا عادی بنایا جائے تاکہ قرآن وکردار، دین وحکومت، عبادت وسیاست سب کا مجموعہ ہو۔ ساتھ ہی اسے خوشی غمی، صبح شام، سونے جاگنے، کھانے پینے، سفر استخارہ، چاند دیکھنے اور بیماری کی مسنون دعائیں یاد کرائی جائیں۔

⑤ عقوبت اور سزا کے ذریعے تربیت کرنا: اسلام کے بہترین عادلانہ احکامات وبنیادی قواعد جن سے کوئی انسان مستغنی نہیں ہوسکتا اور ان کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا اُن کو پانچ امور میں بیان کیا گیا ہے۔ (۱) دین کی حفاظت (۲) نفس کی حفاظت (۳) عزت وآبرو کی حفاظت (۴) عقل کی حفاظت (۵) مال کی حفاظت۔ مذکورہ امور کی حفاظت کے لئے شریعت نے سخت ترین سزائیں مقرر کیں۔ یہ سزائیں شریعت میں حدود وتعزیرات کے نام سے معروف ہیں۔

۱..... مرتد ہونے کی سزا قتل ہے، یعنی اگر کوئی شخص دین سے پھر جائے اور الحاد پر اصرار کرے اور توبہ نہ کرے تو اُسے قتل کیا جائیگا نہ غسل دیا جائے گا اور نہ کفن دیا جائے گا، نہ اس پر نماز جنازہ پڑھی جائے گی اور نہ اسے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے گا۔

۲..... کسی انسان کو عمداً قتل کرنے کی سزا قتل ہے۔ ۳..... چوری اگر بلا اضطرار ہو تو اس کی سزا ہاتھ کاٹنا ہے۔

۴..... کسی عورت پر تہمت لگانے کی سزا اسی کوڑے ہیں اور ایسے شخص کی گواہی قبول نہیں ہے۔

۵..... زانی اگر غیر شادی شدہ ہو تو اس کی سزا سو (۱۰۰) کوڑے ہیں، اگر شادی شدہ ہو تو اس کی سزا سنگسار کرنا ہے۔

۶..... زمین پر فساد پھیلانے کی سزا قتل یا سولی پر چڑھانا یا ایک طرف کا ہاتھ اور دوسری طرف کا پاؤں کاٹنا یا ملک بدر کرنا ہے۔

۷..... شراب نوشی کی سزا چالیس سے اسی کوڑے ہیں۔

ایسی سزائیں جو متعین طور پر مقرر نہیں اُن کو تعزیرات کہا جاتا ہے۔ یہ ایسی معصیت وگناہ پر لاگو ہوتی ہیں جن پر کوئی حد کا کفارہ مقرر نہ ہو۔ اسکا اختیار حاکم کو ہوتا ہے کہ جو مناسب سمجھے وہ سزا تجویز کرے، کبھی ڈانٹ ڈپٹ سے کام چل جاتا ہے اور کبھی مار پیٹ کی ضرورت بھی پیش آتی ہے، کبھی قید وبند میں گرفتار بھی کرنا پڑتا ہے اور کبھی ملک بدر کرنا کافی ہوتا ہے۔ البتہ تعزیرات میں مقررہ حدود سے تجاوز نہ کیا جائے جو قومیں مجرموں کو سزا کے بغیر چھوڑتی ہیں وہاں فتنہ وفساد اور لاقانونیت عام ہوتی ہے۔ معاشرہ گناہ کا رسیا اور فساد وجرم کا خوگر بنتا ہے جبکہ اسلامی سزاؤں کے ذریعے معاشرے سے جرائم کا مکمل خاتمہ ممکن ہے۔ ماضی میں شاذ ونادر ہی کہیں

Maktaba Tul Ishaat.com Scanned with CamScanner

قتل، چوری یا شراب نوشی کی اطلاع ملتی تھی اسلئے کہ حکومت کی آنکھ بیدار تھی، شرعی سزائیں نافذ تھیں اور ہر مجرم کو اپنا انجام معلوم تھا۔

السوال الثالث ۱۴۴۰ھ

السبق الاول..... مربی کے بنیادی اوصاف مختصراً بیان کیجیے، "ورزش و ریاضت" کے عنوان کا خلاصہ قلم بند کیجیے۔

﴿خلاصۂ سوال﴾..... اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے: ① مربی کے بنیادی اوصاف ② ورزش و ریاضت۔

الجواب..... ① **مربی کے بنیادی اوصاف:۔** مربی کو درج ذیل صفات کا حامل ہونا چاہیے: ① اخلاص: مربی کو سب سے پہلے اپنی نیت درست رکھنی چاہیے، ہر کام اللہ کی رضا کیلئے کرے اور قول و عمل میں اخلاص کو ملحوظ رکھنا ہی ایمان کی بنیاد اور اسلام کا تقاضا ہے، اخلاص کے بغیر کوئی عمل بھی قبول نہیں ہے۔ ② تقویٰ: مربی میں سب سے ممتاز وصف تقویٰ ہی ہونا چاہیے۔ تقویٰ کا مطلب یہ کہ اللہ تعالیٰ بندے کو ایسے مقام میں نہ دیکھیں جہاں سے اسے منع کیا گیا ہے اور ایسے مقام سے غائب نہ دیکھیں جہاں موجود رہنے کا حکم ہے۔ بعض نے کہا کہ تقویٰ کا مطلب اچھے اعمال کے ذریعے اللہ کے عذاب سے بچنا اور ظاہری و باطنی طور سے اس سے ڈرتے رہنا۔ بعض نے کہا کہ تقویٰ اپنے ظاہر و باطن کو گناہوں سے بچانا ہے۔ خلاصہ یہ ہوا کہ تقویٰ دائمی مراقبہ کے ذریعے عذاب سے ڈرنا اور ظاہراً و باطناً ربانی طریقے پر عمل کرنا، حلال کی تلاش اور حرام سے بچنے کی مسلسل کوشش میں لگے رہنا ہے۔ لہٰذا مربی کو متقی ہونا چاہیے تاکہ بچے اس کو دیکھ کر متقی بننے کی کوشش کریں۔ ③ علم: مربی کو ان اصول تربیت کا علم ہونا چاہیے جو اسلام نے پیش کیے، اسے حلال و حرام اور اخلاق کے بنیادی اصولوں کا علم ہو، اسلام کے نظام اور شریعت کے قواعد سے واقف ہو تاکہ وہ بچے کی صحیح دینی و اسلامی تربیت کر سکے، اسی لیے قرآن و حدیث نے مسلمانوں کو علم حاصل کرنے کا حکم دیا اور اس پر حاصل ہونے والے اجر و ثواب کو بیان کیا۔ ④ علم و بردباری: علم و بردباری مربی کی کامیابی کے ضامن ہیں، اسی کی وجہ سے بچہ استاذ کی طرف کھنچتا، مربی کے قول پر لبیک کہتا، اچھے اخلاق سے آراستہ ہوتا اور برے اخلاق سے بچتا ہے، اسی لیے اسلام نے علم و بردباری کی ترغیب دی ہے اور غصے سے منع کیا ہے اور غصے پر قابو پانے کو حقیقی پہلوان قرار دیا ہے۔ نرمی کو اللہ تعالیٰ نے پسند کیا ہے اور نرمی باعث زینت ہے۔ ⑤ مسئولیت کا احساس: مربی کو چاہیے کہ بچے کے ایمان و کردار کی تربیت، جسمانی و نفسیاتی شخصیت سازی اور عقلی و معاشرتی تیاری کی اپنی ذمہ داری کو محسوس کرے، بچے کی مکمل دیکھ بھال و نگرانی کرے، اس کی رہنمائی و اصلاح کی کوشش کرتا رہے، اس سے غفلت یا تساہل بچے کو قدم بقدم برائی کی طرف بڑھاتا ہے اور اسے بدکردار بناتا ہے، پھر اس کی اصلاح مشکل ہو جاتی ہے، اس فریضے میں کوتاہی اللہ تعالیٰ کی ناراضی مول لینے اور عذاب جہنم کا ذریعہ ہے۔

② **ورزش و ریاضت:۔** معاشرے کے افراد کی جسمانی تربیت و صحت کو برقرار رکھنے کیلئے اسلام نے جو نفع بخش و اہم وسائل مقرر کیے ہیں ان میں ایک ورزش و ریاضت ہے کہ موقع کی مناسبت سے فارغ وقت جہاد کے کام، فوجی مشق اور ورزش میں صرف کیا جائے، اسلام نے روح و جسم کے درمیان تطبیق پیدا کی ہے اور جسم کی تربیت و روح کی اصلاح کا پورا خیال رکھا ہے اور یہ ورزش و ریاضت اسلئے ضروری ہے کہ انسان کو جسمانی صحت حاصل ہو، اعضاء میں قوت پیدا ہو، بدن چست اور چاق و چوبند رہے اور یہ امور اسکو حاصل شدہ فارغ وقت کی وجہ سے، بیماری سے بچانے کیلئے اور ورزش و جہادی کاموں کی مشق و عادت ڈالنے کیلئے ضروری ہیں۔ اسلام نے ورزش و فوجی تربیت کا بہت اہتمام کیا ہے، جہاد کیلئے ہر قسم کی تیاری کا حکم دیا ہے، طاقت ور مؤمن کو کمزور سے بہتر قرار دیا ہے، تیر اندازی کو قوت قرار دیا ہے۔ ورزش کا عمل بچے کیلئے اس وقت تک خاطر خواہ مفید نہ ہوگا جب تک وہ اسلام کے مقرر

کردہ امور و نظم کو نہ اپنائے، چنانچہ اس نظام کے اہم امور و حدود درج ذیل ہیں: ① توازن پیدا کرنا: یعنی بچے کا ورزش و ریاضت کے ساتھ تعلق میانہ روی و اعتدال کے ساتھ ہو، تاکہ دیگر فرائض و واجبات میں کوتاہی نہ ہو۔ ② مقررہ حدود کا خیال رکھنا: چنانچہ لباس ناف سے گھٹنے تک جسم کو چھپائے، ستر کھلا ہوا نہ ہو، ورزش و ریاضت ایسے مقام میں ہو جو تہمت و فتنہ کا مقام نہ ہو، تاکہ گناہ سے بچ سکے، مخلوط جگہوں اور شراب نوشی کی جگہوں سے بچا جائے، سبقت لے جانے پر ہمت افزائی ناجائز شرط یا ناجائز امور سے نہ ہو، ایسا کرنا منع ہے۔ ③ حسن نیت و اخلاص پیدا کرنا: بچے کو ذہن نشین کرایا جائے کہ اس کی ورزش کا مقصد یہ ہے کہ وہ جسمانی طور پر طاقت ور اور صحت مند ہو، تاکہ جب وہ ذمہ داری اٹھانے کی عمر کو پہنچے تو فرائض کو صحیح طور پر اخلاص کے ساتھ رضاء الٰہی کے لیے ادا کر سکے اور احادیث کے مطابق دشمن کے سامنے اپنی طاقت و قوت کا مظاہرہ کر سکے اور حکم الٰہی کی تعمیل کر سکے۔ وہ صدق نیت اور اخلاص کے ساتھ اسلام کا سچا مجاہد، فوجی اور سپاہی بنے۔

السوال الخامس ..... بچے کی تربیت سے متعلق ضروری تجاویز کا ایک جامع خاکہ تحریر کریں۔ (مکتبہ الحبیب۔ ص ۲۹)

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال میں فقط بچے کی تربیت سے متعلق ضروری تجاویز مطلوب ہیں۔

الجواب ..... بچے کی تربیت سے متعلق ضروری تجاویز:۔ بچے کی عمدہ تربیت کے متعلق ضروری تجاویز درج ذیل ہیں۔

① بچے کو اچھے روزگار کا شوق دلانا خواہ وہ صنعت و حرفت ہو یا زراعت کا شکاری و تجارت ہو۔ انبیاء علیہم السلام اپنے پسندیدہ خود مختار کام کیا کرتے تھے۔ حضرت داؤد علیہ السلام زرہیں بناتے تھے، حضرت نوح علیہ السلام نے کشتی بنانا سیکھی، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے شادی کیلئے بکریاں چرائی، خود رسول اللہ ﷺ بھی بکریاں چراتے تھے اور تجارت کرتے تھے۔ ہاتھ کی محنت کی کمائی کو افضل ترین عبادت قرار دیا گیا ہے اور کمائی کرنے والے کو اللہ کا دوست قرار دیا گیا ہے۔ اسلام نے کام کاج نہ کرنے اور بیکار رہنے کی مخالفت اور اس پر سخت کی ہے۔

② بچے کی فطری صلاحیتوں کا خیال رکھنا: بچے میں ذہانت، طاقت اور مزاج کے اعتبار سے فرق ہوتا ہے، ذہین بچہ پڑھائی کا شوقین ہو تو اس کے لئے پڑھائی کے اسباب مہیا کئے جائیں تاکہ وہ منزل مقصود تک پہنچ سکے۔ متوسط و کمزور بچے کی طبیعت جس کام کی طرف راغب و مائل ہو اُسے اسی کام میں لگایا جائے۔ ③ بچے کو کھیل کود اور تفریح کا موقع دینا: انسان کے کچھ فطری شوق، نفسیاتی خواہشات ہوتی ہیں، اسلئے اسلام نے صرف ذکر اللہ میں لگنے اور خاموشی اختیار کرنے اور صرف عبادات کا ہی حکم نہیں دیا بلکہ اسلام نے فطرت انسان کے تقاضوں کے مطابق خوشی و سرور، کھیل کود اور ہنسی مزاح ہر ایک کو تسلیم کیا ہے بشرطیکہ یہ تمام امور شریعت کی حدود میں ہوں۔ اسلام نے جہاد کی تیاری، تیر اندازی، گھڑ دوڑ، تیراکی جیسے کھیلوں کو جائز و پسندیدہ قرار دیا گیا ہے۔

④ گھر، مسجد اور مدرسہ میں باہمی تعاون پیدا کرنا: یہ چیز بچے کی عملی، روحانی اور جسمانی شخصیت سازی کے مؤثر عوامل میں سے ہے۔ دین اسلام میں مسجد کا پیغام پہلے درجے میں روحانی تربیت میں مرکوز ہے۔ اسلئے کہ جماعت کی نماز، تلاوت قرآن اور ربانی فیض اللہ تعالیٰ کی ایسی رحمتیں ہیں جو ختم ہونے والی ہیں۔ مسجد میں نماز پڑھنے کا ثواب پچیس گنا زیادہ ہے۔ ہر قدم پر ایک درجہ بلند ہوتا ہے اور ایک گناہ معاف ہوتا ہے۔ تلاوت کرنے پر سکینہ نازل ہوتی ہے اور رحمت کے فرشتے اس مجلس کو گھیر لیتے ہیں۔ مدرسہ کی سب سے پہلی ذمہ داری یہ ہے کہ علمی تربیت ہو اسلئے کہ شخصیت سازی اور انسانی کرامت اور عزت کے بلند کرنے میں علم کا بہت بڑا ہاتھ ہے۔ اسلئے دین اسلام میں علم کی بہت فضیلت ہے۔ علم کیلئے نکلنے والا اللہ کے راستے میں شمار ہوتا ہے، اسکے راستے میں فرشتے پر بچھاتے ہیں۔ گھر، مسجد اور مدرسے کا باہمی تعاون اُس وقت تک تام نہیں ہو سکتا جب تک دو شرطیں متحقق نہ ہوں۔ (۱) مدرسہ اور گھر کی

Maktaba Tul Ishaat.com Scanned with CamScanner

توجیہات آپس میں ایک دوسرے سے متعارض نہ ہوں (۲) یہ تعاون اسلامی شخصیت کی تعمیر میں توازن و کمال پیدا کرنے کیلئے ہو۔

④ بچے و مربی کے درمیان رابطے کو مضبوط کرنا: بچے اور مربی کے درمیان رابطہ اور تعلق کا مضبوط و قوی ہونا بھی تربیت کے بنیادی اصولوں میں سے ہے تاکہ تربیتی اثرات مکمل طور سے پڑ سکیں اور خوب صورتی سے علمی، نفسیاتی اور اخلاقی تعمیر و تکمیل ہو سکے۔ اگر بچہ و مربی کے درمیان یا استاد و طالب علم کے درمیان، یا مرید و مرید کے درمیان نفرت ہوگی تو کچھ حاصل نہ ہو سکے گا۔ اس رابطے کی مضبوطی میں سے یہ بھی ہے کہ مربی بچے سے مسکراہٹ اور انبساط کے ساتھ ملے، بچہ اگر اچھا کام کرے تو اسے انعام سے نوازا جائے اور اس کی ہمت افزائی کی جائے، اس کے ساتھ حسن اخلاق اور نرمی سے پیش آیا جائے۔

⑤ دن رات تربیتی نظام کے مطابق چلنا: بچے کو دن رات ایک طے شدہ تربیتی نظام کے مطابق چلایا جائے۔ کتاب میں مذکورہ ہدایات کے مطابق ایک نظام الاوقات بنایا جائے کہ وہ اسکا عادی بنے اور مستقبل میں اسے اپنے اوپر نافذ کرے۔

⑥ بچے کیلئے نفع بخش اور فائدہ مند ثقافتی وسائل مہیا کئے جائیں: تاکہ وہ بچہ پختہ عقل کا مالک ہو اور دنیاوی زندگی میں علم و فکر کے لحاظ سے کامل شخصیت بنے۔ بچوں کیلئے مناسب کتب خانہ مرتب کریں جس میں قرآن کریم، چھوٹی سورتوں کی تفسیر، احادیث کی کتابیں، فقہ و عبادات، اسلامی عقائد، سیرت اور تاریخ سے متعلق مناسب کتب موجود ہوں، ہفتہ وار یا ماہ وار رسالوں کا انتظام کریں، جغرافیائی نقشے وغیرہ سامنے رکھے جائیں جن سے عالم اسلام سامنے آئے، ان کی آبادیاں، مساجد، کارخانے و عمومی چیزیں واضح ہو سکیں، اسی طرح ایسے نقشہ جات جو سابقہ تاریخ اور صدیوں کی اسلامی ثقافت بچے کے سامنے واضح کریں۔ وقتاً فوقتاً مختلف پروگراموں کے تحت بچوں کو آثار قدیمہ اور تاریخی مقامات کی سیر کرائیں۔

⑦ بچے کو ہمیشہ مطالعہ میں مشغول رہنے کا شوقین بنائیں۔ مطالعہ سے مطلوبہ فوائد حاصل کرنے کے لئے نفسیاتی طور پر بچہ کو تیاری کروائی جائے، نیت کا استحضار کرایا جائے، مطالعہ کے دوران ذہن کو مطالعہ کی طرف مرکوز رکھا جائے، اہم و بنیادی باتوں کے نیچے پنسل سے لکیر کھینچی جائے تاکہ دوبارہ دیکھنے میں آسانی ہو۔ اہم اور بنیادی باتوں کو صفحے کے کنارے پر لکھ لیا جائے تاکہ اچھی طرح یاد رہے، موضوع کے اہم عنوانات اور پسندیدہ جملات کو ڈائری یا الگ کاپی میں کتاب کے نام و صفحہ نمبر کے ساتھ نوٹ کیا جائے تاکہ ضرورت پر مراجعت آسان ہو۔

⑧ بچے کو اسلام کی ذمہ داریاں محسوس کرائی جائیں۔ بچے کو نوجوان ہونے کے ناطے یہ حقائق سمجھائے جائیں کہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کس عمر میں کیا کیا کارنامے سرانجام دیئے اور کس عمر میں دعوت کے بوجھ کو اپنے کندھوں پر اٹھایا اور درد ناک تکالیف اور عذاب برداشت کئے، دن رات کی خون پسینہ کی محنت سے اسلام کو پھیلایا، اگر ہم بھی اپنے آباؤ اجداد کے اس نظام اور طرز کو اختیار کریں جو انہوں نے اسلام کو مضبوطی سے تھامنے کے سلسلہ میں اختیار کیا تھا اور قربانی، جہاد، صبر و تحمل، ثابت قدمی اور جوانمردی کے سلسلہ میں اپنے سلف صالحین کے نقش قدم پر چلیں تو ہمارے ہاتھوں بھی اسلام کو غلبہ نصیب ہوگا۔

⑨ بچے کے نفس میں جہاد کی روح جاگزیں کریں۔ بچے کے نفس میں جہاد کی روح تعمیق کریں، عزم و صبر کے معنی اس کی فکر و قلب اور احساسات میں راسخ کریں، اسے یہ احساس دلائیں کہ اسلامی شان و شوکت اس وقت تک متحقق نہ ہوگی جب تک جہاد اور اعلائے کلمۃ اللہ کی کوشش و محنت نہ کی جائے گی اور بچے کو بتلایا جائے کہ جہاد کی مختلف اقسام ہیں، مالی جہاد، تبلیغی جہاد، تعلیمی جہاد، سیاسی جہاد اور جنگی جہاد۔ نیز بچے کے سامنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بچوں کی بہادری کے کارنامے، اسی طرح اپنے اکابر کے جہاد کے کارنامے بیان کئے جائیں تاکہ وہ ان کے طرز و طریقہ کے مطابق چلتے ہوئے اسلام کو سربلندی سے سرفراز کریں۔



Maktaba Tul Ishaat.com Scanned with CamScanner

﴿الورقة السادسة: في العقائد واصول التفسير﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ۱۴۳۵ھ

الشق الاول ..... وَاَيَّدَهُمْ اَيِ الْاَنْبِيَاءَ بِالْمُعْجِزَاتِ النَّاقِضَاتِ لِلْعَادَاتِ جَمْعُ مُعْجِزَةٍ وَ هِيَ اَمْرٌ يَظْهَرُ بِخِلَافِ الْعَادَةِ عَلٰى يَدِ مُدَّعِي النُّبُوَّةِ عِنْدَ تَحَدِّي الْمُنْكِرِيْنَ عَلٰى وَجْهٍ يُعْجِزُ الْمُنْكِرِيْنَ عَنِ الْاِتْيَانِ بِمِثْلِهٖ وَ ذَالِكَ لِاَنَّهٗ لَوْلَا التَّاْيِيْدُ بِالْمُعْجِزَةِ لَمَا وَجَبَ قَبُوْلُ قَوْلِهٖ. (ص ۳۲۳ شامی)

شكل العبارة ثم ترجمها. عرف المعجزة لغة و اصطلاحا و اشرح العبارة حسب بيان الشارح التفتازانيّ

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال کا حاصل چار امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) معجزہ کی لغوی اور اصطلاحی تعریف (۴) عبارت کی تشریح۔

الجواب ..... ❶ عبارت پر اعراب:۔ كما مرّ في السوال آنفا۔

❷ عبارت کا ترجمہ:۔ اور خارق عادت معجزات سے ان انبیاء کی تائید فرمائی۔ معجزات معجزہ کی جمع ہے اور معجزہ ایسا خلاف عادت امر ہے جو مدعی نبوت کے ہاتھ پر منکرین کو تحدی اور چیلنج کرنے کے وقت ایسے انداز پر ظاہر ہو جو منکر کو اس کا مثل پیش کرنے سے عاجز کر دے اور یہ اس لئے کہ اگر معجزہ کے ذریعے تائید نہ ہوتی تو اس کے قول کو قبول کرنا واجب نہ ہوتا۔

❸ معجزہ کی لغوی اور اصطلاحی تعریف:۔ معجزہ باب افعال سے اسم فاعل کا صیغہ ہے بمعنی عاجز کرنے والا اور اصطلاح میں معجزہ وہ امر ہے جو مدعی نبوت کے ہاتھ پر منکرین کی تحدی اور چیلنج کے وقت خلاف عادت ایسے طریقہ پر ظاہر ہو کہ منکرین کو اس کی مثال لانے سے عاجز کر دے اور انسانوں سے اس کا ظہور عادۃً محال ہو۔

❹ عبارت کی تشریح:۔ جب اللہ تعالیٰ کسی انسان کو نبوت اور رسالت سے مشرف فرماتے ہیں تو اس کو دو چیزیں (تعلیم و تائید) عطا فرماتے ہیں۔ تعلیم اصل نبوت ہوتی ہے اور تائید دلیل نبوت ہوتی ہے۔ جیسا کہ معلوم ہو چکا ہے کہ رسالت اللہ تعالیٰ اور بندوں کے درمیان ایک طرح کی سفارت ہے اور سفیر کیلئے کوئی امتیازی شان کا ہونا ضروری ہے جس سے اس کا سفیر و رسول ہونا معلوم ہو چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کے ہاتھ پر اپنی قدرت کے ایسے کرشمے و نشانیاں ظاہر فرمائی ہیں جن کا انسانوں سے صدور و ظہور عادۃً محال ہوتا ہے جس سے دیکھنے والوں کو اس بات کا علم ضروری حاصل ہو جاتا ہے کہ جن کے ہاتھوں پر یہ نشانیاں ظاہر ہوئی ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اپنے رسالت کے دعویٰ میں سچے ہیں کیونکہ یہ نشانیاں قدرت بشریہ سے بالاتر ہیں بغیر تائید خداوندی کے کسی بشر سے ان کا ظاہر ہونا محال ہے اور ظہور معجزہ کے وقت مدعی رسالت کی سچائی کا علم عادی ہے، بایں معنی کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی عادت قائم کر رکھی ہے کہ ظہور معجزہ کے بعد دیکھنے والوں کے دل میں مدعی رسالت کی سچائی کا علم ضروری پیدا فرما دیتے ہیں۔ اگرچہ علم پیدا نہ کرنا بھی ممکن ہے اسکی مثال ایسے ہے جیسے کوئی شخص ایک بڑے مجمع میں دعویٰ کرے کہ میں اس بادشاہ کا رسول ہوں اور بادشاہ وہاں موجود ہے تو لوگوں نے کہا کہ اس کا ثبوت پیش کر، تو اس آدمی نے بادشاہ کو کہا کہ اگر میں سچا ہوں تو آپ اپنی عادت کے خلاف تین مرتبہ اپنی جگہ سے اٹھیں اور بیٹھیں، اگر بادشاہ نے ایسا کر لیا تو اس سے اس مجمع کو اس رسول کی بات میں اس کی سچائی کا علم ضروری عادی حاصل ہو سکتا ہے، اگرچہ کاذب ہونا بھی فی نفسہٖ ممکن ہے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ بادشاہ کا اٹھنا بیٹھنا اس مدعی رسالت کی

Scanned with CamScanner

تصدیق کیلئے نہ ہو بلکہ کسی اور مقصد کیلئے ہو مثلاً یہ ظاہر کرنے کیلئے کہ وہ اپنی رعایا کے ایک فرد کی فرمائش پوری کرنے سے اس قدر دلچسپی رکھتا ہے کہ اپنی حیثیت عرفی کا بھی لحاظ نہیں رکھتا یا کاذب کی تصدیق کیلئے ہو۔ ان امکانات کے باوجود اس شخص کی سچائی کا علم ویقین حاصل ہو جاتا ہے۔ اسلئے کہ امکان ذاتی بمعنی عقل کا جائز قرار دینا علم قطعی حاصل ہونے کے منافی نہیں ہے۔ جیسے اُحد پہاڑ کا سونا بن جانا ممکن بالذات ہے مگر یہ امکان ذاتی ہمارے اس یقین کے منافی اور اس میں حارج نہیں ہے کہ وہ سونا نہیں بنا ہے تو اسی طرح معجزہ ظاہر ہونے کے وقت مدعی رسالت کی سچائی کا عادت الٰہی کے موجب علم قطعی حاصل ہو جاتا ہے۔ اسلئے کہ عادت بھی حواس کی طرح حصول علم کا ذریعہ ہے۔ سو جس طرح علم حسی یعنی حواس سے حاصل ہونے والا علم قطعی ہے اسی طرح علم عادی بھی قطعی ہے۔ (بیان الفوائد ص ۱۰۱)

السؤال الثالث — فَاَمَّا الْاَعْمَالُ الطَّاعَاتُ فَهِيَ تَتَزَايَدُ فِيْ نَفْسِهَا وَالْاِيْمَانُ لَا يَزِيْدُ وَلَا يَنْقُصُ فَبَيْنَهُمَا مُقَامَانِ اَلْاَوَّلُ اَنَّ الْاَعْمَالَ غَيْرُ دَاخِلَةٍ فِي الْاِيْمَانِ لِمَا مَرَّ مِنْ اَنَّ حَقِيْقَةَ الْاِيْمَانِ هُوَ التَّصْدِيْقُ وَلِاَنَّهٗ قَدْ وَرَدَ فِي الْكِتَابِ وَ السُّنَّةِ عَطْفُ الْاَعْمَالِ عَلَى الْاِيْمَانِ ۔ (ص ۱۳۳ امدادیہ)

عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ اعمال کے ایمان کا جزء ہونے میں اہل حق، معتزلہ وخوارج کا اختلاف واضح کریں نیز اہل حق کے دلائل بطرز شارح تحریر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾..... اس سوال کا خلاصہ چار امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) اعمال کے ایمان کا جزء ہونے میں اہل حق، معتزلہ وخوارج کا اختلاف (۴) اہل حق کے دلائل بطرز شارح۔

الجواب ..... ❶ عبارت پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا۔

❷ عبارت کا ترجمہ:۔ پس بہر حال اعمال یعنی عبادات دونی ذات کم وبیش ہوتی ہیں اور ایمان نہ بڑھتا ہے اور نہ کم ہوتا ہے تو اس جگہ دو مسئلے ہیں اوّل یہ کہ اعمال ایمان میں داخل نہیں ہیں اس وجہ سے جو گزر چکی ہے کہ ایمان کی حقیقت تصدیق ہے اور اس لئے کہ کتاب اور سنت میں ایمان پر اعمال کا عطف وارد ہوا ہے۔

❸ اعمال کے ایمان کا جزء ہونے میں اہل حق، معتزلہ اور خوارج کا اختلاف:۔ اعمال کے ایمان کا جزء ہونے میں اہل حق اور معتزلہ وخوارج کا اختلاف ہے کہ انسان کے اعمال ایمان کا جزء حقیقی ہیں یا نہیں؟ اہل حق کے نزدیک چونکہ ایمان کامل تصدیق قلبی واقرار باللسان اور عمل بالارکان کے مجموعہ کا نام ہے یعنی اعمال ایمان کامل کا جزء ہیں مطلق ایمان کا جزء نہیں یعنی اعمال کے ترک سے بندہ ایمان سے خارج نہ ہوگا بلکہ وہ مؤمن ہی رہے گا البتہ مؤمن کامل نہ رہے گا۔ جیسے ہاتھ پیر ناک وغیرہ انسانی بدن کے اجزاء ہیں ان میں سے کسی کے معدوم ہونے سے کوئی شخص انسان ہونے سے خارج نہیں ہوتا لیکن وہ کامل ومکمل انسان بھی نہیں رہتا۔ اور معتزلہ اور خوارج اعمال کو ایمان حقیقی کا جزء سمجھتے ہیں کہ اس کے ترک سے بندہ ایمان سے خارج ہو جائے گا۔

❹ اہل حق کے دلائل بطرز شارح:۔ اعمال کے ایمان کا جزء نہ ہونے کے شارح نے چار دلائل ذکر کئے ہیں۔

پہلی دلیل: یہ ہے کہ اعمال سے مراد افعال جوارح ہیں اور ایمان کی حقیقت فقط تصدیق ہے جو فعل قلب ہے لہٰذا اعمال اور ایمان کے درمیان مغایرت ہوئی اور ایک مغائر دوسرے اپنے مغائر کی حقیقت میں داخل ہوتا ہے اور نہ اس کا جزء ہوتا ہے۔

دوسری دلیل: یہ ہے کہ نصوص میں ایمان پر اعمال کا عطف وارد ہے مثلاً اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

Maktaba Tul Ishaat.com Scanned with CamScanner

عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور عطف معطوف اور معطوف علیہ کے درمیان مغایرت اور معطوف علیہ کے اندر معطوف کے داخل نہ ہونے کا تقاضا کرتا ہے تو معلوم ہوا کہ اعمال (معطوف) ایمان (معطوف علیہ) کے اندر داخل نہیں ہیں۔

تیسری دلیل: یہ ہے کہ ایمان کو اعمال کی صحت و مقبولیت کیلئے شرط قرار دیا گیا ہے مثلاً اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَ هُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا كُفْرَانَ لِسَعْيِهٖ (جو شخص نیک عمل کرے گا خواہ وہ مرد ہو یا عورت بشرطیکہ وہ مؤمن ہو تو اس کی کوشش رائیگاں نہیں جائے گی) یعنی اس کا عمل مقبول ہوگا۔ اس آیت میں وَهُوَ مُؤْمِنٌ اپنے عامل یعنی يَعْمَلْ کی ضمیر فاعل سے حال واقع ہے اور حال اپنے فاعل کے لئے قید اور شرط ہوا کرتا ہے معلوم ہوا کہ ایمان عمل کے واسطے شرط ہے اور عمل مشروط ہے اور یہ بات یقینی ہے کہ مشروط شرط کے اندر داخل نہیں ہوتا کیونکہ اگر مشروط (عمل) اپنی شرط (ایمان) کے اندر داخل ہو تو عمل کے واسطے ایمان کے شرط ہونے سے ایمان میں داخل عمل کا بھی شرط ہونا لازم آئے گا اور شئی کا خود اپنے لئے شرط ہونا محال ہے لہٰذا مشروط یعنی عمل کا اپنی شرط یعنی ایمان کے اندر داخل ہونا اور ایمان کا جزء ہونا بھی محال ہے۔

چوتھی دلیل: یہ ہے کہ اگر اعمال ایمان کی حقیقت میں داخل ہو کر ایمان کا جزء ہوتے تو کسی عمل کا ترک کرنے والا مؤمن نہ رہتا کیونکہ جزء کے فوت ہو جانے سے کل بھی فوت ہو جاتا ہے۔ لیکن تارک عمل کا مؤمن نہ رہنا باطل ہے کیونکہ نصوص میں بعض اعمال ترک کرنے والوں کے لئے ایمان کا ثبوت ہے۔ مثلاً باہمی قتال سے اجتناب کا عمل ترک کرنے والوں اور باہم قتال کرنے والوں کو ارشاد الٰہی وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا میں مؤمن کہا گیا ہے۔ پس اعمال کا ایمان کی حقیقت میں داخل ہونا اور ایمان کا جزء حقیقی ہونا بھی باطل ہے۔ (بیان الفوائد ج ۱ ص ۱۵۳)

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۳۵ھ

السؤال الاول .....وهما اى الجنة والنار مخلوقتان الان موجودتان تكرير و تاكيد و زعم اكثر المعتزلة انهما انما تخلقان يوم الجزاء ولناقصة آدم و حواء واسكانهما الجنة والايات الظاهرة فى اعداد هما مثل اعدت للمتقين و اعدت للكافرين اذلا ضرورة فى العدول عن الظاهر فان عورض بمثل قوله تعالىٰ تلك الدار الاخرة نجعلها للذين لا يريدون علوا فى الارض ولا فسادا. قلنا يحتمل الحال والاستمرار.

ترجمى العبارة ترجمة واضحة. اكتبى اختلاف اهل الحق مع المعتزلة حول هذه المسئلة واكتبى دلائل اهل الحق مع ابطال دلائل أهل الباطل. (ص ۱۰۶ امدادیہ)

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا خلاصہ چار امور توجہ طلب ہیں (۱) عبارت کا ترجمہ (۲) جنت و جہنم کی تخلیق میں اہل حق و معتزلہ کا اختلاف (۳) اہل حق کے دلائل (۴) معتزلہ کے دلائل کا جواب۔

الجواب ..... ❶ عبارت کا ترجمہ:۔ اور وہ دونوں یعنی جنت اور جہنم اس وقت پیدا کئے جا چکے ہیں اور موجود ہیں یہ تکرار اور تاکید ہے اور اکثر معتزلہ کا کہنا ہے کہ وہ دونوں روز جزاء پیدا کئے جائینگے اور ہماری دلیل حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حواء رضی اللہ عنہا کا قصہ اور جنت میں ان دونوں کا رہائش دیا جانا اور وہ آیات ہیں جو ان دونوں کے تیار کئے جانے کے سلسلہ میں ظاہر ہیں مثلاً أُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ اور أُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ کیونکہ ظاہری معنی سے پھیرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ پس اگر ان مذکورہ آیات کا اللہ تعالیٰ کے

Scanned with CamScanner

ارشاد تِلْكَ الدَّارُ الْآخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِي الْأَرْضِ وَ لَا فَسَادًا جیسی آیات کے ذریعے معارضہ کیا جائے تو ہم کہیں گے کہ (مضارع) حال اور استمرار کا احتمال بھی رکھتا ہے۔

❻ جنت وجہنم کی تخلیق میں اہل حق اور معتزلہ کا اختلاف:۔ اہل حق (اہل سنت والجماعت) کے نزدیک جنت اور جہنم پیدا کی جا چکی ہیں اور فی الحال موجود ہیں اور اکثر معتزلہ کہتے ہیں کہ جنت اور جہنم ابھی موجود نہیں ہیں قیامت کے دن انکو پیدا کیا جائیگا۔

❼ اہل حق کے دلائل:۔ اہل حق کی جنت اور جہنم کے پیدا ہو کر موجود ہونے پر پہلی دلیل حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا علیہا السلام کا قصہ اور ان کو جنت میں ٹھہرانا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان اُسْكُنْ اَنْتَ وَ زَوْجُكَ الْجَنَّةَ یہ دلیل ہے کہ جنت اور جہنم پیدا کئے جا چکے ہیں اور موجود ہیں اسی لئے جنت میں ٹھہرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

دوسری دلیل: وہ آیات ہیں جن میں جنت اور جہنم کے تیار کئے جانے کی خبر دی گئی ہے جیسے جنت کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد أُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ اور جہنم کے متعلق أُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ اس بات پر دلیل ہیں کہ دونوں پیدا کی جا چکی ہیں۔

❽ معتزلہ کے دلائل کا جواب:۔ معتزلہ کی دلیل: اللہ تعالیٰ کا ارشاد تِلْكَ الدَّارُ الْآخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِي الْأَرْضِ وَ لَا فَسَادًا ہے اس آیت میں نَجْعَلُهَا استقبال کا صیغہ ہے اور آیت کا معنی ہے "یہ دار آخرت ہے جس کو ہم ان لوگوں کیلئے بنائیں گے جو زمین میں نہ تو سرکشی کا ارادہ رکھتے ہیں نہ فساد کا" پس معلوم ہوا کہ ابھی تک جنت اور دوزخ تیار نہیں کی گئیں۔

اس دلیل کے جوابات: ① یہ ہے کہ ہم اس کو تسلیم ہی نہیں کرتے کہ نَجْعَلُهَا یہ صیغہ استقبال کیلئے ہے بلکہ ہم کہتے ہیں کہ ہو سکتا ہے کہ یہ حال یا استمرار کے لئے ہو لہٰذا یہ آیت ماضی والی آیات کے معارض نہیں ہو سکتی ② یہ ہے کہ اگر مان لیا جائے کہ آیت مذکورہ میں مضارع برائے استقبال ہے تو ہم کہیں گے کہ نَجْعَلُ کا لفظ اس جگہ تملیک اور تخصیص کے لئے ہے آیت کا معنی یہ ہے کہ ہم اس کا مالک بنائیں گے ③ یہ ہے کہ اگر نَجْعَلُ کو بمعنی خلق کے بھی مان لیا جائے اور اس بناء پر اس کو ان آیات کے معارض مانا جائے جن میں بصیغہ ماضی جنت کی تیاری کی خبر دی گئی ہے تو پھر جواب یہ ہے کہ آدم علیہ السلام کا قصہ تو بہر حال معارضہ سے محفوظ ہے۔ لہٰذا ہم اسی کو دلیل بنا کر کہتے ہیں کہ جنت پہلے سے موجود ہے اور پیدا کی جا چکی ہے۔

السؤال الثالث ..... معجزات کا مسئلہ مختصر الفاظ میں بیان کریں۔

﴿خلاصہ سوال﴾ ..... اس سوال میں فقط معجزات کا مسئلہ مطلوب ہے۔

الجواب ..... معجزات کا مسئلہ:۔ مشہور مغربی فلسفی ہیوم نے سترہویں صدی میں قانون تجاذب (پوری کائنات علت ومعلول کے نظام میں اس طرح جکڑی ہوئی ہے کہ اس سے تجاوز نہیں کر سکتی، ہر چیز کی ایک فطرت یا نیچر ہے جو اس لئے لازم ذات ہے اور کبھی اس سے الگ نہیں ہو سکتی مثلاً آگ ہمیشہ جلائے گی جلانا آگ سے علیحدہ نہیں ہو سکتا) کا انکشاف کیا اور پوری دنیا میں اس نظریے کا ڈنکا بجنا شروع ہوا تو مغرب کے مفکرین نے ایسے تمام واقعات کا انکار کر دیا جنہیں وہ مافوق الفطرت سمجھتے تھے۔ اس فکر گرج نے عالم اسلام کے بعض متجددین کو بھی انتہائی متاثر کیا جب انہوں نے دیکھا کہ قرآن کریم میں بہت سے معجزات کا ذکر ہے اور وہ فطرت اور اس نظریہ سے میل نہیں کھاتے تو انہوں نے قرآن کریم کے الفاظ میں ایسی کھینچ تان شروع کر دی جس سے سارے معجزات اہل مغرب کی اصطلاح میں مافوق الفطرت ہونے کے بجائے عادی اسباب کے تحت آجائیں مثلاً مذکورہ نظریہ کے

Maktaba Tul Ishaat.com Scanned with CamScanner

مطابق جلانا آگ کی لازمی خاصیت تھی مگر قرآن کریم نے واضح الفاظ میں جب بیان کیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا تھا اور ان کے لئے آگ کو ٹھنڈا کر دیا گیا تھا تو بعض متجددین نے سرے سے ہی اس واقعے کا انکار کر دیا۔

اسکے برخلاف علماء اسلام کا موقف یہ تھا کہ معجزات کا وقوع عقلی طور پر کوئی محال نہیں ہے یہ واقعات خلاف عادت ضرور ہیں مگر جب اللہ تعالیٰ اپنے کسی پیغمبر کی حقانیت، اَن پڑھ و جاہل لوگوں کے سامنے واشگاف کرنا چاہتے ہیں تو اُن کے ہاتھ پر ایسے حیرت انگیز خلاف عادت کام ظاہر کر دیتے ہیں جنہیں دیکھ کر ہر شخص یہ سمجھ جائے کہ اللہ تعالیٰ کے اس پیغمبر کو تائید خداوندی حاصل ہے۔

قدرت خداوندی کا کرشمہ ملاحظہ فرمایئے کہ جب یہ متجددین نیچرل سائنس کی خاطر تمام انبیاء علیہم السلام کے معجزات کا انکار کر رہے تھے اور قرآن کریم کی آیات پر تحریف و تاویل کی مشق کی جارہی تھی اُسی زمانے میں سائنس کی دنیا میں نیوٹن کے نظریات نئی تحقیق کی روشنی میں غلط ثابت ہو رہے تھے اور آئن اسٹائن اپنے انقلابی نظریہ اضافت کی داغ بیل ڈال رہا تھا جس نے سائنس کے گزشتہ مفروضات کی کایہ پلٹ دی اس کی بنیاد پر بیسویں صدی میں جس ایٹمی سائنس کا ڈنکا بجا اُس نے قانون کشش اور قانون علت و معلول کو رد کر کے نیچرل اور سپر نیچرل کی تفریق ہی ختم کر ڈالی چنانچہ عہد حاضر کا ایک عظیم اور مسلم سائنسدان سر آرتھر ایڈنگٹن لکھتا ہے کہ سائنس کی تحقیقات سے اشیاء کی کسی اندرونی ذاتی ولاینفک خاصیت یا ماہیت و نوعیت (نیچر) کا پتہ نہیں چلتا اور اس طرح ایک اہم نتیجہ خارجی دنیا میں قانون علت کے ختم ہونے کا یہ نکلتا ہے کہ فطرت اور فوق الفطرت کے درمیان کوئی واضح فرق باقی نہیں رہتا۔

الغرض بیسویں صدی میں ایٹمی تجربات کی روشنی میں جو سائنس پروان چڑھی اُس نے پرانے تصورات کو بالکل ہی ختم کر دیا کہ کائناتی اشیاء کی خاصیتیں اُن سے جدا نہیں ہو سکتیں۔ شاید یہی وجہ ہے کہ بیسویں صدی میں مغرب کے عوام پھر اُن چیزوں کی طرف لوٹ رہے ہیں جنہیں وہ پہلے مافوق الفطرت سمجھ کر توہم پرستی قرار دیا کرتے تھے۔

لہٰذا اگر قرآن کریم کو اپنی نظریات کے تابع بنانے کی بجائے اُس سے واقعتاً رہنمائی حاصل کرنی ہے تو اُسے رائج الوقت نظریات کی عینک سے پڑھنے کی بجائے اُس طرح پڑھیے جس طرح سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب نے پڑھا تھا اور اس کی تشریح و تفسیر میں بھی مروجہ افکار سے متاثر ہونے کی بجائے وہ اصول استعمال کیجئے جو تفسیر کے فطری، معقول اور واقعی اصول ہیں۔ اُن اصولوں کے ذریعے جو بات قرآن کریم سے ثابت ہو جائے اُسے شرما کر نہیں بلکہ پورے یقین، ایمان اور خود اعتمادی کے ساتھ دنیا کے سامنے پیش کیجئے اور یہ یقین رکھیے کہ حق وہی ہے جو قرآن نے بیان کر دیا۔

﴿الورقة السادسة: في العقائد واصول التفسير﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ۱۴۳۶ھ

السؤال الاول ---- ورد النصوص كفربان ينكر الاحكام التى دلت عليها النصوص القطعية من الكتاب والسنة كحشر الاجساد مثلا كفر لكونه تكذيبا صريح الله تعالى و رسوله فمن قذف عائشة بالزنا كفرو استحلال المعصية صغيرة كانت أوكبيرة كفر. (ص ۱۶۷ ـ اداره)

اشرحي العبارة بكل تفصيل وايضاح. ماهو غرض الشارح بقوله فمن قذف عائشة. التمني بعدم حرمة الزنا أوبعدم حرمة قتل النفس بغير حق كفر أم لا.

Scanned with CamScanner

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں تین امور توجہ طلب ہیں (۱) عبارت کی تشریح (۲) من قذف عائشۃ سے شارح کی غرض (۳) زنا و نفس معصومہ کے قتل کی حلت کی تمنا کرنے کا حکم۔

﴿جواب﴾..... ❶ عبارت کی تشریح:۔ مصنف فرماتے ہیں کہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کے نصوص کو بایں معنی رد کرنا کفر ہے کہ ان احکام کا انکار کر دیا جائے جن پر کتاب اللہ اور سنت متواترہ کے ایسے نصوص دلالت کرتے ہیں جن میں تاویل کا کوئی احتمال نہیں اس لئے کہ ایسا کرنا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی صریح تکذیب ہے لہٰذا اگر کوئی شخص ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر زنا کی تہمت لگائے تو وہ کافر ہوگا اس لئے کہ ان کی براءت اور عفت کے سلسلہ میں سورۂ نور میں متعدد آیات نازل ہوئی ہیں اور "اُولٰٓئِكَ مُبَرَّءُوْنَ" جیسے صریح لفظوں میں ان کی براءت ظاہر کی گئی ہے۔ اسی طرح جس فعل کا گناہ ہونا دلیل قطعی سے ثابت ہے خواہ وہ صغیرہ ہو یا کبیرہ ہو اس کے حلال ہونے کا عقیدہ رکھنا بھی کفر ہے کیونکہ ایسا کرنے کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ اس کو حرام بتلانے میں شارع کو معاذ اللہ جھوٹا سمجھتا ہے اور شارع کی تکذیب کفر ہے۔

❷ من قذف عائشۃ سے شارح کی غرض:۔ اس عبارت سے شارح کی غرض اس بات پر تفریع بیان کرنا ہے کہ جو شخص نصوص قطعیہ سے ثابت شدہ احکام کو رد کر دے اور ان کے ثبوت کا انکار کر دے وہ کافر ہو جاتا ہے چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عفت اور پاکدامنی نص قرآنی سے ثابت ہے جو کہ قطعی دلیل ہے لہٰذا ان پر زنا کی تہمت لگانا آیات براءت کا انکار ہے اور اللہ تعالیٰ کی تکذیب ہے جو کفر ہے لہٰذا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر زنا کی تہمت لگانا کفر ہے۔

❸ زنا و نفس معصومہ کے قتل کی حلت کی تمنا کرنے کا حکم:۔ اگر کوئی شخص زنا کے حلال ہونے کی یا نفس معصومہ کے ناحق قتل کے حلال ہونے کی تمنا و آرزو کرے تو یہ تمنا کرنا کفر ہے کیونکہ ان کی حرمت تمام ادیان میں ثابت ہے اور حکمت کے مطابق ہے اور جس شخص نے حکمت سے باہر رہنے کا ارادہ کیا تو اس نے یہ چاہا کہ اللہ تعالیٰ ایسا حکم کرے جو حکمت نہ ہو اور یا اپنے پروردگار کے متعلق اس کی جہالت ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے متعلق ایسی بات کرنا جو اس کے شایان شان نہیں ہے یہ کفر ہے، نیز یہاں پر ایک اصول ہے کہ ہر وہ حرمت جو تمام انبیاء علیہم السلام کی شریعتوں میں ہو اس کی حلت کا اعتقاد رکھنا یا اس کے حرام نہ ہونے کی تمنا کرنا کفر ہے۔

﴿عبارت﴾..... و عذاب القبر للكافرين وليعض عصاة المؤمنين . خص البعض لان منهم من لا يريد الله تعالى تعذيبه فلا يعذب و تنعيم اهل الطاعة في القبر بما يعلمه الله تعالى و يريده (ص ۹۹۔ امدادیہ)

ترجمی العبارة سلسة . اكتبي مسئلة عذاب القبر في ضوء أدلة القرآن و الحديث و انكري الفرق التي تنكر عذاب القبر بالايجاز.

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا حاصل تین امور ہیں (۱) عبارت کا ترجمہ (۲) مسئلہ عذاب قبر قرآن و حدیث کی روشنی میں (۳) منکرین عذاب قبر کا ذکر۔

﴿جواب﴾..... ❶ عبارت کا ترجمہ:۔ اور کافروں اور بعض گنہگار مؤمنین کو قبر میں عذاب ہوتا (برحق ہے) بعض مؤمنین کو اس لئے خاص کیا ہے کہ بعض گنہگار مؤمنین کو اللہ تعالیٰ عذاب نہیں دینا چاہے گا تو انہیں (قبر میں) عذاب نہ ہوگا اور قبر میں اہل طاعت کو وہ نعمتیں دیا جانا جسے اللہ تعالیٰ جانتے ہیں اور جو اللہ تعالیٰ دینا چاہیں گے (برحق ہے)

Maktaba Tul Ishaat.com Scanned with CamScanner

❶ مسئلہ عذاب قبر قرآن وحدیث کی روشنی میں:۔ عذاب قبر کے اثبات پر متعدد نصوص قرآنی واحادیث نبوی دال ہیں۔

① اللہ تعالیٰ کا فرمان النار یعرضون علیها غدوا وعشیًا ویوم تقوم الساعة ہے۔ طریق استدلال یہ ہے کہ اس آیت میں ویوم تقوم الساعة کا عطف غدوا وعشیًا پر ہے اور عطف معطوف اور معطوف علیہ کے درمیان مغایرت کا تقاضا کرتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا غدوا وعشیًا سے مراد قیامت کے قائم ہونے سے پہلے کی صبح اور شام ہے اور قیامت سے پہلے قبر ہے پس ثابت ہوا کہ قبر میں عذاب ہوتا ہے ② اللہ تعالیٰ کا ارشاد اغرقوا فادخلوا نارًا ہے۔ طریق استدلال یہ ہے کہ کلام عرب میں فاء تعقیب مع الوصل بلا مہلت کیلئے آتا ہے یعنی اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ معطوف کا وجود معطوف علیہ کے فورا بعد ہے تو اب معنی ہوں گے کہ قوم نوح علیہ السلام غرق کئے جانے کے فورا بعد عذاب میں مبتلا کردی گئی اور ظاہر ہے کہ غرق کئے جانے کے بعد وہ ابھی عالم برزخ میں ہیں تو معلوم ہوا کہ یہ عذاب انہیں عالم برزخ (قبر) میں ہو رہا ہے ③ آپ ﷺ کا ارشاد استنزهوا عن البول فان عامة عذاب القبر منه ہے یہ حدیث عذاب قبر کے متعلق صریح ہے ④ آپ ﷺ کا ارشاد القبر روضة من رياض الجنة او حفرة من حفر النار ہے۔ حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ قبر کسی کے حق میں جنت کی پھلواری ہے کہ اس کو جنت کی نعمتیں وہاں مل رہی ہیں اور کسی کے حق میں جہنم کا گڑھا ہے کہ وہاں اس کے عذاب کا سامان موجود ہے۔ اس ارشاد سے عذاب قبر ونعیم قبر دونوں کا اثبات ہے ⑤ شہداء کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ بل احیاء عند ربهم یرزقون ہے کہ شہداء زندہ ہیں اور پروردگار کی طرف سے رزق دیئے جاتے ہیں تو اس کے مقابلہ میں عذاب بھی ثابت ہوا۔ (بیان الفوائد ج ۲ ص ۹۲)

❷ منکرین عذاب قبر کا ذکر:۔ بعض معتزلہ اور روافض نے عذاب قبر اور نعیم قبر کا انکار کیا ہے۔

انکی دلیل یہ ہے کہ میت بے جان اور بے حس جسم ہے نہ اسکے اندر حیات ہے اور نہ علم وادراک، کیونکہ علم وادراک ذی حیات جسم کا خاصہ ہے پس جب اسکو نہ تکلیف والم کا احساس وادراک ہوسکتا ہے اور نہ راحت ولذت کا تو اسکی تعذیب ونعیم محال ہے۔

اسکا جواب یہ ہے کہ تعذیب ونعیم دونوں امر ممکن ہیں جس کی خبر صادق نے متعدد نصوص میں خبر دی ہے اور خبر صادق جس امر ممکن کی خبر دے وہ صحیح ہے اور اس پر بلا تاویل ایمان لانا فرض ہے۔ ہاں اگر خبر صادق کسی ایسی چیز کی خبر دے جو محال ہے تو اسکا محال ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ ظاہری معنی مراد نہیں ہے اور اس صورت میں تاویل کی گنجائش ہوگی لہٰذا کہا جائیگا کہ عذاب قبر خارق عادت ہے۔

نیز میت کو احساس وادراک نہ ہونے کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہیں وہ ایسا کر سکتے ہیں کہ میت کے تمام اجزاء میں یا بعض اجزاء میں ایک خاص قسم کی حیات اتنی مقدار میں پیدا فرمادیں جس سے وہ عذاب کی تکلیف یا نعیم کی لذت کا ادراک کر سکے جیسا کہ شہداء کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ بل احیاء عند ربهم یرزقون میں یہی خاص قسم کی حیات مراد ہے اور اس حیات خاصہ کیلئے روح کا لوٹانا لازم نہیں کہ حشر سے پہلے ایک اور موت کا سامنا کرنا پڑے جس کے بعد حشر ہو کیونکہ حیات کاملہ کیلئے اعادۂ روح ضروری ہے حیات خاصہ کیلئے ضروری نہیں بلکہ اس کی صورت یہ بھی ہوسکتی ہے کہ روح کا بدن کیساتھ کسی دوسرے عالم میں رہتے ہوئے تعلق قائم رہے جس کی بناء پر ایک خاص حیات میت کو حاصل ہو جس سے لذت والم کا ادراک ہو سکے۔ (بیان الفوائد ج ۲ ص ۹۲)

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۳۶ھ

السؤال الاول .....وكلهم كانوا مخبرين مبلغين عن الله تعالى لان هذا معنى النبوة والرسالة

صادقين ناصحين للخلق لئلا تبطل فائدة البعثة والرسالة و في هذا اشارة الى ان الانبياء معصومون عن الكذب خصوصا فيما يتعلق بامر الشرائع و تبليغ الاحكام و ارشاد الامة . عمدا فبالاجماع و اما سهوا فعند الاكثرين و في عصمتهم عن سائر الذنوب تفصيل . (ص ۱۳۰۔ امدادیہ)

ترجمي العبارة وحرري مسئلة عصمة الانبياء بالتفصيل . اشرحي قول الشارح هذا معنى النبوة والرسالة.

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال کا حاصل تین امور ہیں (۱) عبارت کا ترجمہ (۲) مسئلۂ عصمت انبیاء علیہم السلام کی تفصیل (۳) هذا معنى النبوة والرسالة کی تشریح۔

﴿جواب﴾ ..... ① عبارت کا ترجمہ:۔ اور سارے انبیاء علیہم السلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے خبر دینے والے پیغام پہنچانے والے تھے اس لئے کہ نبوت ورسالت کا یہی مطلب ہے، سچے تھے مخلوق کے خیر خواہ تھے تاکہ بعثت ورسالت کا فائدہ باطل نہ ہو اور اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کذب سے معصوم ہیں۔ خاص طور سے ایسی باتوں میں جن کا تعلق شرائع اور تبلیغ احکام اور امت کی رہنمائی سے ہے۔ عمداً تو بالاجماع معصوم ہیں اور سہواً اکثر لوگوں کے نزدیک اور (دیگر) تمام گناہوں سے انکے معصوم ہونے میں تفصیل ہے۔

② مسئلۂ عصمت انبیاء علیہم السلام کی تفصیل:۔ انبیاء علیہم السلام کذب فی التبلیغ سے معصوم ہیں۔ عمداً جھوٹ بولنے سے تو بالاجماع معصوم ہیں اور سہواً جھوٹ بولنے سے جمہور متکلمین کے نزدیک معصوم ہیں اور قاضی عیاض مالکیؒ نے علی الاطلاق حضرات انبیاء علیہم السلام کے کذب سے معصوم ہونے کو ترجیح دی ہے خواہ تبلیغ میں ہو یا اس کے علاوہ امور دنیویہ میں ہو خواہ عمداً ہو یا سہواً۔ اور اس پر اجماع سلف کا دعویٰ کیا ہے کیونکہ جس کا کاذب ہونا معلوم ہوگا اس کی بات پر لوگوں کا اعتماد ختم ہو جائے گا اور ایسی صورت میں لوگ اس کی پیروی نہ کریں گے اور یہ بات نبوت اور رسالت کی حکمت کے منافی ہے۔

کذب کے علاوہ دیگر گناہوں سے انبیاء علیہم السلام کے معصوم ہونے میں یہ تفصیل ہے کہ کفر سے تو نبوت ملنے سے پہلے اور نبوت ملنے کے بعد دونوں حالتوں میں بالاجماع معصوم ہیں اور کفر کے علاوہ دیگر گناہوں میں یہ تفصیل ہے کہ نبوت ملنے کے بعد کبائر کا عمداً ارتکاب کرنے سے حشویہ کے علاوہ معتزلہ سمیت تمام متکلمین کے نزدیک معصوم ہیں البتہ اس بات میں اختلاف ہے کہ تعمد کبائر کا امتناع دلیل نقلی سے ثابت ہے یا دلیل عقلی سے۔ جمہور اشاعرہ کا مذہب یہ ہے کہ کذب فی التبلیغ سے معصوم ہونا تو دلیل عقلی سے معلوم ہو سکتا ہے اور دلیل عقلی عاجز ہے مگر کذب کے علاوہ گناہوں سے معصوم ہونا عقل سے نہیں بلکہ نصوص اور اجماع سے معلوم ہوا ہے اور بعض اشاعرہ و جمہور معتزلہ کا مذہب یہ ہے کہ کبائر کا عمداً ارتکاب لوگوں کو ان سے متنفر کر دے گا جسکی وجہ سے وہ اس نبی کی اتباع سے باز رہیں گے۔ اور یہ ارسال رسل کی حکمت کے منافی ہے۔ رہا نبوت ملنے کے بعد سہواً یا خطا اجتہادی طور پر کبیرہ کا صدور تو اکثر لوگوں کے نزدیک جائز اور ممکن ہے لیکن قاضی عیاضؒ نے سہو اور عمد کی قید کے بغیر کبائر سے حضرات انبیاء علیہم السلام کے معصوم ہونے پر اجماع نقل کیا ہے۔ یہ نبوت ملنے کے بعد کبائر کا عمداً یا سہواً ارتکاب کرنے سے انبیاء علیہم السلام کے معصوم ہونے کی تفصیل تھی۔

نبوت ملنے کے بعد صغائر سے معصوم ہونے کے بارے میں یہ تفصیل ہے کہ صغائر کا عمداً ارتکاب کرنے کو یہاں شارح تفتازانیؒ نے صاحب مواقف کی پیروی کرتے ہوئے جائز ٹھہرایا ہے لیکن اپنی دوسری کتابوں مثلاً تہذیب اور شرح مقاصد میں ناجائز ہونے کو مختار قرار دیا ہے اور شارح مواقف نے بھی اسی کو اشاعرہ کا مذہب قرار دیا ہے اور معتزلہ میں سے ابوعلی جبائی اور انکے متبعین نے بھی یہی کہا

Maktaba Tul Ishaat.com Scanned with CamScanner

ہے کہ انبیاء علیہم السلام سے سہواً یا خطاء اجتہادی طور پر صغائر کا صدور ممکن ہے، عمداً نہیں۔ اور معتزلہ میں سے جاحظ اور نظام نے کہا کہ عمداً بھی انبیاء علیہم السلام سے صغائر کا صدور ممکن ہے بشرطیکہ جب اللہ تعالیٰ انہیں متنبہ فرمائیں کہ یہ مناسب نہیں ہے تو اس سے باز آجائیں۔ اور نبوت ملنے کے بعد سہواً صغیرہ کا صادر ہونا تو بالاتفاق جائز ہے بجز ایسے صغیرہ کے کہ جو خست اور رذالت پر دلالت کرے مثلاً ایک لقمہ کی چوری اور ایک دانہ کے وزن کے برابر قول میں کمی کرنا۔ یہ نبوت ملنے کے بعد صغائر اور کبائر کے عمداً ارتکاب کرنے سے معصوم ہونے کی تفصیل تھی۔

نبوت ملنے سے پہلے انبیاء علیہم السلام کے گناہوں سے معصوم ہونے میں یہ تفصیل ہے کہ اکثر اہل سنت اور کچھ معتزلہ کے نزدیک نبوت سے قبل کبیرہ کا صدور ممتنع ہونے پر کوئی دلیل نہیں۔ اور جمہور معتزلہ اور بعض اہل السنت والجماعت کے نزدیک نبوت سے قبل بھی کبیرہ کا صدور ممتنع ہے کیونکہ کبیرہ نبی سے لوگوں کے متنفر ہونے کا سبب بنے گا جو نبی کی اتباع سے مانع ہوگا۔ شارح رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ نبوت سے قبل انبیاء علیہم السلام کے معصوم ہونے میں حق یہ ہے کہ ایسی بات ممتنع ہے جو موجب نفرت ہو مثلاً انکی ماؤں کا زانیہ ہونا یا ان کا بدکار ہونا اور وہ صغائر جو خست اور رذالت پر دلالت کرتے ہوں۔ (بیان الفرائد ج ۲ ص ۱۸۸)

❷ **هذا معنى النبوة والرسالة کی تشریح:۔** شارح کے قول هذا معنى النبوة والرسالة کا مطلب یہ ہے کہ سب انبیاء علیہم السلام اور رسول اللہ تعالیٰ کی طرف سے خبر دیتے تھے اور بندوں کو احکام پہنچاتے تھے کیونکہ لغت کے اعتبار سے نبی وہ شخص ہے جو خبر دے اور رسول (قاصد) وہ شخص ہے جو ایک شخص کی بات دوسرے تک پہنچائے لہٰذا لغت کے اعتبار سے نبوت و رسالت کا یہی معنی ہے۔

[illegible] ..... واذا وجد من العبد التصديق والاقرار صح له ان يقول انا مؤمن حقا لتحقق الايمان منه ولا ينبغي ان يقول انا مؤمن ان شاء الله تعالى و السعيد قد يشقى والشقي قد يسعد (ص ۱۳۱ ملا جامی)

ترجمہ العبارة و اشرحها وضحي الفرق بين قول الرجل انا مؤمن ان شاء الله و بين قوله انا شاب ان شاء الله. اشرحي قول المصنف "والسعيد قد يشقى والشقي قد يسعد على طراز الشارح."

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال کا حاصل چار امور ہیں (۱) عبارت کا ترجمہ (۲) عبارت کی تشریح (۳) انا مؤمن ان شاء الله اور انا شاب ان شاء الله میں فرق (۴) السعيد قد يشقى والشقي قد يسعد کی تشریح بطرز شارح۔

[illegible] ..... ❶ **عبارت کا ترجمہ:۔** اور جب بندہ سے تصدیق اور اقرار پایا جائے تو اس کے لئے یہ کہنا صحیح ہے کہ میں یقینی طور مؤمن ہوں بوجہ اس کے ایمان کے متحقق ہونے کے اور یہ کہنا مناسب نہیں کہ میں "ان شاء اللہ مؤمن ہوں" اور سعید کبھی شقی ہو جاتا ہے اور شقی کبھی سعید ہو جاتا ہے۔

❷ **عبارت کی تشریح:۔** ایمان کے باب میں استثناء یعنی ان شاء اللہ کہنے اور انا مؤمن ان شاء الله کہنے کے جواز میں ائمہ کا اختلاف ہے۔ امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ استثناء مستحب ہے اور انا مؤمن حقا کہنا مکروہ ہے۔ اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب وہ ہے جو مصنف نے بیان فرمایا کہ بندہ کے اندر جب تصدیق قلبی اور اقرار لسانی موجود ہو تو ایمان متحقق ہے اور اس کیلئے انا مؤمن حقا کہنا مناسب ہے اور انا مؤمن ان شاء الله کہنا مناسب نہیں ہے کیونکہ اگر ان شاء الله کہنا شک کی وجہ سے ہے تب تو یہ کفر ہے اور اگر اللہ تعالیٰ کے ساتھ ادب کا رویہ اختیار کرنے اور تمام امور کو اللہ تعالیٰ کی مشیت کے حوالے کرنے یا فی الحال ایمان میں شک ہونے کی وجہ سے نہیں بلکہ انجام میں شک کی وجہ سے ہے کیونکہ سوء خاتمہ کے اندیشہ سے بندہ کسی وقت مامون نہیں یا ان

شاء اللہ کہنا اللہ تعالیٰ کے ذکر سے برکت حاصل کرنے کی غرض سے ہے جیسے زیارت قبور کی دعا السلام علیکم اھل الدیار من المؤمنین والمسلمین و انا ان شاء اللہ بکم لاحقون میں ان شاء اللہ کہنا محض اللہ کے ذکر سے برکت حاصل کرنے کی غرض سے ہے (کیونکہ ایک نہ ایک دن مرکر مردوں سے ملنا یقینی ہے) یا ان شاء اللہ کہنا اپنے آپ کو پاکیزہ سمجھنے اور اپنے حال پر خود پسندی سے برائت اور بیزاری ظاہر کرنے کیلئے ہے۔ تو یہ چاروں وجوہ جواز ہیں۔ پھر بھی استثناء کو ترک کرنا ہی اولیٰ و مناسب ہے کیونکہ یہ ایمان میں شک ہونے کا وہم پیدا کرتا ہے۔

مصنفؒ نے لا ینبغی کہا یعنی انا مؤمن ان شاء اللہ کہنا مناسب نہیں۔ یہ نہیں کہا کہ جائز نہیں۔ اسلئے کہ جب ایسا کہنا شک کی وجہ سے نہ ہو بلکہ اوپر ذکر کردہ وجوہ میں سے کسی وجہ سے ہو تو ناجائز ٹھہرانے کی کوئی وجہ نہیں۔ (بیان الفوائد ص ۱۲۹)

❻ انا مؤمن ان شاء اللہ اور انا شاب ان شاء اللہ میں فرق:۔ شارح رحمہ اللہ نے صاحب کفایہ پر رد کرتے ہوئے مرد کے قول انا مؤمن ان شاء اللہ اور انا شاب ان شاء اللہ کے درمیان تین فرق بیان کئے ہیں۔ اول یہ کہ شباب کسبی اور اختیاری نہیں جبکہ ایمان اور تصدیق کسبی اور اختیاری ہیں۔ ثانی یہ کہ شباب کا زوال یقینی ہے اس پر بقاء کا تصور نہیں کیا جاسکتا جبکہ ایمان پر بقاء متصور ہے۔ ثالث یہ کہ شباب اعمال صالحہ میں سے نہیں جس پر آدمی فخر کرسکے اور عجب وخود پسندی میں مبتلا ہو۔ بخلاف ایمان کے کہ وہ اعمال عبادات ہے اسکی وجہ سے آدمی خود پسندی میں مبتلا ہوسکتا ہے۔

❼ السعید قد یشقی والشقی قد یسعد کی تشریح بطرز شارح:۔ مصنف رحمہ اللہ نے اپنے اس قول سے بعض اشاعرہ کا رد کیا ہے۔ بعض اشاعرہ نے کہا کہ ایمان اور کفر اسی طرح سعادت اور شقاوت کے سلسلہ میں اعتبار خاتمہ کا ہے۔ حتی کہ مؤمن سعید وہی شخص ہے جس کی موت ایمان پر ہوگی اگرچہ عمر بھر وہ کفر اور معصیت میں مبتلا رہا ہو اور کافر شقی وہ شخص ہے جس کی موت معاذ اللہ کفر پر ہوئی ہو اگرچہ وہ عمر بھر ایمان اور طاعت پر رہا ہو اور خاتمہ کے بارے میں بندہ کو کچھ خبر نہیں کہ خاتمہ ایمان پر ہوگا یا نہیں بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کی مشیت پر موقوف ہے۔ اسلئے انا مؤمن ان شاء اللہ کہنا درست ہے۔

ماتن نے اس قول کی تردید کرتے ہوئے کہا کہ سعید بعض دفعہ شقی ہوجاتا ہے بایں طور کہ وہ ایمان لانے کے بعد نعوذ باللہ مرتد ہوجائے۔ اسی طرح شقی بعض دفعہ سعید ہوجاتا ہے بایں طور کہ وہ کفر کے بعد ایمان لے آئے اور معصیت میں مبتلا رہنے کے بعد طاعت اور عبادت کرنے لگے۔ باقی رہا یہ سوال کہ اس تقریر سے معلوم ہوا کہ اسعاد اور اشقاء میں تغیر لازم آتا ہے جو کہ اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں اور اللہ تعالیٰ کی صفات میں تغیر محال ہے اس کا جواب یہ ہے کہ سعادت اور شقاوت بندہ کی صفت ہے اور اس میں تغیر ہو سکتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی صفت اسعاد بمعنی تکوین سعادت اور اشقاء بمعنی تکوین شقاوت میں کوئی تغیر نہیں ہوتا ایک شخص کے ساتھ کبھی صفت اسعاد کا تعلق ہوتا ہے اور کبھی صفت اشقاء کا تعلق ہوتا ہے۔

﴿الورقة السادسة: فی العقائد واصول التفسیر﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ۱۴۳۷ھ

السؤال الاول ..... ثم ینبغی أن یکون الإمام ظاهرا لا مخفیا ولا منتظرا و یکون من قریش ولا یجوز من غیرهم. (من ۵۵۵ کتاب الادب)

اشرحی العبارة المذکورة حسب بیان الشارح. انکری

Maktaba Tul Ishaat.com Scanned with CamScanner

الفرق بين الخلافة والامامة. لماذا ذكرت مسئلة الخلافة والامامة في علم الكلام مع أنها من المسائل الفرعية. من هم الأئمة عند الشيعة الامامية؟ ماهي شروط الإمامة الكبرى اذكرها بإيجاز.

﴿خلاصۂ سوال﴾..... اس سوال میں چار امور توجہ طلب ہیں (۱) عبارت کی تشریح (۲) خلافت اور امامت کے درمیان فرق (۳) مسئلہ خلافت وامامت کو علم کلام میں ذکر کرنے کی وجہ (۴) امامیہ کے نزدیک ائمہ کا مصداق (۵) امامت کبریٰ کی شرائط۔

الجواب..... ❶ عبارت کی تشریح:۔ شیعہ امامیہ کا عقیدہ ہے کہ آپ ﷺ کے بعد سلسلۂ امامت حضرت علی رضی اللہ عنہ سے شروع ہو کر بارہویں امام حضرت مہدی پر ختم ہو گیا جو دشمنوں کے خوف سے ۲۰۵ھ یا ۲۰۶ھ میں ایک غار "سر من رای" میں چھپ گئے اور یہ لوگ ہر سال ایک مقررہ تاریخ میں اس غار کے دروازے پر جمع ہو کر ان کے خروج کا انتظار کرتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ جب دنیا سے شر و فساد کا خاتمہ ہو جائے گا اور اہل باطل کا نظام زائل ہو جائے گا تو اس وقت امام مہدی کا ظہور ہوگا جو دنیا کو عدل وانصاف سے بھر دیں گے۔ ماتن نے ان کی تردید کرتے ہوئے فرمایا کہ امام کو لوگوں پر ظاہر ہونا چاہئے ان کی نگاہوں سے روپوش نہ ہونا چاہئے تاکہ ضرورت کے وقت لوگ اس کی طرف رجوع کر سکیں اور لوگوں کے درمیان رہ کر اسے لوگوں کی ضرورت کا پتہ چلے اور اس کی بہتری کے کام کرے جو امام کے تقرر سے مقصود ہے۔

شارح نے امام غائب کے عقیدہ کے بطلان پر تین دلیلیں ذکر فرمائی ہیں۔ ① یہ ہے کہ جو اغراض تقرر امام سے مطلوب ہیں مثلاً اقامت حدود وغیرہ ان کے حاصل نہ ہونے کے سلسلہ میں امام کا غائب اور روپوش ہونا اور نئے سرے سے اس کا معدوم ہونا دونوں برابر ہیں ② یہ ہے کہ دشمنوں کا خوف اس طرح غائب ہونے کا مقتضی نہیں ہے کہ اس کے نام کے علاوہ کسی چیز کا وجود نہ ہو، زیادہ سے زیادہ اس بات کا مقتضی ہو سکتا ہے کہ عام لوگوں سے اپنے دعوئ امامت کو مخفی رکھے جیسا کہ ان کے آباء میں سے حسن عسکری لوگوں کے سامنے رہتے تھے مگر امامت کا دعوی نہ کرتے تھے ③ یہ ہے کہ اہل زمانہ میں فساد اور بگاڑ اور ظالموں کے غلبہ کے وقت لوگوں کو امام کی حاجت زیادہ ہے اور ایسے وقت میں ان کے لئے امام کی اطاعت اور فرماں برداری بہ نسبت اس وقت کے زیادہ آسان ہے جب دنیا سے شر و فساد کا مادہ ختم ہو جائے گا اور اہل باطل کا نظام زائل ہو جائے گا۔ اسی طرح دنیا کے سبھی عقلاء یہ تسلیم کرتے ہیں کہ قوم کا سردار ایسا شخص ہونا چاہئے جو عاقل بالغ آزاد مرد بہادر اور عقلمند ہو مگر اسلام نے مذکورہ شرائط پر کچھ اور شرائط کا بھی اضافہ کیا ہے جن میں سے ایک شرط یہ ہے کہ مسلمانوں کا امام قریش میں سے ہونا چاہئے۔ (بیان الفوائد ج ۳ ص ۳۱۸)

❷ خلافت اور امامت کے درمیان فرق:۔ خلافت اور امامت کے درمیان دو فرق نمایاں ہیں۔ ① خلافت نبوت کے نہج و طرز پر ہوتی ہے اور امامت مطلق بادشاہت کا نام ہے ② خلافت میں غلبۂ دین کا اثبات ہوتا ہے اور امامت میں غلبۂ دین کا اثبات ضروری نہیں ہے یعنی امامت عام اور خلافت خاص ہے۔

❸ مسئلہ خلافت وامامت کو علم کلام میں ذکر کرنے کی وجہ:۔ شیعہ اس مسئلہ کو عقائد میں داخل کرتے ہوئے اسے علم الکلام میں ذکر کرتے ہیں اور اہل السنۃ میں سے بھی بعض کے ہاں شیخین رضی اللہ عنہما کی خلافت قطعیات میں سے ہے اسکے منکر کو کافر لکھا ہے تو معلوم ہوا کہ اس مسئلہ کا تعلق عقیدہ سے ہے، اس بات کو ملحوظ رکھتے ہوئے مصنف رحمہ اللہ نے بھی اس مسئلہ کو علم الکلام والعقائد میں لکھا ہے۔

❹ امامیہ کے نزدیک ائمہ کا مصداق:۔ شیعہ امامیہ کے نزدیک خلفاء اور ائمہ کا مصداق ایک ہی ہیں اور وہ ان کے بارہ امام ہیں۔ ① حضرت علی رضی اللہ عنہ ② حضرت حسن رضی اللہ عنہ ③ حضرت حسین رضی اللہ عنہ ④ حضرت علی زین العابدین رضی اللہ عنہ ⑤ محمد باقر ⑥ جعفر

صادق ⑨ موسیٰ کاظم ⑩ علی رضا ⑪ محمد تقی ⑫ علی نقی ⑬ حسن عسکری ⑭ محمد قاسم المہدی۔

⑤ امامت کبریٰ کی شرائط:۔ ماتنؒ نے امامت کے لئے چند متفق علیہ شرائط ذکر کی ہیں۔ ① امام ولایت کاملہ کی اہلیت رکھتا ہو، (ولایت کاملہ کیلئے پانچ چیزیں شرط ہیں۔ (۱) مسلمان ہو، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے کافروں کو مسلمانوں کے اوپر کسی قسم کے تصرف کی اجازت نہیں دی۔ (۲) آزاد ہو، کیونکہ غلام اپنے آقا کے کام کاج میں مصروف ہوتا ہے جبکہ امام کو مسلمانوں کے کام کاج کیلئے فارغ ہونا چاہیے، نیز غلام لوگوں کی نظروں میں ذلیل اور حقیر ہوتا ہے حالانکہ امام کو معظم اور بارعب ہونا چاہیے۔ (۳) مرد ہو، کیونکہ عورتیں کم عقل اور ناقص زین والی ہوتی ہے۔ (۴) عقلمند ہو (۵) بالغ ہو، کیونکہ مجنون اور بچہ امور کی تدبیر کرنے اور لوگوں کی بھلائی کے کام کاج کرنے سے عاجز ہوتے ہیں)۔

② امام اپنی رائے اور فکر کی قوت اور لوگوں کے دلوں میں اپنا رعب ودبدبہ اور اپنی شان وشوکت کی وجہ سے مسلمانوں کے کام کاج پر قدرت رکھتا ہو۔ ③ شریعت کے احکام کا علم رکھتا ہو، انصاف اصابت رائے اور اپنی شجاعت کی وجہ سے احکام شرعیہ یعنی حدود وقصاص وغیرہ کو نافذ کرنے پر، دارالاسلام کی سرحدوں کی حفاظت کرنے پر، مظلوم کو ظالم سے انصاف دلانے پر بھی قادر ہو، کیونکہ امام کے تقرر سے یہی چیزیں مقصود ہیں۔ (توضیح المقاصد ص ۳۹۲)

السؤال الثالث ..... وَالْمِعْرَاجُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِي الْيَقْظَةِ بِشَخْصِهٖ إِلَى السَّمَآءِ ثُمَّ إِلٰى مَا شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الْعُلٰى حَقٌّ أَيْ ثَابِتٌ بِالْخَبَرِ الْمَشْهُوْرِ حَتّٰى أَنَّ مُنْكِرَهٗ يَكُوْنُ مُبْتَدِعًا.

شكلي العبارة و ترجمها. بيّن عقيدة اهل السنة والجماعة في حق المعراج والاسراء بالتفصيل ما هو حكم منكري المعراج وماالفرق بين المعراج والاسراء. انكرى دليل الفلاسفة على انكار المعراج.

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال کا حل چھ امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) معراج اور اسراء کے متعلق اہل السنۃ والجماعۃ کا عقیدہ (۴) منکرین معراج کا حکم (۵) معراج اور اسراء میں فرق (۶) فلاسفہ کے معراج کے انکار کی وجہ۔

الجواب ..... ① عبارت پر اعراب:۔ كما مرّ في السوال آنفا۔

② عبارت کا ترجمہ:۔ اور رسول اللہ ﷺ کو بذات حالت بیداری میں اپنے جسم سمیت آسمان تک پھر ان بلند وبالا مقامات تک جہاں تک اللہ تعالیٰ نے چاہا لیجایا گیا یہ حق ہے یعنی خبر مشہور سے ثابت ہے یہاں تک کہ اس کا منکر بدعتی ہے۔

③ معراج اور اسراء کے متعلق اہل السنۃ والجماعۃ کا عقیدہ:۔ نبی کریم ﷺ کو جو معراج کرائی گئی جس کا ذکر قرآن مجید میں سُبْحٰنَ الَّذِيْ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ الخ سے کیا گیا وہ معراج بحالت بیداری جسمانی طور پر کرائی گئی کیونکہ خواب یا روحانی طور پر معراج کا ہونا غیر نبی کے لئے بھی ممکن ہے۔ اور آیت میں بِعَبْدِهٖ سے معراج جسمانی کی طرف اشارہ ہے۔

شارحؒ فرماتے ہیں کہ معراج واسراء کے اس سفر کے تین حصے ہیں۔ ① مسجد حرام سے لیکر مسجد اقصیٰ تک ② مسجد اقصیٰ سے لے کر آسمان تک ③ آسمان سے لے کر اس بلند وبالا مقام تک جہاں تک اللہ نے چاہا۔ ان میں سے جو پہلا حصہ ہے یعنی مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک یہ سفر دلیل قطعی سے ثابت ہے یعنی قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے سُبْحٰنَ الَّذِيْ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ الخ اس لئے اس کا منکر کافر ہے اور دوسرا حصہ یعنی مسجد اقصیٰ سے آسمان تک یہ سفر خبر مشہور کے ذریعے ثابت ہے اس لئے اس کا

Maktaba Tul Ishaat.com Scanned with CamScanner

منکر بدعتی ہے اور تیسرا حصہ یعنی آسمان سے ان بلند و بالا مقام تک جہاں تک اللہ تعالیٰ نے لے جانا چاہا اس سفر کا ثبوت خبر واحد سے ہے جو کہ ظنی ہے اس لئے اس کا منکر فاسق و گنہگار ہوگا۔

① منکرین معراج کا حکم:۔ اس کی تفصیل ابھی گزر چکی ہے کہ پہلے حصہ کا منکر کافر، دوسرے حصہ کا منکر بدعتی اور تیسرے حصہ کا منکر فاسق و گنہگار ہے۔

② معراج اور اسراء میں فرق:۔ معراج اس حصہ سفر کا نام ہے جو آپ ﷺ کو مسجد اقصیٰ سے آسمانوں تک اور وہاں سے جہاں تک اللہ تعالیٰ نے چاہا سفر کروایا گیا اور اسراء بیت اللہ یعنی مسجد حرام سے لیکر مسجد اقصیٰ تک کے سفر کو کہتے ہیں۔ بالفاظ دیگر اسراء زمینی سفر اور معراج آسمانی سفر کا نام ہے۔

③ فلاسفہ کے معراج کے انکار کی وجہ:۔ فلاسفہ نے معراج کے انکار کی متعدد وجوہ پیش کی ہیں۔ ① آسمان پر کسی کا جانا یہ آسمان کے خرق (پھٹنے) کو لازم ہے جبکہ آسمانوں میں کسی قسم کی پھٹن نہیں ہے۔ ② آسمان سے پہلے کرۂ نار (سورج) ہے اس میں داخل ہونے والی ہر چیز جل جاتی ہے لہٰذا اس کو پار کر کے آسمان تک پہنچنا ممکن نہیں ہے۔ ③ مختصر وقت میں اتنا طویل سفر طے کرنا ممکن نہیں ہے۔

جوابات: پہلی دلیل کا جواب یہ ہے کہ فلاسفہ کے اصول سے ہٹ کر اسلامی اصول کے مطابق آسمانوں میں خرق (پھٹن) جائز ہے بلکہ نصوص قرآنی اس پر دال ہیں جیسے اذا السماء انشقت ، اذا السماء انفطرت ۔ نیز تمام اجسام خواہ علوی ہوں جیسے آسمان وغیرہ یا سفلی ہوں جیسے پانی، انسانی جسم، زمین وغیرہ یہ سب برابر ہیں جب اجسام سفلی میں ہم خرق کا مشاہدہ کرتے ہیں تو پھر اجسام فلکی میں بھی خرق درست ہے کیونکہ یہ سب اجسام اجزائے لایتجزیٰ سے مرکب ہیں لہٰذا جو چیز ایک جسم کے لئے ممکن ہوگی وہ دقیقہ پر بھی ممکن ہوگی۔

دوسری دلیل کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کے حق میں کرۂ نار کو محرق (جلانے والا) نہ بنانے پر قادر ہے جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے آگ کو گلزار بنایا گیا تھا۔

تیسری دلیل کا جواب یہ ہے کہ مختصر وقت میں اتنی طویل مسافت طے کرنا خلاف عادت ضرور ہے مگر ناممکن نہیں ہے اور خلاف عادت کی وجہ سے ہی یہ امر معجزہ ہے جس کی وجہ سے اس کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔ (توضیح الدرر ص ۳۵۸)

السوال الثانی ۱۴۳۷ھ

السؤال الاول ..... وَالْحَقُّ اَنَّ رِضَا يَزِيْدَ بِقَتْلِ الْحُسَيْنِ وَاسْتِبْشَارَهٗ بِذٰلِكَ وَاِهَانَةَ اَهْلِ بَيْتِ النَّبِيِّ ﷺ بِمَا تَوَاتَرَ مَعْنَاهُ وَاِنْ كَانَ تَفَاصِيْلُهٗ آحَادًا فَنَحْنُ لَا نَتَوَقَّفُ فِيْ شَانِهٖ بَلْ فِيْ اِيْمَانِهٖ ۔ (ص ۱۹۳ امدادیہ)

شکّلی العبارة ۔ هل يجوز اللعن على من مات مؤمنًا؟ اشرحي المسألة بوضوح ۔ هل توافقي ما بقوله التفتازاني بأن رضا يزيد بقتل الحسينؓ واستبشاره بذلك ثبت بالتواتر؟ أنكري رأي جمهور لعل السنة لحل هذه المشكلة ۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) حالت ایمان میں مرنے والے پر لعنت کا حکم (۳) حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قتل پر یزید کے راضی و خوش ہونے کے متعلق علامہ تفتازانی اور جمہور کی رائے۔

سوال ..... ① عبارت پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا۔

② حالت ایمان میں مرنے والے پر لعنت کا حکم:۔ محققین کے قول کے مطابق لعنت کرنے کی تین صورتیں ہیں۔ ① یہ کہ عام صفت کے ساتھ لعنت کی جائے مثلاً کہا جائے کہ کفار اور یہود پر اللہ کی لعنت ہو، یہ صورت جائز ہے بلکہ بعض صفائر کے بارے میں بھی قرآن کریم میں آپ ﷺ کا وصف عام کے ساتھ لعنت کرنا ثابت ہے مثلاً الا لعنة الله على الظالمين، الا لعنة الله على الكافرين ، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ عورتوں سے مشابہت اختیار کرنے والے مردوں پر اور مردوں سے مشابہت اختیار کرنے والی عورتوں پر لعنت فرمائے ② یہ کہ ایسے معین شخص پر لعنت کی جائے جس کا کفر کی حالت پر مرنا شارع کے خبر دینے سے ثابت ہو جیسے فرعون، ابو جہل اور ابلیس وغیرہ، یہ صورت بھی جائز ہے ③ یہ کہ ایسے معین شخص پر لعنت کی جائے جس کا کفر کی حالت پر مرنا معلوم نہ ہو، یہ صورت ناجائز ہے۔

محققین نے یہ تفصیل اس لئے فرمائی کہ شارع نے لعنت سے سخت ممانعت فرمائی ہے جیسا کہ ترمذی شریف میں روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا لایکون المؤمن لعانا (مومن لعنت کرنے والا نہیں ہو سکتا)۔ اور ترمذی شریف میں ہی یہ حدیث موجود ہے کہ جو کوئی کسی پر لعنت کرے اور وہ اس لعنت کا مستحق نہیں تو وہ لعنت اسی لعنت کرنے والے پر ہی لوٹ آتی ہے۔ دوسری جانب ہم دیکھتے ہیں کہ آپ ﷺ نے وصف عام کے ساتھ لعنت فرمائی ہے اسی طرح ایسے معین شخص پر بھی لعنت فرمائی ہے جس کی موت کفر پر ہوئی لہٰذا جواز ان ہی دو صورتوں پر منحصر ہوگا اور ممانعت والی احادیث تیسری صورت پر محمول ہوں گی یعنی کسی ایسے معین شخص پر لعنت کرنا جائز نہیں ہے جس کا کفر پر مرنا معلوم نہیں۔ (بیان الفوائد ج ۲ ص ۲۲۲)

③ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قتل پر یزید کے راضی وخوش ہونے کے متعلق علامہ تفتازانی اور جمہور کی رائے:۔ علامہ تفتازانی فرماتے ہیں کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کئے جانے پر یزید کا راضی اور خوش ہونا اور اس کا نبی کریم ﷺ کے گھرانے والوں کی توہین وتذلیل کرنا معنی متواتر ہے اگرچہ الفاظ آحاد کے درجہ میں ہیں، اسلئے ہم اس پر لعنت کے جواز کے بارے میں تردد نہیں کرتے بلکہ اسکے ایمان کے بارے میں تردد کرتے ہیں۔

جمہور کے نزدیک یزید کا کفر پر مرنا کسی کو معلوم نہیں لہٰذا اس پر تعیین کے ساتھ لعنت کرنا جائز نہیں ہوگا ہاں وصف عام کے ساتھ لعنت کرنا مثلاً یہ کہنا کہ قاتل حسین رضی اللہ عنہ پر اللہ کی لعنت ہو جائز ہے۔ رہا یہ کہنا کہ یزید اس وقت کافر ہو گیا تھا جس وقت اس نے حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے کا حکم دیا تھا، یہ صحیح نہیں اس لئے کہ اولاً یہ ثابت نہیں کہ یزید نے ابن زیاد کو قتل حسین رضی اللہ عنہ کا حکم دیا تھا اور اگر ثابت ہو بھی جائے تو بھی کفر ثابت نہیں ہوتا کیونکہ اس کا قتل حسین رضی اللہ عنہ کا حکم دینا نہ تو حسین رضی اللہ عنہ کے مؤمن ہونے کی وجہ سے تھا نہ نبی کریم ﷺ کا رشتہ دار ہونے کی وجہ سے بلکہ دنیوی عداوت کی وجہ سے تھا، جو کبیرہ گناہ ضرور ہے مگر کفر نہیں ہے۔

امام غزالی رحمہ اللہ سے یزید پر لعنت کی ممانعت منقول ہے اسلئے کہ یزید نے خواہ کتنا بڑا گناہ وجرم کیا ہو مگر وہ اس گناہ کی وجہ سے نہ ایمان سے خارج ہوا ہے اور نہ اہل قبلہ میں سے ہونے سے خارج ہوا ہے اور آپ ﷺ نے اہل قبلہ پر لعنت کرنے سے منع فرمایا ہے۔

سوال ..... وَالْكَبِيرَةُ وَقَدِ اخْتَلَفَتِ الرِّوَايَاتُ فِيهَا فَرُوِيَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّهَا تِسْعَةٌ الْإِشْرَاكُ بِاللَّهِ وَقَتْلُ النَّفْسِ بِغَيْرِ حَقٍّ وَقَذْفُ الْمُحْصَنَةِ وَالزِّنَا وَالْفِرَارُ عَنِ الزَّحْفِ وَالسِّحْرُ وَأَكْلُ مَالِ الْيَتِيمِ.

Maktaba Tul Ishaat.com Scanned with CamScanner

عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں، خوارج اور معتزلہ کے نزدیک مرتکب کبیرہ کا کیا حکم ہے؟ وضاحت کریں۔ مرتکب کبیرہ کے مومن ہونے پر اہل حق کے دلائل تحریر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾..... اس سوال میں تین امور مطلوب ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) مرتکب کبیرہ کا حکم۔

الجواب..... ① عبارت پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا۔

② عبارت کا ترجمہ:۔ اور گناہ کبیرہ کے بارے میں روایات مختلف ہیں پس حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ کبائر نو ہیں۔ اللہ تعالیٰ کیساتھ شرک کرنا، کسی نفس کو ناحق قتل کرنا، کسی پاکدامن پر تہمت لگانا، زنا کرنا، میدان جنگ سے بھاگنا، جادو کرنا، یتیم کا مال کھانا۔

③ مرتکب کبیرہ کا حکم:۔ کما سیأتی فی الشق الاوّل من السوال الاول ۱۴۴۰ھ۔

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۳۷ھ

الشق الاول..... وحی کی ابتدائی تین اقسام بالتفصیل تحریر کیجیے۔

﴿خلاصۂ سوال﴾..... اس سوال میں صرف وحی کی ابتدائی تین اقسام کی تفصیل مطلوب ہے۔

الجواب..... ① وحی کی ابتدائی تین اقسام:۔ علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ابتداءً وحی کی تین اقسام ہیں:

① وحی قلبی: یعنی باری تعالیٰ براہ راست نبی کے قلب کو مسخر فرما کر اس میں کوئی بات ڈال دیں، اس میں نہ فرشتے کو واسطہ ہوتا ہے اور نہ نبی کی قوت سامعہ وحواس کا، اور اس میں کوئی آواز نبی کو سنائی نہیں دیتی بلکہ بات قلب میں جاگزین ہو جاتی ہے اور یہ بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ بات اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئی ہے، یہ کیفیت بیداری وخواب دونوں میں ہو سکتی ہے چنانچہ نبی کا خواب وحی ہوتا ہے، جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ذبح کا حکم خواب میں دیا گیا تھا۔

② کلام الٰہی: اس قسم میں براہ راست باری تعالیٰ رسول کو اپنی ہم کلامی کا شرف عطاء کرتے ہیں، اس میں بھی فرشتہ کا واسطہ نہیں ہوتا، مگر نبی کو آواز سنائی دیتی ہے جو کہ مخلوقات کی آواز سے جدا عجیب وغریب کیفیت کی حامل ہوتی ہے جس کا ادراک عقل سے ممکن نہیں ہے، جو انبیاء علیہم السلام اسے سنتے ہیں وہی اس کی کیفیت وسرور کو پہچان سکتے ہیں، باری تعالیٰ سے براہ راست ہم کلامی کی وجہ سے وحی کی یہ قسم تمام اقسام وحی سے افضل واعلیٰ ہے، جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ شرف حاصل ہوا وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا۔

③ وحی ملکی: اللہ تعالیٰ اپنا پیغام کسی فرشتے کے ذریعے نبی کے پاس بھیجیں، بعض اوقات یہ فرشتہ نظر نہیں آتا بلکہ اس کی آواز سنائی دیتی ہے اور بسا اوقات فرشتہ کسی انسانی شکل میں آکر پیغام پہنچاتا ہے اور بسا اوقت فرشتہ اپنی اصل شکل میں بھی آتا ہے مگر یہ بہت شاذ ونادر ہے۔ آیت کریمہ وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا فَيُوْحِيَ بِاِذْنِهٖ مَا يَشَآءُ میں وحی کی انہی تین اقسام کی طرف اشارہ ہے وحیاً سے پہلی قسم ورائے حجاب سے دوسری قسم یرسل رسولاً سے تیسری قسم مراد ہے۔

الشق الثانی..... کیا قرآن کے صرف معنی وحی ہیں یا الفاظ ومعنی دونوں؟ واضح کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾..... اس سوال میں فقط الفاظ قرآنی کے وحی ہونے کی وضاحت مطلوب ہے۔

الجواب..... الفاظ قرآنی کے وحی ہونے کی وضاحت:۔ وحی کی دو قسمیں ہیں۔ ① وحی متلو ② وحی غیر متلو۔ دوسری قسم عموماً مضامین اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتے تھے اور انہیں تعبیر کرنے کیلئے الفاظ کا انتخاب حضرت جبرائیل علیہ السلام یا خود

Scanned with CamScanner

آنحضرت ﷺ کرتے تھے۔ مگر قرآن کریم کا معاملہ یہ نہیں وہ لفظ ومعنا پورا کا پورا اللہ تعالیٰ کا کلام ہے جس طرح اس کے مضامین اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں اسی طرح اس کے الفاظ بھی من وعن اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں۔ ان الفاظ کے انتخاب یا ترکیب وانشاء میں نہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کا کوئی دخل ہے اور نہ رسول اللہ ﷺ کا۔ بعض مادہ پرستوں نے یہ دعویٰ کیا کہ قرآن کا صرف مفہوم اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوا اس کے الفاظ اور تراکیب وغیرہ حضرت جبرائیل علیہ السلام یا رسول اللہ ﷺ کی طرف سے ہیں۔ یہ خیال بالکل باطل مہمل اور قرآن وسنت کے صریح دلائل کے خلاف ہے۔ اس کے متعدد دلائل ہیں۔

① قرآن کریم میں متعدد جگہ پر اس کی صفت عربی بیان کی گئی ہے۔ اب ظاہر ہے کہ اگر قرآن کا صرف مفہوم بذریعہ وحی نازل ہوا ہوتا تو انا انزلنہ قرآنا عربیا کا کوئی معنی نہ تھا کیونکہ عربیت الفاظ کی صفت ہے معنی کی نہیں۔

② قرآن کریم میں متعدد جگہ پر آپ ﷺ کے تین فرائض منصبی بیان کئے گئے ہیں۔ یتلو علیهم آیٰتك ویعلمهم الکتاب والحکمة ویزکیهم۔ معلوم ہوا کہ قرآن کے متعلق آپ ﷺ کے ذمے دو فرض تھے ایک آیات الٰہیہ کی تلاوت اور دوسرا ان کی تعلیم اور تلاوت الفاظ کی ہوتی ہے معنی کی نہیں۔ پس آپ ﷺ کے فریضہ منصبی کا تعلق الفاظ قرآن سے ہوا نہ کہ معنی سے۔

③ قرآن کریم میں متعدد جگہ پر "الکتاب" کا لفظ استعمال کیا گیا ہے اور کتاب کا اطلاق صرف معنی مضامین پر نہیں ہوتا بلکہ جب ان مضامین کو الفاظ کے سانچے میں ڈھال لیا جاتا ہے تب اسے کتاب کہتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ الفاظ بھی من جانب اللہ ہیں۔

④ سورہ قیامت سے معلوم ہوتا ہے کہ جب حضرت جبرائیل علیہ السلام وحی لے کر آتے تو آپ ﷺ اسے یاد کرنے کے لئے جلدی جلدی الفاظ دہراتے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے حکم دیا لاتحرك به لسانك لتعجل به ان علینا جمعه وقرآنه فاذا قرأناه فاتبع قرآنه ثم ان علینا بیانه۔ یہ آیت صراحتاً دلالت کرتی ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام جو الفاظ لے کر آتے تھے وہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہوتے تھے۔ اسی لئے ان الفاظ کے یاد کرانے، اس کی تلاوت کا طریقہ سکھانے اور اس کے معنی کی تشریح کرنے کے تینوں کام اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمے لئے۔ الغرض قرآن کریم کے الفاظ اور معنی دونوں بالاتفاق بذریعہ وحی نازل ہوئے اور احادیث قدسیہ کے بارے میں بھی مشہور قول یہی ہے۔ البتہ احادیث نبویہ کے صرف معنی وحی ہیں الفاظ رسول اللہ ﷺ کے اپنے ہیں اور جو احادیث آپ ﷺ نے اجتہاد سے بیان فرمائیں ان کے الفاظ ومعنی دونوں رسول اللہ ﷺ کے ہیں۔

﴿الورقة السادسة: فی العقائد واصول التفسیر﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ۱۴۳۸ھ

السؤال الاول ..... وایدهم ای الانبیاء بالمعجزات النواقض للعادات.

سحر، معجزہ اور کرامت میں فرق لکھیں۔ اگر امر خارق للعادۃ کا ظہور کسی فاسق کے ہاتھ پر ہو تو اسے کیا کہتے ہیں؟ حضور ﷺ کے کوئی سے تین معجزات تحریر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) سحر، معجزہ اور کرامت میں فرق (۲) فاسق کے ہاتھ پر خارق للعادۃ امر کے ظہور کا نام (۳) حضور ﷺ کے چند معجزات۔

الجواب ..... ① سحر، معجزہ اور کرامت میں فرق:۔ معجزہ وکرامت بلاواسطہ اسباب طبعیہ کے براہ راست اللہ تعالیٰ کا فعل ہوتا ہے

Maktaba Tul Ishaat.com Scanned with CamScanner

اور جادو و سحر اسباب طبعیہ تخیلیہ کا اثر ہوتا ہے۔ نیز معجزہ و کرامت ایسے حضرات سے ظاہر ہوتے ہیں جن کا تقویٰ و طہارت، پاکیزگی، اخلاق و اعمال کا سب مشاہدہ کرتے ہیں اور جادو کا اثر ایسے لوگوں سے ظاہر ہوتا ہے جو گندے، ناپاک، اللہ کے نام و احکام کی عبادت سے دور رہتے ہیں۔

معجزہ و کرامت میں فرق یہ ہے کہ معجزہ اس امر خارق للعادۃ کو کہتے ہیں جس کا ظہور کسی نبی کے ہاتھ پر ہوتا ہے اور یہ نبوت کے ثبوت کی حجت اور دلیل ہوتا ہے جبکہ کرامت کا ظہور ولی کے ہاتھ پر ہوتا ہے اور اس سے اس ولی کی تائید مقصود ہوتی ہے۔

② فاسق کے ہاتھ خارق للعادۃ امر کے ظہور کا نام:۔ کافر و فاسق کے ہاتھ پر کسی خلاف عادت امر کے ظاہر ہونے کو استدراج کہتے ہیں۔

③ حضور ﷺ کے چند معجزات:۔ ① آپ ﷺ کے معجزات میں سب سے بڑا معجزہ قرآن مجید ہے، پوری دنیا مل کر اس کی چھوٹی سے چھوٹی سورت کے مقابلہ میں کوئی سورت نہیں بنا سکتی ② شق صدر جس میں ملائکہ نے آپ ﷺ کے سینہ مبارک اور قلب کو شق کر کے ایمان اور علم و حکمت سے بھر دیا ③ جب آپ ﷺ نے معراج اور بیت المقدس جانے کا ذکر فرمایا تو کفار نے تکذیب کی اور بغرض امتحان بیت المقدس کے بارے میں سوالات کیے، اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر بیت المقدس منکشف فرما دیا اور آپ ﷺ نے صحیح صحیح جوابات دے دیے ④ شق قمر جب کفار نے رات کے وقت آپ ﷺ سے چاند کے دو ٹکڑے کرنے کا مطالبہ کیا تو آپ ﷺ نے انگشت شہادت سے چاند کی طرف اشارہ فرمایا تو چاند دو ٹکڑے ہو گیا ⑤ قریش نے عہد کیا کہ آپ ﷺ کو شہید کر دیں گے لیکن جب آپ ﷺ کفار کے پاس سے گزرے تو خاک کی مٹھی اٹھا کر شَاهَتِ الْوُجُوْهُ فرما کر انکی طرف پھینک دی، دشمنوں کی آنکھیں پتھرا گئیں اور گردنیں جھک گئیں، آپ ﷺ بحفاظت وہاں سے چلے گئے ⑥ آپ ﷺ نے غزوۂ حنین میں ایک مٹھی خاک دشمنوں پر پھینک دی تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے دشمن کا لشکر شکست کھا کر بھاگ گیا ⑦ جب آپ ﷺ ہجرت کے موقع پر غار ثور میں جا کر چھپے تو مکڑی نے غار کے منہ پر جالا تن دیا جس سے معلوم ہوا کہ غار کے اندر کوئی نہیں ہے ⑧ ہجرت کے موقع پر سراقہ بن مالک نے آپ ﷺ کا تعاقب کرنا چاہا تو اس کے گھوڑے کے پاؤں سخت زمین میں دھنس گئے ہر چند گھوڑے کو زمین سے نکالنا چاہا مگر نہ نکلا، اس نے آپ ﷺ سے امان طلب کی تو آپ ﷺ کی برکت سے گھوڑا زمین سے نکل آیا اور سراقہ نادم ہو کر چلا گیا ⑨ ہجرت کے سفر میں آپ ﷺ کا گزر ام معبد رضی اللہ عنہا کے پاس سے ہوا، انکی بکری کے تھنوں میں دودھ نہیں تھا، آپ ﷺ نے تھنوں پر ہاتھ پھیرا تو وہ دودھ دینے لگی ⑩ آپ ﷺ نے دعا فرمائی کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اسلام لے آئیں اور رونق اسلام بنیں چنانچہ ایسا ہی ہوا ⑪ حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ کی آنکھ میں زخم لگا، آنکھ نکل کر رخسار پر آ گئی، آپ ﷺ نے اس آنکھ کو اسکی جگہ پر رکھ دیا وہ آنکھ دوسری آنکھ سے زیادہ خوبصورت اور روشن بن گئی ⑫ آپ ﷺ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کیلئے دعا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ انکو بہترین قرآن دانی اور فہم دین عطا فرمائے چنانچہ یہ نعمت انکو حاصل ہو گئی ⑬ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا اونٹ جو سب سے پیچھے رہتا تھا آپ ﷺ کی دعا سے سب سے آگے چلنے لگا ⑭ بارش کیلئے دعا فرمائی تو برابر ایک ہفتہ بارش ہوتی رہی پھر بارش کے رک جانے کی دعا فرمائی تو فوراً رک گئی ⑮ آپ ﷺ نے ایک اعرابی کو توحید و رسالت کی دعوت دی تو اعرابی نے کہا کہ اس پر کوئی گواہ بھی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ درخت گواہ ہے، پس آپ ﷺ نے درخت کو بلایا، درخت آیا اور تین مرتبہ توحید و رسالت کی گواہی دیکر اپنی جگہ چلا گیا ⑯ آپ ﷺ کے خطبے کیلئے جب منبر بنایا گیا تو جس ستون سے آپ ﷺ ٹیک لگا کر خطبہ دیا کرتے

تھے اس ستون سے گریہ وبکا کی آواز سنی گئی ⑤ کنکریوں نے آپ ﷺ کے دست مبارک میں تسبیح پڑھی اور کھانے نے بھی تسبیح پڑھی۔

المتن الثانی ..... وَتَجُوْزُ الصَّلٰوةُ خَلْفَ كُلِّ بَرٍّ وَفَاجِرٍ لِقَوْلِهٖ ﷺ صَلُّوْا خَلْفَ كُلِّ بَرٍّ وَفَاجِرٍ وَلِاَنَّ عُلَمَاءَ الْاُمَّةِ كَانُوْا يُصَلُّوْنَ خَلْفَ الْفَسَقَةِ وَلِدَلِيْلِ الْاَهْوَاءِ وَالْبِدَعِ مِنْ غَيْرِ نَكِيْرٍ۔

عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں، عبارت میں مذکورہ مسئلہ کی وضاحت کریں، یہ مسئلہ تو فقہی فروعات میں سے ہے اس کو اصول کلام کے ساتھ ذکر کرنے کی کیا وجہ ہے؟

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال میں چار امور مطلوب ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) مسئلہ کی وضاحت (۴) مسئلہ کو اصول کلام میں ذکر کرنے کی وجہ۔

الجواب ..... ① عبارت پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا۔

② عبارت کا ترجمہ:۔ اور ہر ایک نیک و بد کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے، آپ ﷺ کے فرمان کی وجہ سے کہ ہر نیک و بد کے پیچھے نماز پڑھو اور اسلئے کہ علماء امت فاسقوں اور خواہشات نفس کی پیروی کرنے والوں اور اہل بدعت کے پیچھے بلا نکیر نماز پڑھتے تھے۔

③ مسئلہ کی وضاحت:۔ اس عبارت میں مصنفؒ نے نیک و بد مسلمان کی اقتداء میں نماز پڑھنے کا مسئلہ بیان کیا کہ ہر نیک و بد مسلمان کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے بشرطیکہ اس کا فسق و بدعت کفر کی حد تک نہ پہنچ جائے۔

پہلی دلیل آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ ہر نیک و بد کے پیچھے نماز پڑھو۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ علماء امت اپنے اپنے زمانے میں فاسق، بدعتی اور اپنے نفس کی خواہشات کی پیروی کرنے والے مسلمانوں کے پیچھے نمازیں پڑھتے رہے ہیں اور کسی نے بھی اُن پر نکیر نہیں کی۔

④ مسئلہ کو اصول کلام میں ذکر کرنے کی وجہ:۔ ماتنؒ نے اولاً ذات باری تعالیٰ وصفات باری تعالیٰ کی بحث کو بیان کیا۔ پھر معاد یعنی بعد الموت اور قبر و حشر کے حالات بیان کئے، پھر نبوت اور امامت کا مسئلہ بیان کیا، یہ سب مسائل اہل السنۃ والجماعۃ کے اصول کے مطابق بیان کئے۔ پھر ماتنؒ نے کچھ ایسے مسائل بیان کئے جن سے اہل السنۃ والجماعۃ غیروں سے ممتاز ہو جائیں، اگرچہ یہ مسائل فقہ کی جزئیات میں سے ہیں مگر ان مسائل میں بعض فرق باطلہ کا اختلاف ہے مثلاً معدوم چیز پر شیٔ کا اطلاق کرنے میں معتزلہ کا اختلاف ہے۔ مسح علی الخفین میں شیعہ کا اختلاف ہے۔ علامات قیامت میں فلاسفہ کا اختلاف ہے۔ نصوص کو ان کے ظاہر پر محمول کرنے میں ملاحدہ کا اختلاف ہے۔ انبیاء علیہم السلام کے سب سے افضل ہونے میں کرامیہ کا اختلاف ہے۔ لہٰذا ماتنؒ نے ان تمام مسائل میں اہل السنۃ والجماعۃ کے مسلک کو واضح کرنے کیلئے ان مسائل کو بیان کیا کیونکہ یہ مسائل اہل السنۃ والجماعۃ کا مابہ الامتیاز ہیں۔ (توضیح المرام ص ۳۹۹)

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۲۸ھ

المتن الاول ..... وَالْبَعْثُ حَقٌّ وَاَنْكَرَهُ الْفَلَاسِفَةُ بِنَاءً عَلٰى اِمْتِنَاعِ اِعَادَةِ الْمَعْدُوْمِ بِعَيْنِهٖ وَهُوَ مَعَ اَنَّهٗ لَا دَلِيْلَ لَهُمْ عَلَيْهِ يُفْتَقَدُ بِهٖ غَيْرُ مُضِرٍّ بِالْمَقْصُوْدِ لِاَنَّ مُرَادَنَا اَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يَجْمَعُ الْاَجْزَاءَ الْاَصْلِيَّةَ لِلْاِنْسَانِ وَيُعِيْدُ رُوْحَهٗ اِلَيْهِ، سَوَاءٌ مُسَمِّيَ ذٰلِكَ اِعَادَةَ الْمَعْدُوْمِ بِعَيْنِهٖ اَوْ لَمْ يُسَمَّ وَبِهٰذَا يَسْقُطُ مَا قَالُوْا اَنَّهٗ لَوْ اَكَلَ اِنْسَانٌ اِنْسَانًا بِحَيْثُ صَارَ جُزْءً مِنْهُ فَتِلْكَ الْاَجْزَاءُ اِمَّا اَنْ تُعَادَ فِيْهِمَا وَهُوَ مُحَالٌ اَوْ فِيْ اَحَدِهِمَا.....

عبارت پر اعراب لگائیں، عبارت کی واضح تشریح کریں، ماتن کس کے کہتے ہیں؟ اور ما من مذهب الا وللتناسخ فيها

Maktaba Tul Ishaat.com Scanned with CamScanner

قدم راسخ کے قائل کی تعیین کے ساتھ اس قول کا مطلب بھی واضح کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾..... اس سوال میں تین امور مطلوب ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کی تشریح (۳) تناسخ کی مراد (۴) ما من مذهب الا وللتناسخ فيها قدم راسخ کے قائل کی تعیین اور قول کا مطلب۔

﴿جواب﴾..... ① عبارت پر اعراب:۔ كما مرّ في السوال آنفا۔

② عبارت کی تشریح:۔ اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ بعث بعد الموت برحق ہے۔ بعث ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مُردوں کو قبروں سے اٹھائیں گے بایں طور کہ اُن کے اجزائے اصلیہ کو جمع کرنے کے بعد اُن اجزائے اصلیہ کی طرف روح کو لوٹائیں گے۔ لیکن فلاسفہ بعث بعد الموت کے منکر ہیں اور اس کی بنیاد دو باتیں ہیں۔ ① اگر بعث کا قول کیا جائے تو معدوم چیز کا بعینہٖ اعادہ لازم آئے گا اور جو چیز معدوم ہو جائے بعینہٖ اُس کا اعادہ ممتنع اور محال ہے۔ ② مثال کے طور پر ایک انسان دوسرے انسان کو کھا جائے اور کھایا ہوا انسان کھانے والے انسان کو جزو بن جائے، اب کھائے ہوئے اجزاء کا عود (لوٹنا) آکل میں ہوگا یا آکل اور ماکول دونوں میں ہوگا۔ اور یہ دونوں میں نہیں ہو سکتا اسلئے کہ اس صورت میں ایک ہی جز کا ایک ہی وقت میں دو مختلف محلوں میں ہونا لازم آئے گا جو کہ ممتنع اور محال ہے۔ اور اگر صرف آکل میں عود ہو تو پھر دوسرے کا عود جمیع اجزاء نہ ہوگا۔

فلاسفہ کی یہ دونوں دلیلیں اور باتیں غلط ہیں۔ پہلی بات کا جواب یہ ہے کہ معدوم کا بعینہٖ اعادہ ممتنع اور محال نہیں ہے اس لئے کہ جب معدوم کا پہلی بار وجود میں لانا ممکن بلکہ واقع ہے تو دوبارہ اُس کو موجود کرنا جبکہ وہ بالکل معدوم نہ ہوئی ہو بلکہ اُس کے اجزائے اصلیہ موجود ہوں تو یہ بدرجہ اولیٰ ممکن ہیں اور ہماری مراد بھی یہی ہے۔ اور اگر تسلیم بھی کریں کہ معدوم کا بعینہٖ اعادہ ممتنع اور محال ہے تو پھر بھی یہ ہمارے دعوے کے خلاف نہیں کیونکہ ہمارے نزدیک بعض کا معنی اجزائے اصلیہ میں روح کو لوٹانا ہے اور اجزائے اصلیہ بالکل معدوم نہیں بلکہ ابتدائے عمر سے آخر عمر تک باقی ہوتے ہیں، زیادہ سے زیادہ متفرق ہوتے ہیں خواہ اس کا معاد کہو یا نہ کہو۔ اجزائے اصلیہ وہی ہیں جو پیدائش سے موت تک باقی رہیں۔

اس جواب سے دوسری بات وہ دلیل کا جواب بھی ہو گیا کہ بعض کا معنی تمام اجزائے اصلیہ کا عود ہے اور اجزائے ماکول آکل کے اجزائے اصلیہ نہیں بلکہ زائدہ ہیں کیونکہ یہ اجزاء پیدائش سے نہیں ہیں بلکہ انسان کو کھانے سے حاصل ہوئے ہیں۔

③ تناسخ کی مراد:۔ روح بار بار اس عالم حس میں بار بار جنم لیتی رہتی ہے اس مختلف جنم میں آنا ہی روح کی جزاء وسزا ہے بعنوان دیگر روح اپنی سابقہ زندگی کے اچھے اور برے اعمال کی سزا پانے کے لئے بار بار اسی عالم حس میں جنم بدلتی رہتی ہے، یہی تناسخ ہے جو کہ ہندوؤں کا مذہب ہے۔ یہ تناسخ عقیدۂ معاد جسمانی کے انکار کو مستلزم ہے جو سراسر کفر ہے۔ اہل سنت والجماعت کے ہاں تناسخ باطل ہے کیونکہ اس صورت میں دنیا دار العمل ہے اُس کا دار الجزاء ہونا لازم آئے گا جو کہ درست نہیں۔

④ ما من مذهب الا وللتناسخ فيها قدم راسخ کے قائل کی تعیین اور قول کا مطلب:۔ شیخ جلال الدین رومیؒ فرماتے ہیں کہ ہر مذہب میں تناسخ کا قدم راسخ ہے اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ شیخ رومیؒ تناسخ کے قائل ہیں بلکہ اُن کا مقصد اُن لوگوں پر اعتراض کرنا ہے جو معاد جسمانی کو تسلیم کرنے کی بجائے بعض ایسی تاویلیں کرتے ہیں جس سے تناسخ کا وہم ہوتا ہے۔ فلاسفہ نے کہا ہے کہ معاد جسمانی کا قائل ہونا درحقیقت تناسخ کا قائل ہونا ہے اس لئے کہ دنیا میں روح کا تعلق جس بدن کے

ساتھ تھا آخرت میں اُس بدن کے ساتھ نہیں ہوگا۔ جیسا کہ نصوص سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ اُخروی جسم دنیاوی جسم نہ ہوگا کیونکہ جنتی بے ریش ہونگے اور جنتی کی داڑھ اُحد پہاڑ کے برابر ہوگی۔ پس معراج جسمانی کو درست ماننے سے روح کا ایک بدن سے دوسرے بدن کی طرف منتقل ہونا لازم آئے گا اور یہی تناسخ ہے حالانکہ آپ کے ہاں تناسخ باطل ہے اور جو چیز باطل کو مستلزم ہو وہ خود بھی باطل ہے۔

جواب یہ ہے کہ اس سے کوئی تناسخ لازم نہیں آتا کیونکہ تناسخ یہ ہے کہ دوسرا بدن پہلے بدن کے بالکل مغایر ہو اور یہاں مغایر نہیں کیونکہ یہاں دوسرا بدن پہلے بدن کے ہی اجزائے اصلیہ سے تیار ہو رہا ہے۔ اب اگر تم اسے تناسخ کہو تو یہ محض لفظی نزاع ہے اور یہ تمہاری اپنی اصطلاح ہے۔ (بیان الفوائد توضیح العقائد)

المتن الثالث ..... وَالْمِعْرَاجُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِي الْيَقْظَةِ بِشَخْصِهٖ إِلَى السَّمَاءِ ثُمَّ إِلٰى مَا شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى مِنَ الْعُلٰى حَقٌّ، أَيْ ثَابِتٌ بِالْخَبَرِ الْمَشْهُوْرِ حَتّٰى أَنَّ مُنْكِرَهٗ يَكُوْنُ مُبْتَدِعًا وَإِنْكَارُهٗ وَالطَّعْنُ فِيْ اِسْتِحَالَتِهٖ إِنَّمَا يَبْتَنِيْ عَلٰى أُصُوْلِ الْفَلَاسِفَةِ وَإِلَّا فَالْخَرْقُ وَالْإِلْتِيَامُ عَلَى السَّمٰوَاتِ جَائِزٌ وَالْأَجْسَامُ مُتَمَاثِلَةٌ يَصِحُّ عَلٰى كُلِّ مَا يَصِحُّ عَلَى الْآخَرِ۔ عبارت پر اعراب لگائیں، فی الیقظة، بشخصه، الی السماء، ثم الی ما شاء الله..... ان قیود کا فائدہ تحریر کرتے ہوئے عبارت کی واضح تشریح کریں، حضرت معاویہؓ اور حضرت عائشہؓ سے معراج کے بارے میں کیا مروی ہے؟ اور جمہور کی طرف سے اس کا کیا جواب دیا جاتا ہے؟

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال میں تین امور مطلوب ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) مذکورہ قیود کا فائدہ اور تشریح (۳) حضرت معاویہؓ اور حضرت عائشہؓ کی معراج کے متعلق رائے اور جمہور کا جواب۔

الجواب ..... ❶ عبارت پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا۔

❷ مذکورہ قیود کا فائدہ و تشریح:۔ "فی الیقظة" اس سے ان لوگوں پر رد ہے جو اس بات کے قائل ہیں کہ معراج حالت خواب میں ہوئی۔ "بشخصه" اس سے ان لوگوں پر رد ہے جو یہ کہتے ہیں کہ معراج روحانی طور پر ہوئی نہ کہ جسمانی طور پر۔

"الی السماء" اس سے ان لوگوں پر رد ہے جو کہتے ہیں کہ بیت المقدس تک معراج ہوئی آسمانوں تک نہیں گئے۔

"ثم الی ماشاء الله" اس سے اسلاف کے اقوال کے اختلاف کی طرف اشارہ ہے کیونکہ بعض نے کہا کہ معراج عرش تک ہوئی، بعض نے کہا کہ عرش سے بھی اوپر تک گئے۔ اس طرح مختلف اقوال ہیں تو شارحؒ نے الی ماشاء الله کہہ کر اشارہ کر دیا کہ آسمانوں کے بعد اللہ تعالیٰ نے جہاں تک آپ کو لے جانا چاہا وہاں تک لے گئے۔

عبارت کی تشریح کما مرّ فی الشق الثانی من السوال الاول ۱۴۳۷ھ۔

❸ حضرت معاویہؓ اور حضرت عائشہؓ کی معراج کے متعلق رائے اور جمہور کا جواب:۔ حضرت معاویہؓ کی حدیث ہے کہ جب اُن سے معراج کے متعلق سوال کیا گیا تو فرمایا کانت رؤیا صالحة اور حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ معراج کی شب آپ ﷺ کا جسد اطہر بستر سے علیحدہ نہیں ہوا۔ ان دونوں روایات سے معلوم ہوا کہ معراج جسمانی نہ تھا بلکہ روحانی تھا یا حالت خواب میں تھا۔

جمہور کی طرف سے حضرت معاویہؓ کی روایت کا جواب یہ ہے کہ یہاں پر رؤیا سے مراد رؤیا بالعین ہے یعنی حالت بیداری میں دیکھنا مراد ہے یعنی حالت بیداری میں ابتدائی عمدہ نظارہ تھا۔ یہ تاویل اس لئے کی تاکہ نصوص قطعیہ کے خلاف نہ ہو۔ دوسرا جواب یہ

Maktaba Tul Ishaat.com Scanned with CamScanner

ہے کہ حضرت معاویہؓ ۸ھ میں مسلمان ہوئے جبکہ معراج کا واقعہ بالاتفاق ہجرت سے پہلے پیش آیا تو لامحالہ حضرت معاویہؓ نے کسی سے سن کر ہی یہ الفاظ کہے ہیں لہٰذا ان کے مقابلے میں ان صحابہؓ کے قول کو ترجیح ہوگی جو اس وقت ایمان لا چکے تھے اور ان کا قول یہ ہے کہ معراج بیداری کی حالت میں روح مع الجسد کے ہوا۔

حضرت عائشہؓ کی حدیث کا مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ کا جسم روح سے جدا نہیں ہوا بلکہ روح کے ساتھ ساتھ رہا۔ جدھر روح رہی وہیں جسم رہا، جس طرح روح معراج پر گئی اسی طرح جسم بھی معراج پر گیا نیز معراج کے وقت حضرت عائشہؓ وجیہ نبوت میں نہیں آئی تھیں اس وقت ان کی عمر صرف تین برس تھی پس ان کے مقابلہ میں معراج کے متعلق دیگر صحابہؓ کے قول کو ترجیح ہوگی کہ معراج بیداری کی حالت میں روح مع الجسد کو ہوا۔ (بیان العقائد ص ۳۰۶)

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۳۸ھ

السؤال الثالث..... قرآن کریم کے نام اور وجہ تسمیہ لکھیں، وحی کی ضرورت، مفہوم اور تعلیمات کا خلاصہ تحریر کریں۔

﴿خلاصہ سوال﴾..... اس سوال میں دو امور مطلوب ہیں۔ (۱) قرآن کریم کے نام اور وجہ تسمیہ (۲) وحی کی ضرورت، مفہوم اور تعلیمات۔

الجواب..... ❶ قرآن کریم کے نام اور وجہ تسمیہ:۔ علامہ ابوالمعالی نے قرآن کریم کے ۵۵ نام شمار کئے ہیں اور بعض نے ان کی تعداد ۹۰ سے بھی متجاوز بتائی ہے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ انہوں نے قرآن کریم کے صفاتی نام مثلاً مجید، کریم، حکیم وغیرہ کو نام قرار دیکر تعداد یہاں تک پہنچادی۔ صحیح معنی میں قرآن کریم کے کل ۵ نام ہیں۔ القرآن، الفرقان، الذکر، الکتاب، التنزیل۔ یہ پانچوں نام اسم علم کے طور پر قرآن کریم میں ذکر کئے گئے ہیں ان میں سے سب سے زیادہ مشہور نام "قرآن کریم" ہے۔

قرآن، قرأ یقرأ سے ماخوذ ہے جس کا معنی جمع کرنا ہے پھر یہ لفظ پڑھنے کے معنی میں استعمال ہونے لگا اور قرأ یقرأ کا مصدر قراءۃ کے علاوہ قرآن بھی آتا ہے جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے "انا علینا جمعه وقرآنه"۔

قرآن کریم کی بہت سے وجوہ تسمیہ بیان کی گئی ہیں مگر سب سے راجح یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ نام کفار عرب کی تردید میں رکھا گیا ہے۔ وہ کہا کرتے تھے لاتسمعوا لهذا القرآن والغوا فیه (اس قرآن کو سنو بھی نہ اور اس کے بیچ میں شور وغل بھی مچایا کرو)۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کا نام قرآن کریم رکھ کر یہ بتلادیا کہ یہ کتاب پڑھنے کے لئے ہی نازل ہوئی ہے اور قیامت تک پڑھی جاتی رہے گی۔ چنانچہ حقیقت بھی یہی ہے کہ قرآن کریم پوری دنیا میں سب سے زیادہ پڑھی جانے والی کتاب ہے۔

قرآن کریم کی اصطلاحی تعریف یہ ہے هو الکلام المنزل علی الرسول المکتوب فی المصاحف المنقول علینا نقلا متواترا بلا شبهة (وہ کلام جو رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوئی ہے مصاحف میں لکھی ہوئی ہے اور آپ ﷺ سے بغیر کسی شبہ کے ہماری طرف تواتر سے منقول ہے)۔

❷ وحی کی ضرورت، مفہوم اور تعلیمات:۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس دنیا میں آزمائش کے لئے بھیجا پوری کائنات کو اس کی خدمت پر لگا دیا اور اس کے ذمے کچھ فرائض عائد کردیئے لہٰذا اب انسان کے ذمے دو کام ہیں۔ ① چاروں طرف پھیلی ہوئی کائنات سے خدمت لے۔ ② اس کائنات کو استعمال کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے احکام کو ادا کرے۔ ان دونوں کاموں کے لئے علم کی ضرورت ہے کیونکہ جب تک کائنات کی حقیقت وخواص معلوم نہ ہوں اس وقت تک اس سے فائدہ حاصل نہیں کیا جاسکتا اور اللہ

تعالیٰ کے احکام اور مرضی کا علم نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کرنے کے ساتھ علم کے لئے تین چیزیں پیدا کیں۔

① حواسِ خمسہ (آنکھ، کان، ناک، منہ، ہاتھ، پیر)۔ ② عقل ③ وحی۔

ان تینوں میں سے ہر ایک کی ایک خاص حد اور مخصوص دائرۂ کار ہے، جو چیزیں انسان اپنے حواس سے معلوم کر سکتا ہے ان میں عقل کام نہیں آتی اور جن کا علم عقل سے ہوتا ہے اُن میں یہ حواس کام نہیں آتے۔ مثلاً سامنے موجود شخص کا وجود، رنگت، جسامت وغیرہ یہ سب چیزیں حواس کے ذریعے معلوم ہوں گی اور اس چیز کا علم کہ اس کے کوئی نہ کوئی والدین ہیں، اس کا کوئی خالق ہے ان چیزوں کا علم عقل کے بغیر نہیں ہو سکتا۔ الغرض جہاں تک حواس کا تعلق ہے وہاں عقل کوئی رہنمائی نہیں کرتی اور جہاں حواسِ خمسہ جواب دے دیتے ہیں وہاں سے عقل کا کام شروع ہوتا ہے۔ اور ایک حد پر جا کر عقل بھی رک جاتی ہے مثلاً اس شخص کو کیوں پیدا کیا گیا؟ اس کے ذمے کیا فرائض ہے؟ اللہ تعالیٰ کی پسند اور ناپسند کون سی ہے؟ ان سوالات کا جواب عقل اور حواسِ خمسہ نہیں دے سکتے۔ ان سوالات کے جواب کے لئے جو ذریعہ اللہ تعالیٰ نے مقرر کیا ہے اُس کا نام "وحی" ہے۔

وحی کا لغوی معنی جلدی سے کوئی اشارہ کر دینا ہے خواہ وہ اشارہ بے معنی آواز نکال کر ہو یا کسی عضو کو حرکت دے کر ہو یا تحریر و نقوش کو استعمال کر کے ہو تمام اشارات پر وحی کا لفظ صادق آتا ہے۔ پھر وحی کا لفظ دل میں کوئی بات ڈالنے کے معنی میں بھی استعمال ہونے لگا اور قرآن کریم کی متعدد آیات میں یہی معنی مراد ہے۔ مثلاً **واوحی ربك الی النحل ان اتخذی من الجبال بیوتاً۔ وکذلك جعلنا لکل نبیّ عدوا شیاطین الانس والجن یوحی بعضهم الی بعض۔ واوحینا الی ام موسیٰ ان ارضعیه۔**

اصطلاحی طور پر وحی کی تعریف یہ ہے **کلام الله المنزل علی نبی من انبیآئه** (اللہ تعالیٰ کا وہ کلام جو کسی نبی پر نازل ہو)۔ اب وحی کا لفظ اپنے اصطلاحی معنی میں اتنا مشہور ہو چکا ہے کہ اُس کا استعمال پیغمبر کے سوا کسی اور کیلئے درست ہی نہیں ہے۔ الغرض وحی وہ ذریعہ ہے جس سے اللہ تعالیٰ اپنا کلام اپنے مخصوص و منتخب بندوں اور رسولوں تک پہنچاتا ہے اور پھر اُن رسولوں کے ذریعے تمام انسانوں تک اُس پیغام کو پہنچایا جاتا ہے۔ چونکہ وحی اللہ اور اس کے بندوں کے درمیان ایک تعلیمی رابطہ کی حیثیت رکھتی ہے اور اس کا مشاہدہ صرف انبیاء علیہم السلام کو ہوتا ہے اسلئے ہمارے لئے اس کی صحیح حقیقت کا ادراک ممکن نہیں البتہ اس کی اقسام اور کیفیات کے بارے میں کچھ معلومات خود قرآن و حدیث نے فراہم کی ہیں۔

تعلیمات: وحی کے ذریعے بندوں کو اُن باتوں کی تعلیم دی جاتی ہے جو وہ محض اپنی عقل اور حواس سے معلوم نہ کر سکیں۔ یہ باتیں خالص مذہبی نوعیت کی بھی ہو سکتی ہیں اور دنیا کی عام ضروریات بھی ہو سکتی ہیں۔ انبیاء علیہم السلام کی وحی عموماً پہلی قسم کی ہوتی ہے۔

تمرینِ اضافی ..... علم تفسیر کا تعارف ذکر کریں نیز تفسیر اور تاویل میں فرق واضح کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال کا حل دو امور ہیں۔ (۱) علم تفسیر کا تعارف (۲) تفسیر اور تاویل میں فرق۔

جواب ..... ① **علم تفسیر کا تعارف:۔** تفسیر دراصل **فسرٌ** بمعنی کھولنا سے ماخوذ ہے۔ چونکہ اس علم میں بھی قرآن کریم کے مفہوم کو کھول کر بیان کیا جاتا ہے اس لئے اس کا علم تفسیر کہتے ہیں۔ قدیم زمانے میں تفسیر کا اطلاق قرآن کریم کی تشریح پر ہی ہوتا ہے اور عہدِ رسالت سے قرب و علوم کے اختصار کی بناء پر اس علم کی زیادہ شاخیں نہ تھیں مگر جب اس علم نے ایک مدون علم کی صورت اختیار کی اور مختلف پہلوؤں سے اس کی خدمت کی گئی تو زمانے کے تقاضوں کے مطابق اس کی تفصیلات میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔ اب

Maktaba Tul Ishaat.com Scanned with CamScanner

علم تفسیر کی اصطلاحی تعریف یہ ہے علم یبحث فیه عن کیفیة النطق بالفاظ القرآن ومداولاتها واحکامها الافرادیة والترکیبیة ومعانیها التی تحمل علیها حالة الترکیب وتتمات لذلك (علم تفسیر وہ علم ہے جس میں الفاظ قرآن کی ادائیگی کے طریقے، اُن کے مفہوم، افرادی اور ترکیبی احکام اور اُن معانی سے بحث کی جاتی ہے جو اُن الفاظ سے ترکیبی حالت میں مراد لئے جاتے ہیں نیز اُن معانی کا تکملہ، ناسخ ومنسوخ، شانِ نزول اور مبہم قصوں کی توضیح کی شکل میں بیان کیا جاتا ہے)۔ اس تعریف کی روشنی میں علم تفسیر درج ذیل اجزاء پر مشتمل ہے۔

① الفاظ قرآن کی ادائیگی کے طریقے: یعنی الفاظ قرآن کو کس کس طریقے سے پڑھا جاسکتا ہے۔

② الفاظ قرآنی کے مفہوم: یعنی اُن کا لغوی معنی۔ اس کام کے لئے علم لغت سے پوری طرح باخبر ہونا ضروری ہے۔

③ الفاظ کے افرادی احکام: یعنی ہر لفظ کے بارے میں یہ معلوم ہونا کہ اس کا مادہ کیا ہے، یہ موجودہ صورت میں کس طرح آیا ہے، اسکا وزن کیا ہے، اسکے معنی وخواص کیا ہے؟ ان سب باتوں کا علم بھی ضروری ہے۔ ان باتوں کیلئے علم صرف کی ضرورت ہوتی ہے۔

④ الفاظ کے ترکیبی احکام: یعنی ہر لفظ کے بارے میں یہ معلوم ہو کہ وہ دوسرے الفاظ کے ساتھ مل کر کیا معنی دے رہا ہے اُس کی نحوی ترکیب کیا ہے، اُس پر موجودہ حرکت کیوں آئی ہے اور یہ کن معنی پر دلالت کررہی ہے؟ اس کام کے لئے علم نحو اور علم معنی سے مدد لی جاتی ہے۔ ⑤ ترکیبی حالت میں الفاظ کے مجموعی معنی: یعنی پوری آیت اپنے سیاق وسباق میں کیا معنی دے رہی ہے، اس مقصد کے لئے آیت کے مضامین کے لحاظ سے مختلف علوم سے مدد لی جاتی ہے۔ ⑥ معانی کے تکملے: یعنی آیات قرآنی کا پس منظر اور جو بات قرآن کریم میں مجمل ہے اس کی تفصیل۔ اس غرض کے لئے زیادہ تر علم حدیث سے کام لیا جاتا ہے۔

❷ تفسیر اور تاویل میں فرق:۔ قدیم زمانے میں تفسیر کیلئے لفظ تاویل بھی بکثرت استعمال ہوتا تھا، اب آیا یہ دونوں لفظ ہم معنی ہیں یا ان میں کچھ فرق ہے؟ امام ابوعبیدؒ وغیرہ نے فرمایا کہ یہ دونوں لفظ بالکل مرادف ہیں۔ مگر دیگر حضرات نے مختلف فرق بیان کرنے کی کوشش کی ہے چنانچہ چند فرق درج ذیل ہیں۔

① تفسیر ایک ایک لفظ کی انفرادی تشریح کا نام ہے اور تاویل جملے کی مجموعی تشریح کا نام ہے۔ ② تفسیر الفاظ کے ظاہری معنی بیان کرنے کا نام ہے اور تاویل اصل مراد کی توضیح کا نام ہے۔ ③ تفسیر اُس آیت کی ہوتی ہے جس میں ایک سے زیادہ معنی کا احتمال نہ ہو اور تاویل کسی آیت کی ممکنہ مختلف تشریحات میں سے کسی ایک تشریح کو دلیل سے اختیار کرنے کا نام ہے۔ ④ تفسیر یقین کے ساتھ تشریح کرنے کا نام ہے اور تاویل شک کے ساتھ تشریح کرنے کا نام ہے۔ ⑤ تفسیر الفاظ کا مفہوم بیان کرنے کا نام ہے اور تاویل اُس مفہوم سے نکلنے والے سبق اور نتیجہ کی توضیح کا نام ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس معاملہ میں ابوعبیدہ کی ہی رائے درست معلوم ہوتی ہے کہ ان دونوں لفظوں میں استعمال کے لحاظ سے کوئی حقیقی فرق نہیں ہے۔

﴿الورقة السادسة: فی العقائد واصول التفسیر﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ۱۴۳۹ھ

السؤال الاول .....والمعدوم لیس بشئ وفی دعاء الاحیاء للاموات وصدقتهم ای صدقة الاحیاء عنهم ای عن الاموات نفع لهم ای للاموات خلافا للمعتزلة متمسکا بان القضاء لا یتبدل، وکل نفس مرهونة

بما کسبت والمرء مجزی بعمله لا بعمل غیره۔

عبارت کا ترجمہ کریں دونوں مسائل میں معتزلہ کے اختلاف کو مدنظر رکھتے ہوئے عبارت کی مدلل تشریح کریں، معتزلہ کون ہیں؟

﴿خلاصہ سوال﴾ ..... اس سوال میں تین امور مطلوب ہیں (۱) عبارت کا ترجمہ (۲) عبارت کی تشریح (۳) معتزلہ کا تعارف۔

﴿جواب﴾ ..... ❶ عبارت کا ترجمہ:۔ اور معدوم کوئی چیز نہیں ہے اور مُردوں کے واسطے زندوں کا دعا کرنا اور مُردوں کی طرف سے زندوں کا صدقہ خیرات کرنا یہ مُردوں کے لئے نفع مند ہے یہ مسئلہ معتزلہ کے خلاف وہ دلیل پکڑتے ہیں کہ قضاء الٰہی نہیں بدلتی اور ہر نفس اپنے عمل کے بدلے میں ماخوذ ہوگا اور ہر انسان کو اپنے ہی عمل کی جزا ملے گی نہ کہ دوسرے کے عمل کی۔

❷ عبارت کی تشریح:۔ اس عبارت میں مصنفؒ نے دو مسئلوں کی طرف اشارہ کیا ہے۔ پہلا مسئلہ معدوم کے متعلق ہے کہ اشاعرہ کے نزدیک معدوم خارج میں ثابت نہیں ہے اور عرف واللغت میں معدوم کو "شئی یا چیز" نہیں کہا جاتا اور اگر کسی جگہ پر معدوم پر شئی کا اطلاق ہوا ہے تو وہ مجازاً ہوا ہے۔ جبکہ معتزلہ کے نزدیک معدوم کو شئی کہا جا سکتا ہے اور معدوم ممکن خارج میں ثابت ہے۔

دوسرا مسئلہ ایصالِ ثواب کے متعلق بیان کیا کہ اہل سنت والجماعت کے نزدیک زندوں کی دعاء نیک اعمال اور صدقہ خیرات کا ثواب مُردوں کو پہنچتا ہے اور اس کا ثبوت احادیث صحیحہ سے ہے چنانچہ حضرت ابوہریرہؓ کی مشہور مرفوع حدیث ہے کہ جب ابن آدم انتقال کر جاتا ہے تو اس کے سب اعمال منقطع ہو جاتے ہیں البتہ تین چیزیں (صدقہ جاریہ، علم نافع، اولاد صالح) باقی رہتی ہیں۔ اس قسم کی احادیث متعدد صحابہؓ سے منقول ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مُردوں کو ثواب پہنچتا ہے۔

معتزلہ ایصالِ ثواب کے منکر ہیں، اُن کا کہنا یہ ہے کہ جب انسان کے مرنے پر اس کے متعلق سعید و شقی ہونے کا فیصلہ ہو چکا ہے تو پھر قضاء الٰہی میں تبدیلی ممکن نہیں ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جب شارع نے خود مُردہ کے لئے زندوں کی دعا اور اُن کی طرف سے صدقہ وخیرات کے نفع بخش ہونے کی خبر دی ہے تو اُس پر ایمان لانا واجب ہے۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں ارشاد فرماتے ہیں کہ انسان کے لئے وہی کچھ ہے جو اُس نے کیا لہٰذا انسان جب اس دنیا سے چلا جاتا ہے تو اُس کا کسب عمل ختم ہو جاتا ہے۔ جواب یہ ہے کہ یہاں انسان سے مراد کافر ہے کہ کافر کو اُس کا کوئی عمل فائدہ نہیں پہنچاتا۔ البتہ مسلمان کو مرنے کے بعد بھی نیک اعمال کا ثواب پہنچتا ہے۔ (بیان العقائد ص ۳۵۸)

❸ معتزلہ کا تعارف:۔ حضرت حسن بصریؒ کی مجلس میں ایک شخص نے سوال کیا کہ ہمارے زمانہ میں دو جماعتیں ظاہر ہوئی ہیں ایک کا خیال ہے کہ مرتکب کبیرہ کافر ہے، دوسری جماعت کا خیال ہے کہ ایمان کے ہوتے ہوئے کوئی گناہ مضر نہیں۔ آپ بتائیں کہ ہم کیا عقیدہ رکھیں؟ حضرت حسن بصریؒ سوچ میں پڑ گئے، اسی دوران واصل بن عطاء نے کہا کہ مرتکب کبیرہ نہ مؤمن ہے اور نہ کافر ہے اور مسجد کے ستون کے پاس کھڑے ہو کر اس جملے کا تکرار کرنے لگا اور کہنے لگا کہ اگر مرتکب کبیرہ بغیر توبہ کے مر گیا تو جہنم میں داخل ہوگا لیکن اُس کا عذاب کفار کے عذاب سے ہلکا ہوگا۔ گویا واصل نے کفر اور ایمان کے درمیان ایک درجہ ثابت کر دیا، اُس کی یہ بات سن کر حسن بصریؒ نے فرمایا قد اعتزل عنا واصل (واصل ہم سے الگ ہو گیا) اسی وجہ سے اُس کے متبعین اور اُس کی جماعت کو معتزلہ کہا جاتا ہے۔ واصل بن عطاء کی ولادت اسّی ہجری میں اور وفات ۱۳۱ھ میں ہے، اس کی کنیت ابوحذیفہ اور لقب غزال ہے۔ یہ بنو ہاشم یا قریش کی شاخ بنو مخزوم کا آزاد کردہ غلام تھا اور حسن بصریؒ کا خاص شاگرد تھا۔ (احسن المقاصد)

Maktaba Tul Ishaat.com Scanned with CamScanner

المتن الثانی ..... و الجنة و النار حق و هما مخلوقتان موجودتان بالفعل لا تفنیان و لا یفنی اهلها.

عبارت کا ترجمہ کیجیے، کیا جنت وجہنم اور ان میں جانے والے فنا ہوں گے؟ بطرز شارح وضاحت کیجیے۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے: ① عبارت کا ترجمہ ② جنت وجہنم اور ان میں جانے والوں کی فنا سے متعلق شارح کی وضاحت۔

الجواب ..... ① عبارت کا ترجمہ:۔ جنت اور جہنم برحق ہیں اور یہ دونوں پیدا کیے جا چکے ہیں موجود ہیں باقی رہیں گے فنا نہیں ہوں گے اور نہ ان میں رہنے والے فنا ہوں گے۔

② جنت وجہنم اور ان کے اہل کی فنا... شارح کی وضاحت:۔ اہل جنت جنت میں اور اہل جہنم (کفار) جہنم میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے، ان میں سے کسی کو موت نہیں آئے گی، روایات کے مطابق موت کو ایک مینڈھے کی شکل میں لا کر ذبح کر دیا جائے گا اور منادی آواز لگائے گا کہ آج کے بعد موت نہیں ہے۔ اور انکے بقاء ودائمی کی دلیل وہ آیات ہیں جن میں "خالدین فیها ابدا" کے ساتھ اہل جنت اور اہل جہنم کے خلود وبقاء ودائمی کی خبر دی گئی ہے۔ شبہ یہ ہوتا ہے "کل شیئ هالك الا وجهه" سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر چیز فنا ہو جائے گی تو شارح رحمہ اللہ نے اسکے ازالہ کیلئے فرمایا کہ ان کے بقاء اور عدم فناء سے مراد یہ ہے کہ ان پر فناء وعدم استراری ودائمی طاری نہ ہوگا کہ وہ ہمیشہ کیلئے معدوم ہو جائیں، یہ صرف لمحہ بھر کیلئے فنا ہوں گے تا کہ حاکمیت وبقاء وحدہ لاشریک کا ظہور ہو سکے۔ جب کہ جہمیہ کے نزدیک یہ سب کچھ فنا ہو جائے گا ان کا یہ قول کتاب وسنت اور اجماع امت کے خلاف ہے۔ (بیان الفوائد)

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۳۹ھ

المتن الاول ..... فاما الاعمال فهی تتزاید فی نفسها و الایمان لا یزید و لا ینقص فههنا مقامان: الاول ان الاعمال غیر داخلة فی الایمان لما مرّ من أن حقیقة الایمان هو ..... المقام الثانی: ان حقیقة الایمان لا تزید و لا تنقص ..... الخ

ایمان کی تعریف وحقیقت ایمان کی وضاحت کیجیے، اعمال میں کمی و زیادتی کے باوجود ایمان میں کمی وزیادتی نہ ہونے کے دلیل تحریر کیجیے۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے: ① ایمان کی تعریف وحقیقت ایمان کی وضاحت ② اعمال میں کمی وزیادتی کے باوجود ایمان میں کمی وزیادتی نہ ہونے کے دلائل۔

الجواب ..... ① ایمان کی تعریف وحقیقت ایمان کی وضاحت:۔ ایمان کا لغوی معنیٰ کسی کی تصدیق کرنا اور اس پر یقین کرنا ہے اور اصطلاح شریعت میں ایمان هو التصدیق بجمیع ما جاء به النبی ﷺ من عند الله تعالیٰ یعنی ایمان نبی کریم ﷺ کی ان تمام امور میں اجمالاً تصدیق کرنا ہے کہ نبی کریم ﷺ کا جن امور کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے لانا دلیل قطعی کے ذریعے معلوم ہو۔

مصنفؒ نے ایمان شرعی (حقیقت ایمان) کے متعلق پانچ اقوال ذکر کیے ہیں۔ ① ایمان تصدیق قلبی واقرار باللسان کے مجموعہ کا نام ہے یہ شمس الائمہ سرخسیؒ اور فخر الاسلام بزدویؒ کا مذہب ہے ② جمہور محققین کے نزدیک ایمان شرعی فقط تصدیق بالقلب کا نام ہے اور اقرار باللسان دنیا میں اجراء احکام کیلئے اسکی شرط ہے ③ بعض قدریہ کا مذہب یہ ہے کہ ایمان فقط اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول ﷺ کی معرفت کا نام ہے ④ کرامیہ کے ہاں ایمان شرعی فقط اقرار باللسان کا نام ہے ⑤ جمہور محدثین، فقہاء ومتکلمین اور معتزلہ وخوارج

کا مذہب یہ ہے کہ ایمان تین چیزوں (تصدیق بالقلب، اقرار باللسان اور عمل بالارکان) کے مجموعہ کا نام ہے۔ (بیان القرآن، ص ۲۰)

❷ اعمال میں کمی وزیادتی کے باوجود ایمان میں کمی وزیادتی نہ ہونے کے دلیل:۔ اعمال میں کمی وزیادتی کے باوجود ایمان میں کمی وزیادتی نہ ہونے کی دلیل یہ ہے کہ ایمان کی حقیقت وہ تصدیق قلبی ہے جو جزم واذعان کی حد تک پہنچ چکی ہو، تو اعمال کرنے سے اس میں زیادتی نہیں آتی اور معاصی سے اس میں کمی نہیں آتی، بلکہ تصدیق قلبی ہر حال میں ایک ہی جگہ پر قائم ہے۔ اور نصوص میں جہاں ایمان کی زیادتی کا ذکر ہے وہاں ایمان کے ثمرات (رقت قلب، تعلق مع اللہ، قرب الٰہی، دل کا نور) مراد ہیں۔

السؤال الثانی ــــ وَ كَرَامَاتُ الْأَوْلِيَاءِ حَقٌّ، فَتَظْهَرُ الْكَرَامَةُ عَلٰى طَرِيْقِ نَقْضِ الْعَادَةِ لِلْوَلِيِّ مِنْ قَطْعِ الْمَسَافَةِ الْبَعِيْدَةِ فِي الْمُدَّةِ الْقَلِيْلَةِ ... وَ الطَّيَرَانِ فِي الْهَوَاءِ وَ كَلَامِ الْجَمَادِ وَ الْعَجْمَاءِ وَ انْدِفَاعِ الْمُتَوَجِّهِ مِنَ الْبَلَاءِ وَ كِفَايَةِ الْمُهِمِّ عَنِ الْأَعْدَاءِ وَ غَيْرِ ذٰلِكَ مِنَ الْأَشْيَاءِ۔

عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کیجیے، ولی کی تعریف کیجیے، عبارت میں کرامت کی جن مثالوں کی طرف اشارہ ہے ان کی نشان دہی کیجیے۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے: ① عبارت پر اعراب ② عبارت کا ترجمہ ③ ولی کی تعریف ④ کرامت کی مذکورہ مثالوں کی نشان دہی۔

الجواب ..... ① عبارت پر اعراب:۔ کما ھو فی السوال آنفًا۔

② عبارت کا ترجمہ:۔ اولیاء کی کرامات برحق ہیں، اور ولی کے لیے کرامت خلاف عادت طریقے پر ظاہر ہوتی ہے، جیسے قلیل وقت میں طویل سفر طے کرنا، فضاء میں اڑنا، جمادات اور جانوروں سے کلام کرنا، پیش آنے والی مصیبت کا دور ہونا، دشمنوں کی طرف سے ہونے والے نقصان سے بچ جانا اور اس کے علاوہ متعدد واقعات ہیں۔

③ ولی کی تعریف:۔ ولی: وہ شخص جسے ذات باری وصفات باری کی جس قدر ممکن ہو معرفت حاصل ہو، عبادات کا پابند اور معاصی سے اجتناب کرنے والا ہو، لذات وشہوات میں انہماک سے کنارہ کش ہو۔

④ کرامت کی مذکورہ مثالوں کی نشان دہی:۔ عبارت میں مذکور کرامات جن کی طرف اشارہ کیا گیا ہے ان کی وضاحت یہ ہے: قلیل مدت میں طویل سفر کرنے کی مثال: حضرت سلیمان علیہ السلام کے وزیر (مشہور قول کے مطابق ان کا نام آصف بن برخیا ہے) کا تخت بلقیس کو طویل مسافت کے باوجود پلک جھپکنے سے پہلے حاضر کرنا ہے۔ ہوا میں اڑنے کی مثال: حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور لقمان سرخسی کا اڑنا منقول ہے۔ جمادات کے کلام کرنے کی مثال: حضرت سلمان وابو الدرداء رضی اللہ عنہما کے سامنے ایک پیالے نے سبحان اللہ کہا اور دونوں نے سنا۔ جانوروں کے کلام کرنے کی مثال: اصحاب کہف کے کتے کا کلام کرنا ہے۔ پیش آنے والی مصیبت کے دور ہونے اور اس پر مطلع ہونے کی مثال: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہے کہ انہوں نے منبر رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر دوران خطاب نہاوند میں دشمن کے نقصان پہنچانے وجہاد اور ہونے کو دیکھ لیا اور وہیں سے امیر لشکر کو آواز دی کہ اے ساریہ پہاڑ کی جانب سے ہوشیار ہو جاؤ اور آپ رضی اللہ عنہ کی یہ آواز امیر لشکر تک پہنچ بھی گئی۔

السؤال الثالث ۱۴۳۶ھ

السؤال الاول ..... تفسیر میں گمراہی کے اسباب کو تفصیل تحریر کریں۔

Maktaba Tul Ishaat.com Scanned with CamScanner

خلاصۂ سوال ..... اس سوال میں فقط تفسیر میں گمراہی کے اسباب کی تفصیل مطلوب ہے۔

..... تفسیر میں گمراہی کے اسباب کی تفصیل :- علم تفسیر جہاں ایک انتہائی شرف وسعادت کی چیز ہے وہاں اس باریک وادی میں قدم رکھنا بے حد خطرناک بھی ہے کیونکہ اگر انسان ایک آیت کی غلط تشریح کر بیٹھے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف ایسی بات منسوب کر رہا ہے جو اللہ تعالیٰ نے نہیں کہی اور ظاہر ہے کہ اس سے بڑھ اور گمراہی کیا ہو سکتی ہے۔ لہٰذا انسان کو تفسیر کے معاملہ میں گمراہی کے اسباب سے بچنا چاہیے جو کہ درج ذیل ہیں۔

① نااہلیت :- یہ تفسیر میں گمراہی کا سب سے پہلا اور خطرناک سبب ہے کہ انسان اپنی اہلیت کو دیکھے بغیر تفسیر میں رائے زنی شروع کر دے یہ غلط فہمی عام ہوتی جارہی ہے کہ صرف عربی زبان پڑھ لینے کے بعد انسان قرآن مجید کا عالم ہو جاتا ہے اور اس کے بعد جس طرح سمجھ میں آئے وہ تفسیر کر سکتا ہے حالانکہ دنیا کے کسی بھی فن میں محض زبان دانی کی بنیاد پر مہارت پیدا نہیں ہو سکتی، کوئی بھی تقلید محض انگریزی پر عبور کی بنیاد پر ڈاکٹر یا انجینئر ہونے کا دعویٰ نہیں کر سکتا لہٰذا تفسیر قرآن جیسا علم محض عربی زبان سیکھ لینے کی بنیاد پر کیسے حاصل ہو سکتا ہے۔ کسی بھی آیت کو سمجھنے کے لئے اس آیت کی مختلف قراءتوں، موضوع کی تمام دیگر آیات ومتعلقات پر پوری نگاہ ہو، سبب نزول کی مکمل تحقیق ہو۔ اس آیت کے متعلق آنحضرت ﷺ کی قولی یا عملی تعلیم کا علم ہو۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو نزول قرآن کے عینی شاہد تھے انہوں نے اس آیت کا کیا مطلب سمجھا اس آیت کے بارے میں روایات کے بارے میں کوئی تعارض یا اختلاف تو نہیں، اسی طرح اہل عرب کے محاورات پر عبور، عربی لغت وادب پر مکمل عبور، آیات کی ترکیب، بالفاظ دیگر تفسیر کے لئے علم اصول تفسیر، علم حدیث، علم اصول حدیث، اصول فقہ، علم فقہ، علم نحو، علم صرف، علم لغت، علم ادب، علم بلاغت میں ماہرانہ بصیرت کے ساتھ ساتھ طہارت وتقویٰ ضروری ہے۔ ان شرائط کے بغیر تفسیر کی وادی میں قدم رکھنا گمراہی کے علاوہ کچھ نہیں۔

② قرآن کریم کو اپنے نظریات کے تابع بنانا :- تفسیر قرآن کے سلسلہ میں دوسری بڑی گمراہی یہ ہے کہ انسان پہلے اپنے ذہن میں کچھ نظریات متعین کرتا ہے پھر قرآن کریم کو ان نظریات کے تابع بنانے کی فکر کرتا ہے۔ قدیم زمانے میں باطل فرقوں نے تفسیر قرآن میں یہی گمراہ کن طریقہ اختیار کیا اور الفاظ قرآنی کو توڑ مروڑ کر اپنے نظریات کے مطابق بنانے کی کوشش کی حالانکہ یہ طرز عمل کسی بھی معاملہ میں حق وانصاف کے مطابق نہیں اور قرآن کریم کی تفسیر کے معاملہ میں اس سے بڑھ کر اور کوئی ظلم نہیں۔ انسان کو چاہیے کہ وہ تفسیر سے پہلے خالی الذہن ہو اس کے بعد دل میں یہ اعتقاد پیدا کرے کہ قرآن کریم جو راستہ بتلائے گا وہی میرے لئے فلاح کا باعث ہوگا خواہ اسے میری عقل تسلیم کرے یا نہ کرے۔

③ زمانے کے افکار سے مرعوب ہونا :- تفسیر کے سلسلہ میں گمراہی کا تیسرا سبب یہ ہے کہ انسان اپنے وقت کے فلسفیانہ اور عقلی نظریات سے ذہنی طور پر مرعوب ہو کر قرآن کریم کی طرف رجوع کرے۔ تفسیر کے معاملہ میں ان نظریات کو حق وباطل کو معیار قرار دے۔ یہ گمراہی دراصل دوسری گمراہی کے ہی ضمن میں آجاتی ہے مگر چونکہ ہمارے زمانہ میں مغربی افکار سے مرعوبیت نے خاص طور سے بڑی قیامت ڈھائی اس لئے اس کو مستقل طور پر الگ ذکر کیا جارہا ہے۔

تاریخ اسلام کے ہر دور میں ایسے افراد کی ایک جماعت موجود رہی جو قرآن وسنت کے علوم میں پختگی پیدا کئے بغیر اپنے زمانہ کے فلسفے کی طرف متوجہ ہوئے اور یہ فلسفہ ان کے ذہنوں پر اس طرح مسلط ہوا کہ وہ اس کے بنائے ہوئے فکر ونظر کے دائروں سے

باہر نکلنے کی صلاحیت سے ہی محروم ہو گئے، اس کے بعد جب انہوں نے قرآن کی طرف رجوع کیا اور اس کی باتیں اپنے فلسفے کے خلاف محسوس ہوئیں تو انہوں نے اس فلسفے کو جھٹلانے کی بجائے قرآن کریم میں تحریف شروع کر دی اور اس کے الفاظ کو کھینچ تان کر اپنے فلسفی افکار کے مطابق ڈھالنا شروع کر دیا۔

⑦ قرآن کریم کے موضوع کو غلط سمجھنا: تفسیر میں گمراہی کا چوتھا سبب یہ ہے کہ بعض لوگ قرآن کریم کے موضوع کو ٹھیک نہیں سمجھتے اور اس میں وہ باتیں تلاش کرنے کی کوشش کرتے ہیں جو اس کے موضوع سے خارج ہیں مثلاً یہ کہ قرآن کریم سے کائنات کے تمام سائنسی وطبعی حقائق مستنبط کئے جائیں اور سائنس کے مسلمات کو قرآن کریم سے ثابت کیا جائے اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ اگر یہ مسائل ثابت نہ ہوئے تو معاذ اللہ یہ قرآن کریم کا نقص ہوگا حالانکہ حقیقت میں قرآن کریم کا اصل موضوع سائنس نہیں ہے اس میں اگر کہیں کائناتی حقائق کا ذکر آیا ہے تو وہ ضمنی طور پر آیا ہے۔

قرآن کریم نے اپنا موضوع اور مقصد نزول مبہم نہیں چھوڑا بلکہ متعدد آیات میں یہ واضح کر دیا کہ اس کا مقصد نزول کیا ہے مثلاً (۱) قد جآء کم من اللہ نورٌ و کتابٌ مبینٌ۔ یھدی بہ اللہ من اتبع رضوانہ سبل السلام ویخرجھم من الظلمٰت الی النور باذنہ ویھدیھم الی صراط مستقیم۔ (۲) یٰاھل الکتٰب قد جآء کم رسولنا یبین لکم علٰی فترۃ من الرسل ان تقولوا ما جآء نا من بشیر ولا نذیر فقد جاء کم بشیرٌ و نذیرٌ۔ (۳) وانزلنا الیک الکتٰب بالحق مصدقًا لما بین یدیہ من الکتٰب ومھیمنًا علیہ فاحکم بینھم بما انزل اللہ ولا تتبع اھوآء ھم عما جآء ک من الحق۔ یہ محض چند مثالیں ہیں اگر ان پر غور کیا جائے تو واضح ہو جاتا ہے کہ قرآن کریم کا اصل مقصد انسان کو آخرت کی تیاری پر آمادہ کرنا اور اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق زندگی گزارنے کی تعلیم وترغیب دینا ہے اور اس کی جتنی باتیں تاریخی واقعات یا کائنات وآفاق سے متعلق ہیں وہ سب اسی بنیادی موضوع کی تائید وتقویت کے لئے آئی ہیں۔ لہٰذا اگر اس میں سائنس کا مشہور مسئلہ نہ ہو تو اس میں کوئی عیب یا تعجب کی بات نہیں ہے۔

سوال [۲۱۱۱] ..... کعب الاحبار، وہب بن منبہ اور عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہم کا تعارف اور ان کی اسرائیلی روایات کا حکم لکھیں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال میں فقط کعب الاحبار، وہب بن منبہ اور عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہم کا تعارف اور ان کی اسرائیلی روایات کا حکم مطلوب ہے۔

جواب ..... کعب الاحبار، وہب بن منبہ اور عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہم کا تعارف اور ان کی اسرائیلی روایات کا حکم:

کعب الاحبار: ان کا پورا نام کعب بن ماتع حمیری ہے، یہ یمن کے باشندے تھے انہیں علمائے یہود میں ایک ممتاز مقام حاصل تھا انہوں نے جاہلیت اور اسلام دونوں زمانے پائے مگر آپ ﷺ کی زندگی میں مسلمان نہ ہو سکے، البتہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں مدینہ طیبہ آکر مسلمان ہوئے۔

ان کو عام طور سے ثقہ قرار دیا گیا ہے لیکن علامہ زاہد کوثری نے بعض روایات کی بناء پر ان کے بارے میں کچھ شکوک وشبہات کا اظہار کیا ہے۔ علامہ کوثری نے ان پر جن شکوک کا اظہار کیا ہے اور مختلف صحابہ رضی اللہ عنہم کے اقوال سے جو نتائج نکالے ہیں ان سے اختلاف کی گنجائش ہے مگر یہ بات طے شدہ ہے کہ ان کی اکثر روایات اسرائیلی روایات ہیں۔ لہٰذا جب تک ان کی خارجی دلائل سے

Maktaba Tul Ishaat.com Scanned with CamScanner

تصدیق نہ ہو جائے اُس وقت تک اُن پر بھروسہ نہ کیا جائے۔

وہب بن منبہ: یہ بھی یمن کے علاقے صنعاء کے باشندے تھے اور فارسی الاصل تھے، یہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں پیدا ہوئے اور ۱۱۰ھ میں وفات پائی، ان کے والد منبہ رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے عہد میں مسلمان ہو چکے تھے، وہب بن منبہ عابد اور زاہد بھی تھے، انہوں نے متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے روایات لی ہیں، ان کے پاس علمائے اہل کتاب کی روایات اور کتابوں کا بڑا وسیع علم تھا یہاں تک کہ یہ اپنے آپ کو اس معاملہ میں حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اور کعب احبار کے علوم کا جامع سمجھتے تھے۔

جہاں تک ان کے صدق وامانت کا تعلق ہے اس کے متعلق محدثین اور ائمہ جرح وتعدیل نے کوئی کلام نہیں کیا، وہ ثقہ اور سچے تھے اور اسرائیلی کتابوں سے بکثرت نقل کرتے تھے۔ امام بخاری وامام مسلم دونوں نے اپنی صحیح میں ان کی روایات ذکر کی ہیں لہٰذا ان کی جو روایات آپ ﷺ کی طرف منسوب ہیں اگر وہ سند اصول حدیث کی شرائط پر پوری اتریں تو اُن کو بلاشبہ قبول کیا جائے گا البتہ ماضی کے جو قصے اور مستقبل کی جو خبریں انہوں نے بغیر کسی حوالہ کے بیان کی ہیں وہ زیادہ تر اسرائیلیات ہے۔ ان کے متعلق ہمیں یہی حکم ہے کہ ہم نہ اُن کی تصدیق کریں اور نہ تکذیب کریں۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے سب سے زیادہ اسرائیلیات شاذ کا تمی سے مروی ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے سریانی زبان باقاعدہ سیکھی تھی اور اُس زمانے میں یہود ونصاریٰ کی بہت سی کتابیں اسی زبان میں تھیں۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے بہت سی احادیث خود رسول اللہ ﷺ سے بھی روایت کی ہیں مگر ان کا اسرائیلیات سے کوئی تعلق نہیں بلکہ اگر وہ صحیح سند سے ثابت ہوں تو دیگر صحابہ کی روایات کی طرح وہ بھی واجب التسلیم ہیں۔ البتہ وہ روایات جو انہوں نے صراحتاً اہل کتاب سے نقل کی ہیں اُن کی ہم تصدیق وتکذیب نہیں کر سکتے۔ اسی طرح جو روایات خود اُن کے اپنے مقولے کے طور پر منقول ہیں ان کے بارے میں بھی اکثر یہی ہے کہ وہ اسرائیلیات ہیں، اُن کو اسلامی عقائد کی بنیاد نہیں بنایا جا سکتا۔

﴿الورقة السادسة: فی العقائد واصول التفسیر﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ۱۴۴۰ھ

السؤال الاول ..... والکبیرة قد اختلف الروایات فیها فروی ابن عمرؓ انها تسعة ..... وقال صاحب الکفایة و الحق انهما اسمان اضافیان لایعرفان بذاتیهما..... لا تخرج العبد المؤمن من الإیمان ولا تدخله فی الکفر .

عبارت کا ترجمہ کریں۔ صغیرہ وکبیرہ کی تعریف کرنے کے بعد صاحب کفایہ کے قول کی وضاحت کریں۔ مرتکب کبیرہ کے اسلام میں اختلاف مع الدلائل تحریر کریں اور مسلک حق کی نشاندہی کریں۔ (من ۲۰۱۰ الہدایہ)

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال کا حاصل چار امور ہیں (۱) عبارت کا ترجمہ (۲) صغیرہ وکبیرہ کا تعارف مختلف اقوال کی روشنی میں (۳) مرتکب کبیرہ کے اسلام میں اختلاف مع الدلائل (۴) مسلک حق کی نشاندہی۔

الجواب ..... ❶ عبارت کا ترجمہ:۔ گناہ کبیرہ کے متعلق روایات مختلف ہیں، پس حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ وہ نو ہیں..... صاحب کفایہ کہتے ہیں کہ حق بات یہ ہے کہ یہ دونوں اضافی اسم ہیں ان کی بذاتہ کوئی تعریف نہیں ہے۔ اور گناہ کبیرہ مؤمن بندہ کو ایمان سے خارج نہیں کرتے اور نہ اس کو کفر میں داخل کرتے ہیں۔

Scanned with CamScanner

❼ صغیرہ وکبیرہ کا تعارف مختلف اقوال کی روشنی میں:۔ گناہ کبیرہ کی تعیین اور تعارف میں مختلف روایات ہیں۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ کبائر کی تعداد نو ہے: ① اشراک باللہ ② قتل النفس بغیر حق خواہ دوسرے نفس کا ہو یا اپنے نفس کا قتل ہو جس کو خودکشی کہتے ہیں ③ مؤمن آزاد عاقل بالغ پر زنا کی تہمت لگانا ④ زنا کرنا ⑤ میدان جنگ میں کفار کے مقابلے سے بھاگنا ⑥ کسی پر جادو کرنا ⑦ یتیم کا مال ناحق طریقے سے کھانا ⑧ جائز امور میں مسلمان والدین کی نافرمانی کرنا ⑨ حدود حرم میں گناہ کرنا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے ان تو پر سود کھانے کا اضافہ کیا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان میں چوری کرنے اور شراب پینے کا اضافہ کیا ہے۔

بعض حضرات نے ان میں ① لواطت ② جھوٹی گواہی ③ جھوٹی قسم ④ ذاکرہ زانیہ ⑤ غیبت ⑥ جوا بازی کو بھی شامل کیا ہے تو کل تعداد اٹھارہ ہو گئی۔ بعض نے کہا ہے کہ ہر وہ گناہ جو مذکورہ بالا گناہوں میں سے کسی ایک کے برابر ہو یا اس سے زیادہ ہو کبیرہ ہے۔ بعض نے کہا کہ ہر وہ گناہ جس پر خصوصیت سے شارع کی طرف سے دھمکی وارد ہوئی ہو وہ کبیرہ ہے مثلاً جانداروں کی تصویر بنانا۔

بعض حضرات نے کہا کہ ہر وہ معصیت جس پر معمولی سمجھ کر اصرار ہو وہ کبیرہ ہے اور جس سے استغفار کر لے وہ صغیرہ ہے۔

صاحب کفایہ کہتے ہیں کہ حق بات یہ ہے کہ یہ دونوں اضافی اسم ہیں ان کی بذاتہ کوئی تعریف نہیں بلکہ ہر گناہ اپنے ماتحت گناہ کی طرف نسبت کرتے ہوئے کبیرہ ہے اور ہر گناہ اپنے مافوق گناہ کی طرف نسبت کرتے ہوئے صغیرہ ہے۔ (بیان الفوائد ج ۱ ص ۲۲)

❽ مرتکب کبیرہ کے اسلام میں اختلاف مع الدلائل:۔ گناہ کبیرہ کرنے والا مؤمن یعنی مرتکب کبیرہ ایمان سے خارج ہو جاتا ہے یا نہیں؟ اس میں اختلاف ہے۔ اہل حق کا عقیدہ یہ ہے کہ مرتکب کبیرہ ایمان سے خارج نہیں ہوتا اور کفر میں داخل نہیں ہوتا بلکہ ارتکاب کبیرہ کے باوجود مؤمن ہی رہتا ہے۔ بخلاف معتزلہ اور خوارج کے کہ ان کے نزدیک مرتکب کبیرہ ایمان سے خارج ہو جاتا ہے لیکن ان کے نزدیک پھر اس میں اختلاف ہے کہ وہ کفر میں داخل ہوتا ہے یا نہیں؟ معتزلہ یہ کہتے ہیں کہ وہ کفر میں داخل نہیں ہوتا بلکہ بندہ کفر اور ایمان کے درمیان میں رہتا ہے۔ گویا کہ وہ ایمان اور کفر کے درمیان ایک مرتبہ اور منزل مانتے ہیں اور خوارج یہ کہتے ہیں کہ وہ ایمان سے خارج ہو کر کفر میں داخل ہو جاتا ہے۔

اس اختلاف کا معنی یہ ہے کہ اہل حق کے نزدیک ایمان فقط تصدیق قلبی کا نام ہے اور اعمال ایمان کا جزو نہیں ہیں۔ اور گناہ کبیرہ کا ارتکاب تصدیق قلبی کے منافی نہیں ہے یعنی یہ ضروری نہیں ہے کہ جب بندہ گناہ کا ارتکاب کرے تو تصدیق قلبی جو ایمان کی حقیقت ہے وہ فوت ہو جائے۔ جب تصدیق قلبی فوت نہیں ہوگی تو وہ ایمان سے خارج نہیں ہوگا۔

معتزلہ اور خوارج یہ کہتے ہیں کہ اعمال ایمان کا جزو ہیں جب مؤمن بندہ ارتکاب کبیرہ کرتا ہے تو گناہ کبیرہ سے اجتناب جو کہ ایک کل ہے وہ فوت ہو گیا اور جزو کے فوت ہونے سے کل فوت ہو جاتا ہے۔ اس لئے مرتکب کبیرہ ایمان سے خارج ہے پھر معتزلہ کے ہاں کفر کی حقیقت خود ہے اور ارتکاب کبیرہ خود کو مستلزم نہیں ہے لہٰذا ان کے نزدیک کبیرہ کے ارتکاب سے ایمان سے تو خارج ہو جائے گا لیکن خود کے تحقق نہ ہونے کی وجہ سے کفر میں داخل نہ ہوگا اور خوارج کے ہاں کفر کی حقیقت عدم الایمان ہے۔ چنانچہ جب ارتکاب کبیرہ کر لیا تو ایمان نہ رہا جب ایمان نہ رہا تو وہ کفر میں داخل ہو گیا۔

مرتکب کبیرہ کے کافر نہ ہونے پر مصنف نے تین دلائل ذکر کئے ہیں۔ پہلی دلیل کا حاصل یہ ہے کہ ایمان کی حقیقت تصدیق قلبی ہے جب تک تصدیق کا منافی امر یعنی تکذیب نہ پائی جائے تو بندہ تصدیق کے ساتھ متصف رہتا ہے اور مؤمن رہتا ہے اور

Maktaba Tul Ishaat.com Scanned with CamScanner

محض گناہ کبیرہ کا ارتکاب یہ تصدیق کے منافی نہیں ہے بلکہ گناہ کبیرہ کے ارتکاب پر جو وعید وارد ہوئی ہے یہ اس کی تصدیق کے منافی بھی نہیں ہے۔ لہٰذا مرتکب کبیرہ کافر نہیں ہے۔

دوسری دلیل: وہ آیات اور احادیث ہیں جن میں گناہ کے مرتکب پر مؤمن کا اطلاق کیا گیا ہے۔ مثلاً ارشاد باری ہے یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَیْكُمُ الْقِصَاصُ فِی الْقَتْلٰى ۔ طریق استدلال یہ ہے کہ قصاص اس پر واجب ہوتا ہے جو قتل ناحق کا ارتکاب کرے اور قتل ناحق کا ارتکاب کرنے والا مرتکب کبیرہ ہے لیکن اس آیت میں اس کو یاایھا الذین اٰمنوا سے خطاب کیا گیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ مرتکب کبیرہ مؤمن ہے گناہ کبیرہ کا ارتکاب اس کو ایمان سے خارج نہیں کرتا۔ دوسری آیت یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْۤا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا ہے طریق استدلال یہ ہے کہ صغائر بغیر توبہ کے معاف ہو جاتے ہیں۔ جیسے قرآن مجید میں ہے اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْهِبْنَ السَّیِّاٰتِ جب صغائر بغیر توبہ کے معاف ہو جاتے ہیں تو تُوْبُوْۤا سے جو امر ہے یہ مرتکب کبیرہ کو ہوگا اور ان کو یاایھا الذین امنوا کے ساتھ خطاب کیا گیا ہے اس سے معلوم ہوا کہ مرتکب کبیرہ مؤمن ہے گناہ کبیرہ کا ارتکاب اس کو ایمان سے خارج نہیں کرتا۔ تیسری آیت وَاِنْ طَآىِٕفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اقْتَتَلُوْا ہے طریق استدلال یہ ہے کہ مؤمنین کا آپس میں قتال کرنا یہ گناہ کبیرہ ہے تو قتال کرنے والے گناہ کبیرہ کے مرتکب ہوئے لیکن آیت میں دونوں فریقوں کو مؤمن کہا گیا ہے اس سے معلوم ہوا کہ مرتکب کبیرہ مؤمن ہے اور کبیرہ کا ارتکاب اس کو ایمان سے خارج نہیں کرتا۔

تیسری دلیل: حضور ﷺ کے زمانہ سے لیکر آج تک امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ مرتکب کبیرہ جو اہل قبلہ میں سے ہو اگر وہ بغیر توبہ کے مر جائے تو اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے، اس کیلئے دعا کرنی اور استغفار کرنا جائز ہے حالانکہ امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ جو مؤمن نہ ہو اس کی نماز جنازہ پڑھنی اور اس کیلئے دعا و استغفار کرنا جائز نہیں ہے۔ جب مرتکب کبیرہ کیلئے جو بغیر توبہ کے مر جائے دعا و استغفار کرنا جائز ہے تو معلوم ہوا کہ مرتکب کبیرہ مؤمن ہے گناہ کبیرہ کا ارتکاب اسے ایمان سے خارج نہیں کرتا۔

معتزلہ کے دلائل: معتزلہ نے اپنے مذہب (مرتکب کبیرہ نہ مؤمن ہے اور نہ کافر) پر دو دلیلیں پیش کی ہیں۔

① معتزلہ کی پہلی دلیل کا خلاصہ یہ ہے کہ پوری امت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ مرتکب کبیرہ فاسق ہے۔ اس کے مؤمن ہونے، کافر اور منافق ہونے میں اختلاف ہے۔ مؤمن ہونے کے قائل صرف اہل السنۃ ہیں باقی مخالف ہیں کافر ہونے کے قائل صرف خوارج ہیں باقی مخالف ہیں۔ منافق ہونے کے قائل صرف حسن بصری ہیں باقی مخالف ہیں۔ تو ہم نے متفق علیہ قول کو لیا ہے کہ مرتکب کبیرہ فاسق ہے اور مختلف فیہ کو چھوڑ دیا ہے کہ مرتکب کبیرہ نہ کافر ہے نہ مؤمن ہے اور نہ منافق ہے۔

② دوسری دلیل اللہ تعالیٰ کا فرمان اَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا لَا یَسْتَوٗنَ ہے۔ دلیل کا حاصل یہ ہے کہ مرتکب کبیرہ بالاتفاق فاسق ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے اس ارشاد میں فاسق کو مؤمن کا مقابل قرار دیا ہے اور تقابل مغایرت کا تقاضا کرتا ہے۔ لہٰذا فاسق جو مرتکب کبیرہ ہے وہ مؤمن کا مغایر ہے اور جب وہ مؤمن کا مغایر ہوا تو مؤمن نہ رہا پس معلوم ہوا کہ مرتکب کبیرہ مؤمن نہیں ہے۔ اسی طرح آپ ﷺ کے فرمان لا یزنی الزانی و ھو مؤمن میں زانی جو مرتکب کبیرہ ہے اس سے ایمان کی نفی کی گئی ہے اس سے معلوم ہوا کہ مرتکب کبیرہ مؤمن نہیں ہے وغیرہ وغیرہ۔

خوارج کے دلائل: خوارج نے بھی اپنے مذہب (مرتکب کبیرہ کافر ہے) پر دو دلیلیں پیش کی ہیں۔

① وہ نصوص جن سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ فاسق کافر ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد وَ مَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ اور آپ ﷺ کے فرمان من ترك الصلوة متعمدا فقد كفر طریق استدلال یہ ہے کہ مرتکب کبیرہ بالاتفاق فاسق ہے اور اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل کرنے والا نہیں ہے اور آیت کی رو سے اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل نہ کرنے والا کافر ہے۔ اسی طرح آیت وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ سے بھی استدلال کرتے ہیں کہ مرتکب کبیرہ کافر ہے۔

② وہ نصوص جن سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ عذاب کافر کے ساتھ مختص ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد "اَنَّ الْعَذَابَ عَلٰى مَنْ كَذَّبَ وَ تَوَلّٰى" اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ آخرت کا عذاب تکذیب کرنے والے کے ساتھ مختص ہے جو کافر ہے۔ اور مرتکب کبیرہ کو بھی عذاب ہوگا سب اس کے قائل ہیں، جب مرتکب کبیرہ کو آخرت میں عذاب ہوگا اور آخرت کا عذاب کافر کے ساتھ مختص ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ مرتکب کبیرہ کافر ہے۔

③ مسلک حق کی نشاندہی:۔ اہل السنۃ والجماعۃ اس مسئلہ میں حق پر ہیں اور اسکے تمام دلائل راجح اور قاطع الاعتراض ہیں۔ خوارج اور معتزلہ کے دلائل مرجوح اور غیر معتد علیہ ہیں۔ معتزلہ کی پہلی دلیل کا جواب یہ ہے کہ معتزلہ کا ایمان اور کفر کے درمیان ایک مرتبہ ماننا اجماع کے خلاف ہونے کی وجہ سے باطل ہے اسلئے کہ سلف کا اس بات پر اجماع ہے کہ ایمان اور کفر کے درمیان کوئی تیسرا مرتبہ نہیں ہے اور تم نے ایمان اور کفر کے درمیان ایک تیسرا مرتبہ مان کر اجماع کا خلاف کیا ہے لہٰذا یہ دلیل درست نہیں ہے۔

دوسری دلیل کا جواب یہ ہے کہ جن آیات میں فاسق کو مؤمن کا مقابل قرار دیا گیا ہے اس سے مراد کافر ہے۔ اس لئے کہ آیات کے اندر فاسق مطلق ہے اور مطلق جب بولا جاتا ہے تو اس سے فرد کامل مراد ہوتا ہے۔ اس لئے ان آیات میں فاسق سے مراد کافر ہے۔ باقی جن احادیث میں مرتکب کبیرہ کو کافر کہا گیا ہے وہ معاصی پر زجر کرنے کے لئے مبالغۃً کہا گیا ہے مطلب یہ ہے کہ اگر تم ایسا کام کروگے تو کافر کی طرح بن جاؤ گے۔

* خوارج کی دلیل کا جواب یہ ہے کہ نصوص قطعیہ اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ مرتکب کبیرہ کافر نہیں ہے۔ نیز اس بات پر اجماع ہو چکا ہے کہ مرتکب کبیرہ کافر نہیں ہے۔ لہٰذا نصوص قطعیہ اور اجماع کی وجہ سے یہ نصوص جن کو خوارج نے اپنا مستدل بنایا ہے یہ متروک الظاہر ہیں۔ ان کے ظاہری معنی کو مراد نہیں لیا جا سکتا۔ (بیان الفوائد ج ۲ ص ۱۱۳ تا ۱۱۴)

السؤال الخامس ..... و الشفاعة ثابتة للرسل و الاخيار في حق اهل الكبائر بالمستفيض من الاخبار.....

اہل السنۃ والجماعۃ اور معتزلہ کے نزدیک شفاعت کا مفہوم بیان کریں۔ شفاعت کے ثبوت میں اہل السنۃ والجماعۃ کے دلائل ذکر کریں۔ شفاعت کا عقیدہ بظاہر آیت کریمہ "ما للظالمين من حميم و لا شفيع يطاع" کے خلاف ہے، جواب دیجئے۔ اگر مرتکب کبیرہ توبہ کے بغیر مر گیا تو وہ ہمیشہ جہنم میں نہیں رہے گا، عقلی ونقلی دلائل سے ثابت کریں۔ (س ۷ ۱۴۲۷ھ)

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال کا حل چار امور ہیں (۱) اہل السنۃ والجماعۃ اور معتزلہ کے نزدیک شفاعت کا مفہوم (۲) شفاعت کے ثبوت میں اہل السنۃ والجماعۃ کے دلائل (۳) "ما للظالمين من حميم و لا شفيع يطاع" کا جواب (۴) مرتکب کبیرہ کے توبہ کے بغیر مرنے کی صورت میں ہمیشہ جہنم میں نہ رہنے کے عقلی ونقلی دلائل۔

الجواب ..... **① اہل السنۃ والجماعۃ اور معتزلہ کے نزدیک شفاعت کا مفہوم:۔** اہل السنۃ والجماعۃ کے نزدیک شفاعت کا

Maktaba Tul Ishaat.com Scanned with CamScanner

معنی گنہگار کو عذاب سے رہائی دلانا اور گناہ معاف کرانا ہے اور معتزلہ کے نزدیک شفاعت کا معنی صرف نیک بندوں کے ثواب میں زیادتی عطا فرمانا ہے۔ الغرض اہل جنت کے رفع درجات کیلئے نبی کریم ﷺ جو شفاعت فرمائیں گے معتزلہ صرف اسی کے قائل ہیں

② شفاعت کے ثبوت میں اہل السنۃ والجماعۃ کے دلائل:۔ ① واستغفر لذنبك و للمؤمنين و المؤمنات (اے پیغمبر ﷺ! آپ اپنی کوتاہی پر اور مؤمن مردوں و عورتوں کے گناہوں کی معافی طلب کیجئے) یا استغفار مؤمنین کیلئے فائدہ مند ہے تبھی تو آپ ﷺ کو حکم دیا گیا ہے ② فما تنفعهم شفاعة الشافعين (کافروں کو سفارش کرنے والوں کی سفارش فائدہ نہ دے گی) معلوم ہوا کہ مؤمنین کو شفاعت و سفارش کا فائدہ ہوگا۔ ③ آپ ﷺ نے فرمایا شفاعتی لاهل الكبائر من امتي (میری شفاعت میری امت کے مرتکبین کبیرہ کیلئے ہوگی)۔

③ "ما للظالمين من حميم ولا شفيع يطاع" کا جواب:۔ ① یہ آیت عام نہیں کہ کسی بھی شخص کے حق میں شفاعت قبول نہ ہوگی بلکہ اس خاص طور پر کفار مراد ہیں کہ کسی کافر کے حق میں شفاعت قبول نہ ہوگی۔ ② یہ آیت ہر زمانہ میں شفاعت کی نفی پر دلالت نہیں کرتی، بلکہ ممکن ہے کہ شفاعت کی قبولیت کیلئے مخصوص وقت و احوال ہوں۔

④ مرتکب کبیرہ کے توبہ کے بغیر مرنے کی صورت میں ہمیشہ جہنم میں نہ رہنے کے عقلی و نقلی دلائل:۔ اہل السنۃ والجماعۃ کا عقیدہ ہے کہ اہل کبائر اگر چہ توبہ کے بغیر مرگئے ہوں وہ ہمیشہ جہنم میں نہ رہیں گے۔ جبکہ معتزلہ کے نزدیک جو شخص ایک مرتبہ جہنم میں داخل کر دیا گیا وہ ہمیشہ اسی میں رہے گا۔

اہل السنۃ والجماعت کی پہلی دلیل: فمن يعمل مثقال ذرة خيرا يره (جو شخص ذرہ برابر بھی نیک عمل کرے گا وہ اس کا بدلہ پائے گا) یہ آیت مذکورہ مسئلہ میں اہل السنۃ والجماعۃ کی قوی دلیل ہے کہ اہل کبائر مخلدفی النار نہیں ہوں گے اگر چہ وہ توبہ کے بغیر مرگئے۔ طریق استدلال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جو شخص ذرہ برابر بھی نیکی کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو جانتے ہیں اور اس کو جزا عطا کریں گے۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ عمل خیر پر جزا ہوگی اور نفس ایمان بھی عمل خیر ہے۔

اس جگہ جزا دینے میں عقلی طور پر تین احتمال ہیں۔ ① اللہ تعالیٰ دنیا کے اندر دنیا کی نعمتوں کی شکل میں عمل خیر کی جزا دے دیں ② اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو عمل خیر کا بدلہ دینے کے لئے جنت میں داخل کریں، عمل خیر کا بدلہ دے کر پھر اس کو جنت سے نکال کر جہنم میں داخل فرمادیں اور یہ گناہ کبیرہ کی وجہ سے مخلدفی النار ہو جائے ③ پہلے اس کو جہنم میں داخل کر دیا جائے یہ کبائر کی سزا بھگت لے پھر عمل خیر کے بدلہ کے لئے اس کو جہنم سے نکال کر جنت میں داخل کر دیا جائے پھر ہمیشہ جنت میں رہے۔ ان تینوں میں سے پہلے دونوں احتمال باطل ہیں۔ پہلا احتمال تو اس وجہ سے کہ یہ نصوص کے خلاف ہے کیونکہ حدیث میں آیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا من مات و هو يعلم انه لا اله الا الله دخل الجنة اس سے معلوم ہوا کہ ایمان کی جزا جنت ہے دنیا کی نعمتیں ایمان کی جزا نہیں۔ دوسرا احتمال اس وجہ سے باطل ہے کہ یہ اجماع کے خلاف ہے۔ کیونکہ اس بات پر اجماع ہے کہ جو ایک مرتبہ جنت میں داخل ہو گیا وہ ہمیشہ ہمیشہ جنت میں رہے گا۔ جب پہلے دونوں احتمال باطل ہو گئے تو تیسرا احتمال متعین ہو گیا کہ اس کو اللہ تعالیٰ ارتکاب کبیرہ کی وجہ سے جہنم میں داخل کریں گے، جب یہ سزا بھگت لے گا پھر اس کو جہنم سے نکال کر عمل خیر کا بدلہ دینے کیلئے جنت میں داخل کر دیا جائیگا، تو اس سے ہمارا مدعی ثابت ہو گیا کہ مؤمن مرتکب کبائر مخلدفی النار نہ ہوگا۔

Scanned with CamScanner

دوسری دلیل: مرتکب کبیرہ گناہوں کی وجہ سے ایمان سے خارج نہیں ہوتا اور آیات کریمہ "وعد اللّٰہ المؤمنین و المؤمنات جنّات.....، انّ الذین اٰمنوا و عملوا الصالحات کانت لھم جنّات الفردوس نزلاً" کی رو سے مرتکب کبیرہ مؤمن ہونے کی وجہ سے اہل جنت میں سے ہے، اور پہلے جنت میں داخل کر کے پھر جہنم میں داخل کرنا بالاجماع باطل ہے، پس ثابت ہوا کہ پہلے کبیرہ کی سزا کیلئے جہنم میں داخل کیا جائے گا پھر جہنم سے نکال کر ہمیشہ کیلئے جنت میں داخل کیا جائے گا۔

تیسری دلیل: عقلی دلیل یہ ہے کہ ہمیشہ جہنم میں رکھنا آخری درجہ کی سزا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے آخری درجہ کے جرم یعنی کفر کا بدلہ قرار دیا ہے، اگر یہ سزا کافر کے علاوہ مرتکب کبیرہ کو بھی دی جائے تو یہ سزا مقدار جرم سے زائد ہوگی اور مقدار جرم سے زائد سزا دینا عقلاً قبیح ہے اور جو فعل عقلاً قبیح ہو وہ عدل نہیں ہو سکتا، لہٰذا مرتکب کبیرہ کا ہمیشہ جہنم میں رہنا عدل نہ ہونے کی وجہ باطل ہے۔ (بیان الفوائد ج ۳ ص ۳۰)

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۴۰ھ

السؤال الاول..... واذا ثبت نبوته وقد دلّ کلامه و کلام اللّٰه المنزل علیه علی انّه خاتم النبیّین و انّه مبعوث الی کافة الناس بل الی الجنّ و الانس، ثبت انّه آخر الانبیاء و انّ نبوّته لا تختص بالعرب کما زعم بعض النصاری. فان قیل: قد ورد فی الحدیث نزول عیسیٰ علیہ السلام بعده، قلنا.....

عبارت کا ترجمہ کریں۔ ختم نبوت کا معنی بیان کرنے کے بعد آپ ﷺ کے خاتم النبیین ہونے کی دلیل قرآن وحدیث سے بیان کریں۔ عبارت میں موجود سوال کا جواب بیان کیجئے۔ کیا رسولوں کی تعداد میں کوئی متعین عدد بیان کرنا جائز ہے؟ بیان کیجئے۔

﴿خلاصۂ سوال﴾..... اس سوال کا حاصل چار امور ہیں (۱) عبارت کا ترجمہ (۲) ختم نبوت کا معنی اور آپ ﷺ کے خاتم النبیین ہونے کے دلائل (۳) مذکورہ سوال کا جواب (۴) رسولوں کی تعداد۔

الجواب..... ❶ عبارت کا ترجمہ:۔ اور جب آپ ﷺ کی نبوت ثابت ہوگئی اور تحقیق آپ ﷺ کی کلام اور آپ پر نازل شدہ کلام اللہ نے اس بات پر دال ہیں کہ آپ ﷺ آخری نبی ہیں اور آپ تمام لوگوں بلکہ تمام جن وانس کی طرف بھیجے گئے ہیں ثابت ہوئی یہ بات کہ آپ آخری نبی ہیں اور آپ کی نبوت عرب کے ساتھ ہی مختص نہیں ہے جیسا کہ بعض نصاری کا عقیدہ ہے۔ پس اگر اعتراض کیا جائے کہ حدیث میں آپ ﷺ کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول وارد ہے تو ہم کہیں گے.....

❷ ختم نبوت کا معنی اور آپ ﷺ کے خاتم النبیین ہونے کے دلائل:۔ ختم نبوت کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام سے جس سلسلۂ نبوت کی ابتداء فرمائی اس کی انتہاء آپ ﷺ کی ذات اقدس پر ہوئی، گویا آپ ﷺ پر نبوت ختم ہوگئی، آپ ﷺ آخری نبی ہیں، آپ ﷺ کے بعد کسی کو نبی نہیں بنایا جائے گا۔

ختم نبوت کے دلائل: ① ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولٰکن رسول اللّٰه وخاتم النبیین (آپ ﷺ کسی مرد کے نسبی باپ نہیں ہیں اور لیکن اللہ کے رسول اور آخری نبی ہیں) ② انا خاتم النبیین لا نبیّ بعدی (میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا) ③ ارشاد نبوی ہے انا اٰخر الانبیاء وانتم اٰخر الامم (میں آخری نبی ہوں اور تم آخری امت ہو) ④ ارشاد فرمایا اُرسلت الی الخلق کافة وختم بی النبیّون (میں تمام مخلوق کیلئے نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں اور مجھ پر نبوت کا سلسلہ ختم کر دیا گیا ہے)

Maktaba Tul Ishaat.com Scanned with CamScanner

⑥ مذکورہ سوال کا جواب:۔ ① علامہ محمود آلوسی رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر "روح المعانی" میں لکھا ہے وکونہ خاتم الانبیاء ای لاینبأ احد بعدہ واماعیسیٰ ممن نبئ قبلہ آپ ﷺ کے خاتم الانبیاء ہونے کا معنی یہ ہے کہ آپ ﷺ کے بعد کسی شخص کو نبی نہیں بنایا جائے گا حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو آنحضرت ﷺ سے پہلے نبی بنائے جا چکے۔ پس عیسیٰ علیہ السلام کی تشریف آوری رحمت عالم ﷺ کی ختم نبوت کے منافی نہیں۔ آپ ﷺ وصف نبوت کے ساتھ اس دنیا میں سب سے آخر میں متصف ہوئے۔ اب کوئی شخص وصف نبوت حاصل نہیں کر سکے گا، نہ یہ کہ اس سے پہلے کے سارے نبی فوت ہو گئے۔ ② مرزا قادیانی اپنے آپ کو اپنے والدین کے لئے خاتم الاولاد کہتا ہے حالانکہ اس کا بڑا بھائی مرزا غلام قادر زندہ تھا۔ مرزا غلام قادر کے زندہ ہونے کے باوجود اگر مرزا کے خاتم الاولاد ہونے میں کوئی فرق نہیں آیا تو عیسیٰ علیہ السلام کے زندہ ہونے سے رحمت عالم ﷺ کی ختم نبوت میں کوئی فرق نہیں آتا۔

③ ابن عساکر میں حدیث ہے کہ آدم علیہ السلام نے جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا کہ محمد ﷺ کون ہیں؟ انہوں نے فرمایا اخر ولدك من الانبیاء (آنحضرت ﷺ انبیاء علیہم السلام میں سے حضرت آدم علیہ السلام کے آخر الاولاد ہیں)۔ اس حدیث نے بالکل صاف کر دیا کہ خاتم النبیین کی مراد یہی ہے کہ آپ ﷺ انبیاء میں سے آخر الاولاد ہیں اور یہ معنی کسی نبی کے باقی رہنے کا معارض نہیں لہٰذا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا دوبارہ نزول آپ ﷺ کا آخر الانبیاء و خاتم الانبیاء ہونے کے کسی طرح مخالف نہیں ہو سکتا۔

④ عقلی جواب یہ ہے کہ ایک شخص کسی ملک کا بادشاہ ہے وہ کسی دوسرے ملک کے سرکاری دورے پر جاتا ہے اب ظاہر ہے کہ وہ اپنی صدارت، بادشاہی یا وزارت عظمیٰ کے منصب سے معزول نہیں ہوا لیکن دوسرے ملک میں جا کر اس کا حکم نہیں چلے گا، وہاں پر حکم اسی ملک کے صدر یا وزیر اعظم کا چلے گا، اسی طرح یہاں پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابن مریم جب تشریف لائیں گے تو وہ منصب نبوت سے معزول نہیں ہوں گے لیکن جیسا کہ قرآن پاک میں فرما دیا گیا ہے ورسولا الی بنی اسرائیل انکی رسالت بنی اسرائیل کیلئے تھی، اب امت محمدیہ میں انکی نبوت کا قانون نافذ نہیں ہوگا، امت محمدیہ پر قانون سید الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہی کا نافذ ہوگا، یہ الگ بات ہے کہ حضرت مسیح کی آمد سے یہود کی بھی اصلاح ہو جائیگی اور نصاریٰ کی غلط فہمی بھی دور ہو جائیگی، یوں وہ سب دین قیم (اسلام) کے حلقہ بگوش ہو جائیں گے اور لیظهره علی الدین کله کا فرمان پورا ہو جائیگا۔ (آئینہ قادیانیت)

⑦ رسولوں کی تعداد:۔ انبیاء کی کوئی تعداد متعین نہیں ہے، بعض روایات میں ایک لاکھ چوبیس ہزار اور بعض میں دو لاکھ چوبیس ہزار ذکر کی گئی ہے، لہٰذا اولیٰ یہ ہے کہ کسی عدد پر اکتفاء نہ کیا جائے، کیونکہ تعداد کا ثبوت خبر واحد سے ہے اور خبر واحد مفید ظن ہے جبکہ اعتقادی مسائل میں ظن کا اعتبار نہیں۔ نیز اگر انبیاء کی تعداد حقیقی تعداد سے کم بیان کی گئی تو بہت سے انبیاء کا غیر نبی ہونا لازم آئے گا اور اگر انبیاء کی تعداد حقیقی تعداد سے زیادہ بیان کی گئی تو بہت سے غیر انبیاء کا نبی ہونا لازم آئے گا۔ نیز متعین تعداد بیان کرنا ظاہر کتاب اللہ کے خلاف ہے، کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے "منهم من لم نقصص علیك" (بہت سے انبیاء کا ہم نے آپ سے ذکر نہیں کیا)۔

التنبیہ الثانی ..... اَلْاَوَّلُ: اَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی اَمَرَ الْمَلَائِكَةَ بِالسُّجُوْدِ لِاٰدَمَ عَلٰی وَجْهِ التَّعْظِيْمِ وَ التَّكْرِيْمِ بِدَلِيْلِ قَوْلِهٖ تَعَالٰی حِكَايَةً عَنْ اِبْلِيْسَ: اَرَءَيْتَكَ هٰذَا الَّذِیْ كَرَّمْتَ عَلَیَّ وَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّ خَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ وَ مُقْتَضَى الْحِكْمَةِ الْاَمْرُ لِلْاَدْنٰی بِالسُّجُوْدِ لِلْاَعْلٰی دُوْنَ الْعَكْسِ. اَلثَّانِیْ: اَنَّ كُلَّ وَاحِدٍ مِنْ اَهْلِ اللِّسَانِ يَفْهَمُ مِنْ قَوْلِهٖ تَعَالٰی: وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا اَنَّ الْقَصْدَ مِنْهُ اِلٰی تَفْضِيْلِ اٰدَمَ عَلَی الْمَلَائِكَةِ وَ بَيَانِ زِيَادَةِ

عِلْمِهٖ وَ اسْتِحْقَاقِهٖ لِلتَّعْظِيْمِ وَ التَّكْرِيْمِ۔

عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ وتشریح کرتے ہوئے بتائیے کہ جمہور اہل حق کے ہاں انسان اور ملائکہ میں سے کون افضل ہے؟ نیز فضیلت کی ترتیب کیا ہے؟ ملائکہ کی تعریف کیجیے اور ملائکہ کو مطلقاً افضل کہنے والوں کی کوئی ایک دلیل مع جواب ذکر کیجیے۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال میں پانچ امور مطلوب ہیں: ① عبارت پر اعراب ② عبارت کا ترجمہ ③ عبارت کی تشریح ④ انسان وملائکہ میں سے افضل کی نشاندہی اور فضیلت کی ترتیب ⑤ ملائکہ کی تعریف وملائکہ کو مطلقاً افضل کہنے کی دلیل مع جواب۔

﴿جواب﴾ ..... ① عبارت پر اعراب: کما هو في السوال آنفًا۔

② عبارت کا ترجمہ: اول دلیل یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کو آدم علیہ السلام کے سامنے تعظیمی سجدہ کرنے کا حکم دیا، جس کی دلیل ابلیس کی حکایت کرتے ہوئے یہ ارشاد فرمانا ہے: اَرَءَيْتَكَ هٰذَا الَّذِيْ كَرَّمْتَ عَلَيَّ اور اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّ خَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ (ترجمہ: بتلائیے کیا یہی وہ شخص ہے جس کو آپ نے مجھ پر فضیلت دی؟ حالانکہ میں اس سے بہتر ہوں، آپ نے مجھے آگ سے پیدا کیا اور اسے مٹی سے پیدا کیا) اور حکمت کا تقاضا اعلیٰ کے سامنے ادنیٰ کو سجدے کا حکم دینا ہے نہ کہ اس کے برعکس۔ دوسری دلیل یہ کہ اہل زبان میں سے ہر ایک اللہ تعالیٰ کے قول وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا سے یہی سمجھے گا کہ اس سے مقصود آدم علیہ السلام کو ملائکہ پر فضیلت دینا اور ان کے علم کی زیادتی کو اور ان کے مستحق تعظیم وتکریم ہونے کو بیان کرنا ہے۔

③ عبارت کی تشریح: اس عبارت میں مصنف رحمہ اللہ نے انسانی رسولوں کے رسل ملائکہ سے اور عام انسانوں کے عام فرشتوں سے افضل ہونے کی وجوہ کو بیان کیا ہے، چنانچہ پہلی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ وہ آدم علیہ السلام کو تعظیماً وتکریماً سجدہ کریں اور اس سجدہ سے مقصود آدم علیہ السلام کی تعظیم وتکریم تھا، اس لیے کہ ابلیس نے کہا تھا: اَرَءَيْتَكَ هٰذَا الَّذِيْ كَرَّمْتَ عَلَيَّ اور اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّ خَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ اور حکمت کا تقاضا یہ ہے کہ ساجد کا درجہ کم اور مسجود کا درجہ زیادہ ہوتا ہے، پس ثابت ہوا کہ فرشتوں کا درجہ حضرت آدم علیہ السلام سے کم ہے، جب حضرت آدم علیہ السلام سے کم ہے تو باقی انبیاء علیہم السلام سے بھی کم ہے۔ دوسری وجہ اور دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو تمام چیزوں کے ناموں کی تعلیم دی اور اس تعلیم سے مقصود فرشتوں کے سامنے حضرت آدم علیہ السلام کے مقام ومنقبت کو بیان کرنا تھا۔ (اشرف الفوائد)

④ انسان وملائکہ میں سے افضل کی نشاندہی اور فضیلت کی ترتیب: سب سے پہلا درجہ ومقام انسانی رسولوں کا ہے کہ وہ تمام ملائکہ وانسانوں سے افضل ہیں، دوسرا مقام ودرجہ ملائکہ کے رسولوں کا ہے کہ وہ عام انسانوں وفرشتوں سے افضل ہیں، تیسرا مقام ودرجہ عام انسانوں کا ہے کہ وہ عام فرشتوں سے افضل ہیں۔

⑤ ملائکہ کی تعریف وملائکہ کو مطلقاً افضل کہنے کی دلیل مع جواب: ملائکہ اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ نورانی مخلوق ہیں، ہماری نظروں سے غائب ہیں، نہ مرد ہیں اور نہ عورت ہیں، اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور کوئی گناہ نہیں کرتے اور جن کاموں پر اللہ تعالیٰ نے ان کی ڈیوٹی لگائی ہے وہ اسی کام میں لگے رہتے ہیں۔

معتزلہ فلاسفہ وبعض اشاعرہ کا مذہب یہ ہے کہ مطلقاً ملائکہ انسانوں سے افضل ہیں۔ پہلی دلیل یہ ہے کہ ملائکہ ارواح مجردہ ہیں، عقل میں کامل ہیں، شرور وآفات کے اسباب مثلاً شہوت غضب وظلمت سے پاک ہیں، افعال عجیبہ پر قادر ہیں، ماضی ومستقبل

Maktaba Tul Ishaat.com Scanned with CamScanner

کے واقعات بغیر غلطی کے جانتے ہیں۔ جواب یہ ہے کہ اس قول کی بنیاد فلسفی اصولوں پر ہے، نہ کہ اسلامی اصولوں پر۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ انبیاء افضل البشر ہونے کے باوجود ملائکہ سے علم حاصل کرتے ہیں اور ان سے استفادہ کرتے ہیں اور معلم متعلم سے افضل ہوتا ہے۔ جواب یہ ہے کہ تعلیم اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے فرشتے صرف مبلغ و قاصد ہیں۔

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۴۰ھ

السوال الاول ..... آپ ﷺ پر وحی کس طرح آتی تھی؟ وحی کی تمام اقسام کا تفصیل ذکر کریں۔ وحی، کشف اور الہام میں فرق واضح کریں۔ وحی متلو اور غیر متلو کی وضاحت کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال میں تین امور توجہ طلب ہیں: (۱) وحی کی اقسام کی تفصیل (۲) وحی، کشف اور الہام میں فرق (۳) وحی متلو اور غیر متلو کی وضاحت۔

الجواب ..... ① **وحی کی اقسام کی تفصیل:** رسول اللہ ﷺ پر مختلف طریقوں سے وحی نازل کی جاتی تھی۔ حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا ہے کہ آپ ﷺ سے پوچھا گیا کہ آپ پر وحی کس طرح آتی ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا **احیانا یأتینی مثل صلصلة الجرس وهو اشده علی فیفصم عنی وقد وعیت ماقال واحیانا یتمثل لی الملك رجلا** (کبھی تو مجھے گھنٹی کی مثل آواز سنائی دیتی ہے اور وحی کی یہ صورت میرے لئے سب سے زیادہ سخت ہوتی ہے پھر جب یہ سلسلہ ختم ہوتا ہے تو جو کچھ آواز نے کہا ہوتا ہے وہ مجھے یاد ہو چکا ہوتا ہے اور کبھی فرشتہ میرے سامنے ایک مرد کی صورت میں آتا ہے)۔

اس حدیث میں آپ ﷺ پر وحی کے دو طریقے معلوم ہوئے۔

① صلصلۃ الجرس: کہ آپ کو اس قسم کی آواز آیا کرتی تھی جیسی گھنٹیاں بجنے سے پیدا ہوتی ہے۔ یہ محض تشبیہ ہے اس کا حقیقت سے تعلق نہیں۔ اس کی صحیح کیفیت کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہی ہے یا اس کے رسول ﷺ کو ہے۔ وحی کی اس قسم کے متعلق حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتے ہیں کہ جب آنحضرت ﷺ پر وحی نازل ہوتی تو آپ کا سانس رکنے لگتا، چہرۂ انور متغیر ہو کر کھجور کی شاخ کی طرح زرد پڑ جاتا ہے، ماتھے کے دانت سردی سے کپکپانے لگتے اور آپ ﷺ کو اتنا پسینا آتا کہ اس کے قطرے موتیوں کی طرح گرنے لگتے۔

② تمثیل ملک: یعنی فرشتہ کسی انسانی شکل میں آپ ﷺ کے پاس آکر اللہ کا پیغام پہنچاتا تھا اور متعدد مواقع پر حضرت جبرائیل علیہ السلام مشہور صحابی حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کی صورت میں تشریف لایا کرتے تھے۔

(بقیہ طریقے یہ ہیں) ③ فرشتے کا اصل شکل میں آنا: یعنی حضرت جبرائیل علیہ السلام کوئی انسانی شکل اختیار کئے بغیر اپنی اصل شکل میں دکھائی دیتے تھے اور یہ آپ ﷺ کی عمر میں صرف تین مرتبہ ہوا۔ پہلی مرتبہ جب آپ ﷺ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو اصلی شکل میں دیکھنے کی خواہش ظاہر فرمائی۔ دوسری مرتبہ معراج کے موقع پر، تیسری مرتبہ نبوت کے بالکل ابتدائی زمانہ میں مکہ مکرمہ کے مقام اجیاد پر۔ پہلے دو واقعات صحیح سند سے ثابت ہیں البتہ آخری واقعہ سنداً کمزور ہونے کی وجہ سے مشکوک ہے۔

④ رؤیائے صالحہ: آپ ﷺ کو نزول قرآن سے پہلے سچے خواب آیا کرتے تھے جو کچھ آپ ﷺ خواب میں دیکھتے بیداری میں ویسا ہی ہو جاتا۔ ایک مرتبہ ایک منافق نے آپ ﷺ پر جادو کیا تھا اس کی اطلاع اور دفع کرنے کا طریقہ آپ ﷺ کو خواب ہی میں بتایا گیا تھا۔

⑤ کلام الٰہی: رسول اللہ ﷺ کو بھی اللہ تعالیٰ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح براہ راست ہم کلام ہونے کا شرف حاصل ہوا۔

Scanned with CamScanner

بیداری کی حالت میں یہ واقعہ صرف شب معراج میں پیش آیا اس کے علاوہ ایک مرتبہ خواب میں بھی آپ ﷺ اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہوئے۔

③ نفث فی الروع: حضرت جبرائیل علیہ السلام کسی بھی شکل میں سامنے آئے بغیر آپ ﷺ کے قلب اطہر میں کوئی بات القاء فرما دیتے تھے چنانچہ ایک روایت میں ارشاد ہے ان روح القدس نفث فی روعی (روح القدس نے میرے دل میں یہ بات ڈالی)۔

⑦ وحی، کشف اور الہام میں فرق: وحی صرف انبیاء علیہم السلام کے ساتھ خاص ہے، کسی بھی غیر نبی کو خواہ وہ ولایت کے کتنے ہی بلند مقام پر ہو وحی نہیں آسکتی البتہ بعض اوقات اللہ تعالیٰ اپنے مخصوص بندوں کو کچھ باتیں بتا دیتے ہیں جنہیں کشف یا الہام کہا جاتا ہے۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ ان میں فرق بیان کرتے ہیں کہ کشف کا تعلق حسیات سے ہے یعنی اس میں کوئی چیز یا واقعہ آنکھوں سے نظر آجاتا ہے اور الہام کا تعلق وجدانیات سے ہے یعنی اس میں کوئی چیز نظر نہیں آتی صرف دل میں کوئی بات ڈال دی جاتی ہے اس لئے عموماً الہام کشف کی نسبت زیادہ صحیح ہوتا ہے۔

الغرض وحی انبیاء علیہم السلام کے خاص ہے، کشف کا تعلق حسیات سے ہوتا ہے، الہام کا تعلق وجدانیات سے ہوتا ہے۔

⑧ وحی متلو اور غیر متلو کی وضاحت: رسول اللہ ﷺ پر جو وحی نازل ہوئی وہ دو قسم پر تھی۔ ① قرآن کریم کی آیات جن کے الفاظ اور معنی دونوں اللہ تعالیٰ کی طرف سے تھے جو قرآن کریم میں ہمیشہ کے لئے اس طرح محفوظ کر دی گئیں کہ ان کا ایک نقطہ یا شوشہ بھی نہیں بدلا اور نہ بدلا جا سکتا ہے اس وحی کو "وحی متلو" کہا جاتا ہے۔ یعنی وہ وحی جس کی تلاوت کی جاتی ہے۔

② وہ وحی جو قرآن کریم کا جزو نہیں بنی مگر اس کے ذریعے آپ ﷺ کو بہت سے احکام بیان فرمائے گئے اس کو "وحی غیر متلو" کہتے ہیں۔ یعنی وہ وحی جس کی تلاوت نہیں کی جاتی۔

عموماً وحی متلو میں اسلام کے اصولی عقائد اور بنیادی تعلیمات کی تشریح پر اتفاق کیا گیا ہے، ان تعلیمات کی تفصیل اور جزوی مسائل وحی غیر متلو میں ذکر کئے گئے ہیں۔ یہ وحی غیر متلو صحیح احادیث کی شکل میں محفوظ ہے، اس وحی میں صرف مضامین آپ ﷺ پر نازل کئے گئے باقی اُن کو تعبیر کرنے کے لئے الفاظ کا انتخاب آپ ﷺ نے خود کیا۔ حدیث نبوی أوتیت القرآن و مثلہ معہ میں مثل سے مراد یہی وحی غیر متلو ہے۔

السوال الخامس ..... علم تفسیر کے معتبر و غیر معتبر ماخذ کی بالتفصیل تشریح کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال میں تفسیر کے قابل اعتبار و قابل اعتبار ماخذ کی تشریح مطلوب ہے۔

الجواب ..... **① علم تفسیر کے معتبر ماخذ کی تشریح:** تفسیر قرآن کے ماخذ کیا ہیں، یعنی وہ کیا ذرائع ہیں جن سے ہم کسی آیت کی تفسیر معلوم کر سکتے ہیں۔ اس کی قدرے تفصیل ہے۔

سب سے پہلے یہ سمجھیں کہ آیات قرآنی دو قسم پر ہیں۔ بعض آیات تو بالکل واضح اور آسان ہیں کہ جو زبان جاننے والا بھی اُن کو پڑھے گا وہ اُن کا مطلب فوراً سمجھ جائے گا ایسی آیات کی تفسیر میں کسی اختلاف رائے کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ایسی آیات کی تفسیر کا ماخذ صرف لغت عرب ہے۔ دوسری قسم اُن آیات کی ہے جن میں کوئی اجمال، ابہام یا تشریح کی دشواری پائی جاتی ہے یا اُن کو پوری طرح سمجھنے کے لئے پورے پس منظر کو سمجھنے کی ضرورت ہے یا اُن سے دقیق قانونی مسائل یا گہرے اسرار و معارف مستنبط ہوتے ہیں، ایسی آیات کی تشریح کیلئے محض زبان دانی کافی نہیں بلکہ اس کے لئے بہت سی معلومات کی ضرورت ہے۔

Maktaba Tul Ishaat.com Scanned with CamScanner

تفسیر قرآن کے کل چھ ماخذ ہیں۔ ① قرآن کریم: اس کی آیات بعض اوقات ایک دوسرے کی تفسیر کر دیتی ہیں۔ ایک جگہ کوئی بات مبہم ہوتی ہے دوسری جگہ اُس ابہام کو دور کر دیا جاتا ہے مثلاً اهدنا الصراط المستقيم. صراط الذين انعمت عليهم میں یہ بات واضح نہیں کی گئی کہ جن لوگوں پر انعام کیا گیا ہے اُن سے کون لوگ مراد ہیں چنانچہ دوسری جگہ اُن کی وضاحت کر دی گئی اولئك مع الذين انعم الله عليهم من النبيين والصديقين والشهدآء والصٰلحين کہ انعام یافتہ لوگ انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین ہیں۔

تفسیر القرآن بالقرآن کی دوسری شکل یہ بھی ہوتی ہے کہ کوئی بات ایک قراءت میں مبہم ہوتی ہے اور دوسری قراءت سے اُس کی وضاحت ہو جاتی ہے۔ مثلاً فاغسلوا وجوهكم وايديكم الى المرافق وامسحوا برؤسكم وأرجلكم الى الكعبين میں وضو کا طریقہ بیان کیا گیا ہے کہ تم اپنے چہروں کو اور ہاتھوں کو کہنیوں تک دھولو اور اپنے سروں کا مسح کرو اور پاؤں دھو لو، اس کا یہ ترجمہ بھی ہو سکتا ہے کہ تم اپنے سروں اور پاؤں کا مسح کرو۔ مگر دوسری قراءت میں وَاَرْجُلَكُمْ (لام کے فتح کے ساتھ) آیا ہے۔ اس قراءت نے واضح کر دیا کہ پہلی قراءت میں بھی پاؤں دھونے کا حکم ہے مسح کرنے والا ترجمہ صحیح نہیں ہے۔

تفسیر القرآن بالقرآن کی تیسری صورت یہ ہے کہ جس آیت کی تفسیر مطلوب ہے اُسی کے سیاق وسباق پر غور کیا جائے مثلاً سورۂ احزاب میں امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا وقرن فى بيوتكن ولا تبرجن تبرج الجاهلية الاولٰى کہ گھروں میں قرار کے ساتھ رہو، بناؤ سنگھاؤ دکھاتی نہ پھرو جیسا کہ پہلے دور جاہلیت میں دکھایا جاتا تھا۔ بعض ناواقف لوگوں نے یہاں ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو خطاب سے یہ دعویٰ کیا کہ پردے کا حکم ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے ساتھ مخصوص تھا۔ عام عورتوں کیلئے اس پر عمل کی ضروری نہیں۔ مگر قرآن کریم کا سیاق وسباق اس دعویٰ کی تردید کر رہا ہے کہ اس آیت کے آگے اور پیچھے اور بھی بہت سے احکام مذکور ہیں کہ بولنے میں نزاکت سے کام نہ لو، نیک بات کہو، نماز قائم کرو، زکوٰۃ ادا کرو، اللہ اور اُسکے رسول کی اطاعت کرو۔ ان احکام میں سے کوئی بھی حکم صرف ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے ساتھ مخصوص نہیں لہٰذا اس پردہ والے حکم کے بارے میں بھی یہی کہا جائیگا کہ یہ بھی صرف ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے ساتھ خاص نہیں بلکہ دیگر احکام کی طرح یہ حکم بھی تمام مسلمان عورتوں کیلئے ہے۔

② احادیث نبوی: تفسیر قرآن کا دوسرا ماخذ آپ ﷺ کی احادیث ہیں، قرآن کریم میں متعدد مقامات پر یہ بات واضح کی کہ آپ ﷺ کی بعثت کا مقصد یہی ہے کہ آپ اپنے قول وفعل سے قرآنی آیات کی تفسیر فرمائیں۔ چنانچہ فرمایا وانزلنا اليك الذكر لتبين للناس مانزل اليهم ۔انا انزلنا اليك الكتٰب بالحق لتحكم بين الناس بما اراك الله ۔وما انزلنا عليك الكتٰب الا لتبين لهم الذى اختلفوا فيه هدًى ورحمة لقوم يؤمنون۔

نیز آسمانی کتاب کی صحیح تشریح اُس شخص سے بہتر کون سمجھ سکتا ہے جس پر وہ کتاب نازل ہوئی ہو اس دنیا میں اُس سے بڑا محقق کوئی نہیں جو یہ کہے کہ قرآن کریم نازل تو رسول اللہ ﷺ پر ہوا تھا مگر اُس کی تفسیر میں زیادہ جانتا ہوں۔

③ اقوال صحابہ رضی اللہ عنہم: تفسیر قرآن کا تیسرا ماخذ اقوال صحابہ رضی اللہ عنہم ہیں۔ یعنی جن حضرات نے قرآن کریم کی تعلیم براہ راست رسول اللہ ﷺ سے حاصل کی اور اُن میں سے بعض نے اپنی پوری زندگیاں اس کام کے لئے وقف کی ہوئی تھیں۔ قرآن کریم، اس کی تفسیر اور متعلقات کو براہ راست آپ ﷺ کے اقوال وافعال سے حاصل کیا۔ یہ حضرات اہل زبان بھی تھے اور نزول

Scanned with CamScanner

قرآن کے ماحول سے پوری طرح باخبر بھی تھے مگر انہوں نے اپنی زبان دانی پر بھروسہ کرنے کی بجائے قرآن کریم وسنت کو آپ ﷺ سے پڑھا۔ چنانچہ اقوال صحابہ رضی اللہ عنہم کے ذریعے تفسیر قرآن میں چند امور کو پیش نظر رکھا جائے۔

۱..... صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے تفسیری اقوال میں بھی صحیح وکمزور ہر طرح کی روایتیں ملتی ہیں لہٰذا ان اقوال کی بنیاد پر کوئی فیصلہ کرنے سے پہلے اصول حدیث کے مطابق ان کی جانچ پڑتال ضروری ہے۔

۲..... صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اقوال اس وقت حجت ہوں گے جب رسول اللہ ﷺ سے آیت کی کوئی صریح تفسیر مستند طریقے سے ثابت نہ ہو۔ اگر آپ ﷺ کی بیان کردہ کوئی تفسیر صحیح احادیث میں منقول ہو تو اقوال صحابہ رضی اللہ عنہم کی حیثیت محض تائیدی ہوگی اور اگر کوئی قول صحابی آپ ﷺ کی بیان کردہ تفسیر کے معارض ہوگا تو اسے قبول نہیں کیا جائے گا۔

۳..... جہاں آپ ﷺ سے کوئی تفسیر مستند روایات میں منقول نہ ہو اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بیان کی ہوئی تفسیروں میں کوئی اختلاف نہ ہو وہاں انہیں کے اقوال کو اختیار کیا جائے گا۔

۴..... جہاں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بیان کردہ تفسیر میں کوئی اختلاف ہو وہاں تطبیق کی کوشش کی جائے گی، اگر تطبیق وہم آہنگی ہو سکے تو اسی پر عمل کیا جائے گا اور اگر تطبیق وہم آہنگی نہ ہو سکے تو ایک مجتہد جس قول کو دلائل کے لحاظ سے زیادہ مضبوط پائے اُسے اختیار کر سکتا ہے۔

② تابعین کے اقوال: تابعین سے مراد وہ حضرات ہیں جنہوں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے علم حاصل کیا، اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے کہ تفسیر میں تابعین کے اقوال حجت ہیں یا نہیں؟ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اگر تابعی کوئی تفسیر کسی صحابی سے نقل کرے تو اس کا حکم وہی اقوال صحابہ رضی اللہ عنہم والا ہے اور اگر کوئی تابعی اپنا قول بیان کرے تو دیکھا جائے کہ دوسرے کسی تابعی کا قول اس کے خلاف ہے یا نہیں، اگر کوئی قول اس کے خلاف موجود ہو تو اس وقت تابعی کا قول حجت نہ ہوگا بلکہ آیت کی تفسیر کے لئے قرآن کریم، لغت عرب، احادیث نبویہ، آثار صحابہ اور دیگر شرعی دلائل پر غور کر کے فیصلہ کیا جائے گا اور اگر تابعین میں کوئی اختلاف نہ ہو تو اس صورت میں بلاشبہ ان کی تفسیر حجت اور واجب الاتباع ہوگی۔

③ لغت عرب: قرآن کریم کی جس آیت کا مفہوم بالکل واضح ہو اسے سمجھنے کے لئے کسی تاریخی پس منظر کو جاننے کی ضرورت نہیں وہاں صرف عربی لغت ہی واحد ماخذ ہے اور جہاں کوئی ابہام واجمال ہو یا جو آیت کسی واقعاتی پس منظر سے وابستہ ہو یا اس سے فقہی احکام مستنبط کئے جا رہے ہوں وہاں محض لغت کی بنیاد پر کوئی فیصلہ نہ کیا جائے گا، ایسی صورت میں تفسیر کی اصل بنیاد قرآن کریم، سنت نبویہ، آثار صحابہ وتابعین پر ہوگی۔ ان ماخذ کے بعد لغت عرب کو بھی سامنے رکھا جائے گا۔ امام محمدؒ کی طرف منسوب ہے کہ وہ لغت کے ذریعے قرآن کریم کی تفسیر کو مکروہ قرار دیتے تھے مگر علامہ زرکشیؒ فرماتے ہیں کہ ان کا مقصد تفسیر میں لغت کو بالکلیہ نظر انداز کرنا نہیں تھا بلکہ مقصد یہ تھا کہ کسی آیت کے ظاہر اور متبادر معنی کو چھوڑ کر ایسا معنی بیان کرنا ممنوع ہے جو قلیل الاستعمال ہو اور لغوی تحقیقات پر مبنی ہو۔ ظاہر ہے کہ قرآن کریم عرب کے محاورات کے مطابق نازل ہوا ہے لہٰذا جس جگہ قرآن وسنت یا آثار صحابہ میں کسی لفظ کی تفسیر موجود نہ ہو وہاں آیت کی وہی تفسیر کی جائے گی جو اہل عرب کے عمومی محاورات میں سمجھی جاتی ہو۔

④ عقل سلیم: عقل سلیم کی ضرورت دیسے تو دنیا کے ہر کام کے لئے ہے اور ظاہر ہے کہ پچھلے ماخذ سے استفادہ بھی عقل کے بغیر ممکن نہیں ہے مگر یہاں اس کو ایک مستقل ماخذ کے طور پر ذکر کرنے کے مقصد یہ ہے کہ قرآن کریم کے اسرار ومعارف ایک

Maktaba Tul Ishaat.com Scanned with CamScanner

لامتناہی سمندر کی حیثیت رکھتے ہیں۔ مذکورہ ماخذ کے ذریعے اُس کے مضامین کو بقدرِ ضرورت تو سمجھا جا چکا ہے مگر جہاں تک اس کے اسرار، حکمت و حقائق و معارف کا تعلق ہے اُن کے بارے میں کبھی بھی یہ نہیں کہا جا سکتا کہ ان کی انتہاء ہو گئی ہے۔ مگر عقل و فہم سے مستنبط کئے ہوئے وہی اسرار معتبر ہیں جو دوسرے شرعی اصول اور مذکورہ پانچ ماخذ سے متصادم نہ ہوں اور اگر اصولِ شرعیہ کو توڑ کر کوئی عقلی نکتہ بیان کیا جائے تو اس کی دین میں کوئی قدر و قیمت نہیں ہے۔

② علم تفسیر کے ناقابلِ اعتبار ماخذ کی تشریح: تفسیرِ قرآن کے غیر معتبر و ناقابلِ اعتبار ماخذ کی متعدد اقسام ہیں۔

① اسرائیلی روایات: یعنی وہ روایات جو یہودیوں یا عیسائیوں سے ہم تک پہنچی ہیں، ان میں سے بعض براہِ راست بائبل، تالمود، مدراش اور ان کی شروح سے لی گئی ہیں اور بعض وہ ہیں جو اہلِ کتاب سے سینہ بہ سینہ منتقل ہو کر ہم تک پہنچی ہیں۔ تفسیر کی مروجہ کتابوں میں ایسی روایات کی بہت بڑی تعداد موجود ہے۔ حافظ ابن کثیرؒ نے ایسی روایات کی علیحدہ علیحدہ تین اقسام اور اُن کا حکم بیان کیا ہے۔

۱..... وہ اسرائیلی روایات جن کی تصدیق دوسرے خارجی دلائل سے ہو چکی ہو مثلاً فرعون کا غرق ہونا، حضرت موسیٰ علیہ السلام کا جادوگروں سے مقابلہ اور طور پہاڑ پر جانا۔ ایسی روایات قابلِ اعتبار ہیں اس لئے کہ قرآن کریم یا صحیح احادیث نے ان کی تصدیق کی ہے۔

۲..... وہ اسرائیلی روایات جن کا جھوٹا اور غلط ہونا خارجی دلائل سے ثابت ہو چکا ہو مثلاً یہ روایت کہ نعوذ باللہ حضرت سلیمان علیہ السلام آخری عمر میں بت پرستی میں مبتلا ہو گئے تھے۔ یہ روایات قطعاً باطل ہیں قرآن کریم نے صراحتاً اس کی تردید فرمائی ہے۔

۳..... وہ اسرائیلی روایات جن کی خارجی دلائل سے تصدیق و تکذیب نہیں ہو سکی۔ مثلاً تورات کے احکام وغیرہ ایسی روایات کے بارے میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ نہ ہی اُن کی تصدیق کرو اور نہ ہی اُن کی تکذیب کرو۔ ایسی روایات کو بیان کرنا تو جائز ہے لیکن نہ اُن پر کسی دینی مسئلہ کی بنیاد رکھی جا سکتی ہے اور نہ اُن کی تصدیق و تکذیب کی جا سکتی ہے۔

② صوفیاء کرام کی تفسیریں: صوفیاء کرام سے قرآن کریم کی آیات کے تحت کچھ ایسی باتیں منقول ہیں جو بظاہر تفسیر معلوم ہوتی ہیں مگر وہ آیت کے ظاہری اور منقول معنی کے خلاف ہوتی ہیں مثلاً قرآن کریم کی آیت **قاتلوا الذین یلونکم من الکفار** (قتال کرو اُن کافروں سے جو تم سے متصل ہیں) کی تفسیر بعض صوفیاء نے **قاتلوا النفس فانها تلی الانسان** (نفس سے قتال کرو اس لئے کہ وہ انسان سے سب سے زیادہ متصل ہے)۔ اس قسم کے جملوں کو بعض حضرات نے تفسیر سمجھ لیا حالانکہ یہ درحقیقت تفسیر نہیں بلکہ یہ اُن کے اپنے وجدانی استنباط ہوتے ہیں جو اُس آیت کی تلاوت کے وقت اُن کے قلوب پر وارد ہوتے ہیں۔ صوفیاء کے اس قسم کے اقوال کے متعلق درج ذیل امور کا لحاظ رکھیں۔

۱..... ان اقوال کو قرآن کریم کی تفسیر قرار نہ دیا جائے بلکہ یہ اعتقاد رکھا جائے کہ اصل تفسیر وہی ہے جو اصل ماخذ سے سمجھ میں آتی ہے، یہ اقوال محض وجدانی استنباط کی حیثیت رکھتے ہیں لہٰذا ان اقوال کو تفسیر سمجھنا گمراہی ہے۔

۲..... ان اقوال میں بھی صرف وہی اقوال درست سمجھے جائیں گے جن سے قرآن کریم کے کسی آیت کے ظاہری مفہوم یا شریعت کے کسی مسلم اصول کی نفی نہ ہوتی ہو۔ اگر ان وجدانیات سے دین کے مسلم اصول و قواعد کی خلاف ورزی کی جائے تو صریح الحاد ہے۔

۳..... یہ وجدانیات اُس وقت معتبر ہیں جب یہ قرآن کریم کی تحریف کی حد تک نہ پہنچتے ہوں اگر قرآن کریم کے الفاظ کو توڑ مروڑ کر کوئی بات کہی جائے تو وہ بھی الحاد اور گمراہی ہے۔

۴..... قدیم زمانے میں باطنیہ نامی ملحدوں کے ایک فرقے کا دعویٰ تھا کہ قرآن کریم سے ظاہری طور پر جو مطلب سمجھ میں آتا ہے وہ حقیقت میں اللہ تعالیٰ کی مراد نہیں بلکہ ہر لفظ سے ایک باطنی مفہوم کی طرف اشارہ ہے اور وہی قرآن کریم کی اصل تفسیر ہے۔ یہ اعتقاد باجماع امت کفر والحاد ہے۔ مذکورہ چار امور کی رعایت کرتے ہوئے صوفیاء کے اقوال کا مطالعہ کیا جاسکتا ہے۔

⑤ تفسیر بالرائے: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا من تکلم فی القرآن برایه فاصاب فقد اخطأ (جو شخص قرآن کریم کے بارے میں اپنی رائے سے کچھ گفتگو کرے اگر وہ صحیح بات بھی ہو تب بھی اس نے غلطی کی)۔ جمہور علماء متفق ہیں کہ خود قرآن وسنت کے دیگر دلائل کی روشنی میں اس حدیث کا منشاء ہرگز یہ نہیں کہ قرآن کریم کے معاملہ میں غور وفکر اور عقل ورائے کو بالکل استعمال نہ کیا جائے بلکہ اس کا اصل منشاء یہ ہے کہ تفسیر کے لئے جو اصول اجماعی طور پر طے شدہ ہیں ان کو نظر انداز کر کے جو تفسیر محض رائے کی بنیاد پر کی جائے گی وہ ناجائز ہوگی اگر اس طرح تفسیر کے معاملے میں دخل دے کر کوئی شخص اتفاقاً کسی صحیح نتیجہ پر بھی پہنچ جائے تب بھی وہ خطاء کار ہی ہے کیونکہ اس نے راستہ غلط اختیار کیا ہے۔

اصول تفسیر کو نظر انداز کرنے کی بہت سی صورتیں ہیں۔ (۱) جو شخص تفسیر کے بارے میں گفتگو کرنے کی اہلیت نہیں رکھتا وہ محض اپنی رائے کے بل بوتے پر تفسیر شروع کردے۔ (۲) کسی آیت کی کوئی تفسیر صراحتاً آپ ﷺ یا صحابہ وتابعین سے ثابت ہو اور وہ اسے نظر انداز کر کے محض اپنی عقل سے کوئی معنی بیان کرے۔ (۳) جن آیات میں صحابہ وتابعین سے کوئی شرعی تفصیل منقول نہیں ان میں لغت وزبان وادب کے اصولوں کو پامال کر کے کوئی تفریع کرے۔ (۴) قرآن وسنت سے براہ راست احکام وقوانین مستنبط کرنے کیلئے اجتہاد کی اہلیت نہ رکھتے ہوئے اجتہاد شروع کردے۔ (۵) قرآن کریم کی قطعی آیات کی وثوق اور یقین کے ساتھ کوئی تفسیر بیان کرے اور اس پر اصرار کرے۔ (۶) قرآن کریم کی ایسی تفسیر بیان کرے جس سے اسلام کے دوسرے مسلم وطے شدہ عقائد واحکام مجروح ہوتے ہوں۔ (۷) تفسیر کے معاملہ میں جہاں عقل وفکر کا استعمال جائز ہے وہاں کسی قطعی دلیل کے بغیر اپنی ذاتی رائے کو یقینی طور پر درست اور دیگر مجتہدین کی رائے کو باطل قرار دے۔ یہ تمام صورتیں اس تفسیر بالرائے کی ہیں جن سے حدیث میں منع کیا گیا ہے اور ارشاد نبوی ہے من قال فی القرآن بغیر علم فلیتبوأ مقعده من النار (جو شخص قرآن کریم کے معاملہ میں علم کے بغیر کوئی بات کہے تو وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے)۔

﴿یا رب صل وسلم دائما ابدا..... علی حبیبک خیر الخلق کلهم﴾

Maktaba Tul Ishaat.com Scanned with CamScanner

﴿الورقة الاولیٰ: فی التفسیر﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ۱۴۴۱ھ

السؤال الاول ..... مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِي اسْتَوْقَدَ نَارًا فَلَمَّا أَضَاءَتْ مَا حَوْلَهُ ذَهَبَ اللَّهُ بِنُورِهِمْ وَتَرَكَهُمْ فِي ظُلُمَاتٍ لَّا يُبْصِرُونَ ۝ صُمٌّ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَرْجِعُونَ ۝ أَوْ كَصَيِّبٍ مِّنَ السَّمَاءِ فِيهِ ظُلُمَاتٌ وَرَعْدٌ وَبَرْقٌ يَجْعَلُونَ أَصَابِعَهُمْ فِي آذَانِهِم مِّنَ الصَّوَاعِقِ حَذَرَ الْمَوْتِ وَاللَّهُ مُحِيطٌ بِالْكَافِرِينَ ۝ يَكَادُ الْبَرْقُ يَخْطَفُ أَبْصَارَهُمْ كُلَّمَا أَضَاءَ لَهُم مَّشَوْا فِيهِ وَإِذَا أَظْلَمَ عَلَيْهِمْ قَامُوا وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَذَهَبَ بِسَمْعِهِمْ وَأَبْصَارِهِمْ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝ (پ۱۔ بقرہ: ۱۷ تا ۲۰)

آیات کا ترجمہ کریں۔ آیات میں مذکور مثال کی وضاحت کریں۔ حذر الموت منصوب کیوں ہے؟ مخطوط کلمات کی صرفی تحقیق کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے: ① آیات کا ترجمہ ② مثال کی وضاحت ③ حذر الموت کے نصب کی وجہ ④ کلمات مخطوط کی صرفی تحقیق۔

الجواب ..... ① آیات کا ترجمہ: ان کی مثال اس شخص کی طرح ہے جس نے ایک آگ روشن کی، پھر جب اس آگ نے اردگرد کا ماحول روشن کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کا نور سلب کر لیا اور ان کو اندھیروں میں چھوڑ دیا کہ ان کو کچھ بھی سجھائی (دکھائی) نہیں دیتا۔ وہ بہرے گونگے و اندھے ہیں، چنانچہ وہ واپس نہ آئیں گے۔ یا وہ لوگ آسمان سے برستی بارش کی مثل ہیں جس میں تاریکیاں بھی ہوں اور گرج و چمک بھی ہو وہ کڑکوں کی آواز پر موت کے خوف سے اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں ڈال لیتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ کافروں کا احاطہ کرنے والے ہیں۔ قریب ہے کہ بجلی ان کی آنکھوں کو اچک لے، جب بھی بجلی ان کیلئے روشنی کرتی ہے تو وہ اس میں چل پڑتے ہیں اور جب وہ ان پر تاریکی کرتی ہے تو کھڑے رہ جاتے ہیں، اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ان کے سننے اور دیکھنے کی طاقت چھین لیتا، بیشک اللہ ہر چیز پر قادر ہے

② مثال کی وضاحت: ان آیات میں منافقین کے معاملہ کو دو مثالوں کے ذریعہ واضح کیا گیا ہے ① ان منافقین کے نور ہدایت کے بدلہ میں ظلمات و ضلالت کو خرید کر خسارہ اٹھانے کی مثال اس شخص کی طرح ہے جس نے آگ روشن کی پس جب آگ نے اس کے آس پاس کو خوب روشن کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی روشنی کو سلب فرما لیا اور ان کو ایسی تاریکیوں میں چھوڑ دیا کہ کچھ نہیں دیکھتے، اسی طرح اللہ تعالیٰ کے حکم سے آپ ﷺ نے اسلام کی مشعل کو روشن کیا جس کی وجہ سے حق و باطل اور ہدایت و ضلالت خوب واضح اور روشن ہو گئے اور تمام مخلوق نے اس میں راہ پائی لیکن منافق اس وقت اندھے ہو گئے اللہ تعالیٰ نے ان کے نور نظرت اور نور بصیرت کو سلب فرما لیا۔ آفتاب نبوت و ہدایت نے اگرچہ تمام عالم کو روشن اور منور کر دیا مگر جب تک آنکھ میں نور اور بینائی نہ ہو تو آفتاب کی روشنی کیا کام آوے گی، کاش کہ نرے اندھے ہوتے تب بھی غنیمت تھا کیونکہ اندھا کسی کو پکار کر اس کی بات سن سکتا ہے مگر جب بہرا اور گونگا بھی ہو تو پھر راہ پر آنے کی کوئی امید نہیں، نابینا ہونے کی وجہ سے دیکھ نہیں سکتا، بہرا ہونے کی وجہ سے کسی کی نصیحت بھی نہیں سن سکتا اور گونگا ہونے کی وجہ سے کسی سے کچھ پوچھ بھی نہیں سکتا۔ اسی طرح منافقوں کو نہ عقل کی آنکھ ہے کہ جس سے خود سیدھا اور غلط راستہ پہچانیں اور دیکھ سکیں اور نہ مرشد اور کسی اللہ والے کی طرف رجوع ہے کہ وہ ان کی دستگیری کرے اور ان کا راہنما بنا جائے اور نہ خود حق کی طرف کان لگاتے ہیں، پھر ایسے شخص کی راستہ پر آنے کی کیسے امید ہو؟۔

Scanned with CamScanner

یا جیسے کوئی شخص ظلمت اور تاریکی میں تھا اس نے آگ سلگائی اس کی روشنی سے آس پاس کی تمام چیزیں نظر آنے لگیں اور جو چیزیں بچنے کے قابل تھیں وہ اس کو معلوم ہو گئیں، یکایک وہ آگ بجھ گئی اور راستہ کے کانٹے اس کی نگاہ سے اوجھل ہو گئے، اب وہ حیران اور سرگرداں ہے کہ کس چیز سے بچے اور کس چیز سے نہ بچے۔ اسی طرح یہ منافقین پہلے سے کفر اور شرک کی ظلمتوں اور تاریکیوں میں تھے کہ اسلام لے آئے جس کی وجہ سے حلال وحرام خیر اور شر سب معلوم ہو گیا اور یہ سمجھ گئے کہ کس چیز سے بچیں اور کس چیز سے نہ بچیں، اسی حالت میں یہ منافق ہو گئے اور مثل سابق پھر ظلمات کفر میں جا پھنسے، اب ان کو حلال وحرام، خیر وشر کی کوئی تمیز نہیں۔

② ان منافقین کی مثال گمراہی کو ہدایت کے بدلہ خرید کر خسارہ اٹھانے میں ایسے ہے جیسے آسمان سے زوردار پانی پڑ رہا ہو اس میں اندھیرے اور گرج اور بجلی ہو، جو لوگ اس بارش میں چل رہے ہیں خوف کی وجہ سے ان کی یہ حالت ہے کہ انگلیوں کے پورے نہیں بلکہ پوری انگلیاں اپنے کانوں کے انتہائی سوراخ تک پہنچا دینا چاہتے ہیں۔ ہولناک آواز کی وجہ سے موت کے ڈر سے اور اس خوف کی شدت میں یہ بھی نہیں سمجھتے کہ اللہ تو کافروں کا احاطہ کرنے والا ہے، کانوں میں انگلیاں دینا اس کے عذاب سے کسی طرح نہیں بچا سکتا، قریب ہے کہ بجلی ان کی آنکھیں اچک لے، جب وہ برق ان کے لیے چمکتی ہے تو اس کی روشنی میں وہ چلنے لگتے ہیں اور جب ان پر اندھیرا چھا جاتا ہے تو حیران کھڑے رہ جاتے ہیں۔ یعنی دین اسلام بمنزل باران رحمت کے ہے جو مردہ دلوں کے لئے آب حیات سے کہیں بڑھ کر ہے اور سراسر رحمت ہی رحمت اور نعمت ہی نعمت ہے۔ مگر ابتدا میں کچھ سختی اور تنگی ہے جیسے بارش رحمت ہی رحمت ہے اور مردہ زمین کی حیات اور زندگی ہے مگر اول میں کچھ کڑک اور بجلی بھی ہے۔ منافق اول کی سختی سے ڈر گئے اور وہ برائے نام مصائب جو حقیقت میں ان کے تزکیہ نفس کے لیے تھیں ان سے گھبرا گئے اور جس طرح بجلی کی چمک سے روشنی پیدا ہو کر راستہ نظر آجاتا ہے اور بادل کی کڑک سے دل کانپ جاتا ہے۔ یہ منافق جب دنیوی منافع (جیسے جان ومال کی حفاظت، مال غنیمت میں سے حصہ ملنا) ان منافع پر نظر کرتا ہے تو اسلام کی طرف جھک جاتا ہے اور مثلاً جب جہاد کی سختی پر نظر کرتا ہے تو پھر اسلام سے بدک جاتا ہے بہرحال جس طرح بجلی میں کبھی روشنی اور اجالا اور کبھی تاریکی اور اندھیرا ہے اسی طرح منافق کے دل میں کبھی اقرار ہے اور کبھی انکار ہے۔ (معارف القرآن کاندھلوی)

حذر الموت کے نصب کی وجہ: یہ کلمات یجعلون فعل کا مفعول لہ ہونے کی وجہ سے منصوب ہیں۔

کلمات مخلوطہ کی صرفی تحقیق: صَيِّبٌ: یہ اسم ہے بمعنی بارش والا بادل۔ مصدر صَوْبًا، مَصَابًا (نصر۔اجوف) بارش ہونا۔

مُحِيطٌ: صیغہ واحد مذکر بحث اسم فاعل از مصدر اِحَاطَةٌ (افعال۔اجوف) بمعنی گھیرنا واحاطہ کرنا۔

مَشَوْا: صیغہ جمع مذکر غائب فعل ماضی معلوم از مصدر مَشْيًا (ضرب۔ناقص) بمعنی چلنا۔

[الجزء الثالث] ..... وَإِذْ قَالَ إِبْرٰهِمُ رَبِّ أَرِنِي كَيْفَ تُحْيِ الْمَوْتٰى قَالَ أَوَلَمْ تُؤْمِنْ قَالَ بَلٰى وَلٰكِنْ لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِي قَالَ فَخُذْ أَرْبَعَةً مِّنَ الطَّيْرِ فَصُرْهُنَّ إِلَيْكَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰى كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ يَأْتِيْنَكَ سَعْيًا وَاعْلَمْ أَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ

آیات کا ترجمہ کریں۔ قدرت الٰہی پر یقین رکھنے کے باوجود ابراہیم علیہ السلام نے مذکورہ سوال کیوں کیا؟ سوال موت کے بعد زندہ کرنے کی کیفیت کے متعلق تھا اسکے جواب میں اولم تؤمن کیوں فرمایا؟ خط کشیدہ کلمات کی صرفی تحقیق کریں۔ (بقرہ: ۲۶۰)

﴿خلاصہ سوال﴾ ..... اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے: ① آیات کا ترجمہ ② حضرت ابراہیم کے احیاء موتی کا سوال کرنے کی وجہ ③ احیاء کی کیفیت کے جواب میں اولم تؤمن کہنے کی وجہ ④ کلمات مخلوطہ کی صرفی تحقیق۔

Maktaba Tul Ishaat.com Scanned with CamScanner

الجواب ..... ① آیات کا ترجمہ:۔ اور یاد کرو جب کہا ابراہیم علیہ السلام نے اے میرے پروردگار! دکھلا مجھے کہ تو مردوں کو کیسے زندہ کرے گا؟ فرمایا کیا تجھے یقین نہیں؟ کہا کیوں نہیں، لیکن اس واسطے چاہتا ہوں کہ میرے دل کو تسکین ہو جائے، فرمایا کہ تو چار پرندے لے پھر ان کو اپنے ساتھ مانوس کر، پھر (ذبح کے بعد) ہر پہاڑ پر ان کا ایک ایک ٹکڑا رکھ دے پھر ان کو بلا، وہ سب تیرے پاس دوڑتے ہوئے چلے آئیں گے اور جان لے کہ بیشک اللہ زبردست (قوت وغلبہ والا) ہے حکمت والا ہے۔

② حضرت ابراہیم کے احیاء موتی کا سوال کرنے کی وجہ:۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا سوال کسی شک وشبہ کی بنا پر تھا ہی نہیں بلکہ سوال کا منشاء صرف یہ تھا کہ حق تعالیٰ قیامت میں مردوں کو زندہ کریں گے ان کی قدرت کاملہ سے یہ کسی طرح بھی مستبعد یا حیرت انگیز نہیں بلکہ یقینی ہے لیکن مردہ کو زندہ کرنے کا کام انسان کی طاقت سے باہر ہے اس نے کبھی کسی مردہ کو زندہ ہوتے ہوئے دیکھا نہیں اور مردہ کو زندہ کرنے کی کیفیات اور صورتیں مختلف ہو سکتی ہیں انسان کی فطرت ہے کہ جو چیز اس کے مشاہدہ میں نہ ہو اس کی کیفیات کی کھوج لگانے کی فکر میں رہتا ہے اس کا خیال مختلف راہوں پر چلتا ہے، جس میں ذہنی انتشار کی تکلیف بھی برداشت کرتا ہے اس ذہنی انتشار کو رفع کر کے قلب کو سکون مل جانے ہی کا نام اطمینان ہے اسی کیلئے حضرت ابراہیم نے یہ درخواست کی تھی۔

③ احیاء کی کیفیت کے جواب میں اولم تؤمن کہنے کی وجہ:۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کا سوال زندہ کرنے کی کیفیت سے متعلق تھا اصل حیات بعد الموت میں کوئی شک وشبہ نہ تھا تو پھر ارشاد ربانی اولم تؤمن (کیا آپ کو یقین نہیں؟) فرمانے کا کوئی موقع نہیں رہتا؟ جواب یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس سوال کا ایک مفہوم تو یہی ہے کہ اصل واقعہ میں کوئی شک نہیں مگر زندہ کرنے کی کیفیت دریافت کرنا منظور ہے۔ اسی سوال کا ایک دوسرا مفہوم بھی ہو سکتا ہے جو اصل قدرت میں شبہ یا انکار سے پیدا ہوا کرتا ہے جیسے آپ کسی بوجھ کے متعلق یہ یقین رکھتے ہیں کہ فلاں آدمی اس کو نہیں اٹھا سکتا اور آپ اس کا عاجز ہونا ظاہر کرنے کے لئے کہیں کہ دیکھیں تم کیسے اس بوجھ کو اٹھاتے ہو چونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سوال کا یہ غلط مفہوم بھی کوئی لے سکتا تھا اسلئے حق تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اس غلط بات سے بری ثابت کرنے کیلئے ہی یہ ارشاد فرمایا اولم تؤمن؟ تاکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اس کے جواب میں بلیٰ فرما کر معترضین کی زد سے نکل جائیں۔ (معارف القرآن)

④ کلمات مخطوط کی صرفی تحقیق:۔ اٰوٖ: صیغہ واحد مذکر حاضر فعل امر حاضر معروف از مصدر اِیْوَائٌ (افعال۔ مہموز ناقص) بمعنی رکھنا۔

لِیَطْمَئِنَّ: صیغہ واحد مذکر غائب فعل مضارع معلوم از مصدر اِطْمِئْنَانًا (افعلال۔ مہموز) بمعنی مطمئن ہونا۔ قرار پکڑنا۔

صُرْهُنَّ: صیغہ واحد مذکر حاضر فعل امر حاضر معروف از مصدر صَوْرًا (نصر۔ اجوف) بمعنی مائل کرنا۔ جھکانا۔

یَاْتِیْنَ: صیغہ جمع مؤنث غائب فعل مضارع معلوم از مصدر اِتْیَانًا (ضرب۔ مہموز ناقص) بمعنی آنا۔

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۴۱ھ

السوال الثانی ..... اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَآئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَنُدْخِلْكُمْ مُّدْخَلًا كَرِيْمًا ۝ وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوْا ؕ وَلِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ ؕ وَسْـَٔلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا ۝ (النساء: ۳۱، ۳۲)

Scanned with CamScanner

آیات کا ترجمہ کریں۔ صغائر و کبائر کی تعریف کریں۔ کیا صغیرہ و کبیرہ دونوں گناہ نیک اعمال سے معاف ہو جاتے ہیں؟ یا ان میں کوئی فرق ہے؟ ۔ دوسری آیت کا شانِ نزول بیان کریں۔

﴿ خلاصۂ سوال ﴾ ..... اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے: ① آیات کا ترجمہ ② صغائر و کبائر کی تعریف ③ صغائر و کبائر میں معافی کا فرق ④ دوسری آیت کا شانِ نزول ۔

الجواب ..... ① آیات کا ترجمہ:۔ اگر تم ان بڑے بڑے گناہوں سے بچتے رہو جن سے تمہیں منع کیا گیا ہے تو ہم تمہارے چھوٹی کوتاہیاں وخطائیں خود ہی معاف کر دیں گے اور تمہیں ایک باعزت جگہ داخل کریں گے۔ اور جس چیز میں اللہ نے تمہیں ایک کو دوسرے پر بڑائی وفوقیت دی ہے اس کی تمنا نہ کرو، مردوں جو کمائی کریں گے ان کو اس میں سے حصہ ملے گا اور عورتوں کو اپنی کمائی میں سے حصہ ملے گا اور اللہ سے اس کا فضل مانگا کرو بیشک اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔

② صغائر و کبائر کی تعریف:۔ گناہ کبیرہ کی تعیین اور تعارف میں مختلف روایات ہیں:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ کبائر کی تعداد نو ہے: ① اشراک باللہ ② قتل النفس بغیر حق خواہ دوسرے نفس کا ہو یا اپنے نفس کا قتل ہو جس کو خودکشی کہتے ہیں ③ مؤمنہ آزاد عاقلہ بالغہ پر زنا کی تہمت لگانا ④ زنا کرنا ⑤ میدان جنگ میں کفار کے مقابلہ سے بھاگنا ⑥ کسی پر جادو کرنا ⑦ یتیم کا مال ناحق طریقہ سے کھانا ⑧ جائز امور میں مسلمان والدین کی نافرمانی کرنا ⑨ حدود حرم میں گناہ کرنا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ان نو پر سود کھانے کا اضافہ کیا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان میں چوری کرنے اور شراب پینے کا اضافہ کیا ہے۔

بعض حضرات نے ان میں ① لواطت ② جھوٹی گواہی ③ جھوٹی قسم ④ ڈاکہ ڈالنا ⑤ غیبت ⑥ جوا بازی کو بھی شامل کیا ہے تو کل تعداد اٹھارہ ہو گئی۔ بعض نے کہا ہے کہ ہر وہ گناہ جو مذکورہ بالا گناہوں میں سے کسی ایک کے برابر ہو یا اس سے زیادہ ہو کبیرہ ہے۔ بعض نے کہا کہ ہر وہ گناہ جس پر خصوصیت سے شارع کی طرف سے دھمکی وارد ہوئی ہو وہ کبیرہ ہے مثلاً جانداروں کی تصویر بنانا۔ بعض حضرات نے کہا کہ ہر وہ معصیت جس پر معمولی سمجھ کر اصرار ہو وہ کبیرہ ہے اور جس سے استغفار کر لے وہ صغیرہ ہے۔

صاحب کتاب کہتے ہیں کہ حق بات یہ ہے کہ یہ دونوں اضافی اسم ہیں ان کی بذاتہ کوئی تعریف نہیں بلکہ ہر گناہ اپنے ماتحت گناہ کی طرف نسبت کرتے ہوئے کبیرہ ہے اور ہر گناہ اپنے مافوق گناہ کی طرف نسبت کرتے ہوئے صغیرہ ہے۔ (بیان القرآن مدرج ۲ ص ۱۱۲)

③ صغائر و کبائر میں معافی کا فرق:۔ صغائر توبہ کے بغیر بھی معاف ہو جاتے ہیں، وضو، نماز وغیرہ اعمال صالحہ کے ذریعہ گناہوں کا کفارہ ہونا جو روایات حدیث میں مذکور ہے اس سے مراد صغیرہ گناہ ہیں اور کبیرہ گناہ توبہ کے بغیر معاف نہیں ہوتے اور صغیرہ کی یہ شرط ہے کہ آدمی ہمت اور کوشش کر کے کبیرہ گناہوں سے بچ گیا ہو، معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص کبیرہ گناہوں میں مبتلا رہتے ہوئے وضو اور نماز ادا کرتا رہے تو محض وضو نماز یا دوسرے اعمال صالحہ سے اس کے صغیرہ گناہوں کا بھی کفارہ نہیں ہوگا اور کبیرہ تو اپنی جگہ ہیں ہی اسلئے کبیرہ گناہوں کا ایک بہت بڑا ضرر خود ان گناہوں کا وجود ہے جس پر قرآن وحدیث کی شدید وعیدیں آئی ہیں اور وہ بغیر سچی توبہ کے معاف نہیں ہوتے، اس کے علاوہ دوسری تحریری یہ بھی ہے کہ ان کی وجہ سے چھوٹے گناہ بھی معاف نہیں ہوں گے

Maktaba Tul Ishaat.com Scanned with CamScanner

اور یہ شخص محشر میں کبائر وصغائر کے بوجھ میں لدا حاضر ہوگا اور کوئی اس وقت اس کا بوجھ ہلکا نہ کرسکے گا۔ (معارف القرآن)

② دوسری آیت کا شانِ نزول:۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے ایک دفعہ حضور اکرم ﷺ سے عرض کیا کہ ہمیں آدھی میراث ملتی ہے اور بھی ہم میں اور مردوں میں فلاں فلاں فرق ہیں، مقصد اعتراض کرنا نہیں تھا بلکہ ان کی تمنا تھی کہ اگر ہم لوگ بھی مرد ہوتے تو مردوں کے فضائل ہمیں بھی حاصل ہو جاتے، بعض عورتوں نے یہ تمنا کی کہ کاش ہم مرد ہوتے تو مردوں کی طرح جہاد میں حصہ لیتے اور جہاد کی فضیلت ہمیں بھی حاصل ہو جاتی، ایک عورت نے عرض کیا مرد کو میراث میں دوگنا حصہ ملتا ہے اور عورت کی شہادت بھی مرد سے نصف ہے تو کیا عبادت اور اعمال میں بھی ہمیں نصف ہی ثواب ملے گا؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی جس میں دونوں قولوں کا جواب دیا گیا ہے، حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے قول کا جواب لاتتمنوا سے دیا گیا اور اس عورت کے قول کا جواب للرجال نصیب سے دیا گیا۔ (ابنا)

السوال الثانی ..... يَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَآ اُحِلَّ لَهُمْ ۭ قُلْ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ ۙ وَمَا عَلَّمْتُمْ مِّنَ الْجَوَارِحِ مُكَلِّبِيْنَ تُعَلِّمُوْنَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَكُمُ اللّٰهُ ۡ فَكُلُوْا مِمَّآ اَمْسَكْنَ عَلَيْكُمْ وَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ ۠ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ۝ (المائدہ:۴)

آیت کا ترجمہ کریں۔ شکاری کتے و باز کے ذریعہ شکار حلال ہونے کی شرائط تحریر کریں۔ واذکروا اسم اللہ علیہ فرمانے کی حکمت ذکر کیجئے۔ الطیبات سے کیا مراد ہے؟

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے: ① آیت کا ترجمہ ② شکاری کتے و باز کے ذریعہ شکار حلال ہونے کی شرائط ③ واذکروا اسم اللہ علیہ فرمانے کی حکمت ④ الطیبات کی مراد۔

الجواب ..... ① و ② آیت کا ترجمہ و شکار کی شرائط:۔ کما مرّ فی الشق الثانی من السوال الثانی ۱۴۴۰ھ

③ واذکروا اسم اللہ علیہ فرمانے کی حکمت:۔ اس جملہ و شرط کو ذکر کرنے میں حکمت یہ ہے کہ جانور کو ذبح کرتے وقت بسم اللہ پڑھنا ضروری ہے، لہٰذا اگر کتے کو چھوڑتے وقت بسم اللہ پڑھ لی جائے گی تو تمہارے پاس پہنچنے سے پہلے ہی وہ شکار دم توڑ گیا تب بھی وہ حلال ہی ہوگا، وگرنہ اس پر بسم اللہ پڑھنا اور اسکو ذبح کرنا ضروری ہے۔

④ الطیبات کی مراد:۔ لغت میں طیبات صاف ستھری اور مرغوب چیزوں کو کہا جاتا ہے اور اس کے بالمقابل خبائث گندی اور قابل نفرت چیزوں کیلئے بولا جاتا ہے۔ اسلئے آیت کے اس جملہ نے یہ بتلا دیا کہ جتنی چیزیں صاف ستھری مفید اور پاکیزہ ہیں وہ انسان کیلئے حلال کی گئیں اور جو گندی قابل نفرت اور مضر ہیں وہ حرام کی گئی ہیں۔

اب یہ بات کہ کونسی چیزیں طیبات یعنی صاف ستھری مفید اور مرغوب ہیں اور کون سی خبائث یعنی گندی، مضر اور قابل نفرت ہیں اس کا اصل فیصلہ طبائع سلیمہ کی رغبت و نفرت پر ہے، یہی وجہ ہے کہ جن جانوروں کو اسلام نے حرام قرار دیا ہے، ہر زمانہ کے سلیم الطبع انسان ان کو گندہ اور قابل نفرت سمجھتے رہے ہیں، جیسے مردار جانور، خون۔ البتہ بعض اوقات جاہلانہ رسوم طبیعت پر غالب آجاتی ہیں تو اچھے اور برے کی تمیز اٹھ جاتی ہے یا بعض چیزوں کا حبث کھل ہوتا ہے۔ ایسے معاملات میں انبیاء علیہم السلام کا فیصلہ سب کیلئے حجت ہے کیونکہ افراد انسانی میں سب سے زیادہ سلیم الطبع انسان انبیاء علیہم السلام ہیں جن کو حق تعالیٰ نے مخصوص طور پر فطرت سلیمہ سے نوازا اور ان کی تربیت کا خود تکفل فرمایا، ان کے گرد و پیش اپنے فرشتوں کا پہرہ لگایا جس سے ان کے قلب و دماغ اور اخلاق کسی غلط ماحول سے متاثر نہیں ہو سکتے، انہوں نے جن چیزوں کو خبائث قرار دیا وہ حقیقۃً خبائث ہیں اور جن کو طیبات سمجھا وہ حقیقۃً طیبات ہیں۔

Scanned with CamScanner

السوال الثالث ۱۴۴۱ھ

السؤال الاول ..... وَاخْتَارَ مُوْسٰى قَوْمَهٗ سَبْعِيْنَ رَجُلًا لِّمِيْقَاتِنَا فَلَمَّآ اَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ قَالَ رَبِّ لَوْ شِئْتَ اَهْلَكْتَهُمْ مِّنْ قَبْلُ وَاِيَّايَ اَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ السُّفَهَآءُ مِنَّا اِنْ هِيَ اِلَّا فِتْنَتُكَ تُضِلُّ بِهَا مَنْ تَشَآءُ وَتَهْدِيْ مَنْ تَشَآءُ اَنْتَ وَلِيُّنَا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الْغٰفِرِيْنَ ۝ (الاعراف: ۱۵۵)

آیات کا ترجمہ کریں۔ مذکورہ واقعہ تفصیل سے لکھیں۔ سورہ بقرہ میں رجفۃ کی جگہ صاعقۃ آیا ہے دونوں کا معنی لکھیں اور ظاہری تعارض دور کریں۔ ایتای ترکیب میں کیا واقع ہورہا ہے؟۔

﴿خلاصہ سوال﴾ ..... اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے: ① آیات کا ترجمہ ② واقعہ کی تفصیل ③ رجفۃ و صاعقۃ کا معنی اور رفع تعارض ④ ایتای کی ترکیب۔

الجواب ..... ① آیات کا ترجمہ:۔ اور موسیٰ علیہ السلام نے ہمارے مقرر وقت پر لانے کیلئے اپنی قوم میں سے ستر مرد منتخب کئے، پھر جب ان کو زلزلے نے پکڑا تو موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ اے میرے پروردگار! اگر آپ چاہتے تو ان کو اور مجھے پہلے ہی ہلاک کر دیتے، کیا ہم میں سے بعض بیوقوفوں کی حرکت کی وجہ سے آپ ہمیں ہلاک کر دیں گے؟ یہ سب آپ کی طرف سے آزمائش ہے، اس کے ذریعہ جس کو آپ چاہیں گمراہ کر دیں اور جس کو چاہیں ہدایت دیدیں، آپ ہی ہمارے نگہبان ہیں، پس آپ ہمیں بخش دیں اور ہم پر رحم فرمائیں اور آپ سب سے بہتر بخشنے والے ہیں۔

② واقعہ کی تفصیل:۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب اللہ تعالیٰ کی کتاب تورات لاکر بنی اسرائیل کو دی تو اپنی کجروی اور حیلہ جوئی کی وجہ سے کہنے لگے کہ ہمیں یہ کیسے یقین آئے کہ یہ اللہ تعالیٰ ہی کا کلام ہے، ممکن ہے آپ اپنی طرف سے لکھ لائے ہوں، ان کو اطمینان دلانے کے لئے موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی تو حق تعالیٰ کی طرف سے یہ ارشاد ہوا کہ اس قوم کے منتخب آدمیوں کو آپ کوہ طور پر لے آئیں تو ہم ان کو بھی خود اپنا کلام سنادیں گے جس سے ان کو یقین آجائے، موسیٰ علیہ السلام نے ان میں سے ستر آدمیوں کا انتخاب کیا اور کوہ طور پر لے گئے، جب وعدہ انہوں نے اپنے کانوں سے اللہ تعالیٰ کا کلام سن لیا، مگر جب یہ جہت بھی پوری ہوگئی تو کہنے لگے ہمیں کیا معلوم یہ آواز اللہ تعالیٰ ہی کی ہے یا کسی اور کی، ہم تو جب یقین کریں جب کھلم کھلا اللہ تعالیٰ کو دیکھ لیں، ان کا یہ سوال چونکہ ہٹ دھرمی اور جہالت پر مبنی تھا، اس پر غضب الٰہی متوجہ ہوا، ان کے نیچے سے زلزلہ آیا اور اوپر سے بجلی کی کڑک آئی جس سے یہ لوگ اپنے ہوش کر گئے جیسے مردے ہوتے ہیں خواہ حقیقی مرگئے ہوں یا ظاہر میں مردہ نظر آتے ہوں، حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس واقعہ سے سخت صدمہ پہنچا، اول تو اسلئے کہ یہ لوگ اپنی قوم کے منتخب لوگ تھے، دوم اسلئے کہ اب اپنی قوم میں جاکر کیا جواب دیں گے وہ یہ تہمت لگائیں گے کہ موسیٰ نے ان سب کو کہیں لے جاکر قتل کرادیا ہے اور اس تہمت کے بعد یہ بھی ظاہر ہے کہ یہ لوگ مجھے قتل کرادیں گے اسلئے اللہ جل شانہ سے عرض کیا کہ اے میرے پروردگار! میں جانتا ہوں کہ اس واقعہ سے آپ کا مقصود ان کو ہلاک کرنا نہیں کیونکہ اگر یہ مقصود ہوتا تو اسسے پہلے بہت سے واقعات تھے جن میں یہ ہلاک کئے جاسکتے تھے، فرعون کے ساتھ غرق کر دیئے جاتے یا گوسالہ پرستی کے وقت سب کے سامنے ہلاک کر دیئے جاتے اور آپ چاہتے تو مجھے بھی ان کے ساتھ ہلاک کر دیتے مگر آپ نے یہ نہیں ہوا

Maktaba Tul Ishaat.com Scanned with CamScanner

معلوم ہوا کہ اس وقت بھی ان کا ہلاک کرنا مقصود نہیں بلکہ سزا دینا اور تنبیہ کرنا مقصود ہے اور یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ آپ ہم سب کو چند بیوقوفوں کے عمل کی وجہ سے ہلاک کر دیں۔ (اس جگہ اپنے آپ کو ہلاک کرنا اسلئے ذکر کیا کہ ان سزا دینے والوں کی اس طرح کا ناجائز ہلاکت کا نتیجہ بھی تھا کہ موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کے ہاتھوں ہلاک کئے جائیں)۔

پھر عرض کیا کہ میں جانتا ہوں کہ یہ محض آپ کا امتحان ہے جس کے ذریعہ آپ بعض لوگوں کو گمراہ کر دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت و شکری کرنے لگیں اور بعض کو ہدایت پر قائم رکھتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی حکمتوں اور مصلحتوں کو سمجھ کر مطمئن ہو جاتے ہیں میں بھی آپ کے فضل سے آپ کے حکیم ہونے کا علم رکھتا ہوں لہذا اس امتحان میں مطمئن ہوں بلکہ آپ ہم پر مغفرت اور رحمت فرمایئے اور آپ سب معافی دینے والوں سے زیادہ معافی دینے والے ہیں اسلئے ان کی اس گستاخی کو بھی معاف کر دیجئے۔ چنانچہ وہ سب لوگ صحیح سالم اٹھ کھڑے ہوئے اور بعض مفسرین نے فرمایا کہ یہ ستر آدمی جن کا ذکر اس آیت میں ہے وہ نہیں جنہوں نے ارنا اللہ جھرۃ کی درخواست کی تھی اور صاعقہ کے ذریعہ ہلاک کئے گئے تھے بلکہ یہ وہ لوگ تھے جو خود تو گوسالہ پرستی میں شریک نہ تھے مگر قوم کو اس حرکت سے روکنے کی کوئی کوشش بھی نہ کی تھی اس کی سزا میں ان پر زلزلہ آیا اور بیہوش ہو گئے، واللہ اعلم۔ بہرحال یہ لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے زندہ ہو کر کھڑے ہو گئے۔ (معارف القرآن)

② **رجفة و صاعقة کا معنی اور رفع تعارض:**۔ سورۂ بقرہ میں اس جگہ صاعقہ کا لفظ آیا ہے اور یہاں رجفہ کا، صاعقہ کے معنی بجلی کی کڑک اور رجفہ کا معنی زلزلہ ہے، اس میں کوئی عداوت نہیں کہ دونوں چیزیں جمع ہو گئی ہوں۔ (ایضاً)

③ **ایای کی ترکیب:**۔ یہ اسم ضمیر پر معطوف ہو کر اَهْلَكْتَ کا مفعول ہے۔

الجواب الثاني ..... وَمِنْهُمْ مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ لَئِنْ اٰتٰىنَا مِنْ فَضْلِهٖ لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُوْنَنَّ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ فَلَمَّآ اٰتٰىهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ بَخِلُوْا بِهٖ وَتَوَلَّوْا وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ۝ فَاَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِيْ قُلُوْبِهِمْ اِلٰى يَوْمِ يَلْقَوْنَهٗ بِمَآ اَخْلَفُوا اللّٰهَ مَا وَعَدُوْهُ وَبِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ ۝ اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ سِرَّهُمْ وَنَجْوٰىهُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ۝ (التوبۃ: ۷۵ تا ۷۸)

آیات کا ترجمہ کریں۔ شانِ نزول لکھیں۔ فاعقبهم نفاقا في قلوبهم کا مفہوم واضح کیجئے۔ نفاقا منصوب کیوں ہے؟

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے: ① آیت کا ترجمہ ② آیات کا شانِ نزول ③ جملہ کا مفہوم ④ نفاقا کے نصب کی وجہ۔

الجواب ..... ① تا ② ترجمہ، شانِ نزول و مفہوم:۔ کما مرّ في الشق الثاني من السوال الثالث ۱۴۳۹ھ

③ **نفاقا کے نصب کی وجہ:**۔ یہ اَعْقَبَ فعل کا مفعول ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔

﴿الورقة الثانية : في الحديث (مشکوۃ اوّل)﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ۱۴۴۱ھ

السوال الاوّل ..... عن عمران بن حصين ان رجلين من مزينة قالا يارسول الله ارأيت ما يعمل الناس اليوم ويكدحون فيه ؟ اشيء قضي عليهم ومضى عليهم من قدر ما سبق او فيما يستقبلون به مما

آتاهم به نبيهم وثبتت الحجة عليهم ؟ فقال لا بل شيئ قضى عليهم ومضى فيهم وتصديق ذلك في كتابِ اللهِ عز وجل ونفس وما سوّاها فالهمها فجورها وتقواها۔ (باب الایمان بالقدر)

حدیث کا ترجمہ کریں۔ مسلمانوں کو تقدیر کے متعلق کیا عقیدہ رکھنا چاہئے ؟۔ آیت سے استدلال کی وضاحت کریں۔ آپ ﷺ کے ارشاد کل شيئ بقدر حتى العجز والكيس کی وضاحت کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے: ① حدیث کا ترجمہ ② مسلمانوں کا تقدیر کے متعلق عقیدہ ③ آیت سے استدلال کی وضاحت ④ آپ ﷺ کے ارشاد کی وضاحت۔

الجواب ..... ① حدیث کا ترجمہ:۔ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ قبیلہ مزینہ کے دو آدمی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا اے اللہ کے رسول! آپ اس بارے میں کیا فرماتے ہیں کہ لوگ آج کل کس بات پر عمل کرتے ہیں اور کس وجہ سے اس میں مشقت برداشت کرتے ہیں کیا یہ کوئی ایسی چیز ہے جس کے بارے میں حکم صادر ہو چکا ہے اور اس میں تقدیر جاری ہو چکی ہے یا یہ ان احکام کے مواقع عمل ہے جو احکام ان کے نبی لے کر آئے ہیں اور تبلیغ کی حجت ان پر قائم ہو چکی ہے ؟ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں بلکہ ان کا عمل اس چیز کے مطابق ہے جس کا فیصلہ ہو چکا ہے اور تقدیر اس میں جاری ہو چکی ہے اور اس کی تصدیق اللہ کی کتاب ونفس وما سوّاها فالهمها فجورها وتقواها (قسم ہے انسان کی اور جس نے اس کو بنایا اور اسے اس کی بدی اور نیکی کا الہام فرمایا) میں موجود ہے۔

② مسلمانوں کا تقدیر کے متعلق عقیدہ:۔ تقدیر پر ایمان لانا فرض اور لازم ہے یعنی وجود ایمان کیلئے یہ اعتقاد رکھنا ضروری ہے کہ بندوں کے تمام اعمال خواہ وہ نیک ہوں یا بد ان کے پیدا ہونے سے پہلے ہی لوح محفوظ میں لکھ دیئے گئے ہیں، بندہ سے جو عمل بھی سرزد ہوتا ہے وہ اللہ کے علم واندازہ کے مطابق ہوتا ہے، لیکن اللہ نے انسان کو عقل ودانش کی دولت سے نواز کر اس کے سامنے نیکی اور بدی دونوں راستے واضح کر دیئے ہیں اور ان پر چلنے کا اختیار دے دیا اور بتا دیا کہ اگر نیکی کے راستہ کو اختیار کرو گے تو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا باعث ہوگا جس پر جزا و انعام سے نوازے جاؤ گے اور اگر بدی کے راستہ کو اختیار کرو گے تو یہ اللہ کے غضب اور اس کی ناراضگی کا باعث ہوگا جس کی وجہ سے سزا اور عذاب کے مستحق گردانے جاؤ گے۔ اب اس واضح اور صاف ہدایت کے بعد جو آدمی نیکی و بھلائی کے راستہ کو اختیار کرتا ہے تو وہ از راہ فضل وکرم اللہ کی رحمت سے نوازا جائے گا اور اس پر اللہ کی جانب سے فلاح و سعادت کے دروازے کھول دیئے جائیں گے اور اگر کوئی عقل کا اندھا اپنے کسب واختیار سے برائی کے راستہ کو اختیار کرتا ہے تو وہ از راہ عدل سزا کا مستوجب ہوگا اور اسے عذاب وتباہی کے نار دوزخ میں پھینک دیا جائے گا۔ (توضیحات ۱:۲۹۳)

③ آیت سے استدلال کی وضاحت:۔ آیت میں اَلْهَمَ ماضی کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے، اس سے اشارہ ہے کہ تقوی و فجور تقدیر کے امور ماضی میں لکھا جا چکا ہے اور اس کا الہام بھی ماضی میں کیا جا چکا ہے۔

④ آپ ﷺ کے ارشاد کی وضاحت:۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہر چیز تقدیر پر موقوف ہے حتی کہ عجز اور کیاست بھی۔ عجز کا لغوی معنی ضعف ہے جو بمقابلہ قوت ہے اس صورت میں عجز اور

Maktaba Tul Ishaat.com Scanned with CamScanner

کیس (دانائی) میں تقابل درست نہیں ہے جبکہ عجز کا دوسرا معنی خیانت وحماقت بھی ہے اس معنی کے اعتبار سے عجز (بیوقوفی) اور کیس (دانائی) میں تقابل ہو جائے گا۔ مطلب یہ ہے کہ انسان کا بیوقوف وعقلمند ہونا بھی تقدیر میں لکھا ہوا ہے۔

نیز یہاں صنعت استخدام ہے، مطلب یہ ہے کہ پہلے لفظ میں ایک چیز کو قرینہ بنا کر دوسرے لفظ میں اس کو حذف کر دیں یا دوسرے لفظ میں ایک چیز کو قرینہ بنا کر پہلے لفظ میں اس کو حذف کر دیں چنانچہ یہاں بھی ایسے ہی ہے کہ پہلے لفظ میں عجز کو قرینہ بنا کر قوت کو حذف کر دیا اور دوسرے لفظ میں کیس کو قرینہ بنا کر غباوت کو حذف کر دیا۔ اب مطلب یہ ہے کہ انسان کا قوی اور عاجز وکمزور ہونا، بیوقوف وعقلمند ہونا بھی تقدیر میں لکھا ہوا ہے۔ (خیر الوضوح جدید ج ۱ ص ۱۵۸)

السؤال الثالث..... عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ قَالَ إِنْ عُمَرَ خَرَجَ فِيْ رَكْبٍ فِيْهِمْ عَمْرُو بْنُ الْعَاصِ حَتّٰى وَرَدُوْا حَوْضًا فَقَالَ عَمْرُو بْنُ الْعَاصِ يَاصَاحِبَ الْحَوْضِ، هَلْ تَرِدُ حَوْضَكَ السِّبَاعُ؟ فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ: يَاصَاحِبَ الْحَوْضِ: لَاتُخْبِرْنَا فَإِنَّا نَرِدُ عَلَى السِّبَاعِ وَتَرِدُ عَلَيْنَا. (باب احکام المیاہ)

حدیث کا ترجمہ کریں۔ درندوں کے جوٹھے کے بارے میں ائمہ کا اختلاف اور دلائل لکھیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حوض والے کو خبر دینے سے کیوں روکا؟ نیز فَإِنَّا نَرِدُ عَلَى السِّبَاعِ وَتَرِدُ عَلَيْنَا کا مطلب واضح کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾..... اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے: ① حدیث کا ترجمہ ② درندوں کے جوٹھے کے بارے میں ائمہ کا اختلاف مع دلائل ③ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حوض والے کو خبر دینے سے منع کرنے کی وجہ اور جملہ کا مطلب۔

الجواب..... ① حدیث کا ترجمہ:۔ حضرت یحییٰ بن عبدالرحمٰن سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ (کسی سفر میں) سواروں کے ساتھ نکلے اور ان میں حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ بھی تھے یہاں تک کہ انہوں نے کسی حوض پر پڑاؤ ڈالا، حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے حوض کے مالک سے کہا کہ اے حوض والے! کیا تیرے حوض پر درندے آتے ہیں؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (فوراً) کہا کہ اے حوض والے! ہمیں اس بات کی خبر واطلاع نہ دینا اسلئے کہ ہم درندوں پر آتے جاتے ہیں اور درندے ہم پر آتے جاتے ہیں۔

② درندوں کے جوٹھے کے بارے میں ائمہ کا اختلاف مع دلائل:۔ ہمارے نزدیک درندوں کا جھوٹا ناپاک ہے۔

پہلی دلیل: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مشہور حدیث ہے کہ انہوں نے حوض کے مالک سے کہا تھا کہ ہمیں اس حوض پر درندوں کی آمد کی خبر نہ دینا کیونکہ اگر ہمیں یہ خبر دی گئی تو ہم پر اس کا استعمال محذور ہو جائے گا کیونکہ آپ ﷺ نے ہمیں اس سے منع کیا ہے۔

دوسری دلیل: یہ ہے کہ درندوں کا گوشت ناپاک ہے اور لعاب بھی گوشت سے ہی پیدا ہوتا ہے لہٰذا وہ بھی ناپاک ہے

امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک کتے وخنزیر کے علاوہ تمام درندوں کا جھوٹا پاک ہے اور دلیل حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث ہے کہ آپ ﷺ سے ان حوضوں کے متعلق سوال کیا گیا جن پر درندے پانی پینے کے لئے آتے تھے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو انہوں نے اپنے پیٹوں میں لیا وہ ان کا ہے اور جو بچ گیا وہ ہمارے پینے کے لئے ہے اور پاک ہے۔

ہماری طرف سے پہلا جواب: یہ ہے کہ یہ حدیث ماء کثیر پر محمول ہے۔ دوسرا جواب: یہ ہے کہ درندوں کے جھوٹے پانی کے پاک ہونے کا حکم ابتداء اسلام میں ان کے گوشت کی تحریم سے پہلے تھا، پھر بعد میں منسوخ ہو گیا تھا۔

تیسرا جواب: یہ ہے کہ ان کا سوال بڑے حوضوں کے بارے میں تھا اور اسکے ہم بھی قائل ہیں کہ بڑا حوض ناپاک نہیں ہوتا۔

Scanned with CamScanner

چوتھا جواب: یہ ہے کہ سباع سے مراد سباع طیور ہیں اور سباع طیور کا جھوٹا پاک نہیں ہوتا۔ (خیر الفتح ج ۱ ص ۳۳۲)

② حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حوض والے کو خبر دینے سے منع کرنے کی وجہ اور جملہ کا مطلب:۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے حوض کے مالک! ہمیں اس بات کی اطلاع نہ دینا کیونکہ ہم اس بات کے مکلف نہیں ہیں، اگر ہم نے اس طرح کی تحقیق شروع کردی تو پھر ہم خواہ مخواہ کی تکلیف اور مشقت میں مبتلا ہو جائیں گے۔ ہم حالت سفر میں ہیں، اسلئے درندوں کی بات چھوڑ دیں کیونکہ درندے ہمارے پاس آتے جاتے ہیں اور ہم سواری اور گوشت وغیرہ کیلئے انکے پاس آتے جاتے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ مستعمل حال پانی میں اصل طہوریت ہے لہذا اس کو استعمال کرسکتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ قول بھی نقل کیا گیا ہے کہ انہوں نے اس موقع پر آپ ﷺ کا یہ قول بھی پیش کیا آپ ﷺ نے فرمایا کہ درندوں کیلئے وہ ہے جو انہوں نے اپنے پیٹوں میں لے لیا اور جو کچھ انہوں نے بچا دیا وہ ہمارے لئے پاک بھی ہے اور پینے کے قابل بھی ہے۔ (خیر الفتح ج ۱ ص ۳۳۲)

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۴۱ھ

السؤال الأول ..... عن عبد الله بن عمرو عن النبي ﷺ قال الجمعة على من سمع النداء .

عن ابی هريرة عن النبي ﷺ انه قال الجمعة على من آواه الليل إلى اهله .(باب وجوب الجمعة)

احادیث کا ترجمہ مختصر تشریح کریں۔ شہر سے باہر رہنے والے پر جمعہ کب واجب ہوتا ہے؟ ائمہ کا اختلاف مدلل تحریر کریں۔ نبی ﷺ کے ارشاد إِنَّ فِي الْجُمُعَةِ سَاعَةً لَا يُوَافِقُهَا عَبْدٌ مُسْلِمٌ يَسْأَلُ اللهَ فِيهَا خَيْرًا إِلَّا أَعْطَاهُ إِيَّاهُ کی وضاحت کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے: ① احادیث کا ترجمہ ② احادیث کی تشریح ③ جمعہ کے وجوب میں ائمہ کا اختلاف مع الدلائل ④ مذکورہ ارشاد کی وضاحت۔

الجواب ..... ① احادیث کا ترجمہ:۔ عبداللہ بن عمرو سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جمعہ اس پر واجب ہے جو مؤذن کی آواز سنے۔ حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جمعہ اس پر واجب ہے جو رات تک اپنے گھر واپس پہنچ سکے۔

② احادیث کی تشریح:۔ پہلی حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جس شخص تک مؤذن کی اذان کی آواز پہنچے اس پر جمعہ واجب ہے۔ دوسری حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص شہر سے اتنی دور ہو کہ شہر میں نماز جمعہ کیلئے آکر رات سے پہلے پہلے واپس اپنے گھر پہنچ سکے اس پر جمعہ واجب ہے۔

③ جمعہ کے وجوب میں ائمہ کا اختلاف مع الدلائل:۔ امام شافعی کا مذہب اور امام احمد کا ایک قول یہ ہے کہ جو شخص جمعہ کی اذان سنے اس پر جمعہ لازم ہے۔ امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ جو شخص جمعہ پڑھ کر رات تک واپس اپنے گھر پہنچ سکتا ہو اس پر جمعہ لازم ہے۔ امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ جو شخص شہر کے اطراف و مضافات میں رہتا ہو اس پر جمعہ لازم ہے، مثلاً جن اطراف میں حکومتی کارندوں کے دفاتر ہوں، تحصیل ہو، حکومتی چوکیاں ہوں، ایسے مقامات ملحقات شہر میں سے ہیں ان کے رہنے والوں پر جمعہ لازم ہے۔

امام شافعی و امام احمد کی دلیل یہ حدیث ہے: الجمعة على من سمع النداء (جو شخص مؤذن کی اذان کی آواز سنے اس پر جمعہ واجب ہے)۔ امام ابو یوسف کی دلیل یہ حدیث ہے: الجمعة على من آواه الليل إلى اهله (جو

Maktaba Tul Ishaat.com Scanned with CamScanner

فخص نماز جمعہ کیلئے آکر رات سے پہلے پہلے واپس اپنے گھر پہنچ سکے اس پر جمعہ واجب ہے)۔

امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ ان دونوں احادیث سے شہر کے اطراف ومضافات اور عوالی مراد ہیں، انہی کو ذکر کرنے کیلئے یہ تعبیرات اختیار کی گئی ہیں، کیونکہ اگر ان احادیث سے شہر کے اطراف ومضافات اور عوالی مراد نہ ہوں بلکہ ان کا حقیقی مفہوم مراد ہو تو ممکن ہے کہ کوئی شخص بالکل شہر کے وسط میں موجود ہو مگر وہ اذان کی آواز نہ سن سکے تو کیا ایسے شخص پر جمعہ لازم نہ ہوگا؟ اسی طرح رات تک گھر پہنچنے کا فاصلہ بھی اتنا ہی ہوتا ہے جہاں شہر کے ملحقات ومضافات واقع ہوں۔ پس معلوم ہوا کہ ان احادیث میں جو تحدید وتعیین ہے یہ درحقیقت شہر کے مضافات وملحقات کو ذکر کرنے کی ایک تعبیر ہے۔ (توضیحات ۳:۷۸)

⑫ مذکورہ ارشاد کی وضاحت:۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جمعہ کے دن ایک ایسی گھڑی ہے کہ جس کو کوئی مسلمان پائے تو وہ مسلمان اس گھڑی میں جو بھلائی بھی مانگے گا اللہ تعالیٰ اسے عنایت فرمائیں گے۔ آپ ﷺ نے ایک حدیث میں مذکورہ ارشاد فرماتے ہوئے اپنے ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے اس ساعت اجابہ (قبولیت کی گھڑی) کو قلیل ومختصر قرار دیا۔

علامہ عینی رحمہ اللہ نے اس مقبول گھڑی کے متعلق چالیس اقوال ذکر کیے ہیں ان سے دو قول مشہور ہیں: ① شافعیہ کے نزدیک جب امام خطبہ کے لیے منبر پر بیٹھے اس وقت سے لے کر نماز جمعہ کے ختم تک یہ گھڑی ہے، اس قول کی تائید مسلم شریف میں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی روایت سے ہوتی ہے "سمعت رسول الله ﷺ يقول: هي ما بين ان يجلس الامام الى ان تقتضي الصلوة"۔ ② حنفیہ وجمہور کے نزدیک یہ گھڑی عصر کے بعد سے لے کر غروب آفتاب تک ہے جیسا کہ ابوداؤد میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے "فالتمسوها آخر ساعة بعد العصر"۔ (نصر الباری)

السؤال الثالث..... عن ابن عمر قال قال رسول الله ﷺ في العسل في كل عشرة ازق زق.
رواه الترمذي و قال في اسناده مقال و لا يصح عن النبيّ ﷺ في هذا الباب كثير شيء.

حدیث کا ترجمہ کریں۔ شہد میں عشر لازم ہونے میں ائمہ کرام کا اختلاف تحریر کریں۔ ائمہ کے موقف پر دلائل تحریر کریں اور قول راجح کی تعیین کریں۔ امام ترمذی کے قول کی وضاحت کریں، کیا آپ ان کے قول سے متفق ہیں؟

الجواب..... امام ترمذی کے قول کی وضاحت:۔ امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث پر کلام کیا گیا ہے اور شہد میں عشر لازم ہونے کی اکثر احادیث صحیح ودرست نہیں ہیں۔

امام ترمذیؒ نے حدیث الباب کو صدقہ بن عبداللہ کی وجہ سے ضعیف وناقابل استدلال قرار دیا ہے۔

حنفیہ رحمہم اللہ کی طرف سے جواب یہ ہے کہ اولاً صدقہ بن عبداللہ متکلم فیہ راوی ہے، بہت سے حضرات نے اس کی توثیق بھی کی ہے، ثانیاً اس حدیث کے متعدد شواہد بھی موجود ہیں، جس کی وجہ سے یہ روایت حسن کے درجہ میں آجاتی ہے۔

① عن ابي سيارة قال قلت يارسول الله ا ان لي نحلا قال اد العشر. (ابن ماجہ)

② عن عمرو بن العاص عن النبي ﷺ انه اخذ من العسل العشر. (ابن ماجہ)

③ عن ابي هريرة..... كتب رسول الله ﷺ الى اهل اليمن ان يؤخذ من اهل العسل العشور (مصنف عبدالرزاق)

④ سیدنا عمر فاروق وعمر بن عبد العزیز رحمہما اللہ کے متعلق مروی ہے کہ وہ شہد پر عشر وصول کیا کرتے تھے۔

ان تمام روایات کی اسناد اگرچہ کلام سے خالی نہیں ہیں مگر ان کی کثرت اس پر دال ہے کہ شہد پر عشر لینا بلا دلیل نہیں ہے۔

(نوٹ: بقیہ جواب کما مرّ فی الشق الثانی من السوال الثالث ۱۴۳۲ھ)

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۴۱ھ

السؤال الأول — عَنْ أُسَامَةَ بْنِ شَرِيكٍ قَالَ: خَرَجْتُ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ حَاجًّا فَكَانَ النَّاسُ يَأْتُونَهُ فَمِنْ قَائِلٍ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ سَعَيْتُ قَبْلَ أَنْ أَطُوفَ أَوْ أَخَّرْتُ شَيْئًا أَوْ قَدَّمْتُ شَيْئًا فَكَانَ يَقُولُ: لَا حَرَجَ إِلَّا عَلَى رَجُلٍ اقْتَرَضَ عِرْضَ مُسْلِمٍ وَهُوَ ظَالِمٌ فَذٰلِكَ الَّذِي حَرَجَ وَهَلَكَ. (باب متعلقات الحج)

حدیث پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ ۱۰ ذوالحجہ کو رمی، قربانی و حلق میں ترتیب واجب ہونے میں ائمہ کا اختلاف مدلل تحریر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے: ① حدیث پر اعراب ② حدیث کا ترجمہ ③ مناسک حج میں ترتیب کے وجوب میں ائمہ کا اختلاف مع الدلائل۔

الجواب ..... ① حدیث پر اعراب: کما مرّ فی السوال آنفا۔

② حدیث کا ترجمہ: حضرت اسامہ بن شریک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ حجۃ الوداع کی سعادت حاصل ہوئی، چنانچہ حج کے دوران جو لوگ مسائل پوچھنے کیلئے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں آتے تھے ان میں کوئی یہ کہتا کہ یا رسول اللہ! میں نے طواف کعبہ سے پہلے سعی کر لی ہے یا افعال منیٰ میں سے یہ کام میں نے پہلے کر لیا یا یہ کام میں نے بعد میں کیا؟ آپ ﷺ فرماتے کہ اس میں کوئی گناہ نہیں، بلکہ گناہ اس شخص پر ہے جو ظالم ہونے کی وجہ سے کسی مسلمان کی آبروریزی کرے پس یہ شخص گنہگار ہے اور ہلاک ہوا۔

③ مناسک حج میں ترتیب کے وجوب میں ائمہ کا اختلاف مع الدلائل: دس ذوالحجہ کو حاجی کے ذمہ چار کام ہوتے ہیں: ① رمی ② قربانی (قارن و متمتع کیلئے) ③ حلق یا قصر ④ طواف زیارت۔ آپ ﷺ سے یہ چاروں افعال اسی ترتیب سے ثابت ہیں۔

مذکورہ چار کاموں میں سے شروع کے تین میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک ترتیب واجب ہے اور اس ترتیب کے عامداً یا جاہلاً ترک کرنے پر دم واجب ہے البتہ طواف زیارت کو بقیہ مناسک یا ان میں سے کسی پر مقدم کرنے پر کوئی دم نہیں۔

امام مالک رحمہ اللہ کا مسلک یہ ہے کہ اگر اس نے حلق کو رمی پر مقدم کیا تو اس پر دم ہے لیکن اگر حلق کو نحر پر مقدم کیا یا رمی کو نحر پر مقدم کیا تو کچھ واجب نہیں اور اگر طواف زیارت کو رمی پر مقدم کیا تو درست نہ ہوگا لہٰذا اس کو چاہیے کہ پہلے رمی کرے پھر نحر کرے پھر طواف زیارت دوبارہ کرے۔

امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک مناسک اربعہ میں ترتیب مسنون ہے اور ترتیب کے ساقط ہونے پر کوئی دم وغیرہ نہیں۔ یہ امام شافعی رحمہ اللہ کا قول مشہور ہے اور ان کا ایک قول یہ بھی ہے کہ تقدیم حلق علی الرمی کی صورت میں دم واجب ہے۔

امام احمد رحمہ اللہ کا مسلک یہ ہے کہ ان مناسک میں اگر ترتیب جہل یا نسیان کی وجہ سے ٹوٹی ہے تو کوئی دم نہیں البتہ اگر ترتیب عامداً اور عالماً توڑی گئی ہے تو اس کے بارے میں ان کی دو روایتیں ہیں ایک یہ کہ اس کا یہ فعل اگرچہ مکروہ ہے لیکن اس پر کوئی دم نہیں دوسری روایت یہ ہے کہ اس پر دم ہے۔ بہرحال ائمہ ثلاثہ رحمہم اللہ ایک حد تک عدم وجوب ترتیب کے قائل ہیں۔ ان حضرات

Maktaba Tul Ishaat.com Scanned with CamScanner

کا استدلال حدیث باب میں لاحرج، لاحرج سے ہے۔ نیز حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت سے بھی ان حضرات کا استدلال ہے جو فرماتے ہیں ماسئل رسول اللہ ﷺ یومئذ عن قدم شیئا قبل شیء الا قال: لاحرج لاحرج۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا استدلال مصنف ابن ابی شیبہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے ایک فتوے سے ہے من قدم شیئا من حجه او اخره فلیهرق لذلك دمًا اگرچہ کسی قدر ضعف ہے لیکن طحاوی میں یہ اثر سند صحیح کے ساتھ مذکور ہے۔

واضح رہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بھی لاحرج والی روایت کے راوی ہیں لہٰذا ان کا مذکورہ فتویٰ اس بات کی دلیل ہے کہ روایات میں لاحرج سے مراد وجوب دم کی نفی نہیں ہے بلکہ محض گناہ کی نفی ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کے ساتھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حج کرنے کا یہ پہلا موقع تھا اور اس دن تک مناسک حج کا صحیح علم لوگوں کو نہیں ہوا تھا اس لئے فساد ترتیب کا گناہ اٹھا لیا گیا تھا اس کی تائید طحاوی میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت سے ہوتی ہے جو فرماتے ہیں سئل رسول اللہ ﷺ وهو بین الجمرتین عن رجل حلق قبل ان یرمی قال: لاحرج وعن رجل ذبح قبل ان یرمی قال لاحرج، ثم قال عباد الله وضع الله عزوجل الحرج والضیق وتعلموا مناسککم فانها من دینکم۔ اس سے واضح ہوا کہ آپ ﷺ نے حرج کی نفی اس بناء پر فرمائی تھی کہ مناسک حج عام نہیں تھے لیکن یہ وجوب دم کے منافی نہیں، اسی بناء پر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ جو لاحرج کے واقعات کے عینی شاہد اور اسکے راوی ہیں اپنے فتویٰ میں اسکی تصریح فرماتے ہیں کہ اس صورت میں دم واجب ہوگا۔ ظاہر ہے کہ اس کا مطلب یہی ہے کہ نفی اثم و وجوب دم کے منافی نہیں جیسا کہ اگر حالت احرام میں کسی شخص کو تکلیف یا بیماری کی وجہ سے حلق کرنا پڑے تو وہ بھی قرآنی جائز ہے اور اس پر کوئی گناہ نہیں ہے اسکے باوجود اسکے بدلہ میں دم دینا بالاتفاق واجب ہے۔

حجۃ الوداع کے موقع پر زیر بحث مسئلہ میں بھی یہی صورت تھی کہ فساد ترتیب کا گناہ مناسک سے ناواقفیت کی بناء پر اٹھایا گیا تھا اور لاحرج جیسے جملوں سے بھی یہی مراد تھی اگرچہ دم پھر بھی واجب تھا لیکن عدم گناہ کا حکم بھی اس وقت تھا اب جبکہ مناسک حج کی پوری تفصیل سامنے آچکی ہے اسلئے جاہل کیلئے کوئی عذر باقی نہیں رہا اسلئے جہالت کی وجہ سے فساد ترتیب کی صورت میں دم تو ہوگا ہی، گناہ بھی ہوگا۔

امام طحاوی رحمہ اللہ نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مسلک پر ولا تحلقوا رؤسکم حتی یبلغ الهدی محله سے بھی استدلال کیا ہے کہ اس آیت میں حصر کو تقدیم فعل علی الحلق کا حکم دیا گیا ہے چنانچہ تقدیم حلق علی النحر باجماع جائز نہیں ہے اور موجب دم ہے، جب محصر کا یہ حکم ہے تو قارن وغیرہ کا بھی یہی حکم ہونا چاہیے کہ حلق قبل النحر درست نہ ہو اور ترتیب توڑنے پر دم ہو۔ (درس ترمذی ج ۳ ص ۱۳۶)

[redacted] حنفیہ کی عام کتب فقہ میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا یہی اوپر والا مذہب بیان کیا گیا ہے کہ فساد ترتیب کی صورت میں بہر صورت دم لازم ہے خواہ عامد ہو، ناسی ہو یا جاہل ہو لیکن کتاب الحجة علی اهل المدینة میں امام محمد رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مسلک بھی یہ ہے کہ فساد ترتیب جاہل میں کوئی دم لازم نہیں ہے۔ (ایضاً)

الشرح الثانی ..... عَنْ عُرْوَةَ قَالَ: خَاصَمَ الزُّبَيْرُ رَجُلًا مِنَ الْأَنْصَارِ فِي شِرَاجٍ مِنَ الْحَرَّةِ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: اِسْقِ يَا زُبَيْرُ ثُمَّ أَرْسِلِ الْمَاءَ إِلَى جَارِكَ فَقَالَ الْأَنْصَارِيُّ: أَنْ كَانَ ابْنَ عَمَّتِكَ فَتَلَوَّنَ وَجْهُهُ ثُمَّ قَالَ: اِسْقِ يَا زُبَيْرُ ثُمَّ احْبِسِ الْمَاءَ حَتَّى يَرْجِعَ إِلَى الْجَدْرِ ثُمَّ أَرْسِلِ الْمَاءَ إِلَى جَارِكَ فَاسْتَوْعَى النَّبِيُّ ﷺ لِلزُّبَيْرِ حَقَّهُ فِي صَرِيحِ

فَحَكَمَ حِيْنَ أَحْفَظَهُ الْأَنْصَارِيُّ وَكَانَ الْمَشَارَ عَلَيْهِ بِأَمْرٍ لَهُمَا فِيْهِ سِعَةٌ (باب الحبة الدوات و الشرب)

حدیث پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ نبی کریم ﷺ کے فیصلے کے بعد مذکورہ شخص نے نبی کریم ﷺ پر جانبدار ہونے کا الزام کیسے لگایا جبکہ روایت میں صراحت ہے کہ یہ شخص انصاری تھا؟ حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کے حالات زندگی تحریر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے: ① حدیث پر اعراب ② حدیث کا ترجمہ ③ آپ ﷺ پر جانبداری کا الزام لگانے والے شخص کی وضاحت ④ حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کے حالات زندگی۔

..... ① حدیث پر اعراب: کما مرّ فی السوال آنفا۔

② حدیث کا ترجمہ: حضرت عروہؒ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ پہاڑی زمین سے کھیتوں میں پانی لے جانے والی نالیوں کے سلسلے میں (میرے والد) حضرت زبیر اور ایک انصاری کے درمیان ایک تنازعہ ہوا، (وہ معاملہ بارگاہ رسالت میں پہنچا) تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے زبیر! پہلے تم اپنے کھیتوں کو سیراب کرو پھر اپنے ہمسایہ (انصاری) کے کھیتوں میں پانی چھوڑو، اس انصاری نے کہا کہ آپ ﷺ نے یہ فیصلہ اسلئے کیا ہے کہ زبیر آپ کی پھوپھی کے بیٹے ہیں؟ (یہ سنتے ہی) آپ ﷺ کے چہرہ مبارک کا رنگ متغیر ہو گیا پھر آپ نے فرمایا اے زبیر! اپنے کھیت کو سیراب کرو اور پھر پانی کو روکے رکھو حتی کہ پانی کھیت کی منڈیر تک پہنچ جائے، پھر پانی کو اپنے ہمسایہ (انصاری) کے کھیت کی طرف چھوڑ دو۔ پس آپ ﷺ نے اس صریح حکم کے ذریعے حضرت زبیر کو ان کا پورا حق دلوایا اس لئے کہ اس انصاری نے آپ ﷺ کو غضبناک کر دیا تھا حالانکہ آنحضرت ﷺ نے ابتداء میں ان دونوں کے بارے میں جو فیصلہ صادر فرمایا تھا اس میں دونوں ہی کے لئے آسانی تھی۔

③ آپ ﷺ پر جانبداری کا الزام لگانے والے شخص کی وضاحت: بعض حضرات کہتے ہیں کہ وہ انصاری دراصل منافق تھا اور منافقوں کا یہ رویہ تھا کہ وہ آپ ﷺ کی گستاخی اور آپ ﷺ کو ذاتی اذیت و کوفت میں مبتلا کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دیتے تھے۔ پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب وہ منافق تھا تو اسے انصاری کیوں کہا گیا؟ جواب یہ ہے کہ انصار کے قبیلے سے تعلق کی وجہ سے اس کو انصاری کہا گیا ہے چنانچہ انصار کے قبیلوں میں بعض منافق بھی تھے مثلاً عبداللہ بن ابی وغیرہ۔

سوال ہوتا ہے کہ جب وہ منافق تھا اور اس نے شان رسالت میں اتنی بڑی گستاخی کی تھی تو اسے سزا کیوں نہیں دی گئی اسے فوراً قتل کر دینا چاہئے تھا؟ اس سلسلے میں یہ کہا جاتا ہے کہ اسے سزا نہ دینے کا سبب یا تو اس کی تالیف یعنی از راہ الفت و رعایت اس کو راہ حق پر لانا تھا یا یہ کہ آپ ﷺ کے اس صبر و تحمل نے اس کو قتل کرنا گوارا نہ کیا جو ہمیشہ ہی منافقوں کی ایذا اور سازشوں پر ظاہر ہوتا تھا پھر اگر اسے قتل کر دیا جاتا تو مخالفین اسلام پھیلا دیتے کہ محمد تو اپنے ہی ساتھیوں کو قتل کرتے ہیں کیونکہ منافق بہر حال ظاہر طور پر خود کو مسلمان کہتے تھے اور آپ ﷺ کا ساتھی ہونے کا اظہار کرتے تھے۔ بعض علماء کی تحقیق یہ ہے کہ وہ انصاری مؤمن ہی تھا مگر غصہ اور جھنجھلاہٹ نے اس کے دل و دماغ کو اس طرح ماؤف کر دیا تھا کہ وہ اضطراراً آپ ﷺ کی شان میں یہ گستاخی کر بیٹھا۔ (توضیحات ۳/۵۹۹)

④ حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کے حالات زندگی: آپ کا نام زبیر بن العوام بن خویلد، کنیت ابو عبداللہ اور لقب حواری رسول ہے۔ آپ جلیل القدر اور بڑے اونچے درجے کے صحابہ میں سے ہیں آپ کی اہلیہ محترمہ مشہور صحابیہ حضرت اسماء بنت ابوبکر صدیق

Maktaba Tul Ishaat.com Scanned with CamScanner

ہیں، حضرت زبیر آنحضرت ﷺ کی پھوپھی حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب کے صاحبزادے تھے۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ قدیم الاسلام ہیں یعنی آنحضرت ﷺ کی دعوت کے بالکل ابتدائی دور ہی میں مشرف باسلام ہو گئے تھے جب کہ ان کی عمر صرف سولہ سال تھی ایک طرف تو یہ ان کی سعادت تھی کہ انہوں نے اتنی چھوٹی سی عمر میں ہی اسلام قبول کر لیا تھا دوسری طرف ان کے ظالم چچا کی شقاوت تھی کہ اس نے ان کو اسلام لانے کے جرم میں طرح طرح کی سزاؤں اور اذیتوں میں مبتلاء کیا یہاں تک کہ وہ بدبخت ان کو راہ مستقیم سے ہٹانے کیلئے دھوئیں میں ڈال دیا کرتا تھا مگر یہ نوخیز جان ساری اذیتیں برداشت کرتی تمام مصیبتوں اور تکلیفوں کو برداشت کرتی مگر اسلام کی راہ میں جو قدم اٹھ چکا تھا وہ پیچھے ہٹنے کی بجائے آگے ہی بڑھتا رہا۔ آپ کو حبشہ و مدینہ دونوں طرف ہجرت کا شرف بھی حاصل ہے۔ آپ نے نبی کریم ﷺ کے ہمراہ تمام غزوات میں شرکت کی اور اسلام کا پرچم بلند کرنے کیلئے شجاعت و بہادری کے جوہر دکھائے، اسلام میں سب سے پہلے تلوار اٹھانے کی سعادت نصیب ہوئی، خلفاء راشدین کی فوج کے کمانڈر رہے۔ رسول اللہ ﷺ نے جن دس خوش نصیب صحابہ کو دنیا ہی میں جنت کی بشارت دی تھی جنہیں عشرہ مبشرہ کہا جاتا ہے ان میں حضرت زبیر رضی اللہ عنہ بھی شامل ہیں۔ آپ کی وفات ۶۵ھ میں عراق کے شہر بصرہ میں ہوئی (ایضاح کوکل)

﴿الورقة الثالثة : مشكوة (ج۲)۔ خير الاصول﴾

﴿السوال الاول﴾ ۱۴۴۱ھ

السؤال الاول..... عن عقبة بن الحارث انه تزوج ابنة لابي اهاب بن عزيز فأتت امرأة فقالت قد ارضعتُ والذي تزوّج بها فقال لها عقبة ما اعلم انك قد ارضعتني و لا اخبرتني، فارسل الى آل ابي اهاب فسألهم فقالوا ما علمنا ارضعت صاحبتنا فركب الى النبي ﷺ بالمدينة فسأله فقال رسول الله ﷺ كيف وقد قيل، ففارقها عقبة و نكحت زوجا غيره. (باب المحرمات)

حدیث کا ترجمہ کریں۔ رضاعت کے ثبوت کیلئے کتنے گواہ ہونا ضروری ہیں؟ ائمہ کرام کا اختلاف اور دلائل تحریر کریں۔ آپ ﷺ کے ارشاد لایحرم من الرضاع الا ما فتق الامعاء فی الثدی وکان قبل الفطام کی وضاحت کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾..... اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے: ① حدیث کا ترجمہ ② رضاعت کے ثبوت کیلئے گواہوں کی تعداد میں ائمہ کا اختلاف مع الدلائل ③ آپ ﷺ کے ارشاد کی وضاحت۔

الجواب..... ① حدیث کا ترجمہ:۔

② رضاعت کے ثبوت کیلئے گواہوں کی تعداد میں ائمہ کا اختلاف مع الدلائل:۔ امام احمد، امام اسحاق، امام اوزاعی اور امام زہری رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ مرضعہ کی شہادت تنہا معتبر ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور طاؤس سے بھی یہی مروی ہے۔ امام اوزاعی کا ایک قول یہ ہے کہ اگر مرضعہ قبل التزوج شہادت دے تو معتبر ہے ورنہ معتبر نہیں۔ امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ رضاعت کے اثبات کیلئے دو عورتوں کی شہادت معتبر ہے، کسی مرد کا ہونا ضروری نہیں۔ امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ رضاعت کے باب میں کم از کم چار عورتوں کی گواہی ضروری ہے یہ امام شعبی اور عطاء رحمہما اللہ سے بھی مروی ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ رضاعت کے اثبات کیلئے بھی

نصاب شہادت ضروری ہے، یعنی دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں، اس کے بغیر رضاعت ثابت نہیں ہوگی۔ (کشف الباری ۳/۱۱۷)

امام احمد رحمہ اللہ نے حدیث باب سے استدلال کیا ہے کہ یہاں صرف ایک مرضعہ کی شہادت ہے اور اس بنا پر حضور اکرم ﷺ نے حضرت عقبہ کو فرمایا کہ اپنی بیوی کو چھوڑ دے۔ حنفیہ اس باب میں آیت کریمہ واستشهدوا شهيدين من رجالكم فان لم يكونا رجلين فرجل وامرأتان سے استدلال کرتے ہیں۔

جہاں تک حدیث باب کا تعلق ہے سو جمہور اس کو تنزہ اور تورع واحتیاط پر محمول کرتے ہیں۔ اس جواب کا حاصل یہ ہے کہ تنہا مرضعہ کی شہادت سے تفریق کرانا عام قانون نہیں اور نہ شریعت حرمت ثابت کرتی ہے، ہاں اس سے ایک قسم کا شک اور شبہ ضرور پیدا ہو جاتا ہے، ظاہر ہے کہ شبہ پیدا ہو جانے کے بعد اس بیوی سے مخالطت میں انبساط نہ ہوگا، چونکہ عمر بھر کا معاملہ ہے اس لئے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے انقباض رہے گا جس کا امور معاشرت وتربیت اولاد پر برا اثر پڑنا بھی ظاہر ہے، بنا بریں الحلال بين والحرام بين وبينهما مشبهات اور دع ما يريبك الى ما لا يريبك کا لحاظ کر کے تقویٰ وورع کی بنا پر حضور اکرم ﷺ نے كيف وقد قيل اور دعها عنك فرمایا۔ محقق ابن الہمام اور علامہ سرخسی رحمہما اللہ نے اسی کو اختیار کیا ہے۔

علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ نے شیخ خیر الدین رملی رحمہ اللہ کے حاشیہ البحر الرائق کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ تنہا ایک عورت کی شہادت دیانۃً معتبر ہے، قضاءً معتبر نہیں۔ قضاء اور دیانت میں فرق یہ ہے کہ جب تک معاملہ عدالت میں نہ پہنچے تب تک دیانت ہی کا اعتبار ہوگا اور مفتی سے اگر اس معاملے کے متعلق استفتاء کیا جائے تو مفتی دیانت کے مطابق ہی فتویٰ دے گا، ہاں محکمۂ عدالت میں پہنچنے کے بعد قاضی اس کا اعتبار نہیں کرے گا، کیونکہ فیصلۂ قضاء تنہا مرضعہ کی شہادت پر نہیں ہو سکتا۔

آنحضرت ﷺ میں دونوں حیثیتیں جمع تھیں، آپ مفتی بھی تھے اور قاضی بھی اب دیکھنا یہ ہے کہ یہ فیصلہ آپ نے کس حیثیت سے فرمایا۔ اگر قضاء کی حیثیت سے کیا ہے تو بے شک جواب دہی کی ضرورت ہوگی مگر قرائن اس کے مقتضی ہیں کہ آپ نے بحیثیت قضاء یہ فیصلہ نہیں فرمایا بلکہ بحیثیت افتاء کے آپ نے یہ فیصلہ فرمایا ہے۔ اگر قضاءً یہ فیصلہ ہوتا تو آپ حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ کے خبر دینے کے بعد اعراض نہ فرماتے بلکہ فوراً فیصلہ فرماتے، جبکہ روایات میں ہے کہ آپ نے خبر سننے کے بعد اعراض فرمایا جب انہوں نے دوبارہ بلکہ بعض روایات کے مطابق تیسری اور چوتھی مرتبہ باصرار کہا تو آپ نے فرمایا كيف؟ وقد قيل۔

اسی طرح اگر یہ فیصلہ قضاءً ہوتا تو آپ شاہد کو باقاعدہ مجلس قضاء میں طلب فرماتے اور پھر حکم نافذ فرماتے، لیکن یہاں کچھ بھی نہیں ہوا۔

خلاصہ یہ ہوا کہ علامہ خیر الدین رملی کے بقول یہاں آپ ﷺ نے قضاءً نہیں بلکہ دیانۃً فیصلہ فرمایا ہے، گویا کہ کسی صورت میں قضاءً تو نہیں دیانۃً تفریق ضروری ہے۔

جبکہ محقق ابن الہمام اور امام سرخسی کے بقول یہاں دیانۃً بھی تفریق ضروری نہیں، محض تورعاً اور تنزہاً تفریق کا حکم دیا گیا ہے۔

پھر امام سرخسی رحمہ اللہ یہ بھی فرماتے ہیں کہ حدیث باب میں شہادت دینے والی عورت کی شہادت کسی کے نزدیک معتبر نہیں ہونی چاہیے کیونکہ روایت میں آتا ہے کہ حضرت عقبہ بن الحارث رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں تزوجت بنت أبي اهاب فجاءت امرأة سوداء تستطعمنا فأبينا أن نطعمها فجاءت من الغد تشهد على الرضاع..... امام سرخسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں

Maktaba Tul Ishaat.com Scanned with CamScanner

ومثل هذه الشهادة تكون عن ضغن فلاتتم الصحة بها۔ "فارق" کے اندر یہ احتمال بھی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے تفریق کرادی ہو، یہ احتمال بھی ہے کہ خود حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ نے طلاق دے کر جدا کر دیا ہو۔ (ایضاً)

② آپ ﷺ کے ارشاد کی وضاحت:۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ وہ دودھ پینا حرمتِ رضاعت کو ثابت کرتا ہے جو چھاتی سے پینے کی وجہ سے انتڑیوں کو کھول دیتا ہے اور وہ دودھ دودھ چھڑانے کے وقت سے پہلے پیا گیا ہو۔

انتڑیوں کو کھول دینے کا مطلب یہ ہے کہ وہ دودھ بچے کے پیٹ کو اس طرح سیر کر دے جس طرح کسی بھوکے کے پیٹ کو غذا سیر کر دیتی ہے اور وہ دودھ بچے کی انتڑیوں میں غذا کی جگہ حاصل کر لے چنانچہ یہ بات شیر خوارگی کی مدت میں ہوتی ہے اور شیر خوارگی کی مدت دو سال یا ڈھائی سال کی عمر تک رہتی ہے، مطلب ہے کہ بڑی عمر میں یعنی دو سال میں یا ڈھائی سال کی عمر کے بعد دودھ پینے سے حرمتِ رضاعت ثابت نہیں ہوتی بلکہ چھوٹی عمر یعنی دو سال یا ڈھائی سال کی عمر تک کے عرصہ میں دودھ پینے سے حرمتِ رضاعت ثابت ہوتی ہے۔ باقی حرمتِ رضاعت کے ثابت ہونے کیلئے چھاتی سے دودھ پینا شرط نہیں ہے یعنی یہ ضروری نہیں ہے کہ حرمتِ رضاعت اسی صورت میں ثابت ہوگی جب کہ بچے نے عورت کی چھاتی ہی سے دودھ پیا ہو بلکہ خواہ عورت اپنی چھاتی سے دودھ پلائے خواہ کسی چیز جیسے چمچہ وغیرہ میں دودھ نکال کر پھر بچے کو پلائے اور خواہ کسی اور ذریعہ سے اپنا دودھ اس کے پیٹ میں پہنچائے بہر صورت حرمتِ رضاعت ثابت ہو جائے گی۔ (توضیحات ۵:۱۰۹)

الشرح الثانی ـــ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ خَطَبَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ عَامَ الْفَتْحِ ثُمَّ قَالَ أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّهُ لَا حِلْفَ فِي الْإِسْلَامِ وَمَكَانَ مِنْ حِلْفٍ فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَإِنَّ الْإِسْلَامَ لَا يَزِيدُهُ إِلَّا شِدَّةً الْمُؤْمِنُونَ يَدٌ عَلَى مَنْ سِوَاهُمْ يُجِيرُ عَلَيْهِمْ أَدْنَاهُمْ وَيَرُدُّ عَلَيْهِمْ أَقْصَاهُمْ يَرُدُّ سَرَايَاهُمْ عَلَى قَعَدَتِهِمْ وَلَا يُقْتَلُ مُؤْمِنٌ بِكَافِرٍ وَلَا ذُو عَهْدٍ فِي عَهْدِهِ. (باب الدیات)

حدیث پر اعراب لگا کر تشریح کریں۔ مسلمان نے ذمی کو قتل کیا تو اسکے بدلہ میں مسلمان کے قتل میں ائمہ کا اختلاف تحریر کریں۔

خلاصۂ سوال ـــ اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے: ① حدیث پر اعراب ② حدیث کی تشریح ③ ذمی کے بدلہ میں مسلمان کے قتل میں ائمہ کا اختلاف۔

الجواب ـــ ① حدیث پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا۔

② حدیث کی تشریح:۔ آپ ﷺ کے ارشاد کا حاصل یہ ہے کہ اسلام میں ناجائز عہد و پیمان نہیں ہے کہ دو فریق یہ عہد کریں کہ ہم ہر نیک و غلط کام میں ایک دوسرے کی مدد کریں گے لڑائی جھگڑا وغیرہ اور میراث وغیرہ ہر چیز میں برابر کے شریک ہوں گے اسلام میں قطعاً اسکی گنجائش نہیں ہے۔ البتہ انصاف پر مبنی معاہدات مثلاً یہ حلف کہ مظلوم کی مدد کریں گے، صلہ رحمی کریں گے، انسانی جائز حقوق کی حفاظت کریں گے وغیرہ ذالک اس قسم کے اچھے معاہدات کو اسلام مضبوط کرتا ہے ایسے معاہدات کی پاسداری ہوگی۔ کفار کے مقابلہ میں بھلائی کے پھیلانے اور ایک دوسرے کی مدد و نصرت کرنے میں تمام مسلمان ایک ہاتھ اور مٹھی کی مثل ہیں لہٰذا ان میں سے کوئی ادنیٰ سا مسلمان بھی تمام مسلمانوں کی طرف سے پناہ دے سکتا ہے اور اس ادنیٰ مسلمان کی طرف سے دی گئی پناہ تمام مسلمانوں

کی طرف سے پناہ بھی جائے گی۔ اسلامی مرکز دسپہ سالار کی طرف سے جو چھاپہ مار دستے فوجی کارروائی کیلئے کسی دور علاقہ میں بھیجے گئے یا وہ از خود کسی فوجی کارروائی کیلئے گئے تو حاصل شدہ مال غنیمت بہر صورت مرکز میں ہی جمع کروائیں گے۔ مسلمان کو کسی حربی کافر کے بدلہ میں قتل نہیں کیا جائے گا۔ اگر کسی ذمی کافر کو کسی مسلمان نے قتل کیا تو اسکی دیت مسلمان کی دیت کے مقابلہ میں نصف دیت ہوگی۔

جلب اور جنب کا تعلق باب افتعال اور باب استباق دونوں میں ہوتا ہے۔

باب افتعال میں جلب کا مطلب یہ ہے کہ مصدق (صدقہ وصول کرنے والا) ہر شخص کے پاس جا کر زکوۃ وصول کرنے کی بجائے کسی ایک جگہ بیٹھ جائے اور لوگوں کو وہاں آ کر زکوۃ دینے پر مجبور کرے اور جنب کا مطلب یہ ہے کہ زکوۃ ادا کرنے والا اپنا مال لیکر کہیں دور چلا جائے جس سے مصدق کو وہاں پہنچنے میں دشواری ہو، یہ دونوں ممنوع ہیں۔ زکوۃ وصول کرنے والے کو چاہئے کہ زکوۃ مسلمانوں کے گھروں میں ہی جا کر وصول کرے، دونوں فریق کسی خواہ مخواہ کی مشقت میں مبتلا نہ ہوں۔

باب سباق میں جلب کا مطلب یہ ہے کہ ایک شہسوار اپنے پیچھے کسی کو مقرر کردے اور وہ اسکے پیچھے شور مچائے تاکہ اسکا گھوڑا تیز بھاگے، یہ صورت اسلئے ممنوع ہے کہ اس میں دوسرے سابقین کا ضرر ہے اور جنب کا مطلب یہ ہے کہ گھڑ دوڑ کے وقت شہسوار ایک دوسرا گھوڑا اپنے ساتھ خالی رکھے تاکہ مرکوب کے تھک جانے کی صورت میں اس دوسرے گھوڑے پر سوار ہو سکے۔

(۲) ذمی کے بدلہ میں مسلمان کے قتل میں ائمہ کا اختلاف:۔ اگر مسلمان نے ذمی کو جان بوجھ کر قتل کر دیا تو مسلمان سے قصاص لیا جائے گا یا نہیں؟ احناف قصاص کے قائل ہیں جبکہ ائمہ ثلاثہ رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک کسی کافر کے بدلہ میں کسی مسلمان کو قصاصاً قتل نہیں کیا جائیگا خواہ کافر ذمی ہو، مستامن ہو یا حربی ہو۔

احناف رحمہم اللہ تعالیٰ کے دلائل: ① یاایھا الذین آمنوا کتب علیکم القصاص فی القتلی الخ ② وکتبنا علیھم فیھا ان النفس بالنفس والعین بالعین الخ ③ ولا یقتلون النفس التی حرم اللہ الا بالحق۔ ان تینوں آیات میں حرمت نفس ذمی کو بھی شامل ہے کیونکہ وہ بھی مسلمان ہے۔ ④ دار قطنی کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مسلمان کو ذمی کے قتل میں قصاصاً قتل کیا تھا۔ ⑤ مسلمان اگر ذمی کا مال چرائے تو قطع ید کی سزا ہے لہٰذا قتل پر قصاص بطریق اولی ہوگا۔

ائمہ ثلاثہ رحمہم اللہ تعالیٰ کی دلیل: لا یقتل مؤمن بکافر۔ اس سے صاف واضح ہے کہ کافر کے بدلہ میں مسلمان کو قتل نہیں کیا جائے گا کیونکہ ذمی کافر ہے اور بوقت قتل کفر اس میں موجود ہے اور کفر فی نفسہ دم کی اباحت کا سبب ہے تو اس میں قاتل و مقتول میں عدم مساوات کا شبہ موجود ہے اور جب شبہ پایا گیا تو قصاص ساقط ہو گیا۔

جواب: یہاں کافر سے مراد کافر حربی ہے اور اس کے بدلہ میں مسلمان کے عدم قتل کے ہم بھی قائل ہیں۔ اس پر قرینہ یہ ہے کہ اسی حدیث میں یہ الفاظ بھی ہیں ولا ذو عھد فی عھدہ کہ ذمی کو بھی کافر کے بدلہ میں قتل نہیں کیا جائے گا حالانکہ اگر ذمی ذمی کو قتل کرے تو بالاتفاق قصاص واجب ہے پس معلوم ہوا کہ یہاں کافر سے مراد حربی ہے۔

احناف کا مذہب راجح ہے کہ مسلم کو ذمی کے بدلہ میں قصاصاً قتل کیا جائے گا اس لئے کہ مسلم و ذمی کے درمیان مساوات پائی گئی ہے جو قصاص کیلئے قاتل اور مقتول کے درمیان ہونی چاہیے، اسلئے مسلم اور ذمی دونوں معصوم الدم ہیں کیونکہ عصمت کا حصول اسلام

Maktaba Tul Ishaat.com Scanned with CamScanner

اور دار الاسلام سے ہوتا ہے اور یہاں مسلمان اور ذمی کے درمیان اگرچہ عصمت کا پہلا سبب اسلام نہیں ہے لیکن دوسرا سبب دار الاسلام موجود ہے لہٰذا مسلمان اور ذمی دار الاسلام میں موجود ہونے کی وجہ سے معصوم ہیں اور ان میں مساوات ہے لہٰذا ذمی کے بدلہ میں مسلمان سے بھی قصاص لیا جائے گا۔

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۴۱ھ

السؤال الاول.....وعن عبادة بن الصامت قال : بايعنا رسول الله ﷺ على السمع والطاعة في العسر واليسر والمنشط والمكره وعلى اثرة علينا وعلى ان لا ننازع الامر اهله وعلى ان نقول بالحق اينما كنّا لا نخاف في الله لومة لائم. وفي رواية وعلى ان لا ننازع الامر اهله الّا ان تروا كفرا بواحا عندكم من الله فيه برهان۔ (کتاب الامارۃ و القضاء)

حدیث کا ترجمہ کریں۔ خط کشیدہ جملہ کی تشریح کریں۔ آپ ﷺ کے ارشاد ما من امير عشرة الّا يؤتى به يوم القيامة مغلولا حتى يفكّ عنه العدل او يوبقه الجور کی وضاحت کریں۔ على ان لا ننازع الامر اهله کی ترکیب کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے: ① حدیث کا ترجمہ ② جملۂ مخطوطہ کی تشریح ③ ارشاد نبوی کی وضاحت ④ جملہ کی ترکیب۔

الجواب..... ① **حدیث کا ترجمہ:۔** حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی کہ ہم آپ کی ہدایات کو توجہ سے سنیں گے (اور ہر قسم کے حالات میں آپ ﷺ کے احکام کی) اطاعت کریں گے تنگی اور سخت حالات میں بھی، آسان و خوش آئند زمانہ میں بھی، خوشی کے موقع پر بھی اور ناخوشی کی حالت میں بھی، اور اگر ہم پر ترجیح دی جائے گی تو ہم صبر کریں گے۔ ہم امر کو اس کی جگہ (اس کے اہل) سے نہیں نکالیں گے ہم جب زبان سے کوئی بات کہیں گے تو حق ہی کہیں گے خواہ ہم کسی جگہ ہوں اور ہم اللہ کے معاملے میں کسی ملامت کرنے والے شخص کی ملامت سے نہیں ڈریں گے۔ اور ایک روایت میں یوں ہے کہ ہم نے اس بات کا عہد کیا کہ ہم امر کو انکی جگہ سے نہیں نکالیں گے۔ (چنانچہ) آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ امر کو اس کی جگہ سے نہ نکالو، ہاں اگر تم صریح کفر دیکھو جس پر تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے (قرآن کی کسی آیت یا کسی حدیث کی صورت میں) دلیل ہو۔

② **جملۂ مخطوطہ کی تشریح:۔** اگر امیر و حاکم کے قول و فعل میں صریح کفر دیکھو کہ اس میں کسی تاویل کی گنجائش نہ ہو تو اس صورت میں امر کو اس کی جگہ سے نکالنے یعنی اس کو معزول کر دینے کی اجازت ہے، ورنہ اس کی اطاعت و فرمانبرداری کرنا واجب ہے۔

③ **ارشاد نبوی کی وضاحت:۔** آپ ﷺ کے ارشاد کا حاصل یہ ہے کہ ایک بار تو ہر حاکم خواہ وہ عادل ہو یا ظالم، بارگاہ رب العزت میں باندھ کر لایا جائے گا، تحقیق کے بعد اگر وہ عادل ثابت ہوگا تو اس کو نجات دے دی جائے گی اور اگر ظالم ثابت ہوگا تو ہلاکت یعنی عذاب میں مبتلا کیا جائے گا۔

④ **جملہ کی ترکیب:۔** على جاره ان ناصبہ مصدریہ لا ننازع فعل و فاعل الامر مفعول اول اهله مضاف و مضاف الیہ مل کر مفعول ثانی، فعل اپنے فاعل و مفعولوں سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر بتاویل مصدر مجرور، جار و مجرور مل کر متعلق ہوا بايعنا فعل کے۔

الشق الثالث.....عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَا عَدْوٰی وَلَا هَامَ وَلَا نَوْءَ وَلَا صَفَرَ.
عَنْ قَطَنِ بْنِ قَبِیْصَةَ عَنْ اَبِیْهِ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ اَلْعِیَافَةُ وَالطَّرْقُ وَالطِّیَرَةُ مِنَ الْجِبْتِ. (باب الفال والطیرة)

احادیث پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ کان فی وفد ثقیف رجل مجذوم فارسل الیه النبی ﷺ انا قد بایعناك فارجع اور لا عدوی میں ظاہری تعارض کو دور کریں۔ ان نبی من الانبیاء یخط فمن وافق خطه فذاك کا مفہوم بیان کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے: ① احادیث پر اعراب ② احادیث کا ترجمہ ③ احادیث سے رفع تعارض ④ ارشاد نبوی کا مفہوم۔

جواب.....① احادیث پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا.

② احادیث کا ترجمہ:۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا عدوی (ایک دوسرے کو بیماری لگنا) ہامہ (اہل عرب کہا کرتے تھے کہ اگر کسی شخص کو قتل کر دیا جاتا ہے تو اس مقتول کے سر سے ایک جانور باہر نکلتا ہے یا خود مقتول کی روح اس جانور کا روپ اختیار کر لیتی ہے اور ہر وقت یہ فریاد کرتا ہے کہ مجھے پانی دو، پانی دو، یا وہ قاتل سے انتقام لینے کی کوشش کرتا ہے۔ یہاں تک کہ جب قاتل خود اپنی موت سے یا کسی کے قتل کر دینے سے مر جاتا ہے تو وہ جانور اڑ کر غائب ہو جاتا ہے) نوء (ستاروں کے طلوع و غروب سے بارش ہونے اور نہ ہونے کا عقیدہ) اور صفر (ماہ صفر منحوس ہے یا بھوک کے وقت پیٹ میں سانپ کا کاٹنا) کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ حضرت قطن بن قبیصہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا عیافہ (پرندوں کے ذریعہ فال لینا) طرق (کنکریاں مار کر فال لینا یا ریت پر خطوط اور لکیریں کھینچ کر غیب کی باتیں دریافت کرنے کا دعوی کرنا) اور بدشگونی لینا یہ سب چیزیں جبت (سحر و کہانت) میں سے ہیں۔

③ احادیث سے رفع تعارض:۔ کما مرّ فی الشق الاول من السوال الثانی ۱۴۳۶ھ

④ ارشاد نبوی کا مفہوم:۔ حدیث میں جس نبی کا ذکر کیا گیا ہے اسے حضرت دانیال علیہ السلام یا بعض حضرات کے قول کے مطابق حضرت ادریس علیہ السلام مراد ہیں۔ مفہوم یہ ہے کہ لکیریں اور خطوط کھینچنے کا علم (علم رمل) اصل میں انہی سے چلا تھا جو اب اپنے حقیقی اصول و قواعد کے اعتبار سے معدوم ہو چکا ہے، اگر اب بھی کوئی شخص اس علم کو انہی خصوصیات و شرائط کے ساتھ جانتا ہو اور اس کا لکیریں اور خطوط کھینچنا بالکل اسی طرح ہو جس طرح نبی کھینچتے تھے تو اس صورت میں اس علم سے فائدہ اٹھانا مباح ہوگا، لیکن یہ بات چونکہ متحقق ہے کہ یہ علم اپنی اصل کے اعتبار سے دنیا سے اٹھ گیا ہے اور کوئی شخص یہ جاننے پر قادر نہیں ہے کہ وہ نبی کس طرح لکیریں اور خطوط کھینچا کرتے تھے اس لئے اب اس علم کو سیکھنا اور اس پر عمل کرنا حرام و ممنوع ہوا (توضیحات)

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۴۱ھ

الشق الاول.....راویوں کی صفات کے اعتبار سے خبر واحد کی اقسام کے نام ذکر کریں اور انمیں سے متعلقین کی تعیین کریں۔
مسند، معلق، معضل، مدلس و مرسل کی تعریف کریں۔ حدثنی و اخبرنی میں فرق بیان کریں۔

جواب.....مکمل جواب کما مرّ فی السوال الثالث ۱۴۳۷ھ و ۱۴۴۰ھ۔

Maktaba Tul Ishaat.com Scanned with CamScanner

السوال الثالث ..... مقبول وغیر مقبول ہونے کے اعتبار سے کتب حدیث کی کتنی اور کون کون سی اقسام ہیں؟ ہر قسم کی دو دو مثالیں ذکر کریں۔ صحاح ستہ کے مصنفین کس کس مسلک سے تعلق رکھتے تھے؟

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے: ① مقبول وغیر مقبول ہونے کے اعتبار سے کتب حدیث کی اقسام مع امثلہ ② صحاح ستہ کے مصنفین کے مسالک۔

الجواب ..... ① مقبول وغیر مقبول ہونے کے اعتبار سے کتب حدیث کی اقسام مع امثلہ:۔ کتب حدیث مقبول وغیر مقبول ہونے کے اعتبار سے پانچ قسم پر ہیں: ① وہ کتابیں جن میں سب احادیث صحیح ہیں۔ جیسے مؤطا امام مالک، صحیح بخاری، صحیح مسلم، صحیح ابن حبان، صحیح حاکم، مختارہ ضیاء مقدسی، صحیح ابن خزیمہ، صحیح ابن عوانہ، صحیح ابن سکن، منتقی ابن جارود ② وہ کتابیں جن میں صحیح حسن و ضعیف ہر طرح کی احادیث ہیں مگر سب قابل احتجاج ہیں کیونکہ ان میں جو حدیثیں ضعیف ہیں وہ بھی حسن کے قریب ہیں جیسے سنن ابوداؤد، جامع ترمذی، سنن نسائی، مسند احمد ③ وہ کتابیں جن میں حسن، صالح، منکر ہر نوع کی احادیث ہیں جیسے سنن ابن ماجہ، مسند طیالسی، زیادات ابن احمد بن حنبل، مسند عبدالرزاق، مسند سعید بن منصور، مصنف ابی بکر بن ابی شیبہ، مسند ابو یعلی موصلی، مسند بزار، مسند ابن جریر، تہذیب ابن جریر، تاریخ ابن مردویہ، تفسیر ابن مردویہ، طبرانی کی معجم کبیر، معجم صغیر، معجم اوسط، سنن دار قطنی، غرائب دار قطنی، حلیہ ابی نعیم، سنن بیہقی، شعب الایمان بیہقی ④ وہ کتابیں جن میں سب حدیثیں ضعیف ہیں الا ماشاء اللہ جیسے نوادر الاصول حکیم ترمذی۔ تاریخ الخلفاء۔ تاریخ ابن نجار۔ مسند الفردوس دیلمی۔ کتاب الضعفاء عقیلی۔ کامل ابن عدی۔ تاریخ خطیب بغدادی۔ تاریخ ابن عساکر ⑤ وہ کتابیں جن سے موضوع حدیثیں معلوم ہوتی ہیں جیسے موضوعات ابن جوزی، موضوعات شیخ محمد طاہر فتنی وغیرہ۔

② صحاح ستہ کے مصنفین کے مسالک:۔ کما مرّ فی الشق الاول من السوال الثالث ۱۴۳۹ھ۔

الورقة الرابعة : فی الفقه

السوال الاوّل ۱۴۴۱ھ

السوال الاول ..... الغدير العظيم الذي لا يتحرك احد طرفيه بتحريك الطرف الآخر اذا وقعت نجاسة في احد جانبيه جاز الوضوء من الجانب الآخر. لان الظاهر ان النجاسة لا تصل اليه اذ اثر التحريك في السراية فوق اثر النجاسة، ثم عن ابي حنيفة انه يعتبر التحريك بالاغتسال وهو قول ابي يوسف وعنه بالتحريك باليد وعن محمد بالتوضي. (باب الماء الذي يجوز به الوضوء، وما لا يجوز به)

عبارت کی وضاحت کریں۔ فقہاء حنفیہ کا اختلاف مع الدلائل بیان کریں۔ جاز الوضوء من الجانب الآخر کا مطلب واضح کریں۔ ماء راکد قلیل، ماء راکد کثیر اور ماء جاری کی تعریف و حکم لکھیں۔

الجواب ..... ماء راکد قلیل، ماء راکد کثیر اور ماء جاری کی تعریف و حکم:۔ ماء راکد قلیل و کثیر: ان کی تعریف میں متعدد اقوال ہیں: ① وہ ٹھہرا ہوا پانی جس کی ایک جانب میں حرکت دینے سے دوسری جانب حرکت پیدا ہو جائے تو قلیل ہے، دوسری جانب حرکت پیدا نہ ہو تو کثیر ہے۔ ② مفتی بہ کی رائے یہ ہے اگر اسکے غالب گمان میں ایک جانب کی نجاست کا اثر دوسری جانب

Scanned with CamScanner

پہنچ جائے تو قلیل ہے، ورنہ کثیر ہے۔ ② امام محمدؒ کے نزدیک دو وزدہ سے کم ہو تو قلیل ہے، ورنہ کثیر ہے۔ ③ شوافع وحنابلہ کے نزدیک قلتین سے کم ہو تو قلیل ہے، ورنہ کثیر ہے۔

ماءِ راکد قلیل میں نجاست گرنے سے پانی نجس ہو جائے گا نجاست خواہ قلیل ہو یا کثیر ہو مرئی (دکھائی دینے والی) ہو یا غیر مرئی ہو۔ ماءِ راکد کثیر میں نجاست واقع ہو جائے تو دوسری جانب سے طہارت حاصل کر سکتے ہیں، اسلئے کہ حرکت کا اثر نجاست کے اثر سے زیادہ ہے جب حرکت کا اثر دوسرے کنارہ پر نہیں پہنچا تو نجاست کا اثر بھی نہیں پہنچے گا۔ لہٰذا دوسرے کنارہ سے وضو وغسل کرنا جائز ہے۔

ماءِ جاری: اسکی تعریف میں بھی متعدد اقوال ہیں: ① عرف عام میں جسے جاری کہا جائے۔ ② جو خشک نالہ بہا کر لیجائے۔ ③ پانی اس قدر کثیر و جاری ہو کہ جب متوضی دوبارہ پانی کا چلو لے تو پہلا پانی جا چکا ہو۔ ④ اگر کوئی شخص عرضاً اپنا ہاتھ پانی کے بہاؤ میں رکھے تو یہ پانی نہ رکے۔ اس ماءِ جاری میں نجاست گر جائے تو اس سے طہارت حاصل کرنا جائز ہے، بشرطیکہ نجاست و گندگی کا اثر معلوم نہ ہو، دلیل یہ ہے کہ پانی کے بہاؤ میں نجاست نہیں ٹھہر سکتی۔ (التعلیل الضروری والدراسۃ النصوری، اشرف الہدایہ)

(نوٹ: بقیہ مکمل جواب کما مرّ فی الشق الاول من السوال الثانی ۱۴۳۶ھ)

السؤال الثالث ..... (وتطويل الركعة الاولى من الفجر على الثانية) اعانة للناس على ادراك الجماعات قال (وركعتا الظهر سواء) وهذا عند ابي حنيفة وابي يوسف وقال محمد احب الي ان يطيل الركعة الاولى على الثانية في الصلوة كلها. (باب صفة الصلاة فصل في القراءة) عبارت کا ترجمہ کریں۔ مذکورہ فقہی اختلاف کو دلائل سے مزین کریں۔ وليس في شيء من الصلوات قراءة سورة بعينها کا مطلب واضح کریں۔

﴿خلاصہ سوال﴾ ..... اس سوال کا حل تین امور ہیں: ① عبارت کا ترجمہ ② مذکورہ فقہی اختلاف مع دلائل ③ مذکورہ جملہ کا مطلب۔

الجواب ..... ① عبارت کا ترجمہ:۔ فجر کی پہلی رکعت کو دوسری رکعت کے مقابلہ میں طویل کرے، لوگوں کی جماعت پانے پر اعانت کرتے ہوئے۔ اور امام ابو حنیفہؒ و امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ظہر کی دونوں رکعتیں برابر ہیں۔ امام محمدؒ نے فرمایا کہ مجھے یہ پسند ہے کہ تمام نمازوں میں پہلی رکعت کو دوسری رکعت پر طویل کرے۔

② مذکورہ فقہی اختلاف مع دلائل:۔ امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کی رائے یہ ہے کہ فجر کی پہلی رکعت میں دوسری رکعت کی بہ نسبت لمبی قراءت کرے، تاکہ بعد میں آنے والے لوگوں کو جماعت مل جائے اور ظہر کی پہلی رکعت کی قراءت کو دوسری رکعت کی بہ نسبت طویل کرنا مستحب نہیں ہے بلکہ دونوں رکعتیں قراءت کے اعتبار سے برابر ہوں۔ دلیل حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ آپ ﷺ نے ظہر کی پہلی رکعت میں بھی تیس آیتیں پڑھی اور دوسری رکعت میں بھی تیس آیتیں پڑھی، تو دونوں رکعتیں ایک طرح کی ہو گئیں۔ نیز حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ میں پہلی دو رکعتوں کو لمبا کرتا ہوں اور دوسری دو رکعتوں کو مختصر کرتا ہوں، اس سے معلوم ہوا کہ ظہر کی پہلی دونوں رکعتیں قراءت کے اعتبار سے ایک طرح ہیں۔

عقلی دلیل یہ ہے کہ ظہر کی دونوں رکعتوں کا حق ہے کہ ان میں قراءت کی جائے، جب دونوں کا حق برابر ہے تو آیت کی مقدار بھی برابر ہونی چاہئے۔ باقی فجر کی پہلی رکعت میں لمبی قراءت مستحب ہونے کی وجہ یہ ہے کہ وہ وقت غفلت اور غفلت کا ہے اسلئے پہلی

Maktaba Tul Ishaat.com Scanned with CamScanner

رکعت طویل کرے گا تو لوگوں کو جماعت مل جائے گی۔ اور ظہر کا وقت ایسا نہیں ہے اسلئے انکی دونوں رکعتیں برابر ہونی چاہئے۔

امام محمدؒ نے فرمایا کہ مجھے تمام نمازوں میں پہلی رکعت کو دوسری رکعت کی بنسبت طویل کرنا پسندیدہ ہے۔ دلیل بخاری شریف کی حدیث ہے کہ آپ ﷺ پہلی رکعت کو طویل کرتے اور دوسری رکعت کو اس سے مختصر کرتے تھے۔

جواب یہ ہے کہ دونوں رکعتیں قراءت کے اعتبار سے برابر ہوتی تھی، البتہ پہلی رکعت میں ثنا بھی ہے، اعوذ باللہ اور بسم اللہ بھی ہے اسی وجہ سے پہلی رکعت لمبی معلوم ہوتی تھی، ورنہ قراءت کے اعتبار دونوں برابر ہوتی تھیں۔ (انوار الہدایہ)

② مذکورہ جملہ کا مطلب:۔ کسی نماز کیلئے کوئی سورت یا آیت متعین کرنا کہ اسکے بغیر نماز ہی نہیں ہوگی، ایسا نہیں ہے۔ کسی بھی سورت یا کسی بھی آیت سے کوئی بھی نماز درست ہے، کسی نماز کے لئے کوئی متعین سورت نہیں ہے۔ اسلئے کہ ارشاد ہے: فاقرءوا ما تیسر من القرآن (قرآن میں سے جو بھی آسان ہو وہ پڑھو) پس کوئی آیت کسی نماز کے لئے متعین نہیں ہے۔

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۴۱ھ

السؤال الاول ..... قَالَ أَبُوْ حَنِيْفَةَ لَيْسَ فِي الْاِسْتِسْقَاءِ صَلٰوةٌ مَسْنُوْنَةٌ فِيْ جَمَاعَةٍ فَاِنْ صَلَّى النَّاسُ وُحْدَانًا جَازَ وَاِنَّمَا الْاِسْتِسْقَاءُ الدُّعَاءُ وَالْاِسْتِغْفَارُ وَقَالَا يُصَلِّي الْاِمَامُ رَكْعَتَيْنِ. (باب صلوٰۃ الاستسقاء)

اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ نماز استسقاء کسے کہتے ہیں؟ مذکورہ اختلاف کو دلائل سے مزین کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے: ① عبارت پر اعراب ② عبارت کا ترجمہ ③ نماز استسقاء کی وضاحت ④ نماز استسقاء میں اختلاف مع الدلائل۔

الجواب ..... ① عبارت پر اعراب: کما مرّ فی السوال آنفا۔

② عبارت کا ترجمہ:۔ امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا کہ استسقاء میں جماعت کے ساتھ نماز مسنون نہیں ہے۔ پس اگر لوگ تنہا تنہا نماز پڑھیں تو جائز ہے اور استسقاء صرف دعا و استغفار کا نام ہے۔ امام ابو یوسف و امام محمد نے فرمایا کہ امام دو رکعت نماز پڑھائیں گے۔

③ نماز استسقاء کی وضاحت:۔ استسقاء سقی سے مشتق ہے اس کا معنی بارش طلب کرنا ہے۔ ملک میں قحط سالی ہو جائے اور بارش نہ ہو تو پانی و بارش کیلئے استسقاء کیا جاتا ہے۔

④ نماز استسقاء میں اختلاف مع الدلائل:۔ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک نماز پڑھنا ضروری نہیں ہے۔ صرف دعا سے بھی استسقاء ہو سکتا ہے اور نماز بھی پڑھ سکتا ہے اگر نماز پڑھنا چاہے تو تنہا تنہا نماز پڑھنا جائز ہے۔ صاحبینؒ کے نزدیک نماز استسقاء مسنون ہے۔

امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے کبھی نماز استسقاء پڑھی ہے اور کبھی صرف جمعہ کے خطبہ کے وقت ہاتھ اٹھا کر دعا کی ہے۔ اس لئے دونوں طرح استسقاء جائز ہے۔ صرف نماز ہی پڑھنا مسنون نہیں ہے۔

امام صاحب کی دلیل یہ آیت ہے: فقلت استغفروا ربکم انه کان غفارا یرسل السماء علیکم مدرارا (اپنے گناہوں سے توبہ اور استغفار کرو تو بارش خوب ہوگی) اس سے معلوم ہوا کہ گناہوں سے توبہ کر کے بارش مانگنا استسقاء ہے۔ نیز حدیث میں ہے کہ استسقاء کے لئے جمعہ کے خطبہ کے وقت آپ ﷺ نے ہاتھ اٹھا کر دعا کی، اسی سے بارش ہو گئی۔ گویا

آپ ﷺ نے اس کے لئے مستقل نماز نہیں پڑھی صرف دعا پر اکتفا کیا۔ اس لئے امام ابوحنیفہ کے نزدیک نماز ضروری نہیں، صرف دعا اور استغفار سے بھی استسقاء ہو جائے گا۔ اور نماز پڑھ لے تو کوئی حرج کی بات نہیں ہے

امام ابو یوسف اور امام محمد نے فرمایا کہ امام دو رکعت نماز پڑھائیں گے۔ دلیل عباد بن تمیم کی حدیث ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام دو رکعت نماز پڑھائیں گے اور قراءت جہری کریں گے اور چادر کو بھی نیک فالی کے لئے پلٹیں گے کہ یا اللہ جس طرح چادر پلٹ رہا ہوں اسی طرح میری حالت کو بھی پلٹ دے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ دعا کے وقت قبلہ کی طرف استقبال کرے۔

نیز حضرت ابن عباسؓ کی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے نماز استسقاء میں دو رکعت عید کی نماز کی طرح پڑھی۔

صاحبین کی دلیل کا جواب یہ ہے کہ آپ ﷺ نے کبھی استسقاء کی نماز پڑھی ہے اور کبھی نہیں بھی پڑھی ہے اسلئے نماز پڑھنا ہی سنت نہیں، بلکہ اصل سنت تو دعا ہے اور کسی نے نماز پڑھ لی تب بھی ٹھیک ہے، کیونکہ حدیث سے ثابت ہے۔

صاحب ہدایہ فرماتے ہیں کہ اصل وہ مبسوط (امام محمد کی کتاب) میں ہے کہ استسقاء کیلئے نماز پڑھنا صرف امام محمد کا قول ہے۔ اسکا مطلب یہ ہوا کہ امام ابو یوسفؒ کی رائے بھی یہی ہے کہ استسقاء کیلئے صرف دعا کافی ہے۔ (اثار الہدایہ)

السؤال الثالث ..... قَالَ مَعْدِنُ ذَهَبٍ أَوْ فِضَّةٍ أَوْ حَدِيْدٍ أَوْ رَصَاصٍ أَوْ صُفْرٍ وُجِدَ فِيْ أَرْضِ خَرَاجٍ أَوْ عُشْرٍ فَفِيْهِ الْخُمُسُ عِنْدَنَا وَقَالَ الشَّافِعِيُّ لَا شَيْئَ عَلَيْهِ فِيْهِ۔

اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ معدن و کنز کسے کہتے ہیں؟ مذکورہ اختلاف کو دلائل سے مزین کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے: ① عبارت پر اعراب ② عبارت کا ترجمہ ③ معدن و کنز کی وضاحت ④ معدن کے خمس میں اختلاف مع الدلائل۔

الجواب ..... ① عبارت پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا۔

② عبارت کا ترجمہ:۔ اگر سونا یا چاندی یا لوہا یا سیسہ یا پیتل کی کان ہو اور خراجی یا عشری زمین میں پائی جائے تو اس میں ہمارے نزدیک خمس لازم ہے، امام شافعیؒ نے فرمایا کہ معدن کان پر کچھ لازم نہیں ہے۔

③ معدن و کنز کی وضاحت:۔ زمین سے جو مال نکلتا ہے اس کیلئے تین الفاظ مستعمل ہیں معدن، کنز، رکاز۔

① معدن: وہ مال ہے جس کو قدرت نے سونا، چاندی، تانبا وغیرہ کی کان کی شکل میں زمین میں پیدا کیا ہے۔

② کنز: وہ مال ہے جس کو انسان نے از خود زمین میں دفن کیا ہے جیسے سونا، چاندی، درہم و دینار وغیرہ۔

③ رکاز: وہ مال جو زمین میں مدفون ہو، خواہ قدرت کی طرف سے ہو یا انسان نے اس کو زمین میں دفن کیا ہو۔ اس اعتبار سے یہ لفظ حنفیہ کے نزدیک معدن اور کنز دونوں کو شامل ہے۔ (درس ترمذی، مطلع الناس ص ۵۹)

④ معدن کے خمس میں اختلاف مع الدلائل:۔ رکاز یعنی زمین میں مدفون خزانہ کسی کو مل جائے تو بالاتفاق اس میں خمس لازم ہے۔ باقی اس بات میں اختلاف ہے کہ رکاز کے لفظ میں معدن بھی شامل ہے یا نہیں؟ ہمارے نزدیک معدن رکاز میں شامل ہے لہٰذا فی الرکاز الخمس کے جملے سے جہاں دفینۂ جاہلیت میں خمس کا ثبوت ہوگا وہیں معدن پر بھی خمس کا واجب ہونا ثابت ہوگا

Maktaba Tul Ishaat.com Scanned with CamScanner

لیکن امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ رکاز میں معدن شامل نہیں لہٰذا اس پر کوئی زکوٰۃ نہیں۔

شوافع کا استدلال حدیث کے جملہ "المعدن جبار" سے ہے جس کا یہی معنی ہے کہ معدن پر کچھ واجب نہیں۔

اس معاملہ میں حنفیہ کا مسلک لغتاً روایتاً اور درایتاً ہر اعتبار سے راجح ہے۔

لغتاً اس لئے کہ علامہ ابن منظور افریقی نے لسان العرب میں ابن العربی کے حوالہ سے لکھا ہے کہ لفظ رکاز کا اطلاق مدفون خزانے کے علاوہ معدن پر بھی ہوتا ہے۔ روایتاً اسلئے راجح ہے کہ اول تو حدیث الباب میں **وفی الرکاز الخمس** کا جملہ مسلک احناف کی تائید کر رہا ہے دوسرا امام ابوعبیدؒ نے کتاب الاموال میں روایت نقل کی ہے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی سند سے جس کے آخر میں **فقال فیه وفی الرکاز الخمس** کے الفاظ ہیں اور اس حدیث میں رکاز سے مراد معدن کے علاوہ کچھ نہیں ہو سکتا۔

درایتاً حنفیہ کا مسلک اس لئے راجح ہے کہ کنز مدفون پر خمس واجب ہونے کی علت معدن میں بھی پائی جاتی ہے اور وہ علت یہ ہے کہ کنز مدفون کو مشرکین کا مال شمار کیا گیا ہے اور مال غنیمت میں سے شمار کر کے دوسرے غنائم کی طرح اس پر بھی خمس واجب کیا گیا ہے اور یہی علت معدن میں بھی موجود ہے۔ (درس ترمذی ج ۲ ص ۳۶۴)

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۴۱ھ

الشق الاول ---- **ومن کان مریضا فی رمضان فخاف ان صام ازداد مرضه افطر وقضی وقال الشافعی لا یفطر.... وان کان مسافرا لا یستضر بالصوم فصومه افضل وان افطر جاز.... وقال الشافعی الفطر افضل.** (فصل فی اعذار الافطار)

صوم و اعتکاف کی لغوی و اصطلاحی تعریف کریں۔ مسائل مذکورہ میں ائمہ کا اختلاف دلائل کے ساتھ تحریر کریں۔ **واذا نوی المسافر الافطار ثم قدم المصر قبل الزوال فنوی الصوم اجزأه** کا مطلب واضح کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے: ① صوم و اعتکاف کی لغوی و اصطلاحی تعریف ② مسائل مذکورہ میں ائمہ کا اختلاف مع الدلائل ③ **واذا نوی المسافر الافطار ثم قدم المصر الخ** کا مطلب۔

الجواب ..... ① صوم و اعتکاف کی لغوی و اصطلاحی تعریف:۔ صوم کا لغوی معنی مطلق امساک و رکنا ہے اور اصطلاح میں صوم طلوع فجر سے لیکر غروب شمس تک کھانے پینے اور جماع وغیرہ سے رکنا ہے۔

اعتکاف کا لغوی معنی ٹھہرنا ہے اور اصطلاح میں اعتکاف مسجد میں بہ نیت اعتکاف و عبادت ٹھہرنے کو کہتے ہیں۔

② مسائل مذکورہ میں ائمہ کا اختلاف مع الدلائل:۔ اس عبارت میں روزوں کے متعلق دو مسائل ذکر کئے گئے ہیں:

① روزہ رکھنے سے بیماری بڑھنے کا خطرہ ہو تو شریعت کی طرف سے زیادتی مرض کے خوف سے روزہ افطار کرنے کی اجازت دی گئی ہے (جن عوارض میں افطار کرنا جائز ہے وہ آٹھ ہیں (۱) مرض (۲) سفر (۳) اکراہ (۴) حمل (۵) رضاع (۶) بھوک (۷) پیاس (۸) کبر سنی۔) امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اسے روزہ توڑنے و افطار کرنے کی اجازت نہیں ہے۔

ہماری دلیل ① **فمن شهد منکم الشهر فلیصمه ومن کان مریضا او علی سفر فعدة من ایام اخر** (بقرہ)

Scanned with CamScanner

اس آیت میں ہے کہ بیمار ہو تب بھی روزہ چھوڑ دے یہ نہیں ہے کہ ہلاکت کا خطرہ ہو تو روزہ چھوڑے۔ اسی طرح سفر میں جانے سے صرف دقتیں بڑھتی ہیں ہلاکت کا خطرہ نہیں ہوتا پھر بھی روزہ توڑ دینے کی گنجائش ہے چاہے ہلاکت کا خطرہ ہو یا نہ ہو ① عن ابن عباس ان رسول اللہ ﷺ خرج الی مکۃ فی رمضان فصام فلما بلغ الکدید افطر فافطر الناس (بخاری) اس حدیث میں ہے کہ سفر میں روزہ توڑ دیا، حالانکہ سفر میں ہلاکت کا خطرہ نہیں ہوتا صرف پریشانی ہوتی ہے پھر بھی روزہ توڑنے کی گنجائش ہے۔

امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ ہلاکت کا خوف ہو یا عضو کے ضائع ہونے کا خوف ہو تو روزہ توڑے صرف مرض بڑھنے کا خوف ہو تو روزہ نہ توڑے، جیسا کہ ہلاکت کا خوف ہو تو ختم کرے دوبارہ نہ کرے۔ لیکن موسوعہ میں ہے کہ مرض بڑھنے کا واقعی خطرہ ہو تو روزہ توڑ دے، صرف مرض بڑھنے کا احتمال ہو تو روزہ نہ توڑے۔ امام شافعیؒ کی دلیل کا جواب اور ہماری عقلی دلیل یہ ہے کہ اگر چہ ابھی بیماری تھوڑی ہے لیکن روزہ رکھنے سے ہو سکتا ہے کہ بیماری بڑھ جائے اور دیر تک بیماری رہے جس کی وجہ سے ہلاکت ہو جائے تو روزہ رکھنا بعد میں ہلاکت کا سبب ہو سکتا ہے اس لئے اس کے لئے روزہ توڑنے کی گنجائش ہے۔

② اگر مسافر کو روزہ نقصان نہیں دیتا ہے تو اس کا روزہ رکھنا افضل ہے اور اگر روزہ توڑ دیا اور قضاء کیا تو یہ بھی جائز ہے۔

دلائل: ①عن ابن عباس قال خرج رسول اللہ ﷺ من المدینۃ الی مکۃ فصام حتی بلغ عسفان ثم دعا بماء فرفعه الی یده لیریه الناس فافطر حتی قدم مکۃ وذلک فی رمضان فکان ابن عباس یقول قد صام رسول اللہ وافطر فمن شاء صام ومن شاء افطر (بخاری) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مشقت نہ بھی ہو تب بھی مسافر کیلئے گنجائش ہے کہ افطار کرے یا روزہ رکھے ② سفر میں عموماً مشقت ہوتی ہے اس لئے سفر کو مشقت کے درجہ میں رکھ دیا اس لئے مسافر کو روزہ رکھنے میں مشقت نہ بھی ہو تب بھی افطار کر سکتا ہے۔ اور مشقت نہ ہو تو روزہ رکھنا افضل ہے کیونکہ رمضان کی فضیلت بہت بڑی چیز ہے جو بعد میں نہیں ملے گی۔

عن ابی درداء قال خرجنا مع رسول اللہ ﷺ فی شهر رمضان فی حر شدید حتی کان احدنا لیضع یده علی راسه من شدة الحر وما فینا صائم الا رسول اللہ ﷺ وعبد اللہ بن رواحة (مسلم) اس حدیث میں سخت گرمی کے باوجود حضور ﷺ اور عبداللہ بن رواحہ نے روزہ رکھا اسلئے رمضان میں مشقت شدیدہ نہ ہو تو روزہ رکھنا افضل ہے۔

عقلی دلیل یہ ہے کہ دیگر اوقات کی بنسبت رمضان کا وقت افضل وقت ہے اسلئے مسافر کیلئے رمضان میں روزہ رکھنا افضل ہے۔

امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ مسافر کیلئے روزہ توڑنا ہی بہتر ہے عن جابر بن عبد اللہ عن النبی ﷺ رای رجلا یظلل علیه والزحام علیه فقال لیس من البر الصیام فی السفر (ابوداؤد) سفر میں روزہ رکھنا نیکی نہیں ہے۔

جواب یہ ہے کہ اس حدیث کا تعلق مشقت شدیدہ کے ساتھ ہے یعنی مشقت شدیدہ ہو تو افطار کرنا بہتر ہے۔ (انوار البیان)

③ واذا نوی المسافر الافطار ثم قدم المصر الخ کا مطلب:۔ ایک آدمی سفر میں تھا اس لئے اس کی نفلی روزہ رکھنے کی نیت نہیں تھی، پھر زوال سے پہلے پہلے اپنے گھر آ گیا اور نفلی روزے کی نیت کر لی تو روزہ ہو جائے گا اور اس روزے کو توڑے گا تو قضا لازم ہوگی۔ اسلئے کہ مسافر نفلی روزہ رکھنے کا اہل بھی ہے اور روزہ رکھ لے تو اس کا روزہ رکھنا صحیح بھی ہے اس لئے زوال سے

Maktaba Tul Ishaat.com Scanned with CamScanner

پہلے پہلے اس نے نفلی روزے کی نیت کرلی تو روزہ ہو جائے گا۔ (اشرف الہدایہ)

السؤال الثالث ..... واذا أحصر المحرم بعدوّ او اصابه مرض فمنعه من المضيّ جاز له التحلل وقال الشافعيّ لا يكون الاحصار الّا بالعدوّ. (باب الاحصار)

احصار کی لغوی واصطلاحی تعریف کریں اور محصر کا حکم تحریر کریں۔ مذکورہ مسئلہ میں ائمہ کا اختلاف دلائل کے ساتھ تحریر کریں۔

ومن أحصر بمكة و هو ممنوع عن الطواف و الوقوف فهو محصر کا مطلب واضح کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے: ① احصار کی لغوی واصطلاحی تعریف اور محصر کا حکم ② مذکورہ مسئلہ میں ائمہ کا اختلاف مع الدلائل ③ عبارت کا مطلب۔

الجواب ..... ① احصار کی لغوی واصطلاحی تعریف اور محصر کا حکم:۔ احصار کا لغوی معنی روکنا ہے اور اصطلاح میں محرم کسی عذر شرعی کی وجہ سے حج یا عمرہ سے روک دیا جائے اور اس عذر میں دم دے کر حلال ہونا مباح ہو۔

محصر کے حکم میں اختلاف ہے کہ اسکے ذمے اس حج اور عمرہ کی قضا واجب ہے یا نہیں، حنفیہ کے نزدیک محصر اگر دم ذبح کرا کے حلال ہو جائے تو اس پر اسکی قضا واجب ہے۔ امام احمدؒ کی ایک روایت بھی یہی ہے لیکن شافعیہ اور مالکیہ کے نزدیک قضا واجب نہیں امام احمدؒ کی دوسری روایت اسی کے مطابق ہے ان حضرات کا کہنا ہے کہ قرآن کریم نے وجوب قضا کا ذکر نہیں فرمایا۔

ہماری دلیل حدیث کا یہ جملہ ہے وعليه حجة اخرى، نیز آپ ﷺ نے حدیبیہ والے عمرہ کی قضا آئندہ سال فرمائی تھی۔

جہاں تک قرآن کریم میں عدم ذکر قضا کا تعلق ہے سو عدم ذکر عدم وجوب کو مستلزم نہیں۔ (درس ترمذی ۳:۱۱۲)

② مذکورہ مسئلہ میں ائمہ کا اختلاف مع الدلائل:۔ حنفیہ کے نزدیک احصار ہر اس حابس سے ہو جاتا ہے جو بیت اللہ کی طرف جانے سے مانع ہو حضرت عبداللہ بن مسعود حضرت زید بن ثابت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم عطاء بن ابی رباح ابراہیم نخعی اور سفیان ثوری رحمہم اللہ کا بھی یہی مسلک ہے بہر حال مرض وغیرہ سے حنفیہ کے نزدیک احصار متحقق ہو جاتا ہے۔

امام مالک امام شافعی امام احمد اور امام اسحٰق رحمہم اللہ کے نزدیک احصار صرف دشمن سے متحقق ہوتا ہے مرض سے نہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اور لیث بن سعد رحمہ اللہ وغیرہ کا بھی یہی مسلک ہے۔

ائمہ ثلاثہ کا استدلال واتموا الحج والعمرة لله فان احصرتم فما استيسر من الهدى سے ہے کہ یہ آیت ۶ھ میں صلح حدیبیہ کے موقع پر نازل ہوئی تھی جس وقت کہ احصار بالعدو پیش آیا تھا معلوم ہوا کہ احصار عدو کے ساتھ خاص ہے۔

حنفیہ کی طرف سے جواب یہ ہے کہ یہ آیت اگرچہ صلح حدیبیہ کے موقع پر نازل ہوئی مگر اولاً تو العبرة لعموم اللفظ لا لخصوص السبب کے قاعدہ سے اس کے حکم کو عدو کے ساتھ مخصوص نہیں کیا جا سکتا۔ ثانیاً اللہ تعالیٰ نے لفظ احصار استعمال کر کے اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ آیت کا سبب نزول اگرچہ احصار بالعدو کا واقعہ ہے مگر احصار بالمرض کا بھی یہی حکم ہے۔

حنفیہ کی دلیل ترمذی کی حدیث حدثني الحجاج بن عمرو قال: قال رسول الله ﷺ: من كسر أو عرج فقد حل وعليه حجة أخرى ہے۔ جہاں تک حنفیہ کے مذہب کا تعلق ہے وہ تو ظاہر روایۃ اور دراریۃ ہر اعتبار سے راجح ہے۔

لفظ اس لئے کہ بیشتر علمائے لغت کے نزدیک لفظ احصار حقیقۃً حبس بالمرض کے لئے استعمال ہوتا ہے اور حبس بالعدو کیلئے حصر کا لفظ استعمال ہوتا ہے چنانچہ علمائے لغت میں سے ابوعبیدہ بن مثنیٰ اور ثعلب وزجاج وغیرہ نے اس کی تصریح کی ہے۔

روایۃً اس حدیث کی وجہ سے حنفیہ کا مذہب راجح ہے عن عکرمة قال حدثنی الحجاج بن عمرو قال قال رسول اللہ ﷺ من کسر اوعرج فقد حلّ وعلیه حجة اخری فذکرت ذلك لابی هریرة وابن عباس فقالا صدق، یہ روایت صراحۃً اس بات پر دلالت کررہی ہے کہ احصار عدو کے ساتھ خاص نہیں اور کسر وعرج اسی طرح مرض سے بھی احصار ثابت ہوجاتا ہے۔

درایۃً اس لئے راجح ہے کہ جو علت احصار بالعدو میں پائی جاتی ہے وہی احصار بالمرض میں بھی پائی جاتی ہے اس لئے دونوں ہی مانع عن الحج ہونے میں برابر ہوئے۔ پس مناسب یہ ہے کہ دونوں کا حکم بھی برابر ہو۔ (درس ترمذی ۳:۳۰۹)

عبارت کا مطلب:۔ وقوف عرفہ کرنا اور طواف زیارت کرنا حج کے ارکان اصلی ہیں اگر کوئی شخص ان دونوں سے روک دیا گیا تو یہ مکہ مکرمہ میں رہتے ہوئے بھی محصر ہوجائے گا اور ایسا سمجھا جائے گا کہ حل میں محصر ہوگیا۔

وجہ یہ ہے کہ وقوف عرفہ نہیں کیا تو حج نہیں ہوا اور طواف نہ کرسکا تو عمرہ کرکے بھی حلال نہیں ہوسکے گا تو گویا کہ وہ لوگ جو حل میں محصر ہوتے ہیں یہ ان کی طرح محصر ہوگیا، مؤطا امام مالک کے اثر سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر اہل مکہ حج کرنے سے اور طواف کرنے سے روک دیئے گئے تو وہ بھی آفاقی کی طرح محصر ہی ہوں گے۔ (آثار الہدایہ)

الورقة الخامسة : في الخلق والتربية

السوال الاول ۱۴۴۱ھ

الشق الاول ..... حقیقہ کسے کہتے ہیں، اس کا مستحب وقت وطریقہ کار کیا ہے؟ نام رکھنے کے متعلق شریعت کی کیا ہدایات ہیں؟

خلاصۂ سوال ..... اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے: ①

جواب ..... كما مرّ في الشق الثاني من السوال الاول ۱۴۳۰ وفي الشق الاول من السوال الثاني ۱۴۲۹ھ

الشق الثاني ..... ماں باپ کے درمیان لڑائی جھگڑا واختلاف بچوں میں انحراف کا سبب ہے، بحث کریں۔

بچوں کو بگاڑنے وخراب کرنے کا سب سے بڑا سبب بُری صحبت وبدکردار ساتھی ہیں، اس سلسلہ میں والدین کا کیا کردار ہونا چاہئے؟ بچے کے ساتھ والدین کا نامناسب رویہ وبرتاؤ کن خرابیوں کا پیش خیمہ ثابت ہوسکتا ہے؟

جواب ..... مکمل جواب كما مرّ في الشق الثاني من السوال الاول ۱۴۴۰ھ

السوال الثاني ۱۴۴۱ھ

الشق الاول ..... اولاد کی ایمانی تربیت کے سلسلہ میں والدین کی کیا ذمہ داریاں ہیں؟

جواب ..... مکمل جواب كما مرّ في الشق الثاني من السوال الثاني ۱۴۳۰ھ

الشق الثاني ..... اولاد کی جسمانی تربیت کے سلسلہ میں والدین کی کیا ذمہ داریاں ہیں؟

جواب ..... مکمل جواب كما مرّ في الشق الاول من السوال الثالث ۱۴۳۰ھ

Maktaba Tul Ishaat.com Scanned with CamScanner

السوال الثالث ۱۴۴۱ھ

السؤال الاول ..... مربی کے بنیادی اوصاف وصفات کیا ہیں؟ مختصراً بیان کریں۔ بچے کی تربیت کے بنیادی قواعد میں سے ارتباط وربط تعلق کا اصول اور متنبہ و چوکنا رہنے کا قاعدہ بیان کریں۔ بچے کیلئے ٹیلیویژن وموبائل اس نیت سے خرید کر دینا کہ وہ باہر کی بُری صحبت میں نہ پڑ جائے یہ تربیتی نقطۂ نگاہ سے کیسا ہے؟

الجواب ..... ① کما مرّ فی الشق الاول من السوال الثالث ۱۴۴۰ھ۔

② کما مرّ فی الشق الاول من السوال الاول ۱۴۳۸ھ۔

③ بچے کو باہر کی بُری صحبت سے بچاؤ کیلئے ٹیلیویژن وموبائل خرید کر دینے کا تربیتی نقطۂ نگاہ:۔ بچوں کو ٹیلیویژن و موبائل وغیرہ اسلئے خرید کر دینا کہ وہ سیتھا و دیگر بے حیائی کے مقامات کی طرف نہ جائیں یہ عمل وسوچ باطل وغلط ہے۔

اسکی متعدد وجوہ ہیں: ① کسی بُرائی کو اس طرح ختم نہیں کیا جاسکتا کہ اسکی جگہ کسی دوسری بُرائی کو جگہ دے دی جائے۔ ② ٹیلیویژن رکھنے سے پیدہ شدہ برائی اس منکر و برائی سے زیادہ ہے جو دیگر بے حیائی کے مقامات پر جانے سے وجود میں آتی ہے۔ کیونکہ ٹیلیویژن وغیرہ کا فساد روزانہ دائمی ہے جس کو اچھے وبرے، چھوٹے و بڑے، مرد وعورت سب دیکھتے ہیں جبکہ کھیل کود وتماشے کے مقامات کی برائیاں وقتی وموسمی ہوتی ہیں۔ ③ ٹیلیویژن رکھنے کی وجہ سے بہت سی بڑی بڑی اخلاقی ومعاشرتی خرابیاں پیدا ہوتی ہیں جن کا انجام بہت ہی بھیانک اور بُرا ہوتا ہے، جس کا سبب خاندان کے افراد کا دیر تک جاگنا اور پڑوسی ودوستوں اور مردوں وعورتوں کا مستقل اجتماع واختلاط ایسا المیہ ہے جس کی وجہ سے بہت سی عزتیں لوٹی گئیں، خون خرابے وڑائی جھگڑے ہوئے۔

اس سب کے علاوہ ٹیلیویژن کے صحت پر مضر اثرات پڑتے ہیں مثلاً نگاہ کا کمزور ہونا، کسی حسین ایکٹر کو دیکھ کر اس پر دل فدا ہونا، عقل وفکر کا اس میں الجھ جانا۔ تعلیمی نقصان بھی ہوتا ہے مثلاً بچوں کا مدرسہ کے کام کاج سے رہ جانا اور اس میں دل نہ لگنا۔ فکری نقصان بھی ہوتا ہے مثلاً حافظہ کمزور ہونا، غور وفکر اور فہم وسمجھ کے ملکہ کا کمزور وضعیف ہونا۔ اقتصادی نقصان مثلاً اس کے خریدنے میں مال کا ضیاع بھی ہے۔

السؤال الثانی ..... کیا مربی اپنے زیر تربیت بچے کو اچھے روزگار کا شوق دلائے؟ بیان کریں۔ بچے کی فطری صلاحیتوں کا کس حد تک خیال رکھنا چاہئے؟ بچے کی تربیت میں علم وثقافت کے اسباب ووسائل مہیا کرنے کے کیا اثرات ہو سکتے ہیں؟

الجواب ..... مکمل جواب بکما مرّ فی الشق الثانی من السوال الثالث ۱۴۴۰ھ۔

الورقة السادسة : فی العقائد واصول التفسیر

السوال الاول ۱۴۴۱ھ

السؤال الاول ..... والوزن حق لقوله تعالیٰ..... و المیزان عبارة عما یعرف به مقادیر الاعمال و العقل قاصر عن ادراك کیفیته و انکرته المعتزلة لان الاعمال اعراض.....

Scanned with CamScanner

قیامت کے دن اعمال تولے جانے کے عقیدہ پر دلائل تحریر کریں۔ میزانِ عمل (وزنِ اعمال کا ترازو) کسے کہتے ہیں اور وزنِ اعمال کی کیفیت کیا ہوگی؟ ۔ وزنِ اعمال میں معتزلہ کا مذہب، دلیل اور دلیل کا جواب تحریر کریں۔

خلاصۂ سوال ہے..... اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے: ① روزِ قیامت وزنِ اعمال کے عقیدہ کے دلائل ② میزانِ عمل کی وضاحت اور وزنِ اعمال کی کیفیت ③ وزنِ اعمال میں معتزلہ کا مذہب، دلائل و جوابات۔

..... ① روزِ قیامت وزنِ اعمال کے عقیدہ کے دلائل:۔ ① والوزن یومئذ الحق (الاعراف:۸) ② ونضع الموازین القسط لیوم القیامة فلا تظلم نفس شیئا وان کان مثقال حبة من خردل اتینا بها وکفی بنا حاسبین (الانبیاء:۴۷) ③ قال النبی ﷺ کلمتان حبیبتان إلی الرحمٰن خفیفتان علی اللسان ثقیلتان فی المیزان سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم (بخاری)

② میزانِ عمل کی وضاحت اور وزنِ اعمال کی کیفیت:۔ میزانِ عمل اس چیز سے تعبیر ہے جس کے ذریعہ بندوں کے اعمال کی مقدار و حیثیت جانی جاسکے، عقل انکی کیفیت کے ادراک سے قاصر و عاجز ہے۔ جمہور علماء کا قول ہے کہ وہ چیز میزان یعنی ترازو ہی کی شکل میں ہوگی جس کے دو پلے ہوں گے اور ایک زبان ہوگی اور دونوں پلوں کے درمیان مشرق و مغرب جیسا فاصلہ ہوگا اس میزان کے ذریعہ بندوں کے اعمال تولے جائیں گے یعنی ایک پلے میں نیکیوں کے اعمال نامے اور دوسرے پلے میں برائیوں کے اعمال نامے رکھے جائیں گے اور بعض حضرات نے یہ کہا ہے کہ حسنات یعنی نیک اعمال کو اچھی صورتوں میں اور سیئات یعنی برے عمل کو بری صورتوں میں ڈھال دیا جائے گا اور ان دونوں کو تولا جائے گا لیکن بعض روایتوں میں پہلا قول ہی زیادہ صحیح معلوم ہوتا ہے اور اس سلسلہ میں جو نصوص ہیں ان کا ظاہری مفہوم اسی پر دلالت کرتا ہے۔ (توضیحات)

③ وزنِ اعمال میں معتزلہ کا مذہب، دلائل و جوابات:۔ معتزلہ نے وزنِ اعمال کا انکار کیا ہے، ان کا اسلئے کہ اعمال کا آخرت میں وزن کیلئے دوبارہ موجود کیا جانا ممکن نہیں ہے، اگر موجود کرنا ممکن مان بھی لیا جائے تو وہ کوئی تولی اور وزنی چیز نہیں ہیں بلکہ وہ معانی و اعراض کے قبیل سے ہیں پس ان کا وزن کرنا ممکن نہیں ہے۔ ثانیاً اسلئے کہ اللہ تعالیٰ کو لوگوں کے اعمال وزن کے بغیر ہی معلوم ہیں، پس ان کا وزن کرنا عبث و بے فائدہ ہے۔

اہل السنۃ والجماعۃ کی طرف سے پہلی دلیل کا جواب یہ ہے کہ نصوص میں جب اعمال کے وزن کرنے کا ذکر ہے تو اس وزن کو تسلیم کیا جائے گا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اعمال اجسام کی قبیل سے ہیں۔ نیز ہر چیز کا وزن اور مقدار معلوم کرنے کے آلات جدا جدا ہیں، غلہ ناپ تولنے کیلئے ترازو، سونا و چاندی کے وزن کیلئے کانٹا، سورج چاند و ستاروں کی حرکات کی مقدار جاننے کیلئے اسطرلاب، موسم کا درجۂ حرارت معلوم کرنے کیلئے مقیاس الحرارت، جسم کا درجۂ حرارت معلوم کرنے کیلئے تھرمامیٹر اور گاڑیوں کی رفتار معلوم کرنے کیلئے میٹر موجود ہیں تو باری تعالیٰ کی قدرت سے کوئی بعید نہیں کہ قیامت کے دن کوئی ایسا آلہ موجود کردے جس سے حسنات و سیئات کا صحیح صحیح وزن معلوم ہوسکے۔ دوسری دلیل کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے افعال کسی غرض کے تابع نہیں ہوتے کہ اگر اس غرض کیلئے فعل نہ ہو تو وہ عبث و بے فائدہ ہو۔ اگر اللہ تعالیٰ کے افعال کو معلل بالاغراض مان لیا جائے تو پھر جواب یہ ہے کہ

Maktaba Tul Ishaat.com Scanned with CamScanner

ممکن ہے اعمال کی مقدار معلوم ہونے کے باوجود اعمال کے وزن کرنے میں کوئی ایسی حکمت ہو جس کا ہمیں علم نہ ہو، اور اللہ تعالیٰ کے کسی فعل کی حکمت کا ہمیں علم نہ ہونا اس فعل کے عبث و بے فائدہ ہونے کو مستلزم نہیں ہے۔ (بیان الفوائد ۳:۹۹)

السؤال الثالث ..... وَأَيَّدَهُمْ أَيِ الْأَنْبِيَاءَ بِالْمُعْجِزَاتِ النَّاقِضَاتِ لِلْعَادَاتِ جَمْعُ مُعْجِزَةٍ وَهِيَ أَمْرٌ يَظْهَرُ بِخِلَافِ الْعَادَةِ عَلَى يَدِ مُدَّعِي النُّبُوَّةِ عِنْدَ تَحَدِّي الْمُنْكِرِيْنَ عَلَى وَجْهٍ يُعْجِزُ الْمُنْكِرِيْنَ عَنِ الْإِتْيَانِ بِمِثْلِهِ

عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ معجزہ کی لغوی و اصطلاحی تعریف کریں۔ معجزہ کے ثبوت پر دلائل تحریر کریں۔

الجواب ..... مکمل جواب کما مرّ فی الشق الاول من السوال الاول ۱۴۳۵ و ۱۴۳۸ھ۔

السوال الثانی ۱۴۴۱ھ

السؤال الأول ..... والخلافة ثلاثون سنة ثم بعدها ملك وامارة لقوله ﷺ الخلافة بعدي ثلاثون سنة ثم يصير بعدها ملكا عضوضا وقد استشهد عليّ على رأس ثلاثين سنة من وفات رسول الله ﷺ فمعاوية ومن بعده لا يكونون خلفاء بل ملوكا و امراء وهذا مشكل....

عبارت کا ترجمہ کریں۔ خلافت کسے کہتے ہیں؟ مذکورہ حدیث پر اشکال اور اس کا جواب تحریر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال کا حل تین امور ہیں: ① عبارت کا ترجمہ ② خلافت کی تعریف ③ حدیث پر اشکال و جواب۔

الجواب ..... ① عبارت کا ترجمہ:۔ خلافت کا زمانہ تیس سال ہے، پھر اسکے بعد بادشاہت و امارت ہے، آپ ﷺ کے فرمان کی وجہ سے (ترجمہ: میرے بعد خلافت تیس سال تک ہوگی، اس کے بعد ایسی سلطنت ہوگی جو ایک دوسرے کو کاٹنے والی اور ظالم ہوگی) اور حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کی وفات کے بعد پورے تیس سال پر شہید کیے گئے، پس حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور بعد والے حضرات خلفاء نہیں بلکہ وہ بادشاہ و امراء ہیں۔ اور یہ بات باعث اشکال ہے.....

② خلافت کی تعریف:۔ خلافت کا معنی قائم مقام اور نائب ہونا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد دین کا کام سنبھالنا اور اقامت دین میں جو انتظامات رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے انہیں اسی طرز و انداز میں قائم کرنا خلافت کہلاتا ہے۔ پس جو شخص ان امور میں آپ ﷺ کا نائب و قائم مقام ہو اسے خلیفہ کہتے ہیں۔

③ حدیث پر اشکال و جواب:۔ اس حدیث پر اشکال ہوتا ہے کہ اس حدیث کے مطابق خلافت تیس سال تک ہونی چاہئے جبکہ بعض خلفاء عباسیہ و مروانیہ مثلاً حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ کو بھی خلیفۂ راشد تسلیم کیا گیا ہے، اس اعتبار سے خلافت کا زمانہ زیادہ بنتا ہے، پس حدیث کی پیشین گوئی درست نہ ہوئی؟ جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں تسلسل کے ساتھ خلافت علی منہاج النبوۃ (رسول اللہ ﷺ کے طرز پر خلافت) مراد ہے کہ خلافت علی منہاج النبوۃ مسلسل تیس سال ہوگی، پھر تسلسل ختم ہو جائے گا اس کے بعد وقتاً فوقتاً خلافت ہو سکتی ہے جیسے حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ کا زمانہ یہ تسلسل میں شامل نہیں ہے۔ (بیان الفوائد)

السؤال الثاني ..... و النصوص من الكتاب و السنة تحمل على ظاهرها ما لم يصرف عنها دليل قطعي كما في الآيات التي تشعر بظواهرها بالجهة والجسمية ونحو ذلك. لا يقال هذه ليست من النصوص

هل من المتشابه لانّا نقول .....

عبارت کا ترجمہ کریں۔ عبارت میں مذکور اشکال اور اس کا جواب تحریر کریں۔ والعدول عنها الى معان يدعيها اهل الباطل الحاد کا مطلب واضح کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے: ① عبارت کا ترجمہ ② عبارت میں مذکور اشکال اور اس کا جواب ③ مذکورہ عبارت کا مطلب۔

الجواب ..... ① عبارت کا ترجمہ:۔ کتاب وسنت کے نصوص کو ان کے ظاہری معانی پر محمول کیا جائے گا جب تک کہ کوئی دلیل قطعی ان کو ان کے ظاہری معانی سے نہ پھیرے، جیسا کہ ان آیات میں جو ظاہر جہت وجسمیت وغیرہ کی طرف مشعر (دال) ہیں۔ یہ نہ کہا جائے کہ یہ آیات نصوص کے قبیل سے نہیں ہیں بلکہ متشابہات میں سے ہیں، اسلئے کہ ہم کہیں گے .....

② عبارت میں مذکور اشکال اور اس کا جواب:۔ اشکال یہ ہے کہ جو آیات باری تعالیٰ کی جہت وجسمیت وغیرہ پر دال ہیں یہ آیات مراد واضح نہ ہونے کی وجہ سے نصوص کے قبیل سے نہیں ہیں ان کو نصوص کہنا صحیح نہیں ہے، بلکہ یہ متشابہات میں سے ہیں۔

جواب یہ ہے کہ ان آیات کو نصوص کہنا اصطلاحی اعتبار سے نہیں ہے بلکہ یہاں لغوی معنی کے اعتبار سے مطلق کلام شارح کو نص کیا گیا ہے اور اس کو نص کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس کے مدلول کی صحت قطعی ویقینی ہے اور دلالت میں نص کا معنی قطع ہے۔ (بیان الفوائد)

③ مذکورہ عبارت کا مطلب:۔ کتاب وسنت کے جن نصوص کو ان کے ظاہری معانی سے پھیرنے پر کوئی دلیل قطعی موجود نہیں ہے ان کے ظاہری معانی کو چھوڑ کر ان کے وہ معانی مراد لینا جن کا ملاحدہ وباطنیہ دعویٰ کرتے ہیں یہ سراسر اسلام سے انحراف اور کفر والحاد کی طرف میلان ورجحان ہے اسلئے کہ یہ آپ ﷺ کی ان باتوں میں تکذیب ہے جنہیں آپ کا لانا یقینی طور پر ثابت ہے۔

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۴۱ھ

السؤال الاول ..... آپ ﷺ پر وحی کس طرح آتی تھی؟ وحی کی تمام اقسام بالتفصیل ذکر کریں۔ وحی، کشف اور الہام میں فرق واضح کریں۔ وحی جلی اور غیر جلی کسے کہتے ہیں؟ کیا قرآن کریم کے صرف معانی وحی ہیں؟

الجواب ..... مکمل جواب کما مرّ في الشق الاول من السوال الثالث ۱۴۴۰ھ۔

السؤال الثاني ..... کیا مذہب حرب تفسیر کا ماخذ ہے؟ بیان کریں۔ اسرائیلی روایات تفسیر کا معتبر ماخذ ہیں یا غیر معتبر ماخذ ہیں؟ تفسیر قرآن میں گمراہی کا سب سے خطرناک سبب قرآن کریم کا معنی طے کرنے والے کی ذاتیت ہے، بحث کیجئے۔

الجواب ..... مکمل جواب کما مرّ في الشق الثاني من السوال الثالث ۱۴۴۰ھ۔

Maktaba Tul Ishaat.com Scanned with CamScanner

ہماری دیگر مطبوعات



مکتبہ زکریا

بالمقابل جامعہ خیر المدارس نئی بی اسپتال روڈ ملتان

0300-6357913, 0313-6357913

Scanned with CamScanner